



ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری

DR. ZAKIR HUSAIN LIBRARY

JAMIA MILLIA ISLAMIA
JAMIA NAGAR

NEW DELHI

Please examine the book before taking
it out. You will be responsible for
damages to the book discovered while
returning it.



DUE DATE

Ray

99-12407

68R4

Acc. No. 10362

Late Fine Ordinary books 25 p. per day, Text Book Re. 1/- per day, Over night book Re. 1/- per day.

[illegible]

فائدہ جامعہ محالہ نافر

دین محمد علیہ السلام کی زندگی * غارت خانہ اہل بیت علیہم السلام

ہم اسلام حدیث کی کتابوں کا اور اہم معلومات
کے تحت کے لئے واقعہ کا شہر لی بیان اور صدیقی کتابوں کے تعارف
مشاہیر و فقہاء و محدثین اور ان کے تصانیف کا مختصر و جامع ذکر
محالہ نافر کی بشرط شہرہ جہانگیر کا ہر سال ہمارے حاضر و ملان
دہشت گردی کے لئے افروزی ہیں، مگر یہ خود معلومات کا نسخہ
اور نئی کتاب کی حیثیت سے ہے

نور کا گاہ و گاہ کی کتاب کی کتاب کی کتاب

247.12407
R4



۳۸۳
۹۹۴

دوہزار



مطابح

مشہور آفٹ پریس ، کراچی
ایجوکیشنل پریس ، کراچی

قیمت

پندرہ روپے	قسم اول
بارہ روپے	قسم دوم

10362

ناشر

نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ، کراچی

فہرست مضامین عجالہ نافعہ

صفحہ ترجمہ	صفحہ متن	موضوع
۳۱	۱	سبب تالیف
۳۲	۱	فصل اول: در ذکر فوائد و غایات علم حدیث (علم حدیث کے فوائد)
۳۳	۳	طبقات کتب حدیث
۳۴	۳	طبقہ اولیٰ
۳۶	۴	طبقہ ثانیہ
۳۷	۵	طبقہ ثالثہ
۳۷	۵	طبقہ رابعہ
۳۹	۶	فائدہ: در ضبط بعض اسماء
		(بعض راویوں کے ناموں کی تحقیق اور ضبط کا بیان)
۳۹	۶	قاعدہ: سلام - سلام
۳۹	۷	قاعدہ: عمارہ - عمارہ
۳۹	۷	قاعدہ: کریر - کریر
۴۰	۷	قاعدہ: حرام - حرام
۴۰	۷	قاعدہ: غسل - غسل
۴۰	۷	قاعدہ: غٹام - غٹام
۴۰	۷	قاعدہ: قمیر - قمیر
۴۰	۷	قاعدہ: مسور - مسور

صفحه	موضوع	موضوع
۴	فائده: در بعضی نسبتها (بعضی نسبتوں کا بیان)	۴
۴	قاعده: جمال - جمال	۸
۴	قاعده: عنبی - عنبی - عنبی	۸
۴	لطیفه: حنّاط - حنّاط - حنّاط	۸
۴	فائده: در بعضی اسماء (بعضی ناموں کا بیان)	۸
۴	یسار - بشار	۸
۴	بشر - بئر	۸
۴	بشیر - بشیر	۸
۴	یسر - یسر	۸
۴	قاعده: یزید - یزید - یزید (یزید) - یزید	۸
۴	قاعده: براء - براء	۹
۴	قاعده: حارثه - حارثه	۹
۴	قاعده: جریر - جریر	۹
۴	قاعده: خراش - خراش	۹
۴	قاعده: حصین - حصین - حصین	۹
۴	حازم - حازم	۹
۴	حبان - حبان	۹
۴	حبیب - حبیب	۹
۴	حکیم - حکیم	۱۰
۴	زجاج - زجاج	۱۰
۴	زید - زید	۱۰
۴	سلیم - سلیم - سلم	۱۰
۴	شریح - شریح	۱۰
۴	سلیمان - سلیمان	۱۰

موضوع	صفحه	موضوع
سَلَمَه - سَلَمَه	۱۰	۴۴
عَبِيدَه - عَبِيدَه	۱۰	۴۳
عَبَادَه - عِبَادَه	۱۰	۴۳
عَبْدَه - عِبْدَه	۱۰	۴۳
عِبَاد - عِبَاد	۱۱	۴۲
عُقِيل - عُقِيل	۱۱	۴۲
واقه	۱۱	۴۲
نصر - النضر (عمر- عمرو)	۱۱	۴۲
عبید - حمید	۱۱	۴۲
آئِلَی - اُئِلَی	۱۱	۴۲
بَرَّاز - بَرَّاز	۱۱	۴۲
البصری - النصری	۱۱	۴۲
التَّوَرَى - التَّوَرَى	۱۱	۴۲
الْجَرِی - جَرِی - جَرِی	۱۱	۴۲
السَّكَلِی (السَّكَلِی)	۱۲	۴۵
الْهَدَانِی - هَمْدَان	۱۲	۴۵
قائمه: قاعده محدثین در ذکر راوی	۱۲	۴۵
سفیان ثوری - سفیان بن عیینہ	۱۲	۴۵
حمادین	۱۲	۴۶
عبدالله	۱۲	۴۶
الْبُخْمَرَه - الْبُخْمَرَه	۱۳	۴۶
اقسام کتب حدیث	۱۳	۴۷
جوامع	۱۳	۴۷
مسانید	۱۵	۴۹

موضوع	صفحتن	مؤثر
معاجم	۱۶	۵۰
اجزاء	۱۶	۵۰
رسائل جزئیہ	۱۶	۵۰
اربعینات	۱۶	۵۰
شروح	۱۶	۵۱
فصل دوم: در ذکر سند علم حدیث	۱۷	۵۲
کتاب الموطأ	۱۹	۵۳
صحیح البخاری	۲۰	۵۵
صحیح مسلم	۲۱	۵۵
سنن ابی داؤد	۲۱	۵۶
جامع ترمذی	۲۲	۵۶
سنن صغریٰ نسائی	۲۲	۵۷
سنن ابن ماجہ	۲۳	۵۷
مشکوٰۃ المصابیح	۲۳	۵۸
حصن حصین	۲۳	۵۸
خاتمہ: علامات وضع حدیث و کذب راوی	۲۴	۵۸
دیباچہ از مترجم	۲۹	

فوائد جامعہ

صفحہ	موضوع	شمارہ
۶۳	”عجالة نافعة“ کی وجہ تسمیہ	۱
۶۳	سید قمر الدین حسینی (سلسلہ ۱۲۸۰ء)	۲
۶۳	تخریج حدیث ”إِنَّ اللَّهَ فِي أَيَّامِ دَهْرِكُمْ دَنَفَاتٍ“	۳
۶۴	نقاد حدیث اور صراف میں مشابہت	۴
۶۵	حدیث ”من فقه الرجل بصره بالحديث“	۵
۶۵	تعریف کتاب ”انتباه فی سلاسل اولیاء اللہ“	۶
۶۶	حدیث صحیح	۷
۶۶	حدیث حسن	۸
۶۶	حدیث ضعیف	۹
۶۶	حدیث غریب	۱۰
۶۶	معلل	۱۱
۶۶	شاذ	۱۲
۶۶	تعارف کتاب ”مشارق الانوار فی اقتفاء صحیح الآثار“ از قاضی عیاض	۱۳
۶۷	تعارف کتاب ”مشارق الانوار الثبوتیہ من محلح الاجار المصطفویہ“ از حسن صفائی	۱۴
۶۸	یحییٰ بن یحییٰ بن بکیر تیمی نیشاپوری (سلسلہ ۲۳۶ء)	۱۵
۶۹	یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر خرمی (سلسلہ ۲۳۳ء)	۱۶

شماره	موضوع	صفحه
۱۷	ابو مصعب، احمد بن قاسم بن حارث مدنی (۲۹۲هـ)	۶۹
۱۸	قنبر، عبد الله بن مسلمه مدنی (۲۲۱هـ)	۷۱
۱۹	اسماعیلی، ابوبکر احمد بن ابراهیم جرجانی (۳۷۱هـ)	۷۱
۲۰	ابو عوانه، یعقوب بن اسحاق بن ابراهیم نیشابوری (۳۱۶هـ)	۷۲
۲۱	تعارف کتاب جامع الاصول لاحادیث الرسول از ابن الاثیر جرجی	۷۳
۲۲	سنن ابن ماجه کا صحاح سته میں شمار	۷۳
۲۳	مسند شافعی	۷۳
۲۴	سنن ابن ماجه	۷۴
۲۵	مسند دارمی	۷۴
۲۶	مسند ابی یعلیٰ موصلی	۷۴
۲۷	مؤلف عبد الرزاق	۷۴
۲۸	مؤلف ابی بکر بن ابی شیبہ	۷۴
۲۹	مسند عبد بن حمید	۷۵
۳۰	مسند ابی داؤد طلیسلی	۷۵
۳۱	منحة المعبود فی ترتیب مسند الطلیسلی ابی داؤد	۷۵
۳۱	سنن دارقطنی	۷۶
۳۲	صحیح ابن حبان	۷۶
۳۳	مستدرک حاکم	۷۷
۳۴	تالیفات حافظ ابوبکر بیہقی شافعی	۷۷
۳۵	تالیفات حافظ ابو جعفر طحاوی حنفی	۷۸
	شرح معانی الآثار	۷۸
	بیان شکل الآثار	۷۸
۳۶	تالیفات حافظ ابو القاسم طبرانی	۸۰
۳۷	تالیفات حافظ ابو حاتم ابن حبان	۸۱

شماره	موضوع	صفحه
۳۸	تالیفات حافظ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری	۸۲
۳۹	کتاب الصنعاۃ از عقیلی	۸۲
۴۰	تعارف کتاب الکامل از ابن عدی	۸۲
۴۱	تالیفات حافظ ابوبکر ابن مردقہ کبیر	۸۴
۴۲	تالیفات حافظ ابوبکر خطیب بغدادی	۸۵
	حافظ ابو حفص ابن شاہین (۳۸۵ھ)	۸۶
۴۳	تالیفات حافظ ابو حفص ابن شاہین	۸۷
۴۴	تفسیر ابن جریر طبری	۸۷
	تالیفات حافظ ابو جعفر محمد بن جریر طبری	۸۸
۴۵	فردوس دہلی	۸۸
	تالیفات حافظ ابو شجاع شیرویہ دہلی	۸۹
۴۶	تالیفات حافظ ابو نعیم اصبہانی	۸۹
۴۷	تالیفات حافظ جوزقانی	۸۹
۴۸	تالیفات حافظ ابو القاسم ابن عساکر	۸۹
۴۹	تالیفات حافظ ابو الشیخ ابن حیان	۹۲
۵۰	تالیفات حافظ ابن نجار	۹۲
۵۱	مناقب و مثالب سے متعلق احادیث پر تبصرہ	۹۳
۵۲	تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاجار الشیعۃ الموضوعۃ از ابن عراق	۹۶
۵۳	میزان الاعتدال فی نقد الرجال از حافظ ذہبی	۹۷
۵۴	لسان المیزان از حافظ ابن حجر	۹۷
۵۵	مجمع البحار (مجمع بحار الانور فی غرائب التزیل و لطائف الاجار) از محمد بن طاہر ہشتی	۹۸
	اسماء راویان صحاح ستہ	۱۰۰
۵۶	عبداللہ بن سلام، صحابی (۳۳۳ھ)	۱۰۰

صفحہ	موضوع	شمارہ
۱۰۴	حافظ محمد بن سلام بیکندی (۲۲۵ھ)	۵۷
۱۰۴	ابو علی الجبائی المعتزلی (۲۲۳ھ)	۵۸
۱۰۴	سلام بن ابی الحقیق، یہودی	۵۹
۱۰۴	ابی بن عمارہ، صحابی	۶۰
۱۰۶	”کریم“ اور ”کریم“ کے ضبط کا اصول	۶۱
۱۰۷	”حرام“ اور ”حرام“ کے ضبط کا قاعدہ	۶۲
۱۰۷	عسل بن سفیان اور عسل بن ذکوان	۶۳
۱۰۷	عثام بن علی عامری (۱۹۵ھ)	۶۴
۱۰۸	غنام بن اوس خزرجی، صحابی	۶۵
۱۰۸	قمیہ بنت عمرو الکوفیہ	۶۶
۱۰۸	مسود بن یزید، صحابی	۶۷
۱۰۸	مسور کا ضبط	۶۸
۱۰۹	موسیٰ بن ہارون حمال بغدادی (۲۹۴ھ)	۶۹
۱۰۹	ہارون بن عبداللہ حمال بغدادی (۲۴۹ھ)	
۱۱۱	عئشی کا ضبط	۷۰
۱۱۲	عئشی کا ضبط	۷۱
۱۱۲	عئشی کا ضبط	۷۲
۱۱۳	عیسیٰ بن ابی عیسیٰ حنابل (۱۵۱ھ)	۷۳
۱۱۳	مسلم بن ابی مسلم خنابل	۷۴
۱۱۴	محمد بن بشر بن عثمان البصری (۲۵۲ھ)	۷۵
۱۱۵	عبداللہ بن بسر اذن، صحابی (۲۸۸ھ)	۷۶
۱۱۵	بسر بن سعید دنی (۲۸۸ھ)	۷۷
۱۱۵	بسر بن عبداللہ حضرمی	۷۸
۱۱۵	بسر بن عجم دؤلی	۷۹

شماره	موضوع	صفحه
۸۰	بشیر بن کعب عدوی	۱۱۶
۸۱	بشیر بن یسار حارثی انصاری	۱۱۶
۸۲	یسیر بن عمرو کوفی (س ۸۵)	۱۱۶
۸۳	قطن بن نسیه بصری	۱۱۷
۸۴	برید بن عبدالله اشعری	۱۱۷
۸۵	محمد بن عروه بن برید بصری (س ۳۱۳)	۱۱۷
	ابراہیم بن محمد (س ۲۳۱)	۱۱۷
۸۶	علی بن ہاشم بن برید کوفی (س ۸۱)	۱۱۷
۸۷	ابوالعالمیہ زیاد بن فیروز تبار (س ۹۰)	۱۱۸
۸۸	ابومعشر یوسف بن یزید تبار	۱۱۸
۸۹	جاریہ بن قدامہ تمیمی	۱۱۸
۹۰	یزید بن جاریہ انصاری	۱۱۸
۹۱	عمرو بن سفیان بن اسید بن جاریہ ثقفی	۱۱۹
۹۲	اسود بن العلاء بن جاریہ ثقفی	۱۱۹
۹۳	خزیمہ بن عثمان رجبی شامی (س ۱۶۳)	۱۱۹
۹۴	ابوخزیمہ عبداللہ بن حسین ازدی	۱۱۹
۹۵	ربیع بن جراحش عسبی کوفی (س ۱۰۴)	۱۲۰
۹۶	ابو حصین عثمان بن عامر کوفی (س ۱۳۸)	۱۲۰
۹۷	حُصَین بن منذر رقاشی، ابویقظان	۱۲۰
۹۸	ابومعاویہ محمد بن خازم تمیمی (س ۱۹۵)	۱۲۱
۹۹	جہان بن منقذ بن عمرو خزرجی	۱۲۱
۱۰۰	محمد بن یحییٰ بن جہان بن منقذ (س ۱۳۱)	۱۲۱
۱۰۱	جہان بن اسع بن منقذ مازنی	۱۲۱
۱۰۲	جہان بن ہلال، ابوجیب (س ۲۱۶)	۱۲۱

شماره	موضوع	صفحه
۱۰۳	جَبَّان بن عطیه سلمی	۱۲۲
۱۰۴	جَبَّان بن موی بن سوار سلمی، ابو محمد (س ۲۳۳)	۱۲۲
۱۰۵	جَبَّان بن عرفه	۱۲۲
	جَبَّان بن حصین اسدی کوفی	۱۲۲
	جَبَّان بن عمیر جریری مصری	۱۲۲
۱۰۶	جُبیب بن عدی انصاری، صحابی	۱۲۳
۱۰۷	جُبیب بن عبدالرحمن انصاری خزرچی (س ۱۳۲)	۱۲۳
۱۰۸	ابو جُبیب، عبدالله بن زبیر، صحابی (س ۴۳)	۱۲۳
۱۰۹	حُکَیم بن حکیم بن عبدالله ایل	۱۲۳
۱۱۰	حُکَیم بن عبدالله بن قیس مصری (س ۱۱۸)	۱۲۴
۱۱۱	ابو قیس زیاد بن ریحان بصری	۱۲۴
۱۱۲	زُبَید بن صلت کندی، ابوالصلت	۱۲۴
۱۱۳	سَلیم بن حیان هذلی	۱۲۵
۱۱۴	سُرتج بن یونس مروزی (س ۲۳۵)	۱۲۵
۱۱۵	سُرتج بن نعمان جوهری بغدادی (س ۲۱۷)	۱۲۵
۱۱۶	احمد بن ابی سُریج هاشمی رازی (بعد س ۲۲۴)	۱۲۵
۱۱۷	سَلمان فارسی، صحابی (س ۳۳)	۱۲۶
۱۱۸	سَلمان بن عاصم بن اوس ضَبّی، صحابی	۱۲۶
۱۱۹	سَلمان الاغر، ابو عبدالله	۱۲۶
۱۲۰	عبدالرحمن بن سلمان هجرى مصری	۱۲۶
۱۲۱	ابو حازم سلمان اشجعی کوفی	۱۲۷
۱۲۲	ابو رجاء سلمان مولی ابی قلابه جرّمی بصری	۱۲۷
۱۲۳	عمرو بن سلمه جرّمی، ابو یزید	۱۲۷
۱۲۴	عَبیدة سلمانی، ابو عمرو	۱۲۸

شماره	موضوع	صفحه
۱۲۵	عبیدہ بن حمیر تمیمی، ابو عبد الرحمن (س ۱۹۰ھ)	۱۲۹
۱۲۶	عبیدہ بن سفیان حضرمی	۱۲۹
۱۲۷	عامر بن عبیدہ باہلی بصری	۱۲۹
۱۲۸	محمد بن مجاہد واسطی	۱۲۹
۱۲۹	عامر بن عبدہ بکلی، ابو ایاس	۱۳۰
۱۳۰	نخالہ بن عبدہ تمیمی	۱۳۰
۱۳۱	قیس بن عباد ضبعی	۱۳۰
۱۳۲	عقیل بن خالد اموی (س ۱۳۲ھ)	۱۳۰
۱۳۳	یحییٰ بن عقیل قضاعی	۱۳۱
۱۳۴	بنو عقیل کی نسبت	۱۳۱
۱۳۵	ابو النضر سالم بن ابی امیہ تمیمی (س ۱۲۹ھ)	۱۳۱
۱۳۶	النضر بن حارث اوسی، صحابی	۱۳۱
۱۳۷	ابی کی نسبت	۱۳۲
۱۳۸	ابی کی نسبت	۱۳۲
۱۳۹	شیلان بن فروخ حطی (س ۲۳۶ھ)	۱۳۲
۱۴۰	حسن بن صباح بزار بغدادی (س ۲۲۹ھ)	۱۳۲
۱۴۱	خلف بن ہشام بزار بغدادی (س ۲۲۹ھ)	۱۳۲
۱۴۲	مالک بن اوس نصری (س ۹۷ھ)	۱۳۳
۱۴۳	عبد الواحد بن عبد اللہ نصری	۱۳۳
۱۴۴	سالم مولیٰ النضریین (س ۱۱۰ھ)	۱۳۳
۱۴۵	ابو یعلیٰ محمد بن صلت قوزی (س ۲۲۸ھ)	۱۳۳
۱۴۶	جریری کی نسبت	۱۳۴
۱۴۷	یحییٰ بن ایوب بن ابی زرعہ جریری	۱۳۵
۱۴۸	یحییٰ بن بشر جریری (س ۲۲۹ھ)	۱۳۵

صفحہ	موضوع	شمارہ
۱۳۵	سکمی کی نسبت	۱۴۸
۱۳۵	ہمدانی کی نسبت	۱۴۹
۱۳۷	المتفق والمفترق کی تعریف	۱۵۰
۱۳۷	”خلیل بن احمد“ نام کے چھ راوی	۱۵۱
۱۳۸	”انس بن مالک“ نام کے پانچ راوی	۱۵۲
۱۳۸	”احمد بن جعفر بن حمدان“ نام کے چار راوی	۱۵۳
۱۳۸	”محمد بن یعقوب بن یوسف“ نام کے دو راوی	۱۵۴
۱۳۹	”ابو عمران جونی“ نام کے دو راوی	۱۵۵
۱۳۹	ابو عمران عبد الملک بن حبیب جونی (۱۲۹ھ)	۱۵۶
۱۳۹	ابو عمران موسیٰ بن سہل جونی بصری	۱۵۷
۱۳۹	”ابوبکر بن عیاش“ نام کے تین راوی	۱۵۸
۱۳۹	”صالح بن ابی صالح“ نام کے چار راوی	۱۵۹
۱۴۰	سفیان بن سعید ثوری (۱۶۱ھ)	۱۶۰
۱۴۰	سفیان بن عیینہ، ابو محمد (۱۹۸ھ)	۱۶۱
۱۴۰	حماد بن، حماد بن سلمہ اور حماد بن زید	۱۶۲
۱۴۱	عازم، ابونعان محمد بن فضل سدوسی بصری (۲۲۲ھ)	۱۶۳
۱۴۱	موسیٰ بن اسماعیل تبوزی (۲۲۳ھ)	۱۶۴
۱۴۲	عبادہ کی تعیین	۱۶۵
۱۴۲	ابوجمرہ والوجمرہ	۱۶۶
۱۴۲	ابوجمرہ والوجمرہ کا قاعدہ اکثری ہے مگر نہیں	۱۶۷
۱۴۳	غیر آبار کی طرف نسبت (معاذ و معوذ)	۱۶۸
۱۴۳	غیر آبار کی طرف نسبت کی مثال (محمد بن خفیفہ)	۱۶۹
۱۴۳	دادا کی طرف نسبت (انا بن عبد المطلب)	۱۷۰
۱۴۳	دادی کی طرف نسبت (یعلیٰ بن مہینہ)	۱۷۱

صفحہ	موضوع	شمارہ
۱۴۳	دادی کی طرف نسبت کی دوسری مثال (بشیر بن خصاصیہ)	۱۷۱
۱۴۳	ابو عبیدہ بن جراح، صحابی	۱۷۲
۱۴۳	کسی سبب کی وجہ سے اجنبی کی طرف انتساب	۱۷۳
۱۴۴	کتاب التوحید از ابن خزمیہ	۱۷۴
۱۴۴	کتاب الاسماء والصفات از بیہقی	۱۷۵
۱۴۵	سنن کی تعریف	۱۷۶
۱۴۵	کتب سنن اور کتب السنۃ کا باہمی فرق	
۱۴۵	کتاب الزہد از امام احمد بن حنبل	۱۷۷
۱۴۶	ادب المفرد از امام بخاری	۱۷۸
۱۴۷	تفسیر ابن مرددویہ	۱۷۹
۱۴۷	تفسیر دہلی	۱۸۰
۱۴۷	درمنثور از سیوطی	۱۸۱
۱۴۷	بدء الخلق از امام بخاری	۱۸۲
۱۴۷	البدء والتاریخ از ابو زید بلخی	
۱۴۸	کتب پیرو مغازی	۱۸۳
۱۴۸	سیرت ابن اسحاق	۱۸۴
۱۴۹	روضة الاحباب از سید جمال الدین حسینی	۱۸۵
۱۵۱	ملاہج النبوت از شیخ عبدالحی محمد ث دہلوی	۱۸۶
۱۵۱	سیرت شامیہ از محمد بن یوسف دمشقی	۱۸۷
۱۵۲	مواعب لدنیہ از قسطلانی	۱۸۸
۱۵۳	کتاب الفتن والملاحم از نعیم بن حماد	۱۸۹
۱۵۴	المیاض المفترۃ از محب طبری	۱۹۰
۱۵۴	ذخائر العقبی از محب طبری	۱۹۱
۱۵۴	خصائص علی از امام نسائی	۱۹۲

صفحہ	موضوع	شمارہ
۱۵۴	جامع کی تعریف پر بحث	۱۹۳
۱۵۶	کیا صحیح مسلم جامع نہیں ہے؟	۱۹۴
۱۵۸	مسند کی تعریف	۱۹۵
۱۵۹	مسند یحییٰ بن محمد	
۱۶۰	معاجم ثلاثہ از طبرانی	۱۹۶
۱۶۱	معجم کی تعریف	
۱۶۳	جزر کی تعریف	۱۹۷
۱۶۳	تالیفات حافظ ابن حجر عسقلانی اور ان پر تبصرہ	۱۹۸
۱۶۳	م تالیفات ابن حجر اور سیوطی کا بنیادی فرق	
۱۶۵	تالیفات حافظ سیوطی	۱۹۹
۱۸۰	عالی اسانید پر مرتب مجموعے	۲۰۰
۱۸۰	اقسام کتب حدیث	۲۰۱
۱۸۶	محی الدین نووی (رحمۃ اللہ علیہ)	۲۰۲
۱۹۲	محی السنہ حسین بغوی (رحمۃ اللہ علیہ)	۲۰۳
۱۹۵	ابو سلیمان حمد خطابی (رحمۃ اللہ علیہ)	۲۰۴
۱۹۷	ابو جعفر احمد طحاوی (رحمۃ اللہ علیہ)	۲۰۵
۱۹۷	ابو عمر یوسف ابن عبد البر (رحمۃ اللہ علیہ)	۲۰۶
۲۰۴	فقہاء محدثین	۲۰۷
۲۰۴	فقہاء محدثین حنفیہ	
۲۰۴	ملک العلماء کاشانی (رحمۃ اللہ علیہ)	
۲۰۷	فضل اللہ تورپشتی (رحمۃ اللہ علیہ)	
۲۱۱	کمال الدین ابن مہمام (رحمۃ اللہ علیہ)	
۲۱۶	محمد بن عبد البہادی سندھی (رحمۃ اللہ علیہ)	

شماره	موضوع	صفحه
	ملا علی قاری (سنة ۱۰۱۴هـ)	(۲۳۱)
	شیخ عبدالحق محدث دہلوی (سنة ۱۰۵۲هـ)	(۲۳۶)
۲۳۱	فقہاء محدثین مالکیہ	
۲۴۱	ابن بطلال (سنة ۴۳۹ھ)	
۲۴۲	ابوالولید باجی (سنة ۴۴۲ھ)	
۲۴۴	فقہاء محدثین شافعیہ	
۲۴۶	عزیز بن عبدالسلام (سنة ۴۶۶ھ)	
۲۴۹	ابن دقین العید (سنة ۴۷۲ھ)	
۲۳۳	حسین طبری (سنة ۴۲۳ھ)	
۲۳۶	فقہاء محدثین حنبلیہ	
۲۳۶	موفق بن قدامہ (سنة ۶۲۰ھ)	
۲۳۹	ابن تیمیہ (سنة ۴۲۸ھ)	
۲۵۷	ابن رجب (سنة ۴۹۵ھ)	
۲۶۰	محدث فقیہ ظاہری	
۲۶۰	ابن حزم (سنة ۴۵۶ھ)	
۲۶۹	کتاب المغیث فی مختلف الحدیث از ابوالعباس احمد	۲۰۸
۲۶۹	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (سنة ۱۲۳۹ھ)	۲۰۹
۲۶۶	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (سنة ۱۱۷۶ھ)	۲۱۰
۲۸۷	شاہ محمد عاشق پُہلی (سنة ۱۱۷۸ھ)	۲۱۱
۲۸۸	خواجہ محمد امین ولی اللہ کشمیری (سنة ۱۱۸۷ھ)	۲۱۲
۲۸۹	شاہ عبدالرحیم دہلوی (سنة ۱۱۳۱ھ)	۲۱۳
۲۸۹	محمد زاہد ہروی (سنة ۱۱۷۱ھ)	۲۱۴
۲۹۰	محمد فاضل بدخشی (سنة ۱۰۵۰ھ)	
۲۹۱	میرزا جان شیرازی (سنة ۹۹۴ھ)	

شماره	موضوع	صفحه
	محمود ابن محمد شیرازی (۹۳۲هـ)	۲۹۱
۲۱۵	ملا جلال الدین دوانی (۹۱۸هـ)	۲۹۲
۲۱۶	حاجی محمد افضل سیالکوٹی (۱۱۲۶هـ)	۲۹۵
۲۱۷	شیخ ابوطاهر کردی مدنی (۱۱۲۵هـ)	۲۹۷
۲۱۸	شیخ ابراهیم کردی (۱۱۰۰هـ)	۳۰۵
۲۱۹	شیخ احمد قشاشی (۱۰۷۰هـ)	۳۱۲
۲۲۰	شیخ احمد شناوی (۱۰۲۸هـ)	۳۱۹
۲۲۱	شیخ علی بن عبدالقدوس شناوی	۳۲۳
۲۲۲	شیخ محمد بن ابی الحسن بکری (۹۹۴هـ)	۳۲۴
۲۲۳	شیخ محمد بن احمد ربی (۱۰۲۰هـ)	۳۲۶
۲۲۴	شیخ عبدالرحمن بن عبدالقادر بن فهد (۱۰۲۰هـ)	۳۲۹
۲۲۵	شیخ ابن حجر مکی (۹۷۳/۹۷۴هـ)	۳۳۳
۲۲۶	شیخ عبدالوهاب شعرائی (۹۷۳هـ)	۳۳۷
۲۲۷	شیخ الاسلام زکریا انصاری (۹۷۶هـ)	۳۴۲
۲۲۸	ابو الحسن محمد بکری (۹۵۲هـ)	۳۴۹
۲۲۹	احمد بن حمزه ربی (۹۵۷هـ)	۳۵۲
۲۳۰	جار الله بن فهد (۹۵۴هـ)	۳۵۴
۲۳۱	جلال الدین سیوطی (۹۱۱هـ)	۳۵۵
۲۳۲	حسن عجمی (۱۱۱۳هـ)	۳۵۷
۲۳۳	عیسیٰ مغربی (۱۰۸۰هـ)	۳۶۲
۲۳۴	محمد بن علامه بابلی (۱۰۸۰هـ)	۳۶۶
۲۳۵	سالم سنهوری (۱۰۱۵هـ)	۳۷۳
۲۳۶	نجم الدین غیطی (۹۸۴/۹۸۱هـ)	۳۷۵
۲۳۷	احمد نخعی (۱۱۳۰هـ)	۳۷۸

شماره	موضوع	صفحه
۲۳۸	سلطان قزاقی (۱۰۴۵هـ)	۳۸۴
۲۳۹	احمد بن خلیل بسکی (۱۰۳۲هـ)	۳۸۶
۲۴۰	عبدالله بن سالم بصری (۱۱۳۲هـ)	۳۸۷
۲۴۱	محمد بن محمد بن سلیمان مغربی (۱۱۹۲هـ)	۳۹۵
۲۴۲	شمس الدین سخاوی (۹۰۲هـ)	۴۰۱
۲۴۳	عبدالحق سنباطی	۴۰۹
۲۴۴	کمال الدین محمد بن حمزه حسینی (۹۳۳هـ)	۴۱۲
۲۴۵	محمد وفداشکی	۴۱۴
۲۴۶	ابو محمد حسن بن محمد بن ایوب حسن نسابه (۸۶۶هـ)	۴۱۶
۲۴۷	حسن بن ایوب نسابه (۸۸۹هـ)	۴۱۸
۲۴۸	ابو عبدالله محمد جابر وادیاشی (۷۴۹هـ)	۴۲۰
۲۴۹	ابو محمد عبدالله بن محمد بن هارون قرطبی (۷۴۰هـ)	۴۲۳
۲۵۰	ایو القاسم احمد بن یزید قرطبی (۶۲۵هـ)	۴۲۴
۲۵۱	محمد قرطبی	۴۲۶
۲۵۲	محمد بن فرج مولی ابن طلاع قرطبی (۷۹۷هـ)	۴۲۷
۲۵۳	ابو الولید یونس بن عبدالله صفار (۷۲۹هـ)	۴۲۹
۲۵۴	ابو عیسیٰ یحیی بن عبدالله لیثی قرطبی (۷۶۷هـ)	۴۳۲
۲۵۵	عبیدالله بن یحیی لیثی (۷۹۸هـ)	۴۳۳
۲۵۶	یحیی بن یحیی لیثی مصودی (۷۳۳هـ)	۴۳۵
۲۵۷	امام مالک بن انس (۷۷۹هـ)	۴۳۶
۲۵۸	ابن حجر عسقلانی (۸۵۲هـ)	۴۳۷
۲۵۹	زین الدین ابراهیم بن احمد تنوخی (۸۸۰هـ)	۴۴۲
۲۶۰	ابو العباس احمد بن ابی طالب حجار (۷۳۳هـ)	۴۴۵
۲۶۱	سراج الدین حسین بن مبارک خفای زبیدی (۶۳۱هـ)	۴۴۹

شماره	موضوع	صفحه
۲۶۲	ابوالوقت عبدالاول بن عیسیٰ هروی (۳۵۳هـ)	۲۵۱
۲۶۳	ابوالحسن عبدالرحمن بن مظفر داودی (۳۶۶هـ)	۲۵۳
۲۶۴	ابومحمد عبدالله محمد بن احمد سرخسی (۳۸۱هـ)	۲۵۶
۲۶۵	ابوعبدالله محمد بن یوسف فربری (۳۲۰هـ)	۲۵۷
۲۶۶	امام بخاری (۲۵۶هـ)	۲۵۹
۲۶۷	صلاح الدین بن ابی عمر مقدسی (۴۸۰هـ)	۲۵۹
۲۶۸	فخر ابن البخاری (۳۶۹هـ)	۲۶۱
۲۶۹	ابوالحسن موید بن محمد طوسی (۳۶۱هـ)	۲۶۲
۲۷۰	محمد بن فضل اشرف راوی (۳۵۳هـ)	۲۶۳
۲۷۱	عبدالغافر فارسی (۳۲۸هـ)	۲۶۷
۲۷۲	محمد بن عیسیٰ جلودی (۳۶۸هـ)	۲۶۸
۲۷۳	ابراہیم بن محمد حقی جلودی (۳۸۸هـ)	۲۷۰
۲۷۴	امام مسلم (۳۴۱هـ)	۲۷۲
۲۷۵	شهاب الدین خفاجی (۳۶۹هـ)	۲۷۲
۲۷۶	محمد بن مقبل حلبی (۳۵۵هـ)	۲۷۶
۲۷۷	ابن طبرزد بغدادی (۳۰۷هـ)	۲۷۸
۲۷۸	ابراہیم بن محمد کرخی (۳۳۹هـ)	۲۷۹
۲۷۹	مفلح بن احمد دومی (۳۳۷هـ)	۲۸۰
۲۸۰	ابوبکر خطیب بغدادی (۳۶۳هـ)	۲۸۱
۲۸۱	قاسم بن جعفر باشتی (۳۱۲هـ)	۲۸۸
۲۸۲	محمد بن احمد لؤلؤی (۳۳۳هـ)	۲۸۹
۲۸۳	ابوداؤد سجستانی (۲۷۵هـ)	۲۸۹
۲۸۴	ابن الفرات خفی (۳۵۵هـ)	۲۹۰
۲۸۵	عمر بن حسن (ابن امیله) (۳۷۸هـ)	۲۹۲

شماره	موضوع	صفحه
۲۸۶	عبدالملک کروخی (۵۴۸هـ)	۲۹۳
۲۸۷	محمود بن قاسم ازدی (۵۴۸هـ)	۲۹۵
۲۸۸	عبدالحجاری بن محمد مروزی (۵۴۸هـ)	۲۹۶
۲۸۹	محمد بن احمد بن محبوب محبوبی مروزی (۵۴۸هـ)	۲۹۷
۲۹۰	ابوعیسیٰ ترندی (۵۴۹هـ)	۲۹۹
۲۹۱	احمد بن محمد لبان (۵۹۷هـ)	۲۹۹
۲۹۲	ابوعلی حسن حداد (۵۵۵هـ)	۵۰۰
۲۹۳	ابونصر احمد بن حسین کسار (۵۳۳هـ)	۵۰۰
۲۹۴	ابن السقی (۵۶۲هـ)	۵۰۱
۲۹۵	ابوعبد الرحمن نسائی (۵۳۰هـ)	۵۰۲
۲۹۶	ابوالحسن علی بن ابی المجدد شقی (۵۸۰هـ)	۵۰۲
۲۹۷	انجب بن ابی السعادات بغدادی (۵۶۳هـ)	۵۰۳
۲۹۸	ابوزرعه طاهر بن محمد مقدسی (۵۶۶هـ)	۵۰۴
۲۹۹	محمد بن حسین مقوی قزوینی (۵۸۲هـ)	۵۰۴
۳۰۰	قاسم بن منذر خطیب قزوینی (۵۵۹هـ)	۵۰۵
۳۰۱	ابوالحسن علی بن ابراهیم قطان (۵۳۵هـ)	۵۰۶
۳۰۲	ابن ماجه قزوینی (۵۷۳هـ)	۵۰۸
۳۰۳	غضنفر بن جعفر نهر وانی	۵۰۸
۳۰۴	محمد سعید عرف میرکاتان (۵۹۸۳هـ)	۵۰۸
۳۰۵	میرک شاه	۵۰۹
۳۰۶	جمال الدین شیرازی دشتکی (۵۹۳۲هـ)	۵۱۰
۳۰۷	اصیل الدین دشتکی (۵۸۸۳هـ)	۵۱۱
۳۰۸	عبد الرحیم جری (۵۸۲۸هـ)	۵۱۳
۳۰۹	امام الدین علی بن مبارک ساوجب	۵۱۵

صفحہ	موضوع	شمارہ
۵۱۵	ولی الدین خطیب تبریزی (بعد ۸۳۴ھ)	۳۱۰
۵۱۶	تقی الدین محمد بن محمد کئی (۸۸۱ھ)	۳۱۱
۵۱۸	محمد بن ابی بکر (۸۳۳ھ)	۳۱۲
۵۲۳	رافضی کے معنی	۳۱۳
۵۲۴	ناصریہ	۳۱۴
۵۲۴	غیاث بن ابراہیم نخعی	۳۱۵
۵۲۴	نور بن ابی عصمہ (۸۴۳ھ)	۳۱۶
۵۲۵	تفسیر بیضاوی	۳۱۷
۵۲۶	وضع روایات	۳۱۸
۵۲۸	ابن الراوندی ملحد (۲۹۸ھ)	۳۱۹
۵۲۹	فرقہ کرامیہ	۳۲۰
۵۳۰	ابو البختری (۲۰۰ھ)	۳۲۱
۵۳۰	سلیمان بن عمرو نخعی	۳۲۲
۵۳۱	حسین بن علوان	۳۲۳
۵۳۱	اسحق بن نجیح	۳۲۴
۵۳۱	ابو عبد الرحمن سلمی (۲۱۲ھ)	۳۲۵





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

أَحْمَدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى خُصُوصًا عَلَى سَيِّدِنَا
وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ الْمُجْتَبَى وَآلِهِ بِذِي الرَّحْمَةِ وَصَحْبِهِ بِجُودِ الْهُدَى.

اما بعد این رساله ایست رانته و غمانه ایست نافع در فوائد متعلقه بعلم حدیث که
باعث بر تحریک آتش شوق و خواش برادر عالی آثار جامع المناقب و المفاز نور محمد شرافت و
نور حدیقه سیادت سید قمر الدین المحسنی است رَزَقَهُ اللهُ سَيَادَةَ الدَّارَيْنِ وَسَعَادَةَ
النَّشْأَتَيْنِ دَرِیں ایام داعیه اشتغال باین علم شریف و فن مُنیف در خاطر عاطر ایشان
تسکُن و رسوخ پیدا کرده و ازین سیمچران محفل افاده و استفاده بنا بر حسن ظنّی که دارند
درخواست اجازت این کار و اعانت در تحمل این بار فرموده اند بکرم اِنَّ لِلّٰهِ فِيْ اَيَّامٍ دَهْرًا ثُمَّ
تَفَعَّلَتْ اَلَا فَنَعَمْ صُوْا لَهَا نَعَمْ صَا لِنَفْعَاتِ اللّٰهِ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْزَ الَّذِيْ فِيْهِ كُفِرْتُمْ
بِقِدَمِ قَلَمِ آورده و بقیه را بر ذمه طبیعت زکیه و قریحه سنیّه برادر موصوف سپرده که بفضلہ تعالی
در ذکر کافضات و صفات طینت و انتقال ذہن در درجہ علیا و مرتبہ قصوی واقع اند چنانچہ
تصانیف نظمیه و نثریہ ایشان شاہد عدل بریں دعوی و گواہ صادق بریں مدعی است
امیدوارے از حضرت باری تعالی شانه و عزّ ربانہ آنست کہ اگر مضامین این رساله را کہ
نصب العین خود سازد و در فنون حدیث خوض نماید از غلط و خطا مامون و از تصحیف و
تخریف مصون باشد و در تصحیح و تضعیف معیاری درست بدست داشته باشد.

وَمَا تَوْفِيقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ حَسْبِيْ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

فصل اول

در ذکر فوائد و غایات علم حدیث کہ موجب مزید شوق طالب و محرک طلب راغب تواند
و بیان شروط و خوض دَرِیں علم پوشیده نماند کہ علم حدیث شرافت دارد کہ بیج علم بمشابه آن

نمی‌تواند رسید زیرا که علم قرآن و عقاید اسلام و احکام شریعت و قواعد طریقت همه موقوف بر بیان پیغمبر است علیه الصلوٰۃ والسلام و کشفیات و عقلیات را تا باین میزان نسجند و برین معیار نزنند قابل اعتماد و محل اعتبار نمی‌تواند بود پس این علم بمنزله صَرَافِی است که ناقدِ جواهر و نقدِ جمیع علوم است از وجود تفاسیر و ادله احکام و تأخیز عقاید اسلام و طُرُقِ سلوک الی اللہ آنچہ در نقیض این صَرَافِی کامل المعیار برآمد قابل ترویج و داد و ستد و تواند شد و آنچہ ناسره شد مردود و مطرود پس حکم این نافذ است بر جمیع علوم دینی و اتباع جناب رسالت پناه که سرایه سعادت و وجهانی و سپرایه حیات جاودانی است و ابسته باین علم است و اگر به نظر تأمل و ایمان دیده شود هر علم را خاصیتی است که نفس انسانی بمنزله آن علم کیفیت از کیفیات نیک یا بد بهم می‌رساند و منزلت این علم شخص را معنی صحابیت می‌بخشد زیرا که در حقیقت معنی صحابیت اطلاع بر جزئیات احوال رسول است و مشاهده اوضاع آن جناب در عبادات و در عادات و این معنی در صورت بُعد زبان در مدد که خیال شخص بنوعی متمکن و راسخ میشود که حکم مشاهده وارد و اشاره بهمین معنی کرده است آنکه گفته شد

أَهْلُ الْحَدِيثِ هُمُوهَا أَهْلُ الشَّيْءِ وَدَانَ

لَمْ يَصْحَبُوا نَفْسَهُمْ أَنْفَاسَهُ صَحِيبُوا

وَقَالَ الْإِمَامُ الْهَمَامُ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ وَعَلَى آبَائِهِ السَّلَامُ مِنْ فِقْهِ الرَّجُلِ بِصِيَرَتِهِ بِأَحَدِيَّتِهِ أَوْ فُطْنَتِهِ لِلْحَدِيثِ وَهَرَاكِهِ أَيْ أَنْفِئِلْ خَبَرِ اسْتِ وَانْخَبَرِ يَحْتَمِلُ الصِّدْقَ وَالْكَذِبَ بِسِ لَا بُدَّ أَمَّا تَحْصِيلُ اِيْنِ عِلْمِ اَنْدُو حِيْزِيْكَ مِلَا حِظُهُ حَالِ رِوَاةِ دُوْمِ اَحْتِيَا طِ عَظِيْمٍ دَر فِهْمِ مَعَانِيْ اَنْ زِيْرَا كِهْ اَكْرَدَر اَمْرَا وِلْ مَسَا بِلَهْ رُو دِ كَا ذِبْ بِا صَادِقِ مِلْتَبَسِ شُوْدِ وَاَكْرَدَر اَمْرَتَانِيْ اَحْتِيَا طِ نَبَا شُدْ مَرَادِ بَا غَيْرِ مَرَادِ مُشْتَبِهْ كَرْدُوْدِ عَلَيِ التَّقْدِيْرِيْنِ فَاَنْدَهْ كِهْ اَزِيْنِ عِلْمِ شَرِيفِ مَتَوَقَّعِ اسْتِ مُسْتَرْكِرُوْدِ بَلَكِهْ ضِدِّ اَنْ فَاَنْدَهْ بِحَصُوْلِ اِنْجَا مِ دُو مَوْجِبِ ضَلَالِ وَاَضْلَالِ بَا شُدِ مَعَا ذَا شِرْ مِنْ ذَلِكِ بِسِ دَرِيْنِ دُو اَمْرِنْ كَرْدَنْ ضَرُوْرَتَا دَر اَمْرَا وِلْ يَعْنِيْ مِلَا حِظُهُ حَالِ رِوَاةِ مُخْتَبَرِيْنِ دَر صِدْ يَا وِلْ يَعْنِيْ اَزْ دِيَا نِ تَابِعِيْنِ وَتَبِيْعِ تَابِعِيْنِ تَا زِيَا نِ مَخَارِيْ وَ مَسْمُ رَنُگِيْ دِيْگِرِ دَا شَتِ كِهْ اَزْ حَالِ رِجَالِ هَر شَهْرِ وَ هَر زِيَا نِ بَحْثِ وَ تَفْتِيْشِ مِيْكَرْدَنْدُو دَر هَر كِهْ بُوْنِيْ اَزْ بِيْ دِيَا نَتِيْ وَ كَذِبِ وَ سُوْبِ حِفْظِ مِيْ شَمِيْدَنْدُو حَدِيْثِ اَوْ رَا قَبُوْلِ نِيْ كَرْدَنْدُو لِهَذَا دَر اَحْوَالِ رِجَالِ دَفَاتِرِ مَبْسُوْطِ وَ كِتَبِ مَبْسُوْطِ

نوشته اند و درین زماں دیگر وارد حال کتب که مجرد برای صحاح اند بعد از ازاں کتابهائے که قابل اعتبار اند باید دانست بعد از ازاں کتابهائے که واجب الرد و التکرار اند علیحدہ باید داشت تا در ورطہ تخلیط واقع نشوند و اکثر متاخرین محدثین و ائمه تفسیر و ترتیب از دست رفته است ناچار در بعضی رسائل خلاف جمهور سلف کرده اند و با حادیثی که در کتب غیر معتبره یافته اند تسک جستہ اند در اینجا نقل عبارت حضرت والد ماجد قدس سرہ نمایم تا مراتب کتب احادیث بر ترتیب واضح گردد۔ ایشان میفرمایند باید دانست که کتب احادیث باعتبار صحت و شهرت و قبول بر چند طبقہ می شوند و مراد از صحت آنست که مُصنّف التّرام کنایه از احادیث صحیحہ یا حسنہ و غیر آن در اینجا وارد نکند مگر مقرون بہ بیان حال آن از ضعف و غرابت و علت و شد و ذریہ کہ ایراد ضعیف و غیر صحیح معلول بایمان حال آن قدح نمی کند و مراد از شهرت آنست کہ اہل حدیث طبقہ بعد طبقہ بآن کتاب مشغول شوند بہ طریق روایت و ضبط مشکل و تخریج احادیث آن تا هیچ چیز از ازاں غیر میتن نماند و مراد از قبول آنست کہ نقاد حدیث آن کتاب را اثبات کنند و بر آن اعتراض نکنند و حکم صاحب کتاب را در بیان حال احادیث آن کتاب تصویب و تقریر نمایند و فقہا بآن احادیث تسک نمایند بے اختلاف و بے انکار۔

پس طبقہ اولی از کتب حدیث سہ کتاب اند موطا صحیح بخاری صحیح مسلم و تاضی عیاض کتاب مشارق الانوار برائے شرح این ہر سہ کتاب مخصوص نوشته و این مشارق الانوار غیر مشارق الانوار صنعانی است کہ احادیث صحیحین در آن بحذف اسناد و قصور جمع نموده با تجمہ برائے ضبط و شرح این ہر سہ کتاب مشارق الانوار قاضی عیاض کافی و شافی است و نسبت درین ہر سہ کتاب آنست کہ موطا گویا اصل و ام صحیحین است و در کمال شهرت رسیدہ ہزار کس از علمائے عصر امام مالک موطا را روایت کردہ اند مثل شافعی و امام محمد و یحییٰ بن یحییٰ مصمودی و یحییٰ بن یحییٰ بن یحییٰ و یحییٰ بن بکر و ابو مصعب و قعنبی و عدالت و ضبط رجال این کتاب مجمع علیہ است و در مدینہ و مکہ و عراق و شام و یمن و مصر و مغرب مشہور شدہ و بنا بر فقہاء امصار بر آنست و در زمان امام مالک و بعد از زمان ایشان نیز علمائے در تخریج

لہ پس صحیح ابن جان مثلاً التّرام صحت دارد لیکن شهرت ندارد و مستدرک حاکم مثلاً التّرام صحت بزم خود دارد و شهرت ہم دارد لیکن قبول ندارد و نیز کہ قدسی و دیگر نقاد حکم اولیہ صحت مسلم نداشته اند و

بر موطا و ذکر متابعات و شواهد احادیث آن سعی بلیغ نمودند و در شرح غریب و ضبط مشکلات و بیان فقه و سایر وجوه بیان آنقدر اهتمام نموده اند که زیاده بر آن متصور نیست و صحیح بخاری و صحیح مسلم هر چند در بسط و کثرت احادیث ده چند موطا باشند لیکن طرق روایت احادیث و تمیز رجال و ادوا اعتبار و استنباط از موطا آموخته اند و مع هذا این هر دو کتاب نیز مخدوم طوائف انام و جمیع علمائے اسلام اند فرقه مستخرجات برائے اینها نوشته اند مثل اسماعیلی و ابو عوانه و طائفة متصدی شرح غریب و ضبط مشکل و بیان فقه و احوال روایة آنها شده اند و در شهرت و تلقی بالقبول بدرجه علیا رسیده اند صاحب جامع الاصول از قریب نقل کرده است که صحیح بخاری را از بخاری بلا واسطه تود هزار کس سماع دارند خلص کلام آنکه احادیث این هر سه کتاب اصح الاحادیث اند اگرچه بعضی احادیث این هر سه کتاب صحیح تر از بعضی باشند و اگر به نظر تفحص دیده شود احادیث مرفوعه موطا غالباً در صحیح بخاری موجود اند پس صحیح بخاری مشتمل است بر موطا باعتبار احادیث مرفوعه آری آثار صحابه و تابعین و موطا زیاده است پس این هر سه کتاب را در طبقه اولی باید داشت.

طبقه ثانیه احادیثی که درین هر سه صفت بدرجه احادیث صحیحین نرسیده اند لیکن قریب بصحیحین اند درین صفات و آن حدیث جامع ترمذی و سنن ابی داود و سنن نسائی است که مصنفان این کتب مشهور و معروف اند بوثوق و عدالت و حفظ و ضبط و تبحر در فنون حدیث و درین کتابها به تساهل و تسامح راهی نشده اند و حال حدیث و علت آنرا بقدر امکان بیان نموده اند و لهذا قیامین علمای اسلام شهرت یافته اند پس این شش کتاب را اصول سته نامند و این الاثیر در جامع الاصول احادیث این شش کتاب را جمع نموده و شرح غریب و ضبط مشکلات و اسمائے رجال و دیگر متعلقات آنها را بیان کرده پس کتاب جامع الاصول گویا شرح این شش کتاب است چنانچه مشارق الانوار شرح آن سه کتاب است و صاحب جامع الاصول ابن ماجه را در صحاح عدکرده بلکه موطا را ششم قرار داده و الحق متعاً لیکن حضرت والد قدس الله سره می فرمایند که مستند امام احمد نزد فقیران این طبقه ثانیه است و وے اصل است در معرفت صحیح از سقیم و بوی شناخته میشود حدیثی که آنرا اصل هست از آنچه او را اصل نیست مگر آنکه در مسند امام احمد احادیث ضعیف بسیار اند که حال آنرا بیان نکرده اما ضعیف که در دست از آن

احادیث که متأخرین تصحیح آنها می کنند بهترین نماید و علماء حدیث و فقه آنرا پیشوائے خود ساخته اند و بحقیقت رکن اعظم است در فن حدیث و همچنین سنن ابن ماجه را نیز درین طبقه میتوان شمرد هر چند بعضی احادیث آن در غایت ضعف اند.

و طبقه ثالثه احادیثی که جماعه از علمائے متقدمین بر زبان بخاری و مسلم یا معاصرین آنها یا لاحقین بآنها در تصانیف خود روایت کرده اند و التزام صحت ننموده و کتب آنها در شهرت و قبول در مرتبه طبقه اولی و ثانیه نرسیده هر چند مصنفین آن کتب موصوف بودند به تجر در علوم حدیث و وثوق و عدالت و ضبط و احادیث صحیح و حسن و ضعیف بلکه منتهم بالوضع نیز در آن کتب یافته میشود و رجال آن کتب بعضی موصوف بعدالت اند و بعضی مستور و بعضی مجهول و اکثر آن احادیث معمول به نزد فقها نشده اند بلکه اجماع برخلاف آنها منعقد گشته و درین کتب هم تفاضل و تفاوت هست بعضی اقوی من بعض اسامی آن کتب اینست مستدرک حنفی سنن ابن ماجه مستدرک دارمی مستدرک ابی یعلی موصلی، مصنف عبدالرزاق مصنف ابوبکر بن ابی شیبه مستدرک ابن حمید مستدرک ابی داود طرابلسی سنن دارقطنی صحیح ابن حبان مستدرک حاکم کتب بیهقی کتب طحاوی تصانیف طبرانی.

و طبقه را لبعه احادیثی که نام و نشان آنها در قرون سابقه معلوم نبود و متأخران آنرا روایت کرده اند پس حال آنها از دوشوق خالی نیست یا سلف تفحص کردند و آنها را اصلی نیافتند تا مشغول بروایت آنها می شدند یا یافتند و در آن قدحی و علتی دیدند که باعث شده همه آنها را بر ترک روایت آنها و علی امل تقدیر این احادیث قابل اعتماد نیستند که در اثبات عقیده یا علی بآنها تمسک کرده شود و لنعم ما قال بعض الشیوخ فی امثال هذا
شهر
فَإِنْ كُنْتَ لَا تَذَرِي فَيَلَاكِ مُصِيبَةٌ
وَلَاِنْ كُنْتَ تَذَرِي فَالْمُصِيبَةُ أَكْثَرُ

و این قسم احادیث راه بسیاری از محدثین زده است و بجهت کثرت طرق این احادیث که درین قسم کتب موجود اند مغرور شده حکم بتواتر آنها نموده و در مقام قطع یقین بدان تسک جست برخلاف احادیث طبقات اولی و ثانیه و ثالثه مذبی برآورده اند و درین قسم احادیث کتب بسیار مصنف شده اند برخی را بشماریم کتاب الضعفاء لابن حبان و تصانیف الحاکم کتاب الضعفاء للعقیلی کتاب الکامل لابن عدی تصانیف ابن مردویه تصانیف خطیب

تصانیف ابن شایبہ تفسیر ابن جریر فردوس دلی بلکہ سائر تصانیف او تصانیف ابی نعیم
تصانیف جوزقانی تصانیف ابن عساکر تصانیف ابوالشیخ تصانیف ابن نجار و بیشتر
مسائل و وضع احادیث در باب مناقب و مثالب و در تفسیر و بیان اسباب نزول و
در باب تاریخ و ذکر احوال بنی اسرائیل و قصص انبیاء سابقین و ذکر بلدان و اطعمه و
اشراف و حیوانات واقع شده و در طب و رقی و غرام و دعوات و ثواب و نوافل نیز این حادثه
روداده این الجوزی در موضوعات خود غالب این احادیث مجروح و مطعون ساخته
و لائل وضع و کذب آنها را مبرهن نموده کتاب تنزیہ الشریعہ در دفع غائلہ این احادیث
کافی است و اکثر مسائل نادره مثل اسلام ابوین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و
روایات مسیح الرحیلین از ابن عباس و امثال این نوادر از ہمیں کتب می برآید و مایہ
تصانیف شیخ جلال الدین سیوطی در رسائل و نوادر خود ہمیں کتابها است و اشتغال
به احادیث این کتب و استنباط احکام از آنها لاطائل می نمایند و مع هذا اگر کسی را
رغبت تحقیق این کتب باشد میزان الضعفاء ذہبی و لسان المیزان ابن حجر عسقلانی
برائے احوال رجال این کتب بکارش می آید و برائے شرح غریب و توضیحات عبارات
آل کتاب مجمع البحار شیخ محمد طاهر نویره بحرانی معنی است از جمیع مواد چوں ترتیب
کتب حدیث معلوم شد و طبقه اعلیٰ درین باب موطا و صحیحین قرار یافت لابد
بیشتر اتمام به تحقیق این هر سه کتاب باید فرمود بعد از آن به بقیه صحاح سه
پرداخت و ظن غالب آنست که بعد از تحقیق موطا و صحیحین در تحقیق بقیه
صحاح سه دو ثلث کار مفروغ عنه می شود و قدر قلیل باقی می ماند لهذا بر قوائد
متعلقه باین هر سه کتاب کلام را منحصر ساخته شد.

فائده: در ضبط بعضی اسماء

قاعده: اینست که هر جا در کتب حدیث شریف لفظ سلام بیاید آنرا
به تشدید لام باید خواند مگر پنج جا اول نام پدر عبد اللہ بن سلام که صحابی است و از
احبار یهود مشرف ایمان مشرف و بدخول جنت بشر شد دوم پدر محمد بن سلام
بنی کنده که شیخ بخاری است و بنی کنده بکسر باء مؤخره و سکون یاء تحتیه مثل تا شکند
نام دومی است از توالج بخاری سوم سلام بن محمد ناهض المقدسی و این شخص را

در صحاح سته ذکر نیست ازوه حافظ ابو طالب و طبرانی روایت دارد و نام او سلامه
یاد کرده است. چهارم جده محمد بن ابی بکر بن سلام مغربی معتزلی و این هم در روایه
صحاح سته نیست. پنجم سلام بن ابی الحقیق که یهودی بود در غایت عداوت و
عناد و ذکر شرارت و فساد او در احادیث بسیار است نام این پنج کس را به تخفیف
باید خواند و سوائے این پنج کس به تشدید.

فَاعِلَةٌ عماره هر جا که باشد بضم عین مهمله است اما نام پدر ابی بن
عمار که صحابی است که بکسر است.

فَاعِلَةٌ کریمه هر جا که بفتح کاف است در قبیلہ خزاعه و بضم کاف است
بتصغیر در قبیلہ بنی شمس یعنی در نسب کسی که این نام دارد نظر باید کرد اگر خزاعی است
بفتح کاف است و اگر عثمی است مصغرا باید خواند.

فَاعِلَةٌ حرام اگر صاحب این نام قریشی است به نژاد یعنی معجمه
و کسر حاء مهمله باید خواند و اگر انصاری است بفتح حاء مهمله و فتح راء یعنی مهمله
باید خواند.

فَاعِلَةٌ غسل هر جا بکسر عین و سکون مهملتین است مگر غسل بن
ذکوان الاخباری البصری که بفتح عین و سین است لیکن مذکور این شخص در
صحیحین نیست.

فَاعِلَةٌ غنّام هر جا که باشد بفتح غین معجمه و تشدید تون است
الاعنّام بن علی العامری الکوفی که فتح عین مهمله و تشدید مثلثه است و از قبیل
اول است غنّام بن اویس صحابی بدری.

فَاعِلَةٌ قمر هر جا تصغیر قمر است و نام مرد است الا قمر نام زن مرق
ابن الا جذع که دختر عمر و است آنرا بر وزن طویل باید خواند.

فَاعِلَةٌ مشور هر جا بوزن مضرب اسم آله است الا دو کس یکی از
آنها مشور بن یزید صحابی دوم مشور بن عبد الملك البزرجی این هر دو با بوزن
محمد باید خواند.

فائده: در بعضی نسبتها

فَاعِلَةٌ هر جا که لفظ بحال واقع شود بحکم است الاید موسی بن هارون
الحال که بجائے مہملہ است۔

فَاعِلَةٌ عیسیٰ باین صورت اگر در اسناد بصریای واقع شود عیسیٰ باید
خواند نسبت بہ عیش ضد موت و اگر در اسناد کوفیای واقع شود عیسیٰ خوانده شود بہار
موحدہ وسین مہملہ و اگر در اسناد شامیای است عیسیٰ باید خواند یعنی بجائے بار موحدہ
نون باشد و از لطافت این فن آنست کہ بعضے جا ہا اگر تصحیف لفظی واقع شود
غلط نمی شود بہر صورت کہ خوانند و راست مثل عیسیٰ بن ابی عیسیٰ التخطا و مسلم جباط
کہ اگر این ہر دو را خطا خواند نسبت بہ حفظ فروشی است و اگر جباط خواند نسبت
بہ خطا فروشی است و خطا بفتح حاء مہملہ و بار موحدہ و در آخر طاء مہملہ برگ مغیلاں
است کہ برائے چارہ از خیرہ میکنند و میفروشند و اگر خطا خواند نسبت بہ صنعت
خیاطت یعنی دوختن است و این ہر دو کس ہر سہ پیشہ داشتہ اند یکے را بعد دیگرے
اختیار کردہ اند لیکن اشہر در اول خطا نسبت بہ خطہ فروشی یعنی گندم فروشی است
و اشہر در ثانی جباط است نسبت بہ جط فروشی۔

فَاعِلَةٌ دیگر در بعضے اسماء در موطا و صحیحین ہر جا این صورت واقع شود
یسار پس بتقدیم تختیہ بر سین مہملہ باید خواند الا نام پدر محمد بن بشار کہ بار موحدہ و شین
مجموعہ دارد و این شخص استاد بخاری و مسلم است و ہر جا در موطا و صحیحین لفظ بشر
واقع شود بکسر بار موحدہ و شین مجموعہ باید خواند الا چار کس کہ بضم موحدہ وسین مہملہ
اند عبد اللہ بن بسر صحابی بسر بن سعید بسر بن عبید اللہ حضرمی بسر بن محجن و ہر جا درین
کتب ثلثہ لفظ بشر واقع شود بر وزن طویل از بشارت کہ بمعنی خبر خوش است باید
خواند الا چار کس کہ بصیغہ تصغیر اند و کس بشین مجموعہ بشر بن کعب عدوی و بشر بن
یسار و دو بسین مہملہ شخصے است کہ او را بضم یا ی تختیہ باید خواند بسر بن عمرو و دیگرے
را بنون مضمومہ بخوانند و آل پدر قطن بن شیر است۔

فَاعِلَةٌ صورت زیر ہر جا بصیغہ مضارع معروف غائب از زیادت
است الا سہ کس بر بن عبد اللہ بن ابی بردہ کہ بضم بار موحدہ و بار مہملہ مفتوحہ است
تصغیر بر و بمعنی ژالہ و نام جد محمد بن غرقہ بن الیرزد کہ بکسر موحدہ و بار مہملہ و نون

ساکن است و بعضی هر دو را فتح خوانند و نام جَد علی بن هاشم بن التریذی که بفتح بار موحده و کسر راء و یاء تختیه است.

و تاعده هر جا لفظ بَرَّاء واقع شود تخفیف باید خواند و فتح بار موحده باید دانست مگر دو کس ابوالعالیه البراء و ابومعشر البراء که بفتح بار و تشدید راء است.

و تاعده صورت حارثه به حاء همله و راء مکسوره و ثار مثلثه مفتوحه باید خواند مگر در چهار جا که به جیم و راء و یاء تختیه باید دانست جاریه بن قدامس نیزید بن جاریه عمرو بن ابی صفیان بن اسید بن جاریه الأسود بن العلاء بن جاریه.

و تاعده صورت جریر به جیم و تکرار هاء همله باید دانست الا دو کس که اول نام آنها حاء همله است و آخر زائ منقوطه خیز بن عثمان التریجی که منسوب بر خیمه کوفه است و ابوحریره عبداللہ بن حسین که راوی عکرمه است.

و تاعده خزاش هر جا بکسر خاء معجمه است مگر نام پدر ربیع بن خزاش که بحاء همله است.

و تاعده حصین هر جا بصیغه تصغیر است و بصاد همله مگر ابو حصین عثمان بن عاصم که بروزن طویل است مگر حصین بن المنذر ابوساسان که بصیغه تصغیر است و صاد معجمه.

حازم هر جا درین کتب ثلثه به حاء همله و زائ منقوطه است الا نام پدر ابو معاویه محمد بن خازم که مشهور به ضریر کوفی است شاگرد اعمش که بخاء معجمه است.

حجّان بن منقذ و جد محمد بن یحیی بن حنّان و خود و جد حنّان بن واسع این حنّان و حنّان بن هلال که این جا بفتح حاء و تشدید بار موحده باید خواند و حنّان بن عطیّه و حنّان بن موسی و حنّان بن العرفه که این جا بکسر حاء تشدید بئ موحده باید خواند.

حجیب هر جا بفتح حاء همله و کسر بار موحده باید دانست بروزن طویل از حُب و محبت مگر سجا که بضم خاء معجمه بصیغه تصغیر باید دانست از حجابت

بمعنی زیرکی **جَبِيب** بن **عَدِي** **جَبِيب** بن **عبد الرحمن** ابو **جَبِيب** کینت **عبد الله**
ابن **الزُبَيْر**

حَكِيم هر جا بوزن طویل از حکمت باید خواند مگر پدر **مُذَنَّب** بن **حَكِيم** و
حَكِيم بن **عبد الله** که تصغیر حکم است.

سَرَّاح هر جا بار موحده است و بار مفتوحه مگر پدر ابو **قَتیس** نیا د بن **ریاح**
که بیای تحتیه و کسر راء است.

زُبَيْد در صمیمین بضم زای منقوطة و بار موحده مفتوحه باید خواند تصغیر **زُبَيْد** بمعنی
سکه و در موطن **زُبَيْد** تصغیر **زُبَيْد** که نام مشهور است باید خواند.

سَلِيم هر جا در هر سه کتاب بصیغه تصغیر است مگر **سَلِيم** بن **حِیَّان** که بدون
طویل است.

وَسَلَم هر جا بفتح سین و سکون لام است.

شَرَّ هر جا بضم شین معجمه و در آخر حاء مہمله است مگر سه کس که بسین
مہمله مضمومه و جیم است **شَرَّ** بن **یونس** **شَرَّ** بن **العثمان** **احمد** بن
ابی **سَرَّاح**.

سَلَمَان هر جا پیغامبر معروف است مگر شش کس **سَلَمَان** فارسی و
سَلَمَان بن **عامر** **مُضَنَّب** و **سَلَمَان** **الاغر** **عبد الرحمن** بن **سَلَمَان** ابو **حاتم** که راوی
ابو **هریره** است نام او **سَلَمَان** است ابو **رجاء** مولای ابو **قِلَافَة** نام او نیز **سَلَمَان** است.
سَلَمَة هر جا بفتحات است گرد و جا بکسر لام باید خواند **عمر** بن **سَلَمَة** **البحرّی**
که امام مسجد **بصره** بود بنو **سَلَمَة** قبیله از **انصار**.

عَبِيدَة هر جا به تصغیر وارد شده مگر چهار جا **عَبِيدَة** **سَلْمَان** **شاگرد** حضرت
علی مرتضی **کرم الله وجهه** **عَبِيدَة** بن **حمید** **عَبِيدَة** بن **سُفیان** **عامر** بن **عَبِيدَة** **الباهلی**.
عَبَادَة هر جا بضم عین و تخفیف هاء است **الاحمد** بن **عَبَادَة** **الواسطی** **ابن**
بخاری که بفتح عین است.

عَبْدَة هر جا بفتح عین و سکون بار موحده **الاحمد** بن **عَبْدَة** که در خطبه کتاب
مسلم واقع شده بفتحین باید خواند و بخالته بن **عَبْدَة**.

عَبَّاد هر جا بفتح عین و تشدید موحده است مگر قیس بن عباد که بضم عین و تخفیف موحده است.

عُقَیل بفتح عین و کسر قاف است الا سکه کس که بصیغه تصغیر اند عُقَیل بن خالد شاگرد ابن شهاب زهیری یحیی بن عُقَیل بنو عُقَیل قبیله مشهور و معروف.

واقدا هر جا بقاف است.

نَصْر اگر معرفت به لام واقع شود بضاد مجمله باید خواند مثل ابی النضر و النضر ابن الحارث و اگر به لام تعریف باشد نصر بضاد مجمله باید خواند و این فرق اصطلاحی که برای امتیاز در کتابت اختیار کرده اند مثل عمر و عمرو.

عُبَید و حُمَید هر جا مصغراست.

ایبلی منسوب به آیه که شهر لیس در حدود شام بفتح همزه و سکون یا بر تخطانیه و تخفیف لام و یای صورت مشتبیه می شود ایبلی منسوب بآیه بضم همزه و بار موحده مضمومه و تشدید لام لیکن در صحیحین هیچ کس ایبلی واقع نشده و اگر واقع شده نسبت او مذکور نشده مثل شیبان بن قُرْظَع که مسلم از روایت کرده است لیکن او را ایبلی نگفته.

بَزَار هر جا بدوزار منقوطه یعنی پارچه فروش من البرزوی الثیباب مگر دو کس بزار یعنی اول زای منقوطه و آخر را بے نقطه و بزار در عربی بزر فروش یعنی تخم فروش را گویند و صاحب این صنعت را در هندی بزاری نامند هَلَف بن هشام البرار الحسن بن الصبّاح البرار.

البَصْرَی هر جا به بار موحده است نسبت به شهر بصره الا سکه کس بنون اند نسبت بنی نصر که قبیله ایست معروف مالک بن اَوْس النَصْرَی عبد الواحد بن عبد الله النَصْرَی سالم بن فلان مولی النَصْرَیین.

التَّوْزِی هر جا با و مثله است مگر ابو یعلی محمد بن الصلت التَّوْزِی که بتاء ثناته فوقانیه و تشدید و او است نسبت به تَوْز و در آخرش زای منقوطه است.

أَبُو یَرِی هر جا بحیم است و به تصغیر مگر یحیی بن ایوب خَرِیرِی که بفتح جیم است و یحیی بن بشر خَرِیرِی استاد بخاری و مسلم بفتح حایر مجمله که نسبت

بهر راست یعنی ابریشم -

السَّلَکِی هَر جَا بَفْعَ لَامِ اسْت وَاہِلُ الْحَدِیْثِ یُکْسِرُوْنَهُ فِیْمَا جَا رَمْسُوْنَا اِلَی
بَنی سَلَمَۃٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ -

اَلْهَمْدُ اِنِی کَلِمَہٗ بِسَمُوْنِ الْمِیْمِ نَسَبَتْ بِہٖ قَبِیْلَہٗ ہِمْدَانِ وَاہِلُ ہِمْدَانِ بَفْعَ مِیْمِ
پس نام شہری از شہر ہامے عراق عجم در صحیحین نسبت بآں شہر واقع نشد -

فَاَشَدُّ لَا قَاعِدَۃٌ مَّحْدَثِیْنَ اسْت کہ راوی را بہ کنیت و نسب و نسبت و نام
و صنعت ذکر کنند و غرض ایشان درین مبالغہ احتیاط کامل است زیرا کہ محض نام گلہ
مشترک می شود پس تمیز راوی از غیر او بدون مبالغہ متحقق نمی شود بلکہ بعضی جا ہا
نام راوی و نام پدر را و نیز مشترک واقع شدہ نوشتہ اند کہ فلیل بن احمد شش کس
گزشتہ و انس بن مالک پنج کس و بعضی جا ہا نام راوی و پدر و جدا و مشترک واقع
شدہ چنانچہ احمد بن جعفر بن حمدان چہار کس اند کہ نام خود آہنہا و نام پدر و جدا آہنہا
متفق واقع شدہ و محمد بن یعقوب بن یوسف دو کس اند و بعضی جا ہا کنیت و
نسب متفق واقع شدہ است ابو عمران جوئی دو شخص اند یکے را عبد الملک
ابن جعیب نام است و دیگرے را موسیٰ بن سہیل و ابو بکر بن عقیاش سہ کس اند
با تامل این قدر تعمق محذنین را را یکجاں نباید شمرد و غرض ایشان احتیاط است
در تمیز تا راوی ضعیف با راوی ثقہ مشتبہ نشود و اگر ہر دو کس در صفت عدالت
و وثوق متفق باشند پس اشتباہ ضرری نمی کند لیکن محذنین را در تمیز این قسم
ہم قرائن و اشارات اند مثل سُفیان ثوری و سُفیان بن عُیَیْنہ بشیوخ و تلامذہ امتیاز
حاصل می شود و اگر شیوخ و تلامذہ ہم متحد باشند پس امتیاز بسیار دشوار میشود
و در ہمین مواضع امتحان محدثیت می کنند و نیز در بصرہ دو امام فقی حدیث در
یک زمان بودہ اند کہ آنہا را حماد بن می گفتند حماد بن زید بن درہم و حماد بن
سَلَمَۃٌ پس در صحیحین ہر جا روایت عارم از حماد باشد باید دانست کہ حماد بن زید
است و اگر موسیٰ بن اسماعیل تبوؤذکی راوی باشد پس حماد بن سَلَمَۃٌ است عبد اللہ
مطلقاً در صحیحین آندہ در درجہ صحابہ عبد اللہ بن مسعود در درجہ ائمہ الحدیث
عبد اللہ بن المبارک است -

أَبُو جَحْمَةَ به جم و راء همله شاگرد ابن عباس و ابو حمزه به حاء همله
 و زاء منقوطة نیز شاگرد ابن عباس است و شعبه از هر دو روایت دارد پس اصطلاح
 ایست که شعبه هرگاه مطلق ابو حمزه بگوید مراد نصر بن عثمان است که به جم است
 و هرگاه مقید کند به نسب پس مراد ابو حمزه بحار همله است و اسد اعلم و در بعضی
 جاها نام مادر به پدر مشتبه می شود لیکن بخوض و تعمق معلوم می شود که نام مادر است
 نه پدر چنانکه در حدیث معاذ و متعود ابی عقرار پس عقرار نام مادر آنها است و پدر
 آنها حارث است و در بعضی روایات آمده بلال بن خنانه و او بلال بن رباح
 است خادم پیغمبر علیه الصلوٰة والسلام نام مادر او خنانه است و نیز صحیحین آمده
 عبد الله بن جحینه و بحینه نام مادر او است و نام پدر او مالک است و در بعضی مواضع
 جمع کرده گفته اند عبد الله بن مالک ابن جحینه پس در اینجا نام مادر او بنام جدا و
 مشتبه می شود و این امر مقرر کرده اند که در میان لفظ مالک و بحینه الف ابن را
 ثابت دارند و ساقط نه کنند تا معلوم شود که صفت عبد الله است نه صفت مالک
 و مانند محمد بن الحنفیه که پدر بزرگوار او امیر المومنین علی بن ابی طالب و حنفیه
 نسبت به مادر او است و نامش خوله بنت جعفر است که سر در میامه و سید بنی هنیفه
 بودند اند اسمعیل بن علیّه نام پدر او ابراهیم است و نسبت شخص بجد او در کتب حدیث
 بلکه در محاورات عرب شایع و مشهور است انا ابن عبد المطلب بر او گواه است
 و عجب آنست که گاهی نسبت بجد نمایند مثل یحیی بن زبیه صحابی که زبیه نام جد او
 است که مادر پدرش بوده و بشیر بن انحصاصیه نیز از همین باب است و آنچه
 منسوب بجد است بسیار است مثل ابو عبیده بن الجراح که نام پدرش عبد الله
 ابن الجراح است و مثل ابن جریج که نامش عبد الملك بن عبد الحزین بن جریج است
 و احمد بن حنبل نام پدرش محمد است و گاهی نسبت کنند به بنتی یعنی پسر خواندگی مثل
 مقداد بن اسود در اصل مقداد بن عمرو بن ثعلبته الکندی است او را اسود
 ابن عبد یغوث زمری قرشی پرورش کرده و یعنی ساخت منسوب با او شد و مانند حسن
 ابن دینار در اصل حسن بن واصل است و دینار شوهر مادرش بود
 و نیز باید دانست که کتابهای حدیث طرقی متنوعه دارند یک قسم را جامع گویند

و جامع در اصطلاح محدثین آنست که جمیع اقسام حدیث در ویافته شود یعنی
احادیث عقائد و احادیث احکام و احادیث رقائق و احادیث آداب اکل و
شرب و سفر و قیام و قعود و احادیث متعلقه بتفسیر و احادیث تاریخ و سیر و
احادیث فتن و احادیث مناقب و مثالب و علماء حدیث در هر فن ازین فنون
ثمائیة جدا جدا تصنیف کرده اند پس احادیث عقائد را علم التوحید و الصفات
نامند و ابوبکر بن خزیمه کتاب التوحید نوشته و بیہقی نیز کتاب الاسماء و الصفات
دارد و احادیث احکام را سنن نامند از کتاب الطہارة تا کتاب الوصایا بر ترتیب
فقه و کتب مصنفہ درین باب بیشمار اند و احادیث رقائق را علم سلوک و زہد
نامند امام احمد و عبد اللہ بن المبارک و جمیع دیگر کتاب الزہد جدا نوشته اند و
احادیث آداب را علم الآداب گویند بخاری کتابی بسوط دارد درین فن کہ اورا
کتاب الادب المفرد گویند و احادیث متعلقه بتفسیر را تفسیر گویند تفسیر ابن مردودیه
و تفسیر ذہلی و تفسیر ابن جریر و غیرہ مشاہیر تفسیر حدیث اند و کتاب در سنن
شیخ جلال الدین سیوطی جامع ہمہ است و احادیث تاریخ و سیر را دو قسم کرده اند
انچہ متعلق بتخلیق آسمان و زمین و حیوانات و جن و شیاطین و ملائکہ و انبیاء ماضیین
و امم سابقین است این قسم را بدء الخلق نامند و انچہ متعلق بوجود پیغمبر مصلی اللہ
علیہ وسلم و صحابہ کرام و آل عظام اوست از ابتداء تولد آنجناب تا غایت وفات
آل را سیرہ نامند سیرہ ابن اسحق و سیرہ ابن ہشام و سیرہ ملائم و دیگر کتب بسیار درین
باب مُصَنَّف شده و بالفعل شیعہ صحیحہ روضۃ الاحباب میر جمال الدین محدث
حسینی اگر ہم رسد کہ خالی از الحاق و تحریف باشد بہتر از ہمہ تصانیف این باب
است و مدارج النبوة شیخ عبد الحق محدث و سیرت شامیہ و مواہب لدنیہ
بسوط ترین سیرتہا اند و احادیث فتن را علم الفتن نامند نعیم بن حاتم کتاب الفتن
بسیار بطول و عرض نوشته و رطب و یابس در آن آورده و دیگران ہم درین
باب تصانیف دارند و احادیث مناقب و مثالب را علم المناقب گویند درین
باب نیز تصانیف متعدده مشہورہ واقع شده و بعضی محدثین با خصوص مناقب
بعضی از آل و اصحاب را جدا نوشته اند برای غرضیکہ متعلق باشد بآں مثل مناقب

قریش و مناقب الانصار و مناقب العشرة المبشرة که تصنیف محبت طبری است مسمی
به ریاض النضرة فی مناقب العشرة المبشرة و ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی
و حلیة الکیمیة فی مناقب اهل البیت و الذریاج فی مناقب الارواح و کتب بسیار
در مناقب خلفاء راشدین مصنف شده و بالتخصیص القول الصواب فی مناقب
امیر المؤمنین عمر بن الخطاب و القول الجلی فی مناقب امیر المؤمنین علی است و نسائی
در مناقب امیر المؤمنین علی ۹ رساله دراز نوشته و تواسیچ شام بهجت شرط تعصب و
عداوت او را در دمشق برین عمل شهید را فخر در حمة الله علیه پس جامع آنست که ازین
هر فن نمونه داشته باشد مثل جامع بخاری و جامع ترمذی و صحیح مسلم هر چند احادیث
این فنون دارد لیکن احادیث متعلقه بتفسیر و قراءت ندارد و ازین جهت
او را جامع نگویند.

قسم دیگر از تصانیف حدیث مسانید است و مسند در اصطلاح محدثین آنست
که احادیث را بر ترتیب صحابه ذکر نمایند موافق حروف ابجد یا موافق سوابق اسلامیة
یا موافق شرافت نسب پس اگر بر حروف ابجدی جمع نمایند احادیث مرویه ابو بکر صدیق
مقدم نویسند و احادیث اسامه بن زید و انس بن مالک (رضی الله تعالی عنهما)
علی هذا القیاس مقدم بر احادیث دیگر صحابه بکار خواهند نوشت و اگر موافق سوابق
اسلامیه نویسند عشرة مبشرة را مقدم دارند و خلفاء راشدین را بر ترتیب خلافت
پیش از همه ذکر نمایند بعد از ان اهل بدرو اهل حدیثیه بعد از ان مسیلمة التمیمی بعد
از ان احادیث نسا بر صحابیات مذکور شود و ازواج مطهرة را مقدم بر همه نساء
نمایند و از نبات مطهرة روایت احادیث واقع نیست مگر قدری قلیل از سیدة النساء
زهره زید که اکثر نبات در حضور آن جناب داخل بهشت شدند و سیدة النساء
بقدر شش ماه بعد از وفات آنحضرت در دنیا بودند بعد از ان تلحق به جناب
پدر بزرگوار شدند پس فرصت نیافتند و اگر بر قبائل و نسب ترتیب دهند نمایند
اول مسانیدی بی هشتم خصوصاً حسنین و امیر المؤمنین علی نمایند و بعد از ان
هر قبیله که اقرب باشد از روی نسب بآن حضرت مقدم باشد پس احادیث
عثمان رضی الله عنه مقدم بر احادیث ابو بکر صدیق و باشد و احادیث ابو بکر صدیق

وطلحه بن عبیدالله مقدم بر احادیث عمر بن الخطاب باشد و علی هذا القیاس -
قسم سوم معاجم و مجمع در اصطلاح محدثین آنست که احادیث را بر ترتیب
شیوخ ذکر نمایند و در این جا هم تقدم وفات شیخ اعتبار کنند یا موافق حروف
بجی ترتیب دهند یا موافق فضیلت و تقدم در علم و تقوی ترتیب نمایند لیکن اکثر
برحروف بجی ترتیب می نمایند و معاجم ثلاثه طبرانی از همین قسم است -

و قسم چهارم اجزاء اند و جزو در اصطلاح محدثین آنست که تالیف کرده شود
احادیث مرویه یک شخص خاص خواه آن شخص در طبقه صحابه باشد یا بعد از آن
مثلاً جزو حدیث ابی بکر و جزو حدیث مالک و علی هذا القیاس و این قسم بسیار است
و گاهی از مطالبی که در ذکر جامع گذشت یک مطلب جزوی را اختیار می نمایند و
در آن تصنیف بسوط می کنند چنانچه باب الفیه را ابو بکر بن ابی الدنیا کتابه بسوط
نوشته و باب رؤیه الله را آجری تصنیف کرده و ذم دنیا را نیز ابی الدنیا کتابه
بسوط نوشته و علی هذا القیاس -

رسائل جزئی در امور که جزئیات مطالب ثمانیه مذکوره اند بسیار مصنف
شده اند و هر یک احصاء و تعداد آنها خارج از طوق بشری است حافظ ابن حجر
شیخ جلال الدین سیوطی در تصنیف رسائل خطی و سمعت دارند و قسم دیگر است
از تصانیف احادیث که آنرا ربیعین نامند یعنی چهل حدیث در یک باب یا ابواب
متفرقه بیک سند یا اسانید متعدده جمع نمایند -

و اربعینات هم می شمارند و دیده و شنیده میشوند -
پس اقسام تصانیف حدیث شش اند و جامع و مسانید و معاجم و اجزاء
و رسائل و اربعینات و رسائل را کتب نیز نامند و آمرتانی یعنی احتیاط در فهم
معانی احادیث پس مواد آن نیز از تحقیق امر اول معلوم شد زیرا که مشارق الانوار
در توضیح معانی احادیث صحیحین و موطا کافی است و جامع الاصول در کتب سه
مغنی است و مجمع البحار شیخ محمد طاهر در تحقیق جمیع کتب حدیث یعنی طبقات
اربعه مذکوره کافی است و شرح عبدالرؤف مناوی بر جامع صغیر شیخ جلال الدین
سیوطی نیز اکثر احادیث را کفایت می کند لیکن این قدر باید دانست که در شرح

و توجیه احادیث کلام گوناگون و رطب و یابس بسیار بوقوع آمده حالاً اشخاص را که درین باب محل اعتمادند بایشناخت و از کتب و تصانیف اینها بهره باید برداشت و امام نووی و محی السنه البغوی و ابوسلیمان خطابی از جمله علماء شافعیه خیل معتمد علیه و سخن ایشان متین و مضبوط واقع است خصوصاً شرح السنه بغوی در فقه حدیث و توجیه مشکلات کافی و شافی است و گویا شرح مصابیح و مشکوٰۃ از آن کتاب حاصل است و شرح صحیح مسلم از امام نووی است و معالم السنن شرح ابی داود از خطابی است و طحاوی از جمله علماء حنفیه در شرح احادیث سرآمد و پیشوا است معانی الآثار کتاب او درین باب دست آور خفیانست و ابن عبد البر از مالکیه مقدم آن جماعه است و کتاب استذکار و تهید درین باب یادگار اوست شراح کتب حدیث بسیار اند که تعداد اسماء و کتب آنها درین وقت عجلت امکان ندارد و سخن هر یک را قماش دیگر است لیکن همه آنها آخذ و مستفید ازین چند کس اند که مذکور شدند پس اگر کتب این جماعه بدست آید حاجت از تشویشات و تکلفات باریده متاخرین مرتفع میگردد و برآسه فهم معانی احادیث و دفع تعارض من بینهما حضرت والد ماجد قدس سره قواعید عجیبه و فوائد غریبه تفسیق فرموده اند اگر انشاء الله تعالی فرصت حاصل شود برخی از آن نقل کرده برآه آن برادر خواهد فرستاد و کتاب المحدث فی مختلف الحدیث نیز برآه انموذج خوب است چون از مطالب مقصود فصل اول فارغ شدیم حالاً به مطالب فصل دوم پردازیم

فصل دوم

در ذکر سند علم حدیث

باید دانست که این فقیر این علم و جمیع علوم را از خدمت والد ماجد خود اخذ کرده است و بعضی کتب این علم را مثل مصابیح و مشکوٰۃ و مستوی شرح نموطا که از تصانیف ایشانست و حصن حصین و شمائل ترمذی از خدمت ایشان قراۀ و سماعاً به تحقیق و تفتیش اخذ نموده قدری از او اکل صحیح البخاری نیز بطریق درایت از ایشان شنیده و صحیح مسلم و دیگر معارج سته را بر

ایشان سلم غیر منتظم دارد باین نحو که بحضور ایشان طلبه میخواندند و این فقیر هم حاضر
می بود و تحقیقات و تنقیحات ایشان را می شنید تا آنکه ملکه مغذیه را در فهم معانی
احادیث و ادراک دقائق اسانید بفضل تعالی حاصل شد بعد از آن بنا بر رسم اجازت
از یاران عمده ایشان مثل شاه محمد عاشق پهلوی و خواجہ محمد امین ولی الہی نیز حاصل کرد
و شاه محمد عاشق پهلوی در سماع و قرارة بر شیخ ابوطاہر قدس سرہ و دیگر مشائخ حرمین
محترمین شریک و رفیق حضرت ایشان بودند و حضرت ایشان اول در دیار خود
بعضی کتب حدیث مثل مشکوٰۃ و صحیح بخاری بخدمت والد بزرگوار خود گزرا نیده
به طریق درایت اخذ این علم فرموده بودند و سند ایشان بواسطہ محمد زاهد تائلا
جمال الدین دوانی می رسد و سند حدیث ایشان در اوائل آموذج العلوم بتفصیل
ذکور است و نیز حضرت والد ماجد فقیر از حاجی محمد افضل کہ صاحب السند این
دیار بودند اجازت حاصل فرموده بودند و سند ایشان در رسائل ایشان مذکور
است آخر حضرت والد ماجد در مدینہ منورہ و در مکہ معظمہ از اجلۃ مشائخ حرمین
این علم باستیاب و استقصا فر گرفتند و پیشتر استفادہ ایشان از جناب حضرت
شیخ ابوطاہر مدنی قدس سرہ بود کہ یگانہ عصر خود بودند در باب رحمتہ اللہ علیہ و
علی اسلافہ و مشائخہ و از حسن اتفاقات آنکہ شیخ ابوطاہر قدس سرہ سند متسلل
دارند بہ صوفیان و عرفا تا شیخ زین الدین زکریا انصاری و ہوانہ اخذ عن ابیہ
الشیخ ابراہیم الکردی و ہوعن الشیخ احمد القشاشی و ہوعن الشیخ احمد الشناوی
و ہوعن والدہ الشیخ عبدالقدوس الشناوی و ایضا عن الشیخ محمد بن ابی الحسن البکری
و ایضا عن الشیخ محمد بن احمد الرملی و ایضا عن الشیخ عبدالرحمن بن عبدالقادر بن فہد
و ہولاء کلہم من اجلۃ المشائخ العارفين باللہ و الشیخ علی بن عبدالقدوس عن الشیخ
ابن حجر المکی و عن الشیخ عبدالوہاب الشعراوی و ہما عن شیخ الاسلام زین الدین
زکریا الانصاری و الشیخ محمد بن البکری عن والدہ العارف باللہ ابی الحسن البکری
و ہوعن الشیخ زین الدین زکریا و كذلك الشیخ محمد الرملی عن والدہ و عن الزین زکریا
و اما الشیخ عبدالرحمن بن عبدالقادر بن فہد عن عمہ جارا شہین فہد عن الشیخ
جلال الدین السیوطی و نیز شیخ ابوطاہر قدس سرہ از شیخ حسن عجمی اخذ استفادہ

نموده اند و شیخ حسن عجمی شاگرد شیخ عیسی مغربی شاگرد شیخ محمد بن العلاء الباهلی
 شاگرد شیخ سالم سنهوری و سالم سنهوری از شیخ نجم الدین غیسی فرا گرفته و نجم الدین
 غیسی از شیخ الاسلام زین الدین زکریا انصاری اخذ نموده و نیز شیخ عیسی مغربی
 بواسطه بسیار از شیخ جلال الدین سیوطی اخذ کرده نیز حضرت شیخ ابوطاهر
 از شیخ احمد نخعی که آغلم عصر خود در مکه بودند اخذ کردند و شیخ احمد نخعی از شیخ سلطان
 مزاحی و ایشان از شهاب الدین احمد بن خلیل شبکی و ایشان از شیخ محمد مقدسی و
 ایشان از شیخ زین الدین زکریا و نیز حضرت شیخ ابوطاهر از شیخ عبد الله بن سالم بصری
 اخذ نمودند و ایشان از اقران شیخ احمد نخعی بودند و از مشایخ شیخ احمد نخعی اخذ کردند
 و نیز شیخ ابوطاهر از شیخ محمد بن محمد بن سلیمان مغربی باجمعه هر یک از این عزیزان
 بدو واسطه یا سه واسطه بطریق کثیره شجره تلفقه به شیخ زین الدین زکریا و شیخ
 جلال الدین سیوطی و شمس الدین سخاوی و عبد الحق سنباطی و سید کمال الدین
 محمد بن حمزه المحسنی میرسند و هر یک از این مذکورین مشتند و حافظ وقت خود بودند
 و تصانیف اینها دائر و سائر و اسانید اینها در آفاق معروف و مشهور است حالا
 چند کتاب به طریق نمونه نوشته شود و بانی اسانید متنوعه و وجه متکثره هر کتاب
 حواله بر کتاب الارشاد الی ههات الاسناد تصنیف حضرت والد ماجد قدس سره
 نموده آید.

کتاب الموطا والد ماجد آنرا بر شیخ محمد و قدس له کی بتمامه گزرا نیندند
 و ایشان بر والد خود شیخ محمد بن محمد بن محمد بن سلیمان مغربی و سند شیخ ابن سلیمان
 در کتاب صلیه الخلف مذکور است و نیز شیخ محمد و قدس له این کتاب را از شیخ حسن
 عجمی گرفتند و از شیخ عبد الله بن سالم بصری گرفتند و این هر دو بزرگوار از شیخ عیسی
 مغربی و ایشان از شیخ سلطان محمد بن احمد مزاحی و مزاحه نام دهمی است به تشدید
 زای منقوطة از دیهات متعلقه مصر و شیخ سلطان از شیخ احمد بن خلیل شبکی و سبکه
 دهمی است از دیهات مصر و ایشان از شیخ محمد نجم الدین بن احمد غیسی و غیطه
 نیز از دیهات مصر است و ایشان از شیخ شرف الدین عبد الحق بن محمد التنباطی
 و ایشان از شیخ ابو محمد الحسن بن محمد بن ایوب الحسنی النسابة و ایشان از عم خود

حسن بن ایوب النساب وایشان از ابو عبد الله محمد جابر الوادیاشی ووادیناشی نام
 شهرست در مغرب وایشان از شیخ ابو محمد عبد الله بن محمد بن هارون قرطبی وقرطبه
 بضم قاف وطارمهله وبارموحه شهرست در اندلس وایشان از قاضی ابوالقاسم
 شیخ احمد بن یزید قرطبی وایشان از شیخ محمد بن عبد الرحمن بن عبد الحق الحنزلی
 القرطبی وایشان از شیخ محمد بن فرج مولی ابن الطلاع وایشان از قاضی ابوالولید
 یونس بن عبد الله بن مغيث الصفار وایشان از ابو عیسیٰ یحیی بن عبد الله بن یحیی
 ابن یحیی وایشان از عم پدر خود عبید الله بن یحیی وایشان از پدر خود یحیی بن یحیی لیثی
 مضمودی اندلسی که اجل ثلاثه حضرت امام مالک بود و باعث رواج مذهب
 ایشان در مغرب زمین او شد و یحیی بن یحیی این کتاب را از امام مالک اخذ کرد و
 صاحب نسخه اوست و مضموده نام قبیله ایست از بزرگ که در زمین مغرب
 می باشد و برای این سند سند های دیگر هم این کتاب را بسیار است در کتاب
 الارشاد الی مهمات الاسناد مذکور است لیکن این سند مسلسل بسامع وقرارت
 است بخلاف سند های دیگر که در آنها اکثر جاها با جازات محض اکتفا رفته است
 صحیح البخاری حضرت شیخ ابوطاهر از والد خود شیخ ابراهیم کردی
 خواندند وایشان از شیخ احمد قشاشی وایشان از شیخ ابوالموهّب احمد بن
 عبد القدوس الشناوی وایشان از شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن محمد رتلی و
 ایشان از شیخ الاسلام ابویحیی احمد زکریا بن محمد الانصاری وایشان از شیخ
 شهاب الدین احمد بن علی بن حجر کنانی عسقلانی که صاحب فتح الباری شرح
 صحیح بخاری اند وایشان از شیخ زین الدین ابراهیم بن احمد تنوخ وایشان از
 ابوالعباس احمد بن ابی طالب التجاری یعنی حجر فروش وایشان از شیخ سراج الدین
 حسین بن مبارک حنبلی زبیدی و زبید شهرست مشهور در یمن برکنار دریائے شور
 وایشان از ابو الوقت عبد الاول بن عیسیٰ ابن شعیب السجری الهروی وایشان
 از ابو الحسن عبد الرحمن بن مظفر بن محمد بن داود الداودی وایشان از ابو محمد عبد الله بن
 احمد الشرحسی وایشان از ابو عبد الله محمد بن یوسف بن مطهر بن صالح بن بشر البغزلی
 قرطبه کسره فار وفتح را و سکون بار موحه دیه است از توابع بخارا واین محمد بن

یوسف از ارشد تلامذه بخاری است و نسخه بخاری از طرف او شهرت یافته است
و ایشان از صاحب کتاب ابو عبد الله محمد بن اسمعیل بن ابراهیم بن البخیر بن برزنجیه
البخاری الجعفی مولی الجعفیین بالولاء و برزنجیه به فتح بار موحد و سکون را و کسر دال
همه لیتین و سکون زای معجمه و فتح بار موحد و بعد ها هاء لغت پهلوی قدیم است
بمعنی کارنده و مزارع جعفی بضم جیم و اسکان عین جمله و فا و این سند نیز مسلسل
بمعنی است من اوله الی آخره.

صحیح مسلم حضرت شیخ ابوطاهر آنرا از والد بزرگوار خود شیخ ابراهیم کردی
گرفتند و ایشان از شیخ سلطان مزاحی و ایشان از شیخ شهاب الدین احمد بن خلیل
شکی و ایشان از نجم الدین غیطی و ایشان از شیخ زین الدین زکریا و ایشان از شیخ
ابن حجر عسقلانی و ایشان از شیخ صلاح بن ابی عمر المقدسی و ایشان از شیخ فخر الدین
ابو الحسن علی بن احمد بن عبد الواحد المقدسی معروف بابن البخاری و ایشان از
شیخ ابوالحسن مؤید بن محمد طوسی و ایشان از فقیه الحرم ابو عبد الله محمد بن فضل بن
احمد الفراء و ایشان از ابام ابو الحسین عبد الغافر بن محمد الفارسی و ایشان
از ابوالاحمد محمد بن عیسی الجلودی النیسابوری و ایشان از ابواسحق ابراهیم بن
محمد بن سفیان الفقیه الجلودی نسبت الی جمع جلد لانه کان لیکن سکه الجلودیین
فی نیسابور و ایشان از مؤلف کتاب ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری
سنتن ابی داود حضرت شیخ ابوطاهر آن را از شیخ حسن عجمی اخذ نمودند
و ایشان از شیخ عیسی مغربی و ایشان از شیخ شهاب الدین احمد بن محمد خفاجی
و ایشان از بدر الدین حسن گرخی که مسند وقت بود و ایشان از حافظ ابو الفضل
جلال الدین سیوطی و ایشان از شیخ محمد بن مقبل حلبی و ایشان از شیخ صلاح بن
ابی عمر المقدسی و ایشان از ابوالحسن فخر الدین علی بن محمد بن احمد بن البخاری
و ایشان از مسند الوقت ابو حفص عمر بن محمد بن طبرزد بغدادی و ایشان از و شیخ
بزرگوار ابراهیم بن محمد بن المنصور الکمرخی و ابو الفتح مفلح بن احمد بن محمد
الدومی منسوب الی دوّمه الجندل موضع فاصل بین حد الشام و العراق کان فیہ
قصه التحکیم و این هر دو شیخ از حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب

البغدادی که صاحب تازنخ بغداد است و تصانیف بشمارده علم حدیث دارد و ایشان از ابو عمر القاسم بن جعفر بن عبد الواحد الهاشمی و ایشان از ابو علی محمد بن احمد اللؤلؤی و ایشان از صاحب الکتاب ابو داود سلیمان بن اشعث السجستانی.

جامع ترمذی حضرت شیخ ابوطاهر از حضرت شیخ محمد ابراهیم کردی و ایشان از شیخ سلطان مزاحی و ایشان از شیخ شهاب الدین احمد بن خلیل نسبی و ایشان از شیخ نجم الدین محمد عطی و ایشان از شیخ زین الدین زکریا بن محمد الانصاری و ایشان از شیخ عز الدین عبد الرحیم بن علی بن الفرات القاهری الحنفی و ایشان از عمر بن ابی الحسن المرائی مراغه بفتح میم شهر بیت مشهور در ولایت ایران و ایشان از شیخ فخر الدین ابن البخاری و ایشان از شیخ عمر بن طبرزدی البغدادی و ایشان از شیخ ابو الفتح عبد الملك بن عبد الله بن ابی سهل الکروخی کمره بخ بفتح کاف و ضم را در مهنه محفله بلدة بنو حمرات و این شیخ ابو الفتح صاحب نسخته ترمذی است و ایشان از قاضی ابو عامر محمود بن القاسم بن محمد الاندلی و ایشان از شیخ ابو محمد عبد الجبار بن محمد بن عبد الله بن ابی الجراح الجرجانی المروزی و هو نسخته الی مرو شاه جهان بلدة مشهورة بخراسان و ایشان از ابو العباس محمد بن احمد بن محبوب المجوبی المروزی و ایشان از صاحب الکتاب ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورة بن موسی الترمذی رحمه الله.

سنن صغری نسائی حضرت شیخ ابوطاهر از شیخ ابراهیم کردی و ایشان از شیخ احمد قشاشی و ایشان از شیخ احمد بن عبد القدوس رشتاوی و ایشان از شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن محمد بن علی و ایشان از شیخ زین الدین زکریا و ایشان از شیخ عز الدین عبد الرحیم بن محمد بن الفرات و ایشان از عمر بن ابی الحسن المرائی و ایشان از فخر الدین ابن البخاری و ایشان از ابی المکارم احمد بن محمد اللبان نسبة الی عمل اللبنة و ایشان از ابو علی حسن بن احمد الحداد و ایشان از قاضی ابو نصر احمد بن الحسین الکسار و ایشان از حافظ البکر المعروف بابن الشنی احمد بن محمد بن اسحق الدینوری که از عمده محدثین است و کتاب المجالسة الدینوری از مصنفات اوست و ایشان از مؤلف الکتاب حافظ ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی النسائی منسوب الی

نَسَاءُ بَلَدٌ مَشْهُورَةٌ بِخِرَاسَانَ بِقَرَبِ آبِیُورْدَ -

سَنَنُ ابْنِ مَاجَهَ بِسَنَدِکِهِ دَر سَنَنِ نَسَائِیْ مَذْکُورِ شَدَتْ اَشْخَافُ زَیْنِ الدِّیْنِ زَکَرِیَا
وَآیْشَانَ اَزْ شَیْخِ ابْنِ حَجَرِ عَسْکَلَانِیْ وَآیْشَانَ اَزْ ابُو الْحَسَنِ عَلِیِّ بْنِ ابِی الْمَجْدِ الدِّمَشْقِیْ وَآیْشَانَ
اَزْ ابُو الْعَبَّاسِ الْحَجَّارِ وَآیْشَانَ اَزْ اَنْجَبِ بْنِ ابِی السَّعَادَاتِ وَآیْشَانَ اَزْ حَافِظِ الْبُزْجَرِیْ
طَاهِرِ بْنِ طَاهِرِ الْمُقَدَّسِ وَآیْشَانَ اَزْ فُقَیْهِ ابِی مَنْصُورِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ اَحْمَدِ الْمُقَوِّیْ
الْقَزْوِیْنِیْ وَآیْشَانَ اَزْ ابُو طَلْحَةَ الْقَاسِمِ بْنِ الْمُنْذَرِ الْمُخَطِیْبِ وَآیْشَانَ اَزْ ابُو الْحَسَنِ
عَلِیِّ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ بَحْرِ الْقَطَّانِ وَآیْشَانَ اَزْ مُؤَلِّفِ الْکِتَابِ الْوَعْدِ اَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدِ بْنِ
یَزِیدِ الْمَعْرُوفِ بِابْنِ مَاجَهَ الْقَزْوِیْنِیْ وَفَزْوِیْنِیْ بَفَتْحِ قَافٍ وَسُکُونِ زَائِیْ عَجْمَهَ نَامِ شَهْرِیْتِ
مَشْهُورِ دَرْ عِرَاقِ عَجْمٍ وَما جَهَ لَقِبَ پِدْرِ اَبُو عَبْدِ اللَّهِ اَسْتَیْنَهَ لَقِبَ جَدِّ او وَنَهَ نَامِ مَادِرِ او
وَبَخْفِیْفِ جِیْمٍ بَایْزِ خَوَانَدَنَهَ بِتَشْدِیدِ وُوقِ فِی ذَلِکَ اَعْلَاطُ کَثِیْرَةٌ -

مَشْکُوهُ الْمَصَانِیْحِ حَضَرَتْ شَیْخُ ابُو طَاهِرٍ اَزْ شَیْخِ اِبْرَاهِیْمَ کُرْدِیْ وَآیْشَانَ اَزْ
شَیْخِ اَحْمَدِ قَشَاشِیْ وَآیْشَانَ اَزْ شَیْخِ اَحْمَدِ بْنِ عَبْدِ الْقُدُوسِ اَشْثَاوِیْ وَآیْشَانَ اَزْ سَیِّدِ
عُضْضَنْفَرِ بْنِ سَیِّدِ حُجْرَتِیْ وَآیْشَانَ اَزْ شَیْخِ مُحَمَّدِ سَعِیدِ مَعْرُوفِ بِمِیْرِکَالِیْ کِهْ دَرِ وُقُوتِ خُودِ
شَیْخِ مَکَهْ بُوْدَنْدِ وَآیْشَانَ اَزْ سَیِّدِ نَسِیْمِ الدِّیْنِ مِیْرِکِ شَاهِ وَآیْشَانَ اَزْ وَالدِّیْنِ زَکَرِیَا رُخْوَ
سَیِّدِ جَمَالِ الدِّیْنِ عَطَارِ اَشْثَرِ بْنِ سَیِّدِ غِیَاثِ الدِّیْنِ فَضْلِ اَشْثَرِ بْنِ سَیِّدِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
وَآیْشَانَ اَزْ عَمِّ عَلِیِّ مَقْدَارِ خُودِ سَیِّدِ اَصِیْلِ الدِّیْنِ عَبْدِ اَسْمَدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللطِیْفِ
بْنِ جَلَالِ الدِّیْنِ یَحْیَیْ الشِّیرَازِیْ الْحَمِیْنِیْ وَآیْشَانَ اَزْ مَسْنُودِ وُقُوتِ وَمَحْدِثِ عَصْرِ
شَرَفِ الدِّیْنِ عَبْدِ الرَّحِیْمِ بْنِ عَبْدِ الْکَرِیْمِ الْبُخَرِیْیِ الصَّدِیْقِیْ وَآیْشَانَ اَزْ عَلَامَةِ عَصْرِ
اِمَامِ الدِّیْنِ عَلِیِّ بْنِ مَبَارِکِ شَاهِ سَاوِجِیْ صَدِیْقِیْ وَآیْشَانَ اَزْ مُؤَلِّفِ الْکِتَابِ فِی الدِّیْنِ
مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُخَطِیْبِ التَّبْرِیْزِیْ -

حَصْنِ حَصِیْنِ حَضَرَتْ شَیْخُ ابُو طَاهِرٍ اَزْ شَیْخِ اِبْرَاهِیْمَ کُرْدِیْ وَآیْشَانَ اَزْ شَیْخِ اَحْمَدِ
قَشَاشِیْ وَآیْشَانَ اَزْ شَیْخِ اَحْمَدِ بْنِ عَبْدِ الْقُدُوسِ اَشْثَاوِیْ وَآیْشَانَ اَزْ شَیْخِ شَمْسِ الدِّیْنِ
مُحَمَّدِ بْنِ اَحْمَدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ وَآیْشَانَ اَزْ شَیْخِ زَکَرِیَا اَنْصَارِیْ وَآیْشَانَ اَزْ حَافِظِ
وُقُوتِ تَقِیِّ الدِّیْنِ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ قَهْدِ اَبَا نَسْمِیْ الْمَلِکِ وَآیْشَانَ اَزْ مُؤَلِّفِ الْکِتَابِ ابُو الْخَیْرِ
مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ الْبُخَرِیْیِ الشَّافِعِیْ زَادِ اللَّهِ فِی رِجَالِهِمْ وَفَافَّضَ عَلَیْنَا مِنْ بَرکَاتِهِمْ -

خاتمه باید دانست که علامات وضع حدیث و کذب راوی چند چیز است اول آنکه خلاف تاریخ مشهور روایت کند مثل آنکه عبداللہ بن مسعود در جنگ صفین چنین گفت حال آنکه عبداللہ بن مسعود در عہد خلافت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات یافته و ازین قبیل است - شہر

در حمل چوں معاویہ بگریخت خون خلقے بسے بہ پیہدہ ریخت
و این قسم موضوعات بادنی تنبیح و تاقل توان شناخت دوم آنکه راوی رافضی باشد و حدیث در طعن صحابہ روایت کند و یا ناصبی باشد و حدیث در مطاعن اہل بیت باشد و علی ہذا القیاس ولیکن در اینجا تا مل باید کرد اگر آن راوی منفرد است بآن حدیث اعتبار نباید کرد و اگر دیگران ہم روایت کنند قبول باید کرد و در توجیہ و تاویل آن فکر باید کرد سوم آنکہ چیزی روایت کند کہ بر جمیع مکلفین معرفت آن و عمل بر آن فرض باشد و او متفرد بود بہ روایت و این قرینہ قویہ است بر کذب و وضع چہارم آنکہ وقت و حال قرینہ باشد بر کذب او چنانچہ غیاث بن میمون را اتفاق افتاد کہ در مجلس ہمدی خلیفہ عباسی حاضر شد و او مشغول بود بہ پرا نیدن کبوتران پس حدیث روایت کرد کہ لَا سَبَقَ إِلَّا فِيْ خُفٍّ أَوْ نَصْلٍ أَوْ حَافِيٍّ أَوْ جَتَاٍ لِّفَظٍ جَاحٍ رَّا مِنْ طَرَفٍ خُودًا فَرَزْدًا بَرَاءً خُوشًا أَمْدًا ہمدی پنجم آنکہ مخالف مقتضی عقل و شرع باشد و قواعد شرعیہ آنرا تکذیب نمایند مثل قصار عمری و مانند آن و مثل آنکہ روایت کنند لَا تَأْكُلُوا الْبَيْضَ حَتَّى تَذْبَحُوا شَتْمًا آنکہ در حدیث قصہ باشد از امر جبری واقعی کہ اگر با تحقیقت متحقق می شد ہزاراں کس او را نقل می کردند مثل آنکہ شخصی روایت کند کہ امروز کہ روز جمعہ بود خطیب را بر سر منبر کشتند و پوست او را کندیدند حال آنکہ ہماں راوی باین قصہ منفرد باشد و دیگر روایت نکند ہفتم رکاکت لفظ و معنی مثلاً لفظ روایت کند کہ در قواعد عربیہ درست نشود یا معنی کہ مناسب شان نبوت و وقار نباشد ہشتم افراط در وعید شدید بر گناہ صغیرہ با افراط در وعید عظیم بر فعل قلیل چنانچہ مَنْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَلَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ دَارٍ وَفِي كُلِّ دَارٍ سَبْعُونَ أَلْفَ بَيْتٍ وَفِي كُلِّ بَيْتٍ سَبْعُونَ أَلْفَ سَرِيرٍ عَلَى كُلِّ سَرِيرٍ سَبْعُونَ أَلْفَ جَارٍ بلکہ احادیث این نسق را

خواہ در ثواب باشد خواه در عذاب موضوع باید شناخت نہم آنکہ بر عمل قلیل ثواب
 حج و عمرہ ذکر نماید و ہم آنکہ کسے را از اعمالان خیر ثواب انبیا موعود کند یا گوید کہ
 ثَوَابٌ سَبْعِينَ نَبِيًّا و امثال ذلک یا زدیم آنکہ خود اقرار کردہ باشد بوضع احادیث
 چنانچہ نوح بن ابی عصمتہ را واقع شد کہ در فضائل قرآن سورہ سورہ وضع احادیث
 نمود و ترویج و تشہیر کرد کما ذکر ت فی البیضاوی فی آخر کل سورۃ پس ہر گاہ اورا گرفتند
 و از تصحیح سند آہنہا سوال کردند اعتراف کرد کہ باعث در وضع این احادیث مرا
 نیت خیر است و آن اینست کہ دیدم مردم را کہ از قرآن اعراض کردہ اند و بعلوم
 دیگر مثل توارخ و تفسیر و فقہ ابی حنیفہ اشتغال می ورزند برائے ترغیب مردم این
 احادیث را وضع کردم تا میل بعلوم قرآن نمایند و با اعتقاد ثواب تلاوت و درس
 قرآن مشغول شوند و آس عذر را و بدتر از گناہ است زیرا کہ احادیث صحیحہ کہ در فضائل
 قرآن وارد شدہ برائے ترغیب کافی بود و ہمچنین در حق تنہا کو حق و قہوہ احادیث
 بسیار وضع کردہ اند کہ رکاکت الفاظ و معانی آہنہا ظاہر و باہر است و وفاقا عین
 بسیار گذشتہ اند و اغراض آہنہا نیز متنوع و متکثر است فرقہ زندادہ کہ ابطال شرائع
 و ہنرم و تمسخر با مود شرعیہ منظور داشتہ اند مثل ابن الراوندی کہ واضع حدیث
 اَلْبَاذِ نَحْنُ اِلِمَا اَكَلَ لَدُ و غرض او تمسخر است بہ شریعت تعریف میکند بحديث
 اَلْقُرْآنِ اِلِمَا قَرِئَتْ لَدُ و مَاءٌ زَهْرًا لِمَا شَرِبَتْ لَدُ و گفتہ اند کہ از وضع زندادہ
 چہار ہزار حدیث بہ شہرت رسیدہ اہل بدع و اہوا کہ برائے نصرت مذہب خود و طعن
 در مذہب مخالف این عمل را مرتکب شدند و افاض و کرامیہ دریں برہمہ فرق
 پیشدستی کردہ اند و خوارج و معتزلہ و زیدیہ آل قدر مرتکب این امر شنیع نشدہ اند فرقہ
 دیگر کہ مایہ از علم حدیث نداشتند و محدثین را موقر و معظّم دیدند خواستند کہ خود را ہم درین
 فن داخل نمایند این صنعت قبیحہ اختیار کردند مثل ابوالبحرہ و ہب بن وہب القاص
 و سلیمان بن عمرو النخعی و حسین بن علوان و اسحق بن نجیح و غالباً این فرقہ بوعظ و تذکر
 مشغول بودند فرقہ دیگر اہل زہد و عبادت و دیانت کہ در مقام یاد و معاملہ چیزے از زبان
 رسول یا ائمہ اطہار شنیدند و بہجت بزم و یقین بر خواب و بر معاملہ خود آن را مبہم
 روایت کردند و مردم گمان نمودند کہ این حدیث واقعی است کہ از راہ ظاہر آہنہا

رسیدہ ابو عبد الرحمن شمس و دیگر صوفیاء کہ از مذاق حدیث آشنا نبودند باین علت تہمت
کرده اند و روایت آنها را از حجت اعتبار برآوردہ فرقہ دیگر مصاحبین خلفاء و ملوک و احرار
کہ براسے استمالبت خاطر آنها وضع احادیث نمودند و دین خود را بدینا فروختند فرقہ دیگر
بے قصد و تعمد وضع حدیث کرده اند و صورتش آنست کہ ایشان بہ سبب غفلت و
توسم کلامے شنیدند از صاحب تجربہ یا صوفی یا حکیم از حکماء سابقین و اورا نسبت
بہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کردند بنا بر ظن آن کہ ایں کلام یا حکمت جز از پیغمبر نخواہد بود
و ایں فرقہ را حدیث و نہایتے نیست و اکثر عوام باین مبتلا بودہ اند و اللہ الموفق و العاظم
و آنچه دین رسالہ مذکور شد بطریق نمودن کفایت می کند و تفصیل ایں مطالب
را دفتر ہامی باید و بفضلہ تعالی اکثر ضروریات ایں علم در ہر نواح و ہر دیار یافتہ
یشود ملکہ تمیز بین الصیح و السقیم و استقامت ذہن و سلامت طبع و مائل بخطا
نشدن و صواب را بادی تبنیہ قبول کردن نعمتے است عظیم حق تعالی ما را و آل برادر
را ازین امور بہرہ مند سازد و لا علم و مواد علم بسیار است و آنچه کیاب است
ہمیں امور اند شعری

چہ خوش گفت داناکہ دانش بے است ولیکن پراگندہ باہر کسے است

————— ❦ —————

فوائدِ جامعہ
بر
عجالتِ نافعہ
از

مولانا محمد عبدالحلیم چشتی

(فاضل دارالعلوم دیوبند)

(مشہور آفٹ پریس کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

عجلہ نافعہ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا فارسی زبان میں نہایت مشہور اور مقبول رسالہ یہ موصوفہ
لا مختصر سائنس (فہرست شیوخ) جس میں صحاح ستہ، مشکوٰۃ شریف اور حصن حصین کی اسناد بیان کی
ہیں۔ شاہ صاحب نے فن حدیث کی کچھ متفرق ایسی معلومات جو طلبہ اور اہل علم کے لئے از حد مفید
ہیں، اس مختصر رسالہ میں نہایت خوش اسلوبی سے جمع کر دی ہیں جن سے حدیث کے طالب علم اور مدرسہ
کو کبھی استغناء نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ طلبہ اور علماء کو ہر دور میں اس کی ہمیشہ احتیاج رہی
ہے۔ یہ رسالہ ہندوستان میں لکھنؤ، دہلی، لاہور سب ہی جگہ سے بار بار چھپا ہے، غالباً پہلی مرتبہ شیخ
سعد الدین ابن المفتی عبد الحکیم کی تصحیح سے ۱۲۵۵ھ میں مطبع مصطفائی لکھنؤ سے متوسط تقطیع کے
۳۶ صفحات پر شائع ہوا تھا۔

مطبوعہ رسالوں میں سے مطبع مصطفائی لکھنؤ اور مطبع انصاری دہلی کے پیچھے ہوئے رسالے زیادہ
صحیح تھے۔ مصطفائی میں جو رسالہ چھپا تھا اس میں صحت کا زیادہ اہتمام کیا گیا تھا، اس کا اندازہ مندرجہ
عبارت سے ہو سکتا ہے۔ مصحح فرماتے ہیں:-

يقول العبد الضعيف المتعظم بحمیل اللہ المتین سعد الدین ابن المفتی عبد الحکیم قد بالغت فی تصحیح
ہذہ الرسالۃ بقدر الوسع والطاقۃ وراجعت فی تصحیح اسماء رجال رواۃ الی القاموس والمختصر
لابن الصلاح وخلاصۃ للطیبی وجوامع الاصول للماہی محمد افضل السیالکونی والکنوز العبابیۃ
والانباہ فی سلاسل اولیاء اللہ۔

و فرغت من تصحیحها وتوشیحها بالحرمانی یوم السبت الحادوی والعشرین من شہر جمادی الثانیۃ
سنۃ خمس وخمیسین بعد الالف والمائتین من ہجرۃ سید المرسلین علیہ وعلی آلہ واصحابہ صلوات رب
العالمین رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین، باہتمام خاکسار بے بنیان امید وایر مغفرت
یزدان مصطفیٰ خان خلع محمد روشن خان حفظہا اللہ عن آفات الزمان مطبع مصطفائی محلہ محمود نگر
واقعہ زیر اکبری دروازہ دربیت السلطنت لکھنؤ پیرایہ طبع پوشید و اللہ الحمد رب السموات ورب
الارض ورب العالمین۔ ومن یتوکل علی اللہ فہو حسیب

اس اہتمام صحت کے باوجود اس مطبوعہ رسالہ میں بعض غلطیاں رہ گئی ہیں اور وہ غالباً اس وقت تک نہیں نکل سکتی تھیں جب تک سلسلہ سند کے تمام راویوں کے سنن کو لا کر نہیں دیکھا جاتا جیسے مشکوٰۃ کی سند میں محدث شرف الدین عبدالرحیم جری کے شیخ اور صاحب مشکوٰۃ کے شاگرد کا نام امام الدین مبارک سادجی صدیقی چمپا ہے جس سے دھوکہ ہوتا ہے کہ موصوف ہی صاحب مشکوٰۃ شیخ ولی الدین خطیب تبریزی راوی ہیں۔ حالانکہ شیخ جری کے شیخ اور صاحب مشکوٰۃ کے شاگرد اور ان سے مشکوٰۃ کے راوی علی بن مبارک شاہ ہیں، مبارک شاہ نہیں ہیں۔ اس قسم کی اور بھی غلطیاں تھیں جن کی ہم نے تصحیح کر دی ہے۔

اس رسالہ کی افادہ حیثیت کے پیش نظر ہم نے اس کی تصحیح پر اکتفا نہیں بلکہ اس فارسی رسالہ کا اردو میں ترجمہ بھی کر دیا اور اس پر جا بجا مفید باتوں کا اضافہ بھی کیا ہے۔ فوائد کے اضافہ کرنے میں اختصار سے کام نہیں لیا کیونکہ طالب علم عموماً کتابوں کے ناموں سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ میں اس دور سے گزر چکا ہوں، مجھے اس امر کا بخوبی اندازہ ہے۔ اساتذہ اگر کتابوں کے ناموں سے شناسا بھی ہوتے ہیں تو انھیں کتابیں یکجا نہیں ملتیں اور اگر کہیں کچھ کتابیں مل بھی جاتی ہیں تو درسی کتابوں کے پڑھانے سے ان کو اتنی فرصت نہیں ملتی کہ وہ ان کتابوں کا مطالعہ کر سکیں۔ ان وجوہ سے ہم نے اصل کتابوں سے اقتباس نقل کر دیئے ہیں اور اپنی طرف سے کچھ لکھنے سے گریز کیا ہے۔ پھر یہ رسالہ کتاب بن گیا ہے مگر بھلا اللہ کتاب کا کوئی صفحہ معلومات سے خالی نہیں ہے۔

حق تعالیٰ شانہ اس حقیر کو شش کو قبول فرمائیں اور میرے والدین، اساتذہ و شیوخ کے اور ان کے جن سے میں نے بالواسطہ یا بلاواسطہ استفادہ کیا ہے درجات بلند فرمائیں، میری اور میرے وابستگان کی مغفرت فرمائیں، آمین۔

اللہم تقبل ثنائک انت السميع العليم تب علینا انک انت التواب الرحیم

محمد عبدالحلیم حشتی

۲۰۔ صفر ۱۳۸۲ھ

۲۳۔ جولائی ۱۹۶۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفوا

خصوصاً علی سیدنا و مولانا محمد المجتبیٰ وآلہ بدر الذبح و صحبہ منجم الہدای۔

آتا بعد، یہ رسالہ جو علم حدیث کے فوائد پر مشتمل ہے، نہایت جہلت میں لکھا گیا ہے بڑا سودمند اور نہایت دل پسند رسالہ ہے۔

سبب تالیف

برادر عالی، جامع فضائل و کمالات سید قمر الدین حسینیؒ، جو شرافت کی آنکھ کا نور اور باغ سیادت کا پھول ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو دین و دنیا کی سرداری عطا فرمائے اور وہ دنیا جہان کی سعادت نصیب کرے، انہی کا ذوق و شوق اس رسالہ کی تحریر و ترتیب کا باعث ہوا ہے۔

اس زمانے میں آپ کے خاطر خاطر میں یہ خیال آیا کہ اس پاکیزہ فن اور شریف علم سے رابطہ قائم کریں، آپ کا یہ خیال غرم راسخ بن گیا، تو اس ناچیز سے جو مسند افادہ و استفادہ پہنچتا ہوا ہے، اپنے حسن ظن کی وجہ سے اس کام کے لئے اہواز کی درخواست کی اور اس بار کے منظرے میں مجھے مدد کے لئے فرمایا اس ارشاد کے بموجب:

ان للہ فی ایام و ہر کم نفعات الا فخر ضواہا بلا شہرت ہمارے زمانے میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی
تسیراً نفعات اللہ ہیں، دیکھو، اللہ تعالیٰ کی ان خوشنودیوں سے

مستفید ہوتے رہو۔

اس فن شریف کے تھوڑے سے متعلقات کو اس رسالہ میں بیان کیا گیا ہے اور یقیناً کو ان کی روشن افادہ پاکیزہ طبیعت پر چھوڑ دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ ذکاوت طبع لطافت مزاج اور ہوشمندی میں نہایت بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ چنانچہ ان کی نظم و نثر میں تصنیفات و تالیفات اس دعوے کی شاہد مادل اور گواہ صادق ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ جو کوئی اس رسالے کے مضامین پیش نظر کرے کہ کفر و فتنہ حدیث میں غور و فکر کرے گا وہ انشاء اللہ تعالیٰ اعظمیٰ اور خطا سے محفوظ اور تصحیف و تحریف سے مامون رہے گا، نیز صحیح اور ضعیف حدیث کے پہچاننے کے واسطے اس کے ہاتھ میں ایک عمدہ

کسوٹی اور بہتر معیار ہوگا جس کی بدولت وہ صحیح اور غیر صحیح کو پہچان سکے گا۔ وہ توفیقی والا
باللہ علیہ توکلت ورجوسی و نعم الوکیل

فصل اول

علم حدیث کے فوائد میں

فصل اول، علم حدیث کے ان اغراض و فوائد کے بیان میں ہے جن سے طالب حدیث کا
شوق بڑھ سکتا ہے اور وہ رغبت کرنے والے کی طلب میں تحریک اور اضافہ کا موجب بن سکتے
ہیں، نیز ان شرائط کا بیان ہے جو اس علم میں غور و خوض کے لئے درکار ہیں۔
واضح رہے، علم حدیث ایسی بزرگی اور شرافت کا حامل ہے کہ کوئی علم اس کی ہمسری کا دعویٰ
نہیں کر سکتا، کیونکہ علم القرآن، عقائد اسلام، احکام شریعت اور اصول طریقت سب ہی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پر موقوف ہیں، تمام کشفی باتیں اور ساری عقلی چیزیں
جب تک اس ترازو میں نہ ٹکیں اور اس کسوٹی پر نہ ٹسی جائیں وہ لائق وثاقب اعتماد نہیں ہو
سکتی ہیں، لہذا یہی علم ایک ایسا صراطِ راستہ ہے جو تمام علوم کے زرد و جامہ کو پرکھتا ہے، جو بھی تفسیر و
کے طریقے اور وجوہ، احکام شریعت کی دلیلیں، عقائد اسلام کے ماخذ اور سلوک الی
اللہ کے طریقے اس صراف کی پرکھ میں کھرے نکلیں گے وہی رواج پذیری کے لائق ہو سکتے ہیں اور
جو کھوٹے ثابت ہوں گے وہ پھینکنے کے قابل ہوتے ہیں۔ لہذا علم شریعت کا حکم ہی تمام
علوم و دینیہ پر چلتا ہے اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی اسی علم کی
بدولت نصیب ہوتی ہے، جو حیات جاودانی کی دلیل راہ ہے اور دونوں جہان کا سرمایہ سعادت و
غور و فکر کیا جائے اور گہری نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر علم کی ایک خاصیت ہوتی
ہے اور اس علم سے دل بستگی اور وابستگی کی وجہ سے نفس انسانی میں ایک خاص کیفیت خواہ بری ہو
یا بھلی پیدا ہو جاتی ہے۔ علم حدیث سے وابستگی اور مزاولت انسان میں صحابیت کی شان پیدا
کر دیتی ہے کیونکہ صحابیت کے معنی دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ احوال سے واقفیت
اور ہر عبادت اور ہر عبادت میں آپ کے اوضاع و اطوار کا مشاہدہ کرنے کے ہیں۔ اور یہ بات
امتداد زمانہ کی وجہ سے اس شخص کی قوتِ مدرکہ اور تخیل میں جو اس علم سے وابستگی رکھتا ہے
جم جاتی اور راسخ ہو جاتی ہے کہ مشاہدہ کے حکم میں ہوتی ہے، چنانچہ حسب ذیل شعر میں اسی
طرف اشارہ ہے:

اہل الحدیث ہوا اہل النبی والہم یحبون انفسہم انفساً صبیحوا

(اہل حدیث ہی اہل نبی ہیں اور انھیں گو، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل نہیں، مگر آپ کے انفس قدر سیر کے ساتھ شرف صحبت حاصل ہے)

اور محمد بن علی بن الحسین علیہ علی آباء السلام نے فرمایا ہے:

من فقه الرجل بصیرتہ بالحدیث او انسان کی سمجھ کی بات یہ ہے کہ اس کو حدیث

فطنۃ للحدیث ہے میں بصیرت حاصل ہو، یا فرمایا تھا کہ اُس

کی دانشمندی کی بات یہ ہے وہ حدیث میں درک رکھتا ہو۔

یہ ارشاد چونکہ ایک قسم کی خبر ہے اور خبر سچ اور جھوٹ دونوں باتوں کا احتمال رکھتی ہے تو اس علم کو حاصل کرنے کے لئے دُو باتوں کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے:-

(۱) راویان حدیث کے حالات کی چھان بین کرنا اور اُن سے واقفیت رکھنا۔

(۲) حدیث کے معنی سمجھنے میں نہایت احتیاط سے کام لینا، کیونکہ اگر پہلی بات میں کوتاہی ہوئی تو سچے اور جھوٹے میں تمیز باقی نہیں رہے گی، اور اگر دوسری بات میں احتیاط نہ کی گئی اور اس میں ذرا سی بھی کوتاہی ہو گئی تو مقصد غیر مقصد سے خلط ملط ہو جائے گا اور ان دونوں صورتوں میں اس علم سے جس فائدہ کی توقع تھی، وہ حاصل نہ ہو سکے گا، بلکہ فائدہ کے بجائے نقصان ہوگا کہ خود بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا، معاذ اللہ من ذلک۔ لہذا ان دونوں باتوں سے بحث کرنا ضروری ہے۔

پہلی بات: (راویان حدیث کے حالات کی چھان بین) صدرِ اول یعنی تابعین اور تبع تابعین کے زمانے سے لے کر بخاریؒ اور مسلمؒ کے زمانے تک درادیوں کے حالات کی دیکھ بھال، کاہنگ کچھ اور رہا ہے، اس دور میں ہر شہر اور ہر زمانے کے راویوں کے حالات سے بحث کرتے اور اُن کے حالات کی چھان بین کرتے تھے۔ جس کسی میں بددیانتی، جھوٹ اور حافظہ کی کمزوری کی ذرا سی بھی بوجھوسس کرتے تھے، اس کی بیان کی ہوئی حدیث کو قبول نہیں کرتے تھے، اسی وجہ سے انھوں نے راویوں کے حالات میں نہایت ضخیم اور مبسوط کتابیں لکھی ہیں، لیکن اس زمانے میں رنگ دوسرا ہے، اب وہ کتابیں جو صحاح کے ساتھ مخصوص ہیں اور اُن کے بعد وہ کتابیں جو قابل اعتبار ہیں اُن کو مجد امجد اجداننا چاہئے اور وہ کتابیں جو نظر انداز

کرنے کے لائق ہیں انہیں علیحدہ رکھنا چاہئے تاکہ باہم خلط ملط نہ ہو جائیں۔
اکثر متاخرین محدثین کے یہاں سے جب یہ تمیز و ترتیب جاتی رہی تو مجبوراً انہوں نے بعض
مسائل میں جمہور سلف کا خلاف کیا اور غیر معتبر کتابوں میں جو حدیثیں دیکھیں انہی کو اپنی دلیل
اور سند قرار دیا۔ اس موقع پر ہم والد ماجد قدس سترہ العزیز کی عبارت پیش کرتے ہیں۔
جس سے حدیث کی کتابوں کی ترتیب اور ان کے مراتب واضح ہو جائیں گے، وہ مندرجہ ذیل ہے:

طبقات کتب حدیث :

جاننا چاہئے، حدیث کی کتابیں، صحت، شہرت اور قبولیت کے اعتبار سے کئی طبقوں
پر مشتمل ہیں:-

(۱) صحت سے ہماری یہ مراد ہے کہ مولف کتاب نے اس بات کی پابندی کی ہو کہ وہ صحیح
یا حسن حدیثوں کے سوا اور کوئی حدیث اس میں درج نہیں کرے گا اور اگر اس میں کوئی
ایسی حدیث درج کرتا ہے اور ساتھ ساتھ وہ اس کے ضعف، غرابت، علت اور شد و ذکو بھی
بتا دیتا ہے تو پھر کچھ حرج نہیں، کیونکہ ضعیف، غریب اور معلول حدیث کو اس کی خرابی کی
وضاحت کے ساتھ کتاب میں درج کرنا کسی قسم کی قباہت کا موجب نہیں۔

(۲) شہرت سے ہماری مراد یہ ہے کہ محدثین کی جماعتیں یکے بعد دیگرے (ہر دور میں) اس
کتاب کے ساتھ بطریق روایت، ضبط مشکل اور تخریج احادیث مشغول رہی ہوں تاکہ اس
کی کوئی چیز بیان ہوئے بغیر نہ رہ گئی ہو۔

(۳) قبولیت سے ہماری مراد یہ ہے کہ ناقدان حدیث اس کتاب کو تسلیم کریں اور اس
پر اعتراض نہ کریں اور اس کتاب کی حدیثوں کے متعلق مولف کتاب کا حکم اور فیصلہ درست
سمجھیں اور فقہاء بغیر اختلاف اور بلا انکار کے اس سے استدلال کریں۔

پہلا طبقہ: اس میں حدیث کی صرف تین کتابیں داخل ہیں:

۱۔ موطا امام مالک

۲۔ صحیح بخاری

۳۔ صحیح مسلم

قاضی عیاض نے ”مشارق الانوار“ میں انہی تین کتابوں کی شرح کی ہے، یہ مشارق الانوار
(۱۳) (۱۴)

صغانی کی مشارق الانوار کے علاوہ ہے جس میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثوں کو ان کی سندیں اور قسے حذف کر کے جمع کیا ہے۔ (۱۴)

خلاصہ یہ ہے ان تینوں کتابوں کی حدیثوں کی شرح اور ضبط اسرار کے لئے قاضی غیاض کی کتاب مشارق الانوار کافی و شافی ہے۔

ان تینوں کتابوں میں باہم نسبت یہ ہے کہ موطا امام مالک گویا صحیحین کی اصل اور ان کی ماخذ ہے اور اس کی شہرت بھی کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔ امام مالک کے زمانہ ہی میں آپ سے ایک ہزار علماء نے موطا کی روایت کی ہے۔ جیسے امام شافعیؒ، امام محمدؒ، یحییٰ بن یحییٰ معمرودیؒ، یحییٰ بن یحییٰ تمیمیؒ، یحییٰ بن بکرؒ، ابو مصعبؒ اور قنبلؒ وغیرہ نیز اس کتاب کی عدالت و ضبط رجال پر سب کا اجماع ہے اور یہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، عراق، شام، ہند، مصر اور دیار مغرب میں مشہور ہے اور (بکثرت) شہروں کے فقیہوں کا مدار اسی کتاب پر ہے امام مالک کے زمانے میں اور آپ کے بعد بھی علماء نے موطا کی حدیثوں کی تخریج، اس کے متابعات اور شواہد کے جمع کرنے میں بڑی کوششیں کی ہیں، اور اس کے الفاظ غریبہ کی شرح، ضبط مشکلات اور ان کی وضاحت، فقہانہ مسائل کا بیان، حدیث کی سندیں اور طرق روایت کے بیان میں اتنا اہتمام کیا ہے کہ اس سے زیادہ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم بسط و تفصیل اور حدیثوں کی تعداد کے اعتبار سے ہر چند موطا سے دس گنی زیادہ ہوں گی، لیکن حدیثوں کی روایت کا طریقہ، راویوں کی جانچ پڑتال کا ڈھنگ، اعتبار اور استنباط کا اسلوب موطا ہی سے سیکھا ہے مگر اس کے باوجود یہ دونوں کتابیں تمام فرق اسلامیہ اور علمائے اسلام کی محذوم ہیں۔ محدثین کی ایک جماعت نے ان کی مستخرجات لکھی ہیں، جیسے الشامعیؒ اور ابو حوانہؒ اور بعض محدثین نے ان کے الفاظ غریبہ کی شرح لکھی ہے، مشکل الفاظ اور اسرار کو ضبط کیا ہے مشکل مقامات کو حل کیا ہے مسائل فقہیہ کو بیان کیا ہے اور راویوں کے حالات قلمبند کئے ہیں۔

غرض یہ دونوں کتابیں شہرت اور قبولیت کے درجہ کو پہنچ گئی ہیں۔ صاحب جامع الاصولؒ نے فربری سے نقل کیا ہے کہ نوے ہزار علماء نے امام بخاری سے صحیح بخاری کا سماع کیا ہے۔ (۱۵)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان تینوں کتابوں کی حدیثیں سب سے زیادہ صحیح حدیثیں ہیں اگرچہ ان میں بعض حدیثیں بعض کی بہ نسبت زیادہ صحیح ہیں اور اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو موطا کی اکثر

مرفوع حدیثیں صحیح بخاری میں موجود ہیں، اس اعتبار سے گویا صحیح بخاری مولف کی جامع ہے البتہ آثارِ صحابہ و تابعین مولف میں زیادہ ہیں لہذا ان تینوں کتابوں کو طبقہ اولیٰ میں گننا چاہیے۔

دوسرا طبقہ :- اس میں حدیث کی وہ تمام کتابیں داخل ہیں جن کی حدیثیں ان تینوں صفتوں (صحت، شہرت اور قبولیت) میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے درجہ کو نہ پہنچ سکی ہیں لیکن مذکورہ بالا صفات میں وہ ان کے قریب قریب ہیں جیسے جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، اور سنن نسائی کی حدیثیں ہیں کہ ان کے مؤلفین کا وثوق، عدالت، حفظ و ضبط اور فنون حدیث میں تبخیر مشہور ہے اور ان کے مؤلفین نے ان کتابوں میں تساہل اور تسامح کو ہرگز روا نہیں رکھا ہے اور جہاں تک ہو سکا ہے حدیث کی حالت اور علت بیان کر دی ہے اسی لئے علمائے اسلام میں انھیں شہرت حاصل ہے اور ان چھ کتابوں کو صحاح ستہ (چھ صحیح کتابیں) کہتے ہیں۔

ابن الاثیر نے جامع الاصول میں ان ہی چھ کتابوں کی حدیثوں کو جمع کیا ہے اور الفاظ غریب کی شرح کی ہے، مشکلات کو ضبط کیا ہے، راویان حدیث کے ناموں اور دیگر تعلقات کو بھی وضاحت سے بیان کیا ہے، اس لحاظ سے گویا جامع الاصول ان چھ کتابوں کی شرح ہے، جیسے مشارق الانوار ان تینوں کتابوں (مولف اور صحیحین) کی شرح ہے۔ صاحب جامع الاصول نے سنن ابن ماجہ کو صحاح میں شمار نہیں کیا ہے اور مولف کو صحاح میں چھٹی کتاب قرار دیا ہے اور یہی بات درست ہے، لیکن حضرت والد ماجد قدس سرہ فرماتے ہیں: فقیر کے نزدیک ”مسند احمد“ دوسرے طبقہ میں داخل ہے اور وہی صحیح حدیث کے تقیم حدیث سے پہچاننے میں اصل اور مدار کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ کس حدیث کی اصل ہے اور کس کی اصل نہیں ہے، اگرچہ مسند احمد میں ضعیف حدیثیں بھی بہت ہیں جن کا حال بیان نہیں کیا ہے تاہم جو ضعیف حدیثیں مسند میں پائی جاتی ہیں وہ ان حدیثوں سے بہتر نظر آتی ہیں جن حدیثوں کی تاخرین نے تصحیح کی ہے، علماء حدیث و فقہ نے ان کو اپنا پیشوا بنایا ہے اور درحقیقت مسند فن حدیث میں ایک رکنِ عظیم ہے، اسی طرح سنن ابن ماجہ، گو اس کی بعض حدیثیں نہایت ضعیف ہیں مگر اس کو بھی اسی طبقہ میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

تیسرا طبقہ :- اس طبقہ میں وہ حدیثیں داخل ہیں جنہیں علماء متقدمین نے جو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ سے پہلے ہوئے ہیں یا جو ان کے معاصر تھے یا جو ان کے بعد ہوئے ہیں، انہوں نے ان حدیثوں کو اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے اور صحت کا التزام نہیں کیا ہے اور نہ ان کی کتابیں شہرت اور قبولیت میں طبقہ اولیٰ اور ثانیہ تک پہنچ سکی ہیں، اگرچہ ان کتابوں کے مؤلفین علوم حدیث میں ماہر اور ثقہ تھے اور ضبط و عدالت کی صفات سے متصف تھے ان کتابوں میں صحیح، حسن، ضعیف حدیثیں ہی نہیں پائی جاتی ہیں، بلکہ ان میں بعض حدیثیں ایسی بھی موجود ہیں جن پر موضوع ہونے کا اتہام ہے اور ان کتابوں کی حدیثوں کے اکثر راوی عدالت کی صفت سے متصف ہیں، بعض مستور الحال اور بعض جھول ہیں اور اکثر وہ حدیثیں ایسی ہیں جو فقہاء کے نزدیک معمول بہ نہیں ہیں بلکہ اجماع اور ائمتہ کا عمل ان کے خلاف ہے، ان کتابوں میں بھی باہم فرق مراتب ہے بعض کتابیں بعض سے قوی تر ہیں۔ ان کتابوں کے نام حسب ذیل ہیں:

(۲۳)

(۲۴)

(۲۵)

(۲۶)

(۲۷)

(۲۸)

(۲۹)

(۳۰)

(۳۱)

(۳۲)

(۳۳)

(۳۴)

(۳۵)

(۳۶)

مسند شافعی، سنن ابن ماجہ، مسند دارمی، مسند ابی یعلیٰ الترمذی، مصنف عبد الرزاق، مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ، مسند عبد بن حمید، مسند ابوداؤد طباطبائی، سنن دارقطنی، صحیح ابن حبان، مسند کرم الحاکم، کتب بیہقی، کتب طحاوی، تصانیف طبرانی۔

چوتھا طبقہ :- اس طبقہ میں وہ حدیثیں داخل ہیں جن کا قرون اولیٰ (دور صحابہ و تابعین) میں نام و نشان نہیں ملتا، مگر متاخرین علماء نے ان حدیثوں کو نقل کیا ہے ان کے متعلق دو ہی صورتیں ممکن ہیں یا تو سلف صالحین نے ان کی چھان بین کی ہے اور انہیں ان کی کوئی اصل نہیں ملی کہ وہ ان کو روایت کرتے، یا ان کی اصل تو پائی مگر ان میں علت اور قباحہ دیکھ کر روایت سے گریز کیا، بہر حال دونوں صورتوں میں ان حدیثوں پر سے اعتماد اٹھ گیا اور وہ اس قابل نہیں رہیں کہ کسی عقیدہ یا عمل کے ثبوت کے لئے انہیں دلیل بنایا جائے۔ ایسی ہی باتوں کے لئے بعض مشائخ نے کیا خوب کہا ہے:

فان كنت لاتدری فذلك مصيبة وان كنت تدري فالمصيبة اعظم

پس اگر تو نہیں جانتا ہے تو یہ بھی مصیبت ہے اور اگر تو جانتا ہے تو یہ بہت بڑی مصیبت ہے۔

اس قسم کی حدیثوں نے بہت سے محدثین کو غلطی میں مبتلا کیا ہے اور ان کتابوں میں حدیثوں کی بکثرت سندیں دیکھ کر دھوکہ کھا گئے اور ان کے متواتر ہونے کا حکم لگا بیٹھے اور

جزم و یقین کے مواقع پر طبقہ اولیٰ اور ثانیہ کی حدیثوں کو چھوڑ کر اس قسم کی حدیثوں کو سند قرار دے کر ایک نیا مذہب بنایا ہے۔ اس قسم کی حدیثوں کی کتابیں بڑی تصنیف ہوئی ہیں۔ چند کتابوں کے نام درج ذیل ہیں :

کتاب الضعفاء از ابن حبان، تصانیف حاکم، کتاب الضعفاء از عقیلی، کتاب الکامل از ابن عدی، تصانیف ابن مردویہ، تصانیف خطیب، تصانیف ابن شامہ، تفسیر ابن جریر، فردوس دہلی بلکہ اس کی تمام تصانیف، تصانیف ابی نعیم، تصانیف جوز قانی، تصانیف ابن عساکر، تصانیف ابوالشیخ اور تصانیف ابن نجار۔

(۳۴)
(۳۵)
(۳۶)
(۳۷)
(۳۸)
(۳۹)
(۴۰)
(۴۱)
(۴۲)
(۴۳)
(۴۴)
(۴۵)
(۴۶)
(۴۷)
(۴۸)
(۴۹)
(۵۰)
(۵۱)

مناقب و مثالب کے بیان میں اکثر حدیثیں گمراہی گئی ہیں اور صحت میں تساہل سے کام لیا گیا ہے۔ اسی طرح تفسیر اور اسباب نزول کے بیان میں، تاریخ اور بنی اسرائیل کے واقعات اور انبیاء سابقین کے قصوں میں، شہروں کے فضائل، کھانے پینے کی چیزوں اور حیوانات کے تذکرہ میں اکثر موضوع حدیثیں ہیں۔ طب، لٹکے، جھاڑ پھونک، عزیمتوں اور دعوات میں اور نوافل کے اجر و ثواب میں بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا ہے۔ ابن الجوزی نے کتاب الموضوعات میں اس قسم کی بیشتر حدیثوں پر جرح و قدح کی ہے اور ان کے موضوع ہونے کے دلائل پیش کئے ہیں، اور کتاب تنزیہ الشریعہ ایسی حدیثوں کی نشاندہی کے لئے کافی ہے۔ اکثر شاذ و نادر مسائل جیسے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا اسلام لانا یا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پیروی پر مسیح کرنے کی روایتیں یا ان ہی جیسے شاذ و نادر مسائل انہی کتابوں کی حدیثوں سے منسلک ہیں اور شیخ جلال الدین سیوطی کے رسائل و نوادر کا سرمایہ یہی کتابیں ہیں لہذا ان کتابوں کی حدیثوں میں مشغول رہنا اور ان سے احکام کا استنباط کرنا مفید کام نہیں ہے، اس پر بھی اگر کسی کے دل میں ان کتابوں کی تحقیق کی خواہش ہو تو ان حدیثوں کے راویوں کا پتہ چلانے کے لئے ذہبی کی کتاب میزان الاعتدال اور ابن حجر عسقلانی کی لسان المیزان اس کے کام آسکتی ہیں اور الفاظ غریبہ کی شرح اور مادوں کی تحقیق اور حدیثوں کی توجیہوں کے لئے شیخ محمد طاہر بوہرہ گجراتی کی کتاب مجمع البحار سب سے بے پروا کر دیتی ہے۔

(۵۲)

(۵۳)
(۵۴)

(۵۵)

جب حدیث کی کتابوں کی ترتیب معلوم ہوگئی اور موطاً اور صحیحین کا طبقہ اولیٰ میں ہونا معلوم ہو گیا تو ان ہی تین کتابوں کی تحقیق میں زیادہ اہتمام مناسب ہے اور ان کے بعد بقیہ صحاح ستر میں مشغول ہونا چاہیے۔ مگر غالب یہی ہے کہ موطاً اور صحیحین کی تحقیق کے

بعد صحاح ستہ کی تحقیق کا دو تہائی حصہ ختم ہو جاتا ہے اور بہت سی تھوڑا حصہ باقی رہ جاتا ہے اس لئے بحث ان ہی تین کتابوں کے متعلق فوائد پر منحصر ہے۔

فائدہ بعض راویوں کے ناموں کی تحقیق اور ضبط کے بیان میں

قاعدہ یہ ہے کہ حدیث کی کتابوں میں ہر جگہ لفظ سلام کو لام کی تشدید کے ساتھ پڑھنا چاہئے مگر پانچ جگہ لام مشدود نہیں ہے:

- (۱) عبد اللہ بن سلام کے والد کا نام "سلام" ہے جو علماء یہود میں زبردست عالم تھے، حضورؐ کے مدینہ تشریف لائے کے بعد ایمان لائے اور دنیا ہی میں جنتی ہونے کی خوشخبری ملی۔
(۲) محمد بن سلام بکندی کے والد جو امام بخاریؒ کے استاد تھے۔ بیکند، ب کے زیر اور ح کے سکون کے ساتھ ہے، یہ تاشکند کی طرح ایک بستی کا نام ہے اور بخارا کے مضافات میں سے ہے۔

(۳) سلام بن محمد بن ناہض المقدسی، یہ صحاح ستہ کے راویوں میں سے نہیں ہیں، لیکن حافظ ابو طالب اور طبرانی نے ان سے روایت کی ہے اور ان کو سلامہ کے نام سے یاد کیا ہے۔

- (۴) محمد بن عبد الوہاب بن سلام مغربی معتزلی کا دادا یہ بھی صحاح ستہ کے راویوں میں سے نہیں ہے۔

- (۵) سلام بن ابی الحقیق جو یہودی تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی دشمنی اور عداوت رکھتا تھا، اس کی شرارت اور فساد کا ذکر بہت سی حدیثوں میں آیا ہے۔ ان پانچ ناموں کو تحفیف لام کے ساتھ پڑھنا چاہئے۔

- قاعدہ۔ عمارہ جس جگہ بھی ہو گا عین جملہ کے پیش کے ساتھ ہو گا، مگر ابی بن عمارہ صحابی کے والد کا نام عین کے زیر کے ساتھ ہے۔

قاعدہ۔ کریم جہاں بھی کاف کے زیر سے آئے وہ قبیلہ خزاعہ میں سے ہے اور جہاں کاف کے پیش کے ساتھ آئے گا اور معصفر ہو گا وہ قبیلہ عبد شمس سے ہے، یعنی جس کا نام کریم ہے اس کا نسب دیکھنا چاہئے اگر خزاعی ہے تو وہ کاف کے زیر کے ساتھ ہے اور عبد شمس قبیلہ عبد شمس سے ہے تو اس کو کریم پڑھنا چاہئے۔

- قاعدہ ۱۔ حزام اگر اس نام کا راوی قرشی ہے تو اس کو زائے معمر اور حائے حملہ کے زیر کے ساتھ پڑھنا چاہئے اور اگر انصاری ہے تو حائے حملہ کے زیر اور رائے حملہ کے ساتھ پڑھنا چاہئے۔ (۳۲)
- قاعدہ ۲۔ عمل ہر جگہ عین حملہ اور سین حملہ کے زیر کے ساتھ ہے، مگر عمل بن ذکوان الاخباری البصری عین اور سین حملہ کے زیر کے ساتھ ہے۔ البتہ یہ صحیحین کے راویوں میں سے نہیں ہے۔ (۳۳)
- قاعدہ ۳۔ ختام ہر جگہ عین معمر اور نون مثند پر زیر کے ساتھ ہے مگر ختام بن علی العامری الکو فی عین حملہ اور ثنائے مثلثہ کی تشدید کے ساتھ ہے اور پہلی قسم سے حضرت ختام بن اوشس صحابی بدری کا نام ہے۔ (۳۴)
- قاعدہ ۴۔ تمیز ہر جگہ قمر کی تصغیر ہے اور مرد کا نام ہے مگر تمیز سر وق بن الابدع کی بیوی اور عمرو کی بیٹی کا نام ہے اس کو طویل کے وزن پر پڑھنا چاہئے۔ (۳۵)
- قاعدہ ۵۔ مسور ہر جگہ اسم آلہ مضرب کے وزن پر ہے مگر دُور راویوں کا نام جن میں سے ایک مسور بن یزید صحابی اور دوسرے مسور بن عبد الملک الیربوعی ہیں ان دونوں کو محمد کے وزن پر پڑھنا چاہئے۔ (۳۶)

فائدہ بعض نسبتوں کے بیان میں

- قاعدہ ۱۰۔ جس جگہ بھی لفظ جمال آئے وہ جیم کے ساتھ ہے مگر موسیٰ بن ہارون الحمال کے باپ کا نام حائے حملہ کے ساتھ ہے۔ (۳۷)
- قاعدہ ۱۱۔ جدیٰ اس شکل سے اگر بصریوں کی سندوں میں آجائے تو اس کو عیسیٰ پڑھنا چاہئے یہ عیسیٰ کی طرف نسبت ہے جو موت کی ضد ہے اور اگر کو فیوں کی سندوں میں آئے تو عیسیٰ بائے موحده اور سین حملہ سے پڑھا جائے اور اگر شامیوں کی سندوں میں آئے تو عیسیٰ پڑھنا چاہئے، یعنی بائے موحده کے بجائے نون کے ساتھ پڑھیں۔ (۳۸)
- اس فن کی ایک پُر لطف بات یہ ہے کہ اگر کسی جگہ تصحیف (لفظی تغیر) ہو جائے تو غلطی شمار نہیں ہوتی، جس طرح سے بھی پڑھ لیں ٹھیک ہے، جیسے عیسیٰ بن ابی عیسیٰ الحنظل اور مسلم حنظل اگر ان دونوں کو گندم فردوسی کی نسبت کے اعتبار سے حنظل پڑھیں تو بھی ٹھیک ہے، اور اگر حنظل فردوسی کی حیثیت سے حنظل پڑھیں تو بھی صحیح ہے۔ حنظل حائے حملہ اور بائے موحده کے زیر کے ساتھ نبول کے پتوں کو کہتے ہیں جن کو چوپایوں کے لئے اکٹھا کر کے بیچتے ہیں۔ اور سلائی (۳۹)



کے پیش کی طرف نسبت کے اعتبار سے اگر خطاط پڑھیں تو بھی درست ہے کیونکہ ان دونوں راویوں نے یکے بعد دیگرے تینوں پیشے اختیار کئے تھے، لیکن اول میں **عبد اللہ بن عمر** کی نسبت سے زیادہ مشہور ہے اور دوسرے میں جباط یعنی جبط فردش زیادہ معروف ہے۔

فائدہ دیگر ناموں کے بیان میں

موطا اور صحیحین میں جہاں بھی یسار آئے گا تو اس کو سین ہملہ سے پہلے یا تے تحتیہ کے ساتھ پڑھنا چاہئے مگر محمد بن بشر کا نام ہائے موحده اور شین معجم کے ساتھ ہے اور موصوف امام بخاری اور امام مسلم کے استاد ہیں۔

موطا اور صحیحین میں جہاں لفظ بشر آئے، اس کو ہائے موحده کے زیر اور شین معجم کے ساتھ پڑھنا چاہئے مگر چار راویوں کے نام ہائے موحده کے پیش اور سین ہملہ کے ساتھ وارد ہیں۔

(۱) عبد اللہ بن بسر صحابی۔ (۲) بسر بن سعید۔ (۳) بسر بن عبد اللہ حضرمی۔
(۴) بسر بن محجن۔

ان تینوں کتابوں میں جہاں بھی لفظ بشر جو بشارت بمعنی خوشخبری سے ماخوذ ہے اس کو طویل کے وزن پر پڑھنا چاہئے، مگر چار راویوں کے نام مصغر آتے ہیں۔ ان میں سے دو

بشر بن کعب عدوی اور بشر بن یسار، شین معجم کے ساتھ ہیں اور دو سین ہملہ سے وارد ہیں جنہیں یا تے تحتیہ کے ساتھ پڑھنا چاہئے۔ یسر بن عمر اور دوسرے کو وزن کے ساتھ پڑھنا چاہئے، وطن بن نیر کے باپ کا نام ہے۔

قاعدہ ۱۔ یزید کا ہمشکل لفظ جہاں آئے وہ زیادہ سے مضارع معروف غائب کا صیغہ ہے مگر تین راوی (۱) یزید بن عبد اللہ بن ابی بردہ، ہائے موحده کے پیش اور رائے ہملہ کے فتح کے ساتھ ہے جو برد بمعنی اولہ کی تصغیر ہے۔

(۲) محمد بن عروۃ بن البرد کے دادا کا نام ہے جو ہائے موحده کے زیر اور رائے ہملہ اور نون ساکن کے ساتھ وارد ہے۔ بعض محدثین دو نون ربا اور را، پر فتح پڑھتے ہیں اور علی بن ہاشم بن البرد کے دادا کا نام ہائے موحده کے زیر اور یا تے تحتیہ کے زیر سے پڑھتے ہیں۔

قاعدہ ۲۔ جہاں بھی برا آئے اس کو مخفف پڑھنا چاہئے اور اس کی تہ کو مفتوح سمجھنا چاہئے مگر دو راویوں کے نام (۱) ابو العالیہ البراء، اور (۲) ابو معشر البراء کو با کے فتح

اور رار کی تشدید سے پڑھنا چاہئے۔

قاعدہ ۱: حارث کی شکل کے نام کو حائے ہملہ، رائے مکسورہ اور ثائے مثلثہ مفتوحہ سے پڑھنا چاہئے مگر چار جگہ جیم، رے اور یائے تختیہ کے ساتھ سمجھنا چاہئے۔

۱۔ جبار بن قدامر۔ ۲۔ یزید بن جبار۔ ۳۔ عمرو بن سفیان بن اسید بن جبار۔ ۴۔ الاسود بن العلاء بن جبار۔ (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲)

قاعدہ ۱: جریر کی صورت ہر جگہ جیم اور رائے ہملہ کی تکرار کے ساتھ سمجھنی چاہئے مگر دو راویوں کے نام ایسے آئے ہیں جن کے پہلے حائے ہملہ اور زائے منقوطہ ہے۔

۱۔ خزیم بن عثمان الرحبی جو کوفہ کے عملہ رجب کی طرف منسوب ہیں اور ۲۔ ابو حریزہ عبداللہ بن حسین جو مکرہ سے راوی ہیں۔ (۹۳) (۹۴)

قاعدہ ۱: خراش ہر جگہ حائے معجمہ کے ساتھ آیا ہے مگر ربی بن حراش کے باپ کا نام حائے ہملہ سے وارد ہوا ہے۔ (۹۵)

قاعدہ ۱: حصین ہر جگہ معفر ہے اور صا د ہملہ کے ساتھ ہے مگر ابو حصین عثمان بن عاصم، لمویل کے وزن پر ہے اور حصین بن المنذر ابوسامان بصیغہ تصغیر ضا معجمہ کے ساتھ ہے۔ (۹۶) (۹۷)

حازم ان تینوں کتابوں میں ہر جگہ حائے ہملہ اور زائے منقوطہ کے ساتھ ہے مگر ابو معاویہ محمد بن حازم کا باپ جو ضریر کوئی سے مشہور ہے اور امش کا شاگرد ہے وہ حائے معجمہ سے ہے۔ (۹۸)

جَبَّان بن مُنَعِّت اور محمد بن یحییٰ بن حبان کا دادا اور حبان واسط اور اس کا دادا نیز حَبَّان بن ہلال میں اس جگہ حار پر زبر اور بار کو مشد پڑھنا چاہئے اور حَبَّان بن عَطِیَّہ حَبَّان بن موسیٰ اور حَبَّان بن العرفہ میں حار مکسورہ اور بے کو مشد پڑھنا چاہئے۔ (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴)

حبیب کو ہر جگہ حائے ہملہ پر زبر اور بائے موحده پر زبر کے ساتھ سمجھنا چاہئے۔ یہ حُب اور حبیۃ سے لمویل کے وزن پر ہے مگر تین جگہ حائے معجمہ کے پیش کے ساتھ معفر سمجھنا چاہئے جو حبابت بمعنی دانائی مصدر سے بنایا ہے۔

۱۔ حَبِیب بن عدی۔ ۲۔ حبیب بن عبد الرحمن۔ ۳۔ ابو حبیب حضرت عبداللہ بن الزبیر کی کنیت ہے۔ (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷)

حکیم ہر جگہ حکمت سے لمویل کے وزن پر پڑھنا چاہئے مگر رزق بن حکیم بن عبداللہ اور حکیم بن عبداللہ حکم کی تصغیر ہے۔ (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰)

۱۱) رباح ہر جگہ بتائے موحده اور اسے کے زیر کے ساتھ ہے، مگر ابو قیس زیاد بن رباح کے باپ کا نام یائے تختہ اور رباح کے زیر کے ساتھ ہے۔

۱۲) زبیدؓ اس کو صحیحین میں زائے منقوہ کے پیش اور بتائے موحده کے زیر سے پڑھنا چاہئے یہ زبد بمعنی کمین کی تصغیر ہے۔ اور غوطا میں زبید پڑھنا چاہئے جو مشہور نام زبد کی تصغیر ہے۔

۱۳) سلیم ان تینوں کتابوں میں ہر جگہ تصغیر کے صیغہ کے ساتھ وارد ہے مگر سلیم بن حیان طویل کے وزن پر ہے۔

سُلم ہر جگہ سین کے زبر اور لام کے سکون کے ساتھ آیا ہے۔
شُرَج ہر جگہ شین مجہ کے پیش اور آخر میں حائے جملہ کے ساتھ آیا ہے، مگر تین راوی سین جملہ اور جسیم سے بھی وارد ہیں:

۱۔ شُرَج بن یونس۔ ۲۔ شُرَج بن النعمان۔ ۳۔ احمد بن ابی شُرَج۔

سُلمان ہر جگہ مشہور پیغمبر کا نام ہے، مگر چھ راوی: ۱۔ سلمان فارسی۔ ۲۔ سلمان بن عامر قتبی۔ ۳۔ سلمان الاغر۔ ۴۔ عبد الرحمن بن سلمان۔ ۵۔ ابو حازم، جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں ان کا نام بھی سلمان ہے۔ ۶۔ ابو رجاء حضرت ابو قتلابہ کا نام بھی سلمان ہے۔

سُلمہ ہر جگہ زبر کے ساتھ وارد ہے مگر دو جگہ اس کو لام کے زیر کے ساتھ پڑھنا چاہئے: ۱۔ عمرو بن سلمہ الجرمی جو بصرہ کی مسجد کا تھا۔ اور ۲۔ بنو سلمہ جو انصار کا قبیلہ تھا۔ عبیدہ ہر جگہ مصغر آیا ہے مگر چار جگہ:

۱۔ عبیدہ سلمانی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔ ۲۔ عبیدہ بن حمید۔ ۳۔ عبیدہ بن سفیان۔ ۴۔ عامر بن عبیدہ الباہلی مصغر نہیں ہیں۔

عُبادہ ہر جگہ عین کے پیش اور بتائے موحده کے سکون کے ساتھ ہے، مگر محمد بن عبادہ الواسطی جو امام بخاری کے استاد ہیں، وہ عین کے زیر کے ساتھ ہے۔

عبدہ ہر جگہ عین کے زبر اور بتائے موحده کے سکون سے ہے مگر عامر بن عبدہ جو صحیح مسلم کے خطیب میں وارد ہے اس کو عین اور بتے دواں پر زبر کے ساتھ پڑھنا چاہئے، اور اسی طرح نخالہ بن عبدہ بھی ہے۔

عَبَاد ہر جگہ عین کے زبر اور بائے موحده کی تشدید کے ساتھ وارد ہے مگر قیس بن عباد عین کے پیش اور بائے موحده کی تخفیف کے ساتھ آیا ہے۔

(۱۳۱)

عَقِیل عین کے زبر اور قاف کے زیر کے ساتھ آیا ہے مگر تین راوی مصغر وارد ہیں؛
۱۔ زہری کے شاگرد عَقِیل بن خالد۔ ۲۔ یحییٰ بن عَقِیل۔ ۳۔ بنو عَقِیل مشہور قبیلہ ہے۔
واقدر ہر جگہ قاف کے ساتھ ہے۔

(۱۳۲)
(۱۳۳)
(۱۳۴)

نصر اگر لام تعریف کے ساتھ آئے تو ضاد مجمر سے پڑھنا چاہئے، جیسے ابی النصر اور النصر بن الحارث اور اگر بغیر لام تعریف کے آئے تو ضاد جملہ سے پڑھنا چاہئے، یہ اصطلاحی فرق ہے جو کنایت میں امتیاز کی غرض سے اختیار کیا گیا ہے جیسے عُمَر اور عمرو میں کیا ہے۔
عُنْد اور عُنْد ہر جگہ معصفر ہے۔

(۱۳۵)
(۱۳۶)

اَبْلٰی اَبْلٰی کی طرف منسوب ہے جو حد و دِشام میں ایک شہر ہے یہ ہمزہ کے زبر اور پائے تخفیف کے سکون اور لام کی تخفیف کے ساتھ وارد ہوا ہے یہ اس صورت میں اَبْلٰی سے جو اَبْلٰی ہمزہ اور بائے موحده کے پیش اور لام مشدد سے مشتق ہو جاتا ہے لیکن صحیحین میں کوئی راوی اَبْلٰی کی نسبت والا نہیں آیا ہے اور جو ہے بھی تو اس کی نسبت مذکور نہیں ہے، جیسے شیمان بن فروخ کہ ان سے امام مسلم نے روایت کی ہے مگر ان کی نسبت میں لفظ اَبْلٰی ذکر نہیں کیا ہے۔

(۱۳۷)
(۱۳۸)

بِزَار ہر جگہ دوزائے منقوطہ سے ہے یعنی کُڑا بیچنے والا۔ یہ بَزَّ سے مشتق ہے جو کُڑے کے معنی میں آتا ہے، مگر دُور اوی بزار ہیں۔ بزار عربی میں بزر فروش کو کہتے ہیں یعنی تخم فروش کو بولتے ہیں اور ایسے پیشے والے کو ہندی میں پنساری کہتے ہیں۔

(۱۳۹)

البصری ہر جگہ بائے موحده کے ساتھ، شہر بصرہ کی طرف نسبت ہے مگر تین راوی نون سے وارد ہیں اور وہ ایک مشہور قبیلہ بنی نصر کی طرف منسوب ہیں؛

۱۔ مالک بن اوس النصری۔ ۲۔ عبد الواحد بن عبد اللہ النصری۔ ۳۔ سالم بن فلان جو نصرین کا مولیٰ (غلام) ہے۔

(۱۴۰)
(۱۴۱)
(۱۴۲)

الثوری ہر جگہ ثائے مثلثہ سے ہے مگر ابو یعلیٰ محمد بن الصلت الثوزی جو ثائے مثناة فوقانیہ اور تشدید و آو کے ساتھ ہے تو ز کی طرف نسبت ہے جس کے آخر میں زائے منقوطہ ہے۔
جَرِیرِی ہر جگہ جیم کے ساتھ ہے اور معصفر ہے مگر یحییٰ بن ایوب جریر جیم کے زبر سے

(۱۴۳)

(۱۴۴)
(۱۴۵)

(۱۳۶)

وارد ہے اور محیی بن بشر حریری جو بخاری اور مسلم کے استاد ہیں، جاسے ہمد کے زبر سے آئے ہیں، اور حریر (ریشم) کی طرف منسوب ہیں۔

(۱۳۸)

اسلمی ہر جگہ لام کے زبر سے آیا ہے اور محدثین ان راویوں کو جو انصار کے قبیلہ بنی سلمہ کی طرف منسوب ہیں لام کے زیر کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

(۱۳۹)

الہمدانی، ہر جگہ سکون تیم کے ساتھ قبیلہ ہمدان کی طرف منسوب ہے، لیکن ہمدان تیم کے زبر سے عراقی عجم کے شہروں میں سے ایک شہر کا نام ہے اور صحیحین میں اس شہر کی طرف نسبت نہیں آئی ہے۔

(۱۴۰)

فائدہ:- محدثین کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ راوی کی کنیت، نسبت اور صنعت کا ذکر کرتے ہیں اور ان کی غرض اس عمل سے احتیاط کامل کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ کبھی تو نام مشترک ہوتا ہے اور کبھی فقط کنیت مشترک ہوتی ہے اسی صورت میں راوی اور غیر راوی میں امتیاز بغیر مبالغہ اور کامل احتیاط برتنے نہیں ہو سکتا ہے (لہذا اسی صورت میں کنیت، نسبت اور صنعت کا ذکر ضروری ہوتا ہے) بلکہ بعض جگہ راوی کا نام اور اس کے باپ کا نام بھی مشترک ہوتا ہے۔ چنانچہ محدثین نے لکھا ہے کہ غلیل بن احمد نام کے چھ شخص گزرے ہیں اور انس بن مالک نام کے پانچ شخص ہوئے ہیں اور کسی کسی راوی کا نام، اس کے باپ کا نام اور اس کے دادا کا نام بھی مشترک واقع ہوا ہے۔ چنانچہ احمد بن جعفر بن احمد ان چار شخص ہیں اور خود ان کا نام اور ان کے باپ کا نام اور ان کے دادا کا نام ایک ہی ہے اور محمد بن یعقوب بن یوسف دو شخص ہیں۔ اور بعض کنیت اور نسبت ایک سی ہوتی ہیں، چنانچہ ابو عمر ان جوئی دو شخص ہیں ایک کا نام عبد الملک بن جلیب ہے اور دوسرے کا موسیٰ بن ہبل ہے، اور اسی طرح ابو بکر بن عیین بھی تین راوی ہیں۔

(۱۴۱)

(۱۴۲)

(۱۴۳)

(۱۴۴)

(۱۴۵)

(۱۴۶)

(۱۴۷)

(۱۴۸)

(۱۴۹)

(۱۵۰)

(۱۵۱)

(۱۵۲)

(۱۵۳)

(۱۵۴)

(۱۵۵)

(۱۵۶)

(۱۵۷)

(۱۵۸)

(۱۵۹)

(۱۶۰)

غرض محدثین کی اس قدر چھان بین کو بیکار نہیں سمجھنا چاہئے، ان کا اس سے مقصد راویوں میں باہم امتیاز کرنے میں پوری پوری احتیاط کرنا ہوتا ہے تاکہ ضعیف راوی، ثقہ راوی سے مشتبہ نہ ہو سکے اور اگر دونوں راوی عدالت اور وثوق کی صفت میں برابر ہوں تو اشتباہ مضر نہیں ہوتا۔ لیکن محدثین کے یہاں اس میں امتیاز کے لئے قرآن اور اشارات ہیں مثلاً سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ میں ان کے شیوخ اور شاگردوں سے تمیز ہوتی ہے۔ اور اگر استاد اور شاگرد بھی ہم نام اور ہم نسبت ہوں تو امتیاز نہایت دشوار ہوتا ہے اور

ایسے ہی مواقع پر تشریح کرنے کا امتحان ہوتا ہے۔

بصرہ میں ابن حدیث کے ایک زمانے میں دو امام موجود تھے جنہیں حماد بن کتبہ کہتے ہیں:

۱۔ حماد بن زید بن دریم، اور ۲۔ حماد بن سلمہ، لہذا صحیحین میں جہاں بھی عارم سے روایت آئے، اس کو حماد سے سمجھنا چاہئے کیونکہ وہ حماد بن زید ہیں اور اگر — موسیٰ بن اسماعیل تو ذکی راوی ہوگا تو پھر حماد بن سلمہ مراد ہوتا ہے۔

صحیحین میں عبد اللہ بن کثیر کسی قید کے آئے تو صحابہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مراد ہوتے ہیں اور ائمہ حدیث میں حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ۔

ابو جرحہ جیم اور رائے جملہ سے حضرت ابن عباس کے شاگرد ہیں۔ اور ابو حمزہ حائے جملہ اور رائے منقوطہ سے بھی حضرت عبد اللہ بن عباس کا ایک شاگرد (مراد) ہے۔ شعبہ نے ان دونوں سے روایت کی ہے لہذا اصطلاح یہ ہے کہ شعبہ میں وقت مطلق ابو جرحہ کہتے ہیں تو نصر بن عرار مراد ہوتے ہیں جو کہ جیم سے ہیں اور جس وقت وہ نسب سے مقید کرتے ہیں تو ابو حمزہ حائے جملہ سے مراد ہوتے ہیں، واللہ اعلم

کسی جگہ ماں کا نام باپ کے نام سے مشتبہ ہو جاتا ہے لیکن غور و خوض سے پتہ چلتا ہے کہ ماں کا نام ہے باپ کا نام نہیں ہے جیسا کہ حدیث میں معاذ اور معوذہ ابنی عفرار آیا ہے اور حضرت معاذ اور معوذہ رضی اللہ عنہما دونوں عفرار کے بیٹے ہیں اس میں عفرار ان کی ماں کا نام ہے اور ان کے باپ کا نام سارث ہے۔ بعض روایتوں میں بلال بن حمامہ آیا ہے، کہ وہ بلال بن رباح ہیں جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے ان کی والدہ کا نام حمامہ ہے۔ نیز صحیحین میں عبد اللہ بن بجینہ کا نام آیا ہے بجینہ ان کی ماں کا نام ہے اور ان کے باپ کا نام مالک ہے اور بعض جگہ اس طرح جمع کر کے کہہ دیا ہے، عبد اللہ بن مالک ابن بجینہ۔ ایسی صورت میں ان کی ماں اور ان کے دادا کے نام میں اشتباہ ہو جاتا ہے لہذا یہ اصول بنالیا گیا ہے کہ مالک اور بجینہ میں ابن کے الف کو قائم رکھتے ہیں اور اگر اتے نہیں ہیں تاکہ معلوم رہے کہ یہ عبد اللہ کی صفت جو مالک کی صفت نہیں ہے۔ اسی طرح محمد بن الحنفیہ میں ہے کہ ان کے والد بزرگوار حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں اور حنفیہ ان کی ماں کی طرف نسبت ہے اور ان کا نام خولہ بنت جعفر تھا اور جعفر پیامدہ اور بنی حنفیہ کے سردار تھے، جس طرح اسماعیل بن علقمہ ہے کہ ان کے باپ کا نام ابراہیم ہے۔

کتاب موجود ہے جس کو الادب المفرد کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ تفسیر سے متعلق حدیثوں کو تفسیر کہتے ہیں۔ تفسیر ابن مردودیه، تفسیر دہلیی اور تفسیر ابن جریر وغیرہ حدیث کی تفسیروں میں بہت مشہور کتابیں ہیں اور شیخ جلال الدین سیوطی کی کتاب الدر المنثور ان تمام کتابوں کی جامع ہے۔

(۱۴۸)

(۱۴۹)

(۱۵۰)

(۱۵۱)

تاریخ و سیر کی حدیثوں کی دو قسمیں کی گئی ہیں:

(۱) وہ حدیثیں جو آسمان و زمین، حیوانات، جنات، شیاطین، فرشتوں کی پیدائش، گذشتہ انبیاء علیہم السلام اور پہلی امتوں سے متعلق ہیں، اس قسم کی حدیثوں کو بدو الخلق کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

(۱۵۲)

(۲) وہ حدیثیں جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آل و خدام سے متعلق ہیں اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے وفات تک کے حالات پر مشتمل ہیں، وہ ”سیر“ کے نام سے موسوم ہیں۔ سیرت ابن اسحاق، سیرت ابن ہشام، سیرت طبرانی، اس موضوع پر اور بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اور فی الوقت اگر میر جمال الدین محدث حسینی کی کتاب ”دروغۃ الاحباب“ کا نسخہ صحیح مل جائے جو الحاق اور تحریف سے پاک ہو تو وہ اس موضوع پر سب سے بہتر کتاب ہے، اور مدارج النبوت شیخ عبدالحق محدث، اور ”سیرت شامیہ“ اور ”مواہب لدنیہ“ سیرت کی کتابوں میں سب سے بڑی کتابیں ہیں۔ اور احادیث فتن کا نام علم الفتن ہے۔ نعیم بن حماد نے کتاب الفتن نہایت بسط و تفصیل سے لکھی ہے، جس میں رطب و یابس سب کچھ جمع کر دیا ہے اور علمائے بھی اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں اور فضائل و مناقب کے ذخیرہ احادیث کو علم المناقب کہتے ہیں۔ اس موضوع پر سب سے مشہور کتابیں متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں۔ خصوصاً بعض محدثین نے بعض آل و اصحاب کے مناقب پر کسی خاص عرض سے مستعمل کتابیں لکھی ہیں، جیسے ”مناقب قریش“، ”مناقب الانصار“، ”مناقب العشرة المبشرہ“ جو محب طبری کی تالیف ہے جس کا نام الریاض النضرۃ فی مناقب العشرة المبشرہ ہے اور ”ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی“ اور ”حلیۃ الکمیت فی مناقب اہل البیت“ اور ”الذیابج فی مناقب الازواج“ اور بہت سی کتابیں خلفائے راشدین کے مناقب میں لکھی گئی ہیں، خصوصاً القول القواب فی مناقب امیر المومنین عمر بن الخطاب اور القول الحسلی فی مناقب امیر المومنین علی ہے اور امام نسائی نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

(۱۵۳)

(۱۵۴)

(۱۵۵)

(۱۵۶)

(۱۵۷)

(۱۵۸)

(۱۵۹)

(۱۶۰)

(۱۶۱)

(۱۹۲)

مناقب میں ایک مبسوط رسالہ لکھا ہے اور شام کے ناصبیوں نے غیر معمولی تعصب اور عناد کی وجہ سے ان کو دمشق میں اسی بنا پر شہید کر دیا تھا، رحمۃ اللہ علیہ

(۱۹۳)

غرض جامع وہ کتاب ہے جو ان فنون میں سے سب کا نمونہ رکھتی ہے۔ جیسے صحیح بخاری اور جامع ترمذیؒ ہے، صحیح مسلم میں اگرچہ ان فنون کی حدیثیں موجود ہیں، مگر جو حدیثیں تفسیر و قرأت سے متعلق ہیں وہ اس میں نہیں ہیں اسی لئے اس کو جامع نہیں کہتے ہیں۔

(۱۹۴)

حدیث کی کتابوں کی دوسری قسم مسانید ہے۔

محدثین کی اصطلاح میں مسند وہ ہے جس میں حدیثیں صحابہ ربیعہ کی ترتیب پر مذکور ہوں وہ ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہو یا اسلام لانے میں سبقت کے اعتبار سے یا شرافت نسب کے لحاظ سے لہذا اگر حروف تہجی کے اعتبار سے حدیثیں جمع کریں گے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثوں کو پہلے لکھیں گے اور پھر حضرت اسامہ بن زید اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت کردہ حدیثوں کو (علیٰ ہذا القیاس) جلیل القدر صحابہ ربیعہ کی حدیثوں سے پہلے لکھیں گے۔ اور اگر سبقت اسلام کے اعتبار سے جمع کریں گے تو عشرہ مبشرہ کی حدیثیں پہلے لکھیں گے اور خلفائے راشدین کی حدیثیں خلافت کی ترتیب پر سب سے پہلے لکھیں گے اس کے بعد بدری صحابہؓ سے مروی حدیثیں اور پھر اہل حدیبیہؓ اور ان کے بعد ان صحابہؓ کی جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے اور ان کے بعد صحابیات سے مروی حدیثیں مذکور ہوں گی اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی حدیثیں تمام صحابیات کی حدیثوں پر مقدم ہوں گی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صاحبزادیوں سے حدیثیں مروی نہیں ہیں۔ البتہ حضرت سیدہ زہرا (فاطمہ) رضی اللہ عنہا سے تھوڑی سی حدیثیں مروی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر صاحبزادیاں آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے داخل بہشت ہو گئی تھیں اور سیدۃ النساءؓ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چھ مہینے تک بقید حیات رہیں اور پھر اپنے والد بزرگوار سے جا ملیں، لہذا ان سے بھی زیادہ حدیثیں مروی نہیں۔

اگر قبائل و نسب کی ترتیب پر مسند کو مرتب کریں تو پہلے بنی ہاشم کی مسانید خاص طور پر حضرات حسنین اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہم سے مروی حدیثوں کو مقدم کریں گے اس کے بعد ہر اس قبیلے کی حدیثوں کو پہلے ذکر کریں گے جس کو نسب کے اعتبار سے آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قرب ہو گا۔ لہذا اس اعتبار سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

کی حدیثیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثوں پر مقدم ہوں گی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی حدیثوں پر مقدم ہوں گی، علیٰ ہذا القیاس۔ (۱۹۵)

تیسری قسم معاجم ہے۔

معجم، محدثین کی اصطلاح میں وہ ہے جس میں حدیثیں شیوخ کی ترتیب پر ذکر کی جاتی ہیں اور یہاں شیوخ کی وفات کے تقدم کا اعتبار کرتے ہیں، یا پھر حروف تہجی کے مطابق اس کو مرتب کرتے ہیں یا ترتیب فضیلت اور علم و تقویٰ میں تقدم کا اعتبار کرتے ہیں، لیکن اکثر حروف تہجی کی ترتیب کا لحاظ رکھتے ہیں، طبرانی کی معاجم ثلاثہ اسی ترتیب پر مرتب ہیں۔ (۱۹۶)

چوتھی قسم اجزائے ہے۔

جزو، محدثین کی اصطلاح میں وہ ہے جس میں صرف ایک خاص شخص کی مروی حدیثوں کو جمع کیا جاتا ہے، وہ شخص صحابہ کے طبقے میں ہو یا ان کے بعد کے طبقے میں اس کا شمار ہو، مثلاً جزو حدیث ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ جزو حدیث مالک علیٰ ہذا القیاس۔ (۱۹۷)

اس قسم کا بھی محدثین میں بڑا رواج ہے کہی ایسا کرتے ہیں کہ جامع میں مذکور آٹھ موضوعات میں سے کسی خاص موضوع کو اختیار کر لیتے ہیں اور اس پر ایک نہایت مبسوط کتاب مرتب کرتے ہیں۔ چنانچہ باب النبیۃ پر ابوبکر بن ابی الدنیا نے ایک مبسوط کتاب لکھی ہے اور آجری نے روایت باری تعالیٰ پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے۔ اسی طرح دنیا کی مذمت اور بے ثباتی پر ابن ابی الدنیا نے ایک ضخیم تالیف یادگار چھوڑی ہے۔

رسالہ جبرئیل

علیٰ ہذا القیاس مذکورہ بالا آٹھ مطالب میں سے ہر ہر موضوع پر مستقل اور جداگانہ رسالے لکھے گئے ہیں جن کا احاطہ اور شمار بھی دشوار ہے۔ حافظ ابن حجر اور شیخ جلال الدین سیوطی کی تصانیف میں رسالوں کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ (۱۹۸)

اربعین

تصانیف حدیث کی ایک دوسری قسم بھی ہے جس کو "اربعین" کہتے ہیں، یعنی چالیس حدیثوں کو ایک باب میں یا مختلف ابواب میں ایک ہی سند یا متحدہ سندوں سے جمع کرتے ہیں۔ اربعینا بھی بے شمار ہیں جو دیکھی اور سنی جاتی ہیں۔ لہذا تصنیفات حدیث کی چھ قسمیں ہوتی ہیں: (۲۰۰)

(۱) جوامع (۲) مسانید (۳) معاجم (۴) اجزاء (۵) رسائل (۶) اربعینات۔

(۳۱)

رسائل کو کتابیں بھی کہتے ہیں۔

دوسرا امر، یعنی معانی احادیث کے سمجھنے میں احتیاط برتنا، تو اس کی حقیقت بھی امر اول کی تحقیق سے آشکار ہوگئی، کیونکہ مشارق الانوار مثلاً مصححین و موطا کی حدیثوں کے معانی کی توضیح کے لئے کافی ہے۔ اور صحاح ستہ کی تشریح کے لئے سب سے مستغنی کرنے والی کتاب جامع الاصول ہے اور شیخ محمد طاہر کی کتاب مجمع البحار تمام کتب احادیث یعنی طبقات مذکورہ کی تحقیق کے لئے کافی ہے۔

اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ حدیثوں کی شرح اور توجیہ میں ہر طرح کا کلام اور رطب و یابس سب کچھ لکھ دیا گیا ہے اس لئے اب ان علماء سے واقفیت ضروری ہے جو اس باب میں قابل اعتماد ہیں اور ان کی تصانیف سے بھی پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔ علمائے شافعیہ میں سے امام نوویؒ، محی السنۃ البغویؒ اور ابوسلیمان خطابیؒ نہایت قابل اعتماد ہیں، ان کا قول محکم اور ان کی بحثیں نہایت پرمغز ہوتی ہیں، خاص طور سے بغوی کی شرح السنۃ فقہ حدیث اور حل مشکلات میں کافی و شافی ہے گویا کہ مصابیح اور مشکوٰۃ کی شرح اسی سے ہو جاتی ہے، صحیح مسلم کی شرح امام نووی کی تالیف ہے اور معالم السنن، سنن ابی داؤد کی شرح خطابی کی تصنیف ہے۔

(۳۲)

علمائے حنفیہ میں سے امام طحاویؒ شرح احادیث میں سب سے مقدم اور سب سے پیشوا ہیں، اس باب میں ان کی کتاب معانی الآثار حنفیہ کی گویا دستاویز ہے۔

(۳۳)

ابن عبد البرؒ الکلیہ میں سب سے پیش پیش ہیں اور اس موضوع پر الاستذکار اور التہدید ان کی یادگار ہے۔

(۳۴)

حدیث کی کتابوں کی شرح بہت سے علماء نے لکھی ہیں، جن کے ناموں اور ان کی کتابوں کا شمار سیر دست امکان سے باہر ہے، ہر ایک کا اسلوب بیان نرالا ہے لیکن وہ سب ان ہی چند علماء کے خوشہ چین اور زلزلہ رہا ہیں، لہذا ان محققین علماء کی تصانیف دستیاب ہو جائیں تو متاخرین کے تکلفات اور نقصانات کی حاجت نہیں رہتی ہے۔

حضرت والد ماجد قدس سرہ معانی احادیث کے سمجھنے اور حدیثوں میں تعارض کو اٹھانے کے عجیب و غریب اصول تحریر فرماتے ہیں اگر فرصت مل سکے تو انشاء اللہ اس کا کچھ حقہ نقل کر کے برادر موصوف کو روانہ کروں گا اور کتاب المغیث فی مختلف الحدیث بھی نمونے کے طور پر خوب

(۳۵)

ہے۔ اب ہم نے فصل اول کے مطالب سے فراغت پائی ہے، فصل دوم کے مطالب کا سلسلہ شروع کرتے ہیں۔

فصل دوم

علم حدیث کی سند کے بیان میں

جاننا چاہیے، اس فقیر (عبد الغنی) نے اس علم کو اور تمام علوم کو والد ماجد کی خدمت میں رہ کر حاصل کیا ہے اور اس علم کی بعض کتابیں مثلاً مصابیح السنہ، مشکوٰۃ، مستوی شرح موطا (جو حضرت والد ماجد کی تصنیف ہے) حصین اور شمائل ترمذی موصوف کی خدمت میں قرأت اور سماعت نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ حاصل کی ہیں۔ صحیح بخاری کے ابتداء کا کچھ حصہ بطریق درایت ان سے سنا ہے۔ صحیح مسلم اور دوسری صحاح ستہ کی سماعت بھی ان سے ترتیب کے ساتھ اور مسلسل نہیں ہو سکی، جس کی وجہ یہ تھی کہ طالب علم ان کے سامنے بیٹھتے تھے اور ان میں میں بھی ہوتا تھا اور ان کی تحقیقات اور تنقیحات کو گوش گزار کرتا رہتا تھا۔ تا آنکہ حدیث کے معانی کے سمجھنے اور سندوں کی باریکیوں تک رسائی حاصل کرنے میں بفضلہ تعالیٰ ایک قابل اعتماد ملکہ پیدا ہو گیا۔ اس کے بعد رسمی طور سے ان کے بہترین دوستوں، جیسے شاہ محمد عاشق پہلوی اور خواجہ محمد امین ولی اللہی سے بھی اجازت حاصل ہے۔

شاہ محمد عاشق پہلوی شیخ ابو طاہر قدس سرہ اور دوسرے مشائخ حریمین شریفین سے قرأت اور سماعت میں حضرت والد کے شریک رہے ہیں، اور والد ماجد قدس سرہ نے ہندو میں بعض حدیث کی کتابوں، مثلاً مشکوٰۃ اور صحیح بخاری اپنے والد بزرگوار سے پڑھی تھیں، اور بطریق درایت اس علم کو حاصل کیا تھا۔ ان کی سند محمد زاہد کے واسطے سے تاجلال الدین دوانی تک پہنچتی ہے جیسا کہ آپ کی سند حدیث النموذج العلوم کی ابتدا میں نہایت تفصیل سے مذکور ہے۔

میرے والد ماجد کو حاجی محمد افضل سے جو اس ملک کے صاحب السند علماء میں سے تھے اجازت حاصل تھی اور وہ سند موصوف کے رسائل میں مذکور ہے۔ آخر میں حضرت والد ماجد نے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں بڑے بڑے مشائخ حریمین سے اس علم کو تمام و کمال حاصل کیا تھا اور وہاں انہوں نے زیادہ تر استفادہ شیخ ابو طاہر مدنی قدس سرہ سے کیا تھا جو اس علم میں یکتاے روزگار تھے۔ ان پر اور ان کے اسلاف و مشائخ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو،

حسن اتفاق سے شیخ ابوطاہر قدس سرہ کا سلسلہ سند موصوفیاء و عارفین کے واسطے سے شیخ زین الدین زکریا انصاری تک متصل اور مسلسل ہے اور وہ سند متصل یہ ہے کہ موصوف نے علم حدیث کی تحصیل اپنے والد بزرگوار شیخ ابراہیم کردی سے اور انھوں نے شیخ احمد قشاشی سے، انھوں نے شیخ احمد شادوی سے اور انھوں نے اپنے والد شیخ علی بن عبد القدوس شادوی سے کی ہے، نیز موصوف نے شیخ محمد بن ابی الحسن البکری، شیخ محمد بن احمد الرطبی اور شیخ عبد الرحمن بن عبد القادر بن فہد سے بھی استفادہ کیا ہے اور ان تینوں بزرگوں نے نہایت جلیل القدر عارفین اور مشائخ سے کسب کمال کیا ہے اور شیخ علی بن عبد القدوس نے شیخ ابن حجر کی اور شیخ عبد الوہاب شرادوی سے استفادہ کیا اور ان دونوں بزرگوں نے شیخ الاسلام زین الدین زکریا انصاری سے تحصیل کی ہے اور شیخ محمد بن بکری نے اپنے والد عارف باللہ ابوالحسن بکری سے اور انھوں نے زین الدین زکریا سے اسی طرح شیخ محمد بن علی نے اپنے والد سے استفادہ کیا اور انھوں نے زین الدین زکریا سے تحصیل کی ہے، لیکن شیخ عبد القادر بن فہد نے اپنے چچا جابر اللہ بن فہد سے استفادہ کیا اور انھوں نے شیخ جلال الدین سیوطی سے تحصیل کی ہے۔

نیز شیخ ابوطاہر قدس سرہ نے شیخ حسن عجمی سے استفادہ کیا ہے اور شیخ حسن عجمی شیخ عیسیٰ مغربی کے شاگرد تھے اور وہ شیخ محمد بن علاء بطلی کے اور وہ شیخ سالم سنہوری کے شاگرد تھے اور انھوں نے شیخ نجم الدین غیلی سے تحصیل کی ہے اور نجم الدین غیلی نے شیخ الاسلام زین الدین زکریا انصاری سے استفادہ کیا تھا۔ نیز شیخ عیسیٰ مغربی کئی واسطوں سے شیخ جلال الدین سیوطی کے شاگرد ہیں۔ نیز شیخ ابوطاہر نے شیخ احمد غنوی سے جو کہ معظمہ میں بیکتاے زمانہ عالم تھے، استفادہ کیا تھا اور انھوں نے شیخ سلطان مزاحی سے اور انھوں نے شیخ شہاب الدین احمد بن خلیل سبکی سے، انھوں نے شیخ محمد مقدسی سے اور انھوں نے شیخ زین الدین زکریا انصاری سے تحصیل کی تھی۔ نیز شیخ ابوطاہر نے شیخ عبد اللہ بن سالم بصری سے استفادہ کیا تھا اور وہ اگرچہ شیخ احمد غنوی کے ہم عصر ہیں سے تھے مگر انھوں نے شیخ احمد غنوی کے مشائخ سے بھی استفادہ کیا تھا اور شیخ ابوطاہر نے شیخ محمد بن محمد بن سلیمان مغربی سے استفادہ کیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان بزرگوں میں سے ہر ایک دو تین واسطوں سے اس شاخ و شاخ شجرہ اور متعدد طریقوں سے شیخ زین الدین زکریا، شیخ جلال الدین سیوطی، شیخ شمس الدین سخاوی، شیخ عبدالحی سنابلی اور سید کمال الدین محمد بن حمزہ حسینی تک پہنچتا ہے اور ان بزرگوں میں سے

ہر ایک اپنے وقت کا نہایت مستند عالم اور حافظ الحدیث تھا اور اُن کی تصانیف عالم میں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں اور اُن کی سندیں دنیا بھر میں مشہور و معروف ہیں۔ اب بطور نمونہ چند کتابیں تحریر و قلم کی جاتی ہیں اور باقی کی چند در چند اسانید اور بیشتر طریقوں کو حضرت والد ماجد قدس سرہ کی تصنیف کتاب الارشاد الیٰ جہات الاسناد پر چھوڑتے ہیں:

کتاب الموطا۔ والد ماجد نے یہ کتاب بتمام و کمال شیخ محمد وفد اللہؒ کی سے پڑھی ہے اور

(۲۳۵)

انھوں نے اپنے والد شیخ محمد بن محمد بن سلیمان مغربی سے پڑھی ہے اور شیخ ابن سلیمان کی سند

کتاب صلوٰۃ الخلف میں مذکور ہے اور شیخ محمد وفد اللہؒ نے یہ کتاب شیخ حسن عجمی سے اور شیخ عبد اللہ

بن سالم بصری سے بھی پڑھی تھی، اور ان دونوں بزرگوں نے شیخ عیسیٰ مغربی سے اور انھوں نے

شیخ سلطان محمد بن احمد مزاحی سے پڑھی تھی، مزاح بہت شدید زائے منقوطہ مصر کے مصنفات

میں سے ہے اور شیخ سلطان نے شیخ احمد بن غلیل نسکی سے پڑھی ہے، سبک مصر کے مصنفات میں

سے ایک بستی ہے اور شیخ محمد بن محمد بن احمد غیلی سے بھی پڑھی تھی، غیطہ بھی مصر کے مصنفات

میں ایک بستی ہے۔ اور انھوں نے شیخ شرف الدین عبد الحق بن محمد سنباطی سے اور انھوں نے

شیخ ابو محمد حسن بن محمد بن ایوب حسنی التسابہ سے اور انھوں نے اپنے چچا حسن بن ایوب التسابہ سے

(۲۳۶)

(۲۳۷)

اور انھوں نے شیخ ابو عبد اللہ محمد جابر الوادیشی سے، وادیاش مغرب میں ایک شہر کا نام ہے

(۲۳۸)

اور انھوں نے شیخ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن ہارون قرطبی سے، قرطیہ قاف کے پیش اور طائے

(۲۳۹)

جہلم اور حائے موحده کے ساتھ اندلس میں ایک شہر کا نام ہے، اور انھوں نے قاضی ابوالقاسم

شیخ احمد بن یزید قرطبی سے اور انھوں نے شیخ محمد بن عبد الرحمن بن عبد الحق خزرجی قرطبی سے

(۲۴۰)

(۲۴۱)

اور انھوں نے شیخ محمد بن فرج موئی ابن الطلاع سے، اور انھوں نے قاضی ابو الولید یونس

(۲۴۲)

(۲۴۳)

ابن عبد اللہ بن مغیث صفار سے، اور انھوں نے ابو عیسیٰ یحییٰ بن عبد اللہ بن یحییٰ بن یحییٰ سے،

(۲۴۴)

اور انھوں نے اپنے باپ کے چچا عبید اللہ بن یحییٰ سے، اور انھوں نے اپنے باپ یحییٰ بن یحییٰ

(۲۴۵)

(۲۴۶)

(۲۴۷)

لیثی مصمودی اندلسی سے پڑھی تھی جو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نہایت ممتاز شاگرد

میں سے تھے۔ ان ہی کی بدولت سرزمین مغرب میں مالکی مذہب کو خوش قبول حاصل ہوا ہے۔

یحییٰ بن یحییٰ نے یہ کتاب امام مالک سے پڑھی تھی اور وہ صاحب نسخہ ہیں، مصمودہ سرزمین مغرب

میں بزرگ کے ایک قبیلہ کا نام ہے اور اس سند کے علاوہ اس کتاب کی دوسری اسناد بھی ہیں جو کتاب

الارشاد الیٰ جہات الاسناد میں مذکور ہیں، لیکن یہ سند قرأت اور سماع کے اعتبار سے مسلسل

ہے، اس کے برعکس دوسری سندوں میں اکثر جگہ محض اجازت پر اکتفا کیا گیا ہے۔

صحیح البخاری۔ یہ حضرت شیخ ابو طاہر نے اپنے والد شیخ ابراہیم کر دی سے پڑھی ہے اور انھوں نے شیخ احمد قشاشی سے اور انھوں نے شیخ ابو المواہب احمد بن عبد القدوس شنادی سے اور انھوں نے شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن محمد ملی سے اور انھوں نے شیخ الاسلام ابو یحییٰ زکریا بن محمد انصاری سے، اور انھوں نے شیخ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر کنا فی عسقلانی سے جو فتح الباری شریح صحیح بخاری کے مصنف ہیں، اور انھوں نے زین الدین ابراہیم بن احمد تنوخی سے، اور انھوں نے ابو العباس احمد بن ابی طالب التجار یعنی جعفر فوش سے، اور انھوں نے شیخ سراہ الدین حسین بن مبارک حنبلی زبیدی سے، زبیدی میں دریاے شور کے کنارے ایک مشہور شہر کا نام ہے، اور انھوں نے ابو الوقت عبد الاول بن علی ابن شعیب السجری اہروی سے، اور انھوں نے ابو الحسن عبد الرحمن بن مظفر بن محمد بن داؤد الداؤدی سے اور انھوں نے ابو محمد عبد اللہ بن احمد سرخسی سے، اور انھوں نے ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر الغفری سے پڑھی تھی۔

فرز، فار کے زیر آہ کے زبر اور آئے موحده کے سکون کے ساتھ ہے اور یہ بخارا کے مضافات میں ایک گاؤں ہے۔

محمد بن یوسف امام بخاری کے نہایت ممتاز شاگرد ہیں اور بخاری کے نسخہ کی شہرت ان ہی کی بدولت ہے اور موصوف صاحب کتاب امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردبہ الجعفی البخاری (جعفی کی نسبت و طار کی نسبت ہے) سے۔

بمردزہ، آئے موحده کے زیر آہ ہمل کے سکون اور دال ہمل کے زیر نیز آئے منقوطہ کے سکون اور آئے موحده کے زبر کے ساتھ ہے اور اس کے آخر میں آہ ہے۔ قدیم پہلوی لغت میں اس کے معنی کا زندہ اور کسان کے ہیں۔

جعفی، جیم کے پیش اور عین ہمل کے سکون اور فار کے ساتھ ہے۔

ساح کے اعتبار سے یہ سند بھی مسلسل ہے۔

صحیح مسلم۔ حضرت شیخ ابو طاہر نے یہ کتاب اپنے والد بزرگوار شیخ ابراہیم سے پڑھی اور انھوں نے شیخ سلطان مزاحی سے اور انھوں نے شیخ شہاب الدین احمد بن غلیل سکی سے اور انھوں نے نجم الدین غیلی سے اور انھوں نے شیخ زین الدین زکریا سے اور انھوں نے شیخ ابن حجر

- عسقلانی سے اور انھوں نے شیخ صلاح بن ابی عمر مقدسی سے اور انھوں نے شیخ فخر الدین ابو الحسن علی بن احمد بن عبد الواحد مقدسی سے جو ابن البخاری کے لقب سے مشہور ہیں اور انھوں نے شیخ ابو الحسن محمد بن محمد طوسی سے اور انھوں نے فقیہ الحرم ابو عبد اللہ محمد بن فضل بن احمد الفراء سے اور انھوں نے امام ابو الحسین محمد بن محمد الفارسی سے اور انھوں نے ابو احمد محمد بن عیسیٰ الجلودی نیشاپوری سے اور انھوں نے ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن سفیان الفقیہ الجلودی سے یہ جلودی کی طرف نسبت ہے جو جلد کی جمع ہے چونکہ وہ نیشاپور میں چمڑے والوں کی گلی میں رہا کرتے تھے، انھوں نے خود مؤلف کتاب ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیابوری سے پڑھی تھی۔ (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳)
- سنن ابی داؤد۔ شیخ ابوطاہر کردی نے اس کو شیخ حسن عجمی سے پڑھا اور انھوں نے شیخ عیسیٰ مغربی سے اور انھوں نے شیخ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی سے اور انھوں نے بدر الدین حسن کرخی سے جو مسند الوقت تھے پڑھی تھی اور انھوں نے حافظ ابو الفضل جلال الدین سیوطی سے اور انھوں نے شیخ محمد بن قبل حلبی سے اور انھوں نے شیخ صلاح بن ابی عمر مقدسی سے اور انھوں نے ابو الحسن فخر الدین علی بن محمد بن احمد بن البخاری سے اور انھوں نے مسند الوقت ابو حفص عمر بن محمد بن طبرزد بغدادی سے اور انھوں نے دو بزرگوں ابراہیم بن محمد بن منصور کرخی اور ابو الفتح مفلح بن احمد بن محمد دومی سے جو دومنہ الجندل کی طرف منسوب ہیں اور وہ اس جگہ کا نام ہے جو شام اور عراق کے درمیان حد فاصل ہے، اسی جگہ تحکیم کا واقعہ پیش آیا تھا۔ (۲۷۴) (۲۷۵)
- ان دونوں بزرگوں نے حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی سے جو تاریخ بغداد کے مصنف ہیں اور علم حدیث میں بے شمار کتابوں کے مصنف ہیں، پڑھی تھی، اور انھوں نے ابو عمر قاسم بن جعفر بن عبد الواحد ہاشمی سے اور انھوں نے ابو علی محمد بن نووی سے اور انھوں نے مصنف کتاب امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی سے پڑھی تھی۔ (۲۷۶) (۲۷۷)
- جامع ترمذی۔ یہ کتاب شیخ ابوطاہر کردی نے شیخ محمد ابراہیم کردی سے پڑھی اور انھوں نے شیخ سلطان مزارعی سے اور انھوں نے شیخ شہاب الدین احمد بن حنبل سبکی سے اور انھوں نے شیخ نجم الدین محمد غیلی سے اور انھوں نے شیخ زین الدین زکریا بن محمد انصاری سے اور انھوں نے شیخ عزیز الدین عبد الرحیم بن محمد بن الغرات القاهری الحنفی سے اور انھوں نے محمد بن ابی الحسن المرانی سے پڑھی۔ مراغہ میں کے زہر سے، ایران میں ایک شہر ہے، اور انھوں نے شیخ فخر الدین ابن البخاری سے انھوں نے شیخ عمرو بن طبرزد بغدادی سے اور انھوں نے شیخ ابو الفتح عبد الملک بن عبد اللہ بن ابی سہل (۲۷۸) (۲۷۹)

کروخی سے پڑھی، کر و خ، کف کے زبر اور رائے جملہ مخففہ کے ساتھ نواح ہرات میں ایک شہر ہے اور یہ شیخ ابو الفتح صاحب نسخہ ترمذی ہیں اور انھوں نے قاضی ابوعامر محمود بن القاسم (۲۸۷) ابن محمد ازدی سے اور انھوں نے شیخ ابو محمد عبد الجبار بن محمد بن عبد اللہ بن ابی الجراح المروزی (۲۸۸) سے، یہ مرو شاہجہان کی طرف نسبت ہے جو خراسان میں ایک مشہور شہر ہے اور انھوں نے — ابو العباس محمد بن محبوب المجوبی المروزی سے اور انھوں نے صاحب کتاب ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ (۲۸۹) ابن سورۃ بن موسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی تھی۔

سنن نسائی۔ شیخ ابو طاهر نے شیخ ابراہیم کردی سے پڑھی ہے اور انھوں نے شیخ احمد قشاشی سے اور انھوں نے شیخ احمد بن علی بن عبد القدوس شادوی سے اور انھوں نے شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن محمد رملی سے اور انھوں نے شیخ زین الدین زکریا سے اور انھوں نے شیخ عزیز الدین عبد الرحیم بن محمد بن الفرات سے اور انھوں نے عمر بن ابی الحسن المراغی سے اور انھوں نے فخر الدین ابن البخاری سے اور انھوں نے ابوالکرام احمد بن محمد اللہان (یہ امین بن بنا والے کی طرف نسبت ہے) سے اور انھوں نے ابو علی حسن بن احمد الحمداسے اور انھوں نے قاضی ابولضر احمد بن الحسین الکسار سے اور انھوں نے حافظ ابوبکر سے جو ابن التنی کے نام سے مشہور ہیں، یعنی احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری سے جو نہایت بلند پایہ محدثین میں سے ہیں اور کتاب المجالۃ الدینوری ان ہی کی تصنیف ہے، موصوف نے مصنف کتاب حافظ ابو عبد الرحمن (۲۹۵) احمد بن شعیب بن علی النسائی سے پڑھی تھی۔ یہ نساء کی طرف منسوب ہیں جو خراسان میں ابورد کے قریب ایک مشہور شہر ہے۔

سنن ابن ماجہ۔ شیخ زین الدین زکریا تک اس کی دہی سند ہے جو سنن نسائی میں بیان ہوئی ہے۔ انھوں نے شیخ ابن حجر عسقلانی سے پڑھی اور انھوں نے ابوالحسن علی بن ابی المجد دمشق سے اور انھوں نے ابو العباس حمار سے اور انھوں نے انجب بن ابی السعادات سے، اور انھوں نے ابوزرعہ طاہر بن طاہر مقدسی سے اور فقیہ ابی منصور محمد بن حسین بن احمد مقومی قزوینی سے اور انھوں نے ابوطاہر قاسم بن المنذر الخطیب سے اور انھوں نے ابوالحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ بن بھر قفطان سے اور انھوں نے خود مؤلف کتاب ابو عبد اللہ محمد بن یزید سے جو ابن ماجہ قزوینی کے نام سے مشہور ہیں، سے پڑھی تھی۔

قزوین، قات کے زبر اور زائے منقوطہ کے سکون کے ساتھ عراق عجم میں ایک مشہور شہر ہے

اور مابہ ابو عبد اللہ کے والد کا لقب ہے، اُن کے دادا کا لقب نہیں ہے اور نہ اُن کی والدہ کا نام ہے اور اس کو جیم کی تخفیف کے ساتھ پڑھنا چاہئے تشدید کے ساتھ درست نہیں، اس میں بڑی غلطیاں ہوئی ہیں۔

مشکوٰۃ المصابیح یہ شیخ ابوطاہر کر دی نے شیخ ابراہیم کر دی سے پڑھی ہے، انھوں نے شیخ احمد قشاشی سے اور انھوں نے شیخ احمد بن عبد القدوس شنادی سے اور انھوں نے سید غضنفر بن سید جعفر نہروانی سے اور انھوں نے شیخ محمد سعید عرف حیرکالا سے جو اپنے وقت میں شیخ مکہ تھے پڑھی تھی، اور انھوں نے سید نسیم الدین میرک شاہ سے اور انھوں نے اپنے والد بزرگوار سید جمال الدین عطار اللہ بن سید غیاث الدین فضل اللہ بن سید عبد الرحمن سے اور انھوں نے اپنے مائی مرتبت چچا سید امیل الدین عبد اللہ بن عبد الرحمن بن عبد اللطیف بن جلال الدین بکھی شیرازی حسینی سے اور انھوں نے مسند وقت اور محدث عصر شرف الدین عبد الرحمن بن عبد الکریم الجرجی الصدیقی سے اور انھوں نے علامہ عصر امام الدین علی بن برک شاہ سادہی صدیقی سے اور انھوں نے خود مولف کتاب دلی الدین محمد بن عبد اللہ بن طلیب تبریزی سے پڑھی۔

حسن حصین شیخ ابوطاہر نے شیخ ابراہیم کر دی سے پڑھی اور انھوں نے شیخ احمد قشاشی سے اور انھوں نے شیخ احمد بن عبد القدوس شنادی سے اور انھوں نے شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن محمد رملی سے اور انھوں نے شیخ زین الدین زکریا انصاری سے اور انھوں نے حافظ وقت تقی الدین محمد بن محمد بن فہد ہاشمی کئی سے اور انھوں نے خود مصنف کتاب ابو الخیر محمد بن محمد بن محمد الجرجی الشافعی سے پڑھی تھی، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی برکتیں ہم کو بھی نصیب فرمائے، آمین۔

خاتمہ

واضح رہے کہ حدیث کے موضوع ہونے اور راوی کے جھوٹے ہونے کی چند علامتیں ہیں (۱) تاریخ مشہور کے خلاف روایت کرے، مثلاً یہ کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین میں ایسا کہا۔ حالانکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہمہ خلافت میں وفات پا چکے تھے۔ یہ شعر بھی اسی نوعیت کا ہے،

درجہ چوں معاویہ بگریخت خون خلقے بے بہیدہ رخت

جنگ جمل میں جب حضرت معاویہ بھاگ گئے۔ تو بہت سی غلوک کا خون بے کار ہوا۔

اس قسم کی من گھڑت حدیثیں ادنیٰ تا اعلیٰ اور ذرا سی تاریخی جستجو سے پہچانی جاسکتی ہیں۔

(۲) راوی رافضی ہو اور وہ صحابہؓ پر طعن کے متعلق حدیث بیان کرے، یا نا اطمینان ہو اور

اہلبیت پر طعن کے سلسلہ میں حدیث روایت کرے، اور اسی طرح اور مثالیں ہیں لیکن یہاں یہ بات بھی لحاظ کے قابل ہے کہ اگر راوی روایت میں منفر د ہے تو اس کی حدیث کا کوئی اعتبار نہیں البتہ اگر دوسرے بھی وہی روایت کرتے ہیں تو اس کی حدیث کو قبول کرنا چاہئے اور اس حدیث کی معقول توجیہ اور تاویل پر غور کرنا چاہئے۔

(۳) راوی ایسی بات روایت کرے جس کا جاننا اور اس پر عمل کرنا ہر مکلف پر فرض ہو اور وہ

روایت میں منفر د ہو تو یہ حدیث کے جعلی اور راوی کے جھوٹے ہونے کا بڑا قرینہ ہے۔

(۴) وقت اور حالت ہی راوی کے جھوٹے ہونے کا قرینہ ہو، جیسے خیانت بن عیون کا واقعہ

ہے کہ وہ ہمدی خلیفہ عباسی کی مجلس میں حاضر ہوا اور وہ اس وقت کیوتر اڑانے میں مشغول تھا اس نے یہ دیکھ کر فوراً یہ حدیث بیان کی:

لَا سَبَقَ إِلَّا فِي حَيْثُ أَوْ فَعَلِ أَوْ حَافِرٍ أَوْ جَنَاحٍ یعنی بازی جائز نہیں مگر اُونٹ، تیر، گھوڑے

اور پہنڈہ میں۔

اس نے مصنف ہمدی کی خوشامد میں جناب "کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا۔

(۵) روایت عقل و شرع کے مقتضی کے خلاف ہو اور قواعد شرعیہ اس کی تکذیب کریں،

جیسے قضائے عمری یا اسی جیسی باتیں، جیسے روایت کرتے ہیں،

لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ يَوْمَ تَذْبَحُوا۔ جب تک خربوزے کو تراش نہ لو، نہ کھاؤ۔

(۶) حدیث میں ایسا حسی واقعی قصہ نہ ہو کہ اگر فی الواقع وہ پایا جاتا تو ہزاروں

آدمی اس کو قتل کرتے، مثال کے طور پر ایک شخص روایت کرتا ہے کہ آج ہر جمعہ خطیب کو برسر منبر قتل کر ڈالا اور اس کی کمال کینچلی، اور اس واقعہ کا راوی اس روایت میں منفر د

اور تنہا ہے اور دوسرا کوئی راوی نہیں۔

(۷) لفظ اور معنی کا رکیک ہونا، مثلاً ایسے لفظ سے روایت کرے جو بلحاظ قواعد عربیہ

درست نہ ہو یا اس کے معنی رسالت اور وقار نبوت کے مناسب نہ ہوں۔

۸) صغیرہ گناہ سے ڈرانے میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا گیا ہو، یا تھوڑے سے عمل پر حد سے

زیادہ ثواب کا مستحق قرار دیا گیا ہو، جیسا کہ کہا گیا ہے:

مَنْ صَلَّاهُ رَكْعَتَيْنِ فَلَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ دَارٍ وَ
فِي كُلِّ دَارٍ سَبْعُونَ أَلْفَ بَيْتٍ وَفِي كُلِّ
بَيْتٍ سَبْعُونَ أَلْفَ سَرِيرٍ وَ عَلَى كُلِّ سَرِيرٍ سَبْعُونَ
أَلْفَ جَارِيَةٍ۔

جس نے دو رکعت نماز پڑھی اس کے لئے ستر
ہزار مکان ہیں اور ہر مکان میں ستر ہزار کمرے
ہیں اور ہر کمرے میں ستر ہزار تخت ہیں اور
ہر تخت پر ستر ہزار لونڈیاں ہیں۔

اس قسم کی حدیثیں خواہ ثواب کے متعلق ہوں یا عذاب کے انھیں جعلی اور موضوع سمجھنا چاہئے
(۹) ذرا سے عمل اور معمولی سے کام پر ج و عمرہ کے ثواب کی اُمید دلانا۔

۱۰) خیر کے کام کرنے والوں کو یہ خوشخبری دینا اور اُن سے یہ وعدہ کرنا کہ انھیں انبیاء علیہم السلام
کا سا ثواب ملے گا، یا یہ کہے کہ ستر بیویوں کا سا ثواب ملے گا، یا اسی قسم کی بہت سی باتیں کرنا۔

(۱۱) راوی نے حدیث کے وضع کرنے کا خود اقرار کیا ہو جس طرح نوح علیہ السلام ابی عصمہ کے ساتھ

واقعہ پیش آیا ہے کہ اس نے قرآن کی ہر ایک سورت کی فضیلت میں حدیثیں گھڑیں اور انھیں رواج اور

شہرت دی ہے جیسا کہ بیضاویؒ میں ہر سورت کے آخر میں اس کے فضائل کو بیان کیا ہے۔ جب نوح

ہیں ابی عصمہ کو کپڑا اور صحبت سند کے بارے میں اُس سے پوچھا گیا تو اس نے استخفاف کیا کہ ان حدیثوں

کے وضع کرنے سے میری نیت خیر کی تھی کیونکہ میں نے جب یہ دیکھا کہ قرآن کو سمجھ کر لوگ تار بیج،

تفسیر اور ابو حنیفہؒ کی فقہ میں مشغول ہیں تو لوگوں کو ترغیب دینے کی غرض سے میں نے ان حدیثوں

کو گھڑا تاکہ علوم قرآن کی طرف ان کا رجحان بڑھے اور ثواب کے اعتقاد سے تلاوت قرآن اور اُس کے درس

میں مشغول ہوں۔ حالانکہ اس کا یہ حذر گناہ سے بھی بدتر تھا، کیوں کہ فضائل قرآن میں جو صحیح حدیثیں

وارد ہیں ترغیب کے لئے وہی کافی ہیں۔ اسی طرح تمباکو، حقہ اور قہوہ کے متعلق بہت سی حدیثیں

گھڑی گئی ہیں، جن کے الفاظ اور معنی کی رکاکت ظاہر اور آشکار ہے۔ حدیثیں وضع کرنے والے کچھ

کم نہیں ہوئے ہیں اور اسی طرح اُن کی اغراض بھی مختلف تھیں، مثلاً زندقہ کی کافروں، ان کے

پیش نظر محض شریعت کو باطل قرار دینا اور اس کا مذاق اڑانا تھا، چنانچہ ابن الرانندی نے یہ

حدیث گھڑی تھی:

الْبَاؤُ نَحْجَانِ لِمَا أَكَلَ لَدَّ۔

بیگن سے غرض یہ ہے کہ اُس کو کھایا جائے۔

اور اس سے اُس کی غرض محض شریعت کا مذاق اڑانا، اور دراصل اس حدیث،

الْعُسْرُ اَنْ يَلْتَا قَرِيْلَهُ وَاَنْ زَمَزَمَ لَهَا
قرآن اسی لئے ہے کہ اُس کو پڑھا جائے اور
آپ زمرم اسی لئے ہے کہ اُس کو پیا جائے۔

پر تعریف کرنا ہے، اہل علم نے کہا ہے کہ زندیقوں کی چودہ ہزار حدیثیں مشہور ہو چکی ہیں۔ یہ اہل
بدعت اور خواہشات کے بندے محض اپنے مذہب کی نفرت اور مخالفانہ مذہب پر طعن کرنے
کے لئے اس عمل کے مرتکب ہوئے ہیں۔ (در افضی، ناصبی اور کرامیہ تو اس عمل میں سب پر
سبقت لے گئے ہیں، خارجی، معتزلہ اور زیدیہ تو پھر بھی اس امر قبیح کے اس قدر مرتکب نہیں
ہوئے ہیں۔)

اہل علم کی ایک جماعت جو علم حدیث سے منہ نہیں رکھتی تھی، اُس نے جب یہ دیکھا کہ
حدیث کو نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اُن کی بڑی تعظیم کی جاتی ہے تو چاہا کہ خود بھی
حدیث بن جائیں اس لئے یہ نازیبا اور ناشائستہ عمل اختیار کیا، جیسے ابوالجہتمی، وہب بن وہب
القاسم، سلیمان بن عمرو الغنوی، حسین بن علوان، اور اسحاق بن نجیح وغیرہ اور اس جماعت کے بیشتر
علماء وعظما و نصیحت میں مشغول رہے۔

ایک اور فرقہ جو زہد و عبادت اور دیانت میں مشہور تھا، اُنہوں نے خواب میں یا کسی معاملہ
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا امت سے اظہار سے کوئی بات سنی، تو اُنہوں نے اپنے خواب یا
معاملہ پر یقین اور اعتماد کرتے ہوئے اُس بات کو مبہم روایت کر دیا اور لوگوں نے یہ سمجھا کہ
یہ واقعی حدیث ہے جو ازراہ ظاہر ان تک پہنچی ہے، چنانچہ ابو عبد الرحمنؓ اور دوسرے
صوفیوں کو جو حدیث کا ذوق نہ رکھتے تھے، اسی عیب سے متہم کیا گیا ہے اور ان کی روایت کو
ناقابل اعتبار قرار دیا گیا ہے۔

دوسرا فرقہ خلفاء، ملوک اور اُمراء کے اُن معاصین کا ہے جنہوں نے محض اُن کی
دلجوئی کے لئے حدیثیں گھڑیں اور دین کو دُنیا کے بدلے بیچا۔

ایک فرقہ نے بغیر ارادہ بھی حدیثیں وضع کی ہیں، جس کی صورت یہ ہوئی کہ اُنہوں نے
غفلت اور توہم کی وجہ سے کسی صاحب تجربہ شخص یا صوفی یا حکمائے سابقین میں سے کسی حکیم
کا کوئی کلام سنا اور اس کو پیغمبر علیہ السلام سے منسوب کر دیا۔ صرف اس خیال سے کہ ایسا حکیم
کلام اور ایسی حکمت کی بات پیغمبر علیہ السلام کے سوا اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔ اس فرقہ کی
کوئی حد و نہایت نہیں ہے، اکثر عوام اسی مرض میں مبتلا ہیں، اور اللہ ہی توفیق دینے والا

(۳۳۰)

(۳۳۱)

(۳۳۲)

(۳۳۳)

(۳۳۴)

(۳۳۵)

اور بچانے والا ہے۔

اب اس رسالہ میں جو کچھ ذکر ہوا ہے وہ بطور نمونہ کافی ہے، ورنہ ان مطالب کی تفصیل کے لئے تو ایک دفتر درکار ہے اور بفضلہ تعالیٰ اس علم کی اکثر ضروریات ہر طرف اور ہر ملک میں پائی جاتی ہیں، لیکن صحیح و سقیم میں تمیز، ذہن کی استقامت، طبیعت کی سلامتی نیز خطا کی طرف مائل نہ ہونا اور آدمی تنبیہ سے راہِ ثواب کو اختیار کرنا، ایک بڑی نعمت ہے۔ حق تعالیٰ ہم کو اور ہر موصوف کو ان امور سے بہرہ مند فرمائے ورنہ علم اور موادِ علم بہت ہے اور جو کمیاب ہیں وہ بھی امور ہیں۔ شعر:

چہ خوش گفت دانا کہ دانش بے است

و لیکن پر آگندہ باہر کسے است

کسی عقلمند نے کیا خوب کہا ہے کہ علم بہت ہے۔ لیکن ہر ایک کے پاس الگ الگ پھیلا ہوا ہے۔



فوائد جامعہ

(۱)

شاہ عبد العزیز نے اس رسالہ کا کوئی اور نام تو تجویز نہیں کیا، لیکن موصوف کے انہی الفاظ
 ”اس رسالہ ایست رائے دجلہ ایست نافعہ“
 نے رسالہ مذکورہ کو ”عجلہ نافعہ“ کے نام سے زبان زدِ خاص و عام کر دیا ہے۔

(۲)

سید قمر الدین حسینی کا آبائی وطن سوئی پت تھا۔ اُنھوں نے دہلی میں آکر پڑھا، علوم عقلیہ
 اور نقلیہ کی تعلیم شاہ عبد القادر اور شاہ رفیع الدین سے پائی، حدیث کی تکمیل شاہ عبد العزیز
 کے حلقہ درس میں کی اور انہی سے روایت حدیث کی سند حاصل کی، ایک زمانہ تک موصوف
 کی صحبت میں رہ کر بہت کچھ استفادہ کیا۔ اذکار و اشغال کی تعلیم و تلقین شاہ فخر الدین بن نظام الدین
 دہلوی پائی اور دہلی ہی میں سکونت اختیار کر لی، شعر و سخن کا مذاق بھی خوب تھا اور نہایت پُرگو
 شاعر تھے، اخیر زمانے میں دہلی سے لکھنؤ آ گئے یہاں بھی کچھ زیادہ قیام نہ رہا، حیدر آباد وکن
 چلے گئے، وکن میں چند و لعل نے ان کی بڑی قدر کی اور بڑے بڑے انعامات سے سرفراز کیا۔ اخیر
 عمر میں قدرے تشیع کی طرف میلان ہو گیا تھا، سن ۱۲۸۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

ایک لاکھ سوچاس ہزار اشعار کا ایک دیوان یادگار چھوڑا ہے، حالات کے لئے ملاحظہ ہو:
 ”نہجۃ الخواطر“ از مولانا عبدالحی لکھنوی، مطبوعہ حیدر آباد، دکن ۱۲۹۹ھ ج ۱، ص ۳۹۰۔

(۳)

اس حدیث کی تخریج حافظ ابن ابی الدنیا اور امام طبرانی وغیرہ نے کی ہے مگر ان کے الفاظ
 میں تھوڑا سا فرق ہے۔ حافظ ابن رجب حنبلی المتوفی ۷۴۰ھ لطائف المعارف فیما لمواسم العامین
 الذمات (طبع قاہرہ ۱۹۲۲ھ ص ۸) میں رقمطراز ہیں:

وقد اخرج ابن ابی الدنیاء الطبرانی وغیرہما
 من حدیث ابی ہریرۃ (رضی اللہ عنہ)
 مرفوعاً اطلبوا الخیر دہرکم وتمر من النعمات
 رحمتہ وکم فان اللہ نعمات من رحمۃ یغیب
 بہا من یشاء من عبادہ وسلوا اللہ ان یستر
 عوراتکم وقلوبکم وفی ردایہ
 للطبرانی من حدیث محمد بن سلیم مرفوعاً ان اللہ
 فی ایام الدر نعمات فتعرفوا بہا فاعمل احدکم
 ان تعصیہ ففخۃ فلا یشتقی بعدوا ابداً۔
 اور ابن ابی الدنیاء اور طبرانی وغیرہ نے یہ حدیث
 ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مرفوعاً
 نقل کیا ہے کہ تم اپنے زمانے میں خیر طلب
 کرو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ہواؤں کو لے لو،
 کیونکہ اللہ کی رحمت کی ہوائیں اس کے بندوں
 میں ان کو پہنچتی ہیں جن کو وہ چاہتا ہے اور
 اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرو کہ وہ تمہارے محبوب
 کی پردہ پوشی فرمائے اور تم کو خوف کی چیزوں سے
 اس نصیب فرمائے۔ طبرانی کی روایت جو محمد بن
 سے مرفوعاً آئی ہے اس میں یہ ہے کہ تمہارے پروردگار
 کی طرف سے ہر زمانے میں رحمت کی ہوائیں چلتی رہتی ہیں، ان کو لیا کرو کیونکہ تم میں سے جن کو وہ
 ہوا پہنچے گی وہ اُس کے بعد کبھی بد نصیب نہیں رہے گا۔

(۴)

اسی لئے نقاد حدیث کو صیر فی الحدیث کہتے ہیں۔ امام ائمشؒ المتوفی ۱۶۸ھ ابراہیم نخعیؒ کو
 صیر فی الحدیث کہتے تھے۔ ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری المتوفی ۴۰۸ھ معرفۃ علوم الحدیث،
 (طبع قاہرہ ص ۱۲) میں لکھتے ہیں:

قال کان ابراہیم صیر فی الحدیث فقلت
 اذا سمعت الحدیث من بعض اصحابنا اتینہ
 فعرضہ علیہ۔
 ائمشؒ نے فرمایا ہے، ابراہیم نخعیؒ حدیث کے صیر
 تھے جب میں اپنے اساتذوں سے کوئی حدیث سنتا
 تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اسے ان
 کے سامنے پیش کرتا تھا۔

حافظ ابن رجب حنبلی جامع العلوم والحکم فی شرح اربعین حدیثا من جوامع الکلم (طبع قاہرہ
 ۱۹۲۷ھ ص ۲۴) میں لکھتے ہیں:

قال عمر بن قیس یغنی لصاحب الحدیث ان
 یکون صیر فی الحدیث الذی ینعتہ الدرم
 الزائف والہرہ وکذا الحدیث وقیل لعلہ
 عمر بن قیسؒ فرماتے ہیں محدث کو قرآن کی طرح
 سے ہونا چاہیے جو گھولے اور کھرے درمیں
 کو پرکھ لیتا ہے، اسی طرح وہ بھی حدیث کو

ابن ہدی ایک قول للشیخ ہذا الصبح و ہذا المذہب
فمن قول ذلک ، فقال ارأیت لو ایت
الناقد فادیتہ در اہمک فقال ہذا جید و ہذا
بہرہ ، اکننت تسأل عن ذلک او تسلم الامر
الیہ ؟
فقال لا ، بل کنتم اسلم الامر الیہ
فقال ہذا کذا لک طول المجادلۃ المنا
والجبرۃ۔
کبھی اس سے بھی اس کے متعلق پوچھتے ہو ، یا
معاظ الامی پر چھوڑ دیتے ہو ؟ انہوں نے کہا :
نہیں پوچھتا ، بلکہ اسی پر چھوڑ دیتا ہوں۔ عبد الرحمن بن ہدی نے فرمایا : یہ فن بھی ایسا ہی فنی و
زمانہ کی بحث و تکرار اور جہارت سے یہ بات پیدا ہو جاتی ہے۔

(۵)

ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم نے معرفۃ علوم الحدیث (ص ۱۶) میں اپنی سند سے حضرت
باقر کا یہ مقولہ حسب ذیل الفاظ میں نقل کیا ہے :
من فقہ الرجل بصرہ بالحدیث۔
مرد مومن کے سمجھ کی بات یہ ہے کہ اس کو حدیث
میں بصیرت حاصل ہو۔

(۶)

واضح رہے ”باید دانستہ“ سے شاہ ولی اللہؒ کی جو عبارت ہے وہ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ
و اسانید دار ثی رسول اللہؐ کی قسم دوم میں موجود ہے۔ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہؐ کے تین حصے ہیں
پہلے حصہ میں سلاسل تصوف کا بیان ہے ، یہ حصہ طبع ہو چکا ہے ، دوسرے میں اسانید کتب حدیث
کا تذکرہ ہے اور تیسرے میں فقر کی سندوں کا ذکر ہے ، دوسرا اور تیسرا حصہ ابھی شائع نہیں ہوا
ہے ہمارے مطالعے سے اس کے تینوں حصے گزر چکے ہیں اس کا ایک قلمی نسخہ برادر محترم مولانا عبد اللہ
صاحب نعمانی کے پاس ہے ، جس کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ شاہ اسماعیل شہیدؒ کے فرزند عمرؒ کے نسخے
سے منقول ہے۔ اب اس کو مولانا اعطاء اللہ حنیف بھوجپانی مکتبہ سلفیہ سے شائع کر رہے ہیں۔

(۷)

محدثین کی اصطلاح میں صحیح وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی عادل اور کامل القبط ہوں، اس کی سند متصل ہو، شاذ اور معطل نہ ہو۔
اس کی دو قسمیں ہیں: صحیح لذاتہ اور صحیح لغيرہ۔

(۸)

حسی وہ حدیث ہے جس کے راویوں میں ضبط ناقص ہو اور بقیہ تمام شرطیں صحیح کی اس میں موجود ہوں۔

(۹)

شرائط صحت و حسن میں سے کسی شرط کے نہ پائے جانے کا نام ضعف ہے اور جس حدیث میں شرائط صحت و حسن نہیں پائے جاتے وہ حدیث ضعیف کہلاتی ہے۔

(۱۰)

غزابت اس کا نام ہے کہ صحابی، تابعی اور تبع تابعی راویوں میں سے سند میں کہیں نہ کہیں صرف ایک راوی رہ جائے، ایسی حدیث کو غریب کہتے ہیں۔

(۱۱)

ملت وہ نقصان ہے جو صحت حدیث میں ضرر کا باعث ہوتا ہے، جس حدیث میں ایسی علت خفیہ موجود ہے جو باعث نقصان ہے، اس کو معطل کہتے ہیں۔

(۱۲)

شدوذ کسی امر میں اپنے سے زیادہ ثقہ کی مخالفت کا نام ہے، ایسی حدیث جس کا راوی ثقہ ہو مگر وہ ایسی جماعت کی جو اس سے زیادہ ثقہ ہے مخالفت کرتا ہو، اس کو شاذ کہتے ہیں، گویا حافظ کی کمی کو شدوذ سے تعبیر کرتے ہیں۔

(۱۳)

حافظ الحدیث قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ یحییٰ المتوفی ۵۴۷ھ کی اس کتاب کا پورا نام "مشارق الانوار فی امتحان صحیح الآثار" ہے۔

اس کتاب میں موصوف نے مولانا امام مالک، صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثوں کے منعلق اور شکل الفاظ کی تشریح کی ہے، ان کے معنی بتائے ہیں، راویوں کے نام کو ضبط کیا ہے، ان کے

ادام اور تصحیفات کی نشاندہی کی ہے۔ ابن خلکان المتوفی ۶۸۱ھ کا بیان ہے :

جو کتاب مفید جدا فی تفسیر الحدیث المنقذ
یہ کتاب حدیث کی تشریح میں نہایت مفید
بالصراح الثلاثہ وہی الموطا و البخاری
ہے خالص ترین صحیح کتابوں کی حدیثوں کا مجموعہ
میں جو موطا، بخاری اور مسلم کے نام سے
مشہور ہیں۔

ابن فرحون مالکی الدیباج المذہب (طبع قاہرہ ۱۳۵۸ھ ص ۱۰۰) میں لکھتے ہیں :
کتاب مشارق الانوار فی تفسیر غریب حدیث
کتاب مشارق الانوار، موطا، بخاری
الموطا و البخاری و مسلم و ضبط الالفاظ
اور مسلم کے مشکل الفاظ کی تفسیر ان کے
والتنبیہ علی مواضع الادام و التصحیفات
ضبط، ادام اور تصحیفات کے مواقع پر
و ضبط اسماء الرجال و جو کتاب لو کتب
تنبیہ و توضیح اور اسماء رجال کے ضبط
میں ہے یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اگر اس کو
بالذہب او وزن بالجوہر کان قلیلاً۔
آپ زر سے لکھیں یا جوہر سے تولیں تو بھی
کم ہے۔

نواب صدیق حسن خاں اتحاد النبلاء (ص ۱۲۷) — مطبع نظامی کانپور ۱۲۸۸ھ میں

رقمطراز ہیں :

کتاب جلیل القدر است بنایت نافع و
ایک جلیل القدر نفع بخش اور کار آمد کتاب
مفید و در حق دے گفتہ اند کہ اگر آپ
ہے اور اسی کے بارے میں کہا ہے کہ اگر آپ
زر نویند و بجوہر وزن کنند حق ادا نہی
زر سے لکھیں اور جوہر سے تولیں تو بھی اس
کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

قاضی عیاض کی یہ کتاب پہلی مرتبہ ۳۲۸ھ میں فاس سے دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی پھر
مطبعتہ التعاودہ مصر سے ۳۳۵ھ میں اس کی پہلی جلد شائع ہو کر رہ گئی۔ محدثین نے اس کتاب کا اختصار
بھی کیا اور قاضی عیاض کی بعض فروگزاشتوں پر تنبیہ بھی کی ہے، حاجی خلیفہ کشف الظنون
میں رقمطراز ہیں :

حافظ ابن قرقول ابواسحاق ابراہیم الحمیری المتوفی ۵۶۹ھ نے اس کا اختصار اور اس پر
اضافہ کیا ہے اس کا نام "مطالع الانوار علی صحاح الآثار" ہے۔ پھر علامہ شمس الدین محمد

ابن محمد مصطفیٰ المتوفی ۱۲۵۷ھ اس کو نظم کا جامہ پہنایا اور ابن قرقول کے اوہام و اغلاط کی نشاندہی کی اور بعض افسانے بھی کہے ہیں۔ (یہ دونوں کتابیں اب تک شائع نہیں ہوئی ہیں)۔

(۱۴)

حسن بن محمد صفائی لاہوری المتوفی ۱۲۵۷ھ کی کتاب کا پورا نام » مشارق الانوار النبویۃ من معارج الاخبار المصطفویۃ « ہے۔ یہ صحیحین کی صرف قولی حدیثوں کا مجموعہ ہے جو عوام اہل نحو پر مرتب ہے اس میں قصوں اور سندوں کو حذف کر دیا ہے۔ یہ کتاب سب سے پہلے ہندوستان میں مولانا خرم علی بلہوری المتوفی ۱۲۵۷ھ کے ترجمہ اور شرح کے ساتھ لکھنؤ سے ۱۲۵۲ھ میں شائع ہوئی تھی اور اس کتاب کا تین مطبعہ رشاد یہ آستانہ سے ۱۳۳۹ھ میں شائع ہوا تھا۔ عبداللطیف المودت بابن الملک المتوفی ۱۲۹۹ھ کی شرح مبارق الازہار فی شرح مشارق الانوار بھی آستانہ سے ۱۳۷۵ھ میں دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ موصوف کے حالات کے لئے دیکھو معارف اعظم گڑھ ۱۹۵۹ء، اس میں موصوف کے حالات پر راقم سطور کا نہایت مبسوط مقالہ بالاقساط شائع ہو چکا ہے۔

(۱۵)

داغ رہے بھٹی کے دادا کا نام بھٹی نہیں ہے بلکہ دادا کے دادا کا نام بھٹی ہے۔ سلسلہ نسب

یہ ہے :

بھٹی بن بھٹی بن بکیر بن عبد الرحمن بن بھٹی بن حماد تمیمی خنظلی نیشاپوری۔ ان کی کنیت ابو زکریا ہے ۱۲۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔ امام مالک اور ان کے ہمعصر محدثین سے حدیثوں کا سماع کیا، نہایت ثقہ اور صدوق ہیں، حفاظ حدیث میں ان کا شمار ہے۔ موصوف نے مولانا کا سماع امام مالک سے کس طرح کیا تھا اس کا اندازہ حسب ذیل واقعہ سے ہو سکتا ہے، حافظ عبد الکریم ہمعانی المتوفی ۱۲۵۲ھ ادب الاطلاق والاسلام (طبع لیڈن ۱۹۵۲ء ص ۸ و ۹) میں بسند متصل ناقل ہیں :

الحسن بن علی بن بندار الزنجانی یقول قرا بھٹی	حسن بن علی بن بندار زنجانی فرماتے تھے سنا
بن بھٹی النیشاپوری الحافظ کتاب الموقد علی	بھٹی بن بھٹی نیشاپوری نے مولانا امام مالک
مالک فلما فرغ عنہ قال لما لک اسکن قلبی	سے پڑھی، جب کتاب ختم ہو گئی تو امام مالک
بذالسماع قال ولم قال لانی غشیت انہ	سے عرض کیا، میرا دل اس سے مطمئن نہیں ہوا
سقط منہ بقی نعمتہ را لک فلما فرغ قال	امام موصوف نے پوچھا کیوں؟ کہنے لگے مجھے

باسکین علی الیہ لانی اخی انہ سقط من اذنی فی
قال فما تریہ قال اقرأہ انا ثانیاً فتمسک فقرأہ
فتم لہ سماع ثلاثہ مرات

اندیشہ ہے میرے حافظ اور یادداشت سے
کچھ رہ نہ گیا ہو اور سماع پورا نہ ہو سکا ہو؟
مالک نے مولاً پھر پڑھ کر سنا، جب پوری کتاب
پڑھ کر سنا دی تو انھوں نے پھر عرض کیا،
میرا قلب ابھی تک مطمئن نہیں ہوا میں ڈرتا ہوں کہیں کانوں سے سننے سے کچھ رہ نہ گیا ہو۔ اس پر
امام مالک نے فرمایا آخر تم چاہتے کیا ہو؟ عرض کیا میں پڑھوں اور آپ سنیں۔ انھوں نے شاگرد
کی اس درخواست کو قبول کیا، انھوں نے پڑھا اور امام موصوف نے سنا، اس طرح انھوں نے
موتلاً کو امام مالک سے تین مرتبہ سنا۔

امام ابو داؤد نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ خراسان سے دوہری عالم پیدا ہوئے، عبداللہ بن
مبارکؒ اور یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری۔

حافظ ذہبیؒ موصوف کے متعلق کتاب العبر (ج ۱ ص ۳۹۰۔ طبع کویت ۱۹۶۰ء) میں لکھتے ہیں
کان یشتہ بابن المبارک فی وقتہ۔ قال ابن
راہویہ: مارأیت مثل یحییٰ بن یحییٰ ولا احبہ اسی
مثل نفسه، مات وهو امام اہل الدنیا
انھیں اپنے وقت میں عبداللہ بن مبارکؒ سے
تشبیہ دی جاتی تھی۔ اسحاق بن راہویہ کا
بیان ہے کہ، میں نے یحییٰ بن یحییٰ کا مثل نہیں
دیکھا اور میں نہیں سمجھتا کہ انھوں نے اپنا مثل

بھی دیکھا ہو۔ ان کا ایسے وقت میں انتقال ہوا جب کہ وہ اہل دنیا کے امام تھے۔

محدث شہاب الدین محمود خفاجی نے شرح الشفا (طبع مصر جلد ۱ ص ۱۱۲) میں محدث برہان اللہ
حلبی سے نقل کیا ہے کہ ارباب صحاح ستہ میں سے امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور امام مالک
کی روایت انہی کی سند سے نقل کرتے ہیں۔ یحییٰ بن کثیر معمو دی جن کو مولانا کی روایت میں غیر
معمولی شہرت حاصل ہے، ان سے صحاح میں کوئی روایت نہیں ہے۔ موصوف نے صفر ۲۷۶ھ
میں نیشاپور میں وفات پائی۔

حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ۔ از شمس الدین ذہبیؒ طبع سوم ۱۳۶۶ھ ج ۲ ص ۴۵
”تہذیب التہذیب“ ج ۱۱ ص ۲۹۶، ”مرآۃ الجنان“ طبع حیدرآباد دکن ج ۲ ص ۹۱۔

(۱۶)

یحییٰ بن عبداللہ بن کثیر قرشی مخزومی نام اور ابو زکریا کنیت ہے، موصوف اپنے دادا کی طرف

نسبت سے بھی مشہور ہیں، چنانچہ اوپر اسی نسبت سے ذکر کیا گیا ہے۔ ابن یونس کا بیان ہے کہ ۱۵۴ھ میں پیدا ہوئے، امام مالکؒ، لیثؒ اور اس عصر کے نامور محدثین سے حدیث کا سماع کیا لیکن روایت زیادہ تر امام مالکؒ اور لیثؒ سے کی ہے۔ حفاظ حدیث میں ان کا شمار ہے۔ یحییٰ بن خالدؒ کا بیان ہے کہ یحییٰ بن کثیرؒ نے موطا امام مالکؒ سے سترہ مرتبہ سنی تھی۔ امام بخاریؒ، ابوزرعمہ اور ابو حاتم ان سے بلاد واسطہ روایت کرتے ہیں اور امام مسلم بالواسطہ راوی ہیں۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

کان اذیہ العلم مع القدر والامانة
دہ راست گوئی اور امانت کے ساتھ بحر العلوم
تھے۔

صفر ۲۳۱ھ میں انتقال ہوا۔

حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۷۰، و کتاب العبر ج ۱ ص ۴۱۰،
”تہذیب التہذیب“ ج ۱۱ ص ۲۳، اور کتاب الولاة والقضاة از محمد بن یوسف الکنذی
(۱۷)

احمد نام اور ابو مصعب کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:-

احمد بن قاسم بن الحارث بن زرارہ بن مصعب بن عبد الرحمن بن عوف، زہری مدنی۔
موصوف ۱۵۸ھ میں پیدا ہوئے، امام مالکؒ کے پاس رہ کر فقہ اور حدیث میں بصیرت حاصل
کی۔ موصوف امام مالکؒ، ابراہیم بن سعد اور یوسف بن ماجشون وغیرہ سے حدیثیں روایت کرتے
ہیں، ان کا شمار حفاظ حدیث میں ہے۔ ارباب صحاح ستہ ان سے روایت کرتے ہیں البتہ امام نسائی ان
سے بالواسطہ راوی ہیں۔ محدث دارقطنی ابو مصعب کی موطا کو یحییٰ بن یحییٰ کی موطا پر ترجیح دیتے تھے،
علامہ ابن حزم اندلسی فرماتے ہیں:

”امام مالکؒ سے موطا کے آخری راوی ابو مصعب ابو حذافہ ہیں اور ان دونوں کی موطاؤں میں امام مالک
کے دوسرے شاگردوں کی موطاؤں کے مقابلے میں کم و بیش سو حدیثیں زیادہ ہیں۔“
زہیری بن بکار کہتے ہیں:

”ابو مصعب بالاتفاق مدینہ کے فقیہ تھے اور آخر تک جہدۃ قضا پر فائز رہے تھے۔“
۹۲ سال کی عمر میں ۲۹۲ھ میں انتقال ہوا۔

حالات کے لئے ملاحظہ ہو، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۸۲۔ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۰

(۱۸)

عبد اللہ بن مسلم قعنبی مدنی نام اور ابو عبد الرحمن کنیت ہے، ۱۳۰ھ میں پیدا ہوئے۔ محدث افعیٰ بن حمید، ابن ابی ذئب اور امام مالک رحمہم اللہ جیسے یکتائے زمانہ محدثین سے حدیثیں روایت کرتے ہیں، ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ ثقہ اور محبت ہیں اور ان سے زیادہ خدا ترس انسان میں نے نہیں دیکھا۔ ان کا شمار حفاظ حدیث میں ہے، حافظ ابو زرعہ، امام بخاری اور مسلم بن الحجاج وغیرہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے:

”ہم نے دیکھ اور قعنبی ہی کو دیکھا ہے جو حدیثیں بیان کرتے تھے“
نضر بن مرزوق فرماتے ہیں:

”موطا کی روایت میں قعنبی سب سے زیادہ معتبر راوی ہیں“
خنیفی کا قول ہے:

قعنبی جب کبھی سفر سے آتے تھے تو امام مالک ان کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے“
محدث زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ (طبع مصر ۱۳۲۵ھ، ج ۲، ص ۳۴۳) میں تصریح کی ہے کہ نصف موطا امام مالک نے انھیں سنائی تھی اور نصف انھوں نے امام مالک کو پڑھ کر سنائی ہے۔

۲۲۱ھ میں مکہ میں وفات پائی۔ حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۳۸۵۔ کتاب العبر، ج ۱، ص ۲۸۲۔ تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۳۱۔

(۱۹)

احمد بن ابراہیم بن اسماعیل اسماعیلی جو جانی نام اور ابو بکر کنیت ہے، ۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور بچپن سے حدیث کی تحصیل میں مشغول ہو گئے، مؤرخ ذہبی نے موصوف کی ”معجم الشیوخ“ سے ان کے حسب ذیل جملے نقل کئے ہیں:

”میں نے بچپن میں جب کہ میں چھ برس کا تھا یعنی ۱۲۳ھ میں اپنے قلم سے حدیثیں لکھنا شروع کر دی تھیں“

وقت کے نامور محدثین سے حدیثوں کا سماع کیا اور حدیث کی تحصیل میں دوردور از مالک کا سفر لے گیا، پھر مسند درس پر بیٹھ اور بڑا جاہ و منصب ملا۔ حفاظ حدیث میں ان کا شمار ہے بہت سی کتابیں ان سے یادگار ہیں، ان ہی میں سے صحیح بخاری پر مستخرج ہے جس کے متعلق حافظ ابن کثیر

البدایہ والنہایہ طبع قاہرہ ۱۳۳۵ھ ج ۱۱ ص ۲۹۸ میں لکھتے ہیں:
 مستف کتابا علی صحیح البخاری فیہ فوائد کثیرہ انہوں نے صحیح بخاری پر مستخرج لکھا ہے جس میں
 وعلوم غزیرہ۔ بہت سے فوائد اور قیمتی معلومات ہیں۔
 امام دارقطنی نے ان سے حدیثیں سننے کی غرض سے سفر کا کئی مرتبہ ارادہ کیا لیکن مقدر نہ ہو سکا اور
 ہمیشہ اس پر اُن کو افسوس رہا۔
 ۹۴ سال کی عمر میں ۱۰۔ رجب ۳۸۶ھ کو انتقال ہوا۔
 ان کی تالیفات میں سے المعجم اور مسند عمر زیادہ مشہور ہیں۔
 حالات کے لئے ملاحظہ ہو، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۹۴۔ کتاب العبر ج ۲ ص ۲۵۸ اور
 البدایہ والنہایہ بذیل واقعات ۳۴۱ھ۔

(۲۰)

ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن یزید اسفرائینی نیشاپوری حفاظ حدیث میں سے
 ہیں، یونس بن عبد الاعلیٰ، محمد بن یحییٰ ذہلی اور اس طبقہ کے اکابر محدثین سے حدیثیں سنیں اور اس
 فن کی تکمیل کے لئے دنیا پر اسلام کا سفر کیا، حافظ احمد بن علی رازی، ابوعلی نیشاپوری۔ امام طبرانی،
 اسماعیلی وغیرہم ان سے روایت کرتے ہیں۔
 موصوف امام مرزنی اور ربیع کے شاگرد تھے، چنانچہ امام شافعیؒ کی کتابوں اور ان کے مسلک سے اہل اسفرا
 کو سب سے پہلے ان ہی نے روشناس کرایا تھا۔

حافظ ذہبی کتاب العبر ج ۲ ص ۱۶۵ میں لکھتے ہیں:
 وكان مع حفظہا شافعیاً اماماً وہ حافظ حدیث ہونے کے ساتھ فقیر شافعی اؤ

امام تھے۔

۳۱۶ھ میں وفات پائی۔ اسفرائین میں ان کا مزار ہے۔
 ان کی تالیفات میں صحیح مسلم پر مستخرج زیادہ مشہور ہے اور اُس کی دو جلدیں حیدر آباد دکن سے
 شائع ہو چکی ہیں۔

حالات کے لئے ملاحظہ ہو، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲۔ ذیات الاعیان ج ۲ ص ۳۰۸۔
 مرآۃ البیان ج ۲ ص ۲۶۹۔ معجم البلدان، طبع خانگی مصر ج ۱ ص ۲۲۸۔

(۲۱)

مشہور محدث مبارک بن محمد المعروف بابن الاثیر جزیری المتوفی ۶۷۱ھ کی جامع الاصول لا تآثر الرسول، نہایت مشہور اور مقبول کتاب ہے اس کے متعلق یا قوت روحی المتوفی ۶۷۶ھ بمعجم الادب (طبع مصر ۱۹۳۲ء - ج ۶ - ص ۲۴۱) میں رقمطراز ہیں:

کتاب جامع الاصول فی احادیث الرسول	کتاب جامع الاصول فی احادیث الرسول
عشر مجلدات جمع فیہ بین البخاری ومسلم	عشر مجلدات جمع فیہ بین البخاری ومسلم
والموطأ وسنن ابی داود وسنن النسائی	والموطأ وسنن ابی داود وسنن النسائی
والترمذی عملہ علی حروف المعجم وشرح	والترمذی عملہ علی حروف المعجم وشرح
غریبہ الاحادیث ومعانیہا و احکامہا و	غریبہ الاحادیث ومعانیہا و احکامہا و
وصفت رجالہا ونسبہ علی جمیع ما یتحتاج	وصفت رجالہا ونسبہ علی جمیع ما یتحتاج
الیہ نہا قال المؤلف قطعاً انہ لم یصنف	الیہ نہا قال المؤلف قطعاً انہ لم یصنف
مثله قط ولا یصنف	مثله قط ولا یصنف

کیا قوت روحی (کہتا ہے، مجھے یقین ہے کہ اس جیسی کتاب تصنیف نہیں ہوتی ہے اور نہ ہو سکے گی۔)

(۲۲)

سنن ابن ماجہ کا شمار صحاح ستہ میں ہے یا نہیں؟ اس موضوع پر مولانا محمد عبدالرشید نعمانی نے ”سنن ابن ماجہ اور علم حدیث“ میں بڑی سیر حاصل بحث کی ہے۔ ناظرین کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ نور محمد اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب کے ایچ نے اس کو شائع کیا ہے۔

(۲۳)

مسند شافعی، یہ امام شافعیؒ کی مرتب کردہ مسند نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی تعجیل المنفعة بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ (طبع اول حیدرآباد دکن ۱۳۲۲ھ ص ۴) میں لکھتے ہیں:

ان الشافعی لم یعمل ہذا المسند و انما	امام شافعیؒ نے یہ مسند مرتب نہیں کی چونکہ شافعی
التقط بعض التیسابور میں من (الائم) و	علماء میں سے کسی نے کتاب الام وغیرہ کی
غیر ہا من مسوعات ابی العباس الاصم النکان	ان حدیثوں کو جن کے سماع میں ابو العباس
انفرد بہ وایتھا من الریح۔	امم شیخ زبیح سے منقول تھے کجا کر دیا ہے۔

ملاحظہ ہو۔ "بستان المحدثین" نفرت المطالع دہلی، ص ۳۰ اور "تحف السادة المتقين بشرح اسرار احیاء علوم الدین" طب مصر، ج ۳۔ ص ۲۳۹۔

(۲۴)

سنن ابن ماجہ کے لئے دیکھو۔ "امام ابن ماجہ اور علم حدیث" از مولانا محمد عبدالرشید نعمانی شائع کردہ نور محمد اصح المطالع، کراچی۔

(۲۵)

مسند دارمی، یہ ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی سمرقندی المتوفی ۲۵۵ھ کی تالیف ہے، اس کی ترتیب مسانید پر نہیں ہے بلکہ یہ ابواب فقہیہ پر مرتب ہے، اس کا شمار سنن میں بھی ہے، جس طرح صحیح بخاری "المسند الجامع" کے نام سے موسوم ہے۔ اسی طرح سنن دارمی "مسند دارمی" کے نام سے بھی مشہور ہے، دیکھو بستان المحدثین، ص ۴۷۔ ۴۸۔

(۲۶)

مسند ابی یعلیٰ موصلی، یہ حافظ احمد بن علی تمیمی موصلی حنفی المتوفی ۳۰۰ھ کی تالیف و موصوف کی دو مسندیں ہیں ایک صغیر و دوسری کبیر، جس کے متعلق حافظ اسماعیل تمیمی کا قول ہے:

قوات المسانید کسند العدنی و مسند ابن مینع و میں نے بہت سی مسندوں کو پڑھا ہے جیسے کہ
ہی کالا نہار و مسند ابی یعلیٰ کا بحر فیکون مجمع لانیہ مسند عدنی اور مسند ابن مینع، ان کی مثال
الرسالة المستخرجة: ص ۶۱۔ شائع کردہ نور محمد ہندوں کی کسی ہے اور مسند ابی یعلیٰ کی مثال مسند
اصح المطالع و کارخانہ تجارت کتب۔ کراچی) کی کسی ہے اسی وجہ سے وہ مجمع انبار ہے۔
نزدیکو بستان المحدثین: ص ۲۷۔ ۳۸۔

(۲۷)

مصنف عبدالرزاق، یہ حافظ ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی المتوفی ۲۱۰ھ کی تالیف ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ سے حجم میں چھوٹی ہے، ابواب پر مرتب ہے۔ موصوف کی ایک اور کتاب بھی ہے جو جامع عبدالرزاق کے نام سے موسوم ہے، ملاحظہ ہو بستان المحدثین، ص ۵۵ و الرسالة المستخرجة لبيان مشہور کتب السنة المشرفة: ص ۳۶۔

(۲۸)

مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ کے لئے ناظرین کو امام ابن ماجہ اور علم حدیث (تو کفر مولانا محمد عبدالرشید

نعمانی کا مطالعہ کرنا چاہئے، اس میں اس پر بڑی سیر حاصل بحث ہے۔

(۲۹)

مسند عبد بن حمید، واضح رہے عبد بن حمید کئی المتوفی ۲۲۹ھ کی بڑی چھوٹی دو مسندیں جو منتخب ہے اسی کا سماع ابراہیم بن حریم الشاشی کو حاصل ہے یہ ایک جلد میں ہے مگر بہت سے صحابہ رضی مسانید اس میں نہیں ہیں۔ جو متداول اور مشہور ہے وہ منفر ہے، یہ بھی شائع نہیں ہوئی ہے، اس کے خطوط مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں، ملاحظہ ہو بستان الحدیث: ص ۳۴ اور الرسالة المستطرفة، ص ۵۶۔

(۳۰)

مسند ابی داؤد، یہ مشہور محدث سلیمان داؤد بن جبار و طلیسی المتوفی ۲۴۲ھ کی تالیف ہے حاجی خلیفہ کا بیان ہے کہ یہ مسانید میں سب سے پہلی مسند ہے۔ یہ کتاب مجلس دائرة المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن سے ۱۳۱۱ھ میں شائع ہو چکی ہے۔ عصر حاضر کے محدث شیخ احمد عبد الرحمن البنا السامانی نے مسند ابو داؤد طلیسی کو فقہی ابواب پر مرتب کیا ہے، اس کا نام منحة المعبود فی ترتیب مسند الطلیسی ابی داؤد ہے یہ موصوف کی تصحیح اور تعلیقات کے ساتھ جس کا نام ”المحمود علی منحة المعبود“ ہے دو جلدوں میں مطبوعہ منیر مصر سے ۱۳۷۲ھ میں شائع ہو چکی ہے۔ موصوف ضرورت ترتیب کے متعلق کتاب مذکور (ص ۱۵) میں لکھتے ہیں:

كان الغرض من هذا الترتيب في العصر الاول	پہلے زمانہ میں اس ترتیب سے غرض صحابہؓ،
هو جمع الاحاديث المتفرقة عند الصحابة و	تابعین اور تبع تابعین میں منشر حدیثوں کو
التابعين و تابعيهم فيما اتفقوا من ضياعها و كان	جمع کرنا تھا تاکہ وہ ضائع نہ ہو سکیں، اور
هذا الترتيب مفيد في زمن السلف لانهم كانوا	سلف کے زمانہ میں یہ ترتیب مفید تھی
يعتمدون على الحفظ والاستظهار فكانوا يعلمون	کیونکہ انھیں اپنے حافظہ اور بیان پر بھروسہ
موضع الكتاب ومواقع الاحاديث المتشابهة اما	تھا چنانچہ وہ کتاب کے مقام اور مشابہ حدیثوں
الآن وقد صار اعتماد الناس على الضبط الكتابي	کے موقوفوں سے واقف تھے، لیکن اب لوگوں
فلا يفيدهم هذا الترتيب فليست تستلحق ان يثبت	کا اعتماد ضبط کتاب پر رہ گیا ہے اسی وجہ سے
الي حدیث بعينه ولست تقدر اذا كان	یہ ترتیب ان کے لئے مفید نہیں ہے، لہذا اب
مرويا عن غير واحد من الصحابة فلا بد لك	تمہاری استطاعت سے باہر ہے کہ تم حدیث

من قرأ مسانیدہم جميعاً فإذا كنت تعرف
اسم راوی الحدیث اما اذا جملہ فلا بد لك من
قرأة الكتاب جميعاً وهذا لا يحمل احد، لهذا
قل الانتفاع الآن بالكتب المرتبة على
المسانيد وقل تداولها بين الناس وهذا
ما وفقني اليه خدمته هذا الكتاب رابراه
للناس في ثوب جميل۔

مقصود کی طرف رہنمائی پاد، اور نہ تمہیں یہ
قدرت ہے کہ اگر کوئی حدیث بہت صحابہ
سے مروی ہو تو تم اس کو پاسکو، لہذا ضروری
ہو کہ تم ان کی تمام مسندوں کو پڑھو اور یہی
وقت ممکن ہے کہ تمہیں اس حدیث کے راوی
کا نام معلوم ہو، لیکن اگر تم کو اس کے راوی
کا نام معلوم نہیں ہے تو تمہارے لئے اس کے
سوا چارہ کار نہیں کہ تم پوری کتاب پڑھو اور
اس کا اب کوئی متحمل نہیں، لہذا اب ان کتابوں سے جو مسانید پر مرتب ہیں انتفاع جاتا رہا
اور لوگوں میں ان کا رواج بھی کم ہو گیا، اسی امر نے مجھے اس کتاب کی خدمت پر آمادہ کیا اور یہی
اس کتاب کو نئے لباس میں جلوہ گر کرنے کا باعث ہوا ہے۔

(۳۱)

سنن دارقطنی، یہ حافظ الحدیث ابو الحسن علی بن عمر دارقطنی بغدادی المتوفی ۳۸۵ھ کی تالیف
ہے جس کے متعلق محدث محمد بن جعفر الکتانی المتوفی ۳۴۵ھ "الرسالة المستنيرة لبیان مشہور کتب
السنة المشرفة" (شائع کردہ، نور محمد اصح المطابع، کارخانہ تجارت کتب کراچی) میں صفحہ ۳۱ پر
لکھتے ہیں:

جمع فیہا غرائب السنن واكثر فیہا من رواية
الاحاديث الضعيفة والمنكرة بل والموضوعة

اس میں غرائب سنن کو جمع کیا ہے اور کثرت
ضعیف حدیثوں کو روایت کیا ہے بلکہ منکر اور
موضوع حدیثیں بھی نقل کر دی ہیں۔

یہ کتاب شیخ شمس الحق عظیم آبادی کی تعلیقات کے ساتھ جس کا نام "التعلیق المغنی" ہے، مطبع
خاروقی دہلی سے ۱۳۱۵ھ میں شائع ہو چکی ہے۔

(۳۲)

صحیح ابن حبان، یہ حافظ الحدیث ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد تميمی دارمی بستی، المتوفی ۳۵۵ھ
کی مشہور تالیف ہے اور اس کی ترتیب بھی نہایت عجیب طریقہ پر ہے، نہ ابواب فقہ پر ہے اور نہ موضوع
لئے اس کو مسانید پر مرتب کیا ہے بلکہ اس کو اقسام والواضع پر ترتیب دیا ہے اسی لئے یہ کتاب

۱۔ التقاسیم والافواع کے نام سے بھی موسوم ہے۔ محدث امیر علاء الدین ابوالحسن علی الفارسی الحنفی المتوفی ۷۳۷ھ نے اس کو ابواب فقہ پر مرتب کیا تھا اور اس کا نام بھی الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان رکھا تھا۔ اس کتاب کی پہلی جلد احمد محمد شاگر مرحوم کی تصحیح اور تعلیقات کے ساتھ دارالمعارف قاہرہ سے بڑے اہتمام کے ساتھ دیدہ زیب ٹائپ اور نہایت اعلیٰ کاغذ پر شائع ہو گئی ہے۔

(۳۳)

مستدرک حاکم یہ حافظ الحدیث محمد بن عبد اللہ بن شاپور بن ابی البتیح سے بھی مشہور ہیں، کی تالیف ہے جس میں موصوف نے ان حدیثوں کو جمع کیا ہے جو یحییٰ بن یحییٰ (بخاری و مسلم) کی شرط پر تھیں، اور انہوں نے ان کو چھوڑ دیا تھا۔ حافظ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ نے اس کی تفسیر کی ہے جس میں ماہر حاکم پر سخت تعقبات کئے ہیں۔ یہ تلخیص المستدرک کے نام سے مشہور ہے مستدرک حاکم تلخیص ذہبی کے ساتھ چار ضخیم جلدوں میں دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن سے ۱۳۳۲ھ میں شائع ہو چکی ہے۔

(۳۴)

مکتب بیہقی سے مراد حافظ ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی الشافعی المتوفی ۷۵۸ھ کی تالیفات ہیں، جن میں سے مشہور کتابیں وریج ذیل ہیں:

- (۱) کتاب الاسماء والصفات - (۲) سنن کبریٰ، یہ دس ضخیم جلدوں میں مشہور حافظ حدیث قاضی علاء الدین علی بن فخر الدین حنفی المتوفی ۷۵۸ھ کے اعتراض اور مباحث کے ساتھ جس کا نام "الجوہر النقی فی الرد علی البیہقی" ہے، دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکی ہے۔ (۳) سنن صغریٰ، یہ نہیں چھپی ہے۔ (۴) شعب الایمان، اس کا مختصر عربی میں مصر سے شائع ہو چکا ہے، اور اس کا اردو ترجمہ کارخانہ تجارت کتب نے شائع کر دیا ہے۔ (۵) کتاب الزہد الکبیر۔ (۶) کتاب البعث والنشور۔ (۷) کتاب المعتقد۔ (۸) کتاب الآداب۔ (۹) نصوص الشافعی، یہ تین جلدوں میں ہے۔ (۱۰) کتاب المدخل۔ (۱۱) کتاب الدعوات۔ (۱۲) کتاب الترغیب والترہیب۔ (۱۳) کتاب الخلفیات۔ (۱۴) الاربعون الکبریٰ۔ (۱۵) الاربعون الصغریٰ۔ (۱۶) کتاب الرویۃ۔ (۱۷) کتاب الاسری۔ (۱۸) کتاب مناقب الشافعی۔ (۱۹) کتاب مناقب احمد بن حنبل۔ (۲۰) کتاب اثبات عذاب القبر۔ (۲۱) بیان خطا من اخطا علی الشافعی۔ (۲۲) جامع ابواب وجہ قرآۃ القرآن۔ (۲۳) کتاب ماوروفی حیاۃ الانبیاء بعد وفاتهم (یہ رسالہ حیاۃ الانبیاء کے نام سے مصر سے شائع ہو چکا ہے)

(۲۳) کتاب المبسوط فی الفروع - (۲۵) المصنف فی فضائل الصحابة - (۲۶) معرفت السنن والآثار -
(۲۷) ینابیح الاصول - (۲۸) ترغیب الصلوة - (۲۹) کتاب الزهد الصغير - ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ
جلد ۳ - صفحات ۱۱۳۲ و ۱۱۳۳ - ہدیۃ العارفین - اسماء المؤلفین و آثار المصنفین از اسماعیل
پاشا بغدادی، طبع استانبول ۱۹۵۱ء، ج ۱ - ک ۷۸ -

(۳۵)

کتاب طحاوی سے مراد، امام حافظ ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک از دی
طحاوی حنفی، المتوفی ۳۲۱ھ کی تالیفات ہیں، جو درج ذیل ہیں:
(۱) کتاب شرح معانی الآثار، یہ کتاب پہلی مرتبہ مطبع مصطفائی لکھنؤ سے ۱۳۱۸ھ میں
دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی، اس کا حامل المتن اردو ترجمہ بھی لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔
اس کتاب کے متعلق زاہد کوثری الطحاوی فی سیرۃ الامام ابی جعفر الطحاوی (مطبعتہ الانوار فاہرہ
۱۳۶۸ھ صفحہ ۳۱) میں لکھتے ہیں:

کتاب معانی الآثار فی المسائل خلافیہ کے دلائل میں	کتاب معانی الآثار فی الحاکمۃ بین اولی المسائل
حاکم کرنے کے لئے طحاوی اپنی سند سے ان حدیثوں	الخلافیۃ یسوق بسندہ الاخبار التی تمسک بہا اہل
کو نقل کرتے ہیں جن سے اہل الخلاف ان مسائل	الخلاف فی تلك المسائل ویخرج من بحوثہ بعد
میں استدلال کرتے ہیں اور سند اور متن پر	نقد با اسناد و امتنا، روایت و نظر بما یقتضی
عقلاً اور فقلاً تنقید کرنے کے بعد ایسی باتیں پیش	بہ الباحث المنصف المتبری من التقليد الاعمی
کرتے ہیں جو اندھی تقلید سے مبرا، منصف	ولیس لهذا الکتاب نظیر فی التفقیہ و تعلیم طرق
مزاج بحث کرنے والے کو مطمئن کر دیتی ہیں،	التفقه و تنمیۃ مملکت الفقہ۔
فقہ بنانے کا طریقہ، فقہ سکھانے اور مملکت فقہ	
کو بڑھانے میں اس کتاب کی نظیر نہیں ہے	

اس کتاب کی شرح "امانی الاجار فی شرح معانی الآثار" کے نام سے عربی میں مولانا محمد یوسف
دہلوی زید مجدہم کی چھپنا شروع ہوئی ہے، ابھی اس کی پہلی جلد شائع ہوئی ہے۔

(۲) بیان مشکل الآثار، یہ مشکل الآثار کے نام سے بھی مشہور ہے، اس میں موصوف نے
حدیثوں کے باہمی تعارض کو دفع کیا اور ان سے احکام و نییہ کا استنباط کیا ہے، یہ کتاب سات
جلدوں میں ہے اور استنبول میں مکتبہ فیض اللہ میں موجود ہے، اس کی چار جلدیں دائرۃ

المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن سے ۱۳۳۳ھ میں شائع ہوئی تھیں، نیز اس کا اختصار جو محدث ابوالولید ابن رشد الکی نے کیا تھا وہ بھی دائرۃ المعارف دکن سے شائع ہو چکا ہے۔

(۳) احکام القرآن۔ یہ ایک ہزار ورق کی کتاب ہے۔ (۴) کتاب الشروط الکبیر فی التوثیق۔ یہ

بین جلدوں میں ہے۔

(۵) الشروط الاوسط۔ (۶) مختصر الشروط۔ یہ پانچ جلد میں ہے اور مکتبہ شیخ الاسلام فیض شہر

میں موجود ہے۔ (۷) مختصر الطحاوی۔ مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن سے شائع ہو چکی

ہے۔ (۸) النوادر الفقہیہ۔ یہ دس جلدوں میں ہے۔ (۹) کتاب النوادر والحکایات۔ یہ بیس

جلدوں میں ہے۔ (۱۰) رسالہ حکم ارض مکہ۔ (۱۱) رسالہ فی قسم الغنی والغنائم۔ (۱۲) الرد علی کتاب

المسلسلین لابن علی الحسین بن علی الکرابیسی۔ (۱۳) کتاب الاشریہ۔ (۱۴) الرد علی عیسیٰ بن ابان، یہ دو

جلد میں ہے۔ (۱۵) الرد علی ابی عبید فی النسب، یہ ایک جلد میں ہے۔ (۱۶) اختلاف الروایات علی

مذہب الکوفیین، یہ دو جلد میں ہے۔ (۱۷) رسالہ فی الرزیۃ۔ (۱۸) شرح الجامع الکبیر۔ (۱۹)

شرح الجامع الصغیر۔ (۲۰) کتاب المحاضر والسبلات۔ (۲۱) کتاب الوصایا والفرائن۔ (۲۲) کتاب

التاریخ الکبیر۔ (۲۳) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، یہی کتاب مناقب ابی حنیفہ کے نام سے مشہور ہے۔

(۲۴) کتاب فی النحل واحکامها وصفاتها و اجناسها و ما روی فیها من خبر، یہ بھی چالیس جزو میں ہے۔

(۲۵) عقیدۃ الطحاوی۔ (۲۶) رسالہ فی التسویۃ بین حدثننا و اخرنا۔ (۲۷) کتاب سنن الشافعی۔

(۲۸) اختلاف العلماء۔ (۲۹) کتاب الفرائض۔ (۳۰) کتب العزل، مولانا محمد یوسف دہلوی

زید محمد نے امانی الاخبار فی شرح معانی الآثار، صفحہ ۶۲ و ۶۳ میں دو ناموں کا اور اضافہ کیا ہے،

اول کتاب صحیح الآثار، جس کا تذکرہ بروکلمان نے عربی ادب کی تاریخ بزبان جرمنی میں بھی کیا ہے،

لیکن واضح رہے بروکلمان کا صحیح الآثار کے نام سے طحاوی کی ایک جداگانہ تالیف قرار دینا

غلط ہے یہ کتاب معانی الآثار ہے جس کو موصوف نے غلطی سے صحیح الآثار سمجھا ہے۔ دوم شرح

المنی کا نام لیا ہے اور ثبوت میں حافظ ابن حجر عسقلانی کا حوالہ دیا ہے کہ موصوف نے باب اذا صلی

فی الثوب الواحد فلیجعل علی عاتقہ میں تصریح کی ہے کہ طحاوی نے بھی شرح المنی میں اس موضوع پر

ایک باب باندھا ہے، دراصل فتح الباری میں معانی کا القہرہ گیا ہے یہ طباعت کی غلطی ہے جیسا کہ

شرح معانی الآثار سے ظاہر ہے، لہذا یہاں بھی شرح معانی الآثار صحیح ہے شرح المنی غلط ہے

ملاحظہ ہو کتاب الفہرست از ابن التمدین، مطبعہ رحمانیہ، مصر، صفحہ ۲۹۲، الجواہر المنیہ، طبع

میدر آباد وکن، ج ۱۔ ص ۱۰۳ تا ۱۰۵، الحاوی فی سیرۃ الامام ابی جعفر الطحاوی، ہدیۃ العارفین
ج ۱-ک ۵۸۔

(۳۳۶)

کتب طبرانی سے مراد حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الحمیری شافعی طبرانی المتوفی ۳۲۰ھ
کی تالیفات ہیں، جن میں سے مشہور کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:

- (۱) کتاب الدعاء۔ (۲) کتاب المناکک۔ (۳) کتاب عشرة النساء۔ (۴) کتاب السنن۔
- (۵) کتاب الطوالات۔ (۶) کتاب النوادر۔ (۷) کتاب دلائل النبوة۔ (۸) کتاب مسند شعبہ
- (۹) کتاب مسند سفیان۔ (۱۰) کتاب حدیث الثامین۔ (۱۱) کتاب الاوائل۔ (۱۲) کتاب
- الرمی۔ (۱۳) المعجم الاکبر۔ (۱۴) المعجم الاصغر۔ (۱۵) المعجم الاوسط۔ (۱۶) مسند العشرة۔
- (۱۷) معرفة القباہ۔ (۱۸) فوائد معرفة القباہ۔ (۱۹) مسند ابی ہریرۃ۔ (۲۰) مسند عائشہ۔
- (۲۱) کتاب التفسیر۔ (۲۲) حدیث الاعمش۔ (۲۳) حدیث الاوزاعی۔ (۲۴) حدیث شیبان۔
- (۲۵) حدیث ایوب۔ (۲۶) مسند ابی ذر۔ (۲۷) کتاب الرؤیۃ۔ (۲۸) کتاب الجود۔ (۲۹)
- العلم الاولیۃ۔ (۳۰) فضل رمضان۔ (۳۱) کتاب الغرائض۔ (۳۲) کتاب الرد علی المعتزلة۔
- (۳۳) کتاب الرد علی الجہمیۃ۔ (۳۴) مکارم اخلاق الخزار۔ (۳۵) الصلۃ علی الرسول صلی اللہ
- علیہ وسلم۔ (۳۶) کتاب الماموم۔ (۳۷) کتاب النسل۔ (۳۸) کتاب فضل العلم۔ (۳۹) کتاب
- ذم الرائی۔ (۴۰) کتاب تفسیر الحسن۔ (۴۱) کتاب الزہری عن انس۔ (۴۲) کتاب ابن المنکدر
- عن جابر۔ (۴۳) مسند ابی اسحاق السبئی۔ (۴۴) حدیث یحییٰ بن ابی کثیر۔ (۴۵) حدیث مالک
- بن وینار۔ (۴۶) کتاب ما روى الحسن عن انس۔ (۴۷) حدیث ربیعۃ۔ (۴۸) حدیث حمزہ
- الزیات۔ (۴۹) حدیث مسعر۔ (۵۰) حدیث ابی سعد البقال۔ (۵۱) طرق حدیث من کذب
- على۔ (۵۲) کتاب التوح۔ (۵۳) مسند ابن حجادۃ۔ (۵۴) کتاب من اسمہ عطار۔ (۵۵) کتاب
- من اسمہ شجرة۔ (۵۶) کتاب اخبار عمر بن عبد العزیز۔ (۵۷) کتاب اخبار عبد العزیز بن رفیع۔
- (۵۸) مسند روح بن القاسم۔ (۵۹) کتاب فضل عکرمۃ۔ (۶۰) کتاب آہیات النبی صلی اللہ
- علیہ وسلم۔ (۶۱) مسند عمارہ بن خربہ۔ (۶۲) مسند طلحہ بن مصرف وجماعۃ۔ (۶۳) مسند العبادۃ
- (۶۴) احادیث ابی عمرو بن العسار۔ (۶۵) کتاب غرائب مالک۔ (۶۶) جزء ابان بن تغلب۔
- (۶۷) جزء حرث بن ابی مطر۔ (۶۸) وصیۃ ابی ہریرۃ۔ (۶۹) مسند الحارث العکلی۔

والا اجماع۔ (۴۱) کتاب البدایۃ الی علم السنن۔ (۴۲) کتاب الثقات۔ (۴۳) کتاب المجرح والتعذیل
(۴۴) کتاب شعب الایمان۔ (۴۵) کتاب صفۃ الصلوۃ۔ (۴۶) کتاب الضعفاء۔ (۴۷)
المستدعیج۔

لاحظہ ہو المعجم البلدان نسبت بستی ہدیۃ العارفین: ج ۲۔ ک ۴۴۔

(۳۸)

تصانیف حاکم سے مراد، حافظ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ کی تصانیف
ہیں، جن میں سے مشہور درج ذیل ہیں:

(۱) الاربعین۔ (۲) الاکلیل (یہ حدیث میں ہے)۔ (۳) المدخل (یہ موصوف کی کتاب
کا مقدمہ ہے جس میں اصول حدیث سے بحث ہے، شیخ محمد راغب طباطبائی نے اس کو حلیہ سے
شائع کیا تھا)۔ (۴) امالی العشیات۔ (۵) تراجم الشیوخ۔ (۶) تاریخ نیشاپور۔ (۷) فضائل
العشرۃ المبشرۃ۔ (۸) فضائل فاطمۃ الزہراء۔ (۹) فوائد الشیوخ۔ (۱۰) کتاب المبتدأ من
الآلۃ الکبریٰ۔ (۱۱) المستدرک علی الصحیحین۔ (۱۲) مناقب الامام الشافعی۔ (۱۳) مناقب الصدیق
رضی اللہ عنہ۔ (۱۴) کتاب الضعفاء۔ (۱۵) معرفۃ علوم الحدیث۔ (۱۶) کتاب التفسیر۔
دیکھو ہدیۃ العارفین: ج ۲۔ ک ۵۹۔

(۳۹)

کتاب الضعفاء للعقلی، یہ حافظ ابو جعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ بن حماد العقلی المتوفی ۳۲۲ھ کی نہایت
ضعیف کتاب ہے۔ حافظ ذہبی اس کے متعلق میزان الاعتدال فی نقد الرجال میں لکھتے ہیں:
والعقلی ولم یصنف مفید فی معرفۃ الضعفاء اور حافظ عقلی کی ضعیف راویوں کی معرفت
میں مفید تالیف ہے۔

یہ کتاب ابھی تک شائع نہیں ہوئی ہے۔

(۴۰)

کتاب الکامل لابن عدی، یہ حافظ ابو احمد عبد اللہ بن عدی بن عبد اللہ حرجانی المتوفی ۳۶۵ھ
کی مشہور تالیف ہے جس کا نام الکامل فی معرفۃ الضعفاء والمترکین من الرواۃ ہے۔ یہ اس موضوع
پر نہایت جامع کتاب ہے۔ حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں:

ولابی احمد بن عدی کتاب الکامل ہو اکمل اور ابو احمد بن عدی کی کتاب الکامل اس

الکتب واجتہاد فی ذلک۔
موضوع پر سب سے کامل اور سب سے بڑی کتاب
حافظ سخاوی المتوفی ۹۰۲ھ فتح المغیث شرح الغیۃ الحدیث (مطبع انوار محمدی لکھنؤ، ص ۴۴)

میں رقمطراز ہیں :

ہو اکمل الکتب المصنفة قبلہ واجتہاد لکھ
توسیع لذلک کہ کل من تکلم فیہ وان کان ثقۃ
ولذلک لا یحسن ان یقال اکمال للناقصین
یہ اس سے پہلے کی تصانیف میں سب سے
کامل اور سب سے بڑی کتاب ہو لیکن ابن
عدی نے اس میں توسیع اختیار کیا ہے کہ ہر
تکلم فیہ کا ذکر کر دیا ہے اگرچہ وہ ثقہ ہو لہذا

اس کو ناقصین کے لئے کامل کہنا مستحسن نہیں۔

حاجی خلیفہ کشف الظنون فی اسامی الکتب والفنون، طبع استنبول ۱۲۳۳ھ، ۲ ج ۱۳۸۲
میں لکھتے ہیں :

ہو اکمل کتب الجرح والتعدیل وعلیہ اعتماد
الاستی قال السبکی طابق اسمہ معناه و
وافق لفظہ فواء بصوتہ حکم المحکمون و
الی ما یقول رضی المتقدّمون والمتأخرون
وقال حمزة السہمی سألت الدارقطنی ان
یصنف کتابا فی الضعفاء قال اللیثی کہ
کتاب ابن عدی قلت نعم قال فیہ کفایۃ
لا یرید ولا یراد علیہ، وقال الحافظ ابن
حساکر کتاب ابن عدی ثقہ علی لحن فیہ وقال
الذہبی کان یعرف العربیۃ مع عجمۃ فیہ واما
فی العلل والرجال فحافظ لایجاری۔

نہ اس پر اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ حافظ ابن

حساکر کا بیان ہے کہ ابن عدی کی کتاب لحن کے باوجود قابل اعتماد ہے اور ذہبی فرماتے ہیں ہر
ان کی زبان میں محبت تھی تاہم وہ عربیت سے واقفیت رکھتے تھے، لیکن طلال اور رجال میں
تو ایسے حافظ تھے کہ ان کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔

محمد بن جعفر الکتانی الرسالة المستطرفة میں فرماتے ہیں:

وہو اکل کتب المرح و علیہ الاعتماد فیہا و
الی ما یقول رجح المتقدّمون والمتأخرون۔
اور یہ جرح کی کامل ترین کتاب ہے اور اسی
پر سب کا اعتماد ہے اور جو کچھ وہ کہتا ہے وہی
متقدّمین اور متأخّرین کا مرجع ہے۔

و کتابہ ہذا ہو المعروف بالکامل ذکر فیہ
کل من تکلم فیہ ولو کان من رجال الصمّین
و ذکر فی ترجمہ کل واحد حدیثاً فاکثر من غرائبہ
و مناکیرہ، و ہو فی مقدار ستین جزءاً
فی اثنی عشر مجلداً۔
اور اس کی یہ کتاب جو کامل کے نام سے مشہور
ہے، اس میں ہر منکلم فیہ کا ذکر کیا ہے اگرچہ
وہ صحیحین کے رجال میں سے ہو، اور اُس
نے ہر ایک کے ترجمے میں ایک حدیث ذکر
کی ہے، چنانچہ اکثر و بیشتر اس کی غریب اور
منکر روایت کو نقل کیا ہے۔ یہ ساٹھ جزو
کی کتاب ہے اور بارہ جلدوں میں ہے۔

حافظ ابن طاہر نے کتاب الکامل کی حدیثوں کو حروفِ معجم پر مرتب کیا اور ابن الرومیہ
ابو العباس احمد بن محمد اندلسی المتوفی ۶۳۷ھ نے اس پر ذیل لکھا جس کا نام الحافل فی تملک الکامل
ہے۔

موصوف کی بعض مشہور تالیفات کا نام درج ذیل ہے :
(۱) علل الحدیث۔ (۲) کتاب الانتصار علی مختصر المزنی فی الفروع۔

(۴۱)

تصانیف ابن مردویہ سے مراد ابن مردویہ کبیر حافظ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ بن خور
اصبہانی المتوفی ۳۱۱ھ کی تصانیف ہیں۔ ان کی تالیفات میں سے مشہور کتابوں کے نام درج
ذیل ہیں :

(۱) تاریخ اصنفان۔ (۲) تفسیر المسند للقرآن۔ (۳) الجامع المختصر فی الطب۔ (۴)
المستخرج علی جامع الصصحیح للبخاری۔

(۴۲)

تصانیف خطیب سے حافظ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن جہدی بغدادی المتوفی ۴۶۳ھ کی تالیفات مروا ہیں، جن کے نام حسب ذیل ہیں:

- (۱) ابطال النکاح۔ (۲) اجازۃ المجهول والمعدوم۔ (۳) کتاب الاحادیث۔ (۴) الاحتیاج للشافعی۔ (۵) اخبار من حدّث ونسب۔ (۶) ادب الفقیر۔ (۷) اذا اقيمت الصلاة۔ (۸) اسرار من روى عن مالك۔ (۹) الاسرار المبہرۃ۔ (۱۰) الاسرار المترواطۃ۔ (۱۱) اقتضار العلم والعمل۔ (۱۲) امالی الخطیب۔ (۱۳) امالی الجمهوری تخریج خطیب۔ (۱۴) باقی التلخیص۔ (۱۵) کتاب البخل۔ (۱۶) کتاب البسملۃ من الفاتحۃ۔ (۱۷) کتاب بیان اہل الدرجات۔ (۱۸) بیان حکم المزیّد۔ (۱۹) تاریخ بغداد۔ (۲۰) تالی التلخیص۔ (۲۱) التبین لاسرار المدلسین۔ (۲۲) التطفیل (او کتاب المغیبین)۔ (۲۳) الفصیل لبہم المراسیل۔ (۲۴) تفسیر العلم۔ (۲۵) تلخیص المتشابه فی الرسم وجمایۃ ما اشکل منہ عن بوار التصحیف والوہم۔ (۲۶) تمیز المزیّد۔ (۲۷) التنبیہ والتوقیف علی فضائل الخریفۃ۔ (۲۸) الجامع لاخلاق الراوی والسامع (او الجامع الآداب الراوی والسامع)۔ (۲۹) المجهوم عند (۳۰) حدیث الامام۔ (۳۱) حدیث التسبیح (۳۲) حدیث عبد الرحمن۔ (۳۳) حدیث محمد بن سوہ۔ (۳۴) حدیث النزول۔ (۳۵) حدیث نقر اللہ۔ (۳۶) کتاب الحیل۔ (۳۷) کتاب خطبۃ العائشۃ (۳۸) کتاب الخیل۔ (۳۹) کتاب الدلائل والشواہد علی صحۃ العمل بالبین والشاہد۔ (۴۰) کتاب رافح الارتیاب۔ (۴۱) کتاب الرباعیات۔ (۴۲) کتاب الرحلۃ۔ (۴۳) کتاب الرواۃ عن شعبۃ۔ (۴۴) کتاب الرواۃ عن مالک۔ (۴۵) کتاب روایات الصحابۃ والتابعین۔ (۴۶) کتاب روایۃ الآباء عن الابناء۔ (۴۷) کتاب ریاض الانس۔ (۴۸) کتاب السابق واللاحق۔ (۴۹) کتاب السراجیات، تخریج۔ (۵۰) شرف اصحاب الحدیث۔ (۵۱) صحۃ العمل۔ (۵۲) صلاۃ التبیح۔ (۵۳) صیام یوم الشک (او النہی عن یوم الشک)۔ (۵۴) طرق حدیث۔ (۵۵) طلب العلم۔ (۵۶) کتاب غسل الجمعۃ۔ (۵۷) کتاب غنیۃ المقتبس فی تمیز الملتبس۔ (۵۸) کتاب لفصل۔ (۵۹) کتاب الفقیر والمتفق۔ (۶۰) کتاب فوائد ابی القاسم التری تخریج خطیب۔ (۶۱) کتاب فوائد عبد اللہ الصوری تخریج خطیب۔ (۶۲) کتاب الفوائد المنجیۃ۔ (۶۳) کتاب القضاہ بالبین۔ (۶۴) کتاب القنوت۔ (۶۵) کتاب القول فی علم النجوم۔ (۶۶) کتاب کشف الاسرار۔ (۶۷) کتاب الکفاۃ۔ (۶۸) کتاب الکلام فی الاجازۃ۔ (۶۹) کتاب المتفق والمفترق۔ (۷۰) کتاب مجلس ابن المسلمہ تخریج

الخلیب۔ (۷۱) مجموع حدیث۔ (۷۲) مختصر السنن۔ (۷۳) کتاب المدرج۔ (۷۴) کتاب مسئلۃ
 الاجتماع۔ (۷۵) کتاب مسئلۃ صوم یوم الغیم۔ (۷۶) کتاب المسلسلات۔ (۷۷) کتاب مسند
 (۷۸) کتاب معجم الرواة عن شعبۃ۔ (۷۹) کتاب المغتوب۔ (۸۰) کتاب مغلوب الاسرار۔ (۸۱) کتاب
 المکمل فی بیان المہمل۔ (۸۲) کتاب من حدیث ونی (۸۳) کتاب من وافقت کینۃ (۸۴)
 کتاب مناقب احمد بن حنبل۔ (۸۵) کتاب مناقب الشافعی۔ (۸۶) کتاب منتخب الفوائد۔ (۸۷)
 کتاب منتخب من الزہد۔ (۸۸) کتاب منہج الصواب فی ان التسمیۃ من خاتمۃ الکتاب۔ (۸۹) کتاب
 المتکلف کلمۃ المختلف (۹۰) موضح اولام الجمع والتفریق۔ (۹۱) کتاب النجوم۔ (۹۲) النعیۃ لابل
 الصواب ومیتۃ طالب علم۔ (۹۳) کتاب الوضوء من مس الذکر۔ (۹۴) الویات۔

(۴۳)

تصانیف ابن شاہین سے حافظ ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن حمد بن ایوب بن ارزاؤ
 البغدادی الواعظ المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ کی تالیفات مراد ہیں۔
 ابن شاہین ان محدثین میں سے ہیں جنہوں نے گیارہ برس کی عمر میں حدیثیں لکھنا شروع
 کر دیں۔ حافظ ابن الجوزی کتاب المنتظم (طبع حیدرآباد دکن، ج ۷، ص ۱۸۲ و ۱۸۳) میں
 بسند متصل ناقل ہیں:

قال اول ما کتبت الحدیث بیدی سنۃ ثمان
 وثلثمائة وكان لی احدى عشرة سنة وكذا
 کتب ثلاثه من شیخی فی هذه السن فترکت
 لهم ابوالقاسم البغوی، وابو محمد بن صاعد
 وابو بکر بن ابی داؤد وقال المصنف و
 كذلك ما کتبت الحدیث ولی احدى عشرة
 سنة وسمعت قبل ذلك قال انا ابو حفص
 ابن شاہین مصنف ثلاثمائة مصنف و
 ثلاثین مصنفاً..... يقول یوماً حبت
 ما اشتريت من الجرائی هذا الوقت فكان
 سبعة درہم قال الداؤدی وکنا نشترى

ابن شاہین کا بیان ہے سب سے پہلے میں نے
 اپنے ہاتھ سے ۳۸۵ھ میں حدیث لکھی، اور
 اس وقت میں گیارہ برس کا تھا۔ اسی طرح
 میرے تین شیخ ابوالقاسم بغوی ابو محمد بن صاعد
 اور ابو بکر بن ابی داؤد نے اسی عمر میں حدیثیں
 لکھی تھیں میں نے ان کے اس طریقہ کو اپنے
 لئے مشکون نیک سمجھا۔ مصنف (ابن جوزی)
 کہتا ہے اسی طرح میں نے بھی حدیث لکھی،
 جب کہ کاروان عمر گیارہویں منزل میں
 تھا، حدیثیں تو اس سے بھی پہلے ہی میں ابو
 ابن شاہین نے ہم سے بیان کیا کہ میری تین

الحمد اربعة ارطال بدرهم وکث ابن شاپین
بعد ذلک زمانا۔

تیس تعنیفات ہیں، ان کا بیان جو جن
سے میں سیاہی خریدی اس وقت تک کا حساب
کیا تو سات سو درہم ہوئے، داؤدی کا بیاج
کہ ہم چار رطل سیاہی ایک درہم میں خریدتے

تھے اور ابن شاپین اس کے بعد بھی ایک زمانہ تک بقید حیات رہے ہیں۔

ان کی تالیفات میں سے چار کتابیں زیادہ مشہور ہیں :

(۱) التفسیر الکبیر، ایک مزار جزو کی کتاب ہے۔ (۲) کتاب التاریخ، یہ ڈیڑھ سو جزو کی کتاب

ہے۔ (۳) المسند، یہ تیزہ جزو کی کتاب ہے۔ (۴) کتاب الزہد، یہ ایک سو جزو کی کتاب ہے۔

(۴۴)

تفسیر ابن جریر سے حافظ ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن خالد طبری بغدادی المتوفی ۳۳۰ھ
کی کتاب جامع البیان فی تفسیر القرآن، مراد ہے۔ حافظ جلال الدین سیوطی اس کتاب کے متعلق
الاتقان فی علوم القرآن طبع مصر ج ۲۔ ص ۱۷۸ میں لکھتے ہیں :

کتاب اجل التفاسیر واعظها قدراً۔
اس کی تفسیر باقبار قدر و منزلت تفسیروں میں سب سے
بڑی کتاب ہے۔

حاجی خلیفہ کشف الظنون میں لکھتے ہیں :
فانہ یتمرض لتوجیه الاقوال وترجیح بعضها على
بعض والاعراب والاستنباط فهو یفوق بذلک
على تفاسیر الاستدسین۔

وہ اقوال کی توجیس سے تضرع کرتا ہے
بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دیتا
ہے، اعراب سے بحث کرتا ہے استنباط
مسائل کرتا ہے لہذا وہ ان وجوہ متقدمین
کی تفسیروں سے فائق ہے۔

قال النووی اجمعت الامة على انه لم یصنف
مثل تفسیر الطبری وعن ابی حامد الاسفرائینی
انه قال لو سافر رجل الى الصين حتی یحصل
له تفسیر ابن جریر لم یکن ذلک کثیرا۔

نوی فرماتے ہیں، امت کا اس پر اتفاق
ہے کہ تفسیر طبری کی طرح کوئی تفسیر نہیں لکھی
گئی ہے، ابو حامد اسفرائینی سے منقول ہے
وہ کہتے تھے، اگر کوئی شخص چین تک تفسیر
طبری حاصل کرنے کی خاطر سفر کرے تو یہ
بھی کچھ زیادہ نہیں ہے۔

یہ کتاب پہلی مرتبہ مطبعہ میمنیہ مصر سے ۱۹۱۹ء میں ۳۱ جلدوں میں شائع ہوئی تھی پھر ۱۳۲۲ھ میں مطبعہ امیریہ بولاق مصر سے ۳۰ جلدوں میں شائع ہوئی نیز ۱۳۴۲ھ میں دارالمعارف قاہرہ شیخ محمود محمد شاگرد وغیرہ کی تعلیقات کے ساتھ شائع ہو رہی ہے، اب تک اس کی ۱۵ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

موصوف کی بعض دیگر تصانیف کے نام درج ذیل ہیں :

(۱) الآداب الحمیدة والاعلاق النفیسة۔ (۲) اختلاف الفقہاء، اس کا ایک ٹکڑا مصر میں ۱۳۲۰ھ میں شائع ہوا تھا۔ (۳) تاریخ الامم والملوک مصر سے ۱۳۳۹ھ میں شائع ہوئی، اس سے پہلے یہ جرئی میں شائع ہوئی تھی۔ (۴) تہذیب الآثار۔ (۵) کتاب البسیط، یہ فقہ میں ہے۔ (۶) الجامع فی القراءات۔ (۷) کتاب التبصیر فی الأصول۔ (۸) کتاب الحفیف فی الفقہ۔ (۹) کتاب الزکوة۔ (۱۰) کتاب الشذور۔ (۱۱) کتاب الشروط۔ (۱۲) کتاب القلادة۔ (۱۳) کتاب الطہارة۔ (۱۴) کتاب عدد آی التزیل۔ ————— (۱۵) کتاب المعاصر والتجلیات۔ (۱۶) کتاب المسترشد۔ (۱۷) کتاب الامایا۔ (ملاحظہ ہو، ہدیۃ العارفین: ج ۲۔ ص ۲۷۷)

(۲۵)

فردوس دہلی سے حافظ ابوشجاع شیرویہ بن شہر دار بن شیرویہ بن فناخسرو دہلی شافعی بھڑانی المتوفی ۵۹۰ھ کی کتاب "الفردوس" مراد ہے، جس کے متعلق محمد بن جعفر الکلتانی "الرسالة المستطرفة" میں لکھتے ہیں :

اور فی عشرة آلاف حدیث من الاحادیث	اس میں نو لکھ لے دس ہزار چھوٹی چھوٹی
القصار مرتبة علی نحو من عشرين حرفا من حروف	حدیثوں کو جمع کیا ہے جو حروف معجم میں سے
المعجم من غیر ذکر اسناد فی مجلد او مجلدین	تقریباً بیس حروف پر مرتب ہیں، اس میں
وساۃ فردوس الاخبار بما ثور الخطاب المخرج	سندیں نقل نہیں کی ہیں، یہ ایک یاد و جلد
علی کتاب الشہاب۔	میں ہے اور اس نے اسی کا نام فردوس الاخبار
	بما ثور الخطاب المخرج علی کتاب الشہاب
	رکھا ہے۔

اُن کے فرزند محدث ابو منصور شہر دار بن شیرویہ المتوفی ۵۵۵ھ نے فردوس الاخبار کو اس کے صحابہ پر مرتب کیا اور ہر حدیث کو بسند بیان کیا ہے، جس کا نام ابانۃ الشبہ فی معرفۃ کیفیتہ

الوقوف علی ما فی کتاب الفردوس من علامۃ المحروف ہے۔ اور یہی کتاب مسند فردوس دہلی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا مانتا بن حجر نے اختصار بھی کیا ہے جو تہذیب القوس فی مختصر مسند الفردوس کے نام سے موسوم ہے۔

موصوف کی تالیفات میں حسب ذیل کتابیں مشہور ہیں :

(۱) تاریخ ہمدان۔ (۲) ریاض الانس لعقلاء الانس فی معرفۃ احوال النبی صلی اللہ علیہ وسلم و تاریخ الخلفاء۔ (۳) کتاب حکایات المناجات۔

(۴۶)

تصانیف ابو نعیم سے حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن ہمدان الاصبہانی المتوفی ۴۳۳ھ کی تالیفات مراد ہیں جن میں سے مشہور کتابوں کے نام درج ذیل ہیں :

(۱) حلیۃ الاولیاء و ہجۃ الاصفیاء۔ (۲) کتاب دلائل القبۃ۔ (۳) کتاب المستخرج علی صحیح البخاری۔ (۴) کتاب المستخرج علی صحیح مسلم۔ (۵) کتاب تاریخ اصہبان۔ (۶) کتاب صفۃ الخیمة۔ (۷) کتاب الطب۔ (۸) کتاب فضائل الصحابة۔ (۹) کتاب المعتقد۔ (۱۰) کتاب حرمة المساجد و (۱۱) کتاب فضل العالم العقیف۔ (۱۲) کتاب معجم شیوخ۔ (۱۳) کتاب الریاضۃ والادب۔ (۱۴) کتاب المہدی۔ (۱۵) کتاب علوم الحدیث۔ (۱۶) کتاب ریاضۃ المتعلین ملاحظہ ہو پیرۃ العارفین : ج ۱۔ ک ۴۷ تدریب الراوی، طبع فہرہ ۱۹۵۹ء ص ۵۱۷ و ۵۱۸۔

(۴۷)

تصانیف جوز قانی سے حافظ ابو عبد اللہ حسین بن ابراہیم بن جعفر جوز قانی ہمدانی المتوفی ۵۴۳ھ کی تالیفات مراد ہیں۔ موصوف کی تالیفات میں سے کتاب الاباطیل اور کتاب التکلیف فی الفروع زیادہ مشہور ہیں۔

(۴۸)

تصانیف ابن عساکر سے حافظ ابو القاسم علی بن الحسن الدمشقی المتوفی ۵۴۵ھ کی تصانیف مراد ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں :

(۱) اجابۃ السوال فی احادیث شعبۃ۔ (۲) احادیث ابی الاشعث الصنعانی۔ (۳) احادیث جماعۃ من کفر سوسیۃ۔ (۴) احادیث حنش و العلم و حفص الصنعانیین۔ (۵) الاحادیث الثمات و اخبار ابن ابی الدنیا۔ (۶) احادیث صنعاء الشام۔ (۷) الاحادیث المتخیرۃ فی فضائل العشرۃ۔

(۸) اخبار ابی عمرو الاوزاعی وفضائلہ۔ (۹) اخبار ابی محمد سعد بن عبد الغفر بن دعوالیسر۔ (۱۰) اربعون حدیثاً من اربعین شیخاً من اربعین مدینہ۔ (۱۱) الاربعون حدیثاً مساواة الامام ابی عبد اللہ الطرأوی۔ (۱۲) الاربعون الطوال۔ (۱۳) الاربعون فی الجہاد، اس کا نام الاجتہاد فی اقامۃ فرض الجہاد ہے۔ (۱۴) الاستراف علی معرفۃ الاطراف۔ (۱۵) الاعتزاز بالہجرۃ۔ (۱۶) الاقتدار بالصاوت فی حفر الخنادق۔ (۱۷) الانذار بحدوث الزلزال۔ (۱۸) تاریخ مدینہ دمشق و اخبار ہا و اخبار من علیہا و روادہ (التاریخ الکبیر) اس کتاب کی دو جلدیں صلاح الدین متجد کی تحقیق کے ساتھ مجمع العلمی دمشق سے بڑے آب و تاب کے ساتھ ۱۹۵۷ء میں شائع ہو چکی ہیں۔ اس مبسوط تاریخ میں سے اسانید اور تکرار کو حذف کر کے شیخ عبد القادر بدراں نے "تہذیب تاریخ ابن کثیر" کے نام سے ۱۳۲۹ھ سے شائع کرنا شروع کیا تھا جس کی اب تک ۷ جلدیں شائع ہو چکی ہیں (۱۹) التالی لحديث مالك العالی۔ (۲۰) تبیان الوہم والتخلیط فیما اخرجه ابو داؤد من حدیث الاطیط۔ (۲۱) تبیین الامتنان فی الامر بالاعتنان۔ (۲۲) تبیین کذب المفتری فی ما نسب الی الامام ابی الحسن الاشعری، پہلی مرتبہ یہ کتاب ۱۸۷۷ء میں لیڈن سے شائع ہوئی تھی، اب دمشق سے بھی شائع ہو چکی ہے۔ (۲۳) تخریج المجالس السبعة لشیخ ابی الحسن اسلمی مع الکلام علیہا۔ (۲۴) ترتیب الصحابة فی مسند احمد۔ (۲۵) ترتیب الصحابة فی مسند ابی یعلی۔ (۲۶) تشریف یوم الجمعة۔ (۲۷) تقویۃ المنۃ علی انشاء دار السنۃ۔ (۲۸) تکمیل الانصاف والعدل بتجلیل الاسعاف بالعرل۔ (۲۹) تہذیب المتکلم من عوالی مالک بن انس۔ (۳۰) ثواب الصبر علی المصائب بالولد۔ (۳۱) الجواب المبسوط لمن ذکر حدیث البسوط۔ (۳۲) الجوامع واللالی فی الابدال العوالی۔ (۳۳) حدیث ابی بکر بن محمد بن رزق اللہ المنینی المقری۔ (۳۴) حدیث اہل قریۃ البلاط۔ (۳۵) حدیث اہل بیت سدا۔ (۳۶) حدیث جماعۃ من اہل بیت لہیا۔ (۳۷) حدیث جماعۃ من اہل جوہر۔ (۳۸) حدیث جماعۃ من اہل حرستا۔ (۳۹) حدیث اہل قریۃ الحمیرین وقینینہ۔ (۴۰) حدیث اہل وقاینہ و حجر اوعین شرمار و جدیاد طریس۔ (۴۱) حدیث دومۃ و سرا با و القصیر۔ (۴۲) حدیث اہل زبدین و جسرین۔ (۴۳) حدیث سعد بن عبادہ۔ (۴۴) حدیث سلمۃ بن علی الحسنی البلاطی۔ (۴۵) حدیث اہل فدا یا بیت الانس و بیت قوفا۔ (۴۶) حدیث اہل کفرطنا۔ (۴۷) حدیث یحییٰ بن حمزۃ البتلوی و عوالیہ۔ (۴۸) حدیث بسرة بن مغوان ابنہ و ابن ابنہ (۴۹) دفع التشییب علی من فسر معنی التشییب۔ (۵۰) ذکر البیان عن فضل کتابۃ القرآن۔ (۵۱) ذکر ما وجدت فی سماعی مما یتحق بالجرم الرأعی۔ (۵۲) یوم

ملا یعلم بعلمہ (۵۳)، روایات ساکنی واریا۔ (۵۴) الزبارة فی بذل الشهادة۔ (۵۵) السداسیة۔ (۵۶) طرق حدیث عبداللہ بن عمر۔ (۵۷) عوالی حدیث سفیان الثوری و خبرہ۔ (۵۸) فضائل مقام ابراہیم ومن حدیث اہل برزہ۔ (۵۹) فضل اصحاب الحدیث۔ (۶۰) فضل الربوة والیرب ومن حدیث بہما۔ (۶۱) فضل عاشوراء والمہرم۔ (۶۲) فضل اکرم علی اہل المہرم۔ (۶۳) القول فی جملة الاسانید فی حدیث المؤید۔ (۶۴) کشف المخطی فی فضل الموتی۔ (۶۵) ما وقع للاوزاعی من العوالی۔ (۶۶) مجموع من احادیث جماعة من اہل بعلبک۔ (۶۷) مجموع الرفائب ما وقع من احادیث مالک الفرائب۔ (۶۸) مجموع من حدیث محمد بن یحیی بن حمزة الحضرمی البتلیسی۔ (۶۹) المستفید فی الاحادیث السباعیة الاسانید۔ (۷۰) المسلسلات۔ (۷۱) مسلسل العیدین۔

موصوف نے مجالس درس میں بہت سے مباحث پر کلام کیا ہے، وہ سو مجلسیں مجالس الملاء کے نام سے مشہور ہیں، ان میں چند مندرجہ ذیل ہیں:

(۷۲) مجلس فی فنی التشیہ۔ (۷۳) مجلس فی التوبة۔ (۷۴) مجلس فی فضل عبداللہ بن مسعودؓ۔ (۷۵) مجلس فی فضیلة ذکر اللہ۔ (۷۶) مجلس فی التزیر۔ (۷۷) المشیات الاعدی عشر۔ یہ وہ گیارہ مشیخے و فہرست شیوخ ہیں جو موصوف نے اپنے شیخ ابو غالب بن البنا کے لئے تخریج کی تھیں۔ (۷۸) مشیخہ شیخ ابی المعالی عبداللہ بن احمد الحلوانی الاموی۔ (۷۹) مصافحة لابی سعد السمعی و ابی بن حدیثا۔ (۸۰) معجم اسماء القری و الامصار التي سمع بها۔ (۸۱) معجم الشیوخ النبلاء (۸۲) معجم من سمع منه و اجاز له۔ (۸۳) معنی قول عثمان بالغیث و تمثیل۔ (۸۴) المقالة الفاضلة للرسالة الواضحة۔ (۸۵) مناقب الشبان۔ (۸۶) من سمع منه من النوان۔ (۸۷) من لا یكون مؤتمنا لا یكون مؤذنا۔ (۸۸) من نزل المزة وحدث بها۔ (۸۹) من وافقت کینتہ کینتہ زوجتہ۔ (۹۰) الموافقات علی شیوخ الائمة الثقات۔

ان کی تالیفات جو پایہ تکمیل کو نہیں پہنچیں ان کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) الابدال۔ (۲) ذم الرافضة۔ (۳) کتاب القنات۔ (۴) فضل بیت المعتدس۔ (۵) فضل الجہاد۔ (۶) فضل قریش و اہل البیت و الانصار و الاشرعین۔ (۷) فضل المدینة۔ (۸) فضل بکرة۔ (۹) مسند کحول۔ (۱۰) مسند ابی حلیفة۔

اس کے علاوہ اور بھی ہیں جن کی تعداد چالیس تک پہنچتی ہے۔ ملاحظہ ہو تبیین کذب المغزی

طبع دمشق ۱۳۴۲ھ صفحہ ۶۳ تا ۶۴، و ہدیۃ العارفین: ج ۱-ک ۷۰۱

(۴۹)

- تصانیف ابو الشیخ سے حافظ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان اصنفانی المتوفی ۳۶۹ھ
کی تالیفات مراد ہیں۔ موصوف کی بعض مشہور تصانیف کے نام درج ذیل ہیں :
- ۱۔ کتاب تاریخ اصبہان۔
 - ۲۔ کتاب الثواب لاعمال الزکیۃ۔
 - ۳۔ کتاب السنن المعظمۃ والاخلاق النبویۃ۔
 - ۴۔ کتاب العظمت۔
 - ۵۔ کتاب التاريخ علی السنین۔

(۵۰)

- تصانیف ابن التجار سے حافظ محبت الدین ابو عبد اللہ محمد بن محمود المعروف بابن النجار بغدادی
شافعی المتوفی ۶۲۳ھ کی تالیفات مراد ہیں، جن میں سے مشہور کتابوں کے نام درج ذیل ہیں :
- ۱۔ اخبار المشتاق الی اخبار العشاق۔
 - ۲۔ الاذکار فی انواع الاشعار۔
 - ۳۔ انہار نعمۃ الاسلام و اشہار نعمة الاجرام۔
 - ۴۔ منظومۃ سنینہ فی احکام اہل الذمۃ۔
 - ۵۔ الساب المحدثین۔
 - ۶۔ تاریخ مدینۃ الاسلام فی الذیل علی تاریخ الخطیب۔
 - ۷۔ جنتہ الناطرین فی معرفۃ التابعین۔
 - ۸۔ الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ۔
 - ۹۔ المختلف والمتنلف ذیل تاریخ ابن ماکولا۔
 - ۱۰۔ روضۃ الاولیاء فی مسجد ایلیار۔
 - ۱۱۔ الزہر فی محاسن شعر اہل العصر۔
 - ۱۲۔ سلوۃ الوحید۔
 - ۱۳۔ الشانی فی الطب۔
 - ۱۴۔ شرح حرز الامانی للشاطبی۔
 - ۱۵۔ شرح المفصل للزمخشری۔
 - ۱۶۔ العقد الفائق فی عیون اخبار الدنیا و مآسن
تواریخ الخلائق۔
 - ۱۷۔ العوالی۔
 - ۱۸۔ عیون الفوائد۔
 - ۱۹۔ تقرر الفوائد۔
 - ۲۰۔ القمر المنیر فی المسند الکبیر۔
 - ۲۱۔ الکمال فی معرفۃ الرجال۔
 - ۲۲۔ کنز الانام فی معرفۃ السنن والاحکام۔
 - ۲۳۔ المتفق والمفترق۔
 - ۲۴۔ مجمع الشیوخ۔
 - ۲۵۔ مناقب الامام الشافعی۔
 - ۲۶۔ نزہۃ الطرف فی اخبار اہل الطرف۔
 - ۲۷۔ کتاب المستدرک علی تاریخ الخطیب۔
 - ۲۸۔ نزہۃ الوری فی اخبار ام القرئ۔
 - ۲۹۔ نبح الامعابۃ فی معرفۃ الصحابۃ۔
 - ۳۰۔ السابق واللاحق۔

لاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۲۷۹ و ہدیۃ العارفين ج ۲ ک ۱۲۲۔

(۵۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۵۷ھ لسان المیزان (طبع حیدرآباد دکن ۱۳۲۹ھ ج ۱ ص ۱۳) میں لکھتے ہیں:

قال الامام احمد ثلاثة كتب ليس لها اصول و هي المغازی و التفسير و الملاحم قلت ينبغي ان يضاف اليها الفتنائل فبهذه اودية الامام في التفسير و الموضوعات و كان في العدة في المغازی على مثل الواقدی و في التفسير على مثل مقاتل و الكلبي و في الملاحم على الاسرائيليات و اما الفتنائل فلا تخصي کم وضع الرافضة في فضل اهل البيت و عارضهم جملة اهل السنة بفضائل معاوية و بفضائل الشيعين و قد اغنامنا الله و اعلى مرتبتهم اغناها۔

امام احمد کا قول ہے کہ تین کتابوں کی اصل نہیں ہے اور وہ مغازی، تفسیر اور ملاحم ہیں، میں کہتا ہوں اس میں فضائل کا اضافہ کرنا بھی مناسب ہے، یہ ضعیف اور موقوف حدیثوں کی وادیاں ہیں، کیونکہ مغازی میں وادعی جیسے شخص پر اعتماد ہے اور تفسیر میں مقاتل اور کلبی جیسے لوگوں پر ہے اور ملاحم میں اسرائیلیات پر ہے، فضائل تو اس کا شمار نہیں کیا جاسکتا کہ رافضیوں نے اہل بیت کی فضیلت میں کئی حدیثیں گھڑی ہیں اور جابل سنیوں نے ان سے مقابلے کے لئے حضرت سادق علیہ السلام حضرت شیعین رضی اللہ عنہما کے فضائل میں وضع کی ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے شیعین کو اس سے مستغنی کر دیا اور ان کا رتبہ اس سے بلند و بالا رکھا ہے۔

شیخ محمد بن طاہر بنی المتوفی ۹۸۹ھ (تذکرۃ الموضوعات شائع کردہ مکتبہ تعمیر مکتبہ ۱۳۴۳ھ) میں حافظ سیوطی سے امام احمد بن حنبل کے مذکورہ بالا قول کی علت حسب ذیل نقل کرتے ہیں:

ليس لها اصول بان الغالب عليها المآثر و قال عفتوا اصحاب احمد مراده ان الغالب ليس لها اسانيد صحاح متعلقة و قال بعد من ذلك كثرة كتبه في العلم بالشرك و الحساب البسير بالعرض و القوة

ان کے اصول نہیں ہیں یعنی ان میں اکثر مرسل حدیثیں ہیں۔ امام احمد کے معنی شاگردوں کا قول ہے کہ امام احمد کی اس سے مراد یہ ہے کہ اکثر روایتوں کی سندیں صحیح نہیں ہیں و اگر نہ ان میں سے بہت سی صحاح

مصحح مسند سے ثابت ہیں جیسے ظلم کی تفسیر
شُرک سے اور حساب سیر کی عرض سے اور تو
کی تفسیر زمی (تیر اندازی) سے، میں کہتا ہوں
ان میں صحیح بہت ہی کم ہیں بلکہ مرفوع الال
تو نہایت قلیل ہیں۔ اور فرمایا کہ مفسرین کے
بہت سے گمراہ مبتدع ہیں جنہوں نے تفسیر
اپنے مسلک کے اعتبار سے لکھی ہیں جیسے کہ
عبد الرحمن بن کیسان اصم، جبائی، رافعی
اور زعشری ہیں اور ان میں سے بعض ایسے
ہیں کہ انہوں نے اپنے کلام میں بدعت
کی آمیزش اس طرح کی ہے کہ اکثر لوگوں کو پتہ بھی نہیں چلتا جیسے صاحب کشاف ہوتا آکملہ
سے اہل سنت کے یہاں ان کی باطل تفسیریں رواج پا گئی ہیں۔

باری قلت الذی مع من ذلک قلیل جدا بل مل
المرفوع من فی خایة القلة..... قال
ومن المفسرین طوائف مبتدعة منصفوا التقاک
علی مذاہبهم مثل عبد الرحمن بن کیسان الامم
والجبائی والرافعی والزعشری ومنہم من یدس
البدع فی کلامہ واکثر الناس لا یعلمون
ذلک کما صاحب الکشاف حتی انہ یردج علی
خلق کثیر من اہل السنة کثیر من تفسیر
الباطلة۔

اور میں نے امام ابن تیمیہ قدس سرہ کے
بعض رسالوں میں دیکھا ہے کہ جن طرح
حدیث کے لئے دلیلیں ہیں کہ جن سے ان
کی صحت کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے تو اس
کی بھی دلیلیں ہیں جن سے اس کے کذب
کا یقین ہو جاتا ہے، جیسے ان باتوں کا
تذکرہ جن کو اہل بدعت و مناع روایت
کرتے ہیں اور فضائل میں حد سے تجاوز
کرنا جیسے کہ یوم عاشوراء اور اس کی نماز
کی بابت حدیث ہے اور تفسیر میں اس
قسم کی موضوعات بہت ہیں جیسے کہ وہ
باتیں جن کو ثعلبی، واحدی اور زعشری

در آیت فی بعض الرسائل لابن تیمیہ
قدس سرہ کما ان للحدیث ادلة قطعیة
فله ادلة قطعیة بکذبہ مثل ارواہ الوقائع
من اہل البدع والغلو فی الفضائل کما
یوم عاشوراء وصلاته فی التفسیر من
ہذہ الموضوعات کثیر کما یرویہ الثعلبی
والواحدی والزعشری فی فضل السور
الثعلبی فی نفسہ کان ذا خبر و دین لکن
کان ماہلب لیل ینقتل ما وجد فی کتب
التفسیر من صحیح وضعیف و موضوع والواحدی
صاحبہ کان البصر منہ بالعسیر لکن ہو
ابعد عن اتباع التلغ والبنوی تفسیر

مختصر من الثعلبی لکن صان تفسیرہ من المصنوع
والبیہد۔

سور لوں کی فضیلت میں نقل کرتے ہیں حالانکہ
ثعلبی فی نفسہ باخبر اور متدین عالم ہے لیکن وہ
مطلب لیل ہے جو کچھ تفسیروں میں صحیح مصنف

اور موضوع پاتا ہے نقل کر دیتا ہے اور اس کا شاگرد واحدی ہے جو عربیت میں صاحب بصیرت
ہے لیکن وہ اتباع سلف میں اس سے دُور ہے۔ اور لغوی کی تفسیر ثعلبی کی تفسیر کا اختصار ہے
لیکن اُس نے اپنی تفسیر کو موضوعات اور بدعت سے محفوظ رکھا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ کتاب الرد علی البکری میں رقمطراز ہیں :

ومن یجمع الموضوعات الكثيرة والاكاذيب العظيمة
مثل مصنف کتاب وسیلة المتعبدین
مصنف الشيخ عمر الموصلي مثل تقتل
الاخوان للبکری الذی فیہ من الکذب
الایحقی علی فطن لبیب ومثل العتاضی
عیاض بن موسی البیہقی مع علمہ وفضلہ
ودینہم انکر العلماء علیہ کثیرا ما ذکر
فی شفا من الامادیث والتعاسیر
التي اعلونا انہا من الموضوعات والمناکیر
واذا کان تفسیر الثعلبی ومواجه الواحدی
ونحوہا فیہا من الغریب الموضوع فی الفضا
والتفسیر بالایجاز الاعتماد علی مجرد عزوہ
الیہا فکیف بغیرہا کتفسیر ابی القاسم لغوی
والی اللیث السمرقندی وتفسیر ابی عبد الرحمن
الثعلبی۔

اور وہ جو کثرت سے جھوٹی اور گھڑی ہوئی
حدیثیں جمع کرتے ہیں جیسے وسیلۃ المتعبدین
کا مصنف جو یہ کتاب عمر موصلی کی تصنیف
ہے اور اسی طرح تنقل الاخوان جو بکری کی تصنیف
ہے اس میں جیسا کچھ جھوٹ ہے وہ کسی
سمجھ دار اور دانشمند سے مخفی نہیں ہو
اور قاضی عیاض بن موسی البیہقی کی طرح
جو بایںہم علم وفضل ودیداری شفا میں
بہت سی ایسی حدیثیں ذکر کر گئی ہیں جن
کی صحت سے علماء نے انکار کیا ہے اور
وہ تفسیریں جن کے متعلق ہمیں بتا دیا ہے
کہ ان میں موضوع اور منکر حدیثیں ہیں
اور جب کہ وہ ثعلبی اور اس کے شاگرد
واحدی اور ان ہی جیسے مفسرین کی تفسیریں
ہوں کہ جن میں غریب اور موضوع روایات

فضائل اور تفسیر کے سلسلے میں موجود ہیں

تو محض ان کی طرف کسی حدیث کی نسبت سے اعتماد کرنا جائز نہیں اور ان کے علاوہ ابوالقاسم
تیسری ابواللیث سمرقندی اور ابوجہد الرحمن ثعلبی کی جیسی تفسیروں پر بھلا کیوں کر اعتماد کرنا

(الروای البکری بحوالہ کتاب الشریعہ بتحقیق محمد جازز ہو سکتا ہے۔)

حامد الفتی۔ مطبعة السنة المحمدية ۱۹۵۸ء (۲۲۲)

قاضی محمد بن علی الشوکانی المتوفی ۱۲۵۵ھ الفوائد المجموعة فی بیان احادیث الموضوعات و مطبوعہ صدیقی لاہور ۱۳۰۵ھ ص ۲۸۷ میں لکھتے ہیں :

قد توسع المؤرخون في ذكر الاحاديث الباطلة
في فضائل البلدان ولا سيما بلاد انهم فانهم
يتساهلون في ذلك غاية التساهل ويذكرون
الموضوع ولا يبينون عليه كما فعل
الرحمہ في تاريخه الذي سماه قرۃ العيون
باخبار اليمن الميمون وتاريخه الآخر الذي
سماه بغية المستفيد باخبار مدينة زبید
مع كونه من اهل الحديث وعن لا يخفى عليه
بطلان ذلك فليحذر المتدين من اعتقاد
شيئ منها اور وايت فان الكذب في هذا قدر
وجاوز الحمد بسببه ما جبلت عليه القلوب
من محبة الاوطان والشفقة بالمشاء۔

مؤرخین نے شہروں کی فضیلت میں باطل
حدیثوں کے ذکر کرنے میں بہت توسع کیا ہے
خاص طور پر اپنے شہروں کے متعلق بڑے
ہی تساہل سے کام لیا ہے کہ موضوع حدیث
ذکر کرتے ہیں اور اس پر تنبیہ نہیں کرتے
ہیں جیسے کہ ریح نے اپنی تاریخ میں جس کا نام
قرۃ العیون باخبار الیمین المیمون ہے اور دوسری
تاریخ جس کا نام اس نے بغیۃ المستفید یاغیا
مدینۃ زبید رکھا ہے، کیا ہے باوجودیکہ وہ
محدث تھا اور ان علماء میں سے تھا جن پر ان
کا بطلان خفی نہ تھا، لہذا امتدین کو ایسی
باتوں کی روایت اور اعتقاد سے بچنا چاہیے
کیونکہ اس میں جھوٹ بہت ہے اور حدیث
تجاوز کرتا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ دلوں میں وطن کی محبت اور جائے تربیت کی لغت

جہلی ہے۔

(۵۲)

تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ، محدث ابو الحسن علی بن محمد بن عراق
کتاب المتوفی ۹۶۳ھ کی موضوعات حدیث پر نہایت مبسوط اور جامع کتاب ہے، یہ ابن جوزی کی
کتاب الموضوعات، سیوطی کی اللالی المصنوعۃ، ذیل اللالی اور نکت البدایات وغیرہ کی
نہایت کامیاب تلخیص ہی نہیں بلکہ اس پر ابن عراق کے جاہجا استدراکات اور اضافے بھی ہیں نیز
شروع میں نہایت مفید مقدمہ ہے جس میں موضوع حدیث کی تعریف، وضع حدیث کے اسباب

اور واضعین حدیث کے اقسام سے بحث کی ہے اور پھر واضعین حدیث کے ناموں کی فہرست دی ہے اس کتاب کے دو نہایت قدیم خوشخط اور صحیح نسخے کتب خانہ پیر جھنڈو (حیدر آباد سندھ) میں ہمارے مطالعے کے رکھے ہیں۔ اب یہ کتاب شیخ عبد الوہاب عبد اللطیف اور عبد اللہ محمد صدیقی کی تصحیح اور مقدمہ کے ساتھ مکتبۃ القاہرہ مصر سے دو جلدوں میں شائع ہو گئی ہے۔

(۵۳)

میزان الاعتدال فی نقد الرجال، حافظ شمس الدین ذہبی المتوفی ۷۴۸ھ کی اس موضوع پر نہایت مشہور اور مقبول کتاب ہے، یہ کتاب پہلی مرتبہ مطبعہ انوار احمدی لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی، پھر ۱۳۲۵ھ میں قاہرہ سے تین جلدوں میں شائع ہوئی، حافظ سخاوی المتوفی ۹۱۲ھ فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث، صفحہ ۷۷۷ میں رقمطراز ہیں:

اختصر الذہبی بل و ذیل علیہ فی تصنیفین	حافظ ذہبی نے اس کا اختصار کیا ہے بلکہ دو
وجہ منظرہ فی میزانہ فجاء کتاباً نفیاً علیہ	جلدوں میں اس پر ذیل بھی لکھا ہے اور اس
محول من جاء بعده مع انه تبع ابن عدی	کا بڑا حصہ میزان الاعتدال میں جمع کر دیا ہے
فی ایراد کل من تکلم فیہ ولو کان ثقتہ	جس سے وہ ایسی نفیس کتاب بن گئی کہ ان کے
التزم ان لا یدکر احد من الصحابة ولا	بعد آنے والوں کا اسی پر اعتماد ہو یا جو وہیکہ
الاتمة المتبوعین وقد ذیل علیہ المصنف	انہوں نے اس امر میں بھی ابن عدی کی پیرائی
فی جلدہ والنقطۃ شینا من لیس فی تہذیب	کی ہے کہ ہر مستحکم فیہ کو گو وہ ثقہ ہو ذکر کر دیا
الکمالی ضم الیہ ما فاتہ من الرواة والتما	گو اس امر کا لحاظ ہر جگہ رکھا ہے کہ صحابہ اور
مع انتقاد و تحقیق فی کتاب سماہ لسان	ان ائمہ کا جن کی اُمت میں اتباع کی جاتی ہے
المیزان مما کتبتہ واخذتہ عنہ و	ان میں سے کسی کا ذکر نہیں کیا۔ اور مصنف نے
عمم النفع بہ۔	اس پر ایک جلد میں ذیل لکھا ہے اور ہمارے

شیخ ابن حجر نے اس سے ان راویوں کا انتقاد

کر کے جو تہذیب الکمال میں نہیں ہیں اور اس میں وہ راوی جو ان سے رہ گئے تھے اس میں شامل کر دیے ہیں اور تحقیق اور تنقید کر کے تنبیہ بھی کر دیا ہے اور اس کا نام انہوں نے "لسان المیزان" رکھا ہے یہ ان کتابوں میں سے ہے جن کو میں نے لکھا اور ان سے اخذ و اقتباس کیا اور اس سے نفع بھی بہت ہوا ہے۔

(۵۴)

لسان المیزان، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ کی اس موضوع پر نہایت مشہور تالیف ہے، یہ چھ جلدوں میں دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن سے ۱۳۲۹ھ میں شائع ہو چکی ہے۔

(۵۵)

مجمع البحار شیخ محمد بن طاہر بیٹن المتوفی ۹۸۶ھ کی تالیف ہے جس کا پورا نام مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل و لطائف الاخبار ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخبار، مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۲ھ صفحہ ۲۸۰ میں لکھتے ہیں:

از ان جلد کتابے ست کہ مستکفل شرح
نجمہ ان کے ایک کتاب ہے جو صحاح
صحاح ستہ مسمیٰ بمجمع البحار۔
ستہ کی شرح کی جامع ہے وہ مجمع البحار
سے موسوم ہے۔

نواب سیدی حسن خاں قنوجی اتحاد النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء المحسنین
دمطبع نظامی کانپور ۱۲۸۸ھ صفحہ ۱۳۲ میں لکھتے ہیں:

بالجملہ این کتاب مستطاب جامع غریب
خلاصہ یہ ہے کہ یہ کتاب مستطاب قرآن
سنت و کتاب است برویجہ کہ باوجود
دست کے شکل العناظ کی جامع ہے
آف حاجت بکتاب دیگر درین نمی شود،
اس طور پر کہ اس کے ہوتے ہوئے
اس موضوع پر دوسری کتاب
گویا شرح صحاح ستہ است۔
کی ضرورت نہیں، گویا یہ صحاح ستہ
کی شرح ہے۔

حکیم سید عبدالحی لکھنوی نزہۃ الخواطر (طبع دکن ۱۹۵۲ء - ج ۲ - ص ۳۰۱)
میں تحریر فرماتے ہیں:

وله مصنفات جلیلة ممتعة اشهرها
اور ان کی جلیل القدر اور مفید تصانیف
واحسنها کتابہ مجمع بحار الانوار فی
ہیں جن میں سے مشہور اور عمدہ کتاب —
غرائب التنزیل و لطائف الاخبار
مجمع بحار الانوار ہے اس میں ہر شکل حدیث
..... جمع فیہ کل غریب الحدیث
کے العناظ کو اس طرح سے جمع کیا ہے،
والمات فیہ فجار کا شرح للصحاح الستہ
جو کچھ اس کے متعلق لکھا گیا ہے وہ سب

وہو کتاب متفق علی قبولہ بین اہل العلم
 منذ ظہر فی الوجود ولم تنتہ عظیمۃ
 اس میں آگیا ہے، جس کی وجہ سے وہ
 صحاح ستہ کی شرح بن گئی ہے، اور
 یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کے عالم وجود
 میں آنے کے بعد سے علماء کا اس کی قربت

پر اتفاق ہے اور مولف کا یہ کارنامہ اہل علم پر بہت بڑا احسان ہے۔
 یہ کتاب تکمیل کے ساتھ تین جلدوں میں مطبعہ نو کشور لکھنؤ سے ۱۲۸۳ھ میں شائع ہوئی تھی،
 آج کل نایاب ہے، پھر شائع ہونی چاہئے۔



اسمار راویان صحاح ستہ

(۱۵۶)

محدثین کا یہ نہایت عظیم الشان کارنامہ ہے کہ انہوں نے حدیث کی خدمت کے سلسلہ میں راویان حدیث کے ناموں کو بھی ایسا مرتب اور منضبط کر دیا ہے کہ حدیث پڑھنے والے کے لئے کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہی ہے، چنانچہ محدثین کی اصطلاح میں راویوں کے ناموں کی ایسی نوع کو جو خط اور صورت کے اعتبار سے ایک ہوتی ہے اور ان کا تلفظ مختلف ہوتا ہے 'مؤتلف و مختلف' کہتے ہیں۔

محدثین کے یہاں اس فن سے ناواقفیت بہت معیوب سمجھی جاتی ہے کیونکہ اس فن سے ناآشنائی کے باعث انسان کا علمی وقار گر جاتا ہے، اسی وجہ سے اس موضوع پر ائمہ فن نے قلم اٹھایا اور سب سے پہلے اس موضوع پر حافظ عبد الغنی بن سعید نے کتاب لکھی، پھر دارقطنی نے کتاب مرتب کی مگر سب سے زیادہ جامع اور بہتر کتاب اس موضوع پر حافظ ابن ماکولا کی کتاب 'الاکمال' ہے جو دائرۃ المعارف حیدرآباد کن سے شائع ہو رہی ہے حافظ ابو بکر بن نقطہ کا ذیل بھی اس پر نہایت مفید و مطبوعہ کتابوں میں حافظ عبد الغنی کی کتاب 'المؤتلف والمختلف' اور حافظ شمس الدین فہمی کی کتاب 'المشتبہ' بڑی اہم کتابیں ہیں، اول الذکر ہندوستان میں چھپ چکی ہے۔ ذہبی کی کتاب 'المشتبہ' لیڈن سے ۱۸۶۳ء میں شائع ہوئی تھی، اب قاہرہ سے شائع ہو گئی ہے ہندوستان میں اس فن سے اعتبار شیخ محمد بن طاہر شہینی نے کیا اور کتاب 'المغنی' لکھی جو شائع ہو چکی ہے، یہ سہ ماہی متداولہ کے سلسلہ میں مفید ہے۔

سلام، صحاب کے وزن پر ہے، حافظ ابو القاسم عبد الرحمن اسہیلی المتوفی ۸۱۰ھ ۵۸۰ھ روض الافاض
طبع مصر ۱۳۳۲ھ، ج ۱۔ ص ۷۵ میں رقمطراز ہیں:

سلام ہو تخفیف اللام ولا یوجد من اسمہ	سلام یہ تخفیف لام کے ساتھ ہے اور مسلول
سلام بالتخفیف فی المسلین لان السلام	میں تخفیف لام کے ساتھ کوئی ایسا شخص
صح اسماء اللہ فیقال عبد السلام ویقال	نہیں ہے جس کا نام سلام ہو کیونکہ سلام اللہ

سلام بالتشديد وهو كثير وانما سلام
 بالتخفيف في اليهود وهو لاد عبد الله بن سلام
 تعالے کے ناموں میں سے ہے، اسی عبد السلام
 کہتے ہیں، اور تشدید لام کے ساتھ سلام
 کا لفظ بطور علم کے بکثرت موجود ہے سلام

تخفيف لام کے ساتھ یہودیوں میں حضرت عبد اللہ بن سلامؑ کے والد ماجد کا نام ہے۔
 حضرت عبد اللہ بن سلام بن الحارث اسرائیلی رسالتاً صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف
 آؤسی کے وقت اسلام لائے تھے، ان کا نام حصین تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بدل کر
 عبد اللہ رکھا۔ بیت المقدس اور جابیہ کی فتح کے موقع پر حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ابو عروبہ نے ان کو بدری صحابہ میں شمار کیا ہے، لیکن
 ابن سعد نے ان کو طبقہ ثالثہ یعنی اُن صحابہ میں ذکر کیا ہے جو غزوہ خندق وغیرہ میں شریک
 تھے۔ حافظ ذہبی نے کتاب العزج ۱۔ ص ۱۵ میں ان کا سال وفات ۴۳ ہجری قرار دیا ہے اور یہ
 بھی لکھا ہے:

وقد شهد له النبي صلى الله عليه وسلم
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو
 زندگی ہی میں جنت کی بشارت سنائی تھی۔

سید مرتضیٰ زبیدی نے تاج العروس مادہ "سلم" میں لکھا ہے کہ ان کے فرزند حضرت یوسف
 کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گود میں بٹھایا اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کا نام یوسف
 رکھا تھا۔ اور ان کے دوسرے فرزند محمد کو بھی حضورؐ کی زیارت اور رسالتاً صلی اللہ علیہ وسلم
 سے روایت کی سعادت حاصل ہے۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ۴۳ھ میں مدینہ
 میں وفات پائی۔

شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے گوتین کتابوں کے رجال کے ناموں کو خصوصیت سے ذکر
 کیا لیکن بعض جگہ صحاح کے علاوہ دوسری کتابوں کے راویوں کی بھی نشان دہی کی ہے، اسی
 مناسبت سے یہاں ایک نام کا اور اضافہ کر دینا کچھ بجا نہیں، حافظ ابن حجر کے استاد مجد الدین
 فیروز آبادی نے قاموس کے اندر مادہ سلم میں صحابہ میں سے سلام بن عمرو صحابی کے نام کا اور
 ذکر کیا ہے جس کے متعلق حافظ سید مرتضیٰ بیگزائی لکھتے ہیں:

ابو حوانہ نے بواسطۃ ابوبشران سے روایت

روی ابو حوانہ عن ابی بشر عن

کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ جن چار ناموں کو شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بالاتفاق سلام کو تخفیف لام لکھا ہے ان سب میں اختلاف ہے، البتہ شیخ بخاری محمد بن سلام بیکندی کے متعلق جمہور محدثین کی رائے یہی ہے کہ اس کو تخفیف لام پڑھنا ہی زیادہ صحیح ہے، حافظ سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس (ماوہ سلم) میں رقمطراز ہیں :

اختلف فی سلام بن ابی الحقیق و سلام بن محمد بن نامض و قیل سلامہ روی عنہ ابو طالب الحافظ (و سعد بن جعفر بن سلام) السیدی عن ابن البطی مات سنۃ اربع مئۃ و اربعین (و محمد بن سلام البیکندی) الحافظ شیخ البخاری صاحب الصحیح روی عن اسماعیل بن جعفر و طبقۃ مات سنۃ خمس و عشرين و اربعین..... ضبط الخطیب و ابن ماکول و الدیشی بخاری بالتخفیف و قال صاحب المطالع نقلہ الاکثر و ہکذا ذکرہ بخاری فی تاریخ بخاری بالتخفیف قال الحافظ و الیہ المفزع و المرجع قلت و قد ضبط بعض بالتشدید و کانہ اشتبہ علیہ بمحمد بن سلام بن السکن البیکندی الصغیر الراوی عن الحسن بن سوار البغوی و عنہ عبید اللہ بن واصل و ہومن اقرانہ و قد الف فیہ الحافظ معیار النسیب ابن الجوائی رسالۃ نفیستہ فی بابہا سمار فوج المسلم عن خفف و الدیشی بخاری محمد بن سلام رجع فیہا التخفیف و اور وہ النقول

سلام بن ابی الحقیق اور سلام بن محمد بن نامض میں اختلاف ہو اور بعض نے سلام بن محمد نام سلامہ ذکر کیا جو یہ حافظ ابو طالب راوی ہیں، اور سعد بن جعفر سیدی از ابن بطی المتوفی ۲۱۴ھ اور حافظ محمد بن سلام بیکندی جو بخاری صاحب الصحیح کے شیخ ہیں، اسماعیل بن جعفر اور اس طبقہ کے علماء سے راوی ہیں، ان کا انتقال ۲۵۸ھ میں ہوا ہے، خطیب اور ابن ماکول نے شیخ بخاری کے والد کا نام تخفیف لام سے ضبط کیا ہے اور صاحب المطالع کا بیان ہے کہ اکثر نے اسی کو نقل کیا ہے اور اسی طرح سے بخاری نے اس کو اپنی تاریخ بخاری میں تخفیف لام کے ساتھ ذکر کیا ہے حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ اس معاملہ میں بخاری پر وارد ہوا ہے۔ میں کہتا ہوں (مرتضیٰ زبیدی) کہ بعض نے اس کو تشدید لام کے ساتھ بھی ضبط کیا ہے جو یا انھیں محمد بن سلام بیکندی صغیر سے جو حسن بن سوار بنوی اور عبید اللہ بن واصل سے راوی ہے، و سو کہ ہوا ہے حالانکہ وہ بیکندی

بسی فی ایرادہ طول۔ کے معاصرین میں سے ہے اور حافظ معیار ۶۶۰

ابن الجوائفی نے اس بحث میں ایک نفیس رسالہ

نسر و قلم کیا ہے اور اس کا نام رفع الملام عن خفعت والد شیخ البخاری محمد بن سلام رکھا ہے اور اس میں بہت سے اقتباس پیش کئے ہیں جن کا نقل کرنا موجب طولالت ہے ۶

(۵۵)

محمد بن سلام بیکندی حفاظ حدیث میں سے ہیں۔ سہل بن المتوکل کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن سلام کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے حدیث کی طلب میں چالیس ہزار دینار خرچ کئے تھے اور اتنے ہی اُس کی نشر و اشاعت میں خرچ کئے ہیں

محدث بیکندی اصلاً بیکندی نہ تھے، ابن القیسرانی المتوفی ۵۵۰ھ کتاب الجمع بین رجال العیجین (طبع دکن ۱۳۲۳ھ ج ۲۔ ص ۴۵۹) میں لکھتے ہیں:

یقال لہ البیکندی ولم یکن نہم کان نازلاً فیہم
وہو مولیٰ اسامہ بن لوی من قریش بصری۔
اس کو بیکندی کہا جاتا ہے اگرچہ وہ بیکندیوں
میں سے نہیں ہے، وہ ان میں آکر ٹھہرا تھا موقوف
کو اسامہ بن لوی بصری قریشی سے ولاہ
کی نسبت حاصل ہے۔

حافظ شمس الدین محمد الذہبی کتاب المصنف (طبع لیڈن ۱۸۶۳ء صفحہ ۲۸۲) میں ارقا
فرماتے ہیں:

محمد بن سلام البیکندی الحافظ شیخ البخاری
ما ذکر فیہ الخطیب ولا ابن ماکولاسوی التحفیف
وقال صاحب المطالع ثقتہ الا کثر کذا قال
ولم یتابع وقد ذکرہ غنجاری فی تاریخ بخارا
والبرہ المفزع والمرجع بالتحفیف ج۲
المثقل محمد بن سلام بن السکن البیکندی
الصغیر عن الحسن بن سوار البغوی وعندہ
عبید اللہ بن واصل وہو من اقرانہ۔

بیکندی صغیر ہے جو حسن بن سوار بنوئی اور اس کے عبید اللہ بن واصل راوی ہیں وہ ان کے معاصرین ہیں۔

۶۴ سال کی عمر میں صفر ۲۲۵ھ میں انتقال ہوا۔
 حالات کے لئے دیکھو تذکرۃ الحفاظ ج ۲ - ص ۴۲۲۔ (۲) کتاب العبر ج ۱ - ص ۳۹۵
 (۳) تہذیب التہذیب ج ۹ - ص ۲۱۲۔

(۵۸)

ابو علی الجبائی ۲۳۵ھ میں پیدا ہوا، مشہور معتزلی ہے۔ امام ابو الحسن علی اشعریؒ کا استاد تھا۔ امام اشعریؒ نے سب سے پہلے اس کی تردید میں قلم اٹھایا۔ ۳۰۳ھ میں اس کا انتقال ہوا تھا۔

واضح رہے جُبتی کی طرف جُبائی کی نسبت خلاف قیاس ہے۔ یا قوتِ روحی معجم البلدان میں لکھتے ہیں:

جُبتی باقِسم ثم التشديد والقصر بلد او جُبتی میں حیم مغموم، تے مشدد اور تہی
 کورۃ من خوزستان۔ میں قصر ہے، یہ خوزستان کے مضافات میں
 شہر یا قصبہ ہے۔

(۵۹)

سلام بن ابی الحقیق، یہ ایک نہایت با اثر اور مالدار تاجر تھا خیبر میں رہتا تھا اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی اذیت پہنچاتا تھا۔ غزوہ خندق میں اس نے کفار کی خوب مدد کی تھی۔ قبیلہ خزرج کے بعض صحابہؓ نے اُس کو اُس کے محل میں جا کر قتل کیا تھا۔ محدث ابن الصلاح المتوفی ۶۴۳ھ معرفۃ علوم الحدیث المعروف بالمقدمہ میں رقمطراز ہیں:

قال المبروفی کاملہ ولین فی العرب سلام غف مبروفی کتاب الکامل میں کہا ہے کہ سلام عرب اللام آلا والد عبد اللہ بن سلام و سلام بن میں سلام تخفیف لام کے ساتھ بحر عبد اللہ ابی الحقیق۔ ابن سلام اور سلام بن ابی الحقیق کے اور کوئی نہیں ہے۔

جستجو اور تلاش کے باوجود الکامل کے مطبوعہ نسخوں میں یہ عبارت نہیں ملی۔

(۶۰)

عجالتاً نافہ کے مطبوعہ نسخوں میں عمار چمپا ہے لیکن صیح عمارہ ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ تہذیب التہذیب (ج ۱ - ص ۱۸۷) میں لکھتے ہیں:

ابی بن عمارۃ بکسر العین وقیل بضمہ والاول
اشہر یقال ابن عبادۃ المدنی سکن
مصر۔
ابی بن عمارہ کسرۃ عین سے ہے بعض کا قول
ہے کہ ضمۃ عین کے ساتھ ہے، اول زیادہ
مشہور ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ابن عبادہ مدنی
مصر میں رہے ہیں۔

حافظ سخاوی فتح المغیث، ص ۲۲۲ (طبع انوار احمدی لکھنؤ، ۱۳۰۳ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:
ابی بالغم مصغری بن عمارۃ الصغابی المخرج حمہ
فی ابی داؤد وابن ماجہ والحاکم وقیل
انہ صلی القبلتین خاصۃ۔
ابی بن عمارہ صحابی ہیں، ابی پیش کے ساتھ
مصغری ہے یہ وہ صحابی ہیں جن سے ابوداؤد
ابن ماجہ اور حاکم نے حدیث نقل کی ہے،
بعض کا قول ہے کہ انھوں نے دونوں قبلوں
کی طرف نماز پڑھی ہے۔

محمد بن طاہر بیہقی المتوفی ۵۹۸ھ، کتاب المغنی، ص ۲۴۵، مطبع فاروقی دہلی میں لکھتے ہیں:
عمارۃ کلہ بضم عین... و ہو کلہ بالضم و
الخفۃ الا ابی بن عمارۃ فکسرہ اشہر وقیل
عبادۃ ہو وحدۃ الاجماعۃ ذکرہم ابن
ماکولانی فتح شدۃ وسم ابن الصلاح لضم
فمن عداہ۔
عمارہ نامی سب کے سب ضمۃ عین اور تخفیف
تیم کے ساتھ ہیں البتہ ابی بن عمارہ میں
کسرہ زیادہ مشہور ہے اور بعض کا قول ہے
کہ یہ عبادہ ہائے موحده کے ساتھ ہی مگر
ایک جماعت ہے کہ جس کا ذکر ابن ماکولانی
کیا ہے وہ مفتوح اور مشدود ہے اور ابن صلاح

نے اس نام کے سوا ہر ایک میں ضمہ عام کر دیا ہے۔
شمس الدین الذہبی کتاب المشتبہ میں لکھتے ہیں:
عمارۃ کثیر، وبالکسر عمارۃ ابی بن عمارۃ
صحابی وبالتثقیل جعفر بن احمد بن عمارۃ
عمارہ بیت سے ہیں اور عمارۃ ابی ابن عمارہ کسر
کے ساتھ صحابی کا نام ہے اور تشدیدیم کے ساتھ
جعفر بن احمد بن عمارہ ہے۔ (ص ۲۴۷)

مذکورہ بالا بحث میں شاہ عبد العزیز نے محدث ابن الصلاح کے قول کو اختیار کیا ہے، نیز
راویوں کے ناموں کی اس بحث میں موصوف نے مقدمہ ابن الصلاح کی نہایت کامیاب تلخیص
کی ہے یہی وجہ ہے کہ اس میں ناموں کی ترتیب بھی وہی ہے جو مقدمہ ابن الصلاح میں ملاحظہ ہو۔

(۶۱)

یہ اصول ابو علی الخسائی نے کتاب تقييد المہمل میں محدث محمد بن وضاح سے نقل کیا ہے
محدث ابن الصلاح، المقدمہ: ص ۳۳۵ میں لکھتے ہیں:

حکى ابو على الخسائي في كتابه تقييد المہمل عن محمد بن وضاح ان كرزيا بفتح الكاف في نزاعة وكرزيا بضمها في عبثين ابن عبد منان -
ابو على خسائي نے اپنی کتاب تقييد المہمل میں محمد بن وضاح سے نقل کیا ہے کہ خنزاعہ میں کرزیا کا فتح کے ساتھ ہے اور عبثین ابن عبد منان میں ضمہ کا فتح کے ساتھ ہے۔
واضح رہے، ان دونوں جگہ کے علاوہ بھی کرزیا بالضم موجود ہے، ابن الصلاح لکھتے ہیں:
کرزیا بضمها موجود ایضاً فی غیر ہما۔
کرزیا ضمہ کا فتح کے ساتھ ان دونوں قبلوں کے علاوہ ادروں میں بھی موجود ہے۔

ابن الخطيب الدمشقي المتوفى ٨٢٧ھ، تحفة ذوي الارباب: ص ۶۹ (طبع ليدن ۱۹۰۵ء) میں رقمطراز ہیں:

كرزى بفتح طلمحة بن عبسيد بن كرزى، عن ابي الدرداء وابن عمر ورواه بعضهم بالضم وهو هم وكان بعضهم يقول كرزى في قریش على وزن وكرزى في خنزاع وبعضهم يقول التصغير في عبید اللہ مع التکبير في كرزى والتکبير في عبید اللہ مع التصغير في كرزى وطلحة بن عبد اللہ ابن كرزى۔
کرزیا بفتح طلمحہ بن عبید بن کرزیا، عن ابی الدرداء وابن عمر ورواہ بعضہم بالضم وہو ہم وكان بعضہم یقول کرزیا فی قریش علی وزن وکرزیا فی خنزاع وبعضہم یقول التصغیر فی عبید اللہ مع التکبیر فی کرزیا والتکبیر فی عبید اللہ مع التصغیر فی کرزیا وطلحہ بن عبد اللہ ابن کرزیا۔
کرزیا فتح کے ساتھ طلحہ بن عبید اللہ بن کرزیا ہے یہ حضرت ابوالدرداء اور ابن عمر رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں اور بعض نے اس میں ضمہ بیان کیا ہے اور یہ وہم ہے، بعض کہتے ہیں کرزیا قریش میں بروزن قریش ہے اور کرزیا نزاعہ میں ہے بعض کہتے ہیں عبید اللہ مصغر میں کرزیا کبر ہے اور عبید اللہ کبر کے ساتھ کرزیا مصغر ہے اور طلحہ ابن عبد اللہ بن کرزیا ہے۔

حضرت طلحہ بن عبد اللہ بن کرزیا کی روایت صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد میں موجود ہے، عبد اللہ بن عامر بن کرزیا المتوفی ۹۹ھ کو رسالت مآب سلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوا ہے لیکن حدیث کا سنا ثابت نہیں ہے اس لئے ان کی روایتیں مرسل ہیں۔ ابن الصلاح، علوم الحدیث (طبع حلب ۱۹۳۱ء) ص ۲۵۳ میں لکھتے ہیں:

اما عبد اللہ بن عامر بن کرزیا فان التنبی صلی اللہ علیہ وسلم لیکن عبد اللہ بن عامر بن کرزیا رضی اللہ عنہ کو

علیہ وسلم اتی بہ وہو صغیر فقتل فی فیہ حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا جب کہ
من رقیہ قال ابن عبد البر وما لکنہ سمع منہ بچہ تھے تو آپؐ نے اپنا لعاب دہن ان کے
ولا حفظ عندہ بل حدیثہ مرسل۔ مُنہ میں ڈالا، حافظ ابن عبد البر کا بیان ہے
کہ میں نہیں سمجھتا کہ انہوں نے رسالتِ مصلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہو اور آپؐ سے کچھ
یاد رکھا ہو، بلکہ ان کی حدیث مرسل ہے۔

موصوف کے حالات کے لئے دیکھو کتاب العبر: ج ۱- ص ۶۴۔

(۶۲)

واضح رہے حرام اور حرام کا جو قاعدہ بیان کیا گیا ہے یہ قریش اور انصار کے ساتھ مخصوص
نہیں ہے بلکہ بعض اور قبیلوں میں بھی ان ناموں کے راوی موجود ہیں مگر حرام نام کے راویوں
کی تعداد زیادہ ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، التقیید والایضاح، طبع حلب ۱۹۳۱ء ص ۳۳۶۔

(۶۳)

عسل نام کا صرف ایک راوی ابو قرہ عسل بن سفیان ثیمی بصریؒ ہے جو عطاء بن ابی رباح
اور ابن ابی ملیکہ سے راوی ہے اور ان سے ابراہیم بن طہان اور شعبہ وغیرہ روایت کرتے ہیں
ابوداؤد اور امام ترمذی نے ان سے حدیث نقل کی ہے۔

ابو علی عسل بن ذکوان عسکری اہل عسکر کرم سے ہے، مازنی اور ریاشی وغیرہ سے روایت کرتا
ہے محمد بن اسحاق نے اس کا ذکر کیا ہے مگر تاریخ وفات بیان نہیں کی ہے، یہ تمبر کا معاصر تھا۔
الجواب المسکت اور کتاب اقسام العربیہ اس کی تالیفات سے ہیں۔ ملاحظہ ہو معجم الادباء،
ج ۵- ص ۵۶۔

(۶۴)

ابو علی عثام بن علی بن ہبیر عامری کو فی ثقتہ اور صدوق ہیں، حضرت اعش، ہشام بن عروہ
ثوری اور یونس بن ابی اسحاق وغیرہم سے روایت کرتے ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں ۱۹۴ھ
میں وفات پائی اور ابن سعد کا بیان ہے کہ ۱۹۵ھ میں انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو کتاب العبر
ج ۱- ص ۳۱۹، تہذیب التہذیب، ج ۷- ص ۱۰۶، اور کتاب الجمع بن رجال الصمیمین،
ج ۱- ص ۴۰۷۔

واضح رہے ان کے فرزند علی بن عثام المتوفی ۲۲۵ھ امام مسلم اور امام نسائی کے شیوخ

میں سے ہیں اور ان کے پوتے کا نام بھی غمام بن علی بن غمام ہے۔

(۶۵)

غمام بن اوس بن غمام خزرجی بیاہنی ابن کلبی اور واقدی کے قول کے مطابق بدری صحابہ میں سے ہیں۔

(۶۶)

قمیر بنت عمرو الکوفیہ مشہور تابعی حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ ہیں، اپنے شوہر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں۔ شعبی، محمد بن سیرین اور عبد اللہ بن شبرمہ رحمہم اللہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں ان کی روایات موجود ہیں (ملاحظہ ہو "تہذیب التہذیب" ج ۱۲ - ص ۴۲۶)۔

(۶۷)

مسور بن یزید اسدی کاہلی صحابی ہیں، کوفہ میں سکونت اختیار کر لی تھی، یحییٰ بن کثیر کاہلی ان سے روایت کرتے ہیں۔ ابن سعد نے الطبقات الکبیر میں طبقات کوفین میں ان کا تذکرہ کیا ہے حافظ ابن عبد البر مالکی نے اس کو بکسریم قرار دیا ہے۔ محمد بن طاہر بیہقی کتاب المنعنی، صفحہ ۳۱ میں لکھتے ہیں:

عند ابن عبد البر مسورۃ فساکنۃ ومیل
الخاری الی الاول مسور کد بکسریم وخفۃ
واو الاءناء یزید وغبد الملک فبضم وتشدید
کمد۔
محدث ابن عبد البر کے نزدیک یم مسکورہ اور
ستین ساکنہ کے ساتھ ہے اور بخاری کا میل
اول کی طرف ہے، مسور ہر جگہ بکسریم اور
تخفیف واد کے ساتھ وارد ہے مگر یزید اور
عبد الملک کے فرزند بضم یم اور تشدید واد کے ساتھ حمد کے وزن پر آتے ہیں۔

(۶۸)

مسور بن عبد الملک اور مسور بن مرزوق کی تشدید میں امام بخاری کی تاریخ کبیر کے نسخوں کے باہمی اختلاف سے اختلاف رونما ہوا ہے، چنانچہ سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس "مادہ سور" میں رقمطراز ہیں:

مسور دمعظم، بن عبد الملک الیرویعی محدث
حدث عن عمر بن العتزاز قال الحافظ ابن
مسور دمعظم کے وزن پر ہے، ابن عبد الملک
الیرویعی محدث ہیں اور من القرزاز ان سے

بحر و اختلاف نسخ البخاری فی ہذا و فی المسود
ابن مرزوق ہما بالتخفیف او التشدید
والمسور بن یزید الکو فی الکا ہلی صحابی
و حدیثہ فی کتاب مسند ابن ابی عامر و
فی المسند۔
راوی ہیں۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ ان
کے متعلق بخاری کے نسخوں میں اختلاف ہے
اور مسور بن مرزوق کے متعلق بھی کہ آیا یہ
دونوں نام محقق ہیں یا مشدوہ ہیں اور مسور
بن یزید کو فی کا ہلی صحابی ہیں اور ان کی حدیث

ابن ابی عامر کی سند میں اور مسند احمد میں موجود ہے۔
واضح رہے، محدثین نے ان دونوں ناموں کو مشدوہ ہی ضبط کیا ہے۔ حافظ ذہبی کتاب
المشتبه کے صفحہ ۲۸۲ میں لکھتے ہیں:

مسور طائفة، و بالتشدید مسور بن یزید لہ
صحیحة، و مسور بن عبد الملک الیربوعی
حدیث عنہ عن القزاز۔
مسور نام کی ایک جماعت ہے اور تشدید کے
ساتھ مسور بن یزید نامی ایک صحابی ہیں
اور مسور بن یزید یربوعی محدث من قزاز
کے شیخ ہیں جن سے وہ روایت کرتے ہیں۔

(۶۹)

موسیٰ بن ہارون بن عبد اللہ البغدادی ۲۱۴ھ میں پیدا ہوئے، فن حدیث کی تحصیل اپنے والد
اور علی بن الجعد، امام احمد بن حنبل اور اس طبقہ کے دوسرے محدثین سے کی۔
ابو سہل القطان، ابو طہر الذہلی، ابو بکر الشافعی اور امام طبرانی ان سے روایت کرتے ہیں۔
محدث صنفی کا قول ہے، ہم نے حفاظ حدیث میں موسیٰ بن ہارون سے زیادہ پرہیزگار اور خدا ترین
نہیں دیکھا۔ ایک سال بغداد میں گزارتے اور دوسرے سال مکہ میں رہتے تھے۔ شعبان ۲۹۴ھ
میں وفات پائی۔ (ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ: ج ۲ - ص ۶۰)

موسیٰ بن ہارون باپ اور بیٹے دونوں جمال کہلاتے ہیں۔ حافظ شمس الدین الذہبی کتاب
المشتبه ص ۱۱۳ و ۱۱۴ میں فرماتے ہیں:

الجمال ہارون بن عبد اللہ الجمال
وابنہ موسیٰ بن ہارون الحافظ
جمال سے ہارون بن عبد اللہ الجمال اور
ان کے فرزند موسیٰ بن ہارون الحافظ مشہور ہیں
ہارون بن عبد اللہ المعروف بالجمال ۱۹۰ھ - ۲۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ابن عیینہ
روح بن عبادہ، ابو داؤد البلیسی وغیرہ سے راوی ہیں۔ امام بخاری کے ملاوہ امام مسلم، نسائی،

ابو حاتم اور ابو زرہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ ۲۲۹ھ میں انتقال ہوا۔ لیکن حافظ ذہبی نے کتاب العبر: ج ۱۔ ص ۴۳۹ میں موصوف کا ذکر — ۲۲۳ھ کی وفیات میں کیا ہے۔ حافظ ابن الصلاح فرماتے ہیں، عبد الغنی سے منقول ہے کہ موصوف بزاز تھے۔ جب زہد و تقویٰ اختیار کیا تو حمالی کر کے پیٹ بھرنے لگے، اس لئے حمال مشہور ہو گئے۔ حافظ غلیلی اور ابن الفلکی کا خیال ہے کہ انہوں نے چونکہ بار علم اٹھایا تھا اس وجہ سے حمال لقب پکڑ لیا تھا۔ ابن الصلاح کے نزدیک یہ توجیہ صحیح نہیں، اگرچہ ابن الصلاح کا مذکورہ بیان خود عمل نظر ہے۔ حافظ عراقی التقیید والایضاح، ص ۳۴۱ میں لکھتے ہیں:

موصوف کے فرزند حافظ موسیٰ بن ہارون اپنے باپ سے زیادہ واقف تھے، ابو محمد ابن الجارود نے کتاب الکافی میں اُن کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ ہارون پہلے حمالی کرتے تھے پھر پارچہ فروشی کا پیشہ اختیار کر لیا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب: ج ۱۲۔ ص ۳۴۳ میں لکھتے ہیں:

الحمال ہوا ہارون بن عبد اللہ البرزقی لہ حمال، وہ ہارون بن عبد اللہ البرزاس
الحمال لہ عمل رجلا علی ظہرہ فی طریق مکہ ان کو حمال اس لئے کہا گیا کہ انہوں نے مکہ
قالہ الدار قطنی وقیل غیر ذلک۔ کے راستہ میں ایک شخص کو اپنی پشت پر لاد

لیا تھا۔ یہ دار قطنی کا بیان ہے، اور اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

واضح رہے مذکورہ بالا ضابطہ کا تعلق صفت کے ساتھ ہے ورنہ علم کی صورت میں چند نام اور بھی ہیں۔ حافظ عراقی المتوفی ۷۵۸ھ التقیید والایضاح، صفحہ ۳۴۱ میں لکھتے ہیں:

حمال بن مالک الاسدی شہد القادسیہ حمال بن مالک اسدی جنگ قادسیہ میں
و ابعین بن حمال المازنی صحابی لہ فی شریک ہوئے تھے اور ابعین بن حمال
السنن احادیث اذنی صحابی ہیں، ان کی متعدد حدیثیں

سنن میں موجود ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی محدثین ہیں جن کو عراقی نے التقیید والایضاح میں اور حافظ سخاوی نے فتح المغیث بشرح الغیۃ الحدیث طبع انوار محمدی لکھنؤ، ص ۴۳ میں نام بنام گنایا ہے۔

(۷۰)

عبسی، عبس بن بغین کی طرف نسبت تہذیب تبیلہ کو فیہ میں آکر آباد ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے

کوفیوں کی سند میں عیسیٰ پڑھتے ہیں۔ علامہ سمعانی کا بیان ہے :

التَّبِیُّی بفتح العین المہملۃ وسكون الباء المنقولة
بواحدة وكسر السین المہملۃ الی عیسیٰ بن یحییٰ
ابن ریش بن غطفان بن سعد بن قیس عیلا
ابن مضر بن نزار بن معد بن عدنان وہی
قبیلۃ المشہورۃ الیٰی نسب الیہا العبدیون
بالکوفۃ ولہم بہا مسجد وفیم کثرۃ۔
عیسیٰ میں عین جہلمہ مفتوح ، بائے منقوطہ
ساکن اور سین جہلمہ مکسور ہے یہ عیسیٰ بن
بغیض بن ریش بن غطفان بن سعد بن قیس
عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان
کی طرف نسبت ہے اور یہ مشہور قبیلہ ہے جس
کی طرف کوفہ کے عیسیٰ منسوب ہیں اور ان
کی اس میں مسجد ہے اور ان کی بڑی کثرت ہے۔

سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس "مادہ عیس" میں رقمطراز ہیں :

عیس حملۃ بالکوفۃ قدزہا بنو عیس ومنہا
العبدیون المحدثون ومن الضوابط ان
من کان من اہل الکوفۃ فهو بالموحدة
منسوب الی ہذہ الحملۃ ومن کان من اہل
الشام فهو بالنون ومن کان من اہل البصر
فهو بالشین نقلہ الحافظ۔
عیس کوفہ میں ایک محلہ ہے جہاں بنو عیس
آکر اترے تھے اور انہی میں سے عیسیٰ بن
ہیں اور یہ بات قواعد کلیہ میں سے ہے کہ جو
راوی اہل کوفہ میں سے ہوتا ہے وہ بائے
موحدہ کے ساتھ اسی محلہ کی طرف منسوب ہے
اور جو شامی ہیں وہ نون کے ساتھ ہیں اور
جو اہل بصرہ ہیں وہ شین کے ساتھ ہیں ، حافظ نے یہی نقل کیا ہے۔

(۷۱)

عیسیٰ ابن عائشہ کی طرف نسبت ہے اور وہ بصری تھا اس لئے یہ بھی بصوی سے مشہور ہیں

حافظ عبد الکرم سمعانی کا بیان ہے :

التَّبِیُّی بفتح العین المہملۃ وسكون الباء
المنقولة بالثین من تحتہا فی آخر الثین
المجمعة ہذہ النسبة الی عائشۃ المشہورۃ
ابو عبد الرحمن بن عمر بن موسیٰ بن عبید اللہ
ابن عمر بن موسیٰ بن عبید اللہ بن معمر بن عیسیٰ
مشہور ہے اس کو ابن عائشہ التمرشی بھی
کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اہل بصرہ میں عائشہ
التمرشی لاء من ولد عائشۃ بنت طلحہ

عیسیٰ میں عین جہلمہ مفتوح اور بائے منقوطہ ساکن
اور آخر میں شین مجملہ ہے یہ عائشہ کی طرف
نسبت ہے اور اس نسبت سے ابو عبد الرحمن
ابن عمر بن موسیٰ بن عبید اللہ بن معمر بن عیسیٰ
مشہور ہے اس کو ابن عائشہ التمرشی بھی
کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اہل بصرہ میں عائشہ

ابن عبید اللہ التیمی من اہل البصرة وجماعة یتنبون
 بنت طلحة بن عبید اللہ تیمی کی اولاد میں تھا،
 الی بنی عائش و ہم نزولاً للبصرة وصارت عملة
 اور ایک جماعت بنی عائش کی طرف منسوب
 ینسب الیہم۔
 اور یہ وہ لوگ تھے جو بصرہ میں اترے تھے جہاں
 وہ اترے تھے وہ جگہ بھی ان کی طرف منسوب ہے۔

مشرق الدین یحییٰ نووی المتوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم مطبع اصح المطابع، ج ۱۔ ص ۳۷ میں
 لکھتے ہیں:

واما العیشی فبالشین المعجرة وهو منسوب
 الی بنی عائش بن مالک بن تیمم بن ثعلبة
 لیدن عیشی شین معجرة سے بنی عائش بن مالک
 ابن تیمم اللہ بن ثعلبة کی طرف منسوب ہے اور
 عیشی اصل میں عائشی تھا لیکن علمائے اس
 کو مخفف کر کے عیشی بنا لیا۔

واضح رہے یہ قاعدہ کلیہ نہیں، ابن الصلاح فرماتے ہیں:
 قلت وقد قاله قبله الحاكم ابو عبد اللہ
 ہذا علی الغالب۔
 میں کہتا ہوں اور اس سے پیشتر حاکم بھی یہ
 کہہ چکا ہے اور یہ قاعدہ اکثری ہے۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر المتوفی ۷۴۷ھ نے البدایہ والنہایہ، میں محدث خراسان حسن
 بن سفیان المتوفی ۳۸۷ھ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ یہ قاعدہ موصوف کے فوائد میں سے ہے،
 فرماتے ہیں:

ومن فوائد: العنسی کوفی، والعیشی بصری،
 والعنسی مصری۔
 اور انہی کے فوائد میں سے ہے کہ عسبی کوفی ہوتا
 ہے اور عیشی بصری اور عنسی مصری ہوتا ہے۔
 مذکورہ بالا نسبتوں سے منسوب راویوں کے نام ابن الخطیب الدمشقی نے تحفۃ ذوی الارباب
 میں تفصیل سے لکھے ہیں۔

(۷۲)

عنسی دراصل یمنی ہیں یہ لوگ شام میں آکر آباد ہو گئے تھے اس لئے شامی عنسی سے مشہور ہیں،
 کتاب الانساب میں ہے:

العنسی بفتح النین وسكون النون وفي آخره
 عنسی میں عین مفتوحہ، نون ساکن اور آخر
 سین ہملہ ذہ النسبة الی عنس بن مالک بن
 میں سین ہملہ ہے اور یہ عنس بن مالک بن

ادو ابن زید و مذج فی الیمن و جماعۃ
منہم نزل الشام اکثر باہم۔
یمن میں تھا، ان میں سے ایک جماعت شام
میں آگئی، اس جماعت کے اکثر لوگ ان ہی میں سے ہیں۔

(۷۳)

ابوموسیٰ عیسیٰ بن ابی عیسیٰ غفاری اپنے والد میسرہ، انس، شعبی، عمرو بن شعیب اور مشام
ابن عروہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے مروان بن معاویہ، وکیع، ابو خالد الاحمر وغیرہم
راوی ہیں۔ ابوالشیخ نے تصریح کی ہے کہ موصوف نے ۱۷۱ھ میں وفات پائی ہے۔ شرف الدین
یحییٰ نووی شرح صحیح مسلم، مطبع اصح المطابع، ج ۱- ص ۲۰ میں لکھتے ہیں:

عیسیٰ بن ابی عیسیٰ بن میسرہ ابو موسیٰ یقال
ابو محمد الغفاری المدنی اصل کو فی قال
الخیاط والخیاط الاول الی الخیاطۃ
والثانی الی الخیاطۃ والثالث الی الخیاط قال
یحییٰ بن معین کان خیاطاً ثم ترک ذلک صاعداً
خیاطاً ثم ترک ذلک وصار یبیع الخیاط۔

ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں، موصوف خیاط

تھے پھر اس پیشے کو چھوڑ دیا اور گندم فروش بن گئے پھر اس کو بھی خیر باد کہا اور پتے بچھڑ گئے

حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب، ج ۸- ص ۲۲۵، میں ابن سعد سے نقل ہیں:

قال ابن سعد کان یقول انا خیاط و
ابن سعد نے کہا، وہ کہتے تھے میں نے پتے

وخیاط و خیاط کلا قد علجت۔
بھی بیچے ہیں، میں گندم فروش اور درزی

(۷۴) بھی رہا ہوں، میں نے یہ سب کام کئے ہیں

مسلم بن ابی مسلم الخیاط المکی، مدینہ میں سکونت پذیر تھے، حضرت ابو ہریرہ، ابوسعید
اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے راوی ہیں اور ان سے عبدالرحمن بن اسحاق، محمد بن عبدالرحمن
ابن ابی ذئب اور ابن عیینہ وغیرہ روایت کرتے ہیں (ملاحظہ ہو تعجیل المنفعة، ص ۴۰۱،
طبع دکن ۱۳۲۷ھ)۔

حافظ شمس الدین ذہبی کتاب المشتبہ، ص ۱۷۶ میں لکھتے ہیں:

المخبط، مسلم المخبط عن ابن عمر دیتال
 انه عالج الاسباب الثلاثة
 مسلم المخبط حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے
 روایت کرتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ انھوں نے
 تینوں پیشے اختیار کئے تھے۔

(۷۵)

ابوبکر محمد بن بشار بن عثمان العبدي البصري، حفاظ حدیث میں سے ہیں۔ ۱۶۷ھ میں پیدا
 ہوئے، والدہ کی زندگی میں ان کی خدمت اور کفالت کرتے رہے، اس لئے حدیث کے لئے سفر
 نہ ہو سکا۔ اُن کے انتقال کے بعد ان کی رحلت کا آغاز ہوا، موصوف مرحوم بن عبدالعزیز الحطاب
 معتمر بن سلیمان، غندر اور یحییٰ بن سعید اور اس طبقہ کے نامور محدثین سے حدیثیں روایت
 کرتے ہیں۔ انھوں نے اٹھارہ برس کی عمر سے حدیثیں بیان کرنی شروع کی تھیں۔ ابن خزمیہ،
 ابوالعباس السراج، ابن صاعد، ابن ابی داؤد وغیرہم ان سے روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری
 اور امام مسلم نے بھی ان سے کثرت سے روایتیں کی ہیں۔ ابو داؤد فرماتے ہیں:

کتبت عن بندار خمسين الف حديث - میں نے بندار سے پچاس ہزار حدیثیں
 (تذکرۃ الحفاظ: ج ۲ - ص ۵۱۱) لکھی ہیں۔

موصوف اپنے لقب بندار سے زیادہ مشہور تھے، بندار کے معنی تھوک فروش کے ہیں۔ ربیعہ قسبی
 زبیدی تاج العرب فی فصل الباء من باب الرار میں تحریر فرماتے ہیں:

فی کتاب ابن القلاح فی معرفۃ الحدیث ابن الصلاح کی کتاب معرفۃ علوم الحدیث
 البندار من یكون اكثر من شئ بشئ منہ میں ہے بندار وہ تاجر ہے جو مال کا ذخیرہ
 من ہو دونہ ثم یبئعہ قاله الطیبی فی اول اللغات رکھ کر فروخت کرتا ہے اور اُسے چھوٹے تاجر
 من حواشی الکشاف و بندار ہاں خرید کر فروخت کرتے ہیں۔ یہ معنی طیبی نے
 لقبہ محدث حافظ احمد السنہ و سورہ دخان کے آغاز میں حواشی کشاف
 لذلك لقب بندار لانه جمع حدیث مالک میں لکھے ہیں اور بندار پیشے سے
 ردی لہ اصحاب الاصول الستہ و بندار ائمہ حدیث میں سے ایک حافظ الحدیث کا
 معناه المحافظ - لقب ہے اور ان کا بُندار لقب اسی وجہ

مشہور ہوا کہ انھوں نے امام مالکؒ کی حدیثیں جمع کی تھیں اور اُن سے ارباب صحاح
 ستہ نے روایت کی اور بندار کے معنی حافظ کے ہیں۔

(۷۶)

ابوصفوان عبداللہ بن بسر المازنی رضی اللہ عنہ اور بیٹے دونوں صحابی ہیں اور اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، ابو الزاہریہ حدیثیں گریب، خالد بن معدان، سلیم بن عامر، محمد بن عبدالرحمن الیمصبی، صفوان بن عمرو اور حریر بن عثمان رحمہم اللہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ علامہ ابن القیسرانی کتاب الجمع بین رجال الصحیحین، ج ۱۔ ص ۲۴۳ میں لکھتے ہیں کہ: مشہور میں وضو کرتے ہوئے اچانک ان کا انتقال ہو گیا اور صحابہ میں شام کے اندر سب سے آخر میں انہی نے وفات پائی تھی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب، ج ۵۔ ص ۱۵۹ میں لکھتے ہیں:

قلت وقال ابو القاسم عبد القمید بن سعید الحمصی فی الصحابة الذین نزلوا حمص مات عبد اللہ بن بسر سنة ۹۶ و لم آت سنة و کذا ذکر ابو نعیم فی معرفة الصحابة۔ میں کہتا ہوں، ابو القاسم عبد القمید بن سعید حمصی نے ان صحابہ کے تذکرہ میں حمص میں اترے تھے، لکھا ہے کہ عبد اللہ بن بسر ۹۶ھ میں جب کہ وہ شہر میں تھے انتقال ہوا، اور اسی طرح ابو نعیم نے معرفة الصحابة میں بیان کیا ہے۔

(۷۷)

بسر بن سعید المدنی تابعی ہیں چونکہ دار الحصار مدینہ میں ان کی اقامت تھی اس لئے اس کی طرف منسوب ہیں۔ موصوف بلند پایہ محدث اور بڑے عابد و زاہد تھے، زید بن خالد، زید بن ثابت اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے راوی ہیں۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمن، زید بن اسلم، محمد بن ابراہیم بخاری وغیرہم ان سے روایت کرتے ہیں۔ امام مالک فرماتے ہیں، جس وقت انتقال فرمایا تو کفن تک کے لئے کچھ نہیں تھا۔ واقفی کا بیان ہے سنہ ۸۷ھ میں سال کی عمر میں وفات پائی۔ [تہذیب التہذیب: جلد ۱۔ صفحہ ۲۴۳]

(۷۸)

بسر بن عبید اللہ الحضرمی الشامی محدث واثق عمرو بن عبسہ اور ابو ادریس الخولانی سے روایت کرتے ہیں اور ان سے عبد اللہ بن العلاء بن زبر، عبدالرحمن بن یزید اور زید بن واقد وغیرہم راوی ہیں ابوسہر کا بیان ہے کہ ابو ادریس خولانی کے شاگردوں میں موصوف سب سے بڑھ کر حافظ ہیں۔

(۷۹)

بسر بن محسن الدنیل مدینہ میں رہتے تھے، اپنے والد سے راوی ہیں اور ان سے زید بن اسلم

روایت کرتے ہیں۔ تہذیب التہذیب (ج ۱- ص ۴۳۸) میں حافظ ابن حجرؒ کے بیان سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نام میں اختلاف ہے لیکن کتاب المشتبہ میں ذہبی نے بسرن مجن ہی نقل کیا ہے اور حافظ ابن حجر کے شیخ مجد الدین فیروز آبادی نے بھی قاموس المحیط میں بسری کا لفظ اختیار کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے بسرن مجن ہی محدثین کے یہاں مختار اور پسندیدہ ہیں۔

(۸۰)

ابو ایوب بشیر بن کعب عدوی بصری تابعی ہیں، حضرت ابو ہریرہ، ابو الدردار اور ابو ذر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں، محدث ربیعہ الرائی، سعید بن عبید الطائی اور ابن اسحاق وغیرہم ان سے راوی ہیں۔ حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب، ج ۱- ص ۴۷۲ میں رقمطراز ہیں:

قال ابن سعد كان شيخا كبيرا فقيها وكان	ابن سعد نے کہا ہے کہ بشیر بن کعب بصری
قد ادرک عامة اصحاب رسول الله صلى	جليل القدر محدث اور فقیہ تھے اکثر صحابہ
الله عليه وسلم وكان قليل الحديث وقال	کو دیکھا تھا اور ان سے بہت کم روایتیں
النسائي ثقتة۔	مروی ہیں، نسائی کہتے ہیں موصوف ثقہ ہیں

(۸۱)

بشیر بن یسار حارثی انصاریؒ حضرت انس، جابر، رافع بن خدیج رضی اللہ عنہم سے حدیثوں کا سماع کیا اور ان سے ربیعہ الرائی، سعید بن عبید طائی، یحییٰ بن سعید وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ ابن سعدؒ فرماتے ہیں:

كان شيخا كبيرا فقيها وكان قد ادرک عامة	موصوف جلیل القدر شیخ اور فقیہ تھے بہت
اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم	سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پایا تھا اور کم حد
وكان قليل الحديث۔	بیان کرتے تھے۔

(تہذیب التہذیب: ج ۱- ص ۴۷۲)

(۸۲)

یسیر بن عمرو الکوفی رضی اللہ عنہ نے حضورؐ کی زیارت کی ہے مگر روایت نہیں کی، البتہ حضرت عمر بن الخطاب، علی، ابن مسعود، سہیل بن حنیف، سلمان فارسی رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور قیس بن یسیر، حمید بن ہلال، ابو قتادہ العدوی وغیرہم ان سے راوی ہیں علی ابن المدینی فرماتے ہیں، اہل بصرہ اور اہل کوفہ ان کو اسیر بن جابر کہتے ہیں۔

وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب: ج ۱۱- ص ۳۷۸)

(۸۳)

ابو عباد قطن بن نسیر بصری حضرت جعفر بن سلیمان ضبی، بشر بن منصور سلیمی، عمرو بن النعمان الباہلی وغیرہم سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام مسلم، ترمذی اور ابو داؤد وغیرہم نے روایت کی ہے۔

اس نام کے دیگر راویوں کا ذکر ذہبی نے کتاب المشتبه ص ۴۶ میں کیا ہے۔

(۸۴)

برید بن عبد اللہ بن ابی بردہ الاشعری، حضرت حن بصری، عطاء اور ابو ایوب رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ امام ترمذی نے جامع میں ان کی توثیق کی ہے، ابن الخطیب الدہشتہ نے تصریح کی ہے کہ صحیحین میں اس نام کے علاوہ کوئی نام مصغر نہیں ہے۔

(۸۵)

ابو عبد اللہ محمد بن عرعرة بن البرند السامی البصری، ان کی کنیت ابو عمر بھی مشہور ہے جریر بن حازم، ابو الاشہب، داؤد بن ابی الغزوات، ابن عون، شعبہ وغیرہم سے روایت کرتے ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب، ج ۹- ص ۳۴۳ میں کتاب الزہرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے موصوف سے صحیح بخاری میں بیس حدیثیں روایت کی ہیں امام مسلم اور ابو داؤد بواسطہ ابو موسیٰ وغیرہ ان سے راوی ہیں۔ ۵۰ سال کی عمر میں ۲۱۳ھ میں وفات پائی۔ حافظ ذہبی نے کتاب المشتبه (ص ۵۶) میں لکھا ہے کہ جس طرح محمد بن عرعرة برندی کی نسبت سے مشہور ہیں۔ اسی طرح عرعرة کے پوتے حافظ ابراہیم بن محمد المتوفی ۲۳۱ھ جن سے امام مسلم وغیرہ راوی ہیں اور ان کے ناقل اسحاق بن ابراہیم بھی برندی کی نسبت سے مشہور ہیں۔ واضح رہے برند، فرند کے وزن پر بھی ہے جس میں با اور آر دونوں کسور ہیں اور نیز با پر فتح اور آر پر کسرہ بھی درست ہے۔

(۸۶)

علی بن ہاشم بن البرید الکوفی، ہشام بن عروہ، محمد بن عبد الرحمن، اعش، طلحہ بن یحییٰ، یزید بن کیسان وغیرہم سے روایت کرتے ہیں اور موصوف امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، ابو معاویہ اور ابو بکر بن ابی شیبہ وغیرہم کے استاد ہیں۔ ابن المثنیٰ کا بیان ہے ۲۱۵ھ

میں انتقال ہوا ہے، حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب، میں محدث لاکانی سے نقل کیا ہے کہ صحیح مسلم میں موصوف سے صرف دو حدیثیں مروی ہیں۔
 واضح رہے قاموس میں علی بن ہاشم بن البرزنجی کے صحیح برید بردزن امیر ہے۔

(۸۷)

ابوالعالیہ زیاد بن فیروز القرشی البصری تابعی ہیں اور ثقہ ہیں۔ حضرت ابن عباس، ابن عمر اور انس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ ۹۰ھ میں وفات پائی، موصوف نام کی نسبت کنیت سے زیادہ مشہور ہیں۔ برادر کی شہرت کی نسبت ابن القیسرانی کتاب الجمع بین رجال الصمیمین، ج ۱۔ ص ۱۲۹ میں لکھتے ہیں:

انما سمی البراء لانه یبصر النبل۔
 موصوف برادر سے اس لئے موسوم ہیں
 کہ نیرے بناتے تھے۔

(۸۸)

ابومعشر یوسف بن یزید البراء العطار البصری حضرت عبداللہ بن الاخنس، سعید بن عبد اللہ اور خالد بن ذکوان وغیرہم سے روایت کرتے ہیں، موصوف کی برادر سے شہرت کی وجہ سے ابن القیسرانی لکھتے ہیں:

کان یبصر العود فلذلک قبل البراء۔
 آپ خوشبو کی لکڑی جس کو بطور بخور استعمال کیا جاتا ہے، تراش تراش کر بچا کرتے تھے اس لئے برادر سے مشہور ہوئے۔
 یہی توجہ حافظ سید مرتضیٰ زبیدی نے تاج العروس میں نقل کی ہے۔

(۸۹)

ابوالب جاریہ بن قدامر التیمی البصری حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں ان کو صحابی قرار دیا ہے، موصوف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، مہایت فصیح اور جانناز تھے، جنگ صغین میں بنی تمیم کے امیر تھے، یزید کے دور حکومت میں انتقال ہوا۔

(۹۰)

یزید بن جاریہ الانصاری المدنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ نسائی نے

کہا ہے ثقہ ہیں، شمس الدین ذہبی کتاب المشتبه صفحہ ۸۱ میں لکھتے ہیں:
 جاریہ جماعۃ دینی الصمیمین منہم اثنان جاریہ نامی محدثین کی ایک جماعت ہے اور
 جاریہ بن قدامہ ویزید بن جاریہ صمیمین میں ان میں سے صرف دو ہیں جاریہ
 ابن قدامہ اور یزید بن جاریہ۔

تعب ہے علامہ ابن القیسرانی نے کتاب المجمع بن رجال الصمیمین میں مذکورہ بالا دونوں
 راویوں کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

(۹۱)

عمرو بن ابی سفیان بن اسید بن جاریہ الثقفی المدنی حضرت ابو موسیٰ اشعری اور ابن
 عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور زہری، حجاج بن فرافصہ اور ہشام بن سعد وغیرہ ان
 کے شاگرد ہیں۔ ان سے بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کی ہے۔
 واضح رہے 'عجالتہ نافحہ' کے مطبوعہ نسخوں میں عمرو بالواد کے بجائے عمر اور ابوسفیان
 کے بجائے سفیان چھپا ہے جو صحیح نہیں۔

(۹۲)

اسود بن العلاء بن جاریہ الثقفی، حضرت ابوسلمہ اور عمرہ بنت عبد الرحمن وغیرہ سے
 روایت کرتے ہیں۔ نسائی نے کتاب التمییز میں کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں۔

(۹۳)

حریر بن عثمان الرجبی الشامی شہم میں پیدا ہوئے، مشہور تابعی ہیں اور حفاظ حدیث
 میں ان کا شمار ہے۔ حضرت عبد اللہ بن بسر المازنی اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم
 سے روایت کرتے ہیں۔ شام اور عراق میں حدیث بیان کرتے تھے ۸۳ سال کی عمر پائی اور ۱۶۳ھ میں
 انتقال ہوا۔

واضح رہے رجبی، رجبہ (تحرک) کی طرف نسبت ہے جو قبیلہ حمیر کی شاخ رجب بن زرعہ بن الاصغر بن
 سبا کی طرف منسوب ہے۔ حافظ سید مفتی زبیدی نے 'ماج العروس' مادہ رجب میں اپنے شیخ کے حوالہ سے
 حریر بن عثمان رجبی کی نسبت یہی نقل کیا ہے۔

(۹۴)

ابوحریر عبد اللہ بن حسین ازدی بصری بستان کے قاضی تھے یثربی، ابواسحاق سبعی، ابراہیم غنوی،

عکرمہ، سعید بن جبیر اور حسن بصری وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے فضیل بن میسرہ، سعید بن ابی عروبہ، عفان بن جبیر طائی وغیرہ راوی ہیں۔ ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب، ج ۵۔ ص ۸۸ نیز خلاصۃ الخزرجی، ص ۱۹۵ طبع بولاق مصر ۱۳۳۵ھ۔

(۹۵)

ربیع بن حراش العبسی الکوفی المنضوی نہایت عابد و زاہد تابعی تھے۔ حضرت عمر، علی، ابو موسیٰ اشعری اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ ابوعبید نے کہا ہے کہ سلسلہ میں انتقال ہو۔ ابن معین فرماتے ہیں سلسلہ میں وفات پائی ہے۔ مشہور ہے کہ مرنے کے بعد بھی انہوں نے کلام کیا تھا۔ واضح رہے حراش بروزن کتاب ہے۔ بحالہ نافذ کے مطبوعہ نسخہ میں حراش چھاپا ہے، یہ صحیح ہے۔

(۹۶)

ابو حصین عثمان بن عامر الاسدی الکوفی ذہبی نے کتاب المشتبہ ص ۱۹۵ میں ان کو تابعی لکھا ہے۔ بعض نے ان کو تبع تابعین میں شمار کیا ہے، اس صورت میں ان کی حضرت جابر بن سمرہ، ابن الزبیر ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے روایت مرسل ہوگی۔ شعبہ، سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ ان کے شاگرد ہیں۔ عبد الرحمن بن مہدی کا قول ہے کوفیوں میں سے چار شخص ایسے ہیں جن کی روایات میں اختلاف کی گنجائش نہیں، اور جو ان کی روایات میں اختلاف کرتا ہے وہ خطا کار ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہیں یحییٰ بن بکیر اور واقدی نے تصریح کی ہے کہ سلسلہ میں وفات پائی ہے۔ تاج العروس میں تاریخ وفات سلسلہ طباعت کی غلطی ہے۔

(۹۷)

ابو الیقظان حُصَین بن المنذر رقاشی اشعری تابعی ہیں، ان کی کنیت ابو محمد اور لقب ابوساکن ہے کہتے ہیں فارسی بھی جانتے تھے، بڑے بہادر تھے۔ ابن ہریرہ کا بیان ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا تھا اور اُس وقت یہ ۱۹ برس کے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور ان سے حضرت حسن بصری وغیرہ راوی ہیں۔ ابو احمد العسکری فرماتے ہیں ان کے اور ان کی اولاد کے سوا ان کا ہمنام کوئی نہیں۔ ابن الدہب شیعہ تھے ذوی الارب، ص ۸۳ میں لکھتے ہیں:

ہو منسرد فی کتب الحدیث کلبا کما اشار وہ حدیث کی کتابوں میں اپنے نام میں پکتا
الیہ ابوالمحاج الحافظ فی تہذیب الکمال۔ ہیں جیسا کہ حافظ ابوالمحاج نے تہذیب الکمال

میں اس کی طرت اشارہ کیا ہے۔

(۹۸)

ابو معاویہ محمد بن حازم الکوفی، عاصم احول، ہشام بن عروہ اور ابوالکلب الشجعی وغیرہم سے روایت کرتے ہیں، علی بن المدینی، محمد بن سلام بکندی، قتیبہ اور مسدد وغیرہم ان کے شاگرد ہیں۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں، **مسلم** میں پیدا ہوئے تھے۔ امام بخاری و فرماتے ہیں **مسلم** میں وفات پائی۔

اس نام کے تمام راویوں کو ذہبی نے کتاب المشتبہ میں ۱۳۵ میں جمع کر دیا ہے۔

(۹۹)

حبان بن منقذ بن عمرو خزرجی مازنی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں جنگ اُحُد میں شریک ہوئے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وفات پائی۔

(۱۰۰)

محمد بن یحییٰ بن حبان بن منقذ اپنے والد اور چچا واسع، انس بن مالک، رافع بن خدیج، عباد بن تمیم رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور ان سے زہری، یحییٰ بن سعید وغیرہ راوی ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں **مسلم** میں انتقال ہوا ہے

(۱۰۱)

حبان بن واسع بن منقذ بن عمرو انصاری مازنی مدنی اپنے والد اور غلام بن انس سے راوی ہیں، ان سے عمرو بن حارث اور ابن لہیعہ روایت کرتے ہیں۔ مسلم ابو داؤد اور ترمذی نے ان سے حدیثیں نقل کی ہیں، ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۱۷۰)۔

(۱۰۲)

ابو جلیب حبان بن ہلال الکنافی البصری، حماد بن سلمہ، شعبہ، جریر بن حازم وغیرہم سے روایت کرتے ہیں۔ احمد بن سعید، باطنی، احمد بن سعید دارمی وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔ امام احمد بن حنبل کا قول ہے بصرہ میں اعتبار اور حجت کی حیثیت سے موصوف حریف آخر تھے۔ وفات سے پیشتر حدیث بیان کرنا چھوڑ دیا تھا۔

مسلم میں انتقال ہوا۔ (تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۱۷۰)

(۱۰۳)

جہان بن علیہ سلمی کا ذکر صحیح بخاری میں راوی کی حیثیت سے نہیں آیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کے حالات رجال کی کتابوں میں مذکور نہیں ہیں، ملاحظہ ہو (تہذیب التہذیب ج ۲ - ص ۱۷۲)

(۱۰۴)

ابو محمد جہان بن موسیٰ بن سوار السلمی المروزی حضرت عبد اللہ بن مبارک اور ابو حمزہ السمری وغیرہ کے شاگرد ہیں، امام بخاری اور امام مسلم کے استاد ہیں۔ امام بخاری کا بیان ہے کہ مسلمہ میں وفات پائی ہے، ابن الدمشقی نے تصریح کی ہے کہ امام بخاری کے شیوخ میں جہان اور حیان نام کا کوئی شیخ نہیں ہے، اسی لئے امام بخاری، قال حدثنا جہان، فرماتے ہیں اور ان کی نسبت بیان نہیں کرتے، لیکن مراد ابن موسیٰ ہوتے ہیں۔

(۱۰۵)

جہان بن العرفہ راویان حدیث میں سے نہیں ہیں، اسی لئے رجال کی کتابوں میں ان کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہے مگر یہ وہ ہیں جنہیں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے جنگ خندق میں تیر مارا تھا۔ موسیٰ بن عقبہ نے کتاب المناذی میں ان کا نام جہان بن العرفہ لکھا ہے لیکن ابن الاثیر کا بیان ہے کہ صحیح نام جہان بن العرفہ ہے۔ محدث ابن القلاح علوم الحدیث، ص ۳۴۵ میں رقمطراز ہیں:

ومن مداهولاء فهو حیان بالياء المثناة اور ان کے علاوہ باقی نام حیان یا کے
من تحت والہ اعلم تختانیہ کے ساتھ ہیں، واللہ اعلم۔
واضح رہے اس نام کے جو دو راوی ہیں ان سے صرف امام مسلم نے روایت کی ہے، ان کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) ابو الہیج حیان بن حصین الاسدی الکوفی تابعی ہیں یہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے، حضرت علی اور عمار رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ان کے فرزند جبریر و منصور اور ابو وائل اور شعبی وغیرہم راوی ہیں۔

(۲) ابو العلاء حیان بن عمیر الجری البصری حضرت عبد الرحمن بن سمرہ، عبد اللہ بن عباس اور سمرہ بن جندب سے روایت کرتے ہیں، اور ان سے سلیمان التیمی، سعید الجری اور قتادہ

وغیرہم راوی ہیں۔ امام بخاری نے ان کا تذکرہ ۹۰ھ اور مسلمہ کے درمیان وفات پانے والے راویوں میں کیا ہے۔

(۱۰۶)

خبیب بن عدی انصاری اوی رضی اللہ عنہ بدری صحابہ میں سے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس مجاہدین کی ایک جماعت جنگ پر روانہ کی، اس میں موصوف بھی شریک تھے، مشرکین نے ان کو پکڑ کر قتل کرنا چاہا، جب وہ ان کو قتل کرنے لگے تو انہوں نے ان سے دُرکت نماز پڑھنے کی اجازت لی، دو گنا ادا کرنے کے بعد بدبختوں نے ان کو شہید کر دیا اور ان کا منہ بھی قبلہ سے پھر دیا مگر ان کا چہرہ پھر قبلہ کی طرف ہو گیا رضی اللہ عنہ۔

(۱۰۷)

ابو الحارث خبیب بن عبد الرحمن انصاری خزرجی، حضرت حفص بن عاصم، عبد الرحمن بن مسعود وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام مالک، ابن اسحاق، یحییٰ بن سعید انصاری اور شعبہ وغیرہم راوی ہیں، ابن مسعین اور نسائی ان کو ثقتہ کہتے ہیں، واقدی کا بیان ہے کہ مروان بن محمد کے دور حکومت میں ان کا انتقال ہوا تھا۔ ابن حبان کہتے ہیں ۳۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

(۱۰۸)

عبد اللہ بن الزبیر قرشی رضی اللہ عنہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے فرزند اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نواسے تھے، ہجرت کے سال ہاجرین کے یہاں موصوف ہی سب سے پہلے پیدا ہوئے تھے، نہایت عابد اور بڑے بہادر تھے کچھ عرصہ سریر آرائے خلافت بھی رہے تھے۔

ان کے فرزند حضرت خبیث کی وجہ سے ان کی کنیت ابو خبیث ہے، انہوں نے بچپن ہی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں یاد کرنا شروع کر دی تھیں۔ ۳۳ھ میں شہید ہوئے۔

(۱۰۹)

رزق بن حکیم الاہلی، حضرت عمر بن عبد العزیز، عمرہ بنت عبد الرحمن اور سعید بن ابی مسیب وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابراہیم بن رزق، مالک اور ابن عیینہ وغیرہم راوی ہیں، ان کا ذکر بخاری میں راوی کی حیثیت سے نہیں آیا ہے، موصوف امام نسائی کے

شیوخ میں سے ہیں۔

(۱۱۰)

حکیم بن عبد اللہ بن قیس المطلبی المصری، حضرت عبد اللہ بن عمر، نافع بن جبیر، عامر بن سعد وغیرہم سے روایت کرتے ہیں، یزید بن ابی جلیب، لیث ابن ابیہر وغیرہم ان کے شاگرد ہیں ابن یونس کا بیان ہے کہ انہوں نے مصر میں ستر سالہ میں وفات پائی ہے۔

ابن خطیب الدمشقی تحفۃ ذوی الارباب، ص ۳۹ میں رقمطراز ہیں:
امام نوویؒ فرماتے ہیں، حکیم بن عبد اللہ اور رزق بن حکیم، حارث پر پیش اور کاف پر زہر کے ساتھ ہے۔

(۱۱۱)

ابو قیس زیاد بن رباح البصری تابعی ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے حسن بصری، غیلان بن جریر وغیرہ راوی ہیں۔ واضح رہے موصوف نام کی بہ نسبت کنیت سے زیادہ مشہور ہیں، ذہبی کتاب المشتبہ، ص ۲۱۲ میں رقمطراز ہیں:
زیاد بن رباح عن ابی ہریرۃ و لیس فی۔ زیاد بن رباح حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ
الصحیحین سواہ لہ فی اشراط الساعة وحکی عنہ سے روایت کرتے ہیں اور صحیحین میں ان
قبیہ البخاری بموحدۃ۔ کے سوا اس نام کا کوئی اور راوی نہیں ان
کی حدیث باب اشراط الساعة میں مذکور ہے
امام بخاری سے منقول ہے کہ ان کا نام رباح بائے موحدہ کے ساتھ ہے۔

(۱۱۲)

ابن الخطیب الدمشقی نے تحفۃ ذوی الارباب میں تصریح کی ہے کہ ابن ماکول کا بیان ہے کہ ابو الصلت زبید بن الصلت، کبیر بن الصلت کے بھائی ہیں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ان کے فرزند صلت بن زبید بن الحارث راوی ہیں زبید بن الحارث کے حالات تہذیب التہذیب میں مذکور ہیں۔

زبید بن الصلت الکندی کبار تابعین میں سے ہیں۔ حضرت ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور ان سے عروہ بن الزبیر راوی ہیں۔
موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تعجیل المنفعۃ، ص ۱۲۳۔

(۱۱۳)

سلیم بن حیان الہذلی البصری اپنے والد اور عمرو بن دینار اور قتادہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور عبد الرحمن بن مہدی، یحیی القطان اور ابو داؤد و طلیسی اُن کے شاگرد ہیں۔ امام احمد ابن حنبل، ابن معین اور نسائی کہتے ہیں یہ ثقہ ہیں۔

(۱۱۴)

ابو الحارث سرج بن یونس المروزی بغداد میں سکونت پذیر تھے۔ ہشیم، ولید بن مسلم، ابن ادریس، مروان بن معاویہ، وکیع اور ابن عیینہ وغیرہ سے راوی ہیں، امام مسلم اور امام بخاری ان کے شاگرد ہیں۔ امام بخاری کا بیان ہے کہ انھوں نے ۲۳۵ھ میں انتقال فرمایا۔

(۱۱۵)

ابو الحسن سرج بن النعمان الجوهری البغدادی، فلیح بن سلیمان، حماد بن وغیرہ سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔ امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ انھوں نے بقرہ حید کے دن ۲۱۵ھ میں وفات پائی۔

(۱۱۶)

احمد بن ابی سرج العباس انہشلی الرازی، محدث ابن علیہ، وکیع، مروان، یحییٰ ابن سعید وغیرہ سے روایت کرتے ہیں، ان سے امام بخاری، ابو داؤد اور نسائی نے روایت کی ہے۔ موصوف نے ۲۲۷ھ کے بعد وفات پائی ہے، ملاحظہ ہو (۱) کتاب الجمع بین رجال القسحین، ج ۱۔ ص ۱۰۔ (۲) تہذیب التہذیب، ج ۱۔ ص ۴۴۔

(۱۱۷)

ابو عبد اللہ سلمان ابن الاسلام الفارسی رضی اللہ عنہ اس وقت ایمان لائے تھے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تھے، سب سے پہلے غزوہ خندق میں شریک ہوئے تھے۔ موصوف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، اور حضرت انس، ابن عمر، ابن عباس، ام الدردار اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم ان سے روایت کرتے ہیں۔ مشہور ہے دو سو پچاس برس کی عمر پائی تھی، لیکن سید مرتضیٰ زبیدی تلحج الحروس میں ذہبی سے ناقل ہیں،

قال الذہبی اکثر ما قبل فی عمره ثلثمائة و ذہبی فرماتے ہیں اُن کی عمر کے متعلق زیادہ

نمون وقیل آتاتان ونمون ثم ظہرانہ من ابناء
الشانین لم یبلغ المائۃ
سے زیادہ یہ کہا گیا ہے کہ سائرتین سو برس کے
تھے اور بعض کا قول ہے کہ دوحائی سو برس زندہ
رہے تھے، پھر یہ معلوم ہوا کہ اسی سال کی

عمر میں انتقال ہوا تھا سو تک بھی نہیں پہنچے تھے۔

یحییٰ بن ابی بکر العامری المتوفی ۸۹۳ھ الریاض المستطابۃ فی جماعۃ من روی فی الصحیحین من القضاۃ
(مطبع شاہجہانی بموہال ۳۰۳ھ ص ۲۶) میں لکھتے ہیں:

کان یملأ عند الخلفاء فکان عطاء و خمرۃ آلاف
موصوف خلفاء کے یہاں بڑے معزز تھے ان
وکان یفرقہا و یا کل من عمل ید یہ الخوص۔
کی بخشش بھی پانچ ہزار ہوتی تھی اور اس کو
بانٹ دیا کرتے تھے، کمزوریں بچ کر اپنے دست و بازو کی کفائی سے پیٹ بھرتے تھے۔

۳۳ھ میں وفات پائی۔ موصوف سے صحیحین میں سات حدیثیں مروی ہیں، بخاری میں چار
ہیں جن میں سے ایک مسند اور تین مرسل ہیں اور صحیح مسلم میں تینوں روایتیں مسند ہیں۔

(۱۱۸)

سلمان بن عامر بن اوس الغنوی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، امام مسلم کا قول ہے کہ صحابہ نہیں ان
کے سوا کوئی غنوی نہیں ہے۔ موصوف رسالتآب صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، اور ان سے
ان کی بیعتی اتم الراجح الرباب، عبدالغزیز بن بشر اور محمد بن سیرین وغیرہ راوی ہیں، دولابی
فرماتے ہیں جنگ جمل میں سو برس کے تھے اسی معرکہ میں شہید ہوئے۔ شیخ یحییٰ بن ابی بکر فی الریاض
المستطابہ، ص ۲۸ میں لکھا ہے کہ موصوف بصرہ میں جامع مسجد کے پاس رہتے تھے۔ صحیح بخاری
میں ان سے ایک حدیث مروی ہے۔

(۱۱۹)

ابوعبد اللہ سلمان الاغر مدنی تابعی ہیں۔ حضرت ابوہریرہ، عبد اللہ بن عمرو بن العاص،
ابو الدرداء، عمار اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے ان کے
فرزند عبد اللہ، عبید اللہ، عبیدہ، زید بن رباح، زہری اور ابوبکر بن حزم وغیرہ راوی ہیں

(۱۲۰)

عبدالرحمن بن سلمان الحمری المصری، عمرو بن ابی عمرو، یزید بن عبد اللہ، عقیل بن خالد
وغیرہم سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابن وہب راوی ہیں، صحیح مسلم میں ان سے

ایک حدیث مروی ہے۔

(۱۲۱)

ابو حازم سلمان الأشجعی الکوفی تابعی ہیں، حضرت ابن عمر، ابو ہریرہ، حسن، حسین اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ اعمش، منصور، ابوالکاکب الأشجعی اور عدی بن ثابت وغیرہ ان سے راوی ہیں۔ موصوف نے خلافت عمر بن عبد العزیز میں وفات پائی۔

(۱۲۲)

ابو رجاء سلمان مولیٰ ابی قلابہ جرمی بصری اپنے مولیٰ اور عمر بن عبد العزیز سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ایوب، حجاج العسواف، ابن عون اور حمید الطویل روایت کرتے ہیں۔

(۱۲۳)

ابو یزید عمرو بن سلمہ الجرمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابو قلابہ الجرمی، عاصم الاحول، ابوالزبیر، سعید بن جبیب الجرمی وغیرہ راوی ہیں۔

واضح رہے اس امر میں سب کا اتفاق ہے کہ حضورؐ سے ان کا سماع اور روایت ثابت نہیں، لیکن اس امر میں اختلاف ہے کہ موصوف صحابی ہیں یا نہیں، جو ان کو صحابی مانتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ بچپن میں اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ ایک وفد میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا آئے تھے۔ تہذیب التہذیب، ج ۸۔ ص ۲۲ میں حافظ ابن حجر العسقلانی کا مختار یہی ہے کہ موصوف صحابہ میں داخل ہیں۔

واضح رہے بنو سلمہ کی طرف نسبت میں لام پر کسرہ محدثین کے یہاں خلافت قیاس پر حافظ عبد الکریم السمعی کتاب الانساب (ورق ۳۰۳) میں رقمطراز ہیں:

الشمی ہذہ النسبة بفتح السين المهملة وفتح	سلمی اس کے اندر سین جملہ اور لام ہر دو
اللام الی بنی سلمۃ حی من الانصار منہا	مفتوح ہیں یہ بنی سلمہ کی طرف نسبت ہے
جماعتہ وہم سلیمون و ہذہ النسبة ورت	جو انصار کا ایک قبیلہ ہے، ایک جماعت
علی خلافت القیاس کما فی سفرہ سفری	اس نسبت سے سلمی کہلاتی ہے، یہ نسبت بھی
وکما فی نمرہ نمری و ہذہ النسبة عند النخوین	خلافت قیاس متعل ہے جس طرح سفرہ میں
وامصاب الحدیث یکسرون اللام علی غیر	سفری اور نمرہ میں نمری خلافت قیاس ہے
قیاس النخوین وہو سلمۃ بن سعد بن علی	یہ نسبت نخویوں کے نزدیک بفتح لام ہے اور

ابن اسد بن سارودہ بن تیزید بن جشم بن الخزرج محدثین کے یہاں کسرۃ لام کے ساتھ مستعمل ہو جو
نحویوں کے قاعدہ کے خلاف ہے۔ جو سلسلہ کا سلسلہ نسب یہ ہے، سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن سارودہ
ابن تیزید بن جشم بن الخزرج۔

یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ان کا نام عمرو ہے عجلہ نافذ کے مطبوعہ نسخوں میں عمر چھپا ہے جو صحیح نہیں۔

(۱۲۴)

ابو عمرو عبیدہ بن عمرو السلمانی ثقہ تابعی ہیں، انہوں نے زمانہ جاہلیت بھی پایا تھا۔ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو سال پیشتر اسلام لائے تھے مگر زیارت سے محروم رہے حضرت
علی، ابن مسعود اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ عبد اللہ بن سلمہ المرادی ابراہیم
النخعی، ابو اسحاق السبئی، محمد بن سیرین اور عامر بن شعبی وغیرہم ان کے شاگرد ہیں۔ شعبی فرماتے
ہیں:

کان شریح اعلمهم بالتعداد ابو عبیدہ یوازیہ شریح ان میں تفصا کے سب سے زیادہ عالم تھے
اور ابو عبیدہ اس میں ان کے ہمسر تھے۔

ابن سیرین نے ان سے بکثرت روایت کی ہے علی بن المدینی رح نے موصوف کو حضرت عبد اللہ
ابن مسعود کے فقہ شاگردوں میں شمار کیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۸۵
میں محلی سے نقل ہیں:

کل شیء روی عن عبیدہ سوی راہیہ فہو عن ہر وہ بات جو محمد محدث عبیدہ سے ان کی
علی وکل شیء روی عن ابراہیم عن عبیدہ سوی رائے کے علاوہ روایت کرتے ہیں وہ حضرت
راہیہ فائدہ عن عبد اللہ الاحمدیثاً واحد علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہوتی ہے اور ہر
وہ بات جو ابراہیم از عبیدہ ان کی رائے کے علاوہ نقل کرتے ہیں، وہ حضرت عبد اللہ
ابن مسعود سے مروی ہے البتہ ایک حدیث جو ابراہیم از عبیدہ ہے وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود
سے مروی ہے۔

واضح رہے سلمانی قبیلہ کی طرف نسبت ہے اور اس کا لام قدشین کے یہاں ساکن نہیں ہے عبد الکبر
سمعیانی کتاب الانساب، ورق ۳۰۲ میں لکھتے ہیں:

السلمانی بفتح ال سین المہملہ وسکون اللام سلمانی میں سین ہملہ مفتوح، لام ساکن،
وفتح المیم وفي آخره التثنية فہو النسبة الی میم مفتوح اور آخر میں ثون ہے یہاں

سلمان و سلمان حق من مرار و یقال سلمان
فی قضاۃ قالہ محمد بن حبیب باسکان اللام
و اصحاب الحدیث یحکون اللام..... و الشہور
بہذہ النسبة عبیدہ بن عمرو السلمانی۔
کی طرف نسبت ہے اور سلمان مرار کا ایک قبیلہ
ہے۔ بعض کہتے ہیں سلمان قضاۃ کا ایک قبیلہ
ہے محمد بن حبیب، سلمان کو سکون لام بولتے
ہیں اور محمد بن لام پر حرکت پڑھتے ہیں۔
..... اس نسبت سے عبیدہ بن عمرو سلمانی
مشہور ہیں۔

(۱۲۵)

ابو عبد الرحمن عبیدہ بن حمید بن صہیب التیمی، موصوف التمدار کی نسبت سے بھی مشہور ہیں
سنہ ۱۰۹ یا ۱۰۸ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اسود بن قیس، عبد العزیز بن رفیع، عبد الملک بن عمیر
منصور اور اعمش سے روایت کرتے ہیں۔ سفیان ثوری، امام احمد ابن حنبل، احمد بن منیع، حسن
ابن الصباح اور عمرو الناقد وغیرہ ان کے شاگرد ہیں، بغداد میں یہ محمد بن ہارون کے تابعین مقرر
ہو گئے تھے اور تاحیات اسی عہدہ پر مامور رہے۔ موصوف کو نحو، عربیت اور قرأت میں کمال
حاصل تھا۔ سنہ ۱۹۸ھ میں وفات پائی۔

(۱۲۶)

عبیدہ بن سفیان الحضرمی المسدنی تابعی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ، ابو الجعد حمیری اور زید
ابن خالد جہنی رضی اللہ عنہم سے راوی ہیں، اور ان سے ان کے فرزند عمرو، اسماعیل بن ابی حکیم
بشر بن سعید اور محمد بن عمرو بن علقمہ وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

(۱۲۷)

عامر بن عبیدہ الباطنی البصری، بصرہ کے قاضی تھے، موصوف حضرت انس، ابو الملیح البندی
عبد الملک بن یعلیٰ لثبی سے روایت کرتے ہیں اور ان سے شعبہ، معاویہ بن عبد الکرم وغیرہ
راوی ہیں۔

(۱۲۸)

ابو جعفر محمد بن عبادۃ الواسطی، موصوف ابو احمد زبیری، ابو اسامہ، اسحاق الازرق،
یزید بن ہارون، یعقوب بن اسحاق، اعمش وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ ابو داؤد، ابن ماجہ،
ابو حاتم، سلم بن سہل، ابن کعب اور ابو بکر بن ابی داؤد نے ان سے روایت کی ہے۔

(۱۲۹)

ابو ایاس عامر بن عبیدہ الجبلی الکوفی تابعی ہیں۔ موصوف حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں، اور ان سے مستب بن رافع روایت کرتے ہیں۔
 واضح رہے عامر بن عبیدہ جبلی کی روایت صحیح بخاری میں بھی موجود ہے، ابن خطیب الدمشقی تحفۃ ذوی الارباب ص ۸۰ میں رقمطراز ہیں:

قلت و البخاری فی باب الشہادۃ علی الخطابی
 کتاب الاحکام آخر الصمیم
 میں کہتا ہوں اور بخاری نے صحیح بخاری کے
 آخرین کتاب الاحکام کے اندر باب الشہادۃ
 علی الخطابی میں عامر بن عبیدہ جبلی کی سند سے
 روایت نقل کی ہے۔

(۱۳۰)

بجالہ بن عبیدہ التیمی البصری، حضرت ابن عباس، عبد الرحمن بن عوف اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں، اور ان سے عمرو بن دینار، قتادہ اور قشیر بن عمرو وغیرہ راوی ہیں۔ موصوف سنہ تک بقید حیات تھے۔

(۱۳۱)

ابو عبد اللہ قیس بن عباد القسبی البصری، کبار تابعین — میں سے ہیں۔ عبد فاروقی میں مدینہ آئے تھے۔ موصوف حضرت عمر بن الخطاب، علی، عمار، ابوذر، عبد اللہ بن سلام، سعد بن ابی وقاص، ابن عمرو اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے راوی ہیں۔ عبد اللہ بن مطر، ابو جلیز، حسن، ابن سیرین اور ابو نصرہ عبدی، ان سے روایت کرتے ہیں۔

(۱۳۲)

عقیل ابن خالد بن عقیل الاموی تابعی ہیں، یہ اپنے والد خالد اور اپنے چچا زیاد، نافع عکرمہ، حسن، سعید ابن ابی سعید خدری سے روایت کرتے ہیں۔ امام زہری کے معتبر شاگردوں میں ان کا شمار ہے۔ ابراہیم، سلامۃ بن روح، مفضل بن فضالہ، لیث بن سعد، یونس ابن یزید اہلی وغیرہ ان سے راوی ہیں۔ موصوف مدینہ میں شرمی (سپاہی) تھے۔ ۱۲۲ھ میں مصر میں وفات پائی۔

واضح رہے ان کا نام عقیل (مصنوع) ہے اور ان کے دادا کا نام عقیل (کبر) ہے۔

(۱۳۳)

یحییٰ بن عقیل الخزاز البصری، موصوف حضرت عمران بن حصین، عبد اللہ بن ابی آؤفی، انس بن مالک، یحییٰ بن یعمر وغیرہ سے راوی ہیں، اور ان سے سلیمان بنی، عزیرہ بن ثابت، عبد اللہ بن کیسان مروزی اور حسین بن واقد وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ ابن حبان نے ان کو ثقافت میں ذکر کیا ہے۔

(۱۳۴)

بنو عقیل کی طرف نسبت میں عقیلی بولتے ہیں، عبد الکریم سمعانی کتاب الانساب (ورق ۳۹۵) میں رقمطراز ہیں:

عُقَیْلِي ضَمَّ عَيْنَ، فَتَحَّ قَافٌ أَوْ سَكُونٌ يَاءُ	الْعُقَيْلِيُّ يَضُمُّ التَّيْنَ وَفَتْحُ الْقَافِ وَسَكُونُ
الْيَاءِ الْمَنْقُوطَةِ بِالثَّمَتَيْنِ مِنْ تَحْتِهَا يَنْزِعُ لِقِسْمَةِ	الْيَاءِ الْمَنْقُوطَةِ بِالثَّمَتَيْنِ مِنْ تَحْتِهَا يَنْزِعُ لِقِسْمَةِ
أَلِ عَقِيلٍ بِنِ كَعْبٍ بَنِ عَامِرٍ بِنِ رُبَيْعَةَ	أَلِ عَقِيلٍ بِنِ كَعْبٍ بَنِ عَامِرٍ بِنِ رُبَيْعَةَ
بَنِ عَامِرٍ بِنِ مَعْصُومَةَ بِنِ مَعَاوِيَةَ بِنِ بَكْرٍ	بَنِ عَامِرٍ بِنِ مَعْصُومَةَ بِنِ مَعَاوِيَةَ بِنِ بَكْرٍ

(۱۳۵)

ابو النصر سالم بن ابی امیة التمیمی المدنی، حضرت انس، سائب بن یزید، عوف بن مالک اور عبد اللہ بن ابی آؤفی رضی اللہ عنہم سے راوی ہیں۔ سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، امام مالک اور لیث وغیرہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ ابن سعد فرماتے ہیں: یہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے، ۱۲۹ھ میں وفات پائی۔

(۱۳۶)

النضر بن الحارث بن رزاح الاودی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ حافظ ستیدم قاضی زبیدی تاج العروس (ماوہ نضر) میں تبصیر المنتبہ سے ناقل ہیں:

نضر بن الحارث بن رزاح الاودی صحابی ہیں	نضر بن الحارث بن رزاح الاودی صحابی ہیں
حافظ ابن حجر عسقلانی نے التبصیر میں بغیر	میکذا ذکرہ الحافظ ابن حجر فی التبصیر
الف لام کے ذکر کیا ہے اور ابن فہد نے	غیر الف دلام وفی معجم الصحابة لابن فہد
معجم الصحابة میں النضر الف لام کے ساتھ	ہو النضر باللام قال وحکی فیہ نصر بالصناد
لکھا ہے اور کہا ہے کہ اس کو نصر صا و ہملہ	المہملۃ۔

کے ساتھ بھی بیان کیا گیا ہے۔

(۱۳۷)

واضح رہے اپنی نسبت کے راویوں اور محدثوں کو ذہبی نے کتاب المشتبه، ص ۴ میں یکجا جمع کر دیا ہے۔

(۱۳۸)

آبلہ بصرہ سے چار فرسخ پر نہایت قدیم بستی تھی۔ کتاب الانساب، ورق ۱۷۱ میں ہے:
 الابلی هذه النسبة الى الابلة بلدة قديمة
 علی اربعة فراسخ من البصرة..... والمشهور
 بهما ابو محمد شيبان بن ابی شيبه فروخ
 نسبت سے ابو محمد شيبان بن ابی شيبه فروخ
 مشہور ہیں اور ثقات اہل البلد سے ہیں۔
 من ثقات اهل البصرة.

یا قوت بحم البلدان میں لکھتے ہیں:

بلدة علی شامی وبلدة البصرة العنلی فی زاوية
 الخلیج الذی یدخل منه الی مدینة البصرة وھی
 اقدم من البصرة لان البصرة مصرت فی ایام
 عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکانت
 الابلة حیثند مدینة فیها مسالح من قبل کسری
 وتمامہ۔
 یہ شہر بصرہ کے عظیم تر و جسد کے کنارے
 پر زاویہ خلیج میں جس سے شہر بصرہ میں داخل
 ہوتے ہیں واقع ہے، یہ بصرہ سے قدیم تر شہر
 ہے کیونکہ بصرہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
 کے زمانہ میں آباد ہوا ہے اور آبلہ اس وقت
 ایک شہر تھا، اس میں شاہان کسری اور قس

کی مسلح افواج رہا کرتی تھیں (یہ جھاوٹی تھی)۔

(۱۳۹)

شیبان بن ابی شیبہ فروخ الحبلی ۳۷۱ھ میں پیدا ہوئے۔ جریر بن حازم، ابوالاشئب
 العطاردی، ابان بن یزید، حماد بن سلمہ وغیرہ سے راوی ہیں، ابویعلیٰ، حسن بن سفیان، یحییٰ بن
 مخلد، جعفر بن محمد الفرغانی وغیرہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ ۳۷۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

(۱۴۰)

ابوعلیٰ حسن بن صباح البزار الواسطی البغدادی، ابن عیینہ، ابوالنضر، وکیع، ولید بن مسلم،
 زید بن الحباب، اسحاق بن یوسف الازرق، احمد بن حنبل اور علی بن المدینی وغیرہ سے راوی ہیں

اور ان سے امام بخاری، ابو داؤد، ترمذی، ابراہیم حربی، ابوبکر البزار، ابوبکر الصنعانی وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں، بزار ہر روز کوئی نہ کوئی نیک کام کر لیتے تھے، ابو حاتم کہتے ہیں صدوق ہیں، بغداد میں ان کا بڑا جاہ و جلال تھا۔ ۲۲۹ھ میں انتقال ہوا ہے۔

خلف بن ہشام بن ثعلب البزار البغدادی المقرئ، حماد بن زید، امام مالک، ہشیم ابو حاتم اور ابو شہاب وغیرہ سے راوی ہیں، اور ان سے امام مسلم، ابو داؤد، ابن ابی عیشہ، ابراہیم حربی، عباس دودی، ابو ذر عمہ اور ابو حاتم وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ نہایت مابہ وزاہد اور بڑے بالکمال قاری تھے، جمادی الآخرہ ۲۲۹ھ میں انتقال ہوا۔

(۱۴۱)

ابوسعید مالک بن اوس بن المحدثان النصری المدنی، ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ لیکن اس امر میں سب کا اتفاق ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی روایت ثابت نہیں۔ نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو انہوں نے دیکھا ہے۔ حضرت عمر، عثمان، علی، عباس، طلحہ، زبیر، عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، اور ابو ذر رضی اللہ عنہم سے راوی ہیں ان سے زہری، محمد بن عمرو بن عطار، عکرمہ بن خالد، محمد بن جبیر وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ ۲۹۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

(۱۴۲)

عبد الواحد بن عبد اللہ بن کعب النصری اپنے والد عبد اللہ، واثلہ بن الاسقع، عبد اللہ بن بسر المازنی وغیرہ سے راوی ہیں اور ان سے امام اوزاعی، سلیمان بن حبیب المہاجر وغیرہ روایت کرتے ہیں، موصوف ۱۴۲ھ سے ۱۶۰ھ تک مکہ، مدینہ اور طائف میں گورنر بھی رہے ہیں۔ ہے ابن القیسرانی نے ان کا تذکرہ کتاب الجمع بین رجال الصحیحین میں نہیں کیا ہے۔

(۱۴۳)

سالم مولیٰ النصر بن تابعی ہیں ۱۴۳ھ میں انتقال ہوا ہے (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۴۳۸)۔

(۱۴۴)

ابو یعلیٰ محمد بن القسطل بن الحاج الاسدی الکوفی، اصل میں توڑ کے باشندے تھے بقصو

میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ولید بن مسلم، ابو صفوان اموی اور ابن عیینہ وغیرہ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں اور ان سے امام بخاری، عثمان بن ابی شیبہ، ابو زرعہ اور ابو حاتم وغیرہ نے روایت کی ہے۔ ۲۲۵ھ میں وفات پائی۔

تَوُج، تَوُج کا معرب ہے، یہ فارس میں ایک شہر تھا جو پارچہ بانی میں بہت مشہور تھا۔ یا قوت معجم البلدان میں رقم طراز ہیں۔

تَوُج بفتح اولہ و تشدید ثانیہ و فتح ایضاً و
جیم دہی تو ز بالزای مدینۃ بغارس
قریبۃ من کازرون شدیدۃ الحر لہا نہانی غوہ
من الارض ذات نخل و بناؤ ہا بالبنینہا
وہن شیراز اشان و ملائون فرسخاً و بعل
فیہا ثیاب کتان تنسب الیہا و کثر من یعمل
بہا الصنعت بکازرون لکن اسم تَوُج غالب
علیہ لان اصل تَوُج احدق بمعانیتہ
دہی مدینۃ صغیرۃ و اسمہ بأكبر وقد
فتحت فی ایام عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
فی سنۃ ۱۸ أو ۱۹ ھ

توج میں پہلا حرف مفتوح دوسرا مشدود
اور مفتوح ہے اور آخر میں جیم ہے، تَوُج
حرف ز کے ساتھ ہے یہ فارس میں کازرون
سے قریب نہایت گرم شہر ہے کیونکہ یہ نہایت
نشیب میں واقع ہے یہاں کجوروں کے
درخت بہت ہیں، یہ کچی اینٹوں کا بنا ہوا
ہے اس کے اور شیراز کے درمیان بتیس
فرسخ کا مسافت ہے، یہاں کتان کے کپڑے
بنے جاتے ہیں، اور اس کی نسبت سے شہر
ہے اور اس صنعت کے کاریگر
کازرون میں بہت آباد ہیں، لیکن اس پر
توج کا نام غالب ہو گیا کیونکہ اہل توج اس
صنعت میں بڑے ماہر ہوتے ہیں اور یہ اگرچہ چھوٹا سا شہر ہے لیکن اس کا نام بڑا ہوا
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ (۱۸ھ) میں فتح ہوا ہے۔

(۱۳۵)

جُریرِی یہ جُریر بن عباد کی طرف نسبت ہے عبد الکریم السمعانی، کتاب الانساب دورق ۱۲۹ میں لکھتے ہیں:

الجُریرِی بضم الجیم و فتح الراء الاولی و سکون
الیاء المنقوطة باشتین تحتہا بعدد الراء
آخری ہذہ النسبۃ الی جُریر بن عباد
جُریرِی، ختمہ جیم، فتح رائے اولی و سکون
یاء منقوطة سے ہے اور اس کے بعد بھی
راء ہے، یہ جُریر بن عباد
.....

صعب بن علی بن بکر بن وائل -
صعب بن علی بن بکر بن وائل کی طرف
نسبت ہے۔

(۱۴۶)

یحییٰ بن ایوب بن ابی زرعۃ الجریری البجلی الکوفی حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ
کی اولاد میں سے تھے اسی لئے جریری سے مشہور ہیں۔ موصوف نے اپنے دادا نیز زیا دین
علاقہ اور شعبی وغیرہ سے حدیث کی سہاحت کی ہے، ابن المبارک، مردان بن معاویہ اور ابویہ
وغیرہ ان سے روایت کرتے ہیں۔

(۱۴۷)

ابوزکریا یحییٰ بن بشر بن کثیر جریری کوفی محدث، معاویہ بن سلام، سعید بن بشر، ولید بن مسلم
وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ امام مسلم، عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی، محمد بن ابی بکر ابن شیبہ، یحییٰ
ابن مخلد وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ ۲۲۹ھ میں انتقال ہوا ہے۔
واضح رہے، موصوف امام بخاری کے شیوخ میں سے نہیں ہیں، امام بخاری کے شیوخ
میں یحییٰ بن بشر بجلی ہیں۔ محدث ابن القیسرانی نے رجال الصبیحین ج ۲- ص ۵۵۸ کے حاشیہ
میں حافظ ابن رشتید سے نقل کیا ہے کہ یحییٰ بن بشر نام کے دو راوی ہیں، ایک امام مسلم کے شیوخ
میں سے ہیں جن کا تذکرہ اوپر گزر چکا، دوسرے جن کا نام ابوزکریا یحییٰ بن بشر بجلی (البجلی الزاہد)
المتوفی ۲۳۲ھ ہے، امام مسلم کے شیوخ میں سے نہیں ہیں، موصوف امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں لہذا
یحییٰ بن بشر کوفی کو امام مسلم اور امام بخاری کا شیخ قرار دینا صحیح نہیں۔
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو التقیید والایضاح لما اطلق واغلق من مقدمۃ ابن الصلاح ۲۸۷
طبع حلب ۱۹۳۱ھ۔

(۱۴۸)

بنو سلہ کی طرف نسبت میں محدثین کا لام کسور پڑھنا اور ابن صلاح کا اس کو کھن قرار دینا
صحیح نہیں ہے، تفصیل گزر چکی ہے۔

(۱۴۹)

ہمدانی یہ ہمدان بن مالک کی طرف نسبت ہے۔ تعلق شندی نہایت الارب، ص ۴۳۸ میں
لکھتے ہیں:

بنو ہمدان باسکان المیم بطن من کہلان من
 القطنائین و ہم بنو ہمدان بن مالک بن زید
 ابن اوسلہ بن ربیعہ بن الحیار بن مالک بن
 زید بن کہلان۔
 بنو ہمدان سکون تیم کے ساتھ قبیلہ قحطانیہ
 کی ایک شاخ کہلان کا ایک گروہ جو ان کا
 سلسلہ نسب یہ ہے، ہمدان بن مالک بن
 زید بن اوسلہ بن ربیعہ بن حیار بن مالک
 ابن زید بن کہلان۔

ابن الصلاح فرماتے ہیں،
 لیس فی الصیغین المرتباً الہذان بالذال
 المنقوطة وجميع ما فيها على هذه الصورة فهو
 الہمدانی بالذال المہلۃ و سکون المیم و
 قد قال ابو نصر بن ماکولا الہمدانی فی
 المتقدمین سکون المیم اکثر یفتح
 المیم فی المتأخرین اکثر و ہو کما قال
 واللہ اعلم۔
 اردو ایسا ہے جیسا انھوں نے فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔
 موصوف ان فروق پر لکھتے ہیں،

ہذہ جملۃ لور حل الطالب فیہا لکانت
 رحلۃ راجعۃ ان شاء اللہ تعالیٰ
 و یکن علی الحدیثی اید اہما فی سواد قلبہ
 و فی بعضہما من خوف الانتعاض بالتقدم
 فی الاسماء المفردۃ و انما فی بعضہما
 مقلد کتاب القاضی حیاض و معتصم
 باللہ فیہ و فی جمیع اموری و ہو سبجاء
 اعلم۔ (ص ۳۵۵)۔

یہ تمام اسماء وہ ہیں کہ اگر کوئی طالب علم
 ان کی تلاش میں سفر کرے تو اس کا سفر
 انشاء اللہ نفع میں ہے اور حدیث کے
 شوقین پر ضروری ہے کہ وہ ان کو اپنے
 دل میں جگہ دے۔ گذشتہ بعض مفردات
 میں اشتباہ کا اندیشہ اور ٹکراؤ کا ڈر ہے
 اور میں بعض ناموں میں قاضی حیاض کی
 کتاب مشرق الانوار کا مقلد ہوں اس
 میں اور تمام امور میں اللہ کی ذات پر بھروسہ
 کرتا ہوں۔ اس کی پاک ذات کو سب سے زیادہ علم ہے۔

(۱۵۰)

جب دو راوی ہمنام اور ہم عصر — ایک استاد کے شاگرد ہوتے ہیں تو سخت اشتباہ ہو جاتا ہے محدثین کی اصطلاح میں اسماء کی ایسی قسم کو جو خط اور لفظ کے اعتبار سے ایک ہوتی ہے اور سہمی کے اعتبار سے مختلف ہو "المتفق والمفروق" کہتے ہیں۔

محدثین کا یہ نہایت عظیم الشان کارنامہ ہے کہ انہوں نے ایسے تمام راویوں کو اپنی مستقل تصانیف میں یکجا جمع کر دیا ہے۔ خطیب بغدادی کی اس موضوع پر "تلخیص المتشابه" نہایت مفید کتاب ہے۔

(۱۵۱)

المتفق والمفروق کے حسب ذیل اقسام ہیں:

ایسے راوی کران کے اور ان کے باپ کے نام مشترک ہیں جیسے خلیل بن احمد کہ اس نام کے حسب ذیل چھ اشخاص ہیں:

(۱) خلیل بن احمد بصری، مشہور میں پیدا ہوئے، مشہور نحوی سیبویہ کے استاد تھے، عروسی اور نحوی کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہیں، عاصم بن احوں سے روایت کرتے ہیں۔ مشہور میں وفات پائی۔
(۲) ابوشمر خلیل بن احمد المزنی البصری، محدث مستنیر بن اخضر کے شاگرد اور عباس الغبری کے استاد تھے۔

(۳) خلیل بن احمد اصہبانی، روح بن عبادہ کے شاگرد تھے۔ حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ روح بن عبادہ کے شاگرد کا نام خلیل بن محمد العجلی ہے اور خلیل بن احمد اصہبانی کو ان کا شاگرد قرار دینا ابن القلاح کا وہم ہے۔

(۴) ابوسعید خلیل بن احمد السجری الحنفی المتوفی ۳۸۷ھ سمرقند میں قاضی تھے، حافظ ابن خزیمہ ابن صاعد اور بنو کے شاگرد اور حاکم کے استاد تھے۔

(۵) ابوسعید خلیل بن احمد البستی البعلبی القاضی، خلیل بصری اور احمد بن المنظر بکری کے تلمیذ اور امام بیہقی کے استاد تھے۔

(۶) ابوسعید خلیل بن احمد البستی الشافعی، محدث ابوالعباس احمد بن عمر العذری سے روا کرتے ہیں۔

واضح رہے ان چھ ناموں پر صرف اس لئے گفتگو کیا گیا ہے کہ یہ زیادہ مشہور ہیں۔

(۱۵۲)

آنس بن مالک نام کے دس علماء ہیں، لیکن جن سے حدیثیں روایت کی گئی ہیں وہ پانچ ہیں، ان میں دو صحابی ہیں، تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) حضرت ابو حمزہ آنس بن مالک انصاری خزرجی المتوفی ۹۲ھ، تمام ارباب صحاح نے ان سے روایت کی ہے۔

(۲) ابو امیہ انس بن مالک کعبی تشری رضی اللہ عنہ، موصوف بصرہ میں اگر بس گئے تھے۔ تمام ارباب سنن نے ان سے روایت کی ہے۔

(۳) ابو مالک انس بن مالک الفقیہ۔

(۴) انس بن مالک حمصی۔

(۵) انس بن مالک کوفی۔

(۱۵۳)

یہ قسم ہے جس میں راوی، اس کا باپ، دادا سب ہم نام ہیں، احمد بن جعفر بن حمدان چاہیں اور چاروں ہم عصر ہیں اور سب ایسے محدثین سے روایت کرتے ہیں جن کے نام عبد اللہ ہیں۔ یہ چار محدث حسب ذیل ہیں:

(۱) ابو بکر احمد بن جعفر حمدان قلعی بغدادی المتوفی ۳۶۸ھ۔ موصوف ابو نعیم اصفہانی کے استاد اور امام احمد بن حنبل کے فرزند، عبد اللہ کے شاگرد تھے اور ان سے روایت کرتے ہیں۔
(۲) ابو بکر احمد بن جعفر بن حمدان سقطی بصری المتوفی ۳۷۴ھ، حافظ ابو نعیم اصفہانی کے استاد اور عبد اللہ بن احمد دورق کے شاگرد تھے۔

(۳) احمد بن جعفر بن حمدان دینوری، محدث علی بن القاسم رازی کے استاد اور عبد اللہ بن محمد بن سنان کے شاگرد تھے۔

(۴) ابو الحسن احمد بن جعفر بن حمدان، محدث عبد اللہ بن جابر طرسوسی سے راوی ہیں اور قاضی ابو الحسن خصیب خصیبی ان سے روایت کرتے ہیں۔

(۱۵۴)

اسی طرح محمد بن یعقوب بن یوسف بھی دو ہیں، جن سے ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری راوی ہیں
(۱) ابو العباس محمد بن یعقوب بن یوسف نیشاپوری اسم المتوفی ۳۷۶ھ، حفاظ حدیث

میں ان کا شمار ہے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ، ج ۳۔ ص ۸۶۰ میں موصوف کا نہایت مبسوط تذکرہ کیا ہے۔

(۲) ابو عبد اللہ یعقوب بن یوسف نیشاپوری آخر المتوفی ۳۲۲ھ، موصوف کا شمار بھی حفاظ حدیث میں ہے۔ ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ، ج ۳۔ ص ۲۶۲ و کتاب العبر، طبع کویت ۱۹۶۱ء، ج ۲۔ ص ۳۱۷۔

حافظ جلال الدین سیوطی نے تدریب الراوی شرح تقریب النوادی، میں بصراحت لکھا ہے کہ یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ محمد بن جعفر بن محمد نامی تین محدث ہیں اور تینوں ہم عصر ہیں اور تینوں کا انتقال بھی ایک ہی سال میں ہوا ہے یعنی تینوں نے ۳۶۸ھ میں وفات پائی ہے۔

(۱) ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن ابیہثم الانباری۔

(۲) حافظ ابو عمرو محمد بن جعفر بن محمد بن مطر النیسابوری۔

(۳) ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن کثانہ البغدادی۔

(۱۵۵)

یہ وہ قسم ہے جس میں کنیت اور نسبت دونوں ایک ہوتی ہیں، چنانچہ ابو عمران جوئی حسب ذیل دو راوی ہیں:

(۱۵۶)

(۱) ابو عمران عبد الملک بن حبیب جوئی المتوفی ۱۲۹ھ تابعی ہیں۔

(۱۵۷)

(۲) ابو عمران بہل بن موسیٰ بن عبد الحمید جوئی بصری، موصوف امام طبرانی اور اسماعیلی روایت کرتے ہیں۔

(۱۵۸)

اسی طرح ابوبکر بن عیاش بھی تین ہیں:

(۱) ابوبکر بن عیاش القاری۔

(۲) ابوبکر بن عیاش الحمصی، ان سے جعفر بن عبد الواحد راوی ہیں۔ ابن الصلاح فرماتے ہیں:

ابوبکر بن عیاش الحمصی مجہول ہیں اور جعفر ثقہ نہیں ہیں۔

(۳) ابوبکر بن عیاش المسلمی الباجدائی المتوفی ۳۵۸ھ جو غریب الحدیث کے مصنف ہیں

ان کا نام حسین ہے۔ سیوطی "تذریب الراوی" ص ۲۴۴ میں لکھتے ہیں:
 حافظ عراقی اس نوع کو ایک مجد اگانہ قسم قرار دیتے ہیں، جس میں کنیت اور باپ کا نام
 ایک ہوتا ہے۔ یہ قسم وہ ہے جس کے اندر راویوں کا نام اور ان کے باپ کی کنیتیں ایک ہوتی ہیں جیسے
 صالح بن ابی صالح ہیں۔ یہ چار ہیں اور چاروں تابعی ہیں:

(۱) ابو محمد صالح بن ابی صالح المدنی مولیٰ التومسہ، ان کے والد کا نام نبیان ہے، موصوف
 حضرت ابو ہریرہ، ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔

(۲) ابو عبد الرحمن صالح بن ابی صالح المدنی، ان کے والد بزرگوار کا نام ذکوان السمان
 ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں، امام مسلم نے ان سے روایت کی ہے۔

(۳) صالح بن ابی صالح السدوسی، حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت
 کرتے ہیں اور ان سے خلا بن عمرو روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری نے تاریخ میں اور ابن حبان نے
 کتاب الثقات میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

(۴) صالح بن ابی صالح مولیٰ عمرو بن حریث، ان کے والد کا نام ہیران ہے، حضرت ابو ہریرہ
 رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابو بکر بن عیاش روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری
 نے کتاب التاريخ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ اسی طرح صالح بن ابی صالح اسدی بھی ہیں،
 جو شعبی سے روایت کرتے ہیں، جن سے نسائی نے روایت کی ہے۔

(۱۵۹)

ابو عبد اللہ سفیان بن سعید زوری حفظہ حدیث کے سرتاج ہیں۔ ۱۶۱ھ میں انتقال ہوا
 ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں موصوف کا تذکرہ _____ سید الحفاظ کے الفاظ
 سے کیا ہے۔

(۱۶۰)

ابو محمد سفیان بن عیینہ البلالی الکوفی المتوفی ۱۹۸ھ بھی حفاظ حدیث میں سے ہیں،
 ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ، ج ۱۔ ص ۲۶۲۔

(۱۶۱)

یہ ایک ایسی قسم ہے جس میں رواۃ اسم میں یا کنیت میں ایک ہوتے ہیں اور سند میں راوی کو
 باپ کے ذکر کے بغیر یا نسبت کے بغیر ذکر کیا جاتا ہے، جیسے حماد بن زید اور حماد بن سلمہ، ان کی

تینیں ان کے شاگردوں سے کی جاتی ہے، چنانچہ محمد بن یحییٰ ذہبی فرماتے ہیں کہ جب حماد سے سلیمان ابن حرب یا عارم روایت کرتے ہیں تو وہ حماد بن زید ہوتے ہیں اور اگر موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی راوی ہوں تو حماد بن سلمہ مراد ہوتے ہیں۔

(۱۶۲)

ابو النعمان محمد بن الفضل السدوسی البصری، موصوف عارم کے نام سے مشہور ہیں، حفاظ حدیث میں ان کا شمار ہے۔ انھوں نے جریر بن حازم، جہدی بن میمون، دہیب بن خالد اور ابن مبارک وغیرہ سے حدیثیں سنی ہیں یہ امام بخاری کے استاد ہیں۔

واضح رہے، عارم حماد بن زید اور حماد بن سلمہ دونوں سے روایت کرتے ہیں، لیکن حماد بن زید کے شاگردوں میں موصوف زیادہ قابل اعتبار ہیں۔ اخیر عمر میں حافظہ میں فرق آگیا تھا چنانچہ محدثین نے تصریح کی ہے کہ ۲۲۲ھ سے قبل کی بیان کردہ روایتیں نہایت عمدہ ہیں انھوں نے ۲۲۲ھ میں وفات پائی۔ امام بخاری موصوف سے بکثرت روایت کرتے ہیں۔

(۱۶۳)

ابو سلمہ، موسیٰ بن اسماعیل المنقری التبوذکی البصری، حافظ الحدیث ہیں۔ جریر بن حازم، جہدی بن مامون، مبارک بن فضالہ، ہمام بن سہیم اور حماد بن سلمہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے امام بخاری، ابو داؤد و بلاد اسطہ اور امام مسلم وغیرہ بالواسطہ روایت کرتے ہیں۔ رجب ۲۳۳ھ میں انتقال ہوا۔

واضح رہے تذکرہ نگاروں نے ان کے تذکرہ میں "حماد بن سلمہ کا لفظ نہیں استعمال کیلئے جس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حماد بن زید سے روایت نہیں کرتے۔

ابو حمزہ نصر بن عمران الفسعی البصری حضرت ابن عباس، ابن عمر، انس بن مالک اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم سے راوی ہیں، اور ان سے ان کے فرزند علقمہ، مرہ بن خالد، شعبہ، ابراہیم بن طہسان وغیرہ روایت کرتے ہیں، نہایت ثقہ ہیں۔ امام مسلم فرماتے ہیں سرخس میں انتقال ہوا ہے۔ امام ترمذی کا بیان ہے کہ ۲۲۸ھ میں وفات پائی۔

واضح رہے، صحیحین میں ابو حمزہ کنیت کے تین راوی ہیں:

۱، ابو حمزہ عبد الرحمن۔

(۲) ابو حمزہ القصاب عمران۔

(۳) ابو حمزہ محمد بن میمون۔

(۱۶۴)

واضح رہے شاہ عبد العزیزؒ نے اس موقع پر نہایت اختصار اور اجمال سے کام لیا ہے حافظ سیوطیؒ تدریب الراوی میں لکھتے ہیں:

سلمہ بن سلیمان کا بیان ہے کہ عبد اللہ جب مطلق ہو تو اس کا تعلق اگر گمہ سے ہے تو حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ مراد ہوتے ہیں اور اگر مدینہ سے ہوتا ہے تو حضرت عبد اللہ بن عمرؓ مراد ہوتے ہیں اور جب کوفہ سے ہوتا ہے تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ مراد ہوتے ہیں اور جب بصرہ سے ہوتا ہے تو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ مراد ہوتے ہیں اور جب خراسان سے ہوتا ہے تو مشہور تابعی حضرت عبد اللہ بن المبارک مراد ہوتے ہیں۔ حافظ خلیلیؒ نے ارشاد میں کہا ہے، جب مصری بولتا ہے تو حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ مراد ہوتے ہیں، اور جب کوئی گئی کہتا ہے تو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ مراد ہوتے ہیں اور جب کوئی مدنی کہتا ہے تو حضرت عبد اللہ بن عمرؓ مراد ہوتے ہیں۔ نعم بن قیسؒ فرماتے ہیں جب شامی کہتا ہے تو بھی حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ مراد ہوتے ہیں اور جب مدنی کہتا ہے تو حضرت عبد اللہ بن عمرؓ مراد ہوتے ہیں۔ خطیب بغدادیؒ کہتے ہیں یہ قول درست ہے۔

(۱۶۵)

واضح رہے خطیب بغدادیؒ نے اس موضوع پر ایک نہایت مفید کتاب لکھی ہے جس کا نام المکمل فی بیان الہلہل ہے۔

(۱۶۶)

حافظ عراقیؒ فرماتے ہیں یہ قاعدہ بھی اکثری ہے، کہیں کہیں اس کے خلاف بھی موجود ہے چنانچہ مسند احمد بن حنبلؒ کی حسب ذیل روایت میں ایسا ہی ہے:

ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبہ عن ابی	محمد بن جعفر نے بواسطہ شعبہ بیان کیا کہ
جرمہ سمعت ابن عباس یقول مرئی رسول	ابو حمزہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا العیب مع	ابن عباسؓ کو فہم فرماتے ہوئے سنا ہے
الغل ان فاختبات من خلف ابی الحدیث	کہ میرے پاس سے رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم گزرے اور میں اُس وقت بچوں

کے ساتھ کلیل رہا تھا، تو میں آپ سے دروازے کی اوٹ میں چُھپ گیا۔

یہاں شیعہ نے ابو جمرہ سے مطلق روایت کی ہے اور وہ نصر بن عمر ان نہیں ہیں بلکہ یہ

عمران بن ابی عطاء ہیں جیسا کہ امام مسلم نے اپنی روایت میں تصریح کی ہے۔

(۱۶۷)

یہ وہ نوع ہے جو اصطلاح میں معرفۃ النسب میں الی غیر آباہم کے نام سے موسوم ہے،

اس کی بھی متعدد قسمیں ہیں:

پہلی قسم وہ ہے جس میں انتساب ماں کی طرف ہوتا ہے، جیسے حضرت معاذ، معوذ اور عوذ

سب بدری صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہیں ان کی ماں کا نام عفتہ بنت عبد بن ثعلبہ اور باپ کا نام

حاتث بن رفاعہ بن الحارث ہے حضرت معوذ رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے اور حضرت معاذ رضی

اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے۔

(۱۶۸)

محمد بن الحنفیہ سے تابعین کے ناموں کی مثالیں بیان فرما رہے ہیں۔

(۱۶۹)

دوسری قسم وہ ہے جس میں دادا اور دادی کی طرف نسبت ہوتی ہے خواہ وہ برتر ہو یا کمتر ہو

(۱۷۰)

ابن عبد المطلب جو حضور اکرم کا ارشاد پڑا ہے میں دادا کی طرف نسبت ہر

یعلیٰ بن مثنیہ مشہور صحابی ہیں اس میں دادی کی طرف نسبت ہے، ان کے والد کا نام امیہ

(۱۷۱)

بشیر بن النخعیہ بھی صحابی ہیں اور خصامیہ ان کی دادی کا نام ہے والد کا نام معبد تھا۔

(۱۷۲)

ابو عبیدۃ الجراح عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

(۱۷۳)

تیسری قسم وہ ہے جس میں کسی سبب کی وجہ سے اجنبی کی طرف انتساب ہوتا ہے، جیسے منہ بولا

بیٹا کہ اس میں پرورش انتساب کا باعث ہے۔

(۱۴۴)

کتاب التوحید و اثبات الصفات، یہ حافظ ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری المتوفی ۳۳۱ھ کی تالیف ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جس کو امام فخر الدین رازی 'کتاب الاسرار' کہتے تھے۔ محدث ناقد محمد زامد کوثری نے اس پر بڑا سیر حاصل کلام کیا ہے۔ ملاحظہ ہو مقالات الکوثری طبع قاہرہ۔

(۱۴۵)

ابوبکر احمد بن حسین بیہقی المتوفی ۵۸۰ھ کی کتاب الاسرار والصفات، اس موضوع پر نہایت جامع کتاب ہے۔ پہلی مرتبہ ہندوستان میں حیدر آباد دکن سے ۱۳۱۳ھ میں شائع ہوئی تھی۔ پھر مصر سے شیخ محمد زامد کوثری کی مفید تعلیقات کے بعد شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب کے متعلق علامہ کوثری اپنے مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

قام بتالیف کتاب الاسرار والصفات ساعیا
فی استقصاء ما ورد فی ابواب من الاحادیث
مختصین القیغ و التسمیہ منہا و تثبیت وجہ
الکلام فی النصوص الواردة فی الاسرار والصفات
ناظرین قادی النظر و سادۃ التاویل المعانی
المراۃ منہا فاحسن جدا الاحسان و اجابہ کل
الاجابۃ الاتی مواضع یسیرۃ منمورۃ فی بحر
افضالہ المواجه فاللہ سبحانہ یکافئہ
علی ہذا العمل البرور جزاء من احسن عملا
فانہ بعملہ ہذا انتقل عقلہ الرواۃ من اہل
عصرہ و من بعدہ مما تورطوا فیہ من الزیغ
و عرف اہل النظر الاخبار الصراح الی لایس
ہم انکار صا من الروایات الکاذبۃ و فی
رد ہاشمی و کفی۔

علامہ بیہقی کتاب الاسرار والصفات کی تالیف
میں مشغول ہوئے اور کوشش یہ رہی کہ ان
ابواب سے متعلق جتنی حدیثیں آئی ہیں ان
سب کو اس میں جمع کر دیں، صحیح اور غیر
صحیح کو بتا دیں اور ان نصوص کی توجہ اور
مرادی معانی کو جو اسرار و صفات متعلق وارتہیں
اہل نظر و ماہران تاویل سے نقل کر کے ثابت
کر دیں، انھوں نے یہ کام نہایت خوبی اور
خوش آہوبی سے کیا ہے سوائے ان چند مقامات
کے جہاں وہ اپنی اس روش پر قائم نہ رہے
کے یہ چند جگہیں وہ ہیں، جو ان کے فصل و
کمال کے ٹھٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں گم
ہو کر رہ گئی ہیں، ہر جگہ خوب کلام کیا چوسپ
اللہ تعالیٰ انھیں اس مبارک خدمت پر وہ

بہتر جزا دے جو وہ بہتر کام کرنے والے کو دیتا ہے کیوں کہ انھوں نے اپنی اس حُسنِ کارکردگی
سے اپنے زمانہ کے عقلمند راویوں (محدثین) اور بعد کے آنے والوں کو کچی اور کچ روئی کے

ایسے گرداب سے نکلا جس میں وہ پھنسے ہوئے تھے اور اہل نظر (محققین) کو ان جھوٹی روایتوں کے مقابلہ میں جن کا رد کرنا واجب ہے، ایسی صحیح حدیثوں سے متعارف کرایا جن سے انکار کی ان کے لئے گنجائش نہیں اور بڑا شافی و کافی کلام کیا ہے۔

(۱۷۶)

سنن اصطلاح میں ان کتابوں کو کہتے ہیں جو ابواب فقہیہ پر مرتب ہوتی ہیں اور ان میں ایمانیات سے لے کر مصایات تک ہر ایک باب ہوتا ہے۔

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ کتب سنن اور کتب السنۃ دونوں جداگانہ قسمیں ہیں اور ان دونوں میں باہم بڑا فرق ہے۔

کتب سنن کی تعریف اور پرکڑ رکھی۔ کتب السنۃ اصطلاح میں ان کتابوں کو کہا جاتا ہے جو ایسی حدیثوں کی جامع ہوتی ہیں جن سے صدر اول کے بعد جو بدعات امت میں رائج ہوئیں ان کی پیروی کئی ہوتی ہے، اور فرق باطلہ، خوارج، معتزلہ وغیرہ کے عقاید کا فساد ظاہر ہو جاتا ہے، اعتصام بالکتاب و السنۃ (کتاب و سنت کی اتباع) کا جذبہ ابھرتا ہے، جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ کی کتاب السنۃ وغیرہ میں۔

(۱۷۷)

امام احمدؒ کی کتاب الزہد کا مختصر کتاب الزہد کے نام سے حجاز سے شائع ہو چکا ہے اور یہ اپنے موضوع پر نہایت اہم کتاب ہے۔ حاجی خلیفہ کشف الظنون، ج ۲-ک ۱۲۷۳ میں لکھتے ہیں:

قال ابن تیمیۃ والذین جمعو الاحادیث فی الزہد والرفاق یذکرون ماروی فی ہذا الباب ومن اہل المصنف فی ذلک کتاب الزہد لعبد اللہ بن المبارک و فیہ احادیث و کذا ذلک کتاب الزہد لہناد ولاسد ابن موسیٰ وغیرہما و اجدوا مصنف فیہ کتاب الزہد للامام احمد لکنہ مکتوب علی الاسماء وزہد ابن المبارک علی الابواب و ہذہ لکتاب یذکر فیہا زہد الانبیاء و الصحابۃ التابعین

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں، وہ عقیدہ جنہوں نے زہد و رفاق کے موضوع پر حدیثیں جمع کی ہیں وہ ان حدیثوں کو ذکر کرتے ہیں جو اس باب میں مروی ہوتی ہیں اسی عرض سے جو کتابیں اس موضوع پر تالیف ہوئی ہیں عبد اللہ ابن مبارک کی کتاب الزہد ہے اور اس میں کمزور حدیثیں ہیں۔ اسی طرح ہناد کی کتاب الزہد اور اسد بن موسیٰ وغیرہ کی کتابیں ہیں اس موضوع پر سب سے بہتر کتاب امام احمد

ثم ان المتأخرين على صنفين منهم من ذكر زهد المتقدمين والمتأخرين كابي نعیم فی الحلیة وابی الفرج فی صفة (صفوة) — الصفوة ومنهم من اقتصر على ذكر المتأخرين من حیان حدث اسم العرفیة كما فعل ابو عبد الله الحسنی فی طبقات القوفیة والقشیری فی رسالته ثم الحکایات التي يذكرها هؤلاء مجردة وریح دونها، مثل ابن حمیس واما لفید کرک الحکایات مرسلة بعضها صحيح وبعضها مل قطعاً مثل ذکرهم ان الحسن البصری کان یقصر وحنبل علیه علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وانه صحب علیاً وقد اتفقت اهل المعرفة ان الحسن لم یلق علیاً واما اخذ عن اصحابه کالاحنف بن قیس

ابن حنبل کی کتاب الزہد ہے۔ لیکن وہ ابیہا پر مرتب ہے اور ابن المبارک کی ابواب پر مرتب ہے، یہ وہ کتابیں ہیں جن میں انبیاء صحابہ اور تابعین کے زہد کا بیان ہے، پھر متأخرین میں دو قسمیں ہو گئی ہیں۔ بعض ان میں سے وہ ہیں جو متقدمین اور متأخرین دونوں کے زہد کے واقعات نقل کرتے ہیں جیسے ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اور ابو الفرج ابن الجوزی نے صفوة الصفوة میں کیا ہے۔ بعض وہ ہیں جنہوں نے صرف متأخرین کے واقعات زہد کے بیان پر اکتفا کیا ہے۔ جس وقت سے کہ صوفیہ کا نام عالم وجود میں آیا، جیسے ابو عبد الرحمن شلمی نے طبقات القوفیہ میں اور قشیری نے رسالۃ قشیرہ میں کیا ہے۔ پھر وہ قسّم جنہیں یہ علماء ذکر کرتے ہیں جیسے ابن حمیس وغیرہ، یہ جو قسّم نقل کرتے ہیں، وہ مُرسل ہوتے ہیں، بعض صحیح ہوتے ہیں اور بعض غلط ہوتے ہیں، مثلاً ان کا یہ نقل کرنا کہ حضرت حسن بصریؒ قدر بیان کر رہے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے ہیں، حالانکہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت حسن بصریؒ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور شاگردوں کے علم حاصل کیا تھا، جیسے احنف بن قیس ہیں۔

(۱۷۸)

ادب المفرد، یہ اپنے موضوع پر نہایت مفید اور مقبول کتاب ہے، اس میں مرفوع حدیثیں ہی نہیں بلکہ آثار موقوفہ بھی ہیں، یہ سب سے پہلے ہندوستان میں مطبع خلیلی آ رہے ۱۳۰۶ھ میں شائع ہوئی تھی، پھر متعدد مرتبہ مصر سے طبع ہو چکی ہے۔ اردو زبان میں سب سے

پہلے ترجمہ غالباً نواب صدیق حسن خاں قنوجی نے کیا تھا جو شائع ہو چکا ہے۔ پھر اس کا ترجمہ کسی اور نے بھی کیا تھا، وہ بھی چھپ چکا ہے۔ تیسرا ترجمہ عبد القدوس ہاشمی ندوی نے کتاب زندگی کے نام سے کیا ہے جو نفیس اکیڈمی کراچی سے شائع ہوا ہے، چوتھا ترجمہ خلیل الرحمن نعمانی مظاہری نے کیا ہے جو دار الاشاعت کراچی سے شائع ہوا ہے۔ مولانا فضل اللہ حیدر آبادی نے _____ اس کی نہایت مبسوط شرح "فضل اللہ القمد" کے نام سے عربی میں لکھی ہے جس کی دو جلدیں قاہرہ سے شائع ہو گئی ہیں۔

(۱۷۹)

تفسیر ابن مردودہ، یہ حافظ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردودہ اصفہانی المتوفی ۵۱۶ھ کی تالیف ہے۔

(۱۸۰)

تفسیر دہلی، یہ حافظ ابوشجاع شیرودیہ بن شہر دار دہلی المتوفی ۵۰۹ھ کی تالیف ہے۔

(۱۸۱)

الدر المنثور فی تفسیر الماثور بالماثور، یہ کتاب دراصل علامہ سیوطیؒ کی ترجمان القرآن کا مختصر ہے اور قدما کی تفسیروں کا خلاصہ ہے، اس میں تمام باتیں بحوالہ منقول ہیں۔ یہ تفسیر پہلی مرتبہ ۱۳۱۲ھ میں مطبع میمنیہ مصر سے ۶ جلدوں میں شائع ہوئی تھی، اب ایران میں اس کی نقل نوٹو سے شائع ہو گئی ہے۔

(۱۸۲)

بدر الخلق کے موضوع پر امام بخاریؒ کی بھی ایک مستقل تالیف ہے جس کا نام کتاب بدر الخلوقات ہے۔ البدر والتاریخ کے نام سے ابوزید احمد بن سہیل بلخی المتوفی ۳۷۰ھ کی ایک تصنیف ہے جس کے متعلق صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں:

وہو کتاب مفید ہذب عن خرافات	یہ مفید کتاب ہے اور بڑی بڑی باتوں
الحجائز و تنزیہ اور القصاص لانه تنبیہ	کے قصے کہانیوں اور داستان سراؤں
صالح الاسانید فی مبداء الخلق و منتہاہ	کی داستانوں سے پاک ہے کیونکہ اس میں
فابتداء ذکر حدود النظر و المجدل و اثبات	آفرینش عالم اور فنا کے عالم کے متعلق
العتدیم ثم ذکر ابتداء الخلق و قصص	نتیجہ اور تلاش ہے، صحیح سندوں پر مبنی

الانبیاء علیہم السلام و اخبار الامم و تواریخ
الملوک و الخلفاء الی زمانہ فی ثلاثہ عشر
فصلا و ہونی مجلد واحد۔
قصہ گذشتہ اقوام کے حالات، ملوک اور خلفاء کے واقعات اپنے زمانہ تک ۲۳ فصلوں میں ایک
کے اندر بیان کئے ہیں۔ یہ کتاب ۹۱۹ھ میں پیرس کے ترجمہ کے ساتھ ۶ جلدوں میں اور اب بغداد سے ساتھوں میں شائع
ہوتی ہے۔ (۱۸۳)

حاجی خلیفہ کشف الطنون میں رقمطراز ہیں:

اول من صنفت فیہ الامام المعروف بجمہرین
اسحاق بن اہل المغازی المتوفی۔
۱۱۱۱ھ و ہذبہ ابو محمد عبد الملک
ابن ہشام الحمیری المتوفی ۲۱۸ھ فاحسن
واجباد۔
سب سے پہلے اس موضوع پر امام فن محمد
ابن اسحاق المتوفی ۱۱۱ھ جو اہل مغازی
کے سردار ہیں نے کتاب لکھی، جس کی ترتیب
و تہذیب ابو محمد عبد الملک بن ہشام حمیری
المتوفی ۲۱۸ھ نے بڑی عمدگی اور خوبی
کی ہے۔

ابوالقاسم عبد الرحمن سیسی المتوفی ۵۸۱ھ کی تحقیق یہ ہے کہ سیرت کے موضوع پر سب سے پہلے امام زہری
نے قلم اٹھایا ہے، موصوف الروض الالف، ج ۱۔ ص ۱۲۲ میں لکھتے ہیں:

ہی اول سیرۃ الفت فی الاسلام
عصر حاضر کے نامور متکلم شیخ الاسلام مصطفیٰ صبری کی تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت
سب سے پہلے ابان بن عثمان نے لکھی تھی، چنانچہ موصوف موقوف العقل والعلم والعالمن رب العالمین
ج ۱۔ ص ۴، طبع معر ۱۹۵۷ء میں رقمطراز ہیں:

ان التوفیقین کشیرون ولیس ابن ہشام
المتوفی ۲۱۸ھ اقدمہم فالتالیف مبتدئ
من ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ المولود ۱۱۱ھ
ثم عروہ ابن الزہیر المولود بعد ابان بتقلیل ثم
شرجیل بن سعد ثم الزہری المولود ۲۵۷ھ
وہو استاذ استاذ البخاری و امام کبیر فی
سیرت نثار بہت ہیں، ابن ہشام المتوفی ۲۱۸ھ
ان میں سب سے مقدم نہیں ہیں۔ سیرت نثار
کا آغاز حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ
سے ہوا ہے جن کی ولادت ۱۱۱ھ میں ہوئی
تھی، پھر عروہ بن زہیر نے جو ابان کے تلمذ
ہی عرصہ کے بعد پیدا ہوئے تھے، اس موضوع

الحديث لقي عبد الملك بن مروان وعمر بن
عبد العزيز ويكمل ان يكون تاليفه
في المغازي باشارة الاخير۔
پر قلم اٹھایا ہے۔ پھر شریح بن سعد کا نمبر دو
پھر زہری نے جن کا سال ولادت ۱۵۸ھ
ہے اور وہ بخاری کے استاد کے شیخ ہیں اور

حدیث کے بلند پایہ امام ہیں، جن کی عبد الملك
ابن مروان اور عمر بن عبد العزيز سے ملاقات ثابت ہے ان کا نمبر ہے اور اس امر کا احتمال
ہے کہ مغازی میں ان کی تالیف حضرت عمر بن عبد العزيز کے اشارے سے ہوئی ہو۔

(۱۸۴)

سيرة محمد بن اسحاق برواية عبد الملك بن هشام پہلی مرتبہ مشہور مستشرق و مستفصلہ کی تعلیقات کے
ساتھ ۱۸۵۹ء میں جرمنی سے تین جلدوں میں شائع ہوئی تھی، پھر مصر سے متعدد بار شائع ہو چکی ہے

(۱۸۵)

سید جمال الدین حسینی کی کتاب روضة الاحباب فی سیر النبی والآل الاصحاب، شاہ صاحب کے انہی
تعریفی جملوں کی وجہ سے ہندوستان میں کئی مرتبہ چھپی، سید تیغ بہادر خاں کے مطبع انوار محمدی،
لکھنؤ سے دو مرتبہ شائع ہوئی، دوسری مرتبہ ۱۳۱۸ھ میں چھپی تھی، لیکن یہ کتاب کبھی پوری شائع نہیں
ہوئی، اس کی صرف دو جلدیں شائع ہوئی ہیں جو مقصد دوم پر ختم ہو جاتی ہیں مقصد سوم شائع
نہیں ہوا ہے، یہ کتاب مطبع نو لکھنؤ سے بھی چھپی ہے مگر اتنی ہی۔

شاہ عبد العزیز نے الحاق کا ذکر کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے اس میں بعض باتیں مسلمات کے
خلاف ہیں چنانچہ صحیح کتاب مولانا محمد صادق علی نے حواشی میں بعض مقامات پر گرفت کی ہے کتاب
کے طبع ہونے کے بعد کتاب اور صاحب کتاب دونوں کے متعلق شاہ عبد العزیز کے شاگرد قاری
عبد الرحمن پانی پتی ۱۲۶۲ھ میں استفسار کیا گیا کہ اس کتاب کی حیثیت کیا ہے اور اس کے
مصنف کا مسلک کیا ہے؟ موصوف اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

مصنف کتاب روضة الاحباب طاعن اللہ
تقی مؤرخ است در روضة الاحباب بشا
دیگر کتب تاریخ از رطب و یابس مخلوست،
نسبت دیگر کتب تواریخ معتبر است، نہ آنکہ
آں را مدار مذہب و دین مترازدہند
روضۃ الاحباب کا مصنف طاعن اللہ تبارک و تعالیٰ
مؤرخ ہے روضۃ الاحباب دوسری تاریخ کی
کتابوں کی طرح رطب و یابس سے پُر ہے، اور
تاریخ کی کتابوں کی طرح یہ بھی معتبر ہے، یہ
بات نہیں کہ اس کو مذہب اور دین کا مدار

ہر قولش کہ موافق احادیث صحاح معمول بہا
افتد مقبول است و الا حکم اقوال ضعیفہ
دارد۔ (فتاویٰ قیام الملۃ والدین، ص ۲۵۴)
مرتبہ محمد قیام الدین عبد الباری طبع لکھنؤ ۱۳۲۵ھ

شاہ عبد العزیز نے اوپر جس امر کی طرف اشارہ کیا ہے وہ زیادہ قرین قیاس ہو کیونکہ بعض اہل التسنن کی کتابوں میں ایسا محض اس لئے الحاق کیا گیا ہے تاکہ وہ بدنام ہو جائیں، اگر ان میں تشیع ہوتا تو ناممکن تھا کہ سنی علماء اس کی طرف اشارہ نہ کرتے جب کہ وہ ان کے سلسلہ سند میں داخل ہیں اس کے برعکس اہل تشیع نے ان کے تشیع کو بصراحت بیان کیا ہے مشہور شیعہ تراش نور اللہ شوستری نے مجالس المؤمنین، میں اس امر کو صراحت سے لکھا ہے لیکن مشہور تذکرہ نگار شیعہ مورخ تاج محمد باقر موسوی خوساری نے نور اللہ شوستری کے بیان کو تسلیم نہیں کیا بلکہ اس نے روایات الجہات فی احوال العلماء و السادات طبع طہران میں محدث جمال الدین عطار اللہ کو علماء اہل سنت میں سے شمار کیا ہے۔

حامد حسین کنٹوری المتوفی ۱۳۰۶ھ نے محدث جمال الدین کی کتاب 'الاربعین' سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ان کی تصنیف بیان کی جاتی ہے، ان کے شیعہ ہونے پر یہ دلیل پیش کی ہے کہ اُس میں موصوف نے صاحب العصر کی امامت کے متعلق اپنے عقیدہ کی تصریح حسب ذیل الفاظ میں کی ہے :

واعلموا ایہا المؤمنون الکاملون ان اعتقاد
فی شان امیر المؤمنین علی علیہ السلام بالتقصیر
مضمون تلك الاحادیث التي جمعتها فی هذه
الادراق فاقول رضیت باللہ رباً وبالاسلام
دیناً وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم رسولاً و بامیر
المؤمنین علی بن ابی طالب اماماً وبالآل
اہلہمنا الحسن المجتبیٰ والحسین الشہید
بکرمہ علی بن الحسین زین العابدین السبا
ذی الثقات و محمد بن علی الباقر و جعفر بن

اور کامل مومنو! جان لو کہ امیر المؤمنین علی
علیہ السلام کی شان میں میرا اعتقاد ان حدیثوں
کے مضمون کے مطابق ہے جن کو میں نے ان
آدراق میں جمع کیا ہے چنانچہ میں کہتا ہوں
کہ میں اللہ کے رب ہوں، دین اسلام
کے برحق ہوں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول
ہوں، امیر المؤمنین علی کے امام ہوں جن
مجتبیٰ، حسین شہید کربلا، زین العابدین علی
ابن حسین سجاد ذی ثقات، محمد بن علی باقر

محمد الصادق و موسیٰ بن جعفر کاظم و علی
ابن موسیٰ الرضا و محمد بن علی النقی و علی بن محمد
النقی و الحسن بن علی الزکی العسکری و
محمد بن الحسن الحجۃ المہدی صاحب الزمان
ائمۃ و سادۃ و قادات اللہ ہوں۔ ائمۃ و
سادتی و قاداتی و کبرائی و شفعاۃ الائمۃ
الہدایۃ الابرار الاتقیاء الاخیار بہم اتوتی
و من اعدائہم اتبرئ فی الدنیا و الآخرة۔
(استقصار الافحام، ج ۱- ص ۱۱۳)

جعفر بن محمد صادق، موسیٰ بن جعفر کاظم،
علی بن موسیٰ رضا، محمد بن علی نقی، علی بن
محمد نقی، حسن بن علی زکی عسکری، محمد بن حسن
حجت مہدی صاحب الزمان کے ائمۃ قائمین
کے سردار ہونے پر راضی ہو گیا ہو، یا اللہ
یہ سب میرے امام، سردار، قائد، معتمد
و محترم، شفیع، نیک متقی، سب سے افضل،
ہادی امام ہیں، مجھے ان ہی سے دوستی اور
محبت ہو اور ان کے دشمنوں سے دنیا اور

آخرت میں بیزار ہوں۔

حامد حسین کنٹوری کا بیان ہے کہ انہوں نے یہ اقتباس کتاب الاربعین کے ایک ایسے قدیم نسخے سے
جو ۹۹ھ کا لکھا ہوا ان کے کتب خانہ میں موجود تھا، نقل کیا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ بھی کسی الحاق
ہے، ورنہ اس کتاب کے نسخے ان کے دستی شاگردوں کے مطالعہ سے گزرے ہوں گے، اگر ان کا ایسا
عقیدہ ہوتا تو وہ مخفی نہیں رہ سکتا تھا۔ یہ امری اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ سب الحاقی ہے اسی
وجہ سے محمد باقر موسوی خوانساری نے ان کو شیعی علماء میں تسلیم نہیں کیا ہے۔

(۱۸۶)

مدارج النبوة، فارسی زبان میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی نہایت مقبول اور مشہور کتاب
دو ضخیم جلدوں میں ہے یہ پہلی مرتبہ ۱۲۶۹ھ میں فخر المطابع دہلی سے اور پھر ۱۲۷۴ھ میں منظر الطبع
پریس سے طبع ہو کر شائع ہوئی تھی۔ اس کے بعد ۱۲۸۶ھ اور ۱۲۸۸ھ میں لکھنؤ سے دو مرتبہ شائع ہوئی اور
نو لکھنؤ نے اس کے متعدد ایڈیشن شائع کئے، خواجہ عبدالحمید نے منہاج النبوة کے نام سے اس کا اردو
ترجمہ کیا تھا وہ بھی شائع ہو چکا ہے، مدارج النبوة کا اصل ماخذ مواہب اللدنیہ ہے۔

(۱۸۷)

سیرت شامیہ کا اصل نام سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ہے۔ یہ محدث محمد بن یوسف
دشقی المتوفی ۹۳۲ھ کی تالیف ہے اور سیرت کے موضوع پر سب سے زیادہ مبسوط کتاب ہے،
حاجی خلیفہ کشف الغنون میں رقمطراز ہیں:

ہو احسن کتب المتاخرین و اسطہانی السیرۃ
النبویۃ من الاعلام للقطب المکی و ذکر فی
آیاتہ العظیمة انہ منتخب من اکثر من ثلاثائے
کتاب و آت من الفوائد بالعجب العجائب و
قد زاوت ابوابہ علی سبمائے باب و ان اسمہ
سبل الرشاد۔

کی تعداد بھی سات سو سے زیادہ ہے اور اس کا نام سبل الرشاد ہے۔

اس کے متعلق ابوسالم عیاشی لکھتے ہیں:

السیرۃ الشامیۃ الی ہی اجمع و افید الف
المتاخرین فی سیرۃ النبویۃ و الاحوال
المصطفیۃ فی نحو سبع مجلدات ضخمة سماها
سبل الرشاد فی سیرۃ خیر العباد و ذکر
فضائلہ و اعلام نبوتہ و افعاله و احوالہ فی
المبدأ و المعاد و جمعہا من اکثر من ثلاثائے
کتاب و تحرری فیہا العوالب و ختم کل باب
بایضاح و اشکل فیہ و بعض ما شمل علیہ من الغفاس
المستہادات مع بیان غریب الالفاظ و ضبط
المشکلات خرج بعضہا من متودۃ المؤلف
تلمیذہ العلامة الشمس محمد بن محمد بن احمد
الغیشی المالکی فی اشار باب السرایا۔
دفہر الفہارس و الاثبات ج ۲ ص ۳۹۲

اس باب کو ختم کیا ہے۔ ساتھ ہی غریب الفاظ

کو بیان کیا ہے، شکل اسماء کو ضبط کیا ہے، اس کی کچھ بحثوں کو مؤلف کے متودہ سے اس کے
شاگرد شمس الدین محمد بن محمد بن احمد فیشی مالکی نے باب السرایا میں بیان کیا ہے۔

یہ سیرت کا دائرۃ المعارف ہے اس کی متفرق تین جلدیں کتب خانہ پیر جہنڈہ وادھرب اللہ

کے کتب خانہ میں ہماری نظر سے گزر چکی ہیں۔

(۱۸۸)

المواہب اللدنیہ بالمنح المہدیہ، یہ شیخ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد قسطلانی المتوفی ۹۲۳ھ کی مشہور تالیف ہے، اس کے متعلق حاجی خلیفہ لکھتے ہیں:

ہو کتاب جلیل القدر کثیر النفع لیس لہ نظیر فی بابہ۔ یہ بلند پایہ اور نہایت مفید کتاب ہے اور اپنے موضوع پر بے نظیر ہے۔

عبد القادر عید رومی المتوفی ۸۰۳ھ النور السائر صفحہ ۱۱۴ طبع بغداد ۱۹۳۲ء میں رقمطراز ہیں:

کتاب جلیل القدر عظیم الواقع کثیر النفع لیس یہ جلیل القدر عظیم المرتبت اور کثیر المنفعت کتاب ہے اور اپنے موضوع پر نظیر نہیں رکھتی ہے۔

شیخ ابوسالم عیاشی مغربی نے مسالک الہدایہ میں اس کتاب کے متعلق حسب ذیل اشعار نقل کئے ہیں:

کتاب المواہب امثلہ	مواہب اللدنیہ بے نظیر کتاب ہے۔
کتاب جلیل و کم تدحج	بڑی کتاب ہے اور کس قدر جامع ہے۔
اذا قال غمرہ مشبہ	اگر کوئی ناواقف کہے کہ اس کے جیسی کتاب ہے۔
يقول الوری منک لا یستع	تو خلق خدا تجھ سے کہے گی کہ تیری یہ بات نہیں سنی جاسکتی۔

(فہرست الفہارس، ج ۲، ص ۳۱۹)

یہ کتاب پہلی مرتبہ دو جلدوں میں مطبع مصطفیٰ شاہین مصر سے ۱۲۸۱ھ میں شائع ہوئی تھی، پھر کئی مرتبہ چھپی۔ اس کی شرح شیخ نور الدین مشبراہی نے بھی لکھی ہے، اس پر صفی الدین قشاشی برہان الدین ابراہیم میمنی، شمس الدین محمد شوہری مصری، نور الدین علی قاری وغیرہ نے حواشی بھی لکھے ہیں۔ لیکن محدث محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی المتوفی ۱۲۲۷ھ نے اس کی نہایت مبسوط شرح لکھی ہے جو مصر سے ۱۳۲۸ھ میں آٹھ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

(۱۸۹)

کتاب الفتن والملاحم، یہ امام بخاریؒ کے شیخ حافظ نعیم بن حماد مروزی المتوفی ۲۲۸ھ کی تالیف ہے۔ حافظ ابو عمر عثمان بن سعید دانی المتوفی ۲۲۷ھ نے بھی اسی موضوع پر اسی نام سے ایک

کتاب یادگار چھوڑی ہے۔

(۱۹۰)

الریاض النضرہ فی فضائل العشرہ محدث محبت الدین الجعفر احمد بن عبد اللہ بن محمد طبری مکی شافعی ح
المتوفی ۶۹۴ھ کی تصنیف مطبع حسینہ مصر سے ۱۳۲۴ھ میں دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

(۱۹۱)

ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ شیخ نعمت الدین کی تالیف ہے مصر سے متعدد مرتبہ
شائع ہو چکی ہے۔

(۱۹۲)

امام نسائی کا یہ رسالہ مصر سے اور پھر نجف شائع ہو چکا ہے اردو میں بھی اس کا ترجمہ پاکستان
میں شائع ہو گیا ہے۔

(۱۹۳)

دامع رہے شاہ عبدالعزیز نے جامع کی جو تعریف کی ہے وہ غالباً ان کی اپنی تعریف ہے یا پھر
وہ انھوں نے اساتذہ سے سُن کر نقل کی ہے، کیونکہ جامع کا لفظ اس معنی میں قدما کے یہاں نہیں
بولا جاتا تھا، متاخرین ائمہ فن کی کتابوں میں اس قسم کی بحثیں نہیں ملتی ہیں۔ تدریب الراوی،
فتح المغیث سخاوی اور توضیح الافکار امیریانی بھی اس قسم کی بحثوں سے یکسر خالی ہیں اس کے
برعکس متقدمین کے یہاں سنن اور مصنف دونوں پر جامع کا اطلاق ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ
ائمہ فن نے موطا کو جامع میں شمار کیا ہے۔ حافظ جلال الدین سیوطی ح المتوفی ۹۱۱ھ تدریب
الراوی میں لکھتے ہیں:

واہم الجوامع الموطا۔ اور جوامع میں اہم کتاب موطا ہے۔

موصوف ایک موقع پر فرماتے ہیں:

مرج الخلیف غیرہ بان الموطا مقدم علی کل کتاب

من الجوامع والسنن۔ اور سنن سب پر مقدم ہے۔

(تدریب الراوی، طبع مصر، ص ۵۴)

اسی وجہ سے محدث سفیان ثوری ح المتوفی ۲۵۵ھ کی کتاب کو جامع سفیان ثوری کہتے ہیں،
امام ابو داؤد و سجستانی ح المتوفی ۲۵۵ھ نے اس کو جامع میں شمار کیا ہے، موصوف لکھتے ہیں:

جامع سفیان الثوری فائدہ احسن ما وضع
التاس فی الجوامع
محدثین نے اس موضوع پر جتنی کتابیں لکھی
ہیں سفیان ثوری کی جامع ان سب میں
درسالۃ الابی داؤد السجستانی فی وصف تالیف
کتاب السنن۔ ص ۷، طبع مصر ۱۳۴۹ھ

اسی طرح ابو محمد سفیان بن عیینہ المتوفی ۱۹۸ھ کی کتاب بھی جامع سفیان کے نام سے مشہور
ہے ابو عروہ محمد بن راشد بصری المتوفی ۱۵۷ھ کی کتاب کو بھی جامع ابی عروہ کے نام سے یاد کرتے ہیں
ابو بکر احمد بن محمد الخلال کی کتاب بھی جامع کے نام سے موسوم ہے۔ شاہ عبد العزیزؒ کے یہاں
یہ سب مصنف اور سنن میں داخل ہیں۔ اسی طرح شاہ عبد العزیزؒ نے موطا کو سنن میں شمار
کیا ہے، حالانکہ وہ بالاتفاق جوامع میں داخل ہے، حافظ سیوطیؒ تدریج الراوی میں
لکھتے ہیں :

واہم الجوامع الموطا ثم سائر الكتب المصنفة
فی الاحکام لکتاب ابن جریر و ابن ابی عروہ
و سعید بن منصور و عبد الرزاق و ابن ابی
شیبہ و غیرہم
جوامع میں اہم کتاب موطا ہے پھر وہ تمام
کتابیں ہیں جو احکام پر تصنیف ہوئی ہیں
جیسے ابن جریر، ابن ابی عروہ، سعید بن
منصور، عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ وغیرہ
کی کتابیں ہیں۔

امام اسحاق بن راہویہؒ کے حسب ذیل واقعہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ موطا کا شمار جوامع
میں ہے۔

ایک مرتبہ امام اسحاق بن راہویہؒ سے موطا اور جامع سفیان ثوریؒ کے متعلق سوال ہوا
کہ ان دونوں کتابوں میں کونسی کتاب زیادہ بہتر ہے؟ موصوف نے جواب دیا، موطا زیادہ
بہتر ہے۔ حافظ جلال الدین سیوطیؒ ترمذیٰ فی مناقب الامام مالک (ص ۴۴ طبع مصر
۱۳۲۵ھ) میں لکھتے ہیں :

اتی کتابین احسن کتاب مالک و کتاب
سفیان؟ قال کتاب مالک۔
دونوں کتابوں میں کونسی کتاب زیادہ
اچھی ہے، مالک کی یا سفیان کی؟ کہنے لگے
امام مالک کی کتاب بہتر ہے۔

ہمارے مذکورہ بالا خیال کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ کی کتاب کو جس

طرح جامع ترمذی کہا جاتا ہے، اسی طرح اس کو سنن ترمذی بھی کہتے ہیں۔ حاجی خلیفہ 'کشف الظنون' ۱ ج- ک ۵۵۹ میں لکھتے ہیں:

قد اشتهر بالنسبة الى مؤلفه فيقال جامع الترمذی
ويقال لاسنن ايضا والاول اكثر۔
یہ کتاب اپنے مؤلف کی نسبت سے بھی مشہور ہے چنانچہ اس کو جامع الترمذی کہتے ہیں اور اس کو سنن کہا جاتا ہے لیکن پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

یہاں یہ بتا دینا بھی کچھ عجیب نہیں کہ علماء نے جامع کی تعریف یہ کی ہے کہ حدیث کی وہ کتاب جو ابواب فقہ پر مرتب ہے وہ جامع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحاح ستہ کا شمار جوامع میں ہوتا ہے، چنانچہ شیخ محمود محمد خطاب سبکی فرماتے ہیں:

الجامع ما كان مرتباً على ابواب الفقه كالكتب الستة
او على الترتيب الحروف في اوائل الترتيب كالكتاب
الايمان والبر والتوبة والثواب وكذا افعله من
جامع الاصول او باعتبار رعاية الحروف في
اوائل الحديث كما فعل السيوطي في جامع العنبر
وقد جمع في جامع الكبير بين الجامع والمسند
فجعل القسم القولي على ترتيب الحروف والقسم
الفعلی على ترتيب المسانيد۔
(مقدمہ کتاب المنہل العذب المورد شرح
سنن ابی داؤد۔ طبع قاہرہ، ۱۳۵۸ھ —
۱ ج- ص ۱۵)

جامع وہ کتاب ہے جو ابواب فقہ پر مرتب ہوئی ہے جیسے صحاح ستہ میں یا حروف پر اوائل ترجمہ کے اعتبار سے مرتب ہو، جیسے کتاب الایمان، کتاب البر، کتاب التوبہ اور کتاب الثواب ہیں اور اسی طرح صاحب جامع الاصول نے کیا ہے یا اوائل حدیث میں حروف کی رعایت ملحوظ ہو جیسا کہ سیوطی نے جامع صغیر میں کیا ہے اور انھوں نے اپنی جامع کبیر کو جامع اور مسند دونوں بنا دیا ہے چنانچہ توتلی حدیثیں حروف پر مرتب کی ہیں اور فعلی حدیثیں مسانید کی ترتیب پر مرتب کر دی ہیں۔

(۱۹۴)

شاہ عبد العزیزؒ نے صحیح مسلم کو بھی جامع تسلیم نہیں کیا حالانکہ محدثین نے اس کو جوامع میں شمار کیا ہے شیخ محمد الدین فیروز آبادی نے صحیح مسلم کو دمشق کے اندر تین دن میں ختم کیا، اس پر چند شعر کہے ان شعروں میں صحیح مسلم کے لئے "جامع مسلم" کا لفظ باندھا ہے، فرماتے ہیں:

قرأت محمد الله جامع مسلم
على نامر الدين الامام بن جبريل
بحرف دمشق الشام جوف الاسلام
بحفرة حف نامر شاهيسر اعلام

وتم بتوفیق الالہ وفضلہ
تشریح فی ثلثہ ایام
مذکورہ بالا اشار میں صحیح مسلم کو جامع کے نام سے ذکر کیا ہے۔ شارح صحیح مسلم علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
کو شاہ عبدالغزیزہ کے اس قول سے اتفاق نہیں، موصوف شیخ عبد الدین فیروز آبادی کے مذکورہ
قول کی توجیہ فرماتے ہوئے فتح الملہم ج ۱۔ ص ۱۰۵ میں رقمطراز ہیں:

قلت قد اطلق عليه اسم الجامع الشيخ
عبد الدين الشيرازي صاحب القاموس حيث
قال ختمت بحمد الله جامع مسلم تكاثر لم يفت
الى قلة التفسير فيه ولعل سبب هذه القلة
قلة الاحاديث الصحيحة الواردة فيه المجتمعة
لشروط مسلم، واكثر ما يورده البخاري وغيره
في ابواب التفسير اما احاديث قد ذكرت مرارا
في سائر ابواب الكتاب لشدة مناسبتها
بترجمها، ثم كررت في كتاب التفسير واما آثار
موقوفه واقوال لغوية غير مرفوعة واما ذلك
قليل ومسلم متجنب عن التكرار و
متباعد عن نقل الاقوال والآثار التي
ليست بمسندة الى النبي صلى الله عليه وسلم
فهذا قل اداة التفسير في باب والله اعلم

میں کہتا ہوں کہ صحیح مسلم پر جامع کا اطلاق
کیا گیا ہے شیخ عبد الدین شیرازی متوف
قاموس نے کہا: ختمت بحمد اللہ جامع مسلم
اللہ کا شکر ہے میں نے جامع مسلم کو ختم
کر دیا انھوں نے بھی اس میں قلمت تفسیر
کا خیال نہیں کیا اور شاید اس کی سبب
ابواب تفسیر میں ایسی صحیح حدیثوں کی کمی ہے
جو ان شروط کی جامع ہوں جن کا امام مسلم
نے ہر جگہ خیال رکھا ہے، وہ بہت ہی حدیثیں
جن میں امام بخاری وغیرہ ابواب تفسیر میں
نقل کرتے ہیں وہ یا وہ حدیثیں ہیں جو کتاب
کے مختلف ابواب میں تراجم ابواب کی
مناسبت سے متعدد بار گزر چکی ہوتی ہیں
پھر انھیں ابواب تفسیر میں ذکر کر دیا جاتا
ہے یا وہ آثار موقوفہ اور لغوی اقوال ہیں

مرفوع نہیں اور اس کے علاوہ جو ہیں وہ بہت کم ہیں۔ امام مسلم اس سے بڑا پرہیز کرتے ہیں
اور ایسے اقوال اور آثار کے بیان کرنے سے گریز کرتے ہیں اسی وجہ سے تفسیر سے متعلق
حدیثیں باب التفسیر میں نہایت کم مذکور ہیں۔

حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں صحیح مسلم کو الجامع الصبیح کے لفظ سے ذکر کیا ہے۔ ملا علی قاری
المتوفی ۱۰۱۲ھ نے بھی درقاۃ المفاتیح، (ج ۱۔ ص ۱۶ طبع مصر) میں اس کو الجامع الصبیح کے
نام سے یاد کیا ہے، موصوف کے الفاظ ہیں: در المستغاث الجلیلیہ غیر جامع الصبیح کالمسند الکبیر۔

نواب مدتی حسن خاں قنوجی نے بھی اس کو جوامع میں شمار کیا ہے، اتحاد النبلاء میں اس کو جامع الصیغ للامام الحافظ الخ کے نام سے ذکر کیا ہے۔

شاہ عبدالعزیز صیغ مسلم کو اس نے جامع نہیں کہتے کہ وہ تفسیر و فرات کے ابواب سے خالی ہے۔ تفسیر کا باب کو صیغ مسلم میں موجود ہے لیکن نہایت قلیل ہے یہی بات جامع سفیان ثوری اور جامع سفیان عیینہ میں پائی جاتی ہے، جن کا شمار بالاتفاق جوامع میں ہوتا ہے۔

محمد بن جعفر الکتابی المتوفی ۳۷۵ھ، الرسالة المستطرفة، ص ۹ میں قوت القلوب کے حوالہ

سے ناقل ہیں :

فادول التالیف وضع کتاب ابن جریر وضع	سب سے پہلی کتاب جو تالیف ہوئی وہ ابن جریر
بکثر فی الآثار وثقی من التفسیر عن عطاء ومجاہد	کی کتاب ہے۔ انہوں نے اس کو مکہ کے اندر
وغیرہما من اصحاب ابن عباس ثم کتاب مہربن	حدیث اور کچھ تفسیریں لکھی ہے تفسیر کی ہیں
راشد الیہائی بائیں فی سنن ثم الموطا ثم جامع	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگردوں
سفیان الثوری وجامع سفیان بن عیینہ فی	موسطار اور مجاہد وغیرہ سے منقول میں پھر
السنن والآثار وثقی من التفسیر فہذا الخمسة	مدینہ راشد یحییٰ نے میں میں سنن لکھی پھر
اول شی وضع فی الاسلام۔	موطاً پھر جامع سفیان ثوری اور جامع سفیان
	ابن عیینہ سنن و آثار اور تھوڑی بہت تفسیر

میں لکھی گئیں، پس اسلام میں یہ پانچ کتابیں سب سے پہلے تالیف ہوئی ہیں۔

جب ان کتابوں کو جوامع میں شمار کیا گیا تو کوئی وجہ نہیں کہ صیغ مسلم کو جوامع میں داخل نہ کیا جائے

(۱۹۵)

یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس طرح اہل صحابہ پر حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کتاب کو مسند کہتے ہیں، اسی طرح مسند کا اطلاق کبھی اس کتاب پر بھی ہوتا ہے جو صحابہ کے ناموں پر مرتب نہیں ہوتی بلکہ ابواب فقہیہ پر مرتب ہوتی ہے یا اس کی ترتیب حروف و کلمات پر ہوتی ہے اور اس میں ہر حدیث کی سند حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک مذکور ہوتی ہے چونکہ وہ مسند اور مرفوع حدیثوں کا مجموعہ ہوتا ہے اس لئے اس کو مسند کہہ دیتے ہیں۔ امام بخاری نے اپنی کتاب کا نام جامع المسند الصیغ المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ غالباً اسی اعتبار سے رکھا ہے، امام مسلم نے بھی صیغ مسلم کو مسند ہی کے نام سے تعبیر کیا ہے کی بنیاد ان کا

بیان ہے :

قال مصنف هذا المسند من ثلاثمائة الف
 حدیث مسکوٰۃ۔
 انھوں نے فرمایا میں نے یہ مسند تین لاکھ
 تھی ہوئی حدیثوں سے مرتب کی ہے۔
 اسی طرح سنن دارمی کو مسند دارمی کے نام سے ذکر کرتے ہیں حالانکہ اس میں تمام حدیثیں
 مرفوع نہیں ہیں، مرسل، منقطع اور معضل سب ہی کچھ ہیں مگر مرفوعات کا ذخیرہ زیادہ ہے،
 اس لئے اس کو بھی مسند کہہ دیتے ہیں، واضح رہے مسند اصطلاحی جس طرح اسماء صحابہؓ پر حروف
 تہجی کے اعتبار سے مرتب ہوتی ہے، اُسی طرح اگر وہ ابواب فقہیہ پر بھی مرتب ہو تو ایسی کتاب
 بیک وقت مسند بھی کہلاتی ہے اور اُسے مصنف اور سنن بھی کہہ دیتے ہیں گو ایسی کتابیں بہت
 کم لکھی گئی ہیں لیکن تصنیف ہوتیں۔ شیخ الاسلام ابو عبد الرحمن یحییٰ بن خالد اندلسی المتوفی ۷۵۸ھ
 کی مسند جس سے زیادہ جامع اور بہتر کتاب احادیث کے ذخیرہ میں نہیں ہے اسی قسم کی کتاب
 ہے جو بیک وقت مسند بھی ہے اور مصنف بھی۔ علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں :

قال ابو محمد علی بن احمد ومنہانی الحدیث کتاب	ابو محمد علی بن احمد کہتا ہے، اور ان میں سے
مصنف الکبیر الذی رتب علی اسماء الصحابة فزی	حدیث میں کتاب مصنف کبیر ہے جس کو
فیہ عن الف وثلاثمائة صاحب وتیف ثم رتب	مولف نے صحابہؓ کے ناموں پر مرتب کیا
حدیث کل صاحب علی اسماء الفقہ و	اور اس میں ایک ہزار تین سو سے اوپر صحابہؓ
ابواب الاحکام فهو مصنف و مسند و اعلم	سے روایت کی ہے پھر ہر صحابی کی حدیث کو
بذہ الرتبة لاحد قبلہ مع ثقہ و ضبط و تقانہ	عنوانات فقہ اور ابواب احکام پر مرتب کیا
و احتفاله فی الحدیث و جودہ شیوخہ فنانہ	ہے جس کی وجہ سے وہ مصنف اور مسند بن
روی عن ائمة الرجال و اربعة و ثمانین رجلا	گئی ہے مجھے نہیں معلوم کہ یہ مرتب اس سے
لیس فیہم عشرة ضعفاء و سائرہم اعلام	پہلے کسی کو حاصل ہوا ہو انھوں نے اپنی ثقاہت
مشاہیر۔	ضبط، اتقان حدیث میں جامعیت اور
(معجم الادب - ج ۲ - ص ۳۶۸ طبع مصر ۱۹۲۴ء)	جودہ شیوخ کے باوجود ایسے ایک سو چار
	راویوں سے روایت کی ہے جن میں سے

بھی ضعیف نہیں ہیں، سب کے سب مشہور اور بلند پایہ محدث ہیں۔

(۱۹۶)

حافظ ابو القاسم سلیمان طبرانی کی تینوں مجموعوں کے متعلق شاہ عبد العزیز بستان الحمدین فی تذکرۃ کتب الحدیث والحدیثین، صفحہ ۵۵ میں رقمطراز ہیں:

معجم طبرانی کہ کبیر و اوسط و صغیر است
باید دانست کہ معجم کبیر اوسط است
بترتیب مرویات صحابہ مگر ابو ہریرہ رضی اللہ
عنه کہ از مرویات او بیچ نیاوردہ و منظور
داشت کہ مسند ابو ہریرہ را جدا گانه تصنیف
نماید اما بیشتر نشد یا میرشد و مشہور
نگشت۔

علامہ طبرانی کی معاجم ثلاثہ کبیر، اوسط اور
صغیر ہیں، جاننا چاہئے کہ ان کی معجم کبیر صحابہ
کی مرویات کی ترتیب پر مسند ہے، ان کے پیش
نظر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مسند کو
علیحدہ ترتیب دینا تھا اس وجہ سے ان کی
مرویات میں سے کسی روایت کو اس میں بیان
نہیں کیا ہے لیکن اس کا ان کو موقع نہ مل سکا
یا اگر موقع ملا تو وہ مشہور نہ ہوئی۔

و معجم اوسط اور شش جلد است
ہر جلد کتاب کلاں است و آن بترتیب
شیوخ است و از ہر شیخ خود کہ قریب
ہزار کس باشند پنج از غرائب عجائب
تشدیدہ است می آرد و این کتاب اولیہ
کتاب الافراد از دارقطنی است و افراد
غرائب در اصلاح محدثین عبارت از احادیث
است کہ نزدیک شیخ باشند و نزد دیگر
نباشد و ہمیں کتاب را یعنی معجم اوسط را
می گفت کہ جان من است و فی الواقع
فضیلت او در علم حدیث و وسعت روا
اد از ہی معلوم می شود اما محققین اہل
حدیث گفتہ اند کہ در دے منکرات بسیار
است و منشا کثرت آنست کہ غرائب متغنی
ہمیں است و تفسر دفعہ کہ آن را غریب

معجم اوسط چھ جلدوں میں ہے اور
ہر جلد ایک ضخیم کتاب ہے اور یہ شیوخ کے
ناموں پر مرتب ہے، ان کے شیوخ کی
تعداد تقریباً ایک ہزار ہے، انہوں نے اپنے
ہر شیخ سے جو عجائب و غرائب منے تھے ان کو
اس میں بیان کیا ہے یہ کتاب دارقطنی کی
کتاب الافراد کی طرح ہے، محدثین کی اصطلاح
میں افراد و غرائب ان حدیثوں کو کہتے ہیں
جو اپنے شیخ کے سوا اور کسی کے پاس نہ ہوں
طبرانی اس کتاب کی نسبت یہ فرماتے تھے کہ
یہ معجم اوسط میری جان ہے اور فی الواقع علم
حدیث میں ان کی فضیلت علمی اور وسعت
روایت کا پتر اسی سے چلتا ہے لیکن محققین
اہل حدیث نے کہا ہے کہ اس میں منکرات

معجم گویند یک باب است و معجم صغیر اور
 نیز بر ترتیب شیوخ است اما در آل
 کتاب بسیار شیوخ را ذکر کرده کہ از
 انہا یک حدیث استفادہ نمودہ
 بہت ہیں، اس کا شمار یہ کہ غرائب اسی
 کو مقتفی ہے اور تفروث کا جس کو اصطلاح
 میں غریب معجم بھی کہتے ہیں ایک باب اور معجم
 صغیر بھی شیوخ ہی کی ترتیب پر مرتب ہے اس کتاب
 میں ان شیوخ کا بھی ذکر ہوا ہے جن سے مرث
 ایک ایک حدیث کا استفادہ کیا ہے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ معجم کبیر محدثین میں زیادہ متداول نہیں رہی ہے، حافظ
 سید مرتضیٰ بلگرامی اتحات السادة المتقين، ج ۲۔ ص ۴۷۷ میں رقمطراز ہیں:

وقد ذکر الحافظ العراقي فی شرح التقریب
 ان المعجم الکبیر قلۃ تداول فی ایدی المحدثین
 کثر فی الخطاء والقلب من التناسخ۔
 حافظ عراقی نے شرح التقریب میں تصریح
 کی ہے کہ معجم کبیر کا محدثین کے یہاں چونکہ کم
 رواج رہا ہے لہذا نقل نویوں کے ہاتھوں

اس میں بہت سی غلطیاں ہوتیں اور بڑا تغیر و تبدل ہوا ہے۔

معجم صغیر مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۱۷ھ میں شائع ہو چکی ہے۔

حافظ سید عبدالحی کتانی فہرست الفہارس والاثبات، ج ۲۔ ص ۴۱ میں لکھتے ہیں:

المعجم عبارة عن الكتاب الذي يترجم فيه
 الشيخ مشيخته مرتبين على حروف المعجم و
 يذكر ارواه عن كل واحد في ترجمته من حروف
 وتوسع المتأخرون فسموا المعجم الكتاب الذي
 يحضه الشيخ بشيخته واقرانه او من اخذ منه
 او يفرده احد المحدثين بشيوخ حافظ او
 تلاميذه كمعجم مشيخته الصدفي لمباين
 ومعجم تلاميذه لابن التاجر سمى بذلك لذكرهم
 الرواة فيه على ترتيب حروف المعجم
 سهيلا للطلاع والاستفاد وقال الحافظ
 السخاوي في مشرعه على الجزرية ومنه
 معجم اس کتاب سے عبارت ہے جس میں شیخ
 اپنے شیوخ کو حروف المعجم پر مرتب کرتا
 اور ہر ایک شیخ کے زیر نام اس کی روایت
 نقل کرتا ہے متاخرین نے توسع کیا ہے
 اور انہوں نے اس کتاب کا نام بھی معجم رکھ
 دیا ہے جس میں شیخ اپنے شیوخ و معاصری
 یا شاگرد یا کوئی محدث کسی حافظ کے شیوخ
 تنہا یا اس کے شاگردوں کو جمع کر دیتا ہے
 جیسے کہ عیاض کی معجم مشیوخہ صدفی ہے
 اور اس کے شاگردوں کی معجم ہے جو ابن الاثیر
 نے مرتب کی ہے۔ اس کا معجم اس نے نام رکھا

کتبت فی حیاتہ (اقلت) المعاجم الکتاب المصنف
 علی حروف المعجم فی شیوخ المصنف کا معجم
 التفسیر والاوسط للطبرانی اور اسماء
 القصایہ کا معجم الکبیر لہ ایضاً ہو اظہار
 اور اسماء الکبیر بعبقۃ المعجم لا المولف۔

مصنف کے شیوخ پر باعتبار حروف تہجیم تصنیف ہوئی ہیں، جیسے طبرانی کی معجم صغیر اور اوسط
 ہے، یا اسماء صحابہ پر مرتب ہو جیسے معجم کبیر طبرانی کی ہے یہ معجم سب سے بڑی اور مبسوط معجم ہے
 کبیر معجم کی عظمت سے مولف کی نہیں ہے۔

نواب سدید حسن خاں الحظ فی ذکر صحاح السنۃ میں لکھتے ہیں :

قلت والمشیخت فی معنی المعاجم الا ان
 المعاجم یرتب المشائخ فیہا علی حروف
 المعجم باسماہم بخلاف المشیخت
 قالہ الحافظ ابن حجر کذا فی ثبت شیخ مشائخنا
 محمد عابد السندی۔

اپنے ثبت میں نقل کیا ہے۔

معجم کبیر بارہ جلدوں میں ہے اور اس میں ساٹھ ہزار حدیثیں ہیں، ابن حجر حبیہ کا بیان
 ہے کہ یہ دنیا کی سب سے بڑی سند ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی، عقود اللالی صفحہ ۱۲۷ میں
 رقمطراز ہیں :

المعجم الکبیر وهو مرتب علی
 حروف المعجم فی اسماء الصحابة قبل ان
 ینتھن الف حدیث تجزئہ اثنی عشر
 مجلداً و فیہ قال ابن وحیہ ہو اکبر
 مسانید الدنیا۔

معجم کبیر اسماء صحابہ پر حروف تہجی کے اعتباراً
 سے مرتب ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ اس میں
 ساٹھ ہزار حدیثیں ہیں اور یہ بارہ جلدوں
 میں ہے، اسی کے متعلق ابن وحیہ کا بیان
 ہے کہ یہ دنیا کی سب سے بڑی سند ہے۔

(۱۹۷)

عمود محمد خطاب سبکی مقدمہ کتاب المنہل العذب المورود شرح سنن ابی داؤد، میں رقمطراز ہیں:
 الجزء یطلق علی ما ہوا عم من المجامع والمسنند جزء کا اطلاق اُس کتاب پر ہوتا ہے جو
 وقت یطلق علی ما آلف فی نوع خاص جامع اور مسند دونوں عام ہوتی ہیں اور
 کبھی اس پر بھی ہوتا ہے جو کسی خاص موضوع پر تالیف کی جاتی ہے۔

(۱۹۸)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور جلال الدین سیوطیؒ کے رسالے اور کتابیں سینکڑوں سے کم نہیں ہیں
 حافظ ابن حجرؒ کے رسالے، حافظ سیوطیؒ کے رسالوں کے مقابلہ میں کم سہی مگر جتنے بھی رسالے اور کتابیں
 ہیں پُر مغز اور معلومات آفریں ہیں، چنانچہ شاہ عبدالعزیزؒ بستان المحدثین فی تذکرۃ الکتاب پیش
 والمحدثین، (نصرت المطابع دہلی ۱۲۹۳ھ) صفحہ ۱۲۸ میں لکھتے ہیں:

نصانیف ابن حجر زیادہ بریکہ صد و پنجاہ کتاب است	ابن حجرؒ کی تصانیف ڈیڑھ سو سے زائد ہیں
وبہرہ و حکم ترازی تصانیف جلال الدین سیوطی	اور جلال الدین سیوطیؒ کی تصانیف سے
است زیرا کہ تصانیف جلال الدین سیوطی	بہتر اور حکم تر ہیں کیونکہ جلال الدین سیوطیؒ کی
ہر چند در عدد و بیشتر است، اما تصانیف ابن حجر	تصانیف اگرچہ تعداد میں زیادہ ہیں لیکن ابن حجرؒ
اکثر کلاں و کبیر الحجم واقع اند و مضامین جدیدہ	کی تصانیف اکثر بڑی اور ضخیم ہیں اور ان میں
وفوائد مفیدہ دازند، بخلاف تصانیف —	نئے نئے مضامین اور معلومات آفریں فوائد پرچہ
جلال الدین سیوطی، چنانچہ بر عالم متبحر و شہید	ہیں، اس کے برعکس جلال الدین سیوطیؒ کی تصانیف
نہی ماند و افغان و ضبط در علم حافظ ابن حجر	میں یہ بات نہیں ہو چنانچہ متبحر عالم پر یہ بات
بیشتر از علم جلال الدین سیوطی است	بخوبی روشن ہے، نیز حافظ ابن حجرؒ کا انتقال
ہر چند در عبور و اطلاع فی الجملہ	و انضباط علوم بھی جلال الدین سیوطیؒ کے علم
جلال الدین سیوطی را زیادہ باشد۔	سے بڑھا ہوا ہے، گو جلال الدینؒ عبور و اطلا

میں ان سے فی الجملہ زیادہ ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ کی تصانیف کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ اتباع الاثر فی رحلۃ ابن حجرؒ - ۲۔ اتحاف المہرۃ باطراف العشرۃ، یہ معاحستہ
 اور مسانید اربعہ کا اطراف ہے، اس کی چند جلدیں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی

كتب خانة بيرجند و (محب الله) سند من بهاري نظريه گذري هي - ٣ - الاتقان في فضائل
 العتران - ٤ - الاجوبة المشرقة عن الاسئلة المفرقة - ٥ - الاحكام بما في القرآن من الابهام - ٦ -
 اسباب النزول - ٧ - الاسئلة الفائقة بالاجوبة الالفة - ٨ - الاستبصار على الطامن المشار - ٩ -
 الامانة في تمييز الصحابة - ١٠ - اطراف الصيحين - ١١ - اطراف المتارة - ١٢ - اطراف المسند المعلى باطراف
 المسند الحنبلي - ١٣ - الاعجاب ببيان الاسباب - ١٤ - الاعلام بمن ذكر في البخاري من الاعلام - ١٥ -
 الاعلام بمن دلى مصر في الاسلام - ١٦ - الافصاح بكميل النكت على ابن الصلاح - ١٧ - اقامة
 الدلائل على معرفة الاداء - ١٨ - القاب الرواة - ١٩ - الامالي - ٢٠ - الامتاع بالاربعة المتنبية -
 بشرط السماع - ٢١ - الامارة في الزيادة - ٢٢ - انباء الغمر في ابناء العر - ٢٣ - الانتفاع بترتيب
 الدارقطني على الانواع - ٢٤ - انتفاض الاعتراض - ٢٥ - الانوار بخصائص المختار - ٢٦ - الانبساط بمناقب
 القباس - ٢٧ - البداية والنهاية - ٢٨ - اسطر المجهول في خبر البرغوث - ٢٩ - بلوغ المرام من احاديث
 الاحكام - ٣٠ - تبصرة المنتبه في تحرير المشقة - ٣١ - تبیین العجب بما ورد في فضل رجب - ٣٢ -
 تحرير الميزان في مختصر ميزان الاعتدال - ٣٣ - تحفة اهل التحديث عن شيوخ الحديث - ٣٤ - تحريك الارباب
 النووية - ٣٥ - تسديد القوس في مختصر مسند الفردوس - ٣٦ - التبرج على التدرج - ٣٧ - تعجيل
 بزوائد رجال الائمة الاربعة - ٣٨ - تعريف الاوحد بادام من جمع رجال المسند - ٣٩ - تعريف
 اهل التقديس بمراتب الموسوفين بالتدليس - ٤٠ - تعريف الفترة فيمن عاش من هذه الامة الماسة -
 ٤١ - تعقبات على الموضوعات (ابن جوزي) - ٤٢ - تعليق التعليق - ٤٣ - تقريب التهذيب - ٤٤ -
 تقريب المنهج في ترتيب المدرج - ٤٥ - قوالي التاسيس بمجالي ابن ادريس (الشافعي) - ٤٦ - توضيح
 المشقة للازدى - ٤٧ - التوفيق في وصل التعليق - ٤٨ - الجواب الجليل عن بلد الخليل - ٤٩ -
 الجواب الثاني عن السؤال الثاني - ٥٠ - الخصال المكفرة للذنوب المقدمة والمؤخرة - ٥١ -
 الخصال الواردة بحسن الاتصال - ٥٢ - الدراية في منتخب احاديث الهداية - ٥٣ - الدرر الكامنة
 في اعيان المائة الثامنة - ٥٤ - الدرر في نفقة قليلة - ٥٥ - ديوان منظوم - ٥٦ - رد المرم عن
 المسلم - ٥٧ - رسالة الغزيرة - ٥٨ - رفع الامر عن قضاة مصر - ٥٩ - زهر المطول في معرفة اهل
 ٦٠ - زهر النضر في بناء النضر - ٦١ - السبعة السيرة النيرة في سبعة اسئلة عن السيد الشريف في
 مباحث الموضوع - ٦٢ - سلوة ثبت كلوة التقطها من ثبت ابني الفتح القاهري - ٦٣ - شفاء الغلل
 في بيان العلل - ٦٤ - الشمس النيرة في تعريف الكبيرة - ٦٥ - عرائس الاساس في مختصر اسائن البلاغة

۶۶- عشرة العاشر- ۶۷- فتح الباری شرح صحیح البخاری- ۶۸- فوائد الاحتفال فی احوال الرجال
المذكورة فی البخاری زیادة علی تهذیب الکمال- ۶۹- الفوائد الجمة فین یجد الدین لهذه الامة-
۷۰- فزی العین من نظم غریب البین- ۷۱- القصار فی الحدیث- ۷۲- القصد الاحمد فین کنیته
ابو الفضل واسمه احمد- ۷۳- القول المسد فی الذب عن المسند للام احمد- ۷۴- الکاف الشاف فی
تحریر احادیث الکشاف- ۷۵- کشف السیر عن حکم القنطرة بعد الوتر- ۷۶- لذة العیش بجمع طرق
حدیث الامة من قریش- ۷۷- لسان المیزان- ۷۸- الجمع للتوسس للجمع المفسر- ۷۹- البرقة
الغیثیة فی ترجمہ اللیشیة- ۸۰- مزید النفع ما رجع فیہ الوقت علی الدفع- ۸۱- المطالب العالیہ من
روایة المسند الثمانیہ- ۸۲- المعتزب فی بیان المفسر- ۸۳- الممتع فی منک الممتع- ۸۴- المنحة
فیما علی الشافعی بہ القول علی الصححة- ۸۵- النبا الانبیاء فی الکعبة- ۸۶- نتائج الاختار فی تخریج احادیث
الاذکار- ۸۷- نخبة العسکر فی مصطلح اهل الاثر- ۸۸- نزہة الالباب فی الانساب- ۸۹- نزہة
القلوب المبدلة من المقلوب- ۹۰- نزہة النظر فی توضیح نخبة العسکر- ۹۱- ہدایة الرواة الی
تخریج المصابیح والشکوة- ۹۲- ہدی الساری المقدمة فتح الباری-

(۱۹۹)

(وامنح رہے تیس سے مراد مطبوعہ ہیں)

تصانیف شیخ جلال الدین سیوطیؒ
تفسیر اور متعلقات قرآن:

۲- التفسیر المسند (جس کا نام ترجمان القرآن ہے)
یہ کتاب پانچ جلدوں میں ہے۔ (م)
۳- الاکلیل فی استنباط التنزیل۔ (م)
۶- التاسخ والمنسوخ فی القرآن۔
۸- اسرار التنزیل۔ جس کا نام قطع الانوار
فی کشف الاسرار ہے، یہ صرف آخر ائمہ
تک ہے۔

۱- الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور (م)

۳- الاتقان فی علوم القرآن (م)

۵- لباب القول فی اسباب النزول (م)

۷- مغنیات الاقران فی مبہات القرآن (م)

۱۰- نواد الایکار وشوارد الافکار، یہ تفسیر

بیضادی پر پانچ جلدوں میں موطا مشیہ ہے۔

۱۲- معترک الاقران فی مشترک القرآن۔

۹- تناسخ الدر فی تناسب السور۔

۱۱- التبیح فی علوم التفسیر۔

- ۱۳۔ المہذب فیما وقع عن القرآن من المعرب۔ ۱۷۔ خمسائل الزہری فی فضائل السور۔
- ۱۵۔ مرآۃ المطالع فی تناسب المطالع والمقتطع۔ ۱۷۔ شرح الاستعاذۃ والبسملة۔
- ۱۶۔ میزان المعدلۃ فی شأن البسملة۔ ۱۸۔ الاذہار الفائح علی الفاتحہ۔
- ۱۹۔ فتح الجلیل للعبد الذلیل فی قولہ تعالیٰ "اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور" (م)
- الآیۃ (اس میں قرآن ہی کی ایک سو تیس انواع کا بیان ہے)۔
- ۲۰۔ البید البسطی فی تعیین الصلوۃ الوسطی۔
- ۲۱۔ المعانی الدقیقہ فی ادراک الحقیقۃ، یہ آیت شریفہ "وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ" الآیۃ کی تشریح و تفسیر ہے۔
- ۲۲۔ دفع التفسیر عن اخوة یوسف (م)۔ ۲۳۔ اتمام النعمۃ فی اختصاص الاسلام بہذہ
- الائمۃ (م)۔
- ۲۴۔ الجبل الوثیق فی نصرة بصدق، یہ آیت پاک "وَأَسْبَغَ عَلَيْكَ نِعْمَتَنَا مِیْرَةً وَبَاطِنَةً" کی تفسیر (م)۔
- ۲۵۔ المحرر فی قولہ تعالیٰ لیغفرک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر۔
- ۲۶۔ مفاتیح الغیب، یہ سیح سے آخرۃ آن تک کی تفسیر ہے۔
- ۲۷۔ میدان الغرسان فی شواہد القرآن، یہ بھی تکمیل نہیں ہو سکی۔
- ۲۸۔ مجاز الفریان الی مجاز القرآن، یہ شیخ عز الدین بن عبد السلام کی کتاب "الایجاز" کی تلخیص ہے لیکن مکمل نہ ہو سکی۔
- ۲۹۔ شرح الشاطبہ۔ ۳۰۔ الدر النثر فی قرآۃ ابن کثیر۔
- ۳۱۔ منتقى من تفسیر الغریابی۔ ۳۲۔ منتقى من تفسیر ابن ابی حاتم۔
- ۳۳۔ القول الفصیح فی تعیین الذبیح (م)۔ ۳۴۔ الکلام علی اول سورۃ الفتح، یہ ایک مقدمہ ہے۔
- ۳۵۔ المتوکلی (م)۔
- قرآن حدیث اور متعلقات علم حدیث
- ۳۶۔ التوشیح علی الجامع الصغیر۔ ۳۷۔ الہدایۃ علی تصحیح مسلم ابن الحجاج (م)۔
- ۳۸۔ مرقاۃ الصعود الی سنن ابی داؤد۔ ۳۹۔ قوت المغتذی علی جامع الترمذی (م)۔
- ۴۰۔ زہر الزہی علی المجنبی (م)۔ ۴۱۔ مصباح الزجاجة علی سنن ابن ماجہ (م)۔
- ۴۲۔ اسعاف المطاہر جال الموطأ (م)۔ ۴۳۔ تنویر المحرک علی موطأ مالک (م)۔

- ۴۴۔ التعلیقۃ المنیفۃ علی مسند ابی حنیفہ۔
 ۴۵۔ شافی النبی علی مسند الشافعی۔
 ۴۷۔ منتهی الآمال فی شرح حدیث آئنا الاعمال الخ
 ۴۸۔ المعجزات والخصائص۔
 ۵۰۔ الفوز العظیم فی لقاء الکریم۔
 ۵۱۔ بشری الکتیب بلقاء الحبیب (م)
 ۵۲۔ البدور السافرة عن امور الآخرة (م)
 ۵۳۔ درر البحار فی الاحادیث القصار۔
 ۵۴۔ الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر، یہ حروفِ معجم پر دس ہزار حدیثوں کا مجموعہ ہے (م)
 ۵۵۔ المرقاة العلییۃ فی شرح الاسرار النبویۃ۔
 ۵۶۔ بدیع الفصح۔
 ۵۷۔ الریاض اللایقۃ فی شرح اسرار خیر الخلیقۃ۔
 ۵۸۔ لم الاطراف وسمم الاثران، اس میں ہر حدیث کے پہلے ٹکڑے کو حروفِ معجم پر مرتب کیا ہے۔
 ۵۹۔ النہجۃ السویۃ فی الاسرار النبویۃ۔
 ۶۰۔ اللآلی المصنوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ، ابن زبزی کی موضوعات کی تلخیص اس پر اضافہ اور تنقید ہے۔
 ۶۱۔ النکت البدیعات علی الموضوعات۔
 ۶۲۔ القول الحسن فی الذب عن السنن۔
 ۶۳۔ منہاج السنۃ ومفتاح الجنۃ، یہ مکمل نہیں ہو سکی۔
 ۶۴۔ الروض اللایق فی مسند الصدیق۔
 ۶۵۔ مناقب الصفا فی تخریج احادیث الشفاہیم
 ۶۶۔ الارواح المتناثرۃ فی اخبار المتواترہ (م)
 ۶۷۔ عقود الزبرجد، یہ حدیث کے اعراب ہیں۔
 ۶۸۔ مفتاح الجنۃ فی الاعتصام بالسنۃ۔
 ۶۹۔ تہذیب الفرش فی الخصال الموجبۃ لظلال العرش۔
 ۷۰۔ بزوغ الہلال فی الخصال الموجبۃ للظلال، یہ مذکورۃ بالا رسالے کا اختصار ہے۔
 ۷۱۔ مارواه الواحون فی اخبار الطاعون۔
 ۷۲۔ خصائص یوم الجمعة۔
 ۷۳۔ النموذج اللبیب فی خصائص الحبیب۔
 ۷۴۔ الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشترکہ (م)
 ۷۵۔ الآیۃ الکبریٰ فی قصۃ الاسرار۔
 ۷۶۔ الکلم الطیب والقول الخیر فی المآثور من الدعوات والاذکار۔
 ۷۷۔ الطب النبوی (م)
 ۷۸۔ المنہج السوی والمنہل الروی فی الطب النبوی۔
 ۷۹۔ البینۃ السنیۃ فی البینۃ السنیۃ۔
 ۸۰۔ وظائف الیوم واللیلۃ عمل الیوم واللیلۃ (م)

- ۸۱۔ وای الفلاح فی اذکار المسار والمصابح ۸۲۔ تخریج احادیث شرح العقائد۔
 ۸۳۔ الاسفار عن قلم الاطفاار۔ ۸۴۔ النظر بعلم النظر۔
 ۸۵۔ المسلسلات الکبریٰ۔ ۸۶۔ جیاد المسلسلات۔
 ۸۷۔ المصانح فی مسئلة التراویح۔ (دم) ۸۸۔ جزر فی مسئلة الضعی۔ (دم)
 ۸۹۔ وصول الامانی باصول التہانی۔ (دم) ۹۰۔ اعمال الفکر فی فضل الذکر۔ (دم)
 ۹۱۔ نتیجہ الفکر فی الجہر بالذکر۔ (دم)
 ۹۲۔ الخیر الدال علی وجود القلب والادتاد والنجم والابدال۔ (دم)
 ۹۳۔ المنحة فی السبعة۔ (دم) ۹۴۔ جزر فی رفع الیدین فی الدعاء۔
 ۹۵۔ القول الجلی فی حدیث الولی۔ (دم) ۹۶۔ رفع الصوت فی ذبح الموت۔ (دم)
 ۹۷۔ القول الاشبه فی حدیث من عرف نفسه فقد عرف ربه۔ (دم)
 ۹۸۔ الجواب الماتم عن سوال الخاتم۔ (دم) ۹۹۔ الجواب الخرم عن حدیث التکبیر حزم۔ (دم)
 ۱۰۰۔ شدة الاثواب فی سدة الابواب۔ (دم) ۱۰۱۔ انباء الاذکبار الحیوة الانبیاء۔ (دم)
 ۱۰۲۔ الاعلام بحکم عیسیٰ علیہ السلام۔ (دم) ۱۰۳۔ لبس الیلب فی الجواب عن ایرا حطب (دم)
 ۱۰۴۔ تمیزین الاراکم فی ارسال النبی الی الملائک۔ (دم)
 ۱۰۵۔ التعظیم والممنة فی ان والدی المصطفیٰ فی الحجۃ۔ (دم)
 ۱۰۶۔ مسالک الخفاری فی والدی المصطفیٰ۔ (دم)
 ۱۰۷۔ الدرر المنیفة فی الآباء الشریفۃ۔ (دم) ۱۰۸۔ سبل النجاة۔
 ۱۰۹۔ نشر العلمین المنیغین فی احیاء الابوین الشریفین۔ (دم)
 ۱۱۰۔ افادة الخبر بنقده فی زیارة العمر ونقصه۔ ۱۱۱۔ آداب الفتیا۔
 ۱۱۲۔ ذم القنار۔ ۱۱۳۔ ذم زیارة الامرار۔
 ۱۱۴۔ العشاریات۔
 ۱۱۵۔ التنفیس فی الاعتذار عن ترک الافکار والتدریس۔
 ۱۱۶۔ مطلع البدرین فین یونی اجرین۔
 ۱۱۷۔ الکلام علی حدیث اخف الشیخ ففکک، یہ ایک تعارف اور مقدمہ ہے۔
 ۱۱۸۔ الاخبار المسثورة فی الاطلا بالنورہ (دم) ۱۱۹۔ جزر فی موت الاولاد۔

- ۱۲۰ ابواب السعادة في اسباب الشهادة - ۱۲۱ كشف الغم في فضل الحمى -
- ۱۲۲ الاحاديث الحسان في فضل الطيلسان - ۱۲۳ على اللسان عن ذم الطيلسان -
- ۱۲۴ التعليل في معنى التقنع - ۱۲۵ سهام الاصابة في الدخوات المستحابة -
- ۱۲۶ الشجر الباسم في مناقب السيدة فاطمة (م) - ۱۲۷ انساب الكتب في انساب الكتب - اس ك
- ۱۲۸ زاد المسير في فهرس الصغير - ۱۲۹ فهرسة المرويات کے نام سے بھی یاد کر لیں۔
- ۱۳۰ اربعون حديثاً في ورقة - ۱۳۱ اذکار الاذکار -
- ۱۳۲ اربعون حديثاً في الجهاد - ۱۳۳ الاساس في فضل بني العباس -
- ۱۳۳ الاناذه في رتبة الخلافة - ۱۳۴ كشف الصلصلة عن وصف الزلزلة -
- ۱۳۴ جزر في ذم المكس - ۱۳۵ جزر في الشتاء -
- ۱۳۸ الحج المنيعة في التفصيل بين مكة والمدينة - ۱۳۹ بغية الرائد في الذيل على مجمع الزوائد - یہ
- ۱۴۰ تلخیص العزیز فی تخریج ما فیہ من الاحادیث المستغربة - ۱۴۱ کتاب پایہ تکمیل کو نہیں پہنچی۔
- ۱۴۱ تخریج احادیث شرح المواقف - ۱۴۲ الغنا یہ بتخریج احادیث الکفایہ - یہ کتاب
- ۱۴۳ توضیح المدرك في تصحيح المستدرک - یہ ایک تہائی کے قریب لکھی گئی ہے۔ مکمل نہیں ہو سکی۔
- ۱۴۴ زوائد شعب الايمان للبيهقي على الكتب الستة - اس کا بھی کچھ حصہ مرتب ہوا ہے۔
- ۱۴۵ تجريد احاديث الموطأ - ۱۴۶ انجاز الوعد بالمنتقى من طبقات ابن سعد -
- ۱۴۷ الباحة في السياحة - ۱۴۸ المسارعة الى المعاصرة -
- ۱۴۹ النضر في احاديث المار والرياض والخضر - ۱۵۰ عين الاصابة فيما استدرک علی الصحابة (م)
- ۱۵۱ المنتقى من الادب المفرد للبخاري - ۱۵۲ المنتقى من مستدرک الحاكم -
- ۱۵۳ المنتقى من شعب الايمان للبيهقي - ۱۵۴ آداب الملوك -
- ۱۵۵ الزجر بالجبر - ۱۵۶ المنتقى من مصنف عبد الرزاق -
- ۱۵۷ جامع المسانيد - اس کتاب کا صرف ایک جزر لکھا ہے۔

- ۱۵۸ المہاجک فی اخبار الملائک - (م)
 ۱۵۹ الدر المنظم فی الاسم الاعظم (م)
 ۱۶۱ الامالی المطلقة
 ۱۶۳ الامالی علی الدرۃ الفاخرة -
 ۱۶۴ حصول الرقیق باصول الرزق - (م)
 ۱۶۲ الامانی علی العشرین الکبیر -
 ۱۶۴ جزر فی حدیث الرکوع ثلاثہ عزیز قوم ذل وغنی
 قوم افتقر وعلما بین بہمال -
 ۱۶۵ بلوغ المآرب فی اخبار العقار
 ۱۶۶ التبتیین بیعتہ اللہ علی رأس کل ماتہ -
 ۱۶۸ الاحتفال بالاطفال - (م)
 ۱۶۹ طایع الشریا باظهار ما کان خفیاً - (م)
 ۱۷۰ ضوء الشریا - یہ مذکورہ بالا رسالہ کا اختصار ہے -
 ۱۷۱ التبتیت عند التبتیت - یہ ایک منظوم رسالہ
 ہے جس میں قبر کے فننوں کا بیان ہے -
 ۱۷۳ الامادیت المنیفۃ فی فضل السلطنتہ الشریفۃ
 ۱۷۵ قطع الثمر فی موافقات عمر، یہ ایک منظوم
 رسالہ ہے - (م)
 ۱۷۷ اجزائہ الذیل فی علم الخیل -
 ۱۷۹ السراج فی اخبار الیرماح -
 ۱۸۱ تلج القواد فی احادیث لبس السواد - (م)
 ۱۸۳ جزر لسمی شعلۃ نار -
 ۱۸۵ الفانیہ فی حلاۃ الاسانید -
 ۱۸۷ ارواہ الاساطین فی عدم الحجی الی السلاطین
 ۱۸۹ الادج فی اخبار عروج - (م)
 ۱۹۱ اعذب المناہل فی حدیث من قال انا عالم
 فہو جاہل -
 ۱۹۳ ساعۃ التمرج فی ضوء الشموع -
 ۱۹۵ احکام العقیان فی احکام الخصیان -
 ۱۹۶ تشنیع السبع بتعید السبع -
 ۱۹۷ تحذیر النواص من اکاذیب القصاص -
 ۱۹۹ المنتخب فی طرق حدیث من کذب -
 ۱۷۸ غرس الانساب فی الرمی بالمشاب -
 ۱۸۰ الکشف عن تجاوزۃ ہذہ الاتہ الاعن - (م)
 ۱۸۲ طرح السقط و نظم النقط -
 ۱۸۴ التسمیط -
 ۱۸۶ الدرۃ التاجیۃ علی الاسلۃ التاجیۃ - (م)
 ۱۸۸ الرسالۃ السلطانیۃ -
 ۱۹۰ شرف الاضافۃ فی منصب الخلافۃ -
 ۱۹۲ حسن التسلیک فی حسن التشبیک -
 ۱۹۴ جزر فی الخصیان -
 ۱۹۶ الارج فی الفرج -

- ۱۹۷ نور البدر فی احیاء لیلیۃ عرفۃ والحدیدین ونصف شعبان ولیلۃ القدر۔
 ۱۹۸ حسن السمۃ فی الصمدۃ۔
 ۱۹۹ الوذیک فی الذیک۔
 ۲۰۰ الطرثوث فی فوائد البرغوث۔
 ۲۰۱ طوق الحمامۃ الشریفۃ۔
 ۲۰۲ التصریف فی التصفیۃ۔
 ۲۰۳ نور الشقیق فی العقیق۔
 ۲۰۴ جزر فی حدیث امامدینۃ العلم وعلی بابا۔
 ۲۰۵ جزیر فی طرق حدیث طلب العلم فریضۃ
 علی کل مسلم۔
 ۲۰۶ الاذکار فی عقدہ الشہداء من الآثار۔
 ۲۰۷ جزر فی الخالیۃ۔
 ۲۰۸ اربعون حدیثا فی الطیلسان۔
 ۲۰۹ جزر فی طرق من حفظ علی امتی اربعین حدیثا۔
 ۲۱۰ طرق حدیث اطلبوا الخیر عند حسان الوجوه۔
 ۲۱۱ تحاف الفرقۃ بلبس الخرقۃ۔ (م)
 ۲۱۲ احواء المییۃ بفصل اہل البیت۔
 ۲۱۳ رفع الحذر عن قطع السدر۔ (م)
 ۲۱۴ بلوغ المآرب فی فنن الشارب۔
 ۲۱۵ العربۃ الوردی فی اخبار المہدی۔ (م)
 ۲۱۶ کشف الريب عن الجیب۔
 ۲۱۷ المثابۃ فی آثار الصحابۃ۔
 ۲۱۸ لقطہ المرجان فی اخبار الحجاز۔
 ۲۱۹ مسند الصحابۃ الذین مالوا فی حیاۃ النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم۔
 ۲۲۰ الاغصان عن دعاء الاعضاء۔

اصول حدیث اور اس کے متعلقات

- ۲۲۱ تدرب الراوی فی شرح تقریب النوادی۔ (م)
 ۲۲۲ نظم الدرر فی علم الاثر وہی الالفیۃ شرحہا
 شرح الالفیۃ العراقی حمزہ۔
 ۲۲۳ یسمی البحر الذی زخر۔ یہ شرح مکمل نہیں ہے۔
 ۲۲۴ لب اللباب فی تحریر الانساب۔ (م)
 ۲۲۵ التذنیب فی الزوائد علی التقریب۔
 ۲۲۶ تذکرۃ المولتوی من حدیث ونہی۔
 ۲۲۷ المدرج الی المدرج۔
 ۲۲۸ حسن التخیل فی تالی التخیل۔
 ۲۲۹ کشف التلبس عن قلب اہل التدلیس۔
 ۲۳۰ جزر فی اسماء المدرسین۔
 ۲۳۱ جزر فیمن وافقت کفایتہ کفایتہ زوجہ من الصحابۃ
 ۲۳۲ ریح النسرین فیمن عاش من الصحابۃ مائۃ وعشرین۔

- ۲۳۳ عین الامانیۃ فی معرفۃ الصحابہ - یہ کتاب بھی پایہ تکمیل کو نہیں پہنچی۔
 ۲۳۵ در السحابۃ فیمین دخل مصر من الصحابۃ - ۲۳۶ اللع فی اسرار من وضع الحدیث
 ۲۳۷ جزر فیمین غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسماءہم -
 ۲۳۸ الدر النثر - یہ نہایت ابن الاثیر کا مختصر ہے (م) ۲۳۹ التعریف بآداب التألیف -
 ۲۴۰ التذیل والتذنیب علی نہایت الغریب - ۲۴۱ زوائد اللسان علی المیزان -

علم الفقه

- ۲۴۲ شرح التنبیہ ۲۴۳ الوافی - یہ التنبیہ کا مختصر ہے۔
 ۲۴۴ معانی الدقیقۃ فی ادراک الحقیقۃ - ۲۴۵ الاشباہ والنظائر - (م)
 ۲۴۶ الازہار الغفۃ فی حواشی الروضۃ - یہ صرف کتاب الاذان تک مکمل ہو سکتی ہے۔
 ۲۴۷ الحواشی الصغریٰ - ۲۴۸ الیمنیہ فیما زاد علی الروضۃ من الفروع -
 ۲۴۹ الغنیۃ - یہ الروضۃ کا مختصر اضافہ کے ساتھ ہے، کتاب الحیف تک بھی پورا نہیں ہے صرف جراح سے سرقہ تک ہے۔
 ۲۵۰ رفع الخصائص - یہ منظومہ کی شرح ہے ۲۵۱ شرح القدر الذی نظم فی مجلین اولاً فاولاً
 ۲۵۲ مختصر الخادم - جس کا نام "تخصیص الخادم" ہے، یہ کتاب الزکوٰۃ سے آخر حج تک ہے۔
 ۲۵۳ العذب المسلسل فی تصیح الخلاف المرسل فی الروضۃ -
 ۲۵۴ شوارذ الفرائد فی الضوابط والقواعد - ۲۵۵ المقدمة -
 ۲۵۶ الایہاج فی نظم المنہاج - یہ کتاب بھی مکمل نہیں ہو سکتی۔
 ۲۵۷ مختصر الاحکام السلطانیۃ - ۲۵۸ شرح الروض لابن المعتری - اس کا بھی کچھ حصہ مکمل نہ ہو سکا۔
 ۲۵۹ اللوامع والبوارق فی الجوامع والفوارق - ۲۶۰ الحاوی للفتاویٰ - (م)
 ۲۶۱ المعترۃ فی کلمات القطعۃ - ۲۶۲ تحفۃ الناسک بنکت المناسک -
 ۲۶۳ مناسک الشیخ محی الدین النوادی الکبریٰ ۲۶۴ تحفۃ الانخاب بمسئلۃ السنجاب - (م)
 ۲۶۵ المستظرفۃ فی دخول الحشفۃ - ۲۶۶ الروض الارض فی طہر الحیف -
 ۲۶۷ نیل العسجد لسوال المسجد - ۲۶۸ بسط الکف فی امتام الصف - (م)

- ۲۶۹ الحد الوافر من المنعم في استدراك الكافر اذا اسلم - (م)
- ۲۷۰ القذاذه في تحقيق محل الاستعاذه - (م)
- ۲۷۱ دفع التشيع في مسئلة التسميع - (م)
- ۲۷۲ دفع التعسف في اخوة يوسف -
- ۲۷۳ ضوء الشمعة في عدد الجمعة - (م)
- ۲۷۴ اللمة في تحقيق الركعة لا وراك الجمعة - (م)
- ۲۷۵ الفوائد الممتازة في صلوة المجازاة - (م)
- ۲۷۶ بلفظ المحتاج في مناسك الحاج -
- ۲۷۷ قطع المجادلة عند تغيير المعاملة - (م)
- ۲۷۸ قدح الزند في السلم في القند -
- ۲۷۹ ازالة الوهن في مسئلة الريس -
- ۲۸۰ البارع في قطع الشارع - (م)
- ۲۸۱ الانصاف في تميز الاوقات - (م)
- ۲۸۲ المباحثة الزكية في مسئلة الدوركية - (م)
- ۲۸۳ كشف الغباب في مسئلة الاستنابة - (م)
- ۲۸۴ القول المشيد في وقت المويده - (م)
- ۲۸۵ البدر الذي انجلى في مسئلة الولاء - (م)
- ۲۸۶ الجبر منع البروز على شاطئ البحر - (م)
- ۲۸۷ النهر لمن رام البروز على شاطئ البحر - يقصيدة
- ۲۸۸ راتيه - (م) (النهر لمن برز على شاطئ البحر)
- اس رساله کا موضوع بھی مسئلہ بروز ہے اور اس میں حدیث، فقہ اور افتاء سب ہی کچھ ہے
- ۲۸۸ اعلام النصر في اعلام سلطان العصر -
- ۲۸۹ الزهر الباسم فيما يزوج الحاكم -
- ۲۹۰ القول المغني في الحنث في المعنى -
- ۲۹۱ فتح المغاليق من انت طالق - (م)
- ۲۹۲ حسن المقصد في عمل المولد - (م)
- ۲۹۳ حسن التصريف في عدم التحليف - (م)
- ۲۹۴ تنزيه الانبياء عن تسفيه الاغبياء - (م)
- ۲۹۵ الطلعة الشمسية في تبين الجفنية من شرط البيرسية -
- ۲۹۶ جزيل المواعيب في اختلاف المذاهب -
- ۲۹۷ ارشاد المهتدين الى نصرة المجتهدين -
- ۲۹۸ تقرير الاسناد في تيسير الاجتهاد -
- ۲۹۹ الرد على من اخلد الى الارض وجعل ان الاجتهاد في كل عصر فرض -
- ۳۰۰ جزر في رد شهادة الرافضة -
- ۳۰۱ القول المشرق في تحريم الاشتغال بالمنطق - (م)
- ۳۰۲ صون المنطق والكلام عن فن المنطق والكلام -
- ۳۰۳ رفع المنار الدين وهدم بناء المفسدين -
- ۳۰۴ بدم الجاني على الباني - (م)
- ۳۰۵ سيعت النظار في الفرق بين الثبوت والسكرار -

- ۳۰۶ النقول المشرقة في مسئلة النفقة - (م)
 ۳۰۷ شرح الرصيفة في الفرائض -
 ۳۰۸ السلاطة في تحقيق المقد والاحتالة -
 ۳۰۹ العجاجة الزرنبية في السلاطة الزنبية (م)
 ۳۱۰ مر النسيم الى ابن عبد الكريم -
 ۳۱۱ فتح المطلب المبرور وبرد القلب المحرور
 في الجواب عن اسئلة التكرور - (م)

- ۳۱۲ رفع الباس وكشف الالتباس في ضرب المثل من القرآن والاعتباس - (م)
 ۳۱۳ المعتصر في تقرير عبارة المختصر
 ۳۱۴ بذل المجهود في خزانة المجهود - (م)

فن اصول فقه، اصول دين اور تصوف

- ۳۱۵ الكوكب الساطع في نظم جميع الجوامع -
 ۳۱۶ شرح الكوكب الوقاد في الاعتقاد - یہ رسالہ مذکورہ بالا کی شرح ہے۔
 ۳۱۷ النعمية فيما ورد من الادعية الصالحة - ۳۱۸ تشييد الاركان من ليس في الامكان ابدع
 ما كان۔
 ۳۱۹ تاييد الحقيقة العلية وتشييد الطريقة الشاذلية۔
 ۳۲۰ تنزيه الاعتقاد عن الحلول والاتحاد - (م) ۳۲۱ اللوامع المشرقة في ذم الوحدة المطلقة۔
 ۳۲۲ المعتلى في تحديد صور الولي۔ ۳۲۳ المنجلى في تطوير الولي - (م)
 ۳۲۴ تنوير المحلك في امكان روية النبي والملک - (م)
 ۳۲۵ جهد القرينة في تجريد النصيحة - یہ کتاب نصيحة اہل الايمان في الرد على منطق اليونان لابن تيمية
 کی مختصر ہے۔

- ۳۲۶ تنبيه الغبي في تنزيه ابن عربي۔
 ۳۲۷ البرق الوامض في شرح يائسة ابن الفارض۔ جس کا مطلع حسب ذیل ہے:

سائق الاطمعان يطوى البيط
 منعما عرج على كثران طي

- ۳۲۸ جزر في روية النساء (تحفة الجلساء بروية الله للنساء) (م)

- ۳۲۹ رفع الاساحن النساء - یہ رسالہ مذکورہ بالا کا مختصر ہے۔

- ۳۳۰ اللقط الجوهري في رد خط الجوهري۔

- ۳۳۱ انكسرت اللوامع على المختصر والمنهاج وجميع الجوامع۔

فن لغت اور نحو و صرف

- ۳۳۲ المزہر فی علوم اللغۃ - (م) اس کے متعلق موصوف کا یہ دعویٰ ہے کہ اس نوع پر اس کو انہجے
سب سے پہلے مدون کیا ہے اور علوم حدیث کی طرح اس کو بھی پچاس نوعوں پر تقسیم کیا ہے۔
- ۳۳۳ خاتۃ الاحسان فی خلق الانسان - ۳۳۴ الافصاح فی اسرار النکاح -
۳۳۵ نور الصباح فی لغات النکاح - ۳۳۶ الامساع فی الاتباع -
۳۳۷ الافصاح فی زوائد القاموس علی الصحاح - ۳۳۸ جمع الجوامع فی النہج والتعرفت والخط
چھ اپنے موضوع پر واحد کتاب ہے۔
- ۳۳۹ جمع البوامع - یہ مذکورہ بالا کتاب کی شرح ہے۔
۳۴۰ شرح الفیۃ ابن مالک (الہجۃ المفضیۃ) (م) ۳۴۱ الفریۃ - یہ علم نحو میں الفیۃ ہے۔
۳۴۲ المطالع السعیدہ - یہ مذکورہ بالا کتاب کی شرح ہے۔
۳۴۳ النکت علی الالفیۃ والکافیۃ والشافیۃ وشدور الذہب والنزہستہ۔
۳۴۴ الاشباہ والنظائر - یہ علم نحو میں ہے اور سات حسب ذیل رسالوں کا مجموعہ ہے۔ (م)
۳۴۵ (الف) المعادۃ العلیۃ فی القواعد النحویۃ۔
۳۴۶ (ب) تدریب اولی الطلب فی ضوابط کلام العرب۔
۳۴۷ (ت) سلسلۃ الذہب فی البنائ من کلام العرب۔
۳۴۸ (ث) اللمع والبرق فی الجمع والفرق۔
۳۴۹ (ج) الطراز فی الالغاز۔
۳۵۰ (ح) المناظرات والمجاسات المطارحات۔
۳۵۱ (د) التبر الذائب فی الافراد والغرائب۔ ۳۵۲ الفتح القریب فی حواشی معنی اللبیب۔
۳۵۳ شرح شواہد المعنی - (م) ۳۵۴ تحفۃ الحبیب بنجۃ معنی اللبیب۔
۳۵۵ الاقتراح - یہ بھی اصول نحو میں ہے۔ (م) ۳۵۶ التوشیح علی التوفیح - یہ کتاب بھی پایۃ
تکمیل کو نہیں پہنچی۔
- ۳۵۷ حاشیۃ فی شرح نثر الزمہور۔ ۳۵۸ سر الزبور علی شرح الشذور۔
۳۵۹ درر التاج فی اعراب مشکل المنہاج۔ ۳۶۰ الوفیۃ باختصار الالفیۃ۔
۳۶۱ وقائق الوفیۃ باختصار الالفیۃ۔ ۳۶۲ شرح لمحۃ الاعراب۔

- ۳۶۳ شرح القصيدة الكافية - یہ علم تعریف میں ہے۔
 ۳۶۴ تعریف الاعجم بحروف المعجم۔
 ۳۶۵ الشئعة المفتية في علم العربية۔
 ۳۶۶ موشحة - یہ علم نحو میں ہے۔
 ۳۶۷ قطر النداء في ورود الهمزة للندا۔
 ۳۶۸ مختصر الملوحة۔
 ۳۶۹ الوية النفر في خصيصي بالقعر - (م)
 ۳۷۰ القول الجمل في الرد على المبل۔
 ۳۷۱ الاخبار المروية في سبب وضع العربية۔
 ۳۷۲ المنى في الكنى۔
 ۳۷۳ رفع الستة في نصب الزنة - (م)
 ۳۷۴ تحفة النجار في قولهم نذر البسر الطيب منذر طلباً۔
 ۳۷۵ الزند الهوى في الجواب عن السؤال الاسكندري - (م)
 ۳۷۶ فخر التمد في اعراب اكل الحمد - (م)
 ۳۷۷ الكثر على ابن عبد البر - اس میں ایک آیت کے اعراب سے بحث ہے۔
 ۳۷۸ الاعراض والتولي عن لا يحسن يعلى
 ۳۷۹ حسن السير في ماني الفرس من اسماء الطير۔
 ۳۸۰ حاشية على شرح التتريف۔
 ۳۸۱ توجيه العزم الى اختصا ص الاسم بالجرح والفعل بالجزم۔
 ۳۸۲ ديوان الحيوان
 ۳۸۳ عنوان الديوان في اسماء الحيوان - (ذیل)
 ۳۸۴ نظام اللسد في اسامى الاسد
 ۳۸۵ التهذيب في اسماء الذيب۔
 ۳۸۶ اليواقيت في الحروف والاذن الى توجيه قولهم لا اله الا الله اذن۔
 ۳۸۷ التبری من معرفة المعری - یہ کتاب کتے کے ناموں پر ہے۔
 ۳۸۸ الطراز اللازوردی فی حواشی الجار بردی۔

فن معانی و بیان و بدیع

- ۳۸۹ عقود الجمان في المعاني والبيان - یہ ایک الفیہ ہے۔ (م)
 ۳۹۰ حل العقود - یہ مذکورہ بالا کتاب کی شرح ہے۔
 ۳۹۱ مفتاح التلخیص - یہ کتاب النکت علی تلخیص المفتاح کے نام سے مشہور ہے۔
 ۳۹۲ نظم البدیع فی مدح الشفیح مرویہا باسم التوح - یہ "البدیعیۃ" کے نام سے بھی مشہور ہے۔

۳۹۳ الجمع والتفریق بین الاذواع البدیعیہ - یہ مذکورۃ بالا کتاب کی شرح ہے۔

۳۹۴ تخصیص فی شواہد التخصیص -

متعدد علوم وفنون کی جامع کتابیں

۳۹۵ الفلک المشحون - یہ کتاب پچاس علوم کی جامع ہے اور "تذکرہ" کے نام سے بھی مشہور ہے۔

۳۹۶ النقایہ - اس میں چودہ علوم ہیں - ۳۹۷ اتمام الدراية - یہ مذکورۃ بالا کتاب کی

شرح ہے۔ (م)

۳۹۸ قلائد الفوائد - ۳۹۹ اللعة فی اجوبة الاسئلة السبعة - (م)

۴۰۰ الاجوبة الزکية عن الالغاز البکیة (م) ۴۰۱ تعریف الفنة باجوبة الاسئلة المائة (م)

۴۰۲ نفع الطیب من اسئلة الخطیب -

فن ادب و نوادر و النشار و شعر

۴۰۳ الوشاح فی فوائد النکاح - ۴۰۴ الیواقیت الثمينة فی صفات السینة -

۴۰۵ شقائق الاترنج فی رقائق الغنج - ۴۰۶ رفع شأن الحبشان -

۴۰۷ ازہار العروش فی اخبار الحبوش - ۴۰۸ الوسائل الی مسامرة الاول - (م)

۴۰۹ المحاضرات والمجاورات - ۴۱۰ النفحة المکیة علی نمط عنوان الشرف -

۴۱۱ درر الکلم وغرر الحکم - ۴۱۲ المقامات المجموعة - یہ سات مقامات ہیں

۴۱۳ المقامات المفردة - یہ تیس مقامات ہیں۔

۴۱۴ ساجدة المحرم - یہ ایک مقام مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے اوصاف میں ہے۔

۴۱۵ المقامة السندسية فی والدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم -

۴۱۶ المقامة اللازوردية فی موت الاولاد -

۴۱۷ النجیح فی الاجابة الی الصلح - ۴۱۸ المقامة المستنصرية -

۴۱۹ الکاوی فی تاریخ السخاوی - ۴۲۰ المقامة الذهبية فی الحمی -

۴۲۱ بلبل التروضة - یہ مقامہ روضہ مصر کے وصف میں ہے۔

۴۲۲ مقامة الریاحین - اس کا نام المقامة الوردية فی الورد والترجس والیاسمین واللبان

والنسرین والبنفسج والنیلوفر والآس والریحان والفاغیر۔

- ۴۲۳ مقامۃ الطیب۔ یہ مقامۃ المسکۃ فی المسک والعنبر والزعفران والزباد کے نام سے مشہور ہے۔
 ۴۲۴ رشف المار الزلال من السحر الحلال۔ یہ مقامۃ الطیب کے نام سے بھی مشہور ہے۔
 ۴۲۵ المقامۃ التفاحیۃ
 ۴۲۶ المقامۃ الزمرودیۃ۔
 ۴۲۷ المقامۃ الفستقیۃ۔
 ۴۲۸ المقامۃ الیا قوتیۃ۔
 ۴۲۹ المقامۃ اللؤلؤیۃ۔
 ۴۳۰ المقامۃ البحریۃ۔
 ۴۳۱ المقامۃ الدرئیۃ۔
 ۴۳۲ المقامۃ الفطاش علی القشاش۔
 ۴۳۳ الاستنصار بالواحد القبار۔
 ۴۳۴ قمع المعارض فی نصرة ابن الفارض۔
 ۴۳۵ الدوران الفکلی علی ابن الکرکی۔
 ۴۳۶ البندکی فی عنق ابن الکرکی۔
 ۴۳۷ مقامۃ نفیسة الی البندکی علی ابن الکرکی۔
 ۴۳۸ منہل اللطائف فی الکثافة والقطائف۔
 ۴۳۹ مختصر شفاء الخلیل فی ذم صاحب الخلیل۔ یہ "الشہاب الثاقب" کے نام سے بھی مشہور ہے۔

ہے۔ (م)

- ۴۴۰ تحفة الطرفار باسماء الخلفاء۔ یہ قصیدہ رائیہ ہے۔
 ۴۴۱ کوب الزوضۃ۔
 ۴۴۲ المزدہبی فی روضۃ المشتہی۔
 ۴۴۳ احاسن الاقتباس من محاسن الاقتباس۔ نور الحدیقة
 ۴۴۴ شعری و نثری دیوان۔
 ۴۴۵ خطب مقالمع الحجاز۔
 ۴۴۶ فجر الدیاجی فی الاحاجی۔
 ۴۴۷ وصف الدال فی وصف الہلال۔
 ۴۴۸ وقع الاسل فی ضرب المثل۔
 ۴۴۹ مختصر معجم البلدان لیا قوت۔ یہ کتاب بھی مکمل نہ ہو سکی۔
 ۴۵۰ قطعت الورید من امالی ابن درید۔
 ۴۵۱ طرز العمامہ فی التفرقة بین المعتمات والقمامہ۔
 ۴۵۲ الجواب الزکی عن قمامۃ ابن الکرکی۔
 ۴۵۳ الاقتراض فی رد الاعتراض۔
 ۴۵۴ نزول الرحمة فی التحریر بالنعمة۔
 ۴۵۵ منع الثوران عن السمران۔
 ۴۵۶ الصواعق علی النواعق۔
 ۴۵۷ الفارق بین المصنف والصارف۔
 ۴۵۸ المقامۃ الکلاجیۃ فی الاسئلة التاجیۃ۔
 ۴۵۹ صاحب سیف علی صاحب حیفة۔

- ۴۶۱ الفتح القريب -
 ۴۶۳ نزهة العمر في التفضيل بين البعین و الثمر
 ۴۶۴ نزهة الجلساء في اشعار النساء - (م) ۴۶۵ المستطرف في اخبار البحاری -
 ۴۶۶ ذوالو شاحین - ۴۶۷ نثر الکتان فی التکلیف -
 ۴۶۸ زبدة اللبیب - ۴۶۹ الباریق فی قطع ید السارق -
 ۴۷۰ نزهة النديم -

فن تاریخ

(م)

- ۴۷۱ طبقات الحفاظ (م) ۴۷۲ بغیة الوعاة فی طبقات اللغویین و النحاة
 ۴۷۳ الوجیز فی طبقات الفقهاء الشافعية - ۴۷۴ طبقات المفسرین - یہ مکمل نہیں ہو سکی
 ۴۷۵ تاریخ الخلفاء - (م) ۴۷۶ حسن المجاهرة فی اخبار مصر و القاهرة
 ۴۷۷ الزبرجیدہ - یہ مذکورہ بالا کتاب کا مختصر ہے -
 ۴۷۸ رفع الباس عن بنی العباس - ۴۷۹ الشارح فی علم التاريخ - (م)
 ۴۸۰ المنہج السوی فی ترجمہ النوی - ۴۸۱ ترجمہ شیخنا البلقینی -
 ۴۸۲ المنہج فی المعجم - یہ موصوف کے شیوخ کی معجم ہے -
 ۴۸۳ نظم العقیان فی اعیان الاعیان - (م) ۴۸۴ التحدیث بنعمة الله -
 ۴۸۵ الملقط من الدرر الكامنة - ۴۸۶ الملقط من الحفاظ -
 ۴۸۷ جزرہ فی جامع عمرو - ۴۸۸ جزرہ فی جامع ابن طولون -
 ۴۸۹ جزرہ فی المدرستہ الصلاحیہ - ۴۹۰ جزرہ فی الزاویۃ الخشابیہ -
 ۴۹۱ جزرہ فی الخانقاه الصلاحیہ - ۴۹۲ جزرہ فی الخانقاه البیرونیہ -
 ۴۹۳ جزرہ فی الخانقاه الشیخونیہ - ۴۹۴ جزرہ فی اخبار اسبوط -
 ۴۹۵ المضبوط - ۴۹۶ المکنون فی ترجمہ ذی النون -
 ۴۹۷ تحفہ الگرام باخبار الابرار - ۴۹۸ نشر الہیان فی وقایات الاعیان -
 ۴۹۹ الوقایات فی الوقایات -
 ۵۰۰ تبیین الصغیرۃ بمناقب الامام ابی حنیفہ - (م)

۵۰۱ ترمین المالك بن قبايقب الامام مالك - (وم) ۵۰۲ جز السلام من سيد الانام عليه افضل الصلوة والسلام -

۵۰۳ حسن التتبع في احاديث التسمية والتشهد - ۵۰۴ الاسئلة الوزيرية واجوبتها
۵۰۵ بلوغ المامول في خدمة الرسول - ۵۰۶ بذل الهم في طلب برارة الذمة -

(۲۰۰)

مالی سند کی وجہ سے رسالت اب صلی اللہ علیہ وسلم تک واسطے کمتر ہوتے ہیں، اس لئے وہ پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اسی وجہ سے محدثین نے اس موضوع پر بہ کثرت کتابیں لکھی ہیں۔ حافظ جمال الدین سیوطی النادریات عن العشاریات میں لکھتے ہیں :

ان الاسناد العالی سنة محبوبة والقرب
عن رسول الله صلى الله عليه وسلم زينة
مطلوبة ولذلك اعنى اهل الحديث تحريك
سوا اليهم واعطاء وارفعها في الدرجة
واسماها فخرجوا الثلاثيات ثم الرباعيات
ثم الخماسيات ، ثم السداسيات ، ثم
السباعيات ، ثم الثمانيات وكلها قبل
السبعائة سنة وخرجوا بعد السبعائة سنة
التساعيات والعشاريات -
والنادریات بحوالہ عقود اللالی، ص ۱۱۳

عالی اسناد ایک محبوب طریقہ ہے رسالت
آب صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب مرغوب
و مطلوب ہے اسی وجہ سے اہل حدیث
نے اپنی مالی سندوں کی تحریک کی ہے اور
عددہ اور ادنیٰ سندوں کو بیان کیا ہے،
چنانچہ پہلے ثلاثیات کو پھر رباعیات کو
پھر خماسیات کو پھر سداسیات کو
پھر سباعیات کو اور پھر ثمانیات کو نقل
کیا ہے اور یہ سب کچھ منہ ہجری سے
پیشتر ہوا ہے منہ ہجری کے بعد تساعیات
اور عشاریات کو بیان کیا گیا ہے۔

اسی قبیل سے وحدانیات امام اعظم ابی حنیفہ اور ثنائیات امام مالک رحمہما اللہ وغیرہ ہیں۔

(۲۰۱)

اقسام کتب حدیث پر سب سے پہلے علامہ ابن الاثیر جزری المتوفی ۶۳۰ھ نے مقدمہ جامع
الاصول لاحادیث الرسول میں قدرے تفصیل سے لکھا ہے، اسی کو حاجی خلیفہ نے کشف الظنون
میں نقل کیا ہے اور شیخ محمد طاہر جزائری نے اس کو اپنے انداز میں بیان کر دیا ہے۔ ان سے کتب
حدیث کے اقسام اور ان کی ترتیب واضح ہو جاتی ہے، اس لئے وہ بھی مدیہ ناظرین ہے۔

کشف الظنون میں ہے :

”یہ علم حدیث اپنی عظمت و شرافت کی وجہ سے نہایت بھرپور علم ہے، اُس کے الفاظ اور معانی مشکل ہیں، اسی وجہ سے محدثین کی تالیفات مختلف اغراض اور مقاصد کے پیش نظر عالم وجود میں آئیں۔ چنانچہ بعض محدثین کی کوشش یہ رہی کہ جس طرح بھی ہو سکے حدیثوں کو جمع کر دیا جائے تاکہ انھیں یاد کیا جاسکے اور ان سے احکام مستنبط ہو سکیں، جیسا کہ عبد اللہ بن موسیٰ العسبی اور ابو داؤد الطیالسی وغیرہ نے کیا اور پھر امام احمد بن حنبل اور ان کے بعد کے علماء نے کیا کہ انھوں نے حدیثوں کو روایت کرنے والوں کے ناموں پر مرتب کیا، مثلاً حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مسند ذکر کرتے ہیں تو اس میں ان سب راویوں کو نام بنام گناتے ہیں جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور پھر دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی مسندیں ایک ترتیب سے بیان کرتے جاتے ہیں۔

بعض محدثین ہر حدیث کو اس کے مناسب مقام پر ذکر کرتے ہیں، وہ حدیث ایک دلیل اور رہبر کا کام کرتی ہے لہذا ہر حدیث کے لئے اس کے مناسب باب باندھتے ہیں جو اس حدیث کے ساتھ خاص ہوتا ہے چنانچہ وہ حدیث اگر نماز کے احکام سے متعلق ہوتی ہے تو اس کو باب الصلوٰۃ میں لکھتے ہیں اور زکوٰۃ کی وضاحت کرتی ہے تو اس کو باب الزکوٰۃ کے اندر ذکر کرتے ہیں جس طرح کہ موطا میں کیا گیا ہے، اس میں چونکہ حدیثیں کم ہیں لہذا اس کے ابواب بھی کم ہیں، اسی طرح بعد کے محدثین نے کیا تا آنکہ امام بخاری اور امام مسلم کا زمانہ آگیا، ان دونوں بزرگوں نے اپنی اپنی کتابوں میں حدیثیں بکثرت نقل کیں لہذا ابواب بھی بہت ہو گئے۔ اُن کے بعد کے محدثین نے ان کی اقتدار کی، جس کی وجہ یہ تھی کہ یہ ترتیب اور یہ نوع پہلی ترتیب اور تقسیم کے مقابلہ میں زیادہ سہل اور زیادہ مفید تھی، پھر یہ ترتیب ایسی ہے جس کی وجہ سے قاری اس کے معنی سمجھ جاتا ہے گو راوی سے واقف نہیں ہوتا بلکہ اکثر راوی کو جاننے کی ضرورت بھی نہیں ہوتی ہے۔ اگر کوئی نماز کے متعلق حدیث چاہتا ہے تو اس کو کتاب الصلوٰۃ میں دیکھ لیتا ہے، کیونکہ جب حدیث کو کتاب الصلوٰۃ میں بیان کیا جاتا ہے تو ہر بڑھا لکھا سمجھ لیتا ہے کہ یہ حدیث اس حکم کی دلیل ہے اور اس طرح وہ غور و فکر کی تکلیف نہیں اٹھاتا۔ اس کے برعکس پہلی صورت میں اُسے ہر حدیث پر غور کرنا پڑتا تھا کیونکہ مسند کی ترتیب ابواب فقہ پر نہیں ہوتی بلکہ اسمائے صحابہ پر ہوتی ہے۔

بعض محدثین نے صرف ایسی حدیثوں کو جمع کیا جن کے معانی مشکل تھے اور وہ الفاظ لغت کے بغیر سمجھ میں نہیں آ سکتے۔ چنانچہ انھوں نے جو کتابیں مرتب کیں اُن میں یہی کوشش کی کہ حدیث کے متن کو لکھ کر اس کے غریب الفاظ کی تشریح کر دی، اعراب کو بتا دیا اور اس کے معانی کو سمجھا دیا مگر احکام سے تعرض نہیں کیا۔ ابو عبد اللہ القاسم بن سلام اور ابو محمد عبد اللہ بن مسلم ابن قتیبہ وغیرہ نے غریب الحدیث میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔

بعض محدثین نے مذکورہ بالا نوع میں احکام کو بھی بیان کیا اور فقہاء کی راویوں اور اُن کے اقوال کا بھی اُس میں اضافہ کیا۔ جیسے ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی وغیرہ نے معالم السنن اور اعلام السنن میں کیا۔

بعض محدثین نے صرف غریب الفاظ کو بیان کیا اور حدیث کا متن نعتل نہیں کیا، بلکہ متن حدیث سے غریب الفاظ کا انتخاب کر کے انھیں ایک خاص ترتیب سے جمع کر کے ہر ایک کی تشریح کر دی۔ ابو عبد اللہ احمد بن محمد الہروی نے ”کتاب الغریب“ میں ایسا ہی کیا ہے۔ بعض محدثین نے ترغیب وترہیب کی حدیثوں کے ساتھ کچھ احکام کی حدیثوں کو بھی یکجا جمع کر دیا اور ان کے متنوں کے ذکر پر اکتفا کیا، جیسا کہ ابو محمد حسین ابن مسعود بنوی وغیرہ نے ”مصابیح“ میں کیا ہے۔

قدماہ محققین جو بجا طور پر سابقین اولین کہلانے کے مستحق ہیں اُن کی تصانیف ہمہ وجہ کامل نہیں ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا اولین مقصد حدیثوں کا یاد کرنا اور انھیں بقائے دوا کا خلعت بختا، گذب و افتراء کی بیج کھی کرنا اور طریق حدیث کو بتانا، ان کے رجال کو محفوظ کرنا اور ان کے حالات سے واقف ہونا، امور داخلہ کی تحقیق کرنا، جرح و قدح کرنا، اور لوگوں کی عدالت کو بیان کرنا تھا۔ ان سب باتوں کو علماء نے بڑی احتیاط، نہایت ضبط اور انتہائی تدبیر کے بعد کیا ان ہی وجوہ کی بنا پر وہ اپنی تصانیف کو ہر لحاظ سے کامل بنا کر پیش نہیں کر سکے ہیں مگر جو کام ان کے مطبع نظر تھا اس کو نہایت خوش سہولتی سے انجام دیا اور ان اہم امور کی انجام دہی میں جو اُن کے پیش نظر تھیں انھوں نے اپنی تمام عمر صرف کر دی، کیونکہ اُس وقت اس سے زیادہ اہم خدمت کوئی نہ تھی۔ وہ اس فن کے لوازم اور توابع میں مشغول نہیں ہوئے کیونکہ پہلے ذات کا اثبات ضروری ہوتا ہے اور پھر اس کی صفات کی ترتیب ہوتی ہے۔ اصل مقصد حدیثوں کی تدوین اور ان کا (موقف) متعین کرنا تھا، جسے متقدمین نے

کیا۔ بعض محدثین کی زندگی نے وفات نہیں کی اس لئے ترتیب کی خامیاں رہ گئیں اور بعض کتابیں پائیدار نہیں
 کو نہ پہنچ سکیں۔ پھر ان کے جانشینوں نے ان علوم کی جن کی جمع و تدوین میں انھوں نے عمریں صرف
 کی تھیں، انھیں انوکھی ترتیب یا عمدہ طریقہ یا احکام کا استنباط کر کے یا غریب الفاظ کی شرح کر کے
 پیش کیا اور یہی متاخرین کا کارنامہ ہے۔

شیخ محمد طاهر جزائری فرماتے ہیں:

کتاب حدیث کی تصنیف و تالیف اور جمع و تدوین میں علماء کے دو طریقے ہیں:
 اول ابواب پر تصنیف کرنا اور وہ احکام فقہیہ وغیرہ کے مطابق حدیثوں کی تخریج کرنا اور
 ان کو قسم قسم اور نوع بنوع قرار دینا اور ہر حکم کے متعلق جتنی حدیثیں وارد ہوتی ہیں، انھیں یکجا
 جمع کرنا، نیز ہر نوع کو ایسے باب کے تحت یکجا کرنا کہ نماز سے متعلق حدیثیں روزے سے متعلق
 حدیثوں سے ممتاز رہیں۔ اس طریقہ کے پابند علماء میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے صرف اعلیٰ حدیثوں
 کے بیان کر لئے ہیں اگر کتنا کیا ہے جو ان کے نزدیک صحیح تھیں، جیسے امام بخاری اور امام مسلم ہیں،
 اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے صرف اس قسم کی صحیح حدیثوں کے نقل کر لئے ہیں اگر کتنا
 نہیں کیا، بلکہ انھوں نے صحیح اور حسن وغیرہ کو بھی اپنی کتابوں میں جمع کر دیا ہے، جیسا کہ امام
 ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے کیا ہے۔

دوسرے مسانید پر تصنیف کرنا، اور یہ طریقہ وہ ہے جس میں ہر صحابی کے نام کے تحت
 اس سے تمام مروی حدیثوں کو بیان کیا جاتا ہے، خواہ وہ حدیثیں اس کی نظر میں صحیح ہوں یا غیر
 صحیح اور ان کو ایک علیحدہ جگہ ذکر کرنا، خواہ ان کی انواع مختلف ہوں۔ اس طریقہ پر عامل وہ
 علماء ہیں جنہوں نے صحابہ کے ناموں کو حروف تہجی پر ترتیب دیکر کتابیں لکھی ہیں۔ چنانچہ امام طبرانی
 نے "المعجم الکبیر" اور ضیاء معتدی نے "کتاب المختارہ" میں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے
 اور یہ نہایت آسان طریقہ ہے۔ ان ہی مصنفین میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اس کو قبائل پر
 مرتب کیا ہے۔ انھوں نے بنی ہاشم کو مقدم کیا پھر ان کو ذکر کیا جو نسب کے اعتبار سے حضور
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب تھے۔ ان ہی میں سے بعض نے ترتیب کے اندر اسلام میں
 سبقت کا اعتبار کیا ہے اس وجہ سے انھوں نے سب سے پہلے عشرۂ مبشرہ کی حدیثوں کو بیان
 کیا پھر بدیلوں کو لیا، پھر اہل حدیبیہ کو، پھر انھیں جو صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے زمانے میں
 اسلام لائے اور ہجرت اختیار کی، پھر وہ جو فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے، پھر مغیرہ بن شعبہؓ

جیسے سائب بن یزید رحمہ اور ابو الطفیل رحمہ ہیں اور خود توں پر کتاب کو ختم کر دیا۔
 ابن حبانؒ نے اپنی صحیح میں ایک تیسرا طریقہ اختیار کیا ہے، انہوں نے اس کو پانچ قسموں
 پر مرتب کیا ہے، اوامر و نواہی اور وہ اخبار جن کی معرفت کی احتیاج ہوتی ہے، جیسے بد الوعی،
 اسراء اور وہ باتیں جن کی وجہ سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت حاصل ہو،
 مباهات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اعمال جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں، ان اقسام خمسہ میں
 سے ہر نوع کی مختلف نوعیں ہیں، ابن حبانؒ نے اپنی صحیح کی ترتیب میں ہر الا طریقہ اختیار کیا، وہ
 نہ ابواب پر مرتب ہے اور نہ اُس کی ترتیب مسانید پر ہے اسی لئے اس نے اس کو التقاسیم والا نواع
 کے نام سے موسوم کیا ہے اور اس کا سبب یہ تھا کہ علم کلام، نجوم اور فلسفہ کا ماہر تھا۔ اس وجہ
 سے علماء نے اس پر اعتراض کیا اور اُسے زندیق تک کہہ دیا، قریب تھا کہ وہ اُس کے قتل کا بھی
 حکم دیدیتے پھر بھی اس کو سجستان سے سمرقند کی طرف جلاوطن کر دیا تھا۔ صحیح ابن حبان کے عثمان
 اور غوامض کو بیان کرنا نہایت مشکل کام ہے۔ بعض متأخرین نے اس کو ابواب پر مرتب کر دیا
 ہے۔ ابو الفضل عراقی نے اس کا اطراف نکھا اور حافظ ابو الحسن مثنوی نے صحیحین پر اس کے زوائد
 کو ایک جلد میں جمع کر دیا ہے۔

حدیثوں کی جمع و ترتیب میں محدثین کے اور بھی کئی طریقے ہیں اُن میں سے ایک حدیثوں کو
 حروف تہجی کی ترتیب پر بیان کرنا ہے، مثلاً اِتْمَاْ اَلْاَعْمَالِ بِالْتَّيَاتِ کو حرف الف میں ذکر کرنا و علی
 بِذَالْقِیَاسِ، اس طریقہ کو ابو منصور دلمی نے مسند الفردوس میں اختیار کیا ہے اور ابن طاہر نے
 ابن عدی کی کتاب "الکامل" میں اسی طریقہ کو اپنایا ہے۔

دوسرا طریقہ حدیثوں کو اطراف پر مرتب کرنا ہے جس کا قاعدہ یہ ہے کہ پہلے ہر حدیث
 کا ایک سرا اور ابتدائی حصہ بیان کیا جاتا ہے، پھر اس کی سندوں کو بیان کیا جاتا ہے خواہ اس
 میں خاص کتابوں کا حوالہ دیا جائے یا نہ دیا جائے، یہی وہ طریقہ ہے جسے ابو العباس احمد
 ابن ثابت عراقی نے کتب خمسہ کے اطراف میں اختیار کیا اور حافظ عزیزی نے صحاح ستہ کے
 اطراف میں اپنایا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی رح نے کتب عشرہ کے اطراف میں بھی اسی طریقہ
 کو برتنا ہے۔

تصانیف حدیث میں سب سے اعلیٰ تصنیف وہ ہے جس میں علل کے بیان کے ساتھ ہر
 حدیث کے جملہ طرق و اسانید اور راویوں کے اختلافات کو بیان کیا جاتا ہے کیونکہ علل کی

معرفت انوار حدیث میں سب سے اہم چیز ہے اس سے متصل کے مرسل اور مرفوع کے موقوف ہونے کا اور اسی قسم کے اہم امور کا پتہ چلتا ہے۔ جن محدثین نے علل پر کتابیں لکھی ہیں ان میں سے بعض تو وہ ہیں جنہوں نے اس کو ابواب پر مرتب کیا ہے جیسے ابن ابی حاتم کی کتاب ہے اس سے فائدہ اٹھانا آسان کام نہیں ہے۔

ان ہی میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی کتابوں کو مسانید پر مرتب کیا ہے جیسے حافظ کبیر، فقیہ مالکی، یعقوب بن شیبہ، بصری، نضر بن عبد اللہ جنہوں نے امام احمد بن حنبل، ابن المدینی، یحییٰ بن معین سے کسب کمال کیا اور ۲۶۲ھ میں وفات پائی، انہوں نے ایک ایسی مسند لکھی ہے جس میں علل کو بیان کیا گیا ہے مگر وہ اس کو مکمل نہیں کر سکے اگر وہ مکمل ہو جاتی تو دو سو جلدوں میں کامل ہوتی۔ ان میں سے جو پایہ تکمیل کو پہنچی ہیں وہ مسند عشرہ مبشرہ، مسند ابن عباس، مسند ابن مسعود، مسند عقبہ بن غزوہ، بعض الموالیٰ اور مسند عمار ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مسند علی پانچ جلدوں میں ہے۔ مشہور یہ ہے کہ ان کے گھر میں چالیس لحاف تھے جو اس لئے بنائے گئے تھے کہ نقل نویس ان کے یہاں شب کو آکر اس مسند کو صاف کریں اور وہ انہیں اوڑھ سکیں، انہوں نے اس کی تخریج پر دس ہزار دینار خرچ کئے تھے۔ بعض مشائخ کا قول ہے کہ انہوں نے مسند مکمل نہیں کی۔

یہ بھی محدثین کی عادت ہے کہ وہ بعض ابواب، شیوخ، تراجم اور طرق پر مستقل کتابیں لکھتے ہیں۔ ابواب میں سے ہر باب پر ائمہ فن نے جداگانہ کتابیں لکھی ہیں۔ چنانچہ رفع الیدین پر امام بخاریؒ کی مستقل تالیف ہے۔ اسی طرح باب القرآن خلف الامام پر بھی ہے۔ باب القضاء بالبین مع الشاہد پر امام دارقطنی کی کتاب ہے اسی طرح قنوت کے موضوع پر ابن مندہ کی مستقل تصنیف ہے، بسملہ کے موضوع پر ابن عبد البر وغیرہ کی کتاب ہے شیوخ بعض علمائے بعض خاص خاص شیوخ میں سے ہر ایک کی حدیثوں پر جداگانہ کتاب لکھی ہے چنانچہ محدث اسماعیلی نے صرف امام اعظم کی حدیثوں پر کتاب لکھی ہے امام نسائی نے فضیل بن عیاض کی حدیثوں کو کتابی صورت میں جمع کیا ہے۔

تراجم، محدثین نے ایک ترجمہ قائم کر کے اس کے ضمن میں ان سے مروی حدیثوں کو ایک جداگانہ کتاب میں جمع کیا ہے، جیسے مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ سیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔ ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔

طریق، محدثین نے بعض حدیثوں کے طرق اور سندوں کو ایک علیحدہ کتاب میں جمع کیا ہے، جیسے حدیث قبض العلم الجلیطوسی نے اس حدیث کے طرق اور اسانید پر ایک کتاب لکھی ہے اور حدیث من کذب علی مئمرہ کے طرق کو امام طبرانی نے جمع کیا ہے۔ اور حدیث طلب العلم فریفة کے طرق پر بعض محدثین نے جداگانہ کتابیں لکھی ہیں۔

(۲۰۲)

یحییٰ نام ابو زکریا کنیت اور محی الدین لقب ہے، سلسلہ نسب یہ ہے : یحییٰ بن شرف بن حسن بن حسین بن حمدة بن حزام بن مری الحواری الشافعی۔
محرم ۲۱۲ھ میں حوران کے ایک چھوٹے شہر نوسی میں پیدا ہوئے۔ ۲۲۹ھ میں دمشق میں آئے اور وہاں بیہوش ہوئے یہیں پڑھنا شروع کیا اور مدرسہ کی روٹیوں پر گذر بسر کرنے لگے ساڑھے چار مہینے میں التنبیہ کو جو فقہ شافعیہ کا مختصر ہے یاد کر لیا، چھ مہینے میں کتاب المہذب کا ایک چوتھائی حصہ شیخ کمال الدین اسحاق بن احمد سے زبانی پڑھا پھر اپنے والد ماجد کے ساتھ حرم چلے گئے حج کیا اور ڈیڑھ مہینے مدینہ میں قیام کے بعد واپس آگئے اور حصول تعلیم میں مشغول ہو گئے۔ شیخ ابوالحسن بن العطار کا بیان ہے۔ موصوف ہر روز بارہ فنون کا سبق پڑھتے تھے، اسباق اس طرح پڑھتے تھے کہ کوئی اشغال باقی نہیں رہتا تھا۔
شیخ نووی اپنی تعلیم کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

کنت اظن جمیع ما يتعلق بہا من شرح شکل و	وہ تمام باتیں جن کا تعلق شکل مقامات کی
وضوح عبارة وضبط لغت و بارک اللہ فی	شرح عبارت کی وضاحت اور لغت سے
دقیق و خطری ان اشتغل فی اللب و اشتریت	محتاجے ان سے بڑا شغف تھا اور اللہ تعالیٰ
کتاب القانون فاعلم قلبی و بقیت ایامی	نے میرے وقت میں بڑی برکت عطا کی
افتدیر علی الاشتغال فافتت علی نفسی	تھی۔ ایک دفعہ میرے دل میں طب پڑھنے
و بعت القانون فانار قلبی۔	کا خیال گذرا اور میں نے قانون شیخ خرید
تذکرۃ الحفاظ : ص ۱۲۷۰	لیا، میرے قلب پر خلعت چھا گئی، چند
دن اسی حالت میں گزر گئے جب میں اس کے پڑھنے میں مصروف نہ ہو سکا تو نفس نے	
افاقہ محسوس کی۔ پھر قانون شیخ بیچ دیا تو میرا قلب منور ہو گیا۔	

اصول کی تحصیل قاضی نقیسی سے کی، فقہ کمال الدین اسحاق مغربی اور عبد الرحمن بن نوح

وغیرہ سے پڑھی، نحو کی تعلیم شیخ احمد مصری اور ابن مالک سے لی، شیخ رضی الدین، عبد العزیز الفصاری، زین الدین بن عبد الدائم، عماد الدین عبد الکریم حرستانی، جمال الدین ابن صیرنی، اور اس طبقہ کے دیگر نامور علماء سے صحاح شریف، مسند احمد، مؤلفاً، شرح السنہ، سنن ابی قحطی وغیرہ کا سماع کیا اور جب ان علوم میں کمال حاصل ہو گیا تو درس و تدریس عبادت و ریاضت اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔

حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں رقمطراز ہیں:

موصوف نے اپنے آپ کو پورے طور پر تصنیف	لازم الاستئصال والتصنیف ونشر العلم
وتالیف، درس و تدریس، علم کی نشر و اشاعت	والعبادة والادوارد والصيام والذكر و
عبادت، وظائف، روزے اور یاد الہی	الصبر علی العیش الخشن فی الماکل والملبس
میں مصروف کر رکھا تھا۔ عسرت کی زندگی	ملازمة کلیة لا مزید علیہا لم یسہل ثوب خام و
گزارنے، موٹا جھوٹا کھاتے پیتے اور پہنتے	عمامة شیخانیة صغیرة یتخرج بہ جماعة
تھے وہ بھی ایسا کہ جس سے زیادہ کا تصور	من العلماء۔

نہیں کیا جاسکتا، ان کی پوشاک کو رالٹھا اور چھوٹا سا شیخانہ عمامہ تھا۔ ان سے علماء کی بڑی جماعت نے تعلیم و تربیت پائی ہے۔

موصوف حیات مستعار کی قدر و قیمت سے اچھی طرح واقف تھے یہی وجہ ہے کہ ان کی زندگی کا کوئی لمحہ ضائع نہیں ہوتا تھا ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ شیخ ابن العطار اپنے شیخ سے ناقل ہیں:

موصوف شب و روز میں کوئی گھڑی ضائع	انہ کان لا یضیع لہ وقتاً لا فی لیل ولا نہار الا فی
نہیں کرتے تھے ہمہ وقت تامل کر رہتے	الاستئصال سے فی الطريق وانہ دام علی ہذا
میں بھی مصروف ہی رہتے تھے اور پورے	ست سنین ثم اخذ فی التصنیف والافادة
چھ برس اس طرح گزارے تھے کہ درس	والقصیة: وقول الحق قلت مع ما ہو علیہ
و تدریس، تصنیف و تالیف، خیر خواہی	من المجاہدة بنفہ العمل بدقائق الوریح و
اور حق گوئی میں لگے رہے تھے اور اس کے	المراقبة وتصفیة النفس من الشوائب و
ساتھ ساتھ ان باتوں پر بھی سختی سے عمل	محققا من اغراضہا کان حافظاً للحدیث و
تہاجن کو اپنے اوپر لازم کر رکھا تھا، وہ	فنونہ ورجالہ وصحیحہ وعلیلہ رأسا فی
مجاہدہ، نفس، تقویٰ کی آدلے سے آدلے	

مسند المذہب۔ بات پر عمل، مراقبہ، نفس کا تزکیہ

اور اغراض نفسانیہ کی پامالی وغیرہ تھا

نویسیؒ حدیث اور فنون حدیث کے حافظ، رجال، صحیح اور سقیم حدیث کے ماہر تھے

اور شافعی مذہب کے تو چوٹی کے عالم تھے۔

شیخ نویسیؒ ایسے اعلیٰ مراتب پر فائز تھے کہ اگر کسی کو ان میں سے کوئی ایک مرتبہ بھی حاصل ہو جاتا تو وہ مزج خلافت بن جاتا ہے۔

علامہ ذہبی کے شیخ ابن فرح فرماتے ہیں:

شیخ محی الدین نویسیؒ کو تین مرتبے اور مقامات

حاصل تھے اور ہر مرتبہ ایسا ہے کہ اگر وہ

کسی شخص کو حاصل ہو تو اس کی طرف

سفر کر کے پہنچنا چاہئے (۱) علم (۲) زہد

(۳) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔

نوبۃ الشیخ محی الدین تصدیر الی ثلاث

مراتب کل مرتبۃ لو كانت لشخص لشدة

الیہ الرحال العلم والزہد والامر بالمعروف

ونہی عن المنکر۔

شیخ قطب الدین یونینی کا بیان ہے:

موصوف، علم، ورع، عبادت، کم

کھانے اور سخت تر زندگی بسر کرنے اور

ملک ظاہر کو کئی مرتبہ دار العدل میں

کھڑا کرنے میں یکتائے زمانہ تھے۔ دمشق

میں دار الحدیث کے متولی اور صدر بھی

رہے تھے اس منصب پر ان کا تقرر حافظ

ابوشامہ کی وفات کے بعد ۶۶۵ھ میں ہوا تھا اور وفات تک اسی منصب پر فائز رہے

كان اوحس زمانہ فی العلم والورع

والعبادة والتفلسل وخشونة العیش

واقفت الملك الظاہر بدار العدل غیر مرۃ

..... دلی شیعہ دار الحدیث قلند،

ولہا ستمہ خمس وستین بعد ابی شامہ

الی ان مات۔

فخر ابن البخاری فرماتے ہیں:

نویسیؒ ماہر فن امام اور زبردست حافظ

حدیث تھے تمام علوم میں پختہ تھے بہت

سکانت میں تصنیف کی تھیں، بڑے متقی

اور پرہیزگار تھے، کھانے پینے کی تمام

كان اماما بارعا حافظا متقنا اتقن علوما

جمعة وصنف التصانیف الجمۃ وكان شديدا

الورع والزہد تاركا لجميع الرغائب من

المأكول الا ما يتيد به ابوه من كعك

دین و کان یلبس الثیاب الردۃ المرقۃ وترک الفواکہ جمیعہا ولم یتناول من الجہتا
مرغوبات کو چھوڑ رکھا تھا، وہی کھاتے
تھے جو روٹی اور انجیر باپ بھیجتے تھے،
گھٹیا پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے اور
درہم۔

پہلوں کو بالکل چھوڑ رکھا تھا، کوئی درہم ادھر ادھر کا نہیں لیتے تھے۔
مورخ ذہبی نے موصوف کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے :
”الامام الحافظ الادحد القدوة شیخ الاسلام علم الاولیاء محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف
النووی“

اور اکیسویں طبقہ کے آغاز میں لکھتے ہیں :
”النووی شیخ الاسلام محی الدین ہو سید اہل ہذہ الطبقة وانما ذکرته فی الطبقة العشر
لتقدم موته رحمة الله تعالى علیه“

حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں رقمطراز ہیں :

”الشیخ محی الدین النووی..... الشافعی
العلامة شیخ المذہب وکبیر الفقہاء فی زمانہ
..... وقد کان من الزہادة والعبادة
والورع والتحری والانجما عن الناس
علی جانب کبیر لا یقدر علیہ احد من الفقہاء
غیرہ، وکان یصوم الدہر ولا یحج بین
ادامین۔

شیخ محی الدین نووی..... شافعی
علامہ، شیخ المذہب اور اپنے زمانہ کے
بلند پایہ فقیہوں میں سے تھے، بڑے زاہد
وعابد، متقی اور پرہیزگار، محتاط اور
بڑے خلوت پسند اور لوگوں سے بہت ہی
دُور رہنے والے تھے، اتنے کہ اس پر ان
کے سوا کوئی فقیہہ قادر نہیں ہو سکا۔ صائم
الدہر تھے اور دوسالوں کو جمع نہیں کرتے تھے

ابو بکر بن ہبۃ اللہ کو رانی طبقات الشافعیہ صفحہ ۸۷ میں لکھتے ہیں :

مکت قربان السنین لا یضغ جنبہ علی الارض
..... وتفقر علی جماعۃ..... فجد فی طلب العلم
حتی فاق علی اقرانہ واہل زمانہ..... و
کان لا یأکل الا اکلۃ واحدة بعد العشاء
ولا یشرب الا شربة واحدة عند السحر و
موصوف نے دو برس اس طرح گزارے کہ
زمین پر کبھی پہلو نہیں ٹکایا۔ فقہاء کی ایک
جماعت سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور علم
کی تحصیل میں ایسی سعی و کوشش کی کہ اپنے
ہم عصروں اور ہمسرؤں سے فائق ہو گئے

لم يتزوج و حج مرتين و
 كان ذا وقار في البحث مع العلماء و
 كان صغير العمامة عظيم الشأن -
 ساند بحث میں وقار قائم رکھتے تھے۔ عمامہ چھوٹا سا باندھتے تھے، مگر شان بڑی رکھتے تھے۔

حافظ سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس (مادہ نومی) میں رقمطراز ہیں :
 ونوی مکتب بالاعت ومنہم من یکتبها
 بالاعت والنسبۃ الیہا نوادی و نوائی و
 نووی منہا فی المتاخرین شیخ الاسلام استاذ
 المتاخرین حمید اللہ علیہ الاحقین ابو زکریا
 یحییٰ بن شرف بن مرہ بن جمعة بن حسنا
 النووی الاصل الدمشقی الشافعی قدس
 اللہ روحہ واصل الینابرہ و فتوحہ
 ترجمہ الحافظ الذہبی فی تاریخہ والتاج السبکی
 فی طبقاتہ الکبریٰ والوسطی الی ان قال فی آخر
 کلامہ فکان قطب زمانہ وسید اوانہ و سر اللہ
 بین خلقہ والتطویل بذکر کراماتہ تطویل فی
 مشہور واسہاب فی معروف قتال
 و ما زال الوالد کثیر الادب معہ والمحبۃ لہ و
 الاعتقاد فیہ قلت ونسب الی والدہ قولہ
 بس ایک مرتبہ عشا کے بعد کھاتے اور ایک
 ہی مرتبہ سحری کے وقت پانی پیتے تھے شادی
 نہیں کی تھی۔ دو مرتبہ حج کیا تھا۔ علمائے
 سامعہ بحث میں وقار قائم رکھتے تھے، مگر شان بڑی رکھتے

اور نوئی... الف کے ساتھ لکھا جاتا ہے،
 اور بعض علماء بغیر الف کے لکھتے ہیں اس
 کی طرف نسبت نوادی، نوائی اور نووی
 ہے۔ یہیں کے متاخرین میں سے شیخ الاسلام
 استاذ المتاخرین اور آئے الاول پر اللہ
 کی رحمت ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مرہ
 بن جمعة بن حزام نووی شافعی قدس سرہ
 ہیں جو اصل میں نوئی کے تھے اور دمشق
 میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اللہ تعالیٰ
 ہمیں بھی اُن کی خیر و برکت سے نوازے،
 ان کا تذکرہ ذہبی نے تاریخ الاسلام
 میں اور تاج الدین سبکی نے طبقات الکبریٰ
 اور وسطیٰ میں کیا ہے اور آخر میں لکھا ہے
 کہ نووی قطب زمانہ سید دور ال اول
 اللہ کی مخلوق میں اس کا ایک بھید ستے
 ان کی کرامات کا تذکرہ کرنا مشہور و معروف
 باتوں کو طول دینا ہے اور کہا ہے کہ والد
 (سبکی کے باپ) بھی ان کا بڑا ادب کرتے
 ان سے بڑی محبت رکھتے اور ان کے جناب

میں بڑے خوش عقیدہ تھے۔ میں کہتا ہوں
اُن کے والد کی طرف یہ شعر منسوب ہیں۔

دار الحدیث میں ایک لطیف معنی ہیں۔
میں اس کے اطراف گھومتا اور ٹھکانا پکڑتا ہوں۔
شاید میں اپنے چہرے کی گرمی سے اس جگہ
کو چھو لوں جس کو نووی کے قدم لگے ہیں۔

اور ان کے حالات میں حافظ سخاوی رح اور
سیوطی نے مجلد کتاب لکھی ہے۔ نووی نے
شب چہار شنبہ ۲۴ رجب ۸۱۶ھ میں اپنے
گاؤں (نووی) میں وفات پائی وہیں دفن
ہوئے۔ تاج الدین سبکی کا بیان ہے کہ میں

وفی دار الحدیث لطیف معنی
اطوف فی جوانبہ وادی
لعلى ان امس بحسره وجی
مکانا مسه ودم النووی

وقد الف کل من الحافظین السخاوی ولسیوطی
فی ترجمتہ مجلد اتوفی لیلة الاربعاء ۲۴ رجب
۸۱۶ھ بقرینہ وہا دفن قال التاج السبکی
وقد سافرت الیہا ودرت بہا قبرہ الشریف
و تبرکت بہ۔

سفر کر کے وہاں گیا، ان کے مرقد مبارک کی زیارت کی اور برکت حاصل کی ہے۔
علامہ نووی جمیعت المقدس کی زیارت کر کے نووی میں اپنے والد ماجد کے پاس آنے اور
ہر گئے یہیں ۲۴ رجب ۸۱۶ھ میں انتقال ہو گیا۔ شیخ ابن العطار نے ان کے حالات میں ایک
مستقل کتاب لکھی ہے۔

موصوف کی تالیفات میں مندرجہ ذیل کتابیں مشہور ہیں :

- ۱۔ الاربعین
- ۲۔ الارشاد فی اصول الحدیث۔
- ۳۔ الاشارات الی بیان الاسماء المہیات فی متون الاسانید۔
- ۴۔ الاصول والضوابط فی المذہب۔
- ۵۔ الايضاح فی مناسک الحاج۔
- ۶۔ بستان العارفین۔
- ۷۔ التبیان فی آداب حملۃ القرآن۔
- ۸۔ التحریر فی شرح التنبیہ۔
- ۹۔ تحفۃ الطالب النبوی فی شرح التنبیہ۔
- ۱۰۔ تحفۃ الوالد و بغیۃ الرائد۔
- ۱۱۔ التحقیق والترجیع فی الاکرام بالقیام
لذوی الفضل والمزیۃ من اہل الاسلام۔
- ۱۲۔ التقرب والتیسیر لمعرفۃ سنن البشیر والنذیر۔
- ۱۳۔ تقریب الارشاد الی علم الاسناد۔
- ۱۴۔ تہذیب الاسماء واللغات۔

- ۱۵- حلیۃ الابرار وشعار الاخيار فی تلخیص الدعوات والاذکار۔
 ۱۶- خلاصۃ الاحکام فی مہمات السنن وقواعد الاسلام۔
 ۱۷- روح المسائل فی الفروع۔
 ۱۸- روضۃ الطالبین وعمدۃ المتقین فی الفروع۔
 ۱۹- ریاض الصالحین۔
 ۲۰- شرح الجامع الصغیر للبخاری الی آخر کتاب الایمان۔
 ۲۱- عیون المسائل المہمہ۔
 ۲۲- غیث النفع فی العتبرات السبع۔
 ۲۳- فضل القيام لابل العلم والحديث والزہاد والعباد والصلحاء والفقراء من اہل الاسلام۔
 ۲۴- المبہم علی حروف المعجم۔
 ۲۵- المجموع فی شرح المہذب للشیخ الازہری۔
 ۲۶- مرآۃ الزمان فی تاریخ الاعیان۔
 ۲۷- مناسک الحج ثلاثۃ الصغری والكبری والوسطی۔
 ۲۸- المنشورات وعیون المسائل المہمات۔
 ۲۹- المنہاج لشرح صحیح مسلم بن الحجاج۔
 ۳۰- منہاج الطالبین فی الفروع۔
 موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:
 (۱) تذکرۃ الحفاظ: ج ۴- ص ۲۵۰ تا ۲۵۴۔
 (۲) طبقات الشافعیۃ الکبری: ج ۵- ص ۱۶۷ تا ۱۶۸۔
 (۳) کتاب السلوک: ج ۱- ص ۶۴۸۔
 (۴) البدایہ والنہایہ: ج ۱۳- ص ۲۷۸ و ۲۷۹۔
 (۵) مرآۃ الجنان: ج ۲- ص ۱۸۲ تا ۱۸۳۔
 (۶) النجوم الزاہرہ: ج ۷- ص ۶۷۶۔
 (۷) طبقات الشافعیہ: ص ۸۷۔
 (۸) شذرات الذہب: ج ۵- ص ۳۵۴ تا ۳۵۶۔
 (۹) المدارس فی المدارس: ج ۱- ص ۲۴ و ۲۵۔
 (۱۰) مفتاح السعادۃ از ملا شمس کبری زادہ: ج ۱- ص ۳۹۸ و ج ۲- ص ۱۷۔
 (۱۱) اتحاف النبلاء المتقین بآثر الفقہاء المحدثین: از نواب صدیق حسن خاں، ص ۴۳۹ و ۴۴۰۔
 (۱۲) آداب اللغۃ العربیہ: ج ۳- ص ۲۴۳۔ (۱۳) ہدیۃ العارفین: ج ۲- ص ۵۲۴۔
 (۲۰۳)
 حسین نام ابو محمد کنیت، محی السنۃ رکن الدین لقب الفراء ابن الفراء عرف ہے سلسلۃ نسب یہ ہے:

حسین بن مسعود بن محمد بن الغزالی البغوی الشافعی۔

۳۳۷ھ میں بغا کے اندر جو ہرات اور مرو کے درمیان خراسان کا ایک گاؤں ہے پیدا ہوئے،
ارباب کمال سے علوم دینیہ کی تحصیل کی۔ حدیث وفقہ اور تفسیر میں کمال حاصل کیا، پھر درس و
تدریس اور تصنیف و تالیف کا شغل اختیار کیا۔ حفاظ حدیث میں ان کا شمار ہے۔ حافظ ذہبیؒ
تذکرۃ الحفاظ : ج ۴ - ص ۱۳۵۸ میں موصوف کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کرتے کے بعد

الامام الحافظ الفقیہ المجتہد محی السنہ لکھتے ہیں :

بورک له فی تصانیفہ لقصد الصالح فانه کان
من العلماء الربانین کان ذا تعبد و
وقاعة بالیسیر، وکان یا کل کسرة و حد یا
فخذ لوه فصار یا کلها بزیت و کان ابوہم
الغزالی و یبغیہا و لعل محی السنہ بلغ ثمانین
سنہ و یلقبونه ایضاً رکن الدین و آخر
من روی عنہ بالاجازۃ ابوالمکارم فضل اللہ
بن محمد التوقانی شیخ محی الی حدود السنۃ
و اجازۃ شیخنا الفخر علی المقدسی۔

لقب سے بھی یاد کرتے تھے۔ ان کا آخری شاگرد جس کو ان سے روایت کی اجازت تھی
وہ ابوالمکارم فضل اللہ بن محمد توقانی تھا۔ جو چھٹی صدی ہجری تک طالقان میں قیام
حیات تھا۔ اس سے ہمارے شیخ فخر الدین علی معتدی کو اجازت حاصل تھی۔

عبدالوہاب السبکی طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں رقمطراز ہیں :

کان اماماً جلیلاً و رعا زاہداً فقیہاً محدثاً
مفسراً جامعاً بین العلم والعمل ساکناً
السلف له فی الفقہ الید الباسطۃ تغفر
علی القاضی الحسین و ہو اخص تلامذتہ و
کان رجلاً عتقنا کان لا یطیق الدرس الا علی
طہارة سمع الحدیث من جماعات

بغوی جلیل القدر امام، متقی، زاہد، فقیہ
محدث، مفسر اور علم و عمل کے جامع ابو
سلف کے طریقے کے متبع تھے، فقہ میں
بڑی دستگاہ حاصل تھی۔ قاضی حسین
سے فقہ پڑھی تھی اور ان کے خاص الخا
شاگرد تھے عسرت سے زندگی گزارتے

..... ولم یخل بحداده و لود علیہ لاسعت
ترجمة و قدره عال فی الدین و فی التفسیر و
الحديث و فی الفقه تسع الدائرة نقلاً و تحقیقاً
و کان الشیخ الامام یحییٰ مقداره جدا و
یصفہ بالتحقیق مع کثرة النقل و قال فی باب
الزمین من تلمذ شرح المہذب العلم ان صاحب
المہذب (البغوی) قل ان رأینا یختار
شیئاً الا و اذا بحث عند جد اقوی من غیرہ
و ہذا مع اختصار کلامہ و ہویدل علیہ بل کبیر
و ہی حری بذلک فازجامع لعلوم القرآن و
السنة و الفقه رحمہ اللہ و رحمناہ اذا امرنا الی
ما صار الیہ انتہی قال شیخنا الذہبی و لم
یحجج قال و الله جاوز الثمانین (قلت) ہا
الامان من تلمذ القاضی صاحب التتمہ لم
یتجاوز الثمانین و خمسين سنة و صاحب التہذیب
الہذا اشرف علی التسعين۔

(ص ۲۱۴ و ۲۱۵)

تھے اور با وضو درس دیتے تھے۔ حدیث،
حدیثین کی بہت سی جماعتوں سے سنی تھی
بند اور نہیں پہنچے اگر بند امیں آگئے ہوتے
تو ان کا نہایت مبسوط تذکرہ لکھا جاتا
دین میں اور تفسیر و حدیث میں ان کا
اوپر مقام ہے اور فقہ میں معلومات کا
دائرہ نقل و تحقیق میں بڑا وسیع ہے اور
شیخ امام بھی ان کی بڑی قدر کرتے تھے اور
کثرت نقول کے باوجود ان کی تحقیق کی تعریف
کرتے تھے۔ تلمذ شرح المہذب کے اندر باب
الزمین میں لکھا ہے کہ جان لو ہم نے صاحب
المہذب بغوی کو کتر ہی ایسا دیکھا ہے کہ
انہوں نے کسی قول کو اختیار کیا ہو مگر جب
اس سے بحث کی گئی تو اس کو اور اقوال کے
مقابلہ میں زیادہ قوی پایا اور یہ ان کا مختصر
کلام ان کی عبارت فن پر دلالت کرتا ہے
اور وہ اس کے زیادہ لائق ہیں کیونکہ وہ علوم

قرآن و سنت و فقہ کے جامع تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر بھی اور ہم پر بھی رحم فرمائے جب کہ ہم
اس کی طرف جائیں جس کی طرف وہ گئے ہیں، انتہی۔ ذہبی کا قول ہے کہ انہوں نے حج نہیں
کیا اور میرا خیال ہے کہ وہ آٹھ سے گزر چکے تھے۔ میں کہتا ہوں (سبکی) وہ دونوں امام
قاضی صاحب التتمہ کے شاگرد تھے، وہ باؤن سے متجاوز نہیں ہوئے اور صاحب التہذیب
کے متعلق میرا خیال ہے کہ وہ نوے تک پہنچے تھے۔

شوال ۵۱۶ھ میں مروالروزیں وفات پائی اور اپنے شیخ قاضی حسین کے پاس
طالعان میں دفن ہوئے۔

موصوف کی تصانیف کے نام درج ذیل ہیں :

- (۱) ارشاد الانوار فی شائل النبی المختار۔
 (۲) ترجمۃ الاحکام فی الفروع۔
 (۳) التہذیب فی الفروع۔
 (۴) الجمع بین المصحیحین البخاری و مسلم۔
 (۵) شرح السنۃ۔
 (۶) الکفایہ فی الفقہ۔
 (۷) الکفایہ فی القرآۃ۔
 (۸) مصابیح السنۃ۔
 (۹) معالم التنزیل۔
 (۱۰) معجم الشیوخ۔
- بنوئی کے حالات کے لئے دیکھو :

- ۱۔ وفيات الاعیان از ابن خلکان : ج ۱۔ ص ۴۰۲۔ ۲۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ : ج ۲۔ ص ۲۱۴ تا ۲۱۷۔ ۳۔ تذکرۃ الحفاظ : ج ۲۔ ص ۵۲ و ۵۳۔ ۴۔ البدایہ والنہایہ : ج ۱۲۔ ص ۱۹۳۔ ۵۔ المختصر فی اخبار البشر از ابوالفداء : ج ۲۔ ص ۲۱۳۔ ۶۔ طبقات الشافعیہ از ابوبکر بن ہبۃ اللہ : ص ۴۷۔ ۷۔ مرآۃ الجنان : ج ۳۔ ص ۲۱۳۔ ۸۔ النجوم الزاہرہ : ج ۵۔ ص ۲۲۳ و ۲۲۴۔ ۹۔ شذرات الذہب : ج ۲۔ ص ۴۸ و ۴۹۔ ۱۰۔ مفتاح السعادۃ : ج ۱۔ ص ۴۳۵۔ جلد ۲ صفحہ ۱۸۔ ۱۱۔ روضات الجنات : ص ۲۴۶ تا ۲۴۸۔ ۱۲۔ تحائف النبلاء : ص ۲۴۴۔ ۱۳۔ ہدیۃ العارفین : ج ۱۔ ک ۳۱۲۔

(۲۰۴)

حمد نام ابوسلیمان کنیت ہے ، سلسلہ نسب یہ ہے :

حمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب البستی الخطابی الشافعی۔

۳۱۹ھ میں بستی میں جو بلاد کابل میں سے ہے پیدا ہوئے اور علوم دینیہ کی تحصیل میں بلاد

اسلامیہ حجاز ، بغداد ، بصرہ اور نیشاپور وغیرہ کا سفر کیا۔ ائمہ فن سے علوم و فنون کی تکمیل کی ،

پھر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا شغل اختیار کیا۔ ذہبی تذکرۃ الحفاظ ج ۳۔ ص ۱۰۸ میں لکھتے ہیں :

كان ثقة متثبتاً من اوجیۃ العلم قد ائند
 اللغۃ عن ابی عمر الزاہد ببغداد و الفقہ
 عن ابی علی بن ابی ہریرۃ و القفال و لہ
 شعر جید۔
 خطابی محقق ، ثقہ اور علم کے خزانہ تھے
 لغت کی تعلیم بغداد میں ابو عمر زاہد سے پائی
 تھی اور فقہ ابو علی بن ہریرہ اور قفال سے
 پڑھی تھی اور ان کے شعر بھی اچھے ہیں۔

عبد الکریم السمعانی کتاب الانساب (نسبت بستی) میں رقمطراز ہیں :

ادریک ابوسعید بن الاعرابی بمسکت و ابابکر
ابن داسۃ بالبصرة روى عنه عبد الغافر
ابن محمد الفارسی و ابو عمر و محمد بن عبد الله
الزرجانی۔
مگر معظم میں ابوسعید بن الاعرابی سے اور
بصرہ میں ابوبکر بن داسۃ سے استفادہ
کیا، ان سے عبد الغافر بن محمد فارسی اور
ابو عمر و محمد بن عبد الله زرجانی روایت
کرتے ہیں۔

یا قوت معجم الادب میں ابو المظفر سمعانی سے ناقل ہیں، وہ فرماتے ہیں :
کان حجة صدوقا رسل الى العراق والحجاز
و جال فی خراسان و خرج الى ما وراء النهر
خطابی صدوق اور حجت تھے، عراق و حجاز
تک سفر کیا تھا، خراسان میں گھومے پھرے
تھے اور ماوراء النہر کی طرف بھی گئے تھے۔

ابو منصور ثعلبی المتوفی ۴۲۹ھ یتیمۃ الدر : ج ۴ - ص ۳۳۵ میں لکھتے ہیں :
کان یشتبہ فی عصرنا بابی عبید القاسم
ابن سلام فی عصره علما و ادبا و زهدا و ورعا
و تدریسا و تألیفا الا انه کان یقول شعر
حسنا و کان ابو عبید مفتحا کتابة غریب
المحدث ہوئی غایۃ الحسن و البلاغة۔
خطابی کو ہمارے زمانے میں علم، ادب،
زہد و ورع، درس و تدریس اور تصنیف
و تالیف میں ابو عبید بن القاسم بن
سلام سے تشبیہ دی جاتی تھی مگر اتنا
فرق تھا کہ شعر بھی اچھے کہتے تھے اور ابو عبید
شعر کہنے پر قادر نہیں تھا۔ ان کی کتاب

غریب المحدث بہت ہی عمدہ ہے اور بلاغت کے اعتبار سے بھی خوب ہے۔

حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ : ج ۱۱ - ص ۳۲۴ میں رقمطراز ہیں :

ابو سلیمان حمد البستی احمد المشاہیر الاعیان والفقہاء المجتہدین المکثرین زیج الاول

۳۸۸ھ میں بستی میں انتقال ہوا۔

ان کی تالیفات میں سے حسب ذیل کتابیں مشہور ہیں :

(۱) معالم السنن - جو سنن ابی داؤد کی شرح ہے، حلب سے شائع ہو چکی ہے اس کے متعلق محمد

بن حسن صغانی لاہوری المتوفی ۶۱۵ھ فرماتے تھے : ان الخطابی جمع لهذا الكتاب جوامع

معجم الادب : ج ۳ - ص ۱۲۸ طبع مصر ۱۹۲۷ء ترجمہ خطابی نے اس کتاب میں سب ہی کچھ لے لیا ہے۔

(۳) اعلام السنن۔

(۲) اصلاح غلط المحدثین

- (۴) شرح اسماء اللہ الحسنى۔
 (۵) عجالة العالم من كتاب العالم۔
 (۶) غریب الحدیث۔
 (۷) كتاب الجہاد۔
 (۸) كتاب العزلة۔
 (۹) كتاب النجاح۔
 (۱۰) كتاب الغيبة عن الكلام والہ۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

- (۱) یقیمۃ الدہر: ج ۲- من ۳۳۵۔ (۲) کتاب الانساب (نسبت بستی)۔ (۳) فہرست
 ابن خیر طبع سرقسطہ من ۲۰۱۔ (۴) المنتظم: ج ۶- من ۳۹۷۔ (۵) وفیات الاعیان: ج ۱-
 من ۲۰۸ و ۲۰۹۔ (۶) مجمع الادب: ج ۴- من ۲۲۶ تا ۲۶۰۔ (۷) انباء الرواة، للقطعی: ج ۱-
 من ۱۲۵۔ (۸) البدایہ والنہایہ: ج ۱۱- من ۲۳۶۔ (۹) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ: ج ۲-
 من ۲۱۸ تا ۲۲۲۔ (۱۰) تذکرۃ الحفاظ: ج ۳- من ۲۰۹ تا ۲۱۱۔ (۱۱) بغیۃ الوعاة: ج ۱- من ۲۳۹۔
 (۱۲) شذرات الذہب: ج ۳- من ۱۲۷ و ۱۲۸۔ (۱۳) مفتاح السعادة: ج ۱- من ۴۰۳۔
 (۱۴) روضات الجنات: ج ۲۶۲۔ (۱۵) ہدیۃ العارفین: ج ۱- من ۶۸۔

(۲۰۵)

امام احمد الطحاوی المتوفی ۳۲۱ھ کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

- (۱) الحاوی فی سیرۃ الامام ابی جعفر الطحاوی از محمد زابد کوثری، مطبعۃ الانوار قاہرہ ۱۳۶۸ھ۔
 (۲) مقدمہ امامی الاخبار فی شرح معانی الآثار از مولانا محمد یوسف دہلوی، طبع دہلی ۱۳۷۹ھ۔
 (۳) کتاب الفہرست۔ من ۲۰۷۔ (۴) طبقات الفقہاء للشیخ ازی۔ من ۱۲۰۔
 (۵) الجواهر المضمیۃ فی طبقات الخفییۃ۔ ج ۱- من ۱۰۲ تا ۱۰۵۔
 (۶) وفیات الاعیان۔ ج ۱- من ۲۳۔ (۷) تذکرۃ الحفاظ۔ ج ۳- من ۲۸ و ۲۹۔
 (۸) البدایہ والنہایہ۔ ج ۱۱- من ۱۷۴۔ (۹) النجوم الزاہرہ۔ ج ۳- من ۲۴۔
 (۱۰) المختصر فی اخبار البشر۔ ج ۲- من ۸۴۔ (۱۱) حسن المحاضرہ للسیوطی۔ ج ۱- من ۱۹۸۔
 (۱۲) شذرات الذہب۔ ج ۲- من ۲۸۸۔ (۱۳) تاج التراجم لقاسم بن قطلوبغا الخنفی
 (۱۴) الفوائد البیہ۔ من ۳۱ تا ۳۴۔
 ص ۶۔

(۲۰۶)

یوسف نام ابو عمر کنیت اور ابن عبد البر عرف ہے، سلسلۂ نسب یہ ہے:

یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمری القرطبی۔

موصوف $\frac{239}{948}$ میں پیدا ہوئے، علوم اسلامیہ کی تحصیل اندلس سے کی اور ہر فن میں بصیرت و مہارت پیدا کی۔ پھر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا شغل اختیار کیا ایک زمانہ تک عہدہ قضا پر بھی فائز رہے مگر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ برابر جاری رہا ان کے علم سے عالم کو فائدہ پہنچا ہے۔ ابو علی حسین غسانی کا بیان ہے،

ان ابن عبد البر شیخنا من اہل قرطبہ بہا طلب الفعۃ و تفقہ و لزیم اباعمر احمد بن عبد الملك ابن ہاشم الفقیہ الاشبیلی و کتب بن یدیعہ و لزیم ابوالولید بن الفرضی الحافظ و عندہ اخذ کثیرا من علم الادب و الحدیث و اب فی طلب العلم و افتی بہ و برع براعۃ فاق فیہا من تقدمہ من رجال الاندلس و الف فی الموطا کتباً مفیدۃ، منہا کتاب التہدید فی الموطا من المعانی و الاسانید و ترتبہ علی اسماء شیوخ مالک علی حروف المعجم و ہو کتاب لم یقصد احد الی مثله و ہو سبعون جزاً

ابن قرطبہ میں سے ہمارے شیخ ابن عبد البر نے قرطبہ میں فقہ کی تحصیل کی اور اس میں بصیرت پیدا کی اور فقیہ اشبیلی ابو عمر احمد بن عبد الملك بن ہاشم کی صحبت اختیار کی، اور ان کے سامنے بیٹھ کر لکھا۔ حافظ ابوالولید ابن فرضی کی صحبت میں رہے ان سے ادب اور حدیث کی بہت کچھ تحصیل کی اور علم کی طلب میں لگے رہے، پختہ استعداد کر لی اور ایسی مہارت ہم پہنچائی کہ علوم میں قدمائے اندلس سے آگے نکل گئے، موطا کے مباحث میں کئی مفید کتابیں تالیف کیں، ان میں سے کتاب التہدید فی الموطا فی المعانی و الاسانید ہے جس کو

موصوف نے امام مالک کے شیوخ پر حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا ہے یہ ایسی کتاب ہے کہ اس سے پہلے کسی نے ایسی کتاب نہیں لکھی ہے، یہ ستر جزو میں ہے۔

فقہ ابو الولید بابی فرماتے ہیں:

لم یکن بالاندلس مثل ابی عمر فی الحدیث اندلس کے اندر حدیث میں ابو عمر کے مثل نہیں تھا۔

علامہ ابن حزم اندلسی سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں:

التہدید لصاحبنا ابی عمر لا علم فی الکلام علی فقہ حدیث پر کلام میں ہمارے استاد

فقہ الحدیث مثلاً اصلاً فکیف احسن منذ و کتابہ ابو عمر کی کتاب التہبید کے مثل میرے علم میں
الاستدکار وہو اختصار التہبید ولہ ہرگز کوئی کتاب تک نہیں ہے، اس سے بہتر تو
توالیف لامثل لہا فی جمیع معانیہا۔ کیا ہو سکتی ہے اور کتاب الاستدکار وہ
تہبید کا خلاصہ ہے اور ان کی دیگر تالیفات کی بھی معافی اور حقائق کی جامعیت کے
اعتبار سے نظیر نہیں ہے۔

حافظ ابو عبد اللہ حمیدی کا بیان ہے :

ابو عمر فقیہ حافظ کثر عالم بالقرآن و بالحدیث ابو عمر فقیہ، حافظ، بکثرت روایتیں بیان
و بعلم الحدیث و الرجال قدیم السماع کرنے والے، قرأت، خلافت، علوم
یمیل فی الفقہ الی اقوال الشافعی رحمہ حدیث اور علم رجال کے عالم اور قدیم
اللہ۔ التسماع تھے۔ فقہ میں امام شافعی کے اقوال

کی طرف میلان رکھتے تھے۔

ابو سعد عبد الکریم التمعانی، کتاب الانساب (نسبت قرطبی) میں رقمطراز ہیں :

ابو عمر و یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر
الہرمی الاندلسی العتربی الحافظ کان امام نمری اندلسی قرطبی، امام و فاضل اور جلیل نقاد
فاضلاً جلیل العتد در مصنف التعمین تھے۔ بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔

شمس الدین احمد بن خلکان المتوفی ۶۸۱ھ و فیان الاعیان، ج ۶۔ ص ۶۹ میں لکھتے ہیں

کان موثقاً فی التالیف، معاً علیہ تصنیف و تالیف میں توفیق الہی موصوفہ
نفع اللہ بہ و کان مع تقدمہ فی علم کے شامل حال تھی اور اس میں انھیں
الآثر و بصیرہ بالفقہ و معانی الحدیث تائید ایزدی حاصل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے
بسطة کثیرہ فی علم النسب و فارق قرطبہ ان کی نقابینہ سے فائدہ پہنچایا۔ علم
جال فی غرب الاندلس مدۃ ثم تحول الی حدیث میں برتری اور فقہ اور معنی حدیث
شرق الاندلس و سکن و انبیت من بلاد ہا و میں بعیرت کے باوجود ان کو علم الانساب
بلنسب و شاطبیۃ فی اوقات مختلفہ و تولی میں بڑی دستگاہ حاصل تھی انھوں
قضا، الاشجوزہ و شنترین فی ایام ملکها نے قرطبہ کو چھوڑ دیا تھا اور ایک زمانہ
المنظر بن الافطس۔ تک غرب اندلس میں گھومے، پھر شرقی

اندلس میں آگئے اور مختلف اوقات میں
دانیہ بلنسیہ اور شاطبیہ میں رہے اور سلطان مظفر بن افسس کے دور حکومت میں
اشبونا اور شنترین میں مجدد قضا پر بھی فائز رہے۔

مورخ شمس الدین ذہبی تذکرۃ الحفاظ، صفحہ ۱۳۰ میں تحریر فرماتے ہیں:
کان دینا مینا ثقتہ حجة صاحب سنة ابن عبد البر متدين، محتاط، ثقة، بحت
واتباع وكان اولاً ظاهراً اثریاً ثم صار سنت کے متبع اور والادشید اتھے ابتدا
مالکياً مع میل کثیر الی فقتہ الشافعی میں ظاہری اثری تھے پھر مالکی بن گئے،
ساتھ ہی ساتھ فقہ شافعی کی طرف بھی میلان ہوتا۔

مورخ موصوف العبر فی جزین، ج ۳۔ ص ۲۵۵ میں رقمطراز ہیں:
لیس لابل المغرب احفظ منه مع الثقة ثقاہت، دینداری، پاکیزگی، فقتہ
والدين والزمانة والتبر في الفقة عربیت اور تاریخ میں تبحر کے باوجود اہل
والعربیة وال اخبار مغرب میں حدیث کا ان سے بڑھ کر کوئی
حافظ نہ تھا۔

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی المتوفی ۱۰۹۹ھ شرح المواہب اللدنیہ ج ۱۔ ص ۲۷ میں
لکھتے ہیں:

شیخ الاسلام ابو عمر الحافظ شیخ الاسلام ابو عمر الحافظ
..... الفقیہ المکثر العالم
بالقرآت والحديث والرجال بالقرآت والحديث والرجال
والخلاص الدين الصين صاحب السنة والاتباع والتصانيف الكثيرة ساد اهل
الزمان في الحفظ والافتان وانتهى اليه الزمان في الحفظ والافتان وانتهى اليه
مع امامته علو الاسناد۔
شیخ الاسلام ابو عمر الحافظ
فقیہ، کثرت سے حدیثیں بیان کرنے
والے، قرآت، حدیث، رجال
اور خلاصیات کے عالم ممتاز، متدین
سنت کے والادشید اور بہت ہی
کتابوں کے مصنف تھے۔ اہل زمانہ سے
حفظ و افتان میں فائق تھے، علو
اسناد کی امامت ان پر ختم تھی۔

و اتباع سنت کہ اور نصیب بود کم کے
 را از علماء روزی شدہ۔
 (اتحاف النبلاء المتقین، ص ۴۳۳)
 کے پاس نہیں ہیں۔ اور راست گفتاری،
 دیانتداری، حسن اعتقاد اور اتباع سنت
 سے بھی انھیں حصہ وافر ملا تھا کہ علماء میں
 کم کسی کو ملا ہوگا۔

حافظ سید عبدالحی کتانی فرس الفہارس والاثبات، ج ۲۔ صفحہ ۲۱۸ میں لکھتے ہیں
 ہو الامام حافظ الاندلس فخر المالکیہ شیخ
 الاسلام ابو عمر المالکی صاحب
 التالیف العبدیۃ النظیری الاسلام، ولد
 سنہ ۳۶۸ و مات ۴۶۳ ف عاش مائۃ سنۃ
 قال فیہ الحافظ الذہبی فی کتابہ سیر النبلاء
 علا سندہ و جمع و صنعت و وثق و ضعف
 و سارت بتعانیفہ الرکبان و خضع لعلہ
 علماء الزمان و کان اولاً ظاہریاً فیمابقی
 ثم تحول مالکیاً مع میل یتن الی فقہ الشافعی
 فی مسائل و لا یسکر لہ ذلک فاد من
 بلخ رتیۃ الائمۃ المجتہدین و من نظر مصنفاً
 بان لہ منزلۃ من سعة العلم و قوۃ
 الفہم و سیلان الذہن اھ و قد ترجمۃ
 الحافظ ابن کثیر فی طبقات الشافعیۃ قال
 و لا یشک انہ مالکی المذہب و الحامل علی
 ایرادہ مع الشافعیۃ قول ابی عبد اللہ
 الحمیدی کان یسئل فی الفقہ الی مذہب
 الشافعیۃ و من جملۃ سئلہ تصنیفہ فی الجہر
 بالنسبۃ و انتصارہ لذلک اھ و فی الرسلۃ
 وہ امام حافظ اندلس، فخر مالکیہ، شیخ الاسلام
 ابو عمر مالکی، اسلام میں بے مثل
 تصانیف کے مصنف ۳۶۸ھ میں پیدا
 ہوئے اور ۴۶۳ھ میں وفات پائی ستو
 برس تک زندہ رہے تھے۔ ان کے متعلق
 حافظ ذہبی نے اپنی کتاب سیر النبلاء میں
 لکھا ہے کہ ان کی سند عالی ہے انھوں
 نے حدیثیں جمع کیں، کتابیں لکھیں، توثیق
 و تضعیف کی، ان کی تصانیف کو سوارے
 اڑے، علماء زمانہ نے ان کی علمیت کا
 لوہا مانا یہ ابتداء میں ظاہری تھے جیسا کہ
 بعض علماء کا بیان ہے، پھر مالکی ہو گئے
 تھے اس طرح پر کہ مسائل میں فقہ شافعی
 کی طرف میلان تھا اور اس کوئی اختلاف نہیں
 ہے کیونکہ — یہ تو ائمہ مجتہدین کے حق
 کو پہنچے ہوئے تھے۔ جو کوئی ان کی تصانیف
 میں غور کرے گا اس کو ان کی وسعت
 علمی، قوت فہم اور ذہن کی سرعت و
 تیزی کا اندازہ ہو جائے گا ان کا مرتبہ روشن

الناصریۃ لابن عبدالسلام یا عجبا من غیره
 الشافعیۃ علی من رآوه حافظا فی مذہب
 غیر ہم فیذا السبکی ترجم لابن عبد
 وابن دقین العید وغیر ہم من المالکیۃ
 فی طبقات الشافعیۃ بل و ترجموا للجمہور
 الذین لم یتذہبوا الا بالحدیث کبعض ارباب
 الکتاب الستۃ کا بن خزمیہ و امراہم
 اھ و اقول من متبع کتب ابن عبد البر
 علم انہ ابعد الناس عن التقليد الا عی
 والاسترسال فیہ و تحقیق انہ کان یختار
 مع اعتمادہ و رجوعہ لامول مالک و مذہبہ
 رحمہ اللہ و انتل نظرۃ یرسلہا الہل
 فی کتاب فضل العلم یر الامرجلیا۔

ہو جانے کا حافظ ابن کثیر نے طبقات الشافعیۃ
 میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ
 بلاشبہ ان کا مسلک مالکی ہے لیکن ان کو
 طبقات الشافعیۃ میں ذکر کرنے کا سبب
 ابو عبد اللہ حمید کی کا یہ قول ہے کہ یہ
 فقہ میں مذہب شافعی کی طرف مائل تھے
 ان کے میلان کی منجملہ اور باتوں کے ایک
 یہ بھی ہے کہ انھوں نے جہر بسملہ پر
 کتاب لکھی ہے اور اس میں مخالفین کی نحو
 خبر لی ہے۔ ابن عبدالسلام نے رحلہ نامتہ
 میں لکھا ہے کہ شافعیہ کی غیرت پر کس قدر
 تعجب ہے کہ انھوں نے جس کسی کو غیر مذہب
 میں حافظ دیکھا اس کو شافعیہ میں سے قرار
 دے لیا۔ چنانچہ اس سبکی نے ابن عبد
 ابن دقین العید وغیرہ مالکیہ کو طبقات

الشافعیۃ میں ذکر کیا ہے بلکہ ان ائمہ مجتہدین کو جن کا مسلک عمل بالحدیث تھا جیسے کہ
 بعض ارباب صحاح ستہ مثلاً ابن خزمیہ اور ان کے ہر حصہ میں کہتا ہوں،
 جس نے ابن عبد البر کی کتابوں کا تتبع کیا ہے اس کو علم ہو گیا ہو گا کہ وہ اندھی تقلید
 سے کوسوں دور تھا۔ اور اس پر یہ حقیقت واضح ہو گئی ہو گی کہ وہ اصول مالک اور مذہب
 مالک سے مراجعت کر کے اپنے اعتماد پر کوئی قول اختیار کر لیتا ہے۔ جو شخص
 اس کی کتاب فضل العلم ہی پر ایک نظر ڈالے گا وہ اس حقیقت کو گھٹم گھٹلا دیکھ لے گا۔

علامہ ابن عبد البر اور ابوبکر خطیب بغدادی دونوں معاصر تھے ایک حافظ مغرب اور دوسرا
 حافظ مشرق کے نام سے علمی دنیا میں مشہور ہے دونوں امام فن تھے علامہ ابن عبد البر کا انتقال شعبہ کورینج
 الاخر ۶۱۳ھ میں ہوا اور اسی سال حافظ مشرق علامہ خطیب بغدادی نے وفات پائی۔

موصوف کی تالیفات میں سے حسب ذیل کتابیں مشہور ہیں :

- ۱۔ الاجوبۃ المرعیہ علی المسائل المستغریہ من صحیح البخاری۔
 - ۲۔ الاستذکار لمذاہب ائمۃ الامصار وفيما تفرغ الموطأ من المعانی والآثار
 - ۳۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب۔
 - ۴۔ الانتقار فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہار
 - ۵۔ الانصاف فیما بین العلما من الخلاف۔
 - ۶۔ ہجۃ المجالس والنس المجالس۔
 - ۷۔ البیان فی تاویلات القرآن۔
 - ۸۔ التغلطاً بحديث الموطأ۔
 - ۹۔ التمهید لما فی الموطأ من المعانی والاسانید۔
 - ۱۰۔ جامع بیان العلم وفضلہ وما یشئ فی رواۃ وجملہ۔
 - ۱۱۔ الدرر فی اختصار المغازی والسير۔
 - ۱۲۔ القصد والام الی انساب العرب والعمم۔
 - ۱۳۔ کافی فی فروع المالکیہ۔
 - ۱۴۔ کتاب الاستظهار فی حدیث عمار۔
 - ۱۵۔ کتاب العقل۔
 - ۱۶۔ کتاب الفرائض۔
 - ۱۷۔ کتاب المدخل فی القراءات۔
 - ۱۸۔ کتاب الکئی۔
 - ۱۹۔ کتاب الشواہد فی اثبات خبر الواحد۔
 - ۲۰۔ کتاب الاکتفاء فی قرآنہ نافع والبی عمرو۔
- حالات کے لئے دیکھو :

- (۱) کتاب الصلہ : ص ۶۱۶ تا ۶۱۸۔
- (۲) بغیۃ الملتبس : ص ۴۴۶ و ۴۴۷۔
- (۳) حذوۃ المقتبس : ص ۳۴۴ تا ۳۴۶۔
- (۴) مطلع الانفس : ص ۶۱ و ۶۲۔
- (۵) وفيات الاعیان : ج ۲۔ ص ۴۵۸ تا ۴۶۱۔
- (۶) تذکرۃ الحفاظ : ج ۳۔ ص ۳۰۶ تا ۳۰۹۔
- (۷) البدایۃ والنہایۃ : ج ۱۲۔ ص ۱۰۴۔
- (۸) شذرات الذہب : ج ۳۔ ص ۳۱۴ تا ۳۱۶۔
- (۹) الدیبا ج الذہب : ص ۳۵۷ تا ۳۵۹۔
- (۱۰) روغات الجنات : ص ۲۳۹۔
- (۱۱) فہرست الفہارس : ج ۲۔ ص ۲۱۸ و ۲۱۹۔

نواب صدیق حسن خان اتحات النبلاء المتقین، صفحہ ۴۴۲ میں لکھتے ہیں :

وے اگرچہ معاصر خطیب بغدادی ست
وہ اگرچہ خطیب بغدادی کے معاصر ہیں
اما طلبش علم حدیث را قبل از تولد
لیکن حدیث کی تحصیل انھوں نے خطیب
خطیب است۔
کی ولادت سے پہلے کی ہے۔

اکثر مورخین نوشتہ اند کہ از
اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ وہ اند
اندلس نہ برآمدہ و جز ہفتاد کس را
سے باہر نہیں نکلے اور بحر اپنے وقت کے

از علماء سے وقت خود مدیدہ و از غیر ایشان علم نماند
و با این همه در علم کمتر از خلیفہ و سبقتی بکدام بن حزم
بلکہ بعض چیزانزد اوست کہ نزد دیگران نیست
و صدق و دیانت و حسن اعتقاد و اتباع سنت
کہ اور انقبیب ہوو کم کے راز علماء روزی شدہ۔
تشر علماء کے اور کسی کو نہیں دیکھا اور نہ ان کے سوا کسی
کچھ دیکھا اس کے باوجود وہ خلیفہ و سبقتی بکدام بن حزم بھی
کم نہیں ہیں بعض چیزیں ان کے یہاں ہی ہیں کہ اور لوگ کے پاس
نہیں ہیں۔ راست گفتاری، دیانت داری، حسن اعتقاد و
اتباع سنت سے بھی انھیں حصہ افزا ملا تھا کہ علماء میں کم
کسی کو بڑا ہوگا۔

فقہاء محدثین

شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فقہاء محدثین کے سلسلے میں چند ہی ناموں پر اکتفا کیا ہے، ہم نے اس
سلسلہ میں چند ناموں کا اضافہ کر کے بڑی حد تک اس خلاء کو پُر کر دیا ہے جو اس میں رہ گیا تھا،
آخراث میں سے ان ممتاز فقہاء محدثین کا تذکرہ کیا ہے جن کو توجیہ اور شرح حدیث میں امامت
کا درجہ حاصل ہے، مالکیہ میں سے بعض ایسے علماء کا ذکر کیا ہے جن کو شرح معانی حدیث میں پوری
پوری دستگاہ حاصل تھی۔ شافعیہ میں سے بھی چند علماء کے حالات لکھے ہیں جن کی ذہنیہ
اور نکتہ آفرینی کا ہر شخص کو اعتراف ہے، اسی طرح متنبی فقہاء محدثین میں سے محدوسے چند
علماء کے متعلق کچھ لکھا ہے جن کو توجیہ اور شرح حدیث میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ ظاہری علماء
میں سے ابن حزم کو لیا ہے یہ بھی بعض موقع پر بڑی عمدہ شرح کرتے ہیں۔

فقہاء محدثین حنفیہ

مذکات العلماء کا شانی

ابوبکر کنیت ہے لیکن بیہر عالم استعمال ہوتی ہے، علامہ الدین اور ملک العلماء لقب ہے، سلسلہ
نسب یہ ہے:

ابوبکر بن مسعود بن احمد الکاسانی۔

موصوف کا شان میں پیدا ہوئے اور اپنے زمانہ کے ارباب کمال سے علوم کی تحصیل کی۔ فقہیہ
علامہ الدین محمد صاحب تحفۃ الفقہاء، ابو المعین سمیون کحول اور مجد اللہ مرخسی سے فقہ کی تکمیل کی
اور فقہ میں ایسا کمال پر پہنچا کہ تحفۃ الفقہاء کی البدائع والصنائع کے نام سے بے نظیر شرح لکھ کر

اپنے استاد علامہ الدین محمد سمرقندی کی دختر نیک اختر فاطمہ سے جو اپنے زمانے میں حسن و جمال کے اندر
یکتا ——— ہی نہ تھی بلکہ فضل و کمال اور فقیہانہ بصیرت میں بھی اپنی نظیر نہیں رکھتی تھی،
چنانچہ باپ کے فتوے پر اس کے بھی دستخط ہوتے تھے، شادی کی۔ شاہان روم کی طرف سے فاطمہ
کے پیغام آئے لیکن علامہ علاء الدین سمرقندی نے ان کی غیر معمولی شرح کو جب دیکھا تو خوش
ہو کر اپنی لڑکی کو ان سے بیاہ دیا اور اس شرح کو ہر قرار دیا۔ جب شادی ہو گئی تو فتویٰ باپ بیٹی
اور داماد تینوں کے دستخطوں سے شائع ہونے لگا۔ فاطمہ ایسی فقیہہ اور محدثہ تھیں کہ جب علامہ
کا شانی سے فتویٰ میں غلطی ہو جاتی تو وجہ غلطی کو یہی بتاتی تھیں۔ علامہ کا شانی کی وسعت نظر کا
اندازہ مورخ ابن العدیم کے بیان سے ہو سکتا ہے، وہ لکھتے ہیں:

”علامہ کا شانی جب دمشق پہنچے تو وہاں کے فقہاء بھی ان سے بحث کرنے آئے
علامہ نے فرمایا، میں اس مسئلہ میں بحث نہیں کروں گا جس کی طرف امام ابو حنیفہ
کے شاگردوں میں سے کوئی گیا ہو گا چنانچہ انھوں نے بہت سے مسائل ان کے
سامنے پیش کئے اور انھوں نے ہر ایک مسئلہ میں یہ ثابت کر دیا کہ اس کی طر
امام اعظم کا فلاں فلاں شاگرد کیا ہے، بس اسی پر مناظرہ ختم ہو گیا۔“

امام حافظ ابن ابی الوفا قرشی المتوفی ۳۷۷ھ نے جو اہر المنصیہ فی طبقات الحنفیہ میں فقیہ
رضی الدین سرخسی صاحب المحیط کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ جب حلب میں فتنہ سرخسی کے
موافق نہ رہی تو ملک نور الدین محمود زنگی نے علاویہ میں منصب تدریس کے لئے علامہ علاء الدین
کا شانی کا انتخاب کیا اور موصوف نے تاحیات اسی مدرسہ میں درس دیا۔

ان کے انتقال کا بھی عجیب واقعہ ہے، مورخ ابن العدیم فرماتے ہیں:

”میں نے ضیاء الدین حنفی نے سنا ہے، وہ کہتے تھے کہ جب علامہ کا شانی
کی موت کا وقت قریب تھا تو میں ۱۰ رجب ۷۸۷ھ کو ان کے پاس گیا اس
وقت وہ سورۃ ابراہیم پڑھ رہے تھے، جب آیت کریمہ یتبت اللہ الذین آمنوا
بالقول الثابت پر پہنچے تو روح نفسِ عنبری سے پرواز کر گئی۔“

علامہ کا شانی قبرستان طاہریہ میں مقام ابراہیم خلیل اللہ کے اندر اپنی بیوی فاطمہ
کے پاس مدفون ہیں، ان کی بیوی چونکہ پہلے فوت ہوئی تھیں، لہذا ان کا یہ دستور تھا کہ ہر جمعرات کو
ان کی قبر کی زیارت کرتے تھے، حلب میں آج بھی دونوں قبریں زیارت گاہِ خلائق ہیں اور لوگوں

میں خاندانی بیوی کی قبر کے نام سے مشہور ہیں۔

مورخ حلب محمد راغب طباطبائی نے اعلام النبلاء بتاریخ حلب الشہار د طباع حلب ۱۳۴۳ھ
ج ۴ ص ۳۰۷ میں لکھا ہے کہ ان کی قبر مقام ابراہیم خلیل اللہ کی طرف داخل ہوتے وقت دائیں
جانب کو ہے اور ان کی قبر پر جو کتبہ لگا ہوا ہے اس میں حسب ذیل عبارت کندہ ہے :

(۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امر بعمارة مولانا الملک۔

(۲) النظام رغبات الدنيا والدين ابو الفتح غازی۔

(۳) ابن الملک الناصر محمد اللہ ملکہ فی سنة اربع وتسعين وخمسة۔

موصوف کی تالیفات میں سے بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع بڑی محرکہ الآراء اور مقبول
کتاب ہے اس میں مسائل فقہ سے بحث ہے لیکن جا بجا حدیث کی شرح اور توجہ بھی خوب کی ہے
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ متون حدیث کی شرح میں موصوف کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ حاجی خلیفہ
کشف المفہوم عن اسماء الکتاب والمفہوم : ج ۱ - ک ۳۷۱ میں لکھتے ہیں :

هذا الشرح تالیف مطابق اسمہ معناه یہ شرح ایسی تالیف ہے جو اسم باسمی ہے

فقہیہ شام علامہ ابن عابدین رد المحتار علی در المختار میں رقمطراز ہیں :

هذا الکتاب جلیل الشان لم ار له نظیرا فی کتبنا یہ ایسی جلیل القدر کتاب ہے جس کی

نظیر ہماری کتابوں میں نہیں ہے۔

حافظ سید عبد الحمی کتانی کا بیان ہے :

بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع اللامام امام علماء الدین بن مسعود کاشانی کی کتاب

علماء الدین بن مسعود الکاشانی دہو کتاب بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع نہایت

عظیم ہیں کہ نظیر فی کتب المصنفات والترتیب عظیم الشان کتاب ہے حنفیوں کی کتابوں

الاداریہ : طباع فاس ۱۳۶۷ھ ج ۱ ص ۷۲ میں اس کی نظیر نہیں ہے۔

محمد راغب طباطبائی، اعلام النبلاء میں فرماتے ہیں :

بالجملة فهو کتاب جلیل فی بابہ لا یتغنی عنہ مختصر یہ ہے کہ یہ اپنے موضوع پر بڑی عظیم

من یرغب التوسع فی فہمہ السادة المصنفیۃ الشان کتاب ہے جو شخص فقہ حنفی میں

والوقوف علی اور التسم فی المذاهب و وسعت نظر کا خواہشمند ہے اور ان کے

قواعد میں۔ مسلک کے دلائل اور قواعد سے واقفیت

حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اس کتاب سے مستغنی
نہیں ہو سکتا۔

یہ کتاب سات جلدوں میں قاہرہ سے شائع ہو چکی ہے۔ مولانا خلیل احمد محدث سہارن پوریؒ
نے شرح حدیث کے سلسلہ میں اپنی مشہور کتاب بذل الجہود بحل سنن ابی داؤد میں اس کتاب سے
خاطر خواہ فائدہ اٹھایا ہے۔

ان کی دوسری تالیف المبین فی اصول الدین ہے جو شائع نہیں ہوئی ہے۔
موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

- (۱) الجواہر المضية فی طبقات الحنفیہ - ج ۲ ص ۲۴۴۔
- (۲) اعلام النبلاء بتاریخ حلب الشہباز - ج ۴ ص ۳۰۷۔
- (۳) الفوائد البہیہ - ص ۵۳۔
- (۴) حدائق الحنفیہ، ص ۲۲۹۔

فضل اللہ نام اور شہاب الدین لقب ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

فضل اللہ بن حسین التوربشتی الحنفی۔

موصوف تورپشت (جس کو توران پشت اور توران پشت بھی بولتے ہیں) میں پیدا ہوئے۔ یہ
کرمان میں یزد کے جنوب مغربی جانب ۲۵ کیلو میٹر پر سنگ مرمر کی کان کے پاس تین چار سو افراد کی
ایک چھوٹی سی بستی ہے جو زیادہ تر سنگتراش افراد پر مشتمل ہے۔ شیخ فضل اللہ نے کرمان اور شیراز
میں علوم و فنون کی تکمیل کی اور حدیث و فقہ میں بصیرت حاصل کی، پھر شیراز میں درس و تدریس
اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ اختیار کیا اور اخیر عمر میں شیراز سے کرمان آگئے یہاں درس و تدریس
کا سلسلہ قائم رہا۔ موصوف کو شرح حدیث میں امامت کا درجہ حاصل ہے، ان کی ژرف نگاہی
دقیقہ سنجی، نکتہ آفرینی سب کے نزدیک مسلم ہے۔

علامہ سبکی بھی پوری واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے طبقات الشافعیہ میں ان کا تذکرہ دو
چار سطروں سے زیادہ نہ کر سکے۔ لیکن طبقات الشافعیہ میں ان کا تذکرہ کر دینے کی وجہ سے علامہ
تورپشتی کا شمار بھی فقہاء شافعیہ میں ہونے لگا حالانکہ موصوف وسیع النظر اور دقیقہ سنج حنفی تھے
چنانچہ ان کی کتابیں اس امر کا بین ثبوت ہیں۔ اسی وجہ سے حاجی خلیفہ نے
کشف الظنون عن اسامی الکتاب والفنون میں مصابیح السنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے

نام کے ساتھ حنفی لکھ کر اس غلطی کا ازالہ کر دیا ہے۔ علامہ ابو الخیر طاش کبری زادہ مفتاح السعاده و مصباح السیاده، ج ۲۔ ص ۱۹ طبع دکن ۱۳۲۹ھ میں لکھتے ہیں:

التوربشتی شارح المصابیح ہورجبل	توربشتی، مصابیح کا شارح اہل شیراز میں
محدث فقیہ من اہل شیراز شرح مصابیح	سے ہے اور محدث اور فقیہ ہے اُس نے مصابیح
البغوی شرح احسان و روی صحیح البخاری	کی نہایت عمدہ شرح لکھی ہے وہ صحیح
عن عبد الوہاب بن صالح بن محمد بن المعز	بخاری عبد الوہاب بن صالح بن محمد بن
امام الجامع العقیق عن الحافظ ابی جعفر محمد	معز ام جو جامع عقیق کے امام تھے، ان سے
ابن علی انا ابو الخیر محمد بن موسی الصفا	روایت کرتے ہیں ان کا سلسلہ حافظ ابو جعفر
انا ابو الہیثم الکشمیہنی انا الفربری قال	محمد بن علی از ابو الخیر محمد بن موسی صفا
ابن السبکی واطن ہذا الشیخ مات فی حدود	از ابو الہیثم کشمیہنی از فربری ہے۔ ابن
الستین وثمانۃ وواقعۃ التاراجبت	سبکی نے فرمایا ہے کہ میرا خیال ہے کہ
عدم المعرفة بکمالہ۔	شیخ مذکور کا وصال چھٹی صدی ہجری کے

گگ بھگ ہوا ہے، تاہم کے واقعہ نے ان کے کمال سے واقفیت کا سلسلہ منقطع کر دیا ہے۔ آٹھویں صدی ہجری کے مشہور مؤرخ شیخ ابو القاسم جنید شیرازی کی کتاب شد الازار فی حط الازار عن زوار المزار میں علامہ توربشتی کے بعض نامور شاگردوں کے سلسلہ میں شیخ موصوف کا ذکر بھی آیا ہے اور مؤلف کتاب نے ان کے متعلق نہایت شاندار الفاظ لکھے ہیں۔ یہ کتاب علامہ محمد قزوینی کی تعلیقات کے ساتھ چاپخانہ مجلس طہران سے ۱۳۶۵ھ میں شائع ہو چکی ہے۔ موصوف نے بھی اپنی تعلیقات میں سبکی کی اتباع میں ان کو شافعی لکھ دیا ہے، فرماتے ہیں:

شیخ شہاب الدین فضل اللہ توربشتی	شیخ شہاب الدین فضل اللہ توربشتی
..... از فقہار شافعیہ و محدثین معروف از فقہار شافعیہ و محدثین معروف
قرن ہفتم، دے بتصریح مجمل فصیح خوا	قرن ہفتم، دے بتصریح مجمل فصیح خوا
ابتدا ساکن شیراز بودہ است و سپس	ابتدا ساکن شیراز بودہ است و سپس
در عهد سلطنت قتلغ ترکان خاتون	در عهد سلطنت قتلغ ترکان خاتون
(۶۵۵-۶۸۱ھ) از ملوک قراختائیہ	(۶۵۵-۶۸۱ھ) از ملوک قراختائیہ
کرمان باستد عار ملکہ مزبور بکرمان آمد	کرمان باستد عار ملکہ مزبور بکرمان آمد

شیخ شہاب الدین فضل اللہ توربشتی
..... ساتویں صدی ہجری کے مشہور
شافعی فقہار اور محدثین میں سے ہیں مؤرخ
فصیح خوانی کی اجمالی تصریح سے پتہ چلتا
ہے کہ ابتدا میں وہ شیراز میں سکونت پذیر
تھے اس کے بعد قتلغ ترکان خاتون کے
دور حکومت یعنی ۶۵۵ھ تا ۶۸۱ھ میں

دور اں ہاسکنی گزید ، دور ہماں شہر دور
سنہ ۶۶۱ ششمد و شصت و یک دفات
یافت و تاواخر قرن ہشتم تام بعضے از
اولاد و احفاد صاحب ترجمہ کو غالباً از علما
و فضلا بودہ اند احیاناً در ضمن و فتائع
تاریخی کرمان و فارس دیدہ میشود و
شرح احوال صاحب ترجمہ را جزو در
طبقات بسکی و از روی آن در مفتاح
السعاده طاشکبری زادہ در جائے دیگر نیام
..... فصیح خوانی در حوادث سنہ ۶۵۶
کہ صاحب ترجمہ اہل شیراز یا ساکن شیراز
بودہ و سپس از آن جا بکرمان آمدہ و در
آنجا اقامت گزیدہ ظاہراً چنان تنبیط
می شود کہ مسقط الراس او تور پشت
یا توران پشت مزبور بایستہ یا در فارس
یا در یکے از نواح مجاورہ آن ولادت واقع
باشد۔

دشد الازار : ص ۱۹۰ و ۱۹۱

تور پشت یا توران پشت مذکور ہوئی چاہے یا فارس یا اس کے نواح سے متصل کسی
شہر میں ہوگی۔

علامہ حافظ سید انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں :

قال ابن دقیق العید رحمہ اللہ علیہ وجہ
تصانیف ہذا الفاضل لنعمت الامۃ
جہد او لکنہا تلغف فی فتنۃ التنازع و زعم
الناس ان شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ قلت
ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا
کہ اگر اس فاضل شخص کی تصانیف پائی
جائیں تو امت کو بہت فائدہ ہوتا مگر
ان کی کتابیں تنازع کے فتنہ میں برباد

بل ہو خلافت الواقع و ہو حنفی تلمیذ بغوی
 مستقدم علی الامام الرازی و اما توہم من
 توہم لذکرہ فی طبقات الشافعیۃ و
 کونہ محدثا رفیع الباری علی صحیح البخاری
 مطبع حجازی، قاہرہ ۱۹۳۵ء ج ۲ ص ۱۱۱
 ہو اوہ محض طبقات الشافعیہ میں ان کے تذکرہ اور ان کے محدث ہونے کی وجہ
 سے ہوا ہے۔

علامہ تورپشتی کا امام بغوی المتوفی ۱۱۶ھ سے بلا واسطہ تلمذ اور فخر الدین رازی
 المتوفی ۶۱۹ھ سے مستقدم ہونا باعتبار تاریخ محل فطر ہے۔

صاحب بدر الساری نے حافظ سید الورشاہ کشمیریؒ سے فضل اللہ تورپشتی کے متعلق نقل
 کیا ہے کہ موصوف علامہ تورپشتی کو بڑے درجہ کے حفاظ میں سے سمجھتے تھے، لکھتے ہیں :

الطیبی ایضاً یوجد و ہوا حسن الشروح
 طیبی کی شرح بھی ہندوستان
 باعتبار النکات العربیۃ وان لم یکن
 میں مل جاتی ہے اور نکات عربیہ کے اعتبار
 حافظاً، افاضل اللہ التورپشتی فمن
 سے نہایت عمدہ شرح ہے اگرچہ اس کا
 کبار الحفاظ و ہو حنفی لا کما زعم
 مصنف طیبی حافظ نہیں ہے لیکن فضل اللہ

دعائۃ البدر الساری الی فیض الباری
 تورپشتی کبار حفاظ میں سے ہے اور وہ
 طبع قاہرہ، ۱۹۳۵ء، ج ۲، ص ۱۱۱
 حنفی ہے، ایسا نہیں جیسا کہ لوگوں کا خیال
 ہے کہ وہ شافعی ہے۔

فقیر محمد جہلمی مد الق الحنفیہ طبع نول کشور لکھنؤ ۱۹۰۶ء ص ۲۵۸ میں لکھتے ہیں :
 " فضل اللہ بن حنین تورپشتی، شہاب الدین لقب تھا، اپنے زمانہ کے امام محقق،
 شیخ مدق، محدث ثقہ، فقیہ جید صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ بغوی کی مصابیح
 السنۃ کی مسمی بالمیسر نہایت عمدہ شرح تصنیف کی اور کتاب مطلب الناسک
 فی علم المناسک چالیس باب میں تصنیف فرمائی..... ۶۱۱ھ میں وفات پائی،
 آپ کی تاریخ وفات محدث زیبا ملک ہے۔
 موصوف کے حالات کے لئے دیکھو :

- (۱) طبقات الشافعیة الکبریٰ ج ۵- ص ۱۴۶ (۲) مفتاح السعاده - ج ۲- ص ۱۹
 (۳) شد الا زار فی حط الا و زار عن زوار الزار - ص ۱۹۰
 (۴) فیض الباری - ج ۲- ص ۳- (۵) حدائق الخفیه - ص ۲۵۸-

محمد نام کمال الدین لقب اور ابن ہمام عرف ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:
 محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید بن مسعود السیووسی ثم القاہری الخنفی۔

ابن ہمام ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے، ان کے والد عبد الواحد سیووسی کے بھوروم میں ایک شہر ہے، قاضی تھے۔ ان کی ولادت ۳۹۸ھ میں یہیں ہوئی۔ بچپن میں قاہرہ آگئے اور مختصرات فن کو یاد کر کے استادوں کو سنایا اور پھر وطن سے واپس آکر قاہرہ میں علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تحصیل اہل فن علماء و فضلاء سے کی، فقہ اور اصول کو سراج الدین قاری ہدایہ وغیرہ سے پڑھا عربیت کی تعلیم جمال الدین حمیدی سے پائی، قرأت کی تحصیل علامہ زکریا تلمی سے کی، علامہ شمس، جلال الدین ہندی، عز الدین بن جماعة، ابو زرعہ عراقی، جمال الدین حنبلی، شمس الدین شافعی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے حلقہ درس میں شرکت کی اور استفادہ کیا۔ علامہ مراغی اور ابن ظہیرہ نے روایت حدیث کی سند دی۔ تقویٰ اور سلوک کی تکمیل مشہور خدا رسیدہ بزرگ خوانی سے کی۔ ۴۳۸ھ میں قاضی محبت الدین شحمہ سے پڑھا، قدس کا سفر کیا اور وہاں کے علمائے بھی استفادہ کیا نیز اجازت حاصل کی اور جملہ علوم و فنون میں کمال بہم پہنچایا۔ پھر درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا۔ سلطان اشرف نے اپنے مدرسہ میں منصب تدریس کے لئے ان ہی کا انتخاب کیا۔ کچھ زمانہ شیخوئیہ میں صدارت کے فرائض انجام دیئے ان کی جلالت علمی، وسعت نظر اور ثروت سخا ہی، تقویٰ اور پیرہیز گاری کا تمام اہل عصر کو اعتراف ہے۔ حافظ سخاوی کو اس حقیقت کا بھی اعتراف ہے کہ فن حدیث اور اصول میں ان کا پایہ اتنا بلند تھا کہ جب ولی الدین عراقی نے شرح الغیہ کا درس دینا شروع کیا تو ابن ہمام نے بھی درس میں بحث و نظر کی اجازت چاہی مگر ولی الدین عراقی نے اس کی اجازت نہیں دی۔ موصوف لکھتے ہیں:

ورام ادلا الت دقیق فی البحث بحیث اور انہوں نے پہلے اس طرح بحث و نظر
 یشک فی الاصطلاح فلم یوافقه الولی علی سے پڑھنا چاہا کہ مصطلحات میں کلام کریں
 الخوض ذلک۔ تو ولی الدین عراقی نے اس طرح غور و فکر
 سے پڑھنے کی اجازت نہیں دی۔

اس کے باوجود سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں فنِ حدیث میں جو یہ لکھ دیا ہے کہ انھیں فنِ حدیث میں درک نہیں تھا یہ ان کے اندازِ طبیعت کی بات ہے، کیونکہ شیوخ اور تلامذہ کے علاوہ معاصرین اور دیگر ائمہ فن کے ساتھ ان کا طرزِ عمل کچھ ایسا ہی رہا ہے کہ انھوں نے تذکرہ نگاری میں ان کے ساتھ کبھی انصاف نہیں کیا ہے، چنانچہ مورخ ابن ایاس مصری اور قاضی محمد شوکانی کو ان سے اسی امر کا لگہ ہے جیسا کہ سخاوی کے حالات میں ہم نے اس حقیقت کو واضح طور پر بیان کیا ہے تاہم قاضی محمد شوکانی نے سخاوی کے اُس جملہ کو جو ظاہرِ مینوں کے لئے غلط فہمی کا باعث بن سکتا تھا، وضاحت کر دی ہے موصوف بدر الطالع بماسن من بعد القرن السابع (ج ۲ ص ۲۰۱) میں رقمطراز ہیں۔

ولم یكثر من علم الرواية وتعمق في غيره من العلوم
وفاق الاتفاق ان واشير اليه بالفضل
انتم حتى قال بعضهم في حق لوطيت
حجج الذين ما كان في بلدنا من يقوم بها
غيره وكان دقيق الذهن، عميق الفکر
يدقق المباحث حتى يحرق شيوخه فضلا
عن من عداهم بحيث كان يشكك عليهم
في الاصطلاح ونحوه حتى لا يدرون ما
يقولون وقال يحيى بن عطار لم يزل يفرس
به المثل في الجمال انظر مع العيانة وفي
حسن النعمة مع الديانة وفي الفصاحة
واستقامة البحث مع الادب

وبالجملة فقد تفرد في عصره بعلمه
وطار صيته واشتهر ذكره واذعن له
الاکابر فضلا عن الاساغر وفضلته کثیر
من شیوخه علی الفہم وقد درس
بمدارس وكان اماماً في
الاصول والتفسير والفقه والفرائض

انھوں نے حدیث کا کثرت سے سماع نہیں کیا اور اس کے علاوہ دیگر علوم میں تجسس حاصل کیا اور معاصرین سے فائق ہو گئے فنیاتِ تائمہ میں انہی کی طرف اشارہ مجھے یہاں تک کہ بعض نے ان کے متعلق کہا ہے کہ اگر تم دین کی دلیلیں طلب کرو تو ہمارے شہر میں ان کے علاوہ کوئی اس کے لئے کھڑا نہیں ہو سکتا، یہ بلا کے ذہین اور سمجھ دار تھے، دقیق مباحث کو اس طرح بیان کرتے تھے کہ ان کے شیوخ کو حیرت ہوتی تھی، آوروں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ وہ ان کو اصطلاحی امور وغیرہ میں اس طرح سے شک میں ڈال دیتے تھے کہ وہ شیوخ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ یحییٰ بن عطار کا بیان ہے کہ حفاظتِ نفس کے ساتھ بے پناہ جمال میں اور دیانت کے ساتھ خوش عیشی میں ادب کے ساتھ فصاحت سے صحیح طریقہ پر

و الحجاب والتعقوت والنحو والقرف المعانی
و البیان و البدیع و المنطق و الجدل
و الادب حتی قال السخاوی
فی حقه انه عالم اهل الارض و محقق ادلی
العصر۔

فصیلت دی ہے۔ متعدد مدرسوں میں درس دیا، اصول، تفسیر، فقہ، فرائض،
حساب، تعقوت، نحو، صرف، معانی، بیان و بدیع، منطق، مناظرہ اور ادب میں
اہم تھے۔ سخاوی نے ان کے متعلق یہاں تک کہا ہے کہ یہ عالم دنیا اور محقق دوراں تھے۔
حافظ جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ بغیۃ الوعاة فی طبقات اللغویین والنحاة
طبع مصر ۱۳۲۶ھ صفحہ ۷۰ میں لکھتے ہیں:

و تقدم علی استرانه و برع فی العلوم
و تصدی النشر العلم فانتفع به خلق و کان
علامۃ فی الفقه و الامول و النحو و التصرف
و المعانی و البیان و التصوف
و غیرہ محققاً جدلیاً نظاراً و کان یقول
لا اقلد فی المعقولات احدا۔

اپنے معاصرین سے آگے نکل گئے، علوم میں
ہجارت حاصل کی اور علم کی نشر و اشاعت
میں لگے رہے، ان سے ایک خلقت نے
فائدہ اٹھایا، فقہ، اصول، نحو و صرف
معانی و بیان اور تعقوت وغیرہ میں علامہ
محقق، مناظر اور صاحب نظر تھے، فرماتے تھے
معقولات میں کسی کی میں اقتدا نہیں کرتا۔

علامہ محمود بن سلیمان کفوی المتوفی ۹۹۹ھ نے کتاب اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان
المنحار میں محقق ابن ہمام کو حافظ حدیث لکھا ہے، موصوف کے الفاظ میں:

کان اماماً نظاراً فارساناً فی البحت فروجاً
اصولياً محدثاً مفسراً حافظاً سخویاً کلامياً
منطقياً جدلیاً و له تصانیف مقبولة معتبرة
موصوف امام، صاحب نظر، مناظرہ کے
مرومیدان، مسائل فروجیہ کے ماہر،
اصولی، محدث، مفسر، حافظ، سخوی
کلامی، منطقی، جدلی تھے، ان کی تصانیف
مقبول اور معتبر ہیں۔

مختصر طبقات الحنفیہ کے مؤلف کا بیان ہے :

کمال الدین العالم المشہر کمال الدین عالم جو ابن ہمام
 ابن ہمام اخذ عن قاری الہدایہ و سے مشہور ہیں ، انھوں نے قاری ہدایہ
 اشتغل علی علماء عصرہ الی ان برع وصلاً سے پڑھا اور اپنے زمانے کے فضلاء
 محبوب زمانہ فی علوم کثیرہ بلا مدافعتہ سے علوم کی تحصیل کی ، یہاں تک کہ خود
 (طبقات الفقہاء طبع مومل - ص ۱۳۶) بھی کامل ہو گئے اور بالاتفاق بہت سے
 علوم میں اپنے زمانہ کے محبوب بن گئے۔

فقیر شام ابن عابدین شامی المتوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار باب النکاح الرقیق (ج ۲ - ص ۵۲۰)
 طبع قاہرہ ۱۳۲۷ھ میں ارقام فرماتے ہیں :

ان الکمال بن الہمام بلغ رتبۃ الاجتہاد بلاشبہ کمال الدین ابن ہمام اجتہاد کے
 رتبہ کو پہنچے ہیں۔

مؤرخ شہاب الدین مرجانی المتوفی ۱۳۱۵ھ کتاب ناظرۃ الحق فی فرضیۃ العشاء وان لم
 یغیب الشفق میں لکھتے ہیں :

وقد قال ابن الرفعتہ لا یجتمعت اثنان فی ان ابن عبد السلام وابن دقین العید
 بلغا رتبۃ الاجتہاد انتہی وابن عبد السلام اور ابن دقین العید درجۃ اجتہاد کو پہنچے ہیں
 من رجال المائۃ السابۃ وابن دقین ابن عبد السلام ساتویں صدی ہجری
 مات سنۃ اثنین وسبعمائۃ ، وابن ہمام کے علماء میں سے تھے اور ابن دقین العید
 لیس شأوه دون شأوهما بل هو احق کا انتقال ۷۲۵ھ میں ہوا۔ ابن ہمام
 بذلک منہا۔ کی پہنچ اور رسائی ان دونوں کی رسائی سے

کم نہیں ہے بلکہ وہ اس کے ان دونوں سے زیادہ حقدار ہیں۔

ناظرۃ الحق، ورق ۱۸ یہ کتاب پرچند (دوہب اللہ) کے کتب خانہ میں ہمارے مطالعہ
 سے گزر چکی ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس کے مطالعہ کا حافظ سید انور شاہ کشمیری کو بھی اشتیاق تھا۔
 یہ کتاب چھپ چکی ہے اس کا مطبوعہ نسخہ بھی پرچند (ضیاء الدین شاہ) کے کتب خانہ میں
 ہماری نظر سے گزر چکا ہے۔

خادم عبد اللطیف ٹھٹوی المتوفی ۱۲۹۹ھ اپنی معرکہ الآراء تصنیف، ذب ذبایات الدرر
عن المذاهب الاربعۃ المتناسبات (ج ۲- ص ۳۶۳) شائع کردہ سندھی ادبی بورڈ، کراچی ۱۹۷۱ء
میں فرماتے ہیں:

والامام بن الہمام کان من العارفین	والامام بن الہمام جس طرح محققین، محدثین، فقہاء اور
وفتدوہم کما کان من المحققین و	ائمہ میں سے تھے، اسی طرح
محدثین والفقہاء وائمہم کما صرح بہ	عارفین میں سے بھی تھے، جیسا کہ صاحب تیسیر
صاحب التیسیر فی شرح التخریر۔	شرح التخریر میں بصراحت لکھا ہے۔

اہل نظر سے یہ بات مخفی نہیں کہ حدیث میں بھی ابن ہمام کا پایہ نہایت بلند ہے اور اصول
فقہ میں ان کے زمانہ ہی سے ایسا دقیق النظر عالم غالباً مذہب اربعہ میں کوئی نہیں ہوا۔ فتح القدیر
اور کتاب التخریر ان کی فن حدیث میں وسیع معلومات اور دقیق نظر کا بین ثبوت ہیں۔
مولانا عبدالحی فرنگی محلی، الفوائد البہیہ طبع قاہرہ صفحہ ۸۰ میں لکھتے ہیں:

عدہ ابن نجیم فی البحر الرائق من اہل	ابن نجیم نے بحر الرائق میں ان کو اہل ترجیح
الترجیح وعدہ بعضهم من اہل الاجتہاد	میں سے شمار کیا جس طرح بعض نے ان کو
وہو رأی نجیح تشہد بذلک تصانیفہ و	اہل اجتہاد میں سے قرار دیا اور یہ بالکل
تالیفہ قال الجامع قد	صائب رائے ہے اس پر ان کی تصنیفات
طالعت من تصانیفہ فتح العتدیر من	اور تالیفات شاہد ہیں۔ جامع (عبدالحی)
الابتداء الی کتاب الوکالۃ وہو مبلغ	کہتا ہے میں نے ان کی تصانیف میں سے
تالیفہ و تخریر الامول والمایرة	فتح القدیر کا شروع سے کتاب الوکالۃ تک
فی العقائد وزاد الفقیر مختصر فی مسائل	اور اس کی تالیف یہیں تک ہوئی ہے
الصلاة ورسالة فی اعراب سبحان اللہ و	تخریر الامول
بمجدہ وکلمہا مشتملہ علی فوائد قلما توجد	عقائد میں مسایرہ، نماز کے مسائل میں زاد
فی غیرہا وقد سلک فی اکثر تصانیفہ	الفقیر اور۔ ایک رسالہ سبحان اللہ و بجمہد
لا یما فی فتح العتدیر مسالک الانصاف	کے اعراب میں ہے ان کا مطالعہ کیا ہے
مجتہبا عن التعقب المذہبی والاعتساب	یہ تمام کتابیں ایسے فوائد اور معلومات
وقال السیوطی فی ترجمتہ فی بغیة	پُر ہیں جو دوسری کتابوں میں شکل

الواعة فكان له نصيب وافر ما لارباب
الاحوال من الكشف والكرامات -

ہی سے ملتے ہیں اور اکثر تصانیف میں اس
طور پر فتح العتدیر میں انصاف کی راہ پر

گامزن رہے ہیں۔ تحقیق مذہبی اور بے
انصافی سے پرہیز کیا ہے۔ سیوطی نے بغیۃ الوعاة میں ان کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ان
کو کشف و کرامات سے بڑا حقد بلا تھا جو صاحب حال لوگوں کو ملتا ہے۔

اخیر عمر میں افتاء اور درس و تدریس کو یکبارگی چھوڑ کر تصنیف و تالیف میں مہتمم
ہو گئے اور جمعہ کے دن ۷ رمضان المبارک ۸۸۱ھ میں انتقال ہوا۔ "نور خدا" اور
"ردونق شہر" تاریخ وفات ہے۔ جنازے میں بڑا مجمع تھا، عوام و خواص سب کو مدد ملتا تھا۔
موصوف کی تالیفات میں دو اور کتابیں بھی مشہور ہیں :-

(۱) شرح بدیع النظام لابن الساعاتی فی الفروع -

(۲) فوائج الافکار فی شرح لمعات الاوار -

موصوف کے حالات کے لئے دیکھو :

(۱) الضور الملاح - ج ۸ - ص ۱۲۷ تا ۱۳۲ (۲) حسن المحاضرہ - ج ۱ - ص ۲۷۰ -

(۳) بغیۃ الوعاة - ص ۷۰ و ۷۱ - (۴) شذرات الذمیب - ج ۷ - ص ۲۹۹ و ۲۹۸

(۵) مفتاح السعاده - ج ۲ - ص ۱۳۲ تا ۱۳۴ - (۶) البدر الطالع - ج ۲ - ص ۲۰۱ و ۲۰۲ -

(۷) الفوائد البہیہ - ص ۱۸۰ و ۱۸۱ - (۸) حدائق الحنفیہ - ص ۳۲۴ -

(۹) ہدیۃ العارفین - ج ۲ - ص ۲۰۱ - (۱۰) ذب و ذبابات الدراسات عن المذہب

الاربعة المتناسبات - (اشارہ) -

محمد نام ابو الحسن کنیت اور نور الدین لقب ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے :

محمد بن عبد البہادی السندی التتوی ثم المدنی الحنفی

موصوف ٹھٹھ میں پیدا ہوئے، یہیں تعلیم و تربیت ہوئی، ٹھٹھ کے علماء و فضلاء
سے علوم کی تحصیل کی، تکمیل علوم کے بعد درس و تدریس کا شغل اختیار کیا اور جلد طلبہ کا
مرجع بن گئے اور محققین علماء میں شمار ہونے لگے۔ پھر حجاز کا سفر کیا، اور وہاں شیوخ
حرم سے حدیثوں کا سماع کیا۔ محدث حرم علامہ ابراہیم کورانی، محمد بن عبد الرسول برزنجی اور

عبداللہ بن سالم وغیرہ سے استفادہ کیا اور سند لی، دو برس تک حرم میں مجاورت اور قیام کے بعد مدینہ منورہ میں اقامت گزریں ہو گئے، حرم نبوی میں حدیث و تفسیر اور فقہ کا درس دینا شروع کیا۔ علم و فضل اور فہم و فراست کے ساتھ زہد و ورع، صلاح و تقویٰ، اتباع سنت اور اخلاص کی صفات سے بھی متصف تھے۔ حرم میں بھی ان کی ذات سے طلبہ کو بڑا فائدہ ہوا۔ مورخ ابوالفضل محمد خلیل مرادی نے سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر طبع مصر ۱۳۱۷ھ ج ۴۔ ص ۶۶ میں موصوف کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے:

”محمد بن عبدالبہادی السندی الاصل والمولد الحنفی نزیل المدینۃ المنورۃ الشیخ الامام العالم العامل العلامة المحقق المدقق النحریر الغیامۃ ابوالحسن نورالدین“
اور پھر لکھا ہے:

رسل الی المدینۃ المنورۃ وقوطبہا واعلمہا،
عن جملۃ من الشیوخ کالسید محمد البرزنجی
والملا ابراہیم الکوہرانی وغیرہما و
درس بالمحرم الشریف النبوی واشتہر
بالفضل والذکار والصلاح.....
وکان شیخاً جلیلاً ہامراً محققاً بالحدیث
والتفسیر والفقہ والاصول والمعانی
والمنطق والعربیۃ وغیرہما عند
عنہ جملۃ من الشیوخ منہم الشیخ
محمد حیاۃ السندی المتقدم ذکرہ و
کان عالماً عاظاً ورعاً زاہداً۔

موصوف نے مدینہ منورہ کا سفر کیا اور اسی
کو وطن بنالیا اور یہیں بہت سے شیوخ
جیسے سید محمد برزنجی، ملا ابراہیم کوہرانی وغیرہ
سے استفادہ کیا اور حرم شریف میں درس
دیا، فضیلت، ذکاوت اور نیکی میں شہرت
پائی..... موصوف جلیل القدر شیخ
تھے۔ حدیث، تفسیر، فقہ، اصول معانی
منطق اور عربیت وغیرہ میں ماہر اور محقق تھے
ان سے بہت سے شیوخ نے استفادہ
کیا جن میں شیخ محمد حیات سندی جہ کا ذکر
پہلے گزر چکا، ہیں۔ موصوف عالم، عامل
محقق اور زاہد تھے۔

علامہ عبد الرحمن جبرتی حنفی المتوفی ۱۲۳۷ھ عجائب الآثار فی التراجم والاخبار، ج ۱۔ ص ۸۵
میں رقمطراز ہیں:

العلامة صاحب الفنون ابوالحسن.....
..... سمح الحديث على الباطلي وغيره
علامہ صاحب فنون ابوالحسن.....
..... نے حدیث باطنی ادا
محدثین

داروین حم سے نہیں۔

من الواردین۔

علامہ محمد عابد سندھی فرماتے ہیں:

کان عالماً نابطاً متقناً حوی جمیع العلوم وخاص فی منطوقہا والمفہوم واخص بعلم الحدیث وبلغ فیہ الغایہ۔
موصوف عالم، ضابط اور متقن تھے تمام علوم کے جامع تھے، منطوق اور مفہوم میں غور و خوض کیا تھا خاص طور سے علم حدیث میں اس میں تو انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔

حافظ سید عبدالحی اکلثانی فہرست الفہارس ج ۱۔ ص ۱۰۳ میں لکھتے ہیں:

”نور الدین محمد بن عبد الہادی القتوبی المدنی ہو محدث المدینۃ المنورۃ واحد من قدم السنۃ من المتأخرین ندۃ لا یتہال بہا“

وقت کے نامور فاضل مولانا محمد عبد الرشید نعمانی لکھتے ہیں:

”علامہ سندھی کو تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، نحو، عربیت، معانی، منطق، تمام علوم میں تبحر کا درجہ حاصل تھا اور وہ ان سب فنون میں محققانہ امتیاز رکھتے تھے خاص طور پر فقہ و حدیث میں ان کا درجہ بہت اونچا تھا۔ علامہ سندھی کی متعدد تصانیف اب چھپ کر منظر عام پر آگئی ہیں، جن سے ان کی جلالیت علمی کا آج بھی اہل علم کو اندازہ ہو سکتا ہے۔

صاح سستہ پر حافظ سیوطیؒ نے بھی تعلیقات لکھی ہیں اور علامہ سندھی نے بھی سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ پر ان دونوں حضرات کے حواشی طبع ہو چکے ہیں دونوں کام اوزہ کر لیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ سیوطیؒ کے یہاں غرر نقول موجود ہیں اور علامہ سندھی نے خود ان کی شروح سے کافی فائدہ اٹھایا ہے لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جہاں نقل سے نہیں بلکہ عقل سے کام پڑتا ہے اور فہم مراد اور توضیح مطالب کی باری آتی ہے، وہاں کس کا پتہ بھاری ہے..... اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ سیوطی اگر دسعت نظر میں بڑھے ہوئے ہیں تو علامہ وقت نظر میں فائق ہیں، جہاں دوسرے تارمین توجیہ سے عاجز ہوتے ہیں وہاں علامہ بہترین توجیہ پیش کر دیتے ہیں۔ سیوطی کو سات علوم میں اجتہاد کا دعویٰ تھا منجملہ ان کے نحو و عربیت بھی ہیں لیکن نسائی سگے دونوں ماحشے اس بات کے شاہد ہیں کہ متعدد مقامات پر علامہ سیوطی

نے تحلیل صرفی یا ترکیب نحوی یا وجہ معانی کے لحاظ سے کسی ایک خاص توجہ کی صحبت سے انکار کیا اور ہمارے علامہ نے اُسی خاص توجہ کو صرف یا نحو یا علم معانی کی روشنی میں مدلل و مبرہن کر دیا۔ سنن نسائی کے تراجم و ابواب پر جس طرح علامہ سندھی نے کلام کیا ہے کسی نے نہیں کیا۔ اسی طرح سنن ابن ماجہ کے زوائد پر حافظ بوقعیری کی تحقیقات کو نقل کر کے سیوطی کے مقابلہ میں انھوں نے اپنی شرح کو آسمان پر پہنچا دیا۔ علم حدیث پر علامہ سندھی نے خاص توجہ کی ہے اور اس فن میں انھوں نے بڑی شان دار خدمات انجام دی ہیں، برصغیر پاک و ہند میں بھی ایک بزرگ ایسے ہیں جن کو صحاح ستہ کی تمام کتابوں پر شرح لکھنے کا فخر حاصل ہے، ان کی جلالت قدر کا اعتراف عرب و عجم کے علماء کو ہے، شیخ اسماعیل بن محمد سعید نے جب اپنے مشہور شاگرد دمشق کو علم حدیث کی سند دی تو علامہ سندھی کے متعلق یہاں تک لکھ دیا ہے کہ :

”كان احد الحفاظ المحققين والجهانذة المصدقين“

علامہ مدوح کے محقق و مدقق اور جہبذ ہونے میں تو ہمیں کلام نہیں، البتہ ان کو حافظ حدیث کہنا مبالغہ سے خالی نہیں، حافظ کی جو تعریف کتب اصول حدیث میں بیان کی گئی ہے وہ ان پر صادق نہیں آتی کیوں کہ ان پر روایت سے زیادہ درایت کا غلبہ ہے ہمارے نزدیک علم حدیث میں ان کا وہی درجہ ہے جو علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ کا۔ حافظ سیوطی نے علامہ طیبی کے متعلق یہ رائے ظاہر کی ہے :

وله المام بالحدیث لکن لم یصلح
فیہ درجۃ الحفاظ و منتہی نظرہ
الکتب الستہ و مسند احمد والدارق
لایخرج من غیرہا۔
ان کو علم حدیث پر توجہ رہی ہے،
لیکن یہ اس فن میں حفاظ حدیث
کے درجہ پر نہ پہنچ سکے، ان کا انتخاب
نظر صحاح ستہ، مسند احمد اور

دارمی ہیں ان کے علاوہ اور کتابوں سے یہ تخریج حدیث نہیں کرتے۔
علامہ طیبی کی طرح علامہ سندھی کا منتہائے نظر بھی صحاح ستہ اور مسند
پر اگر ختم ہو جاتا ہے اس لئے حافظ حدیث کے بجائے ان کو محدث فقیہ کہنا زیادہ
کتب مذکورہ کے متون احادیث پر ان کی بڑی گہری نظر ہے، وہ شرح حدیث کے

امام ہیں اور خوب سے خوب توجیہ اور عمدہ سے عمدہ نکتے بیان کرتے ہیں۔
 (ملاحظہ ہو مقالہ امام ابو الحسن کبیر سندھی، جو پاکستان ہسٹری کانفرنس کے
 گیارہویں سالانہ اجلاس ۱۹۶۱ء میں پڑھا گیا۔)
 سال وفات میں اختلاف ہے، ملاحظہ سندھی نے ۱۱۴۱ھ لکھا ہے، ملاحظیات ۱۱۳۹ھ
 بتاتے ہیں، مرادھی نے ۱۱۳۸ھ اور جبرقہ ۱۱۳۶ھ بیان کیا ہے اور عبدالحی کتانی اور صاحب البیان
 الجنی کا خیال ہے کہ ۱۱۳۹ھ میں انتقال ہوا۔

موصوف کی تالیفات میں حسب ذیل کتابیں مشہور ہیں :
 (۱-۷) حواشی علی الصراح السنۃ - حاشیہ شیخ بخاری بن نسائی، سنن ابن ماجہ مصر سے شائع ہو چکے
 ہیں، اور نسائی اور مسلم کے حاشیہ ہندوستان اور پاکستان میں چھپ چکے ہیں۔ سنن ابی داؤد کا
 حاشیہ جس کا نام فتح الودود ہے پیرچندو (کتب خانہ پیرحبیب اللہ) میں ہماری نظر سے گذر چکا ہے
 جامع ترمذی کا حاشیہ ناقص ہے۔

(۸) حاشیہ علی مسند الامام احمد، اس کا رُبُع اول عبدالحی کتانی کے پاس موجود تھا۔
 (۹) حاشیہ علی فتح القدر شرح الہدایہ، یہ کتاب
 النکاح تک ہے۔

(۱۰) حاشیہ علی کتاب الاذکار لامام النووی۔ (۱۱) حاشیہ علی الزمرادین، لملا علی القاری۔
 (۱۲) تفسیر لطیف۔ (۱۳) حاشیہ علی الجلالین۔
 (۱۴) حاشیہ علی شرح جمع الجوامع لابن القاسم، اس کا نام الآیات البینات ہے۔
 (۱۵) الغیونسات الثبوتیہ اس کا نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں ہے۔
 (۱۶) حاشیہ علی شرح النجۃ۔ (۱۷) منہل الہدایہ شرح معدن العلوات۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو :

(۱) سلک الدرر، ج ۴ - ص ۶۶ - (۲) فہرست الفہارس، ج ۱ - ص ۱۰۳ - (۳) تاریخ الجینی
 (۴) البیان الجینی فی اسانید الشیخ عبد الغنی۔ (۵) مقالہ امام ابو الحسن کبیر از مولانا محمد عبد اللہ
 نعمانی۔ ان ہی فقہاء محدثین کے زمرہ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبد الغنی، فقہ ہند
 مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، حافظ سید انور شاہ کشمیری کا بھی شمار ہے۔ صحاح ستہ کے
 متون حدیث کی شرح میں ان ارباب صدق و صفا کا وہی مقام ہے جو خطابی، بیہقی اور نووی کا ہے مولانا

رشید احمد گنگوہی کا سب سے بڑا ہم عصر ہیں صحاح پر ان کی اہلی شرح حدیث اور استنباط اس کی تفسیر ملائی نظر آپ ہیں +

احد صدور العلم في عصره الباهر السمعت موصوف رئيس العلم، اوركتائے زمان عالم، راہ تحقیق،

فی التحقیق وتنقیح العبارات وشکرتہ کافیه اور عبارتوں کی تشریح وتوضیح میں سبقت لیجانی والے
عن الاطرء فی وصفه تھے، ان کی شہرت زیادہ تعریف کرنے سے مستغنی ہے
واشتهر ذکرہ وطار صیئہ والف التالیف ان کا نام مشہور ہے اور ہر جگہ ان کا
الکثیر اللطیفۃ التادیۃ المحتویۃ علی جہا ہے انھوں نے بہت سی لطیف اور جلیل القدر
القوائد الجلیلۃ - فوائد کی جامع کتابیں لکھی ہیں۔

فقیر محمد جلیبی، حداثی الحنفیہ (ص ۱۰۱) میں فرماتے ہیں:-

(ملا علی قاری) اپنے زمانے کے وحید العصر، فرید العصر، محقق، مدقق، منصف مزاج، محدث،
فقیہ، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ اور متضلع سنت نبویہ، جامعیر اعلام اور شاہیر اولی الحفظ و
الانہام میں سے تھے، خصوصاً آپ کو تحقیق فقہ و حدیث اور دریافت علوم کلام و معقول میں طویل
حاصل تھا اور تحریر عبارت عربی میں ایسی طرز خاص رکھتے تھے کہ کئی ایک جزو ایک وضع پر مسجع و
منقح لکھ جاتے تھے۔ کہ معظمہ میں اگر خاتمہ المحققین احمد بن حجر ہستی کی سے
علم پڑھا اور مشہور زمانہ ہو کر سنہ نزاع کے سرے پر درجہ مجددیت کو پہنچے۔

موصوف بڑے ہی صاف گو تھے، تحقیق مسائل میں اگر شافعیہ اور مالکیہ کو کہیں مخالف پایا
تو اپنی تالیفات میں ان پر بھی اعتراض کر دیا جس کی وجہ سے ان کے معاصر شافعیہ اور مالکیہ ان کے
بڑے مخالف ہو گئے تھے اور انھوں نے ان کی تصانیف کے مطالعہ سے بھی لوگوں کو منع کر دیا تھا،
مورخ عصامی شافعی جو ان کی جامعیت اور جہارت فن کے بڑے قائل ہیں، اسی تعصب کی
وجہ سے یہ لکھ گئے ہیں۔

امتنح بالاعتراض علی الائمة لاسیما موصوف ائمہ پر اعتراض کی وجہ سے آرائش میں آگئے
الشافعی واصحابہ واعترض علی الامام تھے خاص طور پر امام شافعی اور ان کے اصحاب پر اعتراض
مالک فی ارسال یدیبہ ولہذا تجد مؤلفاتہ کی وجہ سے، موصوف نے ارسال ید کے مسئلہ میں امام
لیس علیہا نور العلم ومن ثمة غی عن مالک پر بھی اعتراض کیا اس لئے تم ان کی تالیفات کو
مطالعہا کثیر من العلماء والاولیاء نور علم سے خالی پاؤ گے اور اسی وجہ سے بہت سے علماء
اور اولیاء ائمہ فلان کی کتابوں کے مطالعہ سے منع کیا جو۔

اس قسم کا اختلاف متقدمین و متاخرین علماء میں ہمیشہ رہا ہے، یہ اختلاف چونکہ واضح دلائل کی
روشنی میں ہوتا ہے اس لئے مذموم نہیں ہے تاہم ملا علی قاریؒ کی یہ روش ان کے غیر حنفی معاصر علماء کو

پسند آئی اور انھوں نے ان کی بڑی مخالفت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ موصوف کی تالیفات سے زیادہ اعتناء نہیں رہا۔ مورخ محی کا بیان ہے۔

ولولا ہا لا شہرت مؤلفانہ بجیت ملائ الدنيا اگر یہ باتیں نہ ہوتیں تو کثرت افادیت اور حسن ترتیب کی وجہ لکثرة فائدتها وحسن استجوابها۔ سے ان کی تالیفات سارے عالم میں چھا جاتیں۔

قاضی محمد بن علی شوکانی المتوفی ۱۲۵۵ھ نے البدو والاطالم میں اسی امر کو موصوف کے مجتہدین ہونے کی دلیل قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں:-

واقول هذا دليل على علوم منزلته فان المجتهد شأنه ان يبين ما يخالف الأدلة الصحيحة ويعترضه سواء كان قاضياً عظيماً أو حقيراً۔ میں کہتا ہوں یہی ان کی جلالت قدر کی دلیل ہے کیونکہ مجتہد کی شان یہ ہے کہ وہ ان باتوں کو جو صحیح دلائل کے خلاف ہیں بیان کرے اور ان پر اعتراض کرے خواہ اس کا قائل بڑا ہو یا چھوٹا۔

تلك شهادة ظاهر عنك عارها یہ بات (عیب) باعث ننگ و شرم نہیں ہے۔

وكان وفاة صاحب الترجمة سنة ۱۰۴۴۔ اربع عشرة الف صاحب تذکرہ کا سال وفات ۱۰۴۴ھ ہے۔

بایں ہمہ جلالت شان ملا علی قاریؒ کو فن رجال میں زیادہ بصیرت حاصل نہیں ہے اور اس امر میں ان سے اکثر غلطی ہو جاتی ہے۔ مولانا عبدالحی فرنگ محلی مقدمۃ التعلیق المبین علی موطاء محمدی (طبع کراچی ۱۳۰۲) میں تحریر فرماتے ہیں:-

له شرح علی موطاء محمدی فی مجلدین مشتمل موصوف نے موطاء امام محمدؒ کی شرح دو جلدوں میں لکھی ہے علی نفائس لطیفۃ وغرائب شریفة الا جو عجیب و غریب نوائد کی جامع ہے مگر یہ بات بھی ہے ان فیہ فی تنقید الرجال مساحات کثیرة کما میں تنقید رجال میں موصوف سے بہت زیادہ تسامح ہوا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ موصوف بعض موقعوں پر صحیح اور ضعیف دونوں قسم کی روایتیں نقل کر دیتے ہیں اور تیق سے عہدہ برا نہیں ہوتے لیکن احادیث کی تشریح و توجیہ اچھی کرتے ہیں، مولانا عبدالحی فرنگ محلیؒ نے ان کی مفید تالیفات کو موصوف کے مجدد ہونے کی دلیل قرار دیا ہے چنانچہ التعلیقات السنیہ علی الفوائد البہیہ (طبع قاہرہ ۱۳۰۱) میں لکھتے ہیں:-

وكلها مفيدة بلغت الى مرتبة المجددية ان کی تمام تالیفات مفید ہیں اور ان کے مجدد الف ثانی علی رأس الالف۔ کے مرتبہ پر فائز ہونے کو بتاتی ہیں۔

ملا علی قاریؒ کا انتقال شوال ۱۰۱۱ھ میں مکہ معظمہ میں ہوا اور جنت المعلّٰی میں دفن کئے گئے
 یہ محقق درست ایمانؒ تاریخ وفات ہے، ان کی قبولیت کا یہ عالم تھا کہ جب ان کے انتقال کی خبر مصر
 پہنچی تو جامع ازہر میں چار ہزار سے زیادہ مسلمانوں نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔
 موصوف کی مشہور تالیفات کے نام حسب ذیل ہیں:-

- (۱) اتحاف الناس بفضل وجہ ابن عباس۔ (۲) الاجوبة المهررة في البيضة الخبيثة
- المنكرة۔ (۳) الاحاديث القدسية (۴) الادب في رجب المرجب۔ (۵) الاستئناس بفضائل
- ابن عباس۔ (۶) الاسرار المرفوعة في الاخبار الموضوعة (۷) الاصطناع في الالفاظ المطبوع۔
- (۸) الاصول المهمة في حصول المقتة۔ (۹) اعراب القاری علی اول باب البخاری۔
- (۱۰) الاعلام لفضائل بیت اللہ الحرام۔ (۱۱) الانباء بان العصا من سنن الانبياء (۱۲)
- انوار النجیح فی اسرار النجیح۔ (۱۳) انوار القرآن واسرار الفرقان۔ تفسیر۔ (۱۴) بداية
- السالك في نهاية المسالك في شرح المناسك۔ (۱۵) بهجة الانسان وجمحة الحيوان
- (۱۶) بيان فعل الخيّر اذا دخل مكة من حجر عن الخير۔ (۱۷) البينات في تباين
- بعض الايات۔ (۱۸) التائبية في شرح التائبة لابن المقرئ۔ (۱۹) التبيان في
- بيان ما في ليلة النصف من شعبان۔ (۲۰) التجريد في اعراب كلمة التوحيد۔
- (۲۱) تحفة الحبيب في موعظة الخطيب۔ (۲۲) تحقيق الاحتساب في تدقيق
- الانتساب۔ (۲۳) تزيين العبادة في تحسين الاشارة (۲۴) تسليية الاعشى عن
- بلية العشى (۲۵) تشييع فقهاء الحنفية في تشييع سفهاء الشافعية۔ (۲۶)
- التصريح في شرح التسميح۔ (۲۷) تطهير الطوية في تحسين النية (۲۸) تعليقات
- القاری علی ثلاثیات البخاری۔ (۲۹) التهديد ذيل التزيين علی وجه التبيين
- (۳۰) الجمالین علی تفسير الجلالین۔ (۳۱) جمع الاربعين في فصل القرآن المبين
- (۳۲) جمع الوسائل في شرح الشمائل (۳۳) حاشية علی فتح القدير (۳۴) حاشية
- علی المواهب اللدنية (۳۵) حدود الاحکام۔ (۳۶) الحز الثمين للحصن المحصين۔
- (۳۷) الحزب الاعظم والورد الافخم۔ (۳۸) الحظ الاول في النجیح الاعبر۔
- (۳۹) الدرة المصنوعة في الزیارة المصطفوية۔ (۴۰) دفع الجناح وخفض الجناح
- في فضائل النکاح۔ (۴۱) الذخيرة الكثيرة في رجاء المغفرة للكبيرة۔

(٢٢) ذيل الرسالة الوجودية في نيل مسئلة اليهودية - (٢٣) سرد القصص
 (٢٤) رسالة الاقتداء في الصلاة للمخالف - (٢٥) رسالة البرة في الهرة - (٢٦) رسالة
 المصنوع في معرفة الموضوع (من الحديث) - (٢٧) الزبدة في شرح قصيدة البردة -
 (٢٨) سلاسة الرسالة في ذم الروافض من اهل الضلالة - (٢٩) شرح الجامع
 الصغير للسيوطي - (٣٠) شرح حزب البحر - (٣١) شرح رسالة بدر الرشيد في الفاظ
 الكفر - (٣٢) شرح الرسالة القشيرية - (٣٣) شرح صحيح مسلم - (٣٤) شرح الشفا
 للقاضي عياض - (٣٥) شرح مختصر المنار لابن جيب العلوي - (٣٦) شرح الوقاية في
 مسائل الهداية - (٣٧) شفاء السالك في ارسال مالك - (٣٨) شام العوارض في
 ذم الروافض - (٣٩) صلات الجوائز في صلاة الجناز (٤٠) ضوء المعالي في شرح
 بدء الامالي - (٤١) الصنيعة الشريفة في تحقيق البقعة المنيقة - (٤٢) الطواف
 بالبيت ولو بعد الهدم - (٤٣) العفاف عن وضع اليد في الطواف - (٤٤) العلاقات
 البيئات في فضائل بعض الآيات - (٤٥) عمدة الشمايل - (٤٦) فتح الاسماع
 في شرح السماع - (٤٧) فتح باب الاسعاد في شرح قصيدة بآنت سعاد -
 (٤٨) فتح باب العناية شرح كتاب النقاية - (٤٩) فتح الرحمن بفضائل
 شعبان - (٥٠) فرائد القلائد على احاديث شرح العقائد - (٥١) فر العون
 ممن يدعي ايمان فرعون - (٥٢) الفصل المعول في الصف الاول - (٥٣) حاشية
 على فتح القدير لابن همام - (٥٤) فيض الفائض في شرح الروض الرأض -
 (٥٥) قوام الصوامم للقيام بالصيام - (٥٦) القول الحقيقي في موقف الصديق -
 (٥٧) القول السديد في خلف الوعيد - (٥٨) كشف الخد عن حال المخضر -
 (٥٩) لب لباب المناسك في نهاية المسالك - (٦٠) لسان الاهتداء في بيان الاقتداء
 (٦١) مبين المعين في شرح الاربعين - (٦٢) المختصر الاوفى في شرح الاسماء المحسنة
 (٦٣) المرتبة اليهودية في منزلة الوجودية - (٦٤) مرقاة المفاتيح شرح مشكوة
 المصابيح - (٦٥) المسلك الاول فيما تضمنه الكشف للسيوطي - (٦٦) المسلك
 المتقسط في المنسك المتوسط - (٦٧) المسئلة في شرح البسملة - (٦٨) المشرب
 الورد في مذهب المهدى - (٦٩) مصطلحات اهل الاثر على فجة الفكرة لابن حجر

(۹۰) معرفۃ النساء فی معرفۃ المسواک - (۹۱) المقالة العذبة فی العمامۃ والعذبة
(۹۲) مقدمة السالمة فی خوف الخائفة - (۹۳) منع الروض الارض فی شرح الفقه
الاکبر - (۹۴) المنهج الفکرية علی مقدمة الجذرية - (۹۵) المورد الروی فی المولد النبوی -
(۹۶) المعادن العذبة فی فضل اویس القرنی - (۹۷) الناموس فی تلخیص القاموس -
(۹۸) نزهة الخاطر الفاتر فی ترجمة الشيخ عبدالقادر الجیل - (۹۹) النسبة المرتبة فی
المعرفة والمجبة - (۱۰۰) النعت المرصع فی المجنس المسجع - (۱۰۱) الهیئة السنیات فی
تبیین احادیث الموضوعات - (۱۰۲) الهبة السنية العلیة علی آیات الشاطیئة المرائیة
خط نسخ میں ملا علی قاریؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک حامل شریف خانقاہ مجددیہ ٹنڈوسائیں (اردو سندھ)
میں محترم محمد ہاشم جان صاحب مجددی کے پاس میری نظر سے گذرا ہے، اس حامل پر سن کتابت بھی تحریر ہے
موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:-

(۱) خلاصۃ الاثر ج ۳ ص ۱۸۵ و ۱۸۶ - (۲) البدن الطالع - ج ۱ ص ۲۳۵ و ۲۳۶ - (۳) الفوائد
الہیہ مع التعليقات السنیہ - ص ۶ - (۴) الموطاء للامام محمد رحمہ اللہ مع التعليقات
المسجود ص ۲۴ - (۵) طرب الاماثل بتراجم الافاضل - مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۳۰ھ ص ۲۲۵ تا ۲۲۷
(۶) تذکرۃ الراشد برد تبصرة الناقد مطبع انوار محمدی لکھنؤ ۱۳۳۰ھ ص ۱۹۳ - (۷) ابرار النخی
الواقع فی شفاء الھی - مطبع انوار محمدی لکھنؤ ۱۳۳۰ھ ص ۱۳ - (۸) حدائق الحنفیہ ص ۹۹ تا ۱۰۱
(۹) ہدیۃ العارفین - ج ۱ اک ۴۵۱ تا ۴۵۳ - (۱۰) محبوب الالباب فی تعریف الکتاب والکتاب
مطبع مقنن حیدرآباد دکن ۱۳۳۰ھ ص ۷۰ - (۱۱) فهرست کتب خانہ رامپور، طبع رامپور ۱۳۲۸ھ ج ۲ ص ۹۳ -
(۱۲) سمط النجوم العوالی فی انباء الاولیاء والاولیاء، طبع قاہرہ ۱۳۳۰ھ ج ۲ ص ۳۹۷ -

عبدالحق نام ابوالمجد کینت حقی تخلص اور محدث دہلوی عرف ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:-
عبدالحق بن سیف الدین بن سعد الدین بن فیروز بن موسیٰ بن معز الدین
بن محمد التریک البخاری الدہلوی الحنفی۔

مرصوف محرم ۹۵۵ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ شیخ الاولیاء تارنخ ولادت ہے، ان کے والد ماجد
شیخ سیف الدین صاحب نسبت بزرگ، جید عالم اور بلند پایہ مری تھے۔ ان کی آرزو یہ تھی کہ وہ
سعادتمند فرزند کو وقت کا نامور محقق اور بلند پایہ صوفی بنائیں اس لئے انھوں نے ان کی تربیت خود
کی اور ابتدائی کتابیں بھی خود ہی پڑھائیں۔ تصوف کے اعمال و اشغال بھی خود سکھائے۔ تیرہ برس کی

عمر میں شیخ موصوف نے نحو میں الارشاد، منطق میں شرح شمسہ اور عقائد میں علامہ سعد الدین تفتازانی کی شہرہ آفاق کتاب شرح العقائد نسفی وغیرہ پڑھیں اور پندرہ برس کی عمر میں مختصر و مطول ختم کر لیں۔ پھر دیگر درسی کتابیں شیخ محمد مقیم تلمیذ امیر محمد مرتضیٰ شریفی وغیرہ سے دہلی میں پڑھیں اور کم و بیش بیس برس کی عمر میں جملہ درسیات سے فراغت پائی، اس کے بعد برس سو برس کے عرصہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اس سلسلہ میں شیخ موصوف کا وہ بیان جس سے شیخ سیف الدین کے طریقہ تعلیم و تربیت اور شیخ عبدالحق کے ذوق طلب، علم سے شغف، عبادت و ریاضت، حافظہ و ذکاوت، سعی بہم اور تحصیل علم کی غرض و غایت پر روشنی پڑتی ہے، ہدیہ ناظرین ہے۔ فرماتے ہیں:-

میرے والد کی اخیر عمر میں جو بڑھاپے اور کمزوری کا زمانہ ہوتا ہی دلبستگی میری ذات سے وابستہ تھی۔ میں تین چار برس کا تھا کہ ایام جوانی اور غمگسار دوستوں کے گزر جانے سے ایک مرتبہ وہ سخت بیمار پڑ گئے، اس بیماری میں ان کی دجھکی اور ضعف پیری کی کلفتوں کو دور کرنے کا سبب ہی فقیر تھا، رات دن میں ان کی آغوش رحمت و شفقت میں تربیت پاتا تھا، اسی زمانہ طفلی میں وہ حضرات صوفیہ کے اقوال میرے دل و دماغ میں ڈال کر شفقت ظاہری کے ساتھ باطنی تربیت بھی فرماتے تھے۔ میں بھی فطری طور پر ان اقوال کا دلدادہ تھا وہ جب ذرا خاموش ہوتے تو میں کچھ دیر کے لئے لپٹے آپ کو بھول جاتا اور واقعات اسرار کی طرح ان حقائق کو دوبارہ بیان کرنے کی استدعا کرتا، ان میں سے چند باتیں خصوصیات وقت کے ساتھ اب تک مجھے یاد ہیں۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ فقیر کو اپنے دودھ چھڑانے کا زمانہ جب کہ عمر دو چھائی برس کی ہوگی ایسا یاد ہے جیسے کل کی بات اسی زمانہ میں جب کہ ان کی تربیت و عنایت کے آثار ظاہر ہوئے میں تحصیل علم میں مشغول ہو گیا، شب و روز

والد میرے لئے اور عمر کے زمان ضعف و پیری بود مشغولی خاطر مختصر در فقیر بود، سہ چار سالہ بودم کہ ایشان را مریضے صعب از گذشتن ایام جوانی و رفتن یاران غمگسارداں جانی عارض شد، در ان مرض باعث دفع دلگیری و دفع کلفت ضعف و پیری ہمیں فقیر بود، شب و روز در کنار رحمت و جوار عنایت ایشان تربیت می یافتم و ہمدراں ایام طفولیت سخنان این طائفہ را در کام جاں این حقیر ریختہ تربیت باطنی را ضمیمہ شفقت ظاہری می ساختہ و من نیز بحکم فطرت مقتضی جبلت والد و دیوانہ آن کلمات بودم اندکے خاموش می شدند و خود را فراموش می کردم و چون آگاہاں طلب اعادہ این افادہ می کردم بعضے اناں سخنان با خصوصیات وقت ہنوز در خزینہ خیال من ماندہ است حالی از غریبے نیست و غریب نماز وے آنکہ فقیر را حالت انقطاع خود کہ مدت عمر دوسال یا دویم سال خواہ بود انچنان در خاطر است کہ گویا حکایت وی روزست۔ در ان زمان نیز کہ آثار تربیت عنایت ایشان بظہر آمدہ تحصیل علوم حاصل شدہ بود، شب و روز

ان کی خدمت میں بحث و تکرار کے اندر مصروف رہتا تھا
اسی شغل میں راتیں گزر جاتی تھیں اور وہ بندہ کو ہمزبانی
کا شرف عطا کر کے بہت خوش ہوتے تھے خاص طور پر
علم توحید کی یقین اور مسئلہ وحدت وجود کی تحقیق اس
طرح فرماتے تھے گویا آنکھوں دیکھی باتیں کر رہے ہیں اگر
کبھی مقدمات علمیہ کی وجہ سے ان علوم وہی کی تحقیق کے
سمجھنے میں شہرہ جاتا تو فرماتے اس قسم کے مسائل میں ہمیں
بھی بہت سے شکوک و شبہات پیش آتے تھے انشاء اللہ
یہ رفتہ رفتہ جاتے رہیں گے اور تم جال یقین کا مشاہدہ
کر لو گے لیکن ہمیشہ اسی دھن میں رہو اور جہاں تک ہو سکے
اس کے سمجھنے کی کوشش کرتے رہو۔

لنگ ولوک خفتہ شکل و بے ادب

سوے اومی خیز داور اومی طلب

والد ماجد نے مجھے بغیر سابقہ تعلیم قواعد ہیجی جس طرح سے
کنچے پڑھتے ہیں پہلے ہی قرآن مجید کے دو تین پارے بلکہ
اس سے بھی کم تعلیم فرماتے تھے، وہ روزانہ سبق لکھ دیتے
اور میں پڑھ لیتا۔ قرآن کا اتنا ہی حصہ میں نے بطور سبق
پڑھا ہے اس کے بعد ان کی تربیت و شفقت سے ایسی
قوت بہم پہنچی کہ روزانہ جتنا قرآن پڑھا اسے ان کے
سامنے دہرا دیتا تھا، اس طرح میں نے دو تین مہینے میں
قرآن مجید ختم کر لیا۔ استاد دریں جس طرح بچوں کو پڑاتے
ہیں میں نے نہیں دیا، والد ماجد نے مجھے بچوں کے طریقہ
پر فائدہ و رفاقت تک سختی لکھائی تھی اس کے بعد تھوڑی
سی مدت میں، اگر ایک مہینہ کہوں تو جھوٹ نہ ہوگا،
کتابت کا سلیقہ آگیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی توجہ اور

در خدمت ایشان در تذکرہ و تذکار و بحث و تکرار می گذشت
شبہا بر سر می آمد و بندہ را بہم زبانی خود قبول داشتہ
مخصوصاً بوندہ خصوصاً در تلقین علم توحید و تحقیق مسئلہ
وحدت وجود و بر وجہ کہ موافق علم و شہود دست و اگر گاہ
بمقتضی تنقید مقدمات علم کسی و بقصد تحقیق این علوم
وہی و غوغا و شبہ در میان آورده می شد می فرمودند
بار ازین نوع شبہات و شکوک دریں مسئلہ بسیار
بود انشاء اللہ رفتہ رفتہ پردہ از روی کار بکشاید
و جال یقین روی نماید ولیکن باید کہ دائم دریں
خیال باشید و ہر مقدار کہ دست دہد سعی کنید و
این بیت می خوانند نہ

لنگ ولوک خفتہ شکل و بے ادب

سوے اومی خیز داور اومی طلب

اول از قرآن مجید بے سابقہ تعلیم قواعد ہیجی کہ اطفال
خوانند و سہ جزو بلکہ کمتر و انشاء اللہ علم تعلیم فرمودند
سبق در سبق ایشان می نوشتند و من می خواندم از
قرآن ہمیں مقدار تعلم کردہ ام، بعد از آن با اثر تربیت
و شفقت ایشان چنان قوت بہم رسید کہ ہر روز قدرے
از قرآن می خواندم و ہر مقدار کہ می خواندم پیش ایشان
می گذانیدم، در دوسرہ ماہ ختم قرآن تمام کردم، و در
خط و سواد چنانچہ علمان صبیان و اطفال را در مکتبہا
یاد دہند مفید نشدند فقیر را تا فا و قاف بر طریقہ
اطفال مقید شدہ نویسانیزہ باشند بعد از آن بطریق
اجمال در اندک مدت شاید اگر مقدار یک ماہ تعیین کنیم
دروغ نگفتہ باشم قدرت کتابت و سلیقہ انشا پر شد

نظر میں ایسا اثر اور ایسی خاصیت رکھی تھی کہ کوئی شخص استعداد و قوت اخذ میں جہاں کتنا ہی بعید کیوں نہ ہو ان کی توجہ و تربیت سے اس کی مخفی صلاحیتیں بہت جلد اس میں ظاہر ہو جاتی تھیں۔ مجھ میں جو کچھ بھی ہے وہ انہی کی توجہ اور نظرِ کرم کا اثر ہے، ان کے تمام حقوق پدی اور حقوقِ تعلیم و ارشاد و تربیت اس فقیر کے ذمہ ثابت ہیں۔ نظم و اشعار کی کتابوں میں جو اس ملک میں متداول و مروج ہیں، شاید گلستان و بوستان کے چند جزو اور دیوان حافظ پڑھایا ہو۔ لڑکپن ہی سے قرآن مجید ختم کرنے کے بعد میزان الصرف سے مصباح و کافیہ تک خود پڑھایا، دورانِ تعلیم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ انشاء اللہ تم جلدی عالم بن جاؤ گے مجھے بڑی مسرت ہوتی ہے جس وقت یہ تصور کرنا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس کمال تک پہنچا دے جس کا مجھے خیال ہے اور میں تمہارے حلقہٴ درسِ افتادہ میں بڑھاپے کے زمانہ میں بھروسہ کر کے بیٹھا رہوں اور کبھی چند کتابوں کے نام لیکر فرماتے کہ یہی چند کتابیں ہیں جن کو پڑھ کر تم عالم بن جاؤ گے۔

یہ بھی فرماتے تھے کہ ہر علم میں سے ایک مختصر پڑھ لو تمہیں کافی ہوگا، اس کے بعد انشاء اللہ برکت و سعادت کے دروازے تم پر کھل جائیں گے اور سارے علوم تمہیں بے تکلف حاصل ہو جائیں گے، ان کی ان باتوں نے وہ اثر کیا کہ تحصیلِ علوم میں ایسی تیزی و سرعت حاصل ہوئی جسے طے زمان و مکان کہتے ہیں (یعنی بہت تھوڑی مدت میں زیادہ سے زیادہ علوم حاصل ہوئے)

حق سبحانہ و تعالیٰ در توجہ و عنایت ایساں اثرے و خاصیتے بہادہ بود کہ اگر ہر چند کہے در مرتبہ استعداد و قوت و توفیق افتادہ بودے توجہ و تربیت ایساں زود از قوت بفعل آمدے، مرا ہر چہ بہت اثر توجہ و عنایت ایساں است و ایساں را جمیع حقوقِ ادب و تربیت و تعلیم و ارشاد بر ذمہ این نامہ را ثابت ست و اثر کیا ہائے نظم و اشعار کہ تعلیم آن متعارف این دیار ست شاید کہ چند جزو از بوستان و گلستان و دیوان خواجہ حافظ تعلیم کردہ باشند، و ہم از ابتدائے حالت صغر بعد از ختم قرآن میزان صرف یاد دادند تا مصباح و کافیہ خود تعلیم فرمودند در ہاں زباں اکثر اوقات بنفس مبارک ایساں می گذشت کہ انشاء اللہ تعالیٰ تو زود دانشمندے شوی، می فرمودند کہ مرا حفظِ غریب دست دہد تبصیر آنکہ حق تعالیٰ ترا بکمالے کہ من خیال کردہ ام برساند و من در حوزہ درس و افتادہ تو برو سادہ ضعیف پیری تکیہ کردہ نشستہ باشم، و گاہے کتابہا را تعداد می کردند و می فرمودند ہمیں چند کتاب را کہ خواندی دانشمند شدی۔

می فرمودند تو یک مختصر از ہر علم بخوان ترا بے بندہ است بعد از آن انشاء اللہ چنان ایواب برکت و سعادت بر تو یکشاید کہ جمیع علوم بے تکلف تحصیل روئے نماید، این نفس پاک ایساں اثر آورد و در تحصیلِ علوم یک سرعتے و عبورے دست داد کہ مشابطے زمان و مکان کہ می گویند باشد، از مختصرات نحو مثل کافیہ و لب و ارشاد شاید کہ

بعض اوقات مختصرات نحو، کافہ، لب اور ارشاد جیسی کتابوں کا ایک ایک جز بلکہ اس سے بھی زیادہ پڑھ لیتا تھا اور تحصیل علم کا شوق اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اگر ان مختصرات میں سے کسی کتاب کا صحیح اور حاشیہ والا کوئی نسخہ ہاتھ آجاتا تو دوران مطالعہ حواشی کو دیکھ کر سمجھ لیتا اور دوسرے جز میں ہنہمک ہو جاتا۔ اگر کوئی آسان بحث آجاتی یا وہ مضمون پہلے گزر چکا ہوتا تو میری قانع طبیعت اس کی طرف متوجہ نہ ہوتی اور اس پر غور کرنے کو تیار نہیں ہوتی۔

خدا ہی جانتا ہے کہ میں ان ایام میں کیا پڑھتا اور اور کیا سمجھتا تھا لیکن اتنا یاد ہے کہ کتاب کی اصل عبارت حاشیہ کی مدد سے اچھی طرح سمجھ لیتا تھا۔ جو کتاب میرے ہاتھ آتی یا کوئی جز کسی وقت مل جاتا خواہ وہ اول کا ہو یا آخر کا، اس کا پورا پڑھ لیتا اس وقت کا اہم شغل تھا میں اس کا پابند نہیں تھا کہ کتاب کو اول ہی سے شروع کرنا چاہیے اور اختتام پس کتاب کے آخر حصہ پر ہونا چاہیے، بلکہ جو حصہ مل جاتا وہی پہلے پڑھ لیتا تھا کیونکہ مقصد تحصیل علم تھا وہ جس طرح بھی ممکن ہو۔

بارہ یا تیرہ برس کی عمر تھی جب میں شرح شمسہ اور شرح عقائد پڑھتا تھا، پندرہ یا سولہ سال کی عمر میں مختصر المعانی اور مطول ختم کر لی تھی، اُس عدد سے ایک سال پہلے یا چھپے جس کا ظرف لوگ شمار عمر میں لحاظ کرتے ہیں (یعنی جوانی میں) میں نے علوم عقلیہ و نقلیہ کی پوری پوری تحصیل کر لی تھی۔

الحمد للہ کہ اس کے بعد قرآن مجید کے حفظ کی توفیق

در بعض اوقات ایک ایک جز بلکہ بیشتر طے می نمود بلکه بسبب حرص و شوقی کہ بر تمام تحصیل و فراغ داشتم چنان بودم کہ اگر جزوے ازین مختصرات مصحح و محشی بدست می افتاد بگذرانیدن آن پیش استاد می پرداختم و بچلے از مطالعہ کہ در آن اواں بنظر در حواشی دست میداد انکشاف کردہ بجز و دیگر می انداختم و اگر مجھے آسان پیش آمدے یاد کتاب سابق آن حکایت و مضمون معلوم شود بودے طبیعت کفایت پیشہ بفکر و اندیشہ آن دست نفر سو دے۔

خداوند کہ در آن زمان چہ می دیدم و چہ می بینیدم ولیکن نظر بہ برتن و حاشیہ کہ می گماشتم تحت بغلی از سواد آن بہرہ بر می داشتم و ہر کتابے کہ در نظر آمدے و جزوے ازوے در وقت پیدا شدے خواہ از کتاب سابق یا لاحق از اول یا آخر عبور بر آن از واجبات وقت حال بود مقید نمودم کہ شروع از اول کتاب باید نمود و اختتام تا خسر آن برآمد کہ مطمح نظر تحصیل علم بود ہر نوع کہ باشد۔

دوازده یا سیزده سالہ بودہ ام کہ شرح شمسہ و شرح عقائد می خواندم و پانزدہ یا شانزدہ کہ مختصر و مطول لاگذراندم و پشتر یا پشتر یک سال از عددے کہ ظرف در شمار عمر از ذکر آن ملاحظہ کنند، از علوم عقلی و نقلی آنچه در افادہ و استفادہ از صورت وادہ کافی و کافی باشد تمام کردم۔

والحمد للہ کہ بعد از آن بحفظ قرآن مجید نیز

نصیب ہوئی اور میں اس کی حفاظت میں آگیا یہ وہ نعمت ہے کہ جس کے ایک حرف کا شکر سو برس میں ادا نہیں کر سکتا ایک سال اور کچھ دنوں میں حاصل کر لی تھی۔

الغرض اسی طرح میں نے تمام کتابوں پر عبور و اطلاع حاصل کی، ادب، منطق اور کلام کی کتابوں پر کامل دستگاہ حاصل ہو جانے کے بعد سات آٹھ سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ تک بعض ماوراء النہر کے علماء سے اس طرح اکتساب فیض کیا کہ شب و روز میں شاید دو تین ساعت کے لئے مطالعہ، غور و فکر اور مشغولیت سے فرصت ملتی ہو۔ جب استادوں کی باطنی توجہ سے دورانِ سبق میں بحث ہوتی اور اس حقیر کی زبان سے مفید تر باتیں نکلتیں تو وہ شفیق اساتذہ فرماتے ہم تم سے استفادہ کرتے ہیں ہمارا تم پر کوئی احسان نہیں ہے۔

خدا ہی جانتا ہے کہ وہ کیا شوق تھا اور کیسی طلب تھی، اگر اس قدر شوق و ذوق طلب مولیٰ اور ریاضت باطن میں ہوتا تو کہاں سے کہاں پہنچا ہوتا۔

ایک مرتبہ طالب علم بیٹھے ہوئے آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ تحصیلِ علم سے مقصد کیا ہے؟ بعض نے تکلف و تصنع کرتے ہوئے کہا ہمارا مقصد معرفتِ الہی حاصل کرنا ہے، بعض نے سادگی و صاف صاف کہہ دیا کہ ہماری غرض دنیا طلبی ہے، میں اس وقت کافیہ بلکہ اس سے بھی نیچے کی کتابیں پڑھتا تھا مجھ سے پوچھا کہ اب تم بھی بتاؤ کہ تحصیلِ علم سے تمہارا مقصد کیا ہے میں نے کہا مجھے

موفق شدم و در کثرت حفظ و در آردم و در بردت یک سال و چیزے این نعمت را کہ در صد سال شکر حرفے از آں ادا نتوانم کرد بدست آوردم۔

و بالجملہ ہمیں قیاس کہ بر خواندم بر سائر کتب عبورے کردم و عشورے نمودم غیر آنکہ بدت ہفت ہشت سال بلکہ زیادہ بعد از رسیدن بکتاب عربیت و منطق و کلام و حصول نوع از قوت اکمال و اتمام ملازمت درس بعضے از دانشمندان ماوراء النہر بطورے نمودہ شد کہ در تمامی شب و روز شاید کہ دوسہ ساعت از مطالعہ و تعقل و اشتغال فرصتے دست نمی دادہ باشند و چوں بہر توجہ باطن استادان و دانشاء درس بکثرت و سخناں مفید از طبع فاتراں حقیر می زائید اکثر ایں عزیزان می گفتند کہ ما از تو مستفیدیم و ما را بر تو منتے نیست۔

خدا داد اند کہ آں چہ شوق و ذوق طلب اگر آں قدر شوق و ذوق در طلب مولیٰ و ریاضت باطن می بود تا کار یکجا می کشید۔

یکبار طالب علمان نشستہ از احوال یک دیگر تفحص می نمودند کہ نیت در تحصیل علم چیست، بعضے طریق تکلف و تصنع پیورہ می گفتند کہ مقصودِ ما طلب معرفتِ الہی است، بعضے براہ سادگی و راستی رفتہ می نمودند کہ غرض تحصیلِ حطامِ دنیاوی است۔ از من کہ در آن زمان کافیہ بلکہ پایاں تر از آں چیزے می خواندم پرسیدند کہ بارے تو بگو در تحصیلِ علم چہ نیت داری و نظیر ہمت و

قصد برچی نگاری گفتم من اصلاً ندانم کہ تحصیل علم معرفت منترتب شود یا اسباب ملاہی، مرا بالفعل خود شوق این ست کہ بارے بدانم کہ چندی عقلاً و عللاً گذشتہ اند چہ گفتہ اند و در کشف حقیقت معلومات مسائل چہ در ہا سفتہ اند تا بعد از حصول آن چہ حالت دست و دہر بچط نفس بردیا بحجت مولیٰ یا بتحصیل دنیا کشد یا طلب عقبی۔

و از ابتدائے ایام طفولیت نمی دانم کہ بازی چیست و خواب کدام و مصاجبت کیست آرام چہ و آسائش و سیر کجاہ

شب خواب چہ و سکون کدام ست

خود خواب بعا شقان حرام ست

ہرگز در شوق کسب و کار طعام بوقت نخوردہ و خواب در محل نبردہ۔

ہر روز با وجود غلیہ برودت ہوائے زمستان و شدت حرارت تابستان دوبار بمدرسہ دہلی کہ شاید از منزل با بعد و میل داشتہ باشد میل میگردم در میانہ روز ادنی وقفہ در غربت خانہ بسبب تناول چند لقمہ کہ سبب عادی توام حرکت ارادہ است واقع می شد و در تہ پشتر از وقت صبح بمدرسہ

می رسیدیم و در سایہ چراغ جزومی کشیدیم، و غریبہ آنکہ با وجود احاطہ اوقات و شمول ساعات بمطالعہ و تذکار و بحث و تکرار ہر چہ از کتب خواندہ می شد بلکہ وائے آن از شروع و حواشی در نظری آمد نقید آن بکتابت از ضروریات وقت می دانستم، اکثرے

بالکل نہیں معلوم کہ تحصیل علم کا ثمرہ معرفت الہی کی صورت میں ظاہر ہوگا یا اس سے اسباب ہوا و سامان عیش میسر آئیگا۔ مجھے اس وقت ہی شوق ہے کہ ایک مرتبہ میں یہ جان لوں کہ جتنے دانشمندانہ دانشور گزرے ہیں انہوں نے کیا کیا ہے اور کشف حقیقت اور معلومات مسائل میں کون سی حقیقت پر وئے ہیں اس امر کے معلوم ہو جانے کے بعد کیا صورت پیش آتی ہے عیش و عشرت کی طرف میلان ہوگا یا محبت مولیٰ کی طرف دل دنیا کی طرف کھینچے گا یا عقیق کا طلبگار ہوگا۔ بچپن ہی میں میرا یہ حال ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ کھیل کیا چیز ہے آرام کی نیند کیسی ہوتی ہے اور ہمیشہ کسی کو کہنے میں آرام و آسائش کیا اور سیر کہاں ہوتی ہے۔

شب خواب چہ و سکون کدام ست

خود خواب بعا شقان حرام ست

تحصیل علم کے شوق میں میں نے نہ کبھی وقت پر کھانا کھایا اور نہ وقت پر سویا۔

جاڑے کی سخت ٹھنڈی ہوا اور گرمی کی چلچلاتی دھوپ میں ہر روز دو بار دہلی کے مدرسہ میں جانا تھا جو غالباً ہمارے مکان سے دو میل کے فاصلہ پر ہوگا، دوپہر کو گھر میں بس اتنی دیر قیام رہتا جتنی دیر میں ایسے چند لقمے کھا لیتا جو عادت صحت جسم کو برقرار رکھتے ہیں۔

ایک زمانے تک ایسا بھی ہوا ہے کہ سحر ہونے سے پشتر ہی مدرسہ پہنچ جاتا اور چراغ کی روشنی میں ایک جزو لکھ لیتا عجیب تزیات یہ تھی کہ تمام اوقات مطالعہ کتب اور پڑھی ہوئی کتابوں کی بحث و تکرار میں گھرے ہوئے تھے مگر پھر بھی میں ان شروع و حواشی کو جو مطالعہ سے گزرتی تھیں قلبند کرنا ضروری سمجھتا تھا۔ رات کا زیادہ تر حصہ اور دن کا

کتر حصہ مطالعہ میں گزرتا اور رات کا کمتر حصہ اور دن کا
بیشتر حصہ کتابت میں صرف ہوتا تھا۔

میرے والدین ہر چند کہتے تھے کہ کسی وقت
محلہ کے بچوں کے ساتھ کھیلا کرو، اور رات کو
وقت پر سویا کرو، میں کہتا کہ آخر کھیل کو دے
غرض تو دل ہی کا خوش کرنا ہے میرا جی اسی سے خوش
ہوتا ہے کہ کچھ پڑھوں لکھوں، ماں باپ عموں
اپنے بچوں کو مدرسہ جانے اور پڑھنے کی تاکید و
تنبیہ کیا کرتے ہیں، اس کے برعکس مجھے کھیل کود کی تاکید
ہوتی تھی، کبھی استاد مطالعہ میں آدھی رات گزر جاتی
تو والد قدس سرہ پکارتے کہ بابا کیا کرتے ہو میں فوراً
لیٹ جاتا کہ کہیں جھوٹ نہ ہو اور کہتا کہ میں پیا جاتا ہوں
آپ کیا فرماتے ہیں؟ پھر اٹھ بیٹھا اور پڑھنے میں
مشغول ہو جاتا کئی مرتبہ عامہ اور سر کے بالوں میں
چراغ سے آگ لگ گئی لیکن مجھے اس وقت پتہ چلا
جب اس کی حرارت دماغ کو پہنچی، سہ

چہ دودھائے چراغ کہ دردماغ ز رفت
کدام بادہ محنت کہ درایارغ ز رفت
کدام خواب وچہ آسائش و کجا آرام
چہ خار خار کہ در بستر فراغ ز رفت
بحیر تم ز دل خود کہ عمر رفت و لے
ز کج عکدہ ہرگز بہ معنی بارغ ز رفت

تحصیل و تکرار علم کے شوق و شغف کے باوجود بقا مائل
قطرت اس زمانہ طفلی میں نماز، وظائف، شب خیزی
اور مناجات کا سلسلہ بھی اسی شد و بد سے جاری تھا

از شب و پارہ از روز مطالعہ می گذشت و پارہ از
شب و اکثرے از روز بکتابت می رفت۔

دائماً پدر و مادر من ہلاک آں بودند کہ بیکدم
با کودکان محلہ بازی کنم یا شب بوقت متعارف
پادرازشتم و من می گفتم کہ آخر غرض از بازی خاطر
خوش کردست، و مرا خاطر بہیں خوش است کہ
چیزے بخوانم یا مشغول کنم، برعکس آنکہ پدر اں و
مادر اں اطفال را بر بخواندن و بکتاب رفتن زجر
کنند و عتاب نمایند، مراد راجانب دیگر مبالغہ خطاب
می کردند کہ ہے در اثنائ مطالعہ کہ وقت از نیم
شب در می گذشت والدہ قدس سرہ مرا فریاد
می زد کہ بابا چہ می کنی من فی الحال پادرازمی کشیدم
تا دروغ واقع نشود و می گفتم کہ خفتہ ام چہ می فرمایند
باز بر می نشستم و مشغول می شدم و چند بار در دستاد
و موے سر آتش چراغ در گرفتہ باشند و مرا رسیدن
حرارت آں بکجہ دماغ خیر نہ سہ

چہ دودھائے چراغ کہ دردماغ ز رفت
کدام بادہ محنت کہ درایارغ ز رفت
کدام خواب وچہ آسائش و کجا آرام
چہ خار خار کہ در بستر فراغ ز رفت
بحیر تم ز دل خود کہ عمر رفت و لے
ز کج عکدہ ہرگز بہ معنی بارغ ز رفت

و باوجود شوق و شغف تحصیل و تکرار علم در کثرت
صلوٰۃ و اوماد و شب خیزی و مناجات ہم دراوان
طفولیت بمقتضائے جبلت صوری جد واجتہاد

وجودی آمد چنانچہ مردم حیران آں می بودند و هنوز
ذوق آں اسحاق و اوقات در کام وقت پیدا است۔ پابندی و مصروفیت کا کیف کام و دہن میں نمایاں ہے۔
شیخ موصوف نے ۱۲ شوال ۹۸۵ھ میں جب کاروان عمرتیویں منزل طے کر رہا تھا شیخ موسیٰ
بن حامد حسینی اُچی سے بیعت کی اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ شیخ عبدالحقؒ نے اجارہ الاخیار
(مطبع مجتبیٰ ۱۳۳۲ھ ص ۲۰۶) میں ان کا تذکرہ بڑی عقیدت سے لکھا ہے اور المکاتیب والرسائل
الی ارباب الکمال والفضائل میں موصوف کو ”سمی کلیم الہی“ اور ”سمی کلیم اللہ“ کے الفاظ سے یاد
کیا ہے چنانچہ رسالہ تنبیہ اہل الفکر برعاية آداب الذکر میں ان کی ایک تالیف کا حوالہ دیتے ہوئے
فرماتے ہیں:-

”حضرت شیخی وسیدی وسندی قبلہ گا ہی سمی کلیم الہی قدس اللہ سرہ در کتاب اوراد خود بخجین

فرمودہ اند“

اور رسالہ ایراد العبارات لبیان اہل الاشارات میں فرماتے ہیں:-

”حضرت شیخی سیدی وسندی قبلہ گا ہی سمی کلیم الہی“

شیخ عبدالحقؒ نے ۹۹۵ھ میں حج و زیارت کی نیت سے رخت سفر باندھا اور اجین ہوتے ہوئے
احمد آباد پہنچے، یہاں جتنے عرصہ قیام رہا شیخ وجیبہ الدین علوی گجراتی المتوفی ۹۹۸ھ سے قادر یہ طریقہ کے
بعض اعمال و اشغال کی تحصیل کی اور ۹۹۹ھ میں حج کیا، دس مہینے مکہ معظمہ میں قیام کر کے ۲۳ ربیع الثانی
۹۹۹ھ میں مدینہ منورہ پہنچے اور بقول صاحب زلفہ انجیر طریحہ ۹۹۹ھ تک یہیں رہے پھر مکہ معظمہ واپس
آگئے اور ایک زمانے تک حرم میں رہے۔ پھر دوسرا حج کیا، شجان ۹۹۹ھ کے آخری ایام میں
طائف تشریف لے گئے پھر مکہ معظمہ تشریف لائے اور تھوڑے عرصہ رہ کر اسی سال ہندوستان
واپس آگئے۔

سردین حجاز میں شیخ کا قیام کم و بیش تین برس رہا اور زیادہ تر زمانہ شیخ عبد الوہاب متقی برہانپوری
ثم الملکی کی خدمت میں گزرا، چنانچہ موصوف شیخ علاؤ الدین مکی کے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:-
انا فی حدیث منہ عندہ سنتین (اجارہ الاخیار ص ۲۷) میں شیخ متقی کی خدمت میں دو برس سے ہوں۔

شیخ موصوف نے اس طویل مدت میں ان سے خصوصی استفادہ کیا اور شیخ متقی نے ان کو
کئی جملہ مرویات کی اجازت دی اور خرقہ خلافت سرفراز فرمایا۔ رسالہ ذکر الاحوال والاوقال منبہ علی
رعاية طرق الاستقامہ والاعتدال (مطبع مجتبیٰ ص ۳۷) میں رقمطراز ہیں:-

قد اجازنی سیدی الشیخ عبد الوہاب مکتب القوم وطرقتہم وسلاسلہم و اجازنی من اربع سلاسل القادرية و الشاذلیة والمدنیة والچشتیة۔

سیدی شیخ عبد الوہاب نے مجھے بزرگوں کی کتابوں، ان کے طریقوں اور سلسلوں کی اجازت عطا فرمائی۔ نیز شہور چار سلسلے قادریہ، شاذلیہ، مدنیہ اور چشتیہ کی بھی اجازت دی۔

شیخ موصوف نے حرم کے دیگر نامور محدثین سے بھی روایت حدیث کی اجازت حاصل کی۔ نیز حرم نبوی میں بھی اسی طرح استفادہ اور افادہ کا سلسلہ برقرار قائم رہا۔

شیخ عبدالحی کو علوم شریعت و طریقت میں جو بصیرت و کمال حاصل تھا اس کا اعتراف ان کے اساتذہ و دانشمندان، مآدرا، النہر نے جن الفاظ میں کیا ہے وہ اوپر گزر چکا یہی حال حجاز کے نامور محدثین کا ہے، انھیں بھی فہم حدیث میں شیخ سے استفادہ کا اعتراف ہے، ترجمہ انحواط و ہیجۃ المسامع والنواظر (ج ۵ ص ۲۸) میں مذکور ہے:-

اخذ الحدیث بمکتبہ عن الشیخ عبد الوہاب ابن ولی اللہ المتقی والقاضی علی بن جار اللہ ابن ظہیرۃ القرشی المخزومی الملکی وبالمدينة المنورة عن الشیخ احمد بن محمد بن محمد ابی اکرم المدنی والشیخ حمید الدین ابن عبد اللہ السندی المہاجر و اجازوہ اجازة عامة واثنوا علیہ واطنب فی مدحہ القاضی علی بن جار اللہ المذکور قال "انه المقرح العلم فی القطر الہندی" وقال "انه من اعلی اللہ ہمتہ فی الطلب ووقفہ للسعی فیما یوصل الی بلوغ الارب" وخدم العلم الشریف وضرہ فیہ بالسہم الاعلی والقدر المعلی وقد شرفنی بالحضور عندی برہۃ من الزمان فی المسجد الحرام یقرأہ قطعۃ

موصوف نے مکہ میں شیخ عبد الوہاب بن ولی اللہ متقی، قاضی علی بن جار اللہ بن ظہیرہ قرشی مخزومی کی سے اور مدینہ منورہ میں شیخ احمد بن محمد بن محمد ابی اکرم مدنی، شیخ حمید الدین بن عبد اللہ سندی مہاجر سے حدیث پڑھی اور انھوں نے ان کو اپنی تمام مرویات کی اجازت دی اور ان کی تعریف کی، قاضی علی بن جار اللہ مذکور نے بھی ان کی بڑی تعریف و توصیف کی اور فرمایا کہ یہ علم کے اندر پورے ہندوستان میں یکتا ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو تحصیل علم کے لئے اللہ تعالیٰ نے بلند حوصلہ عطا کیا اور مقصد تک پہنچنے کے لئے جدوجہد کی توفیق ارزانی فرمائی، انھوں نے علم حدیث کی خدمت کی، اس سے پورا اور کامل حصہ پایا۔ انھوں نے کچھ مدت حرم محترم میں میرے حلقہ درس میں شرکت کی، صحیح امام بخاری اور الفیہ حدیث علامہ عراقی کا ایک

من صحیح الامام البخاری وقطعة من
الفیة الحدیث للعراقی البحر الهمام
فاستفاد منه اکثر ما استفاد وابدی من
الابحاث ما احسن فیہ واجاد قرأة ظهر بها
انه بالافادة احق منه بالاستفادة وان
له رسوخ قدم فی الاشتغال علی جمل النجوة
المعتادة انتهى۔

حصہ پڑھ کر مجھے بھی عزت بخشی ہے انھوں نے جتنا
مجھ سے استفادہ کیا ہے اس سے کہیں زیادہ میں نے
ان سے استفادہ کیا ہے انھوں نے نئی بحثوں کا
آغاز کیا اور خوب اچھی بحثیں کیں نہایت عمدہ طریقہ
سے پڑھا جس سے ظاہر ہو گیا کہ یہ استفادہ سے زیادہ
افادہ کے مستحق ہیں اور یہ کہ ان کو تمام مروجہ طریقوں کے
مطابق اشتغال علم میں پایہ بلند حاصل ہے۔

وقرأ علی الشیخ عبد الوہاب المذکور
مشکوۃ المصابیح واخذ عنہ آداب
الذکر وادبائہ وتقلیل الطعام
واداب الخلوۃ ولازمہ واستفاد منہ
فوائد کثیرة وكان الشیخ یحبہ ویشی
علیہ ویشیرہ ببشارات والبسہ
الخرقة وحکمہ وکتب لہ اجازة مطلقة
فی احکام التعلیم۔

موصوف نے شیخ عبد الوہاب مذکور سے مشکوۃ
المصابیح پڑھی اور ان سے ذکر کے آداب و طریقے سیکھے
کم خوری اور آداب خلوت کی تعلیم پائی ان کی محبت
اختیار کی اور ان سے بہت کچھ استفادہ کیا، شیخ متقی اُن
سے محبت کرتے اور ان کی تعریف کرتے تھے انھوں نے
ان کو بڑی خوشخبریاں دیں، فرقہ خلافت سے سرفراز کیا
اور ان کو فیصلہ کرنے کا اہل قرار دیا فضل خصوصیات کی
اجازت دی، یعنی اقامہ اور قضاء کی۔

ہندوستان میں شیخ عبدالحق اور شاہ ولی اللہ دہلوی کو یہ فخر حاصل ہے کہ شیوخ حرم کو بھی
فہم معانی حدیث میں ان سے استفادہ پر ناز ہے اور انھوں نے نہایت فراخ دلی سے اس امر کا
اعتراف بھی کیا ہے۔

حافظ سید عبدالحق کتانی نے فہرست الغبار (ج ۲ ص ۱۲۵) میں حافظ ابی مرثعی بلگرامی کی کتاب الفیۃ
السند کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ شیخ عبدالحق دہلوی شیخ علی متقی، حافظ ابن حجر مکی، سیوطی اور علی قاری
سے بلا واسطہ روایت کرتے ہیں، موصوف کے الفاظ ہیں:-

یروی المترجم عامۃ عن نور الدین عبد الوہاب
المتقی القادری الحسینی وغیرہ الراوی عن
العلامة المحدث الصالح ابی الحسن علی
ابن حسام الدین المتقی المعروف بابن الہندی

شیخ عبدالحق عام طور پر شیخ نور الدین عبد الوہاب
متقی قادری حسینی وغیرہ سے روایت کرتے ہیں جو علامہ
محدث صالح شیخ ابوالحسن علی بن حام الدین متقی
المعروف بابن ہندی المتوفی ۷۷۹ھ تقریباً

الموتی ۹۷۷ تقریباً (والصمیم ۹۷۵) (صحیح ۹۷۵) مرتب جامع صغیر و کبیر کے شاگرد ہیں بلکہ محبوب الجامعین الصغیر و الکبیر بل ذکر الحافظ مرتضیٰ فی الفیۃ السند لہ ان المترجم یروی عن المتقی مباشرة وکن اعن ابن حجر الہیثمی وعن علی القاری وناہیک بھوکلاو الثلاثہ وللمترجم ثبت حافل فی مشائخہ واسانیدہ عنہم۔

(صحیح ۹۷۵) مرتب جامع صغیر و کبیر کے شاگرد ہیں بلکہ حافظ سید مرتضیٰ زبیدی نے اپنی کتاب الفیۃ السند میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالحق، شیخ علی متقی اور اسی طرح ابن حجر، عینی اور ملا علی قاری سے بلا واسطہ روایت کرتے ہیں اور ان کا ان ارباب ثلاثہ سے روایت کرنا ہی تمہارے لئے کافی ہے شیخ موصوف کا اپنے شیوخ کے تذکرہ اور ان کی اسانید کے بیان میں ایک جامع ثبت (فہرست شیوخ) بھی ہے۔

سید عبدالحق کتانی نے پھر سید مرتضیٰ بلگرامی ثم زبیدی کے حسب ذیل اشعار بھی نقل کئے ہیں:-

عن الشہاب الہیثمی والمتقی
مبوب الجامع نعم المتقی
وعن علی الہروی القاری
وکلہم رووا بلا انکاسی

حافظ سید مرتضیٰ بلگرامی نے تاج العروس میں شیخ موصوف کے شیوخ حدیث میں شیخ علی متقی کا نام تو نہیں لیا ہے لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی کی اور ان کے طبقہ کے محدثین سے روایت کا ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:-

وفدالی الحرمین فاخذ عن الشہاب احمد موصوف حرمین شریفین تشریف لے گئے اور شہاب الدین ابن حجر الملکی وطبقۃ کالمشیم عبد الوہاب احمد بن حجر کی اور اس طبقہ کے دیگر شیوخ جیسے شیخ المتقی وملا علی القاری وغیرہما۔

عبد الوہاب متقی، ملا علی قاری وغیرہ سے حدیث کی تکمیل کی۔

شیخ موصوف کا شیخ علی متقی اور حافظ ابن حجر کی سے بلا واسطہ روایت کرنا بظاہر محل نظر ہے کیونکہ شیخ علی متقی کا انتقال ۹۷۵ میں اور شیخ ابن حجر کی کا ۹۷۴ میں ہوا تھا اور شیخ عبدالحق کا ورود مکہ معظمہ میں ۹۹۶ میں ہوا ہے جب کہ اول الذکر کے وصال کو اکیس اور ثانی الذکر کے انتقال کو بیس برس گزر چکے تھے اگر سید مرتضیٰ بلگرامی نے مباشرہ کے بجائے مکاتبتہ یا اجازت عامہ کے اعتبار سے راوی ہونے کا تذکرہ کیا ہوتا تو قرن قیاس بھی تھا مباشرۃ (رودرود) روایت کرنا متحقی تحقیق ہی کی صحت کا فیصلہ اور ملا علی قاری سے روایت حدیث کی اجازت کا ثبوت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ثبت (فہرست شیوخ) ہی سے ہو سکتا ہے۔

شیخ عبدالحق دہلوی کو متعدد شیوخ حدیث سے روایت حدیث کی اجازت حاصل تھی، لیکن روایت حدیث میں موصوف نے جس سلسلہ سند کو انتخاب کیا وہ شیخ عبد الوہاب متقی کا سلسلہ

روایت ہے۔ حافظ سید عبدالحی کتانی نے شیخ عبدالرحمن عیدروس کے تذکرہ سے مذکورہ بالا فائدہ نقل کیا ہے۔ موصوف فہرس الفہارس والاثبات (ج ۲ ص ۱۲۷) میں رقمطراز ہیں :-

قال الشيخ عبدالحق الدهلوی المترجم
اوصانی سیدی عبد الوہاب المتقی بآئہ
ینبغی للمحدث ان یختار لنفسه من
الاسانید التي حصلت له من مشائخہ
سند واحد یمحفظہ لیتصل بہ الی
سید المرسلین وتعود بركتہ علی حاملہ
فی الدنیا والآخرۃ فاختصرت لوصیة
شیخی سنداً من طریق البخاری وآخر
لمسلم والکتفیت بھما ففیہما البرکة
فقلت قال العبد الضعیف حدثنا
شیخنا الولی المقتدی عبد الوہاب
الحنفی قال حدثنا شیخنا علی بن
حسام الدین المتقی قال حدثنا
ابو الحسن البکری قال حدثنا
الزین الدین زکریا الانصاری عن
ابن حجر (ح) وحدثنا الشیخ عبد الوہاب
المتقی قال حدثنا المسند علی بن احمد
الحنفی الا زہری الشافعی حدثنا
شیخ الاسلام الجلال السیوطی حدثنا
الشہاب ابن حجر۔

شیخ عبدالحق دہلوی کا بیان ہے کہ مجھے میرے مرشد
عبد الوہاب متقی نے یہ وصیت کی ہے کہ محدث کے لئے
مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے لئے ان سندوں میں سے جو
اس کو اپنے شیوخ سے حاصل ہیں ایک سند کو انتخاب کر کے یاد
کر لیتا چاہئے تاکہ اس کا سلسلہ سند جاب رسالہ تمام
صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل رہے اور صاحب سند اس کی
برکت سے دنیا و آخرت میں بہرہ مند ہو۔ اپنے شیخ کی وصیت
کے مطابق میں نے ایک سند بخاری کی اور دوسری مسلم کی
انتخاب کر لیں، اور اپنی دونوں پر اکتفا کیا ہے کیونکہ انہی میں
برکت ہے، سندہ ضعیف کہتا ہے کہ ہمارے شیخ ولی مقتدی
عبد الوہاب حنفی نے ہم سے بیان کیا اور ان کا بیان ہے
ہم سے شیخ علی بن حسام الدین متقی نے بیان کیا، ان کا
بیان ہے کہ ہم سے شیخ ابو الحسن بکری نے بیان کیا اور
انہوں نے کہا ہم سے زین الدین زکریا انصاری نے
بیان کیا جو ابن حجر عسقلانی سے راوی ہیں ان کا سلسلہ سند
مشہور ہے۔ دوسری سند یہ ہے کہ ہم سے شیخ عبد الوہاب
متقی نے بیان کیا اور ان کا بیان ہے کہ ہم سے مسند علی بن
احمد خاتمی ازہری شافعی نے بیان کیا اور ان کا کہنا ہے کہ
ہم سے شیخ الاسلام جلال الدین سیوطی نے بیان کیا اور
وہ شہاب الدین ابن حجر سے راوی ہیں (ان کا سلسلہ سند
شہرت کی بنا پر ذکر سے مستغنی ہے)۔

واضح رہے کہ حافظ جلال الدین سیوطی حافظ ابن حجر عسقلانی سے اجازت عامہ کے تحت روایت
کرتے ہیں ان کو ابن حجر عسقلانی کے آگے زانوئے تلمذ طے کرنے کا فخر حاصل نہیں ہے۔

شیخ عبدالحقؒ نے مکہ معظمہ میں شیخ متقیؒ کو جب اپنی سرگذشت سنائی اور یہ کہا:۔

دعائی بعض اہل الحقوق الی الخروج
الی ارباب الدنیا فادركت سلطان
الوقت والامراء فاعتنوا بشائی و
رفعوا مکانی وارادوا ان یکثروا بے
سوادهم و یحکموا و یجدوا بھذا
الضعیف صورهم و موادهم فحمدانی
اللہ ولم یترکتی معهم و اوجد فی قلب
عبد جذبة ہداھا الی ہذا
المقام الشریف۔

مجھے بعض اہل حقوق نے اہل دنیا کی طرف بلایا میں
بادشاہ وقت اور امراء کے پاس گیا، انھوں نے
میری طرف خصوصی التفات کیا، میرا رتبہ بلند کیا
اور چاہا کہ میرے ذریعے اپنی جماعت بڑھائیں اور مجھے
ضعیف سے اپنی جمیعت کو مضبوط کریں اور مجھے
مقصد برآری کے لئے کام میں لائیں تو اللہ تعالیٰ نے
بچایا اور ان کے ساتھ نہ چھوڑا اور اپنے بندہ کے
دل میں ایک جذبہ پیدا کیا جس نے اس مقام شریف
تک پہنچا دیا۔

اس وقت شیخ عبدالوہاب متقیؒ کی دور میں نگاہوں نے اس خیال سے کہ کہیں شیخ موصوفؒ
اہل دنیا پھر دربار سے وابستہ نہ کر دیں اور یہ عہدہ اور منصب میں پھنس کر بڑی خیر سے محروم
نہ رہ جائیں چند ہدایتیں کی تھیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ خیر کے کاموں میں لوگوں سے تعاون
کریں اور بری باتوں میں ان سے گریز کریں اور جہاں تک ہو سکے عزت نشین رہیں۔ موصوفؒ
فرماتے ہیں:۔

قال سبحان اللہ ما احسن هذا الوکس
احد قدمیه وجلس فی زواية العزلة و
الخمول فهو علی مرتبة فی الوصول والقبول
ثم قال ولكن هذا امر صعب شدید و
ثبات القدم فیہ بعید والاصل فی
هذا ان یشترک المرء الناس و یخالطهم
فی خیرهم و یجتنب عن شرهم
فلنک لم یخالط المملوک الناس ...
ولم ینزہب حین الرجوع من الحج
كما هو عادة بعض الحجاج من اهل

انھوں نے فرمایا سبحان اللہ یہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ
ایک پیر سے معذور ہو جاتا اور گناہی اور گوشہ عزت میں
بیٹھا رہتا کیونکہ وہ وصول و قبول کے مرتبہ کو پہنچا ہوا
ہے پھر فرمایا لیکن یہ عزت نشینی بڑا دشوار کام ہے
اور اس میں ثابت قدم رہنا آسان نہیں۔ اس معاملہ میں
اصل بات یہ ہے کہ انسان لوگوں سے اشتراک عمل کرے
ان کے خیر کے کاموں میں ان کے ساتھ رہے اور ان کی
بری باتوں سے بچے پس اسی وجہ سے غلام نے بڑے
لوگوں سے میل جول نہیں رکھا.... وہ حج سے واپس
آکر حیا کہ بعض لائچی، حریص اور جھگڑا لوجہ جیوں

کی عادت ہے ان کے پاس بلادِ دکن، بجاپور، برہانپور
کی طرف نہیں گیا، اور نذرانے وصول نہیں کئے، منجملہ
ان باتوں کے جو درویش اور اس طریقہ کے رہرو پر
لازم ہے وہ دنیا داروں سے بھاگنا اور دور رہنا ہے
پس محمد اللہ وہ آفتوں سے بچکر اور خدا نے جو برکتیں
اس کے لئے مقدر فرمادی تھیں حاصل کر کے اپنے وطن
عزیز کو جس سے میری مراد دہلی ہے اور جو درویشوں اور
فقیروں کا ٹھکانا اور عشاق اور محبت کرنے والوں کا
سکن ہے آگیا اور اللہ کی ذات پر بھروسہ کر کے
اور دنیا و آخرت میں اس کے فضل و کرم کا امیدوار ہو کر
فقر کے دروازہ پر بیٹھ گیا، شیخ نے مجھے خلوت گوشہ
گیری اور علیحدہ رہنے کا حکم دیا لیکن انہوں نے اس
معاملہ میں آزمائش کا خیال کرتے ہوئے نرمی سے
کام لیا اور رخصت کی جہت کو کسر نظر انداز نہیں کیا
محض اس اندیشہ سے کہ کہیں یہ دشواری اور سختی کا باعث
نہ ہو جائے، چنانچہ یہ بندہ ضعیف اپنے تمام اوقات
ان اعمال و اشغال کی انجام دہی میں گزارتا ہے جن کی
اللہ نے توفیق دے رکھی ہے لیکن بعض اوقات اور
بعض حالات میں بعض مقامات پر جانا رہتا ہے بعض
اجاب اور اصحاب خیر کی خدمت میں حاضر ہو کر
ان کی زیارت کرتا اور ان کی صحبت سے برکت حاصل
کرتا ہے، ان کی خدمت سے عزت پاتا اور اغیار کے
اختلاط اور نقصان اٹھانے کے داغ سے مامون
رہتا ہے۔

المحرص والامل والالحاج الى ديار دكن
ويجاء فوراً وبرهان فوراً ونواهما مما
يجب على الفقراء واهل هذه الطريقة
من الهرب والنفور فجاء بحمد الله
سالمًا عن الافات غائمًا بما شاء الله
من البركات في وطنه المألوف اعني
حضرة الدہلی الذی ہو مکان الفقراء
والمساكين ومسكن العاشقين المحبين
والتزم باب الفقر متوكلاً على الله
راجياً فضله وكرمه في دنياه وآخراه
..... ان الشيخ قد امرني
بالخلوة والعزلة والانفراد ولكنه
قد تساهل وتسامح في ذلك
ملاحظة ونظر الاعتبار ولم يترك
جانب الرخصة رأساً مخافة ان
لا يرى في ذلك شدة وبأساً فكان هذا
العبد الضعيف يمضي اوقاتہ
بما شاء الله من الاعمال والاشتغال
ولكنه كان يخرج الى بعض المواضع
في بعض الاوقات والاحوال ويجتمع
ويزور بعض الاجاب والاصحاب
من اهل الخير ويتبرك بصحبته هم
ويتشرف بخدمتهم وماموناً عن وصمة
الغير وكحوق الضير۔

حقیقت بھی یہ ہے کہ قدرت کو شیخ موصوف سے علوم حدیث کی نشر و اشاعت کا جو کام لینا تھا اس کے لئے ضروری تھا کہ شیخ عبدالحقؒ مرکز میں یکسو ہو کر بیٹھیں اور خاموشی کے ساتھ نہایت تندی اور محنت سے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا کام کریں اس لئے ان کے ایک اور روحانی سربراہ ابوالمعالی قادری لاہوری المتوفی ۱۲۲۰ھ نے بھی غالباً اس خیال سے کہ اختلاط سے شیخ کے کاموں میں فرق آتا ہے ان کو گوشہ نشین کیا گیا تاکہ وہ کام کر سکیں۔ شیخ عبدالحقؒ نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی تو وہ بھی نہیں بتائی، موصوف کا بیان ہے۔

ثم سلب الله على ياسيدي رجلا من اهل
سلسلتنا من عشاق الحضرة الجيلانية
ومجد وبأسكرنا بشارب المحبة العرفانية
فجبرني وقهرني والزمني الخلوۃ و
العزلة والانفراد ومنعني عن الدخول
على الناس والتردد الى بيوتهم وصحبهم
ولو كان مع الفقراء والصالحين من
العباد وجد في ذلك وبالغ ولم يتسامح
قطعا وقال يا هذا لا يطلب منك عمل
غير هذا او قال ولا اقول انه ذلك من
عند نفسي وانما هو امر مؤكد من مكان اخر
فعليك بدفاعيحتبه بالسؤال عن الاطلاع
على حقيقة هذا الامر وانكشاف حلية الحال
فقال تدعو الله ان لا يطلعكم على
حقيقة الامر ولا يكشف عليكم حتى يبلغ
الكتاب اجله ويظهر عند ذلك ما هو
المرجع والمآل وبشرني بان فيما اخير
كل الخير انشاء الله تعالى۔

پھر سیدی مجھ پر اللہ تعالیٰ نے ہمارے سلسلہ کے ایک
ایسے شخص کو مسلط کر دیا جو بارگاہ جیلانیہ کے عشاق
میں سے تھا، مجذب تھا اور عرفانِ محبت کی شراب میں
مرشار تھا اس نے مجھ پر جبر کر کے گوشہ نشینی، خلوت اور
علوحدگی کو میرے لئے لازم کر دیا اور مجھے لوگوں سے آندو
رفت رکھنے اور ان کی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے سے منع
کر دیا اگرچہ وہ فقراء اور نیک بندوں کے ساتھ ہی کیوں ہو
اور اس معاملہ میں پوری پوری سعی کی اور مبالغہ سے
کام لیا، ذرا بھی نرمی نہ دے کر رکھی اور یہ کہہ دیا دیکھو تم
سے اس امر کے علاوہ کچھ اور مطلوب نہیں ہے اور یہ بھی
فرمایا کہ میں یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہتا ہوں، اس
امر کی تاکید کسی دوسری جگہ سے ہے اس لئے تمہیں اس کا
پابند رہنا ضروری ہے۔ میں نے حقیقت الامر سے آگاہی اور
انکشافِ حال سے باخبر ہونے پر اصرار بھی کیا تو فرمایا کہ
اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ تم کو حقیقت الامر سے مطلع
نفرمائے اور مرنے سے پیشتر یہ بات تم پر منکشف نہ ہو
مرنے وقت تم پر یہ بات کھل جائے گی اور مجھے
خوش خبری دی کہ اس میں انشاء اللہ تعالیٰ قناعت
خیر فرمے۔

(اخبار الاخیار مع کتاب المکاتیب الراسل من ۳)

شیخ متقیؒ نے خلوت کی تاکید کے ساتھ یہ بھی ہدایت فرمادی تھی کہ ہر فیض رساں سے فائدہ اٹھانا طالب کا کام ہے، لکھتے ہیں:-

شان طالب الحق ان يستفيد من كل
مفيد ويفيد لكل مستفيد ولا يخلن باب
الطلب ولا يسد طريق الاستفادة على
نفسه فمن اين يحصل له الفائد كثير
انه من شيخه۔

طالب حق كسان یہ ہے کہ وہ لائق افادہ شخصیت سے
فیض حاصل کرے اور ہر فائدہ اٹھانے والے کو فیض
پہنچائے اور طالب کا دروازہ بند نہ کرے اور نہ استفادہ
کی راہ کو اپنے اوپر مسدود کرے غرض جہاں سے بھی اس کو
فائدہ پہنچے وہ یہ سمجھے کہ یہ اس کے شیخ ہی کا فیضان ہے۔

۱۰۵ میں جب خواجہ باقی باوند المتوفی ۱۲۰۳ھ کا درود رہلی میں ہوا تو شیخ عبدالحقؒ نے ان سے نقش بند یہ سلسلہ کی تکمیل کی تحریر فرماتے ہیں۔

اور اس وجہ سے میرا خیال خواجہ محمد باقی باشندہ قدس مرہ
کی طرف گیا اور میں نے ان کی صحبت اختیار کی اور ان
سے نسبت نقشبندیہ کی تکمیل کی۔

تصوف کا مذاق شیخ موصوف کی گھٹی میں پڑا تھا امامہ فن سے اس کی تحصیل کی تھی اور اس راہ کی ہر گھاٹی سے گزرے تھے، طبیعت میں جولانی اور مستی بھی خوب تھی جس سے یہ نشہ اور بھی دوا نشہ ہو گیا تھا اور پھر ان کو مقام حضوری حاصل تھا حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ (اشرف المطابع تھانہ بھون ۱۹۳۱ء ج ۱) میں فرماتے ہیں :-

”بعض اولیاء اللہ ایسے بھی گزرے ہیں کہ خواب میں یا حالت غیبت میں روزمرہ ان کو دربار نبویؐ میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی تھی، ایسے حضرات صاحب حضوری کہلاتے ہیں، انہیں میں سے ایک حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہیں کہ یہ بھی اس دولت سے مشرف تھے اور صاحب حضوری تھے۔“

شیخ موصوف کو ایسا بلند مقام حاصل ہونے سے بہت ممکن تھا کہ وہ غلبہٴ حالی کی بنا پر کبھی تصوف کی زبان میں گفتگو کرتے تو فائدہ سے زیادہ نقصان کا اندیشہ تھا۔ اسی وجہ سے غالباً شیخ عبدالوہاب متقیؒ نے ان کو تصوف کی زبان میں گفتگو کرنے اور اس قسم کی کتابوں کے پڑھنے کی ممانعت کر دی تھی فرماتے ہیں:-

هذا العبد ممنوع من التكلم بالحقائق والاسرار
 وما مورى لوقوف على بيان اُداب الشريعة في
 خلال الآثار وقد وصانا شيخنا ومولانا
 سيدى الشيخ عبد الوهاب ملتقى القادري
 الشاذلى المحب الحنفى فى ما كتب له من الوصايا
 ووهب له من العطايا (من) وصيته ان لا يتكلم
 بالحقائق والدقائق بل يبين للمخلق علم
 المعاملات وما يتنبهون به من العيوب
 وقال رضى الله عنه ولا يقدم الباطن على
 الظاهر ولا يكتفى بالظاهر عن الباطن
 وقال كن فقيهاً صوفياً ولا تكن صوفياً
 فقيهاً وقال ينبغي ان يشتغل بمطالعة
 كتب لغز الى كالا حياء ومنهاج العابدين
 لا كالنسخ او التسوية والمضنون به على غير اهل
 ويجعل نصيب عينيه كتاب عين العلم
 هذه نص عبارة الشيخ ووصاه ايضا بان
 لا يتكلم الا فى ابواب الدين والملة وفيما
 فيه ترويج الدين وتجديد الشريعة و
 حفظ عقائد الدين واحكام السنة و
 لا يخرج عن دائرة الاعتدال وحيطة
 الاحتياط والاستقامة ولا يقع فى اشارات
 الوجودية وتاويلات الباطنية مما يوجب
 الحسرة والندامة -

اس بندہ کو حقائق و اسرار پر کلام کرنے سے منع کر دیا گیا ہے
 اور یہ اس بات پر مامور ہے کہ حدیثوں کے درمیان آداب
 شریعت کے سوا کچھ نہ بیان کرے۔ ہمارے شیخ مولانا
 شیخ عبد الوهاب ملتقى قادری شاذلی حنفی نے جو وصیتیں لکھی
 ہیں اور فیض بخشیاں کی ہیں ان میں اس امر کی وصیت
 بھی ہے کہ حقائق و اسرار پر کلام نہ کیا جائے بلکہ خلق خدا
 کے واسطے معاملات سے متعلق باتوں کو بیان کیا جائے،
 اور ان باتوں کو بتایا جائے جن سے ان کو اپنے عیوب پر
 تنبیہ اور آگاہی ہو، اللہ ان سے راضی ہو، انھوں نے
 فرمایا باطن کو چھوڑ کر ظاہر پر اکتفا نہ کر بیٹھنا، فقیہ صوفی
 بننا صوفی فقیہ نہ بن جانا۔ نیز فرمایا کہ غزالی کی کتابوں کے
 مطالعہ میں مہمک رہنا جیسے کہ احیاء العلوم اور منہاج
 العابدین ہے نہ کہ کتاب نفع، تسویہ اور مضنون بہ علی
 غیر اہلہ میں کتاب عین العلم کو اپنے پیش نظر رکھنا، یہ
 شیخ کی اصل عبارت کے الفاظ ہیں۔ شیخ موصوف نے
 اس امر کی بھی وصیت فرمائی کہ دین و ملت کے صرف
 انہی ابواب میں کلام کرنا جن سے دین کی ترویج، شریعت
 کی تجدید، عقائد دین اور احکام سنت کی حفاظت ہوتی ہو
 دائرہ اعتدال اور مقام احتیاط و استقامت سے باہر
 قدم نہ رکھنا اور وجودیوں کے اشارات اور باطنیوں
 کی تاویلات میں نہ پڑنا، جن سے حسرت و ندامت کے
 سوا کچھ حاصل نہیں۔

شیخ ملتقى نے تصوف کی کتابوں کے مطالعہ کی اجازت دی تو یہ تاکید بھی کر دی کہ صوفیہ کی خلاف
 شرع باتوں میں اگر تطبیق نہ دے سکو تو سکوت اختیار کر لیا، فرماتے ہیں:-

ان طالعہم کتب القوم واستفدتم منها
فحسن مبارک ولكن بشرط المذکور وهو
عدم الوقوع فی المہمات والموہمات
بحسب المقدور وقال فان رأیتہم فیما
ینقل من کلمات اہل الحقیقۃ فایخالف
ظاهر الشریعۃ عارضۃ تارکۃ بتغی نسبتہا
الیہم واخری بتاویلہا وتطبیقہا
بالحکم الظاہر والحق القویہ فان لم
یتیسر التطبیق والتاویل فالاحوط
التوقف والتسلیم۔

اگر تم مشائخ کی کتابوں کا مطالعہ کرو اور ان سے استفادہ
کرو تو بہتر اور قابل مبارکباد ہے لیکن ایک شرط کے ساتھ
اور وہ یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے مبہم اور مشک میں
ڈالنے والی باتوں میں نہ پڑنا اور یہ بھی فرمایا کہ پھر اگر
تم یہ دیکھو کہ اہل طریقت کے کچھ کلمات ظاہر شریعت
کے خلاف ہیں تو ان کی تردید کی صورت یہ ہے کہ
کبھی تو ان بزرگوں کی طرف ان کلمات کی نسبت
سے ہی انکار کرو اور کبھی ان کی تاویل کرو، اور ظاہر شریعت
و دین حق سے ان کی مطابقت بیان کرو پھر اگر تطبیق
و تاویل باسانی نہ کر سکو تو بہتر یہ ہے کہ اس میں سکوت و
خاموشی اختیار کرو۔

شیخ عبدالحق نے مرشد متقی حکی ان ہدایات پر پورا پورا عمل کیا ہے۔ موصوف تذکرہ مصنفین
دہلی (مطبوع تاریخ، حیدرآباد دکن سنہ ۱۹۳۷ء ص ۲) میں رقمطراز ہیں:-

ولله الحمد کہ در سخن از عبادہ دین بیرون نیفتادہ
وغنان بدست نفس و ہوا ندادہ، و اگر احیاناً
بجہت غلبہ حال و انبساط وقت از من طغیانی
و جوش پیدائندہ و مستی سر برزدہ باشد تو
بدستاری توفیق و نصرت و تائید حق بدرستی
و نرمی مرا از ان در طہ بیرون کشیدہ براہ راست
آوردہ در حاق وسط طریق مستقیم جاری گردانیدہ
و این وصیت کہ مشائخ برائے توفیق و کمال تکلم
بالحقائق والدقائق بل بین للناس علم
المعاملات و مآینہ ہون بدعن العیوب بجائے
آوردہ سخن را از ایہام و ابہام و طعناات
نگاہداشتہ و بخوض در کشف حقائق وجود و حقیقت

الحمد شدہ کہ گفتگو میں تو راہ شریعت سے باہر نہیں نکلا
اور غنان کا نقص و ہوا کے ہاتھ میں نہیں دی، اگر کبھی
غلبہ حال اور وقتی خوشی کی بنا پر میری طرف سے جوش
اور میجانب کا ظہور بھی ہوا اور مستی اور سرشاری نے زور
مارا تو نصرت باری، توفیق ایزدی اور تائید حق، سختی
و نرمی سے مجھ کو اس بھتور سے نکال کر راہ راست پر
لے آئی اور طریق مستقیم پر رواں دواں کر دیا یہ وصیت
جو مشائخ نے تیرے لئے لکھی کہ حقائق و اسرار
میں گفتگو نہ کرنا بلکہ لوگوں کو علم معاملات بتانا اور
ان باتوں کو بیان کرنا جن سے وہ اپنے عیوب پر آگاہ
ہوں، بجالایا۔ کلام کو ابہام، ابہام، شطیحات (خلاف
شرع باتوں) سے پاک رکھا اور کشف و کرامات کے اظہار

ذات حق و صفات و عتر و علما جرات و گستاخی
نمودہ و از دائرہ عبودیت بیرون نرفتہ و
چون دیگران در مقام عزت جناب نبوت (۹) و
ادعا کمال بہ متابعت و تخی باحوال شریف و
انصاف بصفات وے صلی اللہ علیہ وسلم از
طریق تادب بدرنیقادیہ

. و زبان طعن و تنقیص عزیزان
و بزرگان نگاہ داشتہ از راہ دیانت و احتیاط
پائے نکشیدہ در ورطہ گستاخی و خلاف فرو
نرفتہ و اگر فضلاء و شعراء و دواوین در
فنون شعر و مدح ملوک و امراء و در اطوار عشق
بازی مجازی افسانہ خوانی و قصہ پردازی کردہ
در دام ہزل و لہو و لعب افتادہ اند تو بارے
کتاب و صحائف در علوم شرعیہ و تفسیر
کتاب اللہ و شرح احادیث رسول اللہ و
نعت و منقبت انبیاء و اولیاء و حالات مقامات
و حکایات ایشان جمع کردہ و بصراط مستقیم و
طریقہ قویم دلالت و ہدایت نمودہ در ہموائے
صلالت و کوئے طبیعت فرو نرفتہ زہد و زہدین
انشار اللہ کتاب را اصحاب الیمین (۹) بدست
راست تو دہند و بخوانند کتاب الابراہ کہ
علیین ست امر کنند آن زماں کہ چہ خواندہ
و چہ نوشتہ ۔

میں صوفیوں کی طرح لاف زنی نہیں کی۔ حقائق وجود،
حقیقت ذات حق اور صفات حق تعالیٰ کے بیان
میں بیباکی و گستاخی نہیں کی اور دائرہ بندگی سے باہر
نہیں گیا جبکہ دوسرے، مقام عزت جناب رسالت
صلی اللہ علیہ وسلم اور کمال اتباع، احوال شریف سے
آلاشگی اور صفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے
منتصف ہونے کا دعویٰ کر چکے ہیں تو دائرہ ادب سے
باہر نہیں نکلا۔ زبان طعن اور بزرگوں اور
دوستوں کی تنقیص سے تو نے اپنے آپ کو محفوظ رکھا
دیانت و احتیاط کی راہ سے پاؤں نہیں کھینچا اور گستاخی
و مخالفت کے بھنور میں نہیں پھنسا۔ اور اگر فضلاء و
شعراء نے اصناف سخن اور بادشاہ اور امیروں کی
تعریف میں دفتر کے دفتر اور دیوان کے دیوان یادگار
چھوڑے اور عشق بازی مجازی کے اطوار نظم کئے ہیں
داستاں سرائی اور قصہ پردازی کر کے بیہودہ گوئی
کی ہے اور لہو و لعب میں پڑے ہیں تو تو نے علوم شریعت
میں کتابیں لکھی ہیں کتاب اللہ کی تفسیر کی ہے احادیث
رسول اللہ کی شرحیں لکھی ہیں انبیاء و اولیاء
کی نعت و منقبت اور ان کے حالات و مقامات
اور حکایتیں مرتب کی ہیں، راہ راست اور صراط مستقیم
کی طرف رہنمائی کی ہے ہوائے نفسانی اور ضلالت
و گمراہی میں نہیں پڑا ہے انشاء اللہ یا آخرت میں
نوشتہ کو اصحاب الیمین کی طرح فرشتے تیرے دائیں بائیں
میں دیکھا و کتابا بلا بارے پڑھے گا جو علیین سے تجارت ہو حکم
کرے گا اس وقت معلوم ہوگا کہ کیا تو نے پڑھا اور کیا لکھا ہے۔

انہی ہدایات کی وجہ سے شیخ موصوف نے تصنیف و تالیف کے سلسلہ میں اعتدال اور سلامت روی کو کہیں ہاتھ سے جانے نہیں دیا، یہی شیخ کا سب سے بڑا کمال ہے، فرماتے ہیں:-

جرت عادة هذا العبد الضعيف فيما يصدر منه من التصنيف والتأليف الرجوع الى كلام الاثمة الذين هم جامعوا الطريقين والمتفق عليهم بين الفريقين على طريقة تواليف سيدى الشيخ الامام العارف على المتقى رحمة الله عليه رحمة واسعة وقد اتفق للعبد من ذلك حتى جاوزت الثمانين وبلغت التسعين والله الموفق والمعين -
 اس بندہ ضعیف کی عادت یہی ہے کہ تصنیف و تالیف میں ان ائمہ کے کلام کی طرف جو جامع شریعت و طریقت ہوتے ہیں اور ارباب شریعت و اہل طریقت دونوں کا ان پر اتفاق ہوتا ہے رجوع کرتا ہے سیدی شیخ امام عارف علی متقی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کی تالیفات بھی اسی طریقہ پر مبنی ہیں، بندہ بھی اسی طریقہ پر عمل پیرا رہا تا آنکہ عمر اسی سے متجاوز ہو گئی اور نوے کو پہنچی ہے، اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا اور مددگار ہے۔

شیخ متقی کی مذکورہ بالا ہدایات اور شیخ موصوف کی تصریحات پر غور کیا جائے تو شیخ عبدالحقؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے طریق کار انداز فکر اور طرز تصنیف میں جو بنیادی فرق ہے وہ آسانی سمجھ میں آسکتا ہے بالفاظ دیگر وہ باتیں حسب ذیل ہیں:-

(۱) شیخ موصوف کو تصوف کی زبان میں گفتگو کی اجازت نہیں اور شاہ ولی اللہؒ پر اس باب میں کوئی قدرغن نہیں۔

(۲) شیخ عبدالحقؒ جمہور امت کے مسلک سے سرسرا کر خوف روا نہیں رکھتے، شاہ ولی اللہؒ اپنے افکار میں کہیں نہیں منفرد بھی نظر آتے ہیں۔

(۳) شیخ موصوف وسعت نظریں فائق ہیں تو شاہ ولی اللہؒ دقت نظریں ممتاز ہیں۔

(۴) شیخ عبدالحقؒ محقق ہیں اور شاہ ولی اللہؒ مفکر ہیں، شاہ صاحب موصوف کی نظر ہمہ گیر اور افکار کا دائرہ نہایت وسیع ہے بایں ہمہ فضل و کمال شاہ ولی اللہؒ نے طبقات کتب حدیث کی بحث میں بلند نظری کا ثبوت نہیں دیا، ان کا دائرہ فکر اس باب میں محدود ہو گیا ہے کیونکہ وہ طبقات کتب حدیث کی بحث میں شیخ ابن الصلاح جیسے خوش عقیدہ، تنگ نظر، متعصب مقلد کے تابع نظر آتے ہیں اگرچہ بادی النظر میں ان کی طبع و قاعدے اس بحث میں بھی جدت فکر کا مظاہرہ کیا کہ اس موضوع پر بالکل نرالے انداز میں بحث کا آغاز کیا ہے جس سے گمان بھی نہیں ہوتا کہ شاہ ولی اللہؒ نے اس امر میں

شیخ ابن الصلاح کی اقتدار کی ہوگی لیکن غور کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے (ہم نے ایک جداگانہ مقالہ میں جس کا نام تاریخ طبقات کتب حدیث اور شاہ ولی اللہؒ کا نظریہ طبقات کتب حدیث تنقید کی روشنی میں اس موضوع پر تفصیل سے بحث کی ہے اور یہاں اشاروں پر اکتفا کیا ہے جس سے ارباب نظر کی آسانی حقیقت تک رسائی ہو سکتی ہے) کیونکہ دونوں نے رجال سند اور اصول نقد کو نظر انداز کر کے مدارِ صحت کتابوں کو قرار دیا ہے اور تعارض کے موقع پر انہی کتابوں کی حدیثوں کو قابل ترجیح ٹھہرایا ہے، یہ بات متقدمین و متاخرین محدثین کے مسلک ہی کے خلاف نہیں بلکہ مسلمہ اصول روایت و روایت کے بھی خلاف ہے اس کے برعکس شیخ عبدالحقؒ کی روش اس باب میں مقلدانہ نہیں محققانہ ہے کیونکہ انھوں نے محقق ابن ہمام کی طرح مدارِ صحت حدیث کتابوں کو قرار نہیں دیا بلکہ صحت حدیث کا مدار رجال سند اور اصول نقد پر رکھا ہے چنانچہ موصوف المنہج القویم فی شرح الصراط المستقیم (افضل المطابع مکتبہ ۱۲۵۲ھ) میں فرماتے ہیں:-

ایں ترتیب کہ محدثین در صحت احادیث و تقدیم صحیح بخاری و مسلم قرار دادہ اند حکم ست و جائز نیست دروے تقلید زیرا کہ اصحیت نیست مگر از جهت اشتمال رواۃ بر شروطی کہ اعتبار کردہ اند از اخبار بخاری و مسلم و چون فرض کردہ شود وجود آں شروط در رواۃ حدیث غیر کتابین حکم باصحیت انجہ در کتابین ست عین حکم و مکابره بود و شک نیست کہ حکم بخاری و مسلم باستیجار راوی معین آں شروط را جزم و قطع نمی توان کرد مطابقت این حکم مروج را جائز است کہ واقع خلاف آں باشد و وجود دلیل قاطع بر صحت حکم ایشان و جزم بدان محل منع ست و بہ تحقیق اخراج کردہ است مسلم در کتاب خود از بسیارے از رواۃ کہ سالم نیستند از غوائں جرح و بچنین در کتاب بخاری جماعہ اند کہ حکم کردہ شدہ است در ایشان	یہ ترتیب جو محدثین نے صحت احادیث اور صحیح بخاری و مسلم کے مقدم رکھنے میں ملحوظ رکھی ہے زبردستی کی بات ہے اس میں کسی کی پیروی جائز نہیں کیونکہ صحیح اور صحیح ترمذی کا دار و مدار راویوں کا ان شروط پر پورا اترنا ہے جن کا بخاری و مسلم نے بھی اعتبار کیا ہے اور جب وہی شروط ان دونوں کتابوں کے علاوہ کسی اور حدیث کے راویوں میں بھی پائی جائیں تو پھر بھی انہی دو کتابوں کی حدیث کو صحیح نہ کہنا زبردستی نہیں اور ناقابل قبول بات کو منوانا نہیں تو کیا ہے، اور اس امر میں کوئی شک نہیں کہ بخاری و مسلم کے کسی مخصوص راوی میں ان شروط کے جمع ہو جانے کا حکم کرنے سے اس پر جزم و یقین نہیں کیا جاسکتا کہ یہ حکم واقع اور حقیقت کے مطابق ہی ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ واقع اس کے خلاف ہو لہذا ان کے حکم صحت پر دلیل قطعی کا پایا جانا اور اس پر جزم و یقین کرنا محل نظر ہے۔ یہ بات تحقیق سے معلوم ہے کہ مسلم نے اپنی
---	---

کتاب میں بہت سے ایسے راویوں سے رعایت کی ہے جو جرح و قدر سے نہیں بچ سکے ہیں اور اسی طرح بخاری میں راویوں کی ایک جماعت ایسی ہے جس پر کلام ہوا ہے لہذا راویوں کے معاملہ میں مدارکار علماء کے اجتہاد اور ان کی صوابدید پر ہوگا اور اسی طرح شروط صحت، حسن و ضعف کا حال ہے یہاں تک کہ کسی نے کسی شرط کا اعتبار کیا ہے اور کسی نے اسی شرط کو لغو قرار دیا ہے اب وہ جس کو دوسرے نے روایت کیا ہے اور وہ ان شروط سے خالی ہے (جس کا پہلے اعتبار کیا ہے) تو اس روایت کا معارضہ اس حدیث کے ساتھ جو ان شروط پر مشتمل ہے کافی ہوگا اور ایسا ہی اس شخص کے حق میں ہے جس نے کسی راوی کو ضعیف قرار دیا اور اسی راوی کو دوسرے نے معتبر ٹھہرایا، ہاں جو مجتہد نہیں ہے اور جس نے بذات خود راوی کے معاملہ کو جانچا اور پرکھا نہیں ہے اس کا دل ان اصول کی تقلید کر کے جو محدثین نے متعین کئے ہیں اور جن پر اکثر محدثین کا اتفاق ہے مطمئن ہو جاتا ہے لیکن مجتہد کا معاملہ اور اس صاحب علم کا معاملہ جو خود راوی کو جانچ اور پرکھ سکتا ہے وہ اس کی رائے اور اجتہاد پر موقوف ہے لہذا یہ جائز ہے کہ ان کے نزدیک غیر صحیحین کی ایک حدیث ایسی صحیح ہو جو صحیحین کی حدیث کا مقابلہ کر سکے یا ان پر قابل ترجیح قرار پائے، انتہی اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ مجتہدین و اکابر سلف کی تصحیح و تنقید پر اعتبار اور مدار ہے، جب انھوں نے کسی حدیث کو قبول کر لیا اور قابل عمل قرار دیا تو مشہور علماء محدثین کی تقلید کر کے ان پر اعتراض کرنا اور ان کی بات کو

پس مدارکار در حق رواۃ براجتہاد علماء و صواب دید ایشان باشد و یحییٰ در شروط صحت و حسن و ضعف تا آنکہ کسے کا اعتبار کردہ است شرط را و الفا کردہ است آنرا دیگرے، بسندہ باشد آنچه روایت کردہ است آنرا آں دیگرے نیست دروے آن شروط در معارضہ آنچه مشتمل است براں شرط و یحییٰ در حق کسے کہ تضعیف کرد راوی را و توثیق کردہ اورا دیگرے، نعم ساکن و مطمئن می گرد نفس غیر مجتہد و آنکہ اختیار و امتحان نکردہ است امر راوی را بنفس خود بتقلید یا آنچه قرار دادہ اند و مجتمع شدہ اند بر آں اکثر ائمہ مجتہد و آنکہ اختصار و امتحان راوی از پس خود تواند کرد راجع است برائے واجتہاد نفس خودش پس جائزست کہ صحیح شود نزد ایشان حدیثی در غیر کتابین کہ معارضہ کند بانی الکتابین را یا راجع آید بر آں انتہی۔

❖ ❖ ❖

❖ ❖

❖

حاصل اس سخن آنست کہ اعتماد بر تصحیح و تنقید ائمہ مجتہدین و اکابر سلف ست و چون ایشان حدیثی را تلقی بقبول کردہ و عمل بدان نمودہ انکار و انتراض برایشان بتقلید

تسلیم نہ کرنا درست نہ ہوگا اور اس جماعت فقہاء کے حکم لگانے کے باوجود محدثین کی بات کو لازمی سمجھنا اور یقینی کہنا زبردستی کی بات ہے اور یہ بحث فقہاء کے محدثین کے ساتھ معارضہ سے تعلق رکھتی ہے، محدثین وہ ہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے لیکن فقہاء کو اس بحث میں کلام کی بڑی گنجائش ہے، اسی دلیل سے جس کو اوپر بیان کیا ہے یہ بات بڑی مفید اور نافع ہے۔

علماء محدثین کہ مشہور انداز نہ باشد و التزام ایساں بحکم ایں جامعہ تحکم و مکابرہ است و ایں کلام در مقام معارضہ فقہاء ست با محدثین فتراء داد و محدثین ہمانست کہ اولاً مذکور شد و لیکن فقہاء را در اں مجال مقال و وسیع ست بایں وجہ کہ مذکور شد و ایں سخن نافع و مفید است۔

اور آگے لکھتے ہیں :-

صحیح حدیثیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں منحصر نہیں ہیں کیونکہ بخاری و مسلم نے تو ان ساری صحیح حدیثوں کا جو ان کے پاس ان کی شرط کے مطابق موجود تھیں احاطہ نہیں کیا ہے اور صحیح حدیثوں کا تو ذکر ہی کیا ہے ان میں سے ہر ایک نے تمام صحاح کے احاطہ و استیعاب نہ کرنے کا صاف صاف اقرار کیا ہے۔

احادیث صحاح منحصرتست در صحیح بخاری و مسلم و ایساں استیعاب نہ کردہ اند جمیع صحاح را کہ نزد ایساں بود بشرط ایساں چہ جائے مطلق صحیح و خود تصریح کردہ ہر یکے از ایساں بعدم احاطہ و استیعاب۔

(۱۸)

اس امر کا جواب دیتے ہوئے کہ حنفی مذہب کا دار و مدار زیادہ تر عقلی دلائل پر ہے اور نقلی دلائل سے اس کا گہرا تعلق نہیں ہے، تردید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :-

بعض لوگوں کے ذہن میں یہ بات ہے کہ امام شافعیؒ کا مذہب احادیث کے مطابق ہے، طریقہ اقتداء و اتباع سنت کا کھانا ان کے مذہب میں زیادہ ہے اور امام ابو حنیفہؒ کا مذہب رائے و اجتہاد پر مبنی ہے اور احادیث کے خلاف ہے یہ بات سراسر غلط اور نامتناہی ہے۔

در اذہان بعضے مردم چنان درآئدہ کہ مذہب امام شافعیؒ موافق احادیث ست و سلوک طریقہ اقتداء و اتباع در مذہب ایساں بیشتر ست و مذہب امام ابو حنیفہؒ مبتنی بر رائے و اجتہاد ست و مخالف احادیث! ایں سخن غلط محض و جہل مزع ست۔۔۔

بعض لوگوں کے اس شبہ میں مبتلا ہونے کا سبب یہ تھا کہ چند شافعی مسلک محدثین نے اپنی مؤلفات میں جیسے مصابیح و مشکوٰۃ اور اس کی مانند کتابوں

سبب وقوع دیں و ربط آں بود کہ بعض محدثین کہ در مذہب امام شافعیؒ بودند در کتابہائے کہ تصنیف کردند چنانچہ مصابیح و مشکوٰۃ و مانند اں دلائل

مذہب خود را تتبع و تعصب نموده جمیع کردند در احادیث
مذہب حنفی براہ طعن و جرح رفتند و اینہا بے گوشہ
تعصبی نخواہد بود و اکثر ایشان با حنفیہ بے گوشہ
تعصبی باشند عفا اللہ عنہم۔

نظر در کتب حنفیہ کہ در دیار عرب مشہورست باید
انداخت تا حقیقت حال مشکف گردد۔۔۔۔۔

... فی الحقیقت مذہب حنفی جامع معقول و منقول
ست و مانا کہ در اغلب اوقات و احوال عادت کریمہ

آن امام آں بود کہ در تفہیم و تبیین مذہب خود بجهت
رعایت طبائع عامہ خلق کہ مجہول اند بر طبایع معقول

و منقول و تأیید نقل بعقل اقتضای بردیل معقول
کرده و بقصد تسلیہ و تشفیہ طبائع ایشان در

کشف و تبیین آن کوشیدہ و الاصل تمکد
استدلال او بکتاب و سنت و اقوال سلف

بود و خود چہ صورت دارد کہ بے رجوع بہ کتاب
و سنت و اجماع تمکد بقیاس کند و حال آنکہ

شرط عمل بہ آن عدم آں اصول ست چنانکہ
در کتب اصول فقہ بر مذہب ایشان مقرر شدہ

است و این دلائل عقلیہ ایشان در حقیقت
برائے تأیید و ترجیح بعضی احادیث ست بر

بعضی بوافقت و سہ مرقیاس را و لا بد از
احادیث انچہ موافق بقیاس بود از رجحان ست

چنانکہ ہم در اصول فقہ قرار یافتہ اند کہ قیاس
در مقابل نص کردہ باشد و نیز حکم بہ صحت و ضعف

احادیث در زمان ما خبر خلاف زبان سابق
ست

میں اپنے مذہب کے دلائل کو تلاش و جستجو کے بعد یکجا
کر دیا اور مذہب حنفی کی مؤید حدیثوں پر جرح و قدح
کر دی یہ کام بغیر تعصب کے نہیں ہوا ان میں سے بیشتر نے
حنفیہ کے ساتھ تعصب برتا ہے اللہ تعالیٰ ان کے درگزر فرمائے۔

حنفیہ کی جو کتابیں دیار عرب میں مشہور ہیں اگر ان پر نظر
ڈالی جائے تو حقیقت حال واضح ہو جائے۔

حقیقت میں حنفی مذہب معقول و منقول کا جامع
ہے بیشتر حالات اور اکثر اوقات میں امام عظیم کی

عادت شریفہ یہ تھی کہ موصوف تفہیم سائل اور بیان مذہب
میں عام مخلوق کی طبائع کی رعایت کا خیال فرماتے ہوئے کہ وہ

معقول و منقول کی مطابقت کی خواہاں ہیں اور نقل کی تائید
عقل سے چاہتی ہیں عقلی دلیل پر کثافت فرماتے تھے اور محض

طبیائع کی تسلی و تسفی کی خاطر کشف حقیقت اور تحقیق حقی
میں دلیل عقلی پیش کرنے کی سعی کرتے تھے ورنہ اصل استدلال

اور دلیل ان کی کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور اقوال سلف
سے ہوتی ہے، امام موصوف کی کیا مجال تھی کہ وہ کتاب اللہ

سنت رسول اللہ اور اجماع سے رجوع کے بغیر قیاس
کرتے حالانکہ قیاس پر عمل کرنے کی شرط ہی ان اصول مذکورہ کا

نہ پایا جاتا ہے جیسا کہ اصول فقہ حنفی کی کتابوں میں مذکور ہے
اور ان کے عقلی دلائل حقیقت میں بعض حدیثوں کی

بعض پر ترجیح و تأیید کے لئے ہیں کیونکہ وہ قیاس سے خاص
مطابقت رکھتے ہیں، جو احادیث قیاس کے مطابق ہیں وہ

یقیناً قابل ترجیح ہیں جیسا کہ اصول فقہ میں ثابت کیا گیا
ہے، ایسا نہیں ہے کہ نص کے مقابلہ میں قیاس کیا ہو، پھر

یہ بات بھی ہے کہ احادیث کی صحت و ضعف کا حکم بھی

چہ میتواند کہ حدیث در زمان ایشاں صحیح
 باشد بسبب اجتماع شرائط صحت و قبول
 در رواۃ کہ واسطہ بودند میان ایشاں و
 حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 پس ازاں از جهت رواۃ دیگر کہ بعد ازاں
 آمدند ضعیف پیدا شد پس از حکم متاخرین
 محدثین بضعف حدیث لازم نیاید ضعیف
 دے در زمان امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مثلاً و این
 نکتہ ظاہرست۔

زمانہ متاخرین زمانہ متقدم کے برعکس ہوا ہے بھلا یہ کیسے
 ہو سکتا ہے کہ ایک حدیث ان کے یہاں راویوں میں
 شرائط صحت و قبول کے پائے جانے کی وجہ سے جو ان
 اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطہ ہیں،
 صحیح ہو پھر اس کے بعد دوسرے راویوں کی وجہ سے جو
 ان کے بعد آئے ہیں ضعیف پیدا ہو گیا تو اب متاخرین
 محدثین کے کسی حدیث کو ضعیف کہہ دینے سے یہ لازم
 نہیں آتا کہ وہ مثلاً امام عظیمؒ کے زمانے میں بھی ضعیف ہو
 یہ ظاہر بات ہے۔

وازلکالے کہ بعض محققین ذکر کردہ اند کہ حکم
 بتواتر و شہرت و وحدت حدیث معتبر در صدر اول
 ست والا بسا احادیث کے دراں وقت از احاد
 بودہ و بعد ازاں بوجود کثرت طرق برواج این علم
 و کثرت طالبان و جامعان کہ بعد ازاں پیدا
 شدہ بمرتبہ شہرت رسیدہ باشد استینائے باین
 معنی توان یافت۔ (ص ۲۸ تا ۳۰)

اور وہ بات جو بعض محققین نے کہی ہے بڑے اطمینان
 کا موجب ہو سکتی ہے کہ تواتر و شہرت کا حکم صدر اول میں معتبر
 ہے ورنہ بہت سی حدیثیں ایسی ہیں جو صدر اول میں خبر واحد
 کے حکم میں تھیں اور صدر اول کے بعد علم حدیث کی اشاعت
 طالبان حدیث و جامعین حدیث کی کثرت کی وجہ سے جو ان
 کے بعد پیدا ہوئے ہیں ایک حدیث کی بہت سی سندیں ہو گئیں
 اور وہ شہرت کے مرتبہ کو پہنچ گئی ہیں

گیا رہویں صدی ہجری سے قبل ہندوستان میں حدیث کا ایسا چرچا نہیں تھا جیسا فقہ
 اصول فقہ، کلام اور تصوف وغیرہ کا شہرہ تھا یہی وجہ ہے کہ یہاں فقہ، اصول، متکلم اور
 صوفی زیادہ ہوئے اور محدث خال خال ہی گزرے، دارالحکومت دہلی میں حافظ حدیث اور
 محدث بھی پیدا ہوئے لیکن دہلی میں ان کا قیام زیادہ نہیں رہا اس لئے یہاں حدیث کا قابل ذکر
 چرچا نہیں ہوا جیسا کہ حافظ سید مرتضیٰ بلگرامی کے بیان سے عیاں ہے موصوف تاج العروس
 من جواہر القاموس (بادہ - د، ۱، ۱) میں رقمطراز ہیں۔

رودھلی بالکسر اعظم مدن الہند
 الاسلامیۃ لہا عددۃ تواریح مختصۃ
 باحوالہا و ملوکہا و امتازت بہ علی

دہلی، بالکسر، ہندوستان کے عظیم الشان اسلامی شہروں میں
 سے ہے خاص شہر دہلی اور شاہان دہلی کے حالات اور ان
 امور کے بیان میں جن کی وجہ سے یہ دوسرے شہروں سے

غیر ما من البلاد وقد ذکرها ابن بطوطة متاز ہے متعدد تاریخیں لکھی گئی ہیں، ابن بطوطہ نے بھی
 فی رحلته واوسع فیہا الكلام وہی علی اپنے سفر نامہ میں اس کا ذکر کیا ہے اور اس پر فاضل کلام کیا ہے
 تھم جار کا لنیل والنسبة الیہا یہ ایک نہر جاری (جمنائے کٹائے آباد ہے جیسے کہ نیل پر اس
 دھلوی ودھلی وقد انتسب الیہا کی طرف نسبت دھلوی اور دہلی ہے، ہر فن کے اکابر علماء کو
 اکابر العلماء فی کل فن قد یمّا وحدیثا پہلے بھی اور اب بھی اس سے نسبت کا فخر حاصل ہے چنانچہ
 منهم سراج الدین عمر بن اسحاق ائمہ اصول میں سے سراج الدین عمر بن اسحاق دھلوی اور محدث
 الدھلوی احد ائمۃ الاصول والسید سید اصیل الدین عبد الرحمن بن قطب الدین حیدر بن علی بن
 اصیل الدین عبد الرحمن بن قطب الدین ابوبکر شیرازی دھلوی جن کا انتقال کھبات میں ۷۸۵ھ میں ہوا
 حیدر بن علی بن ابی بکر شیرازی الدھلوی تھا اور ان کے والد حفظ حدیث میں سے تھے وہ ۷۸۵ھ میں
 المحدث المتوفی بکنیاۃ سنة ۸۱۷ھ دہلی میں پیدا ہوئے تھے۔ . . . اور حافظ حدیث سعید بن
 والدہ احد الحفاظ ولد بن ہلی ۷۸۶ھ . . . عبد اللہ دھلوی بغدادی نزہل دمشق نے کثرت سے حدیثوں کا
 وسعید بن عبد اللہ الدھلی البغدادی الحافظ سماع کیا اور ان کو جمع کیا، مسند افادہ پر جلوہ افروز ہوئے اور
 نزہل دمشق سمع الکثیر وجمع وافاد واستدل حافظ ذہبی وغیرہ شیوخ پر استدلال کیا، حافظ ابن حجر کا بیان
 علی الذہبی وغیرہ من الشیوخ قال الحافظ ہے کہ ہمارے شیوخ کی ایک جماعت نے ان کو دیکھا اور میں نے
 قد لقیہ جماعۃ من شیوخنا ورأیت له وقعة ان کی لکھی ہوئی کتاب وقعة بغداد دیکھی ہے ۷۸۹ھ میں
 بغداد قد حررہا مات سنة ۷۸۹ھ قلت ان کا انتقال ہوا تھا، سید مرتضیٰ بلگرامی کا بیان ہے کہ ان کا
 وهو نجم الدین ابوالخیر دیر عرف بالجلال لقب نجم الدین کنت ابوالخیر ہے اور رجال الدین سے بھی
 وکان حنبلیاً مشہور ہیں، یہ حنبلی تھے۔

شارح بخاری سید غلام علی بلگرامی المتوفی ۱۲۸۵ھ سبۃ المرجان فی آثار ہندوستان طبع ممبئی
 سنہ ۱۳۱۵ھ میں لکھے ہیں:-

نشر العلوم لاسیما الحدیث الشریف بجمیث موصوف نے علوم کی اشاعت کی اور حدیث کی بالخصوص
 لم یتیسر مثله لاحد من العلماء السابقین ایسی خدمت کی ہے کہ ان کی طرح متقدمین و متاخرین میں
 واللاحقین فی ديار الهند - سے کسی نے بھی بلاد ہند میں نہیں کی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مساعی جلیلہ سے ہندوستان میں حدیث کی بڑی اشاعت ہوئی
 ہی اشاعت حدیث اور ترویج سنت میں شیخ موصوف کجوشرف و فضیلت حاصل ہے اس میں ان کا

کوئی سہم و شریک نہیں۔ نواب صدیق حسن خاں قنوجی المتوفی ۱۳۰۳ھ کا "الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ" (مطبع نظامی کانپور ۱۲۸۳ھ مث) میں یہ لکھا کہ ان سے پیشتر اہل ہند حدیث سے نا آشنا تھے حقائق کے خلاف ہے، موصوف کے الفاظ ہیں :-

اعلم ان الهند لم یکن یحفظ العلم الحدیث تمہارے علم میں رہے کہ جب سے مسلمانوں نے ہندوستان کو فتح کیا منذ فتحہا اهل الاسلام بل کان غریباً یہاں علم حدیث کا چرچا نہیں ہوا بلکہ علم حدیث اس سرزمین کا کبریت الاحمر وعدیما کعنقاء مغرب پر ایسا اجنبی اور غریب رہا جیسے سرخ گدھک (اکسیر) فی الخبز... حق من الله تعالیٰ علی اور ایسا ہی ناپید رہا جیسے عقاقیر مغرب مثل میں ہے تا آنکہ الهند باقاضۃ هذا العلم علی بعض علمائہا اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کی سرزمین پر احسان فرمایا کہ بعض کالشیخ عبدالحق بن سیف الدین الترمذی علم ہند جیسے شیخ عبدالحق بن سیف الدین ترک دہلوی المتوفی الدہلوی المتوفی سنۃ اثنین وخمسین و ۲۵۰ھ وغیرہ کو علم حدیث عطا کر کے اس فیض کو عام کر دیا الف وامثالہم وهو اول من جاء به فی هذا سب سے پہلے شیخ عبدالحق اقلیم ہند میں حدیث کو لائے الاقلیم واقاضہ علی سکانہ فی احسن ہیں اور انھوں نے بہتر طریقے سے اس کے فیضان کو اہل ہند تقویم... ومن سن سنة حسنة فله پر عام کیا... اور جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا اجرہا واجر من عمل بها کما اتفق علیہ اہل اس کے لئے اس کا اور جس نے اس پر عمل کیا اس کا بھی اجر الملة وتحدیث ہو کہ اہل الصلاح جیسا کہ اس امر پر ملت کے تمام محدثین و صوفیہ کا اتفاق ہے مولانا حکیم سید عبدالحق لکھنوی عوارف المعارف فی انواع العلوم والمعارف، طبع دمشق ۱۳۰۳ھ میں تحریر فرماتے ہیں :-

ثم جاء الله سبحانه بالشيخ عبدالحق پھر اللہ تعالیٰ شیخ عبدالحق بن سیف الدین بخاری دہلوی ابن سیف الدین البخاری الدہلوی المتوفی سنۃ ۵۲۰ھ، وهو اول من اقاضہ علی سکان اہل ہند وتصدی للدرس والاقادة بدار اہل ہند دہلی، وقصر ہمتہ علی ذلك دار الخلافہ دہلی میں درس کا سلسلہ جاری کیا اور اپنے آپ کو اس کی خدمت کیلئے وقف کر دیا، کتابیں لکھیں، احادیث کی تصنیف و تخریج و نشر ہذا العلم علی ساق تخریج کی اور بڑی محنت سے اس علم کی نشر و اشاعت کی، اکحد، ففعم الله به وعلومہ کثیرا من اللہ تعالیٰ نے ان کی ذات اور ان کے علوم سے بہت سے عبادہ المومنین۔ مسلمانوں کو فائدہ پہنچایا۔

شیخ عبدالحی کثرت تصانیف میں منفرد تھے اور ان کی تصانیف اپنی افادیت کی وجہ سے ان کے
ترٹنے ہی میں قبولیت عام حاصل کر چکی تھیں، موصوف تذکرہ مصنفین ص ۲۴ میں لکھتے ہیں:-

وگفت قلم من می دادم که بعد از امیر خسرو رحمة الله علیه قلم نے کہا میں جانتی ہوں کہ امیر خسرو علیہ الرحمہ کے بعد
دربیں شہر و دیار انجمن از دور کثرت تصنیف وجود و اشتہار سے اس شہر میں جس کثرت سے کتابیں تم سے تالیف
یافتہ از دیگرے نشدہ فرق ہمیں است کہ تصنیفات ہو سکیں اور وہ مشہور ہوئیں اتنی کسی اور سے نہیں
حضرت امیر مد شعر است و تالیفات تو در شرع اگر طبائع ہو سکیں بس فرق یہی ہے کہ امیر خسرو کی تصنیفات
اہل علم با شعرا مولع و مشغوف ست اما حال خواص نظم میں ہیں اور تہاری تالیفات علوم شریعت میں،
اہل دین بخلاف آل موصوف ست و شکر دیگر آنکہ اہل علم کی طبائع اگر اشعار کی والہ و شہر اس تو خواص
سخنان ترا گوارائی هست و کلمات ترا صلاوتے بخیرہ اہل دین کی حالت اس کے برعکس ہے کہ وہ دینی علوم
انکہ در دمعن اہل قبول جائے می کند و بکام ارباب کے عاشق ہیں اور دوسرے شکر کی بات یہ ہے کہ تہاری باتوں
ذوق شیریں می آید و بہان باطن بریں بشا رتست کو قبولیت حاصل ہے اور تہاری باتوں میں چاشنی اور حلاوت
کہ از زبان بعض ناظران عالم غیب کہ خوانندگان رکھی ہے وہ اہل قبول کے دل میں اثر کرتی ہیں اور اہل ذوق
صحیفہ لاریب اندیافتہ و نشان ظاہر آنکہ خواطر کو ابھی معلوم ہوتی ہیں، برطان باطن اس پر شاہد ہے
خواص از ان راضی و ایدی عوام بہ نوشتن آن کیونکہ بعض واقفان اسرار و آگاہان صحیفہ لاریب
مقامی است بہر تقدیر انجمن از غیب است کی زبان سے نکلی ہیں اور اس کی روشن نشانی یہ ہے کہ خواص
بے غیب است برچہ تازہ است لذیذ است کے دل اس سے خوش ہیں اور عوام کے ہاتھ اس کی نقل
بیار انجمن می دانی و توکل علی الله الذی میں مصروف ہیں بہر صورت جو کچھ غیب کی طرف
نزل الکتاب و ہویتولی الصالحین سے ہے بے غیب ہے اور ہر تازہ چیز لذیذ ہے جو کچھ تو
جانتا ہے اس کو پیش کر اور خدا پر بھروسہ کر جس نے کتاب
کو اتارا اور وہی نیک بندوں کی حمایت کرتا ہے۔

میر غلام علی آزاد بلگرامی سجتہ المرجان میں رقمطراز ہیں:-

وصنف فی العلوم خصوصاً فی المحدث کتباً معتبرة اعتنی بها علماء
المحدثین و جعلوها دستور العمل۔ موصوف نے علوم میں کتابیں تصنیف کیں اور
خاص طور پر حدیث میں معتبر کتابیں لکھیں جن سے
اہل زمانہ کا اعتنا رہا اور انھوں نے ان کی کتابوں کو
اپنا دستور العمل بنالیا۔

نواب صدیق حسن خاں قنوجی اتحاف النبلاء المتقین بمآثر فقہاء المحدثین مطبع نظامی کانپور
۱۲۸۵ھ ص ۳۳۳ میں تحریر فرماتے ہیں۔

توالیف ایشاں در بلاد ہند قبول و شہرت تمام ان کی تالیفات کو بلاد ہند میں شہرت و قبولیت عام
دارد و ہمہ نافع و مفید افتادہ۔ حاصل ہے اور سب کتابیں مفید اور نافع ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں قنوجی نقصان جہود الاحرار من تذکار جنود الابرار مطبع بھوپال ۱۲۹۰ھ میں تحریر فرماتے ہیں۔
حق این ست کہ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ در حق بات یہ ہے کہ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ عربی سے فارسی
ترجمہ عربی بفارسی کے از افراد اہل امت ست میں ترجمہ کرنے کے اندر اس امت کے یگانہ و یکتا افراد میں سے
مثل او دریں کار و بار خصوصاً دریں روزگار ہیں اس کام میں ان کی نظیر خاص طور پر اس زمانہ میں کوئی
احدے معلوم نیست واللہ یختص برحمتہ علم میں نہیں ہے واللہ یختص برحمتہ من یشاء اور اللہ
من یشاء۔ اپنی رحمت سے جسے چاہے مخصوص کرے۔

مولانا سید عبدالحق لکھنوی نزہۃ الخواطر ج ۲، ص ۱۲۱ میں فرماتے ہیں۔

وکلہا مقبولة عند العلماء محبوبة اليہم موصوف کی تمام کتابیں علماء میں مقبول ہیں اور وہ ان کی
ینتأفسون فیہا وہی حقیقۃ بذلک کتابوں کے ایسے دلدادہ ہیں کہ ان کی تحصیل میں ایک دوسرے
وفی عباراتہ قوۃ و فصاحتہ و سلاستہ سوا کے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ کتابیں بھی اسی لائق
تحسینہا الاسماع و تلذذ بها القلوب ہیں، موصوف کی عبارت میں زور فصاحت و سلاست ایسی ہے
کہ کان اس کے فریقہ ہو جاتے اور دل لذت اندوز ہوتے ہیں

شیخ عبدالحق کو تجوید و قرأت، تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، تاریخ و تذکرہ، شعر و ادب جملہ فنون میں
یدہ پوری حاصل تھا، ان کے بحر علمی، جامعیت، وسعت نظر اور فضل و کمال پر تذکرہ نگاروں کا اتفاق ہے۔
ملا عبد القادر بدایونی المتوفی سن ۸۱۰ھ منتخب التواریخ میں لکھتا ہے:-

شیخ عبدالحق دہلوی حقی تخلص می کند کہ مجموعہ کمالات و شیخ عبدالحق دہلوی حقی تخلص کرتے ہیں جامع کمالات
شیخ فضائل است و جیب علوم عقلی و نقلی را درس و سرچشمہ فضائل ہیں اور تمام علوم عقلی و نقلی کا درس
می گوید و در تصوف رتبہ بلند دارد۔۔۔۔۔ دیتے ہیں، تصوف میں بھی ان کا بڑا مرتبہ ہے۔۔۔
فقیر نیز بتقریب ایشاں شرف خدمتش را دریافتہ فقیر بھی (جب ان کا فچور سیکری میں فیضی اور مرزا نظام الدین
کے یہاں قیام تھا) انکی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل
کرتا رہا اور ہمیشہ ان کی صحبت سے مستفید ہوتا رہا تھا۔

سلطان نور الدین محمد جہانگیر المتوفی ۱۰۳۶ھ کی ۱۰۲۸ھ میں شیخ عبدالحقؒ سے ملاقات ہوئی تو وہ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے متعلق ترک جہانگیری رطب نو لکھنؤ ج ۲ صفحہ ۲۸۵ میں لکھتا ہے۔

شیخ عبدالحق دہلوی کے ازہل فضل و ارباب سعادت است دریں آمدن دولت ملازمت دریافت کتابے تصنیف نمودہ بود مشتمل بر احوال مشائخ ہند بنظر در آمدہ خیلکے رحمت کشیدہ مدہاست کہ در گوشہ دہلی بوضع توکل و تجرید بسری برد مردگرمی است صحبتش بے ذوق نیست با نواع مراحم دلنوازی کردہ رخصت نمودم۔

شیخ عبدالحق دہلوی جو ارباب سعادت اور اہل کمال میں سے ہیں ان ایام میں ملاقات کے لئے تشریف لائے ان کی ایک تصنیف کی ہوئی کتاب جو مشائخ ہند کے حالات میں ہے نظر سگذری اس کی تالیف میں بڑی جانفشانی کی ہے۔ ایک زمانہ سے دہلی میں گوشہ نشین ہیں اور متوکلانہ زندگی بسر کرتے ہیں بڑے قابل و بزرگ آدمی ہیں ان کی صحبت بے کیف نہیں ہے میں نے ہر طرح سے انعام و اکرام کر کے رخصت کیا۔

مورخ عبد الحمید لاہوری المتوفی ۱۰۶۵ھ کا بیان ہے :-

شیخ عبدالحق دہلوی مردے است فاضل محقق زاہد و صوفی مشرب، حال حالش برزور فضائل صوری و معنوی آراستہ و کسوت حلقش از کمالات وہبی و کبی پیراستہ ہم دقیقہ یا بش کا شغف علوم دین و فطرت کمال نصائب واقف اسرار غیبی است اصل شیخ و اولیائے ہند است و خدمت شیوخ و افاضل حرمین شریفین نرسیدہ کتب حدیث را نزد محدثین آل اماکن بسند رسانیدہ و در اکثر فنون از عمیت و فقہ و حدیث و تفسیر و تصوف و تاریخ و سیرا ہر است و در ہر ایک از ہر امور نصایف او مشہور است و بالفعل سن عمرش او آخر سال دہم جلوس ہایوں و سند ہزار و چل و ہفت ہجری است بنور در سیدہ مع ہذا رجواس ظاہر و باطنش خللے و فتورے راہ نیافتہ و التزام عبادت و اوراد و ذکر و تلاوت و تعلیم و تصبیح کتب بہ نچ ایام جوانی است۔

شیخ عبدالحق دہلوی فاضل محقق زاہد و صوفی مشرب، حال حالش برزور فضائل صوری و معنوی آراستہ و کسوت حلقش از کمالات وہبی و کبی پیراستہ ہم دقیقہ یا بش کا شغف علوم دین و فطرت کمال نصائب واقف اسرار غیبی ہے شیخ اصلاً ماوراء النہر ہی ہیں۔ فضلاء حرمین شریفین کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث کی کتابیں پڑھیں اور ان سے سند لی اور اکثر علوم ادبیہ فقہ، حدیث، تفسیر، تصوف، تاریخ و سیر میں ماہر ہیں اور ان میں سے ہر فن میں ان کی تصانیف مشہور ہیں اس وقت او آخر سال دہم جلوس مبارک اور ۱۰۲۸ھ ہے، نوے سال کو پہنچے ہیں، اس کے باوجود رجواس ظاہری و باطنی میں کوئی خلل و فتور نہیں آیا، معمولات و وظائف و اوراد، ذکر و تلاوت، درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور تصبیح کتب پابندی کے ساتھ اسی طریقہ سے ادا ہوتے ہیں جیسے جوانی کے ایام میں ادا ہوتے تھے۔

(بادشاہ نامہ ج ۲ ص ۲۴۱ و ۲۴۲)

میر غلام علی آزاد بلگرامی المتوفی ۱۲۰۰ھ سبحة المرجان فی آثار ہندوستان (طبع بمبئی ۱۳۰۳ھ ص ۵۲) میں لکھتے ہیں :-

مولانا الشیخ عبدالحق الدہلوی ہوا المتصلح مولانا شیخ عبدالحق دہلوی کمال ظاہری و باطنی سے
من الکمال الصوری والمعنوی والعاشق آراستہ اور عاشقانِ جمالِ نبوی میں سے عاشقِ صادق ہیں
الصادق من عشاق الجمال النبوی رزق ان کو بڑی شہرت و قبولیت حاصل ہے موصوفین نے
من الشهرة قسطا جزیلا واثبت المورخون ان کا عمل و مفصل تذکرہ لکھا ہے۔
ذکرہ اجمالاً و تفصیلاً۔

نواب صدیق حسن خاں قنوجی نے بھی الرحیق المختوم من تراجم ائمۃ العلوم میں شیخ موصوف کے تذکرہ کا آغاز میر غلام علی آزاد کے مذکورہ بالا الفاظ سے کیا ہے لیکن اپنی تنگ نظری اور فقہ حدیث میں بے بصیرتی کی وجہ سے یہ بھی لکھ دیا ہے :-

لم یکن یعرف علم الحدیث علی وجہ بل علی جہۃ موصوف کو علم حدیث کی معرفت فن حدیث کے طریقہ پر
الاجازۃ والاستجازۃ۔ نہ تھی بلکہ اجازت و طلب اجازت کے طور پر تھی۔

شیخ عبدالحق کو فنون و فقہ حدیث میں غیر معمولی بصیرت و مہارت اور مسند وقت ہونے کی وجہ سے محدثین کی اصطلاح کے مطابق ہی محدث دہلوی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، حافظ حدیث سید مرتضیٰ بلگرامی ثم زبیدی المتوفی ۱۲۰۰ھ نے علامہ موصوف کو محدثین میں سے نہیں بلکہ کبار ائمہ حدیث میں سے شمار کیا ہے وہ لکھتے ہیں :-

ومن المتأخرین الأمام المحدث ابو محمد متاخرین علماء میں سے امام محدث ابو محمد عبدالحق بن سیف الدین
عبدالحق بن سیف الدین البخاری الدہلوی بخاری دہلوی ہیں جو بلند پایہ ائمہ حدیث میں سے
من کبار ائمۃ الحدیث شرح مشکاة العربی و ہیں انھوں نے مشکوٰۃ کی عربی اور فارسی میں شرح لکھی
فارسی و مدارج النبوة فارسی ترجم فیہ المواہب ہے۔ مدارج النبوت فارسی میں تحریر کی ہے جو
الدینیۃ و اخبار الاخبار و غیرہا۔ مواہب اللدنیۃ کا ترجمہ ہے اور اخبار الاخبار وغیرہ
(تلخیص العروس مادہ د، ہ، ل) ان کی تالیفات سے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے موصوف کو فضل اللہ تو رپشتی اور قاضی عیاض جیسے ائمہ حدیث کی روش پر گامزن محققین میں سے شمار کیا ہے۔ فتاویٰ عزیزیہ (مطبع مجتہائی دہلی ۱۳۱۱ھ ج ۱) میں فرماتے ہیں :-
ازامۃ فن شریف حدیث مثل تورپشتی و قاضی عیاض ائمہ فن حدیث میں سے تورپشتی و قاضی عیاض جیسے

ومتبعہما کا شیخ المحقق عبد الحق
الدہلوی وغیرہم
محدثین میں اور ان کے متبعین جیسے کہ شیخ محقق
عبد الحق دہلوی وغیرہ ہیں۔

مولانا سید عبدالحی لکھنویؒ لکھتے ہیں :-

الشیخ الامام العالم العلامة المحمد الفقیہ شیخ الاسلام
واعلم العلماء الاعلام وحامل رایتہ العلم والعمل
فی المشائخ الکرام، الشیخ عبدالحق بن سیف الدین
ابن سعد اللہ البخاری الدہلوی المحدث المشہور
اول من نشر علم الحدیث بارض الهند تصنیفا
و تدریسا (نزهة الخواطر ج ۵ ص ۷۲)

عمر حاضر کے نامور حافظ الحدیث سید عبدالحیؒ کتانی نے شیخ موصوف کو نامور حافظ حدیث میں شمار
کیا ہے، موصوف نے فہرہ الفہارس والاثبات و معجم المعاجم والمیشخات والمسلسلات طبع فاس ۱۳۲۶ھ
۲۲ ص ۱۲ میں ان کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے :-

حدث الهند العلامة المسند صاحب المؤلفات الحدة

مفتی غلام سرور لاہوری خزینۃ الاصفیاء (طبع نوکشتور ج ۱ ص ۱۲۴) میں لکھتے ہیں :-

مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی از قول علماء
و عزیز فضلا، بود و بوقت خود در علم و عمل و زہد و
ریاضت ثانی نہاشت در شریعت و طریقت و
حقیقت مقتدائے وقت شد علی الخصوص در علم حدیث
و تفسیر باقصی الغایات تکمیل ہم رسانیدہ بود
چوں دزدان جہانگیر بادشاہ قبولیت تمام داشت اکثر
حاجات فقرا و مساکین بعض می رساند و در دفع
زندہ و امحاد بسیار می کوشید۔

شیخ عبدالحقؒ نے حرم سے واپس آکر درالعلم دہلی میں حدیث کا درس دینا شروع کیا، درس سے جو
وقت بچتا وہ تصنیف و تالیف، ارشاد و ہدایت اور عبادت و ریاضت میں گزرتا تھا یہ سلسلہ درس ۱۰۵۲ھ
سے ۱۰۵۳ھ تک برابر قائم رہا اور ۳ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ میں یہ آفتاب علم ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

تاریخ رحلت فخر العلماء، فخر العالم اور علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل (اس میں علماء اور انبیاء کا ہمزہ محسوب ہے)۔

موصوف کے فرزند شیخ نور الحق دہلویؒ نے نماز جازہ پڑھائی اور حوض شمس کے کنارہ دفن کئے گئے، شیخ موصوف کے مزار پر زہدان خشک کو بھی دبستی اور اطمینان نصیب ہو جاتا ہے۔ نواب صدیق حسن خاں قنوجی لکھتے ہیں:-

کاتب حروف بزیارت مرقہ شریف مکر فیضیاب شدہ کاتب حروف متعدد مرتبہ ان کے مزار شریف کی زیارت
دکشتے عجیب و دبستی غریب دران مقام یافتہ سے فیضیاب ہوا اور اس مقام پر عجیب و غریب کشش
(اتحاف النبلاء المتقین ص ۳۷۷) و دبستی محسوس کی ہے۔

بیز موصوف تقصیر جیود الاحرار ص ۱۱۱ میں فرماتے ہیں:-

بندہ عاجز و درہلی برتبت شریف اور سیدہ نمی تواند بندہ عاجز و درہلی میں ان کے مزار مبارک پر پہنچا اور جن
گفتن کہ کدام روح و بریکان برکاتش مشاہدہ نموده برکات کا مشاہدہ کیا وہ بیان نہیں کی جاسکتیں اللہ تعالیٰ
رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعہ ان کو اپنی بے پایاں رحمتوں سے نوازے۔

شیخ عبدالحقؒ نے تین جید عالم و صالح فرزند، شیخ نور الحق مشرقی، علی محمد اور محمد ہاشم یا دگار چھوڑے تھے۔

شیخ عبدالحقؒ نے چورانوے برس کی عمر بائی اور زندگی کا بڑا حصہ درس و تدریس میں گزارا ہزاروں اہل علم نے ان سے استفادہ کیا لیکن عرب و عجم میں جن نامور تلامذہ سے شیخ موصوف کا سلسلہ سند آج تک قائم ہے ان کے نام درج ذیل ہیں:-

(۱) شیخ ابورضابن اسماعیل دہلوی المتوفی ۱۱۸۸ھ یہ شیخ عبدالحق کے نواسہ تھے۔

(۲) شیخ حیدربن فیروز کشمیری المتوفی ۱۱۸۸ھ

(۳) شیخ ابوالاحمد سلیمان کردی گجراتی۔

(۴) شیخ شاکر محمد بن وجیہ الدین خفی دہلوی المتوفی ۱۱۸۸ھ

(۵) عنایت الشربن الہداد صدیقی بلگرامی

(۶) نور الحق مشرقی المتوفی ۱۱۸۸ھ

عرب میں سلسلہ اسناد شیخ محمد حسین خانی نقشبندی..... صاحب کتاب الطریقۃ المحمدیہ

فی بیان الطریقۃ النقشبندیہ وغیرہ سے پھیلا ہے چنانچہ حافظ سید عبدالحق کتانی فہرست الفہار س و

الاشبات ۲ ج ۱۲۶ میں لکھتے ہیں :-

والخافى هذا هو تلميذ الشيخ عبد الحق
الدہلوی والراوی عنہ عامة وقد وقفت
على اجازة الشيخ عبد الحق له بخطه
الشريف وادركه الشيخ حسن العجمي واخذ
عنه ومن طريق العجمي عنده نووي مؤلفاته
ومؤلفات الشيخ عبد الحق وروياته ولو لا
هذا الشيخ الخافى وسرايته عن الدہلوی
عامة لما كنا اتصلنا بالشيخ على المتقى
لرواية كذا العمال وغيره فائدة
نفيسة قل من يعلمها۔

یہ خافی شیخ عبدالحق دہلوی کے تلمیذ ہیں اور عموماً انہی
سے روایت کرتے ہیں، میں شیخ عبدالحق کی اس اجازت پر
مطلع ہوا ہوں جو انھوں نے اپنے قلم سے ان کو لکھی ہے،
شیخ خافی کو شیخ حسن عجمی نے پایا ہے اور ان سے حدیث
کی تحصیل کی ہے عجمی کی سند سے ہم شیخ عبدالحق کی
تالیفات وتصنیفات کو روایت کرتے ہیں اور اگر یہ
شیخ خافی نہ ہوتے اور ان کی شیخ دہلوی سے روایت عام
نہ ہوتی تو ہمارا اسلئے سند شیخ علی متقی سے جو کثر العمال وغیرہ
کی روایت کے لئے متصل و مسلسل نہ ہوتا اور یہ نہایت
عمرہ فائدہ ہے جس کو کثر لوگ جانتے ہیں۔

شیخ عبدالحق رحمہ کے مجاز طریقت میں شیخ طیب بن معین عمری بناری کا نام کتابوں میں آتا ہے
ان کا انتقال شیخ موصوف کی حیات ہی کا اندر سے گذر گیا تھا۔

شیخ عبدالحق رحمہ نے تفسیر، تجوید، حدیث، فقہ، تصوف، تاریخ و تذکرہ ہر موضوع پر چھوٹی بڑی
بہت سی کتابیں یادگار چھوڑی ہیں لیکن ان کی جملہ تالیفات میں لمعات التبیق شرح مشکوٰۃ المصابیح
شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔

یہ کتاب عربی زبان میں مشکوٰۃ المصابیح کی نہایت مبسوط اور محققانہ شرح ہے۔ شیخ موصوف نے
جب اشعة اللغات شرح مشکوٰۃ فارسی میں لکھنا شروع کی تو دوران تحریر نہایت علمی اور دقیق مضامین میں
میں آئے جن کو کم سواد لوگ سمجھنے سے قاصر تھے، ان مباحث کو نظر انداز کرنا اور ان نکات کو بیان نہ کرنا
اہل علم سے کتمان علم کا مترادف اور خدمت حدیث کی سعادت سے محرومی کا باعث تھا اس لئے موصوف
نے یہ مناسب سمجھا کہ اس کتاب کی ایک مبسوط شرح عربی میں لکھیں جس سے اہل علم پورا پورا فائدہ
اٹھا سکیں اس لئے شیخ موصوف نے فارسی شرح کے ساتھ عربی میں بھی شرح لکھنا شروع کی، اور
اس میں کچھ ایسا بھی لگا کہ یہ شرح دو تین برس میں اس سے پہلے مکمل ہو گئی۔ موصوف اشعة اللغات کے
آغاز میں لکھتے ہیں :-

چون توفیق و تائید الہی تعالیٰ دستگیری کرد در خدمت جب توفیق و تائید الہی نے دستگیری کی اور علم حدیث کی خدمت

دین علم شریف در مقام استقامت بنشانخواست کہ کتاب مشکوٰۃ المصابیح را کہ دریں روزگار بسمت تداول و اشہار موسوم ست شرح کند و از فوائد انچہ کہ در کتب قوم دیدہ و از مشائخ وقت شنیدہ یا بخاطر فاتر وے رسیدہ بظاہر ان برساند بعضے از اجلہ اصحاب صفوت و ارباب محبت فرمودند کہ اگر شرح آن زبان فارسی واقع شود ہر آئینہ نفع آن اعم و اشمل باشد و چون شروع کرد در ان در اشائے مطالعہ آن سخیلے روے نمود کہ درج آن در شرح فارسی مناسب نہ باشد و از دست دادن آن سخاں نیز گنجائش ندید پس در شرح آن بلسان عربی نیز شروع نمود تا چند گاہ ہر دو شرح فارسی و عربی معانسویدی یافت آخر چنان گشت کہ عربی چون اسپ تازی پستتر رفت و تمام شد و فارسی در نیمہ راہ ماند چون بامر از نظر ثانی بران مقید شد و تمیض نمود و زبانے دیدہ بدل گذشت و مسودہ فارسی حکم نیما سنیہ گرفت باز امر شد کہ فارسی نیز تمام گردد و از سواد بہ بیاض رسد و بر روئے کار آید حکم المامور محذور آنقدر کہ تسوید یافتہ بود بہ بیاض آورد و در اتمام انچہ باقی ماندہ بود شروع کرد۔

کیلے مقام استقامت میں بٹھایا اور یہ چاہا کہ مشکوٰۃ المصابیح کی جو اس زمانہ میں بڑی تداول اور مشہور ہے شرح کرے اور ان فوائد کو جو اہل علم کی کتابوں میں نظر سے گزرے اور مشائخ وقت سے سنے یا خاطر فاتر میں آئے ہیں طالبین حدیث کو پہنچا دے بعض مخلص بزرگ اور ارباب محبت (جیسے شاہ ابوالمعالی لاہوری) نے فرمایا کہ اگر اس کتاب کی شرح فارسی زبان میں کر دی جائے تو یقیناً اس کی افادیت کا دائرہ زیادہ وسیع اور زیادہ عام ہو جائے گا جب یہ شرح لکھنی شروع کی تو اس کے اندر اثناء مطالعہ میں وہ باتیں ظاہر ہوئیں جن کو فارسی کی شرح میں پیش کرنا مناسب نہ تھا اور نہ ان باتوں کو نظر انداز کرنے کی گنجائش تھی اس لئے اس کی شرح عربی زبان میں بھی لکھنا شروع کر دی تا آنکہ کچھ عرصہ تک دونوں شرحیں عربی و فارسی ساتھ ساتھ چلتی رہیں پھر ایسا ہوا کہ عربی مثل اسپ تازی بازی لے گئی اور فارسی بیچ راستہ ہی میں رہ گئی جب نظر ثانی کی نوبت آئی اور مسودہ کو صاف کرنا پڑا حالانکہ ایک زبانہ دراز اس پر گزر چکا تھا اور فارسی مسودہ بھولا بسرا ہو گیا تھا پھر بھی حکم ہوا کہ فارسی شرح کو مکمل کیا جائے اور مسودہ کو صاف کر کے بکار آمد بنایا جائے تو حکم المامور محذور جتنا لکھا جا چکا تھا صاف کیا اور جو حصہ باقی رہ گیا تھا اس کو لکھنا شروع کیا۔

شیخ عبدالحق نے لمعات التتبع میں الفاظ حدیث کی توضیح اور معانی و مطالب کی تشریح نہایت محققانہ انداز میں کی ہے، لغوی، نحوی، فقہی اور کلامی مباحث کو نہایت عمدگی سے پیش کیا ہے اور احادیث کی توجیہ و تطبیق کا حق ادا کر دیا ہے، جگہ جگہ فقہ حنفی کی احادیث سے مطابقت بھی خوب بیان کی ہے، کمات حدیث پر بھی تنبیہ کی ہے پھر تحقیق مسائل میں انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور دائرہ اعتدال سے باہر قدم نہیں رکھا ہے، یہ شرح موصوف کی علوم میں جامعیت، اتقان، اصابت فکر و دقت نظر

اور فنِ حدیث میں مہارت کی تین دلیل ہے، یہ شرحِ حجم میں ملا علی قاری کی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح سے کم تھی لیکن افادیت اور حسنِ انتخاب میں ملا علی قاری کی شرح مذکور سے زیادہ بہتر ہے بلاشبہ ملا علی قاری کے پاس کتابوں کا ذخیرہ زیادہ ہے لیکن ان کا انتخاب اچھا نہیں ہوتا۔ شیخ موصوف کے پاس کتابوں کا ذخیرہ کم زیادہ نہیں لیکن جن کتابوں سے جوابات نقل کیے ہیں وہ ان کے سلیقہ انتخاب اور حسنِ انتخاب کی بہترین مثال ہے۔

کہنے کو یہ مشکوۃ کی شرح ہے لیکن اس شرح نے صحاح ستہ کی شرح سے فی الجملہ مستغنی کر دیا ہر ہندوستان میں عربی زبان کو کبھی فروغ حاصل نہیں ہوا اور فارسی ایک زمانے تک یہاں کی مادری زبان رہ چکی ہے اس لئے اس کو وہ قبولیت و شہرت حاصل نہ ہو سکی جو اشعۃ اللغات کو ہندوستان میں ہوئی ہے تاہم شیخ موصوف کی نظر میں اس کی جو قدر و منزلت ہے وہ ان کے حسب ذیل بیان سے معلوم ہو سکتی ہے، فرماتے ہیں:-

لمعات التتبع فی شرح مشکوۃ المصابیح وهو نعات التتبع فی شرح مشکوۃ المصابیح ان تصانیف میں اجل واعظم واطول واکبر هذه التصنیفات و نہایت جلیل القدر نہایت بسوط اور سب بڑی کتاب ہے قد جاء بتوفیق الله وتأييد كذا باحافلا شاملا اور محض توفیق الہی اور تائید ایزدی سے یہ نہایت جامع مفید انافاعی شرح الاحادیث النبویۃ علی بسوط ومفیدہ ورا حادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصدرها الصلوۃ والتجید مشتملة علی تحقیقا شرح میں نفع بخش کتاب بن گئی ہے اور معلومات آفرین تحقیقات مفیدہ و تدقیقات بدیعہ و فوائد شریفہ نادر مباحث، نفیس نوامد اور لطیف نکات پر مشتمل ہے۔ و نکات لطیفہ۔ تصانیف قلب الایمان بہ فہرست التوائف طبع دکن منہج

اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ہندوستان کے اربابِ نظر محدثین کو اس سے کبھی استغناء نہیں ہو سکا۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپور جی المتوفی ۱۲۹۳ھ نے مشکوۃ المصابیح، جامع ترمذی اور جامع بخاری کے تحشیہ میں اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔ لمعات التتبع کی پہلی جلد ہمارے دوست شمس الدین تاجرتب نادیرہ لاہور کے پاس ہماری نظر سے گزری ہے اور اس کا نصف اول محترم مولانا محمد ہاشم جان صاحب مجددی کے ذاتی کتب خانہ مژدوسائیں داد سندھ میں نظر سے گزرا ہے۔ شیخ عبدالحقؒ نے اگر کوئی اور کتاب نہ لکھی ہوتی تو یہی کتاب ان کی شہرت و قبولیت کے لئے کافی تھی موصوف کا یہ عظیم الشان کارنامہ اس قابل ہے کہ ہندوستان اس پر جتنا بھی فخر کرے بجا ہے۔ بلاشبہ مجلسِ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن نے حدیث کی بعض اہم کتابیں شائع کر کے علمی دنیا پر بڑا احسان کیا

لیکن حیرت ہے کہ ان کی مستقبل میں شائع ہونے والی کتابوں میں اس کا نام تک نہیں ہے، اس کی اشاعت بھی علم کی بڑی خدمت ہے

اشعة الملعات فی شرح مشکوٰۃ، مشکوٰۃ کی یہ فارسی شرح شیخ عبدالحق رحمہ اللہ کی تالیفات میں سب سے زیادہ مقبول کتاب ہے، اس شرح کا آغاز ۱۹۱۷ء میں ہوا جب شیخ موصوف کی عمر ساٹھ برس کی تھی اور تکمیل ۱۹۲۵ء میں ہوئی، یہ آغاز و اتمام کی تاریخ ہے تالیف کتاب کی مجموعی مدت نہیں ہے کیونکہ اس طویل عرصہ میں شیخ موصوف نے بعض اور کتابیں اور رسالے بھی لکھے ہیں اس لئے اس شرح کی تکمیل میں ڈیڑھ دو برس سے زیادہ نہیں لگے جیسا کہ موصوف کے ایک ترقیمہ سے ثابت ہے وہو ہذا:-

آغاز تسویدا شرح کہ مسی است با شعة الملعات فی شرح
المشکوٰۃ در اوسط ایام تشریق سنہ تسع عشر والف بود
واتمام در شہر ربیع الآخر سنہ الف و خمس وعشرین
اتفاق افتاد و نہ کہ این مدت تمام مصروف و مشغول بایں
شرح بود شرح دیگر عربی کہ مسی بلعات التبیح فی شرح
مشکوٰۃ المصباح کہ متقارب و متقارن بود بایں شرح
در تالیف نیز اتمام یافت و سبقت نمود و کتبہ رسائل
دیگر نیز بوجود آمد و تخمیناً ثلث این زبان بلکہ کتر از آن
مصروف بایں بود باقی باقی و التوفیق من اللہ الباقی
الوافی واتمام ہر دو در بلدہ دہلی کہ وطن
البیت ایں ضعیف است در خانقاہ قادریہ کہ جارب
کشی و چراغ افروزی آن حوالہ ایں فقیر است ابتداء
وانتہا عمر در یک مکان و مقعد بود شدہ کا نہامت فی
مجلس واحد مقصود بیان شکر نعمت حق است بریں ضعیف
حقیر و اللہ اعلم علی التوفیق واستغفر اللہ علی
التقصیر وانا الفقیر الحقیر عبدالحق بن سیف الدہلوی
الدہلوی وطناً و البخاری اصلاً و الترمذی نسباً و
والحنفی مذهباً و الصوفی مشرباً و القادری ارادۃ

اس شرح کی تالیف کا آغاز جس کا نام اشعة الملعات فی شرح
المشکوٰۃ ہے وسط ایام تشریق سنہ ۱۳۱۷ھ میں ہوا اور تکمیل ماہ
ربیع الآخر ۱۳۲۵ھ میں ہوئی، یہ پوری مدت اسی شرح کی تکمیل
میں نہیں لگی ہے بلکہ عربی شرح جس کا نام بلعات التبیح فی
شرح مشکوٰۃ المصباح ہے وہ بھی اس شرح کے ساتھ ساتھ
لکھی گئی اور اس سے پہلے مکمل ہوئی ہے اور بعض دوسری
کتابیں اور رسالے بھی قید تحریر میں آئے ہیں، اس مدت کا تقریباً
ایک تہائی حصہ بلکہ اس سے بھی کمتر زمانہ اس شرح میں لگا ہے
باقی زمانہ باقی دوسری کتابوں کی تکمیل میں گزرا ہے، توفیق
اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے یہ دونوں شرحیں
شہر دہلی میں (جو اس بندہ ضعیف کا وطن مالوہ ہے) خانقاہ
قادریہ کے اندر تکمیل کو پہنچی ہیں اس خانقاہ کی جہاز و دینا اور
اس میں چراغ روشن کرنا اس فقیر کا کام ہے آغاز عمر سے
انتہا عمر تک اسی جگہ رہتا ہوا ہے اس اعتبار سے یہ شرحیں
ایک ہی مجلس میں تمام ہوئیں، اس بیان سے مقصد حق تعالیٰ
کی نعمت کا شکر کرنا ہے جو اس حقیر ضعیف پر ہوئی ہے
نوشۃ فقیر حقیر عبدالحق بن سیف الدین الدہلوی وطناً
والبخاری اصلاً و الترمذی نسباً و الحنفی مذهباً و الصوفی مشرباً

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔ والقادرى ارادة و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔ (اشعة الملعات طبع بمبئی ۱۲۴۹ھ ۱۸۳۴ء)

لمعات التبیق بلاشبہ باحث علیہ اور تحقیقات فکر میں اشعة الملعات سے فائق ہے مگر یہ شرح ترتیب و تہذیب میں اس سے بہتر ہے اور اختصار و جامعیت اور افادیت میں اپنی نظیر آپ ہے اس میں بھی شیخ موصوف نے فقیر می گوید اور کتاب حروف می گوید سے احادیث کی جو توجیہ کی ہیں وہ بہت خوب ہیں، متن حدیث کی شرح بھی بہت عام فہم اور نہایت دلنشین انداز میں کی ہے جس کو ہر شخص آسانی سمجھ سکتا اور فائدہ اٹھا سکتا ہے، اس کتاب کی بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ اساتذہ و طلبہ اور عوام و خواص سب کے لئے یکساں مفید ہے اور اپنی افادیت کی وجہ سے اہل علم میں ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ شیخ عبدالحی کو بھی یہ کتاب بہت پسند تھی موصوف تالیف قلب الالیف میں لکھتے ہیں:-

اشعة الملعات فی شرح مشکوٰۃ، شرح فارسی مشکوٰۃ است اشعة الملعات فی شرح مشکوٰۃ، یہ مشکوٰۃ کی فارسی شرح ہے کہ در قدر و مرتبہ تو شرح عربی است و در تنقیح و تہذیب جو قدر و منزلت میں عربی شرح سے فروتر ہے لیکن تنقیح و ترتیب و ضبط و ربط لایح و فائق و در حجم و ضخامت زیادہ از آن نیز و ضبط و ربط میں اس پر فائق اور قابل ترجیح ہے، حجم و ضخامت بتائید و نصرت الہی سبحانہ شرح نفیس لطیف و تہذیب میں بھی اس سے بڑھ ہو گئی ہے، تائید الہی اور نصرت باری تعالیٰ سے، نفیس، عمدہ، مرتب، پسندیدہ اور مقبول کتاب تیار ہو گئی۔ مرغوب و مقبول آمدہ۔

مفتی غلام سرور لاہوری خزینۃ الاصفیاء (مطبع نولکشور کا نور ۱۹۱۲ء ج ۱ ص ۱۶۲) میں تحریر فرماتے ہیں:-
شرح مشکوٰۃ عربی و فارسی از عمدة تصانیف دے است مشکوٰۃ کی عربی و فارسی شرح ان کی بہترین تصنیفات سے ہو اور کہ بسیار مقبول و مشہور است و اکثر مواضع مشکوٰۃ و محال نہایت مقبول و مشہور ہے اکثر و بیشتر مشکل و دشوار مقامات پر از ترجمہ آسان و سہل تر نوشتہ۔ ترجمہ آسان اور زیادہ سہل کیا ہے۔

نواب صدیق حسن خان قنوجی، اتحاف النبلاء المتقین (ص ۱۹) میں رقمطراز ہیں:-
اشعة الملعات شرح فارسی مشکوٰۃ اشعة الملعات شرح فارسی مشکوٰۃ
در سہولت تناول و شرح غریب و ضبط مشکل و ذکر سہولت اخذ، شرح غریب، ضبط مشکل اور مسائل فقہ مسائل فقہ حنفی بے نظیر است و مزید شہرت و قبول حنفی کے بیان میں بے نظیر کتاب ہے اس کی مزید شہرت و دے مستغنی از بیان ست۔ قبولیت، بیان سے مستغنی ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی نے عوارف المعارف فی انواع العلوم و المعارف (طبع دمشق ۱۹۵۸ء ص ۱۵۵) میں نواب صدیق حسن خان کے مذکورہ بالا الفاظ کو عربی میں منتقل کر دیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیخ عبدالحقؒ نے مشکوٰۃ المصابیح کی شرح فارسی میں لکھ کر فہم حدیث کا ڈھنگ سکھایا اور حدیث کا ذوق پیدا کیا، بلاشبہ ہندوستان میں شیخ موصوف سے پہلے بھی بعض علما نے مشکوٰۃ کی فارسی میں شرحیں لکھیں لیکن اشعة اللمعات کو جو قبول عام حاصل ہوا وہ کسی اور شرح کو کبھی نہیں ہوا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یہ کتاب سب سے پہلے مملکت سے ۱۲۵۶ء میں ٹائپ کے اندر چار ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی تھی پھر بمبئی سے ۱۲۷۷ء تا ۱۳۷۹ء میں شائع ہوئی۔ اور مطبعہ نو کشور لکھنؤ سے ۱۳۵۵ء تک آٹھ مرتبہ شائع ہو چکی ہے اور آج بھی اس کی مانگ ہے مگر اب آسانی سے دستیاب نہیں ہوتی ہے۔

سفر السعاده فی ذکر تاریخ الرسول قبل نزول الوحی وبعده، جو صراط المستقیم کے نام سے بھی مشہور ہے علامہ مجدالدین فیروز آبادی المتوفی ۱۱۸۱ھ کی تالیف ہے اور سال کتاب صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات عادات، اعمال و اخلاق کی حدیثوں کا مختصر مفید مجموعہ ہے۔

علامہ فیروز آبادی طبیعت اور مزاج کے اعتبار سے ظاہری سے واقع ہوئے تھے چنانچہ انھوں نے اکثر مواقع پر اس کتاب میں ان حدیثوں کو بیان کرنے سے گریز کیا ہے جن پر مجتہدین امت کا عمل ہے اور زیادہ ایسی حدیثیں نقل کر دی ہیں جو ائمہ مجتہدین کے یہاں معمول بہا نہیں لہذا ایسی صورت میں ایک قاری کے ذہن پر اس کتاب کے مطالعہ سے جو اثر ہو گا وہ ظاہر ہے، مزید برآں آخر کتاب میں احادیث موضوعہ کے عنوان سے ایک باب کا اضافہ کر کے ابن جوزیؒ وغیرہ جیسے تشدد محدثین کی طرح صحیح حدیثوں کو بھی موضوع کہہ دیا جس سے عوام کے دلوں میں شبہات پیدا ہونے کا قوی احتمال ہو گیا تھا انہی وجوہ سے شیخ کو اس کی شرح لکھنے کا خیال ہوا اور موصوف نے فارسی میں بسوط شرح لکھ کر مصنف کے پیدا کردہ تمام شبہات کا ازالہ کر دیا۔ شیخ موصوف نے شروع میں ایک نہایت محققانہ اور بسوط مقدمہ لکھا ہے اور سچ بات یہ ہے کہ یہی مقدمہ اس کتاب کی جان ہے۔ یہ مقدمہ دو بابوں پر مشتمل ہے پہلے باب میں مصطلحات حدیث کو بتایا اور ارباب صحاح سنہ کا تذکرہ کیا ہے۔ تحقیق و تنقید کے اصول کو بیان کیا اور مذہب حنفی پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں ان کی حقیقت کو واضح کیا نیز اصول مطابقت کو سمجھایا ہے اور دوسرے باب میں ائمہ مجتہدین کا تذکرہ کیا ہے۔

شیخ موصوف نے یہ شرح لکھ کر ثابت کر دیا کہ ائمہ مجتہدین کا مسلک احادیث کے خلاف نہیں اور حنفی مسلک پر احادیث سے بعد کا الزام غلط ہے۔ یہ کتاب سنہ ۱۱۸۱ء میں جب شیخ کی عمر ۵۸ سال کی تھی پایہ تکمیل کو پہنچی جیسا کہ آخر کتاب میں فرماتے ہیں:-

تم تسوین هذا الكتاب بين الصلوتين من الحمد شر اس کتاب کی تکمیل ما بین نماز عصر و مغرب

یوم الاثنین الرابع والعشرين من شهر جمادی الاولی بروز دوشنبہ ۲۴ جمادی الاولی ۱۴۱۶ھ میں
سنت ست عشر و الف و الحمد لله۔ ہوئی۔

اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تالیف کے وقت شیخ موصوف کے پاس کتابوں کا نادر
ذخیرہ موجود تھا یہی وجہ ہے کہ موضوع سے متعلق تمام تر معلومات کتاب میں یکجا مل جاتی ہیں۔ موصوف
نے تالیف قنب الالیف میں اس شرح کے متعلق جو الفاظ لکھے ہیں وہ بھی پڑھنے کے قابل ہیں، لکھتے ہیں:-

کتابے آندہ داخل شامل، نافع جامع طریقہ فقہ و حدیث

یہ کتاب بھی شیخ عبدالحق کے بحر علمی کی شاہد عدل ہے۔ سفر السعاده کے چونکہ دو نام تھے اس لئے
اس کی شرح بھی دو ناموں ایک طریق الافادہ فی شرح سفر السعاده اور دوسرے الطريق القويم فی شرح
الصراط المستقیم سے موسوم ہے، یہ شرح سب سے پہلے افضل انطاع کلکتہ سے ۱۲۵۲ھ میں نائپ کے
اندر بڑی تقطیع کے سات سو بیس صفحات پر شائع ہوئی تھی اور اس کی صحت بھی اس وقت کے جید علماء نے
کی تھی جس کی اہمیت کا اندازہ خاتمة الطبع سے ہو سکتا ہے جو ہدیہ ناظرین ہے:-

اما بعد پوشیدہ نہ نہ کہ کتاب مستطاب شرح سفر السعاده کہ تالیف افضل الفضلاء
اکمل العلماء قدوة المحققین سلالۃ المحررین صاحب تصانیف مشہورہ مالک فضائل ماثورہ
وجید الدہر فرید العصر الفارق بین الباطل والحق مولانا شاہ عبدالحق دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز
است، احقر العباد بندہ ہیچ مدان سنگ خلق و بنی آدم محمد اعلم لکھنوی، آثر ابعاد و نت و تصحیح
امام افضل ہمام اکمل واقف اسرار حایث و آیات کاشف استار محملات و متشابہات
العلامة الامجد الشہیر الحافظ الحاج مولانا احمد کبیر، و عالم منطبق عمدة المحققین و فاضل تحریر
فخر المدققین المہر النبایہ المولوی قدرت اللہ و عالم ادورع جید و فاضل اجل امجد النبیہ الا واحد
المولوی عجیب احمد و فاضل جہیز المعی و عالم نبیل لودعی البہمی القاری القاضی عبدالباری و
فاضل ادیب و عالم و ارب صاحب التقوی و الصلاح عبد الفتاح و فقیہ امثل و محدث
اکمل صاحب الوریع و الارشاد المفتی محمد مراد و عالم باعمل مصدر مکرم لم یزل المجلی
فی مبادین المعانی المولوی افضل علی لکھنوی، و نشی بے نظیر صاحب قصائد لپیذیرا عجاز رقم
عطارد قلم المتعلی من الزین المنشی امداد حسین بریلوی و عالم فطین و نشی ذہین العالم العتائق
المولوی محمد صادق و فرید زماں و جید اوام ذی الفضل المجلی المولوی یوسف علی، عالم ذہین و
فاضل فطین الاورع الفہیم المولوی عبد الرحیم اسلام آبادی اللہم اید المعاد و سنین

فی الدارین واحفظهم عن افات الزمان فی الملون بحمۃ نبی الثقلین
والہ واصحابہ المقبولین فی الکونین درکلتہ بمطبع مسمی بافضل المطابع
نہارا کجۃ التاسع والعشرين من شهر شعبان المعظم عام اثین وخمین بعد المائین والالف من
الاعوام الهجرية القدسية علی صاحبہا الف الف صلوة وتحيۃ بطبع دہلوی
قطعات تاریخ طبع کتاب ہذا

از

منشی اسد اد حسین بریلوی کہ از حرف اول ہر مصرع بر می آید۔

ز عادات نبوی علیہ السلام	کتابیت سفر السعاده بنام
چہ بود آن ز بس مجمل و مختصر	بدنہ عاجز از فہم آن خاص عام
امام زمان عبید حق دہلوی	مشرع نمودش بصراہ تمام
زہ شرح سفر السعاده بگفت	مقصر ز وصفش ملایک تمام
چنان حل معنی ہر عقدہ کرد	کہ بے وقت آید بفہم عوام
چگونیم چہا موشگا فی نمود	ز حق با در حمت برو حش دوام
زہو نویندگان آن کتاب	چنان شد غلط کو قناد از مرام
ملایک شیم مولوی اعلمش	چو دید این چنین مسخ و بے انتظام
رسانہ ہم نسخہ ہائے صحیح	نمودہ بہ تصحیح آن التزام
بتائید علام و قہام دھر	فقیہ و محدث فیصح الکلام
معلی لقب حافظ احمد کبیر	کہ علم و عمل شد برو احتتام
بہ پیرایہ صحتش جلوہ داد	بر آورد اغلاط آنرا تمام
نمودہ ہمیش طبع آن نیک مرد	خدایا بماناد فیض مدام
چو اسد اد تاریخ طبعش بحجت	ز روی ہمہ مصرع آمد تمام

۱۲۵۲ھ

اس کے بعد مطبع نو لکھنؤ سے تین مرتبہ شائع ہوئی پہلے ۱۸۷۱ء میں پھر ۱۸۷۵ء میں اس کے بعد ۱۹۰۳ء میں شائع
ہوئی تھی اور اب بہت کمیاب ہے، اس کو پھر شائع کرنے کی ضرورت ہے۔

فتح المنان فی تائید مذہب النعمان: یہ بھی شیخ عبدالحق رح کی عربی زبان میں نہایت معرکہ الآراء

تالیف ہے جس میں مشکوٰۃ کے طرز پر فقہی ابواب کے ماتحت احادیث کو جمع کیا ، اور تحقیق مسائل میں ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک کا مسئلہ بیان کیا ہے اور ہر ایک کے مافذ و منشا پر بڑی بصیرت افروز تنقید کی ہے اور پھر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مافذ و وجوہ تزیح کو نہایت تفصیل سے قلمبند کیا ہے ، اس کتاب سے شیخ موصوف کی فقہی بصیرت اور احادیث پر وسعت نظر کا پتہ چلتا ہے اس کا قلمی نسخہ ہمارے کرم فرما مولانا محمد ہاشم جان صاحب مجددی کے کتب خانہ ، ٹنڈو سائیں داد میں موجود ہے۔ یہ شیخ عبدالحق رحمہ کا اہم کارنامہ اس کی اشاعت کی بھی ضرورت ہے۔

موصوف کی دیگر تصانیف کے لئے ملاحظہ ہو:-

تالیف قلب الایف بکتابۃ فہرست التوالیف طبع حیدرآباد دکن - از نزہۃ الخواطر ج ۵ ص ۲۰۹ اور حالات کے لئے ملاحظہ ہو:-

- (۱) (تلمیذ) اخبار الاخبار۔
- (۲) تذکرہ مصنفین دہلی طبع حیدرآباد دکن ۲۳ و ۲۲
- (۳) ترک جہانگیری طبع نو لکھنؤ ج ۲ ص ۲۸۵
- (۴) سبحة المرجان فی آثار ہندوستان طبع ممبئی سنہ ۱۳۰۳ھ ص ۵۲
- (۵) آثار الکرام ، طبع مفید عام آگرہ سنہ ۱۹۱۰ء
- (۶) تلج العروس ، مادہ دہ ل
- (۷) اتحاد النبلاء المتقین باخبار آثار الفقہاء المحدثین ، مطبع نظامی سنہ ۱۲۸۸ھ
- (۸) المحط فی ذکر الصحاح الستہ مطبع نظامی کانپور
- (۹) نقصان جہود الاحرار من تذکار جنود الابرار۔ طبع بھوپال سنہ ۱۲۹۸ھ ص ۱۱۲
- (۱۰) ابجد العلوم ، مطبع صدیقی بھوپال سنہ ۱۲۹۶ھ ج ۳ ص ۹
- (۱۱) مرآۃ الحقائق از برکت علی مطبع عزیزی رامپور سنہ ۱۳۲۲ھ
- (۱۲) خزینۃ الامنیۃ از مفتی غلام سرور لاہوری طبع نو لکھنؤ سنہ ۱۹۱۲ء ج ۱ ص ۱۶۳ تا ۱۶۵
- (۱۳) نزہۃ الخواطر ج ۵ ص ۲۱۰ تا ۲۱۳
- (۱۴) فہرست الفقہاء والاشبات ، ج ۳ ص ۱۲۵ تا ۱۲۷
- (۱۵) تذکرہ شیخ عبدالحق از سید احمد قادری آزاد پریس پٹنہ سنہ ۱۳۷۰ھ
- (۱۶) حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی از خلیق احمد نظامی طبع دہلی سنہ ۱۹۵۳ء

فقہاء محدثین ممالکیہ

علی نام ابو الحسن کنیت ابن بطلال اور ابن اللجام عرف ہے سلسلہ نسب یہ ہے :-
 علی بن خلف بن عبد الملک بن بطلال البکری المالکی القسری۔
 موصوف قرطبہ میں پیدا ہوئے، وقت کے نامور علماء سے علوم کی تکمیل کی اور حدیث کا
 سماع محدث ابو المطرف نفاذی، ابو الولید، قاضی یونس بن عبد اللہ، ابو محمد بن یونس اور
 ابو عمر بن حنفیہ وغیرہ سے کیا۔ جب علوم میں کمال حاصل ہو گیا تو درس و تدریس کا شغل
 اختیار کیا۔ بہت سے علماء نے ان سے حدیث پڑھی۔ ابن بطلال کا پایہ مکہ آفرینی، دقیقہ منجی،
 مطلب اور معانی حدیث کی شرح و توجیہ میں بہت بلند ہے علامہ ابن بشکوال ابو القاسم خلف
 بن عبد الملک المتوفی ۳۸۵ھ کتاب الصلۃ (طبع قاہرہ ۱۹۵۵ء ج ۲۔ ص ۳۹۴) میں موصوف
 کے متعلق لکھتے ہیں:

وکان من اہل العلم والمعرفۃ والفہم	ابن بطلال اہل علم اور صاحب فہم و
بلج الخط، حسن الفہم، عنی بالحدیث الثنا	فراست علماء میں سے تھے، خط بھی عمدہ
النامۃ واتقن ما قید منہ وشرح	تھا، ضبط بھی خوب تھا۔ حدیث پر پوری
میج البخاری فی عدۃ اسفار رواہ الثنا	پوری توجہ کی تھی اور جو کچھ ضبط کیا وہ بھی
عنہ واستغنی بلورۃ وحدث	طرح سے کیا صحیح بخاری کی کئی جلدوں میں
عن جماعۃ من العلماء	شرح لکھی جس کو لوگوں نے ان سے روایت
کیا ہے، بلورقہ میں ان کو قاضی بنایا گیا اور علماء کی ایک جماعت نے ان سے حدیث کی	روایت کی۔

ابن بشکوال نے تفسیر کی ہے کہ میں نے ابو الحسن بکری کے قلم سے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ
 شب شبہ ۱۰ صفر ۳۴۹ھ میں موصوف کا انتقال ہوا۔
 موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) کتاب الصلۃ ج ۲۔ ص ۳۹۴۔ (۲) الذیباہ المذہب، ص ۲۰۳ و ۲۰۴۔

سلیمان نام اور ابوالولید کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے :
 سلیمان بن خلف بن سعید بن ایوب بن وارث التیمی الباجی القسری۔
 ۳۲۳ھ میں ہاجہ (جو اشبیلیہ کے پاس ایک شہر ہے) میں پیدا ہوئے اور قاضی یونس
 ابن عبد اللہ کی بن ابی طالب، محمد بن اسماعیل اور ابوبکر محمد جیسے نادیر روزگار علماء سے
 علوم کی تحصیل کی۔ ۳۲۶ھ میں حج کیا اور تین سال تک حرمین میں مجاورت اختیار کی اور حافظ
 ابوذر سے استفادہ کیا۔ پھر بغداد اور دمشق پہنچے یہاں ابوالقاسم بن طبریز، علی بن موسیٰ سمسار،
 سکین بن جمیع صیداوی، محمد بن علی صوری اور اس طبقہ کے علماء سے سماع کیا، قاضی ابوالطیب طبری،
 قاضی حسین صیری اور ابوالفضل مالکی سے فقہ میں بصیرت حاصل کی، موصل میں ابو جعفر سمناانی
 کے پاس ایک سال رہ کر عقلیات میں کمال پیدا کیا اور جب ہر فن میں کامل دستگاہ ہو گئی تو اندلس
 اور درس و تدریس کا شغل اختیار کیا اور بڑے بڑے مناصب پر فائز ہوئے، بلند پایہ متکلمین، فقہاء
 اور حفاظ میں ان کا شمار ہے۔ جب اندلس میں علماء ابن حزم سے تنگ آ گئے تو ابن حزم کو لاجاً
 کرنے کے لئے ان ہی کو میدان میں لایا گیا تھا۔ حافظ ابونصر بن کولاکا بیان ہے :

اما الباجی ذو الازارین ابوالولید ففقیہ	لیکن ابوالولید باجی صاحب وزارتین فقہیہ
شکلم، ادیب، شاعر سمع بالعراق و	تھے متکلم اور ادیب و شاعر بھی تھے
درس الکلام ومنعت وکان	عراق میں حدیث سنیں، علم کلام پر مہیا
جلیلا رفیع العتد و الخطر۔	اور کتابیں لکھی تھیں۔ یہ موصوف بلند پایہ
	اور بلند رتبہ عالم تھے۔

حافظ ابو علی ابن سکرہ فرماتے ہیں :
 مار آیت مثل ابی الولید الباجی و آیت
 احد اعلیٰ سمتہ و ہیئتہ و توقیر مجلسہ
 ولما کنت ببغداد قدم دلدہ ابوالقاسم
 فسررت معہ الی شیمنا قاضی القضاۃ
 الشامی فقلت لہ ادام اللہ عزک ہذا
 ابن شیخ الاندلس فقال : لعلہ ابن الباجی
 قلت نعم فاقبل علیہ۔

میں نے ابوالولید باجی کے مثل نہیں دیکھا اور نہ
 ان کی ہیئت و سیرت پر کسی کو دیکھا ان کے
 جیسی باوقار مجلس دیکھی اور جب میں بغداد
 میں تھا اس موقع پر ان کے فرزند ابوالقاسم
 آئے تو میں ان کے ساتھ ہمارے شیخ قاضی
 القضاۃ شامی کے پاس پہنچا اور میں نے
 عرض کیا اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو معزز رکھے

پیشخ اندلس کے فرزند ہیں۔ انھوں نے فرمایا اچایہ ابن الباجی ہیں؟ میں نے عرض کیا
جی ہاں، تو وہ ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

شمس الدین ذہبی تذکرۃ الحفاظ، ج ۴۔ ص ۱۱۷ میں تحریر فرماتے ہیں:

برع فی الحدیث و علمہ درجالہ و فی الفقہ
و فوائده و خلافہ، و فی الکلام و
مضایعہ، و رجع الی الاندلس بعد
ثلاثۃ عشر عاما بعلم جمہل مع الفقر
و التعف۔

باجی نے حدیث میں علل اور رجال حدیث
میں فتنہ، دقائق فقہ اور خلائیات میں
کلام اور اس کے پیچیدہ مسائل میں مہارت
پیدا کی اور تیرہ سال کے بعد بڑا علم حاصل
کر کے فتنہ اور استغناء کے ساتھ اندلس
واپس آئے تھے۔

روی عنہ الحفاظان ابوبکر الخطیب
و ابو عمر بن عبد البر و ہما اکبر سنہ
و ابو عبد اللہ الحمیدی و علی بن عبد اللہ
الصقلی و احمد بن علی غزنون و
الحافظ ابو علی السدی و ولده الامام
ابو القاسم احمد بن ابی الولید الزاہد
و ابوبکر الطرطوشی و ابو علی بن ہبل بستی
و ابو بکر سفیان بن العاص و خلق
سواہم و تفتت بہ الاصحاب۔

ان سے ابوبکر خطیب اور ابو عمر بن عبد
دونوں حافظ حدیث نے جو عمر میں ان سے
بڑے تھے اور ابو عبد اللہ حمیدی، علی بن عبد
صقلی، احمد بن علی غزنون، حافظ ابو علی صدیقی
اور ان کے فرزند ابو القاسم احمد بن ابی الو
زاہد، ابوبکر طرطوشی، ابو علی بن ہبل بستی
ابو بکر سفیان بن العاص اور ان کے علاوہ
ایک خلقت نے ان سے روایت کی ہے اور
لوگوں نے ان سے فقہ حاصل کی ہے۔

قاضی عیاض مالکی کہتے ہیں:

فشا علمہ و ہیئت الدنیا لہ و علم جاہلہ و اجتر
صلاتہ حتی مات عن مال وافر و کان یستعملہ
الاحیاء فی ترسلہم و یقبل جو انزہم
ولی القضاہ بمواضع من الاندلس و صنعت
کتاب المنطق فی الفقہ و کتاب المعانی
فی شرح الموطا جاری فی عشرین مجلد اعلیٰ للظہر

عینی
ان کا علم پھیلا اور دنیا ان کے لئے مسخر ہو
ان کا مرتبہ بلند ہوا بڑے بڑے صلے ان کو
لے یہاں تک کہ تو نگری کی حالت میں ان کا
انتقال ہوا۔ اعیان مملکت اپنی خط و
کتابت کے لئے ان کی خدمات حاصل کرتے
تھے اور یہ ان سے اس کا صلہ قبول فرماتے

..... وقد كان منفع كتابا كبيرا
 جامعاً بلغ فيه الغاية سماه كتاب التفتيح
 ولما قدم الاندلس وجد
 لكلام ابن حزم ثلاثة الاذكان خارجاً
 عن المذهب ولم يكن بالاندلس من يشتغل
 بعلم فقهرت السنة الفقهاء عن مجادلته
 كلامه وابتعد على رأي جماعته من اهل
 الجبل وحل بجزيرة ميورقة فراس
 بها وابتعد اهلها فلما قدم ابو الوثيد
 كلموه في ذلك فرحل اليه وناظره
 وشهر باطله ولمعه مجالس كثيرة
 تـ. اندلس میں متعدد جگہ قاضی مقرر
 ہوئے اور فقہ میں کتاب المنقذ تصنیف
 کی اور موطا کی بے نظیر شرح کتاب المعانی
 بیس جلدوں میں لکھی۔ انھوں نے ایک
 بڑی جامع کتاب تصنیف کی جس میں تھا
 کر دی ہے اس کا نام کتاب الاستیعاف ہے
 جب اندلس میں آئے تو ابن حزم کے
 کلام کا بڑا زور تھا۔ مگر ابن حزم کو مذاہب
 اربعہ سے باہر پایا اور اندلس میں کوئی
 ایسا نہ تھا جس کو اُس کے علم کے ساتھ
 ہوتا بلکہ فقہاء کی زبانیں اس کے مقابلے
 اور معارضہ سے گنگ تھیں اور جاہلوں
 کی ایک جماعت اُس کی رائے پر چلتی تھی، وہ جزیرہ میورقہ میں آکر فروکش ہوا اور وہاں
 کا قائد بن گیا۔ اہل میورقہ اس کے تابع ہو گئے۔ جب ابو الوثید آئے تو انھوں نے اس سے
 گفتگو کی اور اس کے پاس گئے، مناظرہ کیا اور اُس کی بے بنیاد باتوں کو عام کر دیا۔ ان
 ابن حزم کے ساتھ بڑی مجلسیں گرم رہی ہیں۔

مورخ ابن بسام کا بیان ہے :

بلني من الفقيه ابى محمد بن حزم انه كان يقول
 لم ارا صاحب المذهب المالكى بعد القاضي
 عبد الوهاب مثل ابى الوليد الباجي.
 مجھے فقیر ابو محمد بن حزم سے یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ
 کہتے تھے کہ مذہب مالکی میں قاضی عبد الوہاب
 کے بعد ابو الولید باجی جیسا عالم نہیں ہوا۔

(دیباج المذہب، ص ۱۲۱)

حافظ شمس الدین ذہبی کتاب العرب میں لکھتے ہیں :

روى عن يونس بن عبد الله بن مغيث وكنى
 ابن ابى طالب وجاور ثلاثة اعوام ولزم
 اباذر الهروي وكان بمعنى معه الى السراة
 موصوف يونس بن عبد الله بن مغيث اور
 مکی بن ابی طالب سے راوی ہیں، تین برس تک
 حرم میں مجاورت کی اور ابو ذر ہروی کی صحبت

ثم رمل الى بغداد والى دمشق وروى عن
عبد الرحمن بن العزیز و طبعته بدمشق وابن خيلا
وطبعته واخذ علم الكلام بالموصل عن ابی جعفر
الاسماني وسمع الكثير وبرز في الحديث و
الفقه والاصول والنظر وورد الى وطنه
بعد ثلاث عشرة سنة بعلم جم مع الفقه
والقناعة وكان يغرب ورق الذهب للفرل
ويعتد الوثائق ثم فقت عليه الدنيا
واجزلت صلاته وولى قضاء اماكن وصنف
التصانيف الكثيرة قال ابو علي بن سكرة
ما رأيت احدا على مثله۔

اختيار فرمائی اور ان کے ساتھ سراسر ہنگامے
پھر بغداد اور دمشق کی طرف سفر کیا اور
عبد الرحمن بن جعفر اور اس طبقہ کے علماء
سے روایت کی، موصل میں ابو جعفر سمعانی
سے علم کلام کی تحصیل کی اور بہت سی حدیثیں
کا سماع کیا، حدیث، فقہ، اصول و نظر
میں ہمارت پیدا کی اور تیرہ برس کے بعد
بہت سے علوم کے ساتھ نیز استغنا اور
قناعت کی دولت سے مالا مال ہو کر وطن
واپس آئے، موصوف ہرن کی جہلی میں
سولہ کے ورق کوٹنے اور وثیقہ نویسی میں
مطب المثل تھے، پھر ان پر دنیا گناہ
ہو گئی اور ان کو بڑے انعام ملے اور مختلف

مقامات پر قضا کے عہدہ پر فائز ہوئے، بہت سی کتابیں تصنیف کیں، ابو علی بن سکرہ کا
بیان ہے کہ میں نے ان کے اوصاف کا معاملہ کوئی نہیں دیکھا۔

۱۷ رجب ۳۹۲ھ میں مدینہ میں انتقال ہوا۔

موصوف کی تالیفات میں حسب ذیل کتابیں مشہور ہیں :

- | | |
|--|---|
| (۱) کتاب الاستیفا فی شرح الموطا۔ | (۲) کتاب المنتقی فی شرح الموطا۔ |
| (۳) کتاب المراج فی علم الحجاج۔ | (۴) کتاب المسائل الخلاف۔ |
| (۵) کتاب المقبتس من علم مالک بن انس۔ | (۶) کتاب المہذب فی اختصار المدونۃ۔ |
| (۷) کتاب شرح المدونۃ۔ | (۸) کتاب اختلاف الموطا۔ |
| (۹) کتاب مختصر المختصر فی مسائل المدونۃ۔ | (۱۰) کتاب احکام الفصول فی احکام الاصول۔ |
| (۱۱) کتاب الحدود فی اصول الفقہ۔ | (۱۲) کتاب الاشارة فی اصول الفقہ۔ |
| (۱۳) کتاب سنن المنہاج و ترتیب الحجاج۔ | (۱۴) کتاب التوسید الی معرفۃ طرق التوحید۔ |
| (۱۵) کتاب فرق الفقہاء۔ | (۱۶) کتاب السنن فی الرقائق والزہد والوفا۔ |

(۱۷) کتاب التحدیل والتبریح لمن خرج عنہ البخاری فی الصحیح۔

(۱۸) کتاب سنن الصالحین و سنن العابدین۔ (۱۹) کتاب سبیل المبتدین۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

- ن
(۱) کتاب الصلۃ، ج ۱۔ ص ۱۹۹ تا ۲۰۱۔ (۲) بغیۃ الملتس، ص ۲۸۹۔ (۳) وفيات الاعلیٰ
ج ۱۔ ص ۲۶۹ تا ۲۷۰۔ (۴) معجم الادباء، ج ۱۱۔ ص ۲۴۶ تا ۲۵۱۔ (۵) نفح الطیب، ج ۶۔ ص ۱۴۳
تا ۱۸۲۔ (۶) فوات الوفيات، ج ۱۔ ص ۱۷۵۔ (۷) تذکرۃ الحفاظ، ج ۳۔ ص ۳۴۹ تا ۳۵۳۔
(۸) السبایہ والنہایہ، ج ۱۲۔ ص ۱۳۲ و ۱۳۳۔ (۹) الذبیاج المذہب، ص ۱۲۰۔ (۱۰) النجوم
الزاهرۃ، ج ۵۔ ص ۱۱۴۔ (۱۱) طبقات المفسرین، ص ۱۴۲۔ (۱۲) روضات الجنات، ص ۳۲۲
(۱۳) ہدیۃ العارفين، ج ۱۔ ص ۴۹۷۔ (۱۴) اتحاف النبلاء، ص ۲۵۸۔

فقہار محمد ثن شافعیہ

عبد العزیز نام ابو محمد کنیت، عزالدین لقب اور ابن عبد السلام عرف ہے، سلسلہ نسب

یہ ہے۔

عبد العزیز بن عبد السلام بن حسن بن محمد بن مہذب السلی دمشقی الشافعی۔

شہرہ میں دمشق میں پیدا ہوئے اور اس زمانہ کے نامور علماء اور فضلاء جیسے فخر الدین
ابن عساکر، سیف الدین آدمی، عبد اللطیف بغدادی وغیرہ سے علوم و فنون کی تکمیل کی، فقہ
و حدیث، اصول و کلام میں جہارت حاصل کی، موصوف علم و فضل کے ساتھ زہد و ورع کے
اوصاف سے بھی آراستہ تھے چنانچہ زاویہ غزالی میں تدریس اور خطابت کا عہدہ ملا، اور
جامع اموی میں خطیب مقرر ہو گئے پھر بعض وجوہ سے دمشق چھوڑ کر قاہرہ میں آ گئے یہاں سلطان
نجم الدین نے بڑا اکرام کیا اور جامع عمرو بن العاص کا خطیب مقرر کر دیا اور عہدہ قضا بھی انہی
کے سپرد کیا۔ حافظ شمس الدین ذہبی تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں:

تفقه علی امام فخر الدین ابن عساکر و قرأ
الاصول و العربیۃ و درس و انتی و منف
امام فخر الدین بن عساکر سے فقہ پڑھی، اصول
پڑھا اور عربیت کی تعلیم پائی، درس دیا

دوبرغ فی المذہب وبلغ رتبة الاجتهاد وقصدہ الطلبة من الآفاق وتخرجہ ائمة دولة الشافعیة المفیدة والفتاوی السیدة وكان اماماً ناسكاً عابداً وتولى قضاء مصر القديمة مدة ودرس لعدة بلاد تاربخ اسلام بحوالہ نجوم الزاہرہ ج ۴ - ص ۲۰۸

فتویٰ دیا، تصنیف کی، مذہب میں بہار حاصل کی، اجتہاد کے مرتبہ کو پہنچے۔ گوشہ گوشہ سے آکر طلبہ نے اُن کے حلقہ درس میں شرکت کی، ائمة فن نے ان سے پڑھا اُن کی تصانیف مفید اور فتوے صحیح ہیں موصوف اہرام عابد وپابند احکام تھے، مصر قدیم کے ایک زمانہ تک قاضی رہے، اور متعدد شہروں میں درس دیا۔

موصوف کتاب العربی خبر من غیر میں رقمطراز ہیں:

اتهمت الیہ معرفة المذہب الزہد والورع وقدم مصر فاقام بہا اکثر من عشرين سنة ناشر اللعلم آمر بالمعروف ناہیاً عن المنکر..... ولما دخل مصر بالغ ایشخ زکی اللہ المنذری فی الاولیاء معہ وامتنع فی الافتاء لاجلہ وقال کنا نفقئ قبل حضورہ آابعد حضورہ فنصب الافتاء متعین فیہ کی آمد سے پہلے فتویٰ دیتے تھے لیکن آپ کی موجودگی میں فتویٰ دینے کا منصب اور حق آپ ہی کو ہے۔

مذہب کی معرفت اور زہد و تقویٰ کی اُن پر انتہا ہو گئی۔ مصر میں بیس برس سے زیادہ علم کیا علم کی اشاعت کی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائض انجام دیئے، جب مصر میں آئے تو شیخ زکی اللہ بن منذری نے ان کی تعلیم و تکریم میں بڑا مبالغہ کیا ان کی وجہ سے فتویٰ دینا بند کر دیا اور فرمایا ہم آپ کی آمد سے پہلے فتویٰ دیتے تھے لیکن آپ کی موجودگی میں فتویٰ دینے کا منصب اور حق آپ ہی کو ہے۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر المتوفی ۷۴۱ھ البدایہ والنہایہ ج ۱۳ - ص ۲۳۵ میں تحریر فرماتے ہیں:

الشیخ عز الدین..... شیخ المذہب ومفید اہل..... سمع کثیرا..... دوبرغ فی المذہب وجمع علوماً کثیرة واغاد الطلبة ودرس بعدة مدارس بدمشق وولی خطابتہا ثم سافر الی مصر ودرس بہا وخطب وحکم وانہت الیہ رئاسة الشافعیة

شیخ عز الدین شیخ مذہب اور مفید اہل مذہب تھے بکثرت حدیثوں کا سماع کیا تھا اور مذہب میں بصیرت پیدا کی تھی بہت سے علوم کے جامع تھے، طلبہ کو فیض پہنچایا، دمشق کے کئی مدرسوں میں پڑھایا اور خطابت کے فرائض انجام دیئے پھر مصر

وقصد بالحدادی من الآفاق وكان لطيفاً زليفاً
 يستشهد بالشعار -
 ان پر ختم ہو گئی تھی گوشے گوشے سے ان کے فتوے طلب کئے جاتے تھے، بڑے پُر لطف اور خوش مذاق
 تھے ثبوت میں اشعار بھی پیش کرتے تھے۔

مؤرخ ابن العمد حنبلی کا بیان ہے :
 برع في الفقه والامول والعربية وفاق
 الامتحان والاضراب وجمع بين
 فنون العلم من التفسير والحديث و
 الفقه واختلاف اقوال الناس و
 ماخذهم وبلغ رتبة الاجتهاد ودرج
 اليه الطلبة من سائر البلاد وروى عنه
 الدميالي وخرجه لاربعين حديثاً وابن
 دقيق العيد وهو الذي لقبه سلطان
 العلماء وخلق غيرهما..... قال
 الشريف عز الدين كان علم عمره في العلم
 جامعاً لفنون متعددة مضافاً الى ما قبل
 عليه من ترك التكليف مع العمالة في الدين
 (شذرات الذهب، ج ۵ - ص ۳۰۱)

سے بری تھے۔

بروز یکشنبہ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۶۶۰ھ کو قاہرہ میں انتقال ہوا اور دوسرے دن
 سب المعظم میں سپرد خاک کئے گئے نماز جنازہ میں سلطان ظاہر نے بھی شرکت کی تھی موصوف
 کی تالیفات میں حسب ذیل کتابیں مشہور ہیں :

- (۱) الاشارة والایجاز فی بعض انواع المجاز
- (۲) الامالی فی تفسیر القرآن۔
- (۳) الامام فی اولی الاحکام۔
- (۴) بحار العشر آں۔
- (۵) بدایۃ السؤل فی تفصیل الرسول۔
- (۶) بیان احوال الناس یوم القيامة۔

- (۷) ترغیب اہل الاسلام فی سکنی الشام۔
 (۸) رسالۃ فی القطب والابدال وغیرہم۔
 (۹) شجرۃ المعارف۔
 (۱۰) شرح منہج السؤل والائل لابن الحب۔
 (۱۱) العقائد الفسایہ فی اختصار النہایہ۔
 (۱۲) القواعد الصغریٰ فی الفروع۔
 (۱۳) کشف الاسرار عن حکم الطیور والازہار۔
 (۱۴) المسائل الموصلیہ۔
 (۱۵) مقاصد الرعاہ۔
 (۱۶) فوائد الغوائد وتعارض القولین لمجتہدین۔
 (۱۷) فوائد البیوی والمحن۔
 (۱۸) الفوائد فی اختصار المقاصد۔
 (۱۹) الفرق بین الاسلام واللیان۔
 (۲۰) الفتاویٰ المصریہ۔
 (۲۱) الفتاویٰ المصریہ۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

- (۱) البدایہ والنہایہ، ج ۱۳۔ ص ۲۳۵ و ۲۳۶۔ (۲) تاریخ علماء بغداد، ص ۱۰۴ تا ۱۰۷۔
 (۳) فوات الوفيات، ج ۱۔ ص ۲۸۷ تا ۲۸۸۔ (۴) النجوم الزاہرہ، ج ۷۔ ص ۲۰۸۔ (۵) شذرات الذہب، ج ۵۔ ص ۳۰۱۔ (۶) مفتاح السعاده، ج ۲۔ ص ۲۱۲ و ۲۱۳۔ (۷) ہدیۃ العارفین، ج ۱۔ ص ۵۸۰۔

محمد نام ابو الفتح کنیت، تقی الدین لقب اور ابن دقیق العید عرف ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے:
 محمد بن علی بن وہب بن ملیح القشیری المنفلوطی الصعیدی المالکی والشافعی۔
 ان کے والد شیخ علی حج کرنے حجاز جا رہے تھے، ساحل ینج کے مقام پر ۱۵ شعبان ۶۲۵ھ
 میں ان کی ولادت ہوئی، ان کے والد نے ان کو ہاتھوں میں لے کر طواف کیا اور یہ دعا کی:
 ”بارِ الہا اس کو عالم باعمل بنا!“

یہ دعا قبول ہوئی۔ ابتدا میں قرآن مجید پڑھا، فقہ کی تعلیم اپنے والد اور ان کے شاگرد
 بہاء الدین ہبۃ اللہ سے پائی۔ قاہرہ آکر شیخ عز الدین بن عبد السلام سے تفقہ حاصل کیا۔ عربیت
 کی تعلیم شیخ شرف الدین محمد مرسی وغیرہ سے حاصل کی، حدیث اُس دور کے نامور محدثین سے
 پڑھی اور اس کی طلب میں دمشق اور اسکندریہ وغیرہ کا بھی سفر کیا۔ ان کے شیوخ حدیث
 میں حافظ عبد العظیم منذری، ابو الحسن محمد بن مال، حافظ ابو علی حسن بکری، ابو الحسن عبد الوہاب
 دمشقی، ابو الحسن مقدسی، قاضی القضاۃ ابو الفضل یحییٰ، حافظ ابو الحسن یحییٰ عطار اور ان کے

والد شیخ علی وغیرہ کا نام سرفہرست آتا ہے، جب ان علوم میں کمال پیدا ہو گیا تو درس و تدریس کا شغل اختیار کیا اور قابرہ وغیرہ میں مدرسہ فاضلیہ، مدرسہ مجاورۃ الشافعی، کالمیہ، صالحیہ اور دار الحدیث قوم میں حدیث وغیرہ کا درس دیا، سہارۃ قصار پر بھی فائز ہوئے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائض بھی انجام دیئے۔ ان کی ذات سے بڑا فائدہ پہنچا ان کی جلالتِ علمی کا سب کو اعتراف ہے۔

حافظ قطب الدین علی کا بیان ہے:

کان الشیخ تقی الدین امام اہل زمانہ ومن
فاق بعلم والزمہ علی استرانی عارفاً
بالمذہبین امامانی الاصلین حافظاً متقناً
فی الحدیث وعلومہ ویعزب بہ المثل
فی ذلک وکان آیت فی الحفظ والافتان
والتمہی شدید الخوف دائم الذکر لانیام
اللیل للاسلیل ویقلع فیما بین لکۃ
وتلاوة و ذکر وتہجد حتی صار السہر
لہ عادة وادقۃ کلہا معمورة لم یر فی عصر
مثلہ..... عزل نفسه من القضاة غیر
مرة ثم یسأل ویعاد ویبلغنی ان السلطان
حسام الدین لما طلع الیہ الشیخ تمام
للقیۃ وخرج عن مرتبہ وکان کثیر الشفۃ
علی المشتغلین کشیر الیرسم۔

سے معزول کیا۔ پھر ان سے درخواست کی جاتی اور انھیں پھر اسی عہدہ پر مامور کیا جاتا۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ سلطان حسام الدین کے پاس جب شیخ تشریف لے گئے، تو وہ ان سے ملنے کے لئے کھڑا ہو گیا اور اپنے مرتبہ کو بھی بھول گیا۔ ابن دقیق العید علی شغف رکھنے والوں پر بڑے ہنس بان تھے اور ان کے ساتھ بڑے محسن سلوک

سے پیش آتے تھے۔

حافظ شمس الدین ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ، ج ۴۔ ص ۱۴۸ میں موصوف کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے: ”الامام الفقیہ المجتہد المحدث الحافظ العلامة شیخ الاسلام تقی الدینؒ اور پھر لکھا ہے:

وكان من اذكياء زمانه واسع العلم
كثير الكتب يدبها للسر كبا
على الاشتغال ساكنا وقورا وعاقلان
تري العيون مثله سمعت من لفظه
عشرين حديثا واطى علينا حديثا، وله يد
لمولى في الاصول والمقول وخيرة بعلى
المنقول، دلى تضار الديار المصرية تنوا
الى ان مات وكان في امر الطهارة واللبا
في نهاية الوسوسة رضى الله عنه
معقول من انھیں بڑی دستگاہ حاصل تھی اور علل منقول سے بھی خوب واقف
تھے۔ دیار مصر میں برسوں قاضی رہے تا آنکہ ان کا انتقال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ
اُن سے راضی رہے طہارت اور پانی کے معاملے میں انھیں بڑا وسوسہ ہوتا تھا۔

حافظ ابن کثیر المتوفی ۷۴۸ھ البدایہ والنہایہ، ج ۱۲۔ ص ۲۷ میں رقمطراز ہیں:

الشيخ الامام العالم العلامة الحافظ قاضي
القضاة تقى الدين..... سمع الكثير وحل
في طلب الحديث وخرجه وصنف فيه
استادا ومتنا مصنفات عديدة
فريدة مفيدة، وانهت اليه رياسته
العلم في زمانه، وفاق استرانه وحل
اليه الطلبة ودرس في امكانه كثيرة...
وكان وقورا قليل الكلام غزير الفوائد كثير
شيخ امام عالم علامہ حافظ قاضی
تقی الدین..... نے کثرت سماع کیا اور
حدیث کی طلب میں سفر کیا، تخریج کی اور
فن حدیث میں اسناد اور متن کے اعتباراً
سے متعدد دیکھا اور مفید تالیفات کیں
ان کے زمانے میں علمی سیادت اُن پر
ختم ہو گئی تھی، وہ اپنے ہم عصروں فاتح
تھے طلبہ ان کے پاس سفر کر کے آتے

العلوم فی دیانۃ و نراہستہ دل شعرائق۔ تھے بہت سے مقامات میں درس دیا تھا۔
بڑے باوقار کم سخن اور بہت سے علوم میں بڑے فائدہ کے حامل تھے دیانت اور پاکیزگی میں
بھی خوب تھے، ان کے شعر بھی عمدہ ہیں۔

بروز جمعہ ۱۱ صفر ۱۰۳۷ھ میں انتقال ہوا اور قراقرظ صغریٰ میں دفن کئے گئے۔ موصوف
کی تصانیف میں اللہام فی احادیث الاحکام، بڑے معرکہ کی کتاب ہے، جس کے متعلق
قاضی القصصہ موفق الدین عبد اللہ حنبلی کا بیان ہے:

سمعت الشیخ تقي الدين بن تيمية يقول هو
كتاب الاسلام وقال الشيخ فخر الدين
النويري سمعته يقول ما عمل احد
مشهد ولا حافظ الضياع ولا جدي ابو البركات
من لم يقرأه في الدين في اورنہ میرے دادا ابو البركات نے۔
اسی طرح ان کی مختصر ابن حاجب مالکی کی شرح ہے جس کے متعلق قطب الدین حلبی فرماتے ہیں:

وشرح بعض مختصر ابن الحاجب في الفقہ مالک
لم اراء في كتب الفقہ مشد۔
مختصر ابن حاجب کی جو فقہ مالکی میں ہے اس کے
بعض حصہ کی شرح لکھی ہے میں نے اس کے
جیسی کتاب فقہ میں نہیں دیکھی۔

ان کے علاوہ چند مشہور کتابوں کے نام حسب ذیل ہیں:

- | | |
|---|---|
| (۳) الاحکام فی شرح حدیث سید الانام۔ | (۴) الاربعین السبعیات۔ |
| (۵) الاربعین فی الروایۃ عن رب العالمین۔ | (۶) شرح عمیون المسائل لابن سہل الفارسی۔ |
| موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو: | |
| (۱) تذکرۃ الحفاظ، ج ۴۔ ص ۶۶۲ تا ۶۶۴۔ | (۲) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ج ۶۔ ص ۲۶۲۔ |
| (۳) البدایہ والنہایہ، ج ۱۴۔ ص ۲۷۔ | (۴) الدرر الکامنه، ج ۴۔ ص ۹۱ تا ۹۲۔ |
| (۵) نوات الوفیات، ج ۲۔ ص ۴۹ تا ۴۹۴۔ | (۶) الوافی بالوفیات، ج ۴۔ ص ۱۹۳ تا ۱۹۹۔ |
| (۷) التقریم الزاہرہ، ج ۸۔ ص ۲۰۶ و ۲۰۷۔ | (۸) شذرات الذہب، ج ۶۔ ص ۵ و ۶۔ |
| (۹) الہیاج المذہب، ص ۳۶۴ تا ۳۷۵۔ | (۱۰) مفتاح السعاده، ج ۲۔ ص ۲۱۹ و ۲۲۰۔ |
| (۱۱) البدر الطالع، ج ۲۔ ص ۲۲۹ تا ۲۳۲۔ | (۱۲) المعجرون فی الاسلام، ص ۶۷۷ تا ۶۷۸۔ |

حسین نام ، شرف الدین لقب اور سلسلہ نسب یہ ہے :

حسین بن عبداللہ بن محمد الطیبی الشافعی۔

موصوف اپنے زمانہ کے نامور فقیہ ، محدث اور مفسر تھے ، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ الکاتب

۲۵ - ص ۶۹ میں رقمطراز ہیں :

كان ذا أثره من الارث والتجارة فلم يزل
ينفق ذلك في وجوه الخيرات الى ان كان
في آخر عمره فقيرا..... كان
كراما متواضعا حسن المعتد شديدا
الرد على الفلاسفة والمبتدعة منظر
افضل لهم مع استيلائهم في بلاد
المسلمين حينئذ شديد الحب لله و
رسوله كثير الحياء ملازما للجماعة ليلا و
نهارا شتاء و صيفا مع ضعف بصره
باخرة ملازما لاشغال الطلبة في العلوم
الاسلامية بغير طمع بل بسعد شرم و بعينهم و
يعبر الكتب النفيسة لابل بلده وغيرهم من
ابل البلدان من يعرف ومن لا يعرف
عما لمن عرف منه تعظيم الشريعة مقبلا على
نشر العلم آية في استخراج الدقائق من التفرق
والسخن شرح الكشاف شرعا كبيرا و
اجاب عما خالف مذموبا السنة احسن
جواب يعرف فضل من طالعده و امر بعض تلامذته
باختصار المباح على طريقه في الجاهل و

موصوف موروثی مال دار اور تاجر تھے ہمیشہ
و دولت خیر کے کاموں میں خرچ کرتے رہے
یہاں تک کہ اخیر عمر میں فقیر ہو گئے تھے۔۔۔
موصوف سخی متواضع ، صحیح العقیدہ متبع
بلاد اسلام پر فلسفیوں اور بدعتیوں
کے غلبہ پالینے کے وقت بھی ان کی سختی سے
ترویج کرتے اور کھل کر ان کی برائیاں
بیان کرتے تھے خدا اور رسول کی محبت میں
سرشار اور بڑے باحیا تھے۔ اخیر عمر میں ضعیف
بصارت کے باوجود گرمی اور سردی میں بھی
نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرتے تھے بغیر
کسی طمع اور لالچ کے طلبہ کو علوم اسلامیہ
کے اندر مشغول ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ
انھیں حدیثیں بھی سناتے ، ان کی مدد کرتے
اور اپنے ہم وطن اور غیر اہل وطن کو جن کو
پہچانتے تھے اور جن کو نہیں پہچانتے تھے
عمدہ عمدہ کتابیں بھی مستعار دیتے تھے
جن کو شریعت کا احترام کرتے دیکھتے اس سے
محبت کرتے تھے ، علم کی نشر و اشاعت پر

سماہ مشکوٰۃ و شرحہا ہوسر ما حاشا
ثم شرع فی جمع کتاب فی التفسیر و عقد مجلسا
خطیما لقرآۃ کتاب البخاری فکان یشتغل
فی التفسیر من بکرۃ الی الظہر و من ثم الی العصر
لا سماع البخاری الی ان کان یوم مات فانه
فرغ من و تلخیص التفسیر و توجه الی الاقامۃ للقرآن
فقضی نخبہ متوجبا الی القبۃ و ذلک یوم
الثلاثاء و ثالث عشری شعبان ۴۳۳ھ

متوجہ رہتے تھے سرآن اور سنت باریک
باتوں کے نکالنے میں اللہ کی ایک نشانی تھے
کثات کی مبسوط شرح لکھی اور اس میں
زخشری کے مذہب اہل سنہ کے خلاف اعتراضات
کا بہترین جواب دیا ہے جو اس کتاب کا مطالعہ
کرنے کا وہ ان کے فضل و کمال کا معترف
ہو جائے گا۔ اپنے شاگردوں میں سے کسی کو
اپنے بنائے ہوئے معاینے کے طریقہ پر اختصار
کا حکم دیا جس کا اس نے مشکوٰۃ نام رکھا
موصوف نے اس کی نہایت جامع شرح لکھی، پھر تفسیر کے موضوع پر کتاب لکھنا شروع کی اور
ایک مجلس درس سمیع بخاری کے لئے مسعود کی چنانچہ صبح سے ظہر تک تفسیر میں اور ظہر سے عصر
تک بخاری کے سنائے میں معروف رہتے تھے ان کا یہ معمول تہرتے دم تک قائم رہا انتقال
کے روز تفسیر سے فارغ ہو کر حدیث کی مجلس میں جائے کے لئے گھر کے پاس مسجد میں داخل
ہوئے فضل بیہ کمر پڑھے اور اقامت کے انتظار میں قبلہ ردیٹھے ہوئے تھے کہ روح قدس
عنبری سے پرواز کر گئی۔ یہ واقعہ منگل کے دن ۲۳ شعبان ۴۳۳ھ کو پیش آیا تھا۔

محدث محمد بن عبد الباقي زرقانی شرح المواہب اللدنیہ، ج ۵۔ ص ۷۷ میں رقمطراز ہیں
العلامة شرف الدين الحسن بن محمد بن عبد الله
الطبي بكسر الطاء وسكون الباء نسبة الى
الطيب بلد بن واسط وكور الہواز.....
قال السيوطي ول المسام بالمحدث لكثرة
لم يبلغ فيه درجة الحفاظ، و منتهى
نظره الكتب الستة و مسند احمد و
الدارمي لا يخرج من غير ما وكثير الورع صاحب
الكشاف الحديث المعروف فلا يحسن الطيبي
تخرجه و يعدل الى ذكر ما هو في معناه مما

علامہ شرف الدین حسن بن محمد بن عبد اللہ
طیبی بکسر طاء اور سکون تاء کے ساتھ طیب
کی طرف نسبت ہے جو واسط اور کورامواز
کے درمیان ایک شہر ہے، علامہ سیوطی نے تخریج
کی ہے کہ انھیں حدیث سے مناسبت ہے لیکن
اس میں وہ حفاظ کے درجہ کو نہیں پہنچے اور
ان کا انتہائی نظر صحاح ستہ، مسند احمد اور
دارمی وغیرہ ہیں وہ ان کے علاوہ کسی اور
سے تخریج نہیں کرتے اور بہت سی مرتبہ حسب

فی ذہ الکتاب و ہو قصور فی التخریج۔ کشف مشہور و معروف حدیث کو لاتا ہے

پھر بھی طبعی اس کی عمدہ تخریج نہیں کرتے اور

اس کے ہم معنی حدیث کو ذکر کرنے پر جو ان کتابوں میں جوائل ہو جاتے ہیں اور یہ تخریج میں ان کی کوتاہی کو بتاتا ہے۔

شیخ عبد الوہاب شعرانی لطائف المنن الکبریٰ، ج ۱۔ ص ۴۰ میں لکھتے ہیں:

کان محدثاً صوفیاً نحویاً فقیہاً اصولیاً و طبعی محدث، صوفی، نحوی، فقیہ اور اصولی
فصل ان تجمیع ذہ الصفات فی عالم تھے اور مشکل ہی سے یہ صفات کسی عالم میں
جمع ہوتے ہوں گے۔

ان کی تالیفات میں حسب ذیل کتابیں مشہور ہیں:

(۱) التبیان فی المعانی والبیان۔ (۲) الخلاصہ فی اصول الحدیث۔

(۳) شرح اسماء اللہ الحسنى۔ (۴) فتوح الغیب فی الکشف عن قناع

الریب۔ یہ کشف کا حاشیہ ہے۔

(۵) الکاشف عن حقائق السنن فی شرح معایج السنۃ للنحوی۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

۱۔ الدرر الكامنة، ج ۲۔ ص ۶۸ و ۶۹۔ ۲۔ بغیۃ الوعاة، ص ۲۲۸ و ۲۲۹۔

۳۔ شذرات الذہب، ج ۷۔ ص ۱۳۷ و ۱۳۸۔ ۴۔ مفتاح السعادة، ج ۱۔ ص ۴۳۴۔

۵۔ کتاب لطائف المنن، ج ۱۔ ص ۴۰۔ ۶۔ البدر الطالع، ج ۱۔ ص ۲۲۹ و ۲۳۰۔

۷۔ روضات الجنات، ص ۲۲۴۔ ۸۔ اتحاف القبلا، ص ۲۴۵۔

۹۔ ہدیتہ العارفین، ج ۱۔ ص ۲۸۵۔

فقہار محدثین حنابلہ

عبد اللہ نام ابو محمد کنیت اور موفق الدین لقب ہے۔ شجرۂ نسب حسب ذیل ہے:

عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدام بن مقدم بن نصر المقدسی الحنبلی۔

شعبان ۱۱۳۱ھ میں نابلس کے ایک گاؤں جماعیل میں پیدا ہوئے اور اقصیٰ میں دمشق آئے یہاں علوم دینیہ کی تکمیل کی اور ان علوم میں کمال حاصل کیا۔ موصوف کا شمار اپنے عصر کے نامور فقہاء اور محدثین میں تھا۔

حافظ ابن کثیر المتوفی ۷۴۸ھ، البدایہ والنہایہ، ج ۱۳-۱۰۰ میں تحریر فرماتے ہیں:

امام عالم بارع، لم یکن فی عصره، بل ولا قبل
 و بعدہ مدۃ افترقہ منہ بین الحدیث
 الکثیرہ و در حل مرتین الی العسکان
 و احد صحابی سنۃ اعدی و ستین مع
 ابن عساکر الحافظ عبد النبی و الاخری سنۃ
 سبع و ستین و ج فی سنۃ ثلاث و سبعین
 و فقهہ ببند او علی مذہب الامام احمد
 و برع و انستی و ناظر و تجرب فی فنون کثیرۃ
 مع زہد و عبادۃ و ورع و تواضع و تحسن
 اخلاق و جود و حیار حسن سمع و
 ندر و بہار و توادۃ و صلاۃ و
 صیام و نیام و طریقۃ حسنۃ
 و اتباع للسلف الصالح و کانت الاحوال
 و مکاشفات و کان یؤم الناس
 للصلۃ فی محراب المنازلۃ ہو و الشیخ
 العادل و فی العاد استقل ہو بالوفیۃ
 و کان یقتل بین العشائین
 بالعرب من محراب فاذا وصلی النثار
 انصرف الی مندرہ بدر رب الدولی
 بالریع و کان مندرہ الاصلی بقاسیو
 اشتغل تصنیف کتاب المنی فی شرح

موصوف امام اور ایسے زبردست عالم تھے
 کہ ان کے زمانہ ہی میں کیا ان کے بہت پہلے
 ان سے زیادہ فقیر کوئی نہ ہوا انھوں نے
 حدیثوں کا خوب سماع کیا۔ دو مرتبہ عراق
 کا سفر کیا، ایک مرتبہ اپنے بھتیجے حافظ
 عبد النبی کے ساتھ ۶۱ ہجری میں اور دوسرا
 ۷۳ھ میں کیا، ۷۳ھ میں حج کیا، اور
 بغداد میں حنبلی فقہ کی تعلیم پائی اور اس
 میں ایسا کمال پیدا کیا کہ فتوے دیئے، منظر
 کیا۔ زہد و عبادت، ورع و تواضع،
 حسن اخلاق، سخاوت، حیا، اچھی خصلت
 رونق و نور، نماز روزے، تہجد اور تلاوت
 کی کثرت، نیک چلنی اور بزرگان سلف
 کی پیروی کے ساتھ ساتھ بہت سے فنون
 میں تبحر حاصل کیا ان کے حالات اور مکاشفات
 بھی ہیں محراب خبابہ میں موت
 اور شیخ عمار کو لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے
 جب شیخ عمار کا انتقال ہو گیا تو اس
 خدمت پر مستقل طور سے ان کا قہر
 ہو گیا مغرب اور عشاء کے درمیان
 محراب کے پاس نفلیں پڑھتے تھے، عشاء

الخرقی فیبلغ الامل فی اتمامہ و ہو کتاب
 بلین فی المذہب عشر مجلدات تعب علیہ
 واجاد فیہ وحمل بہ المذہب۔
 کتاب المغنی شرح الخرقی کی تصنیف میں
 مشغول ہوئے اور اپنی آرزو کے مطابق اُسے پایہ تکمیل کو پہنچایا۔ حنبلی مذہب کے
 متعلق دس جلدوں میں نہایت عمدہ کتاب ہے۔ انہوں نے شرح لکھنے میں بڑی
 جانفشانی کی اور خوب کام کیا ہے، اس سے حنبلی مذہب کو بڑی تقویت پہنچی ہے۔
 شیخ الاسلام عمر الدین بن عبد السلام کا بیان ہے کہ کتاب المغنی خوبی اور تحقیق میں
 اپنی نظیر آپ ہے۔

عمر بن حاجب مالکی معجم الشیوخ میں رقمطراز ہیں،
 وقد اخذ بجامع الحنفیة النقلیة
 والعقلیة فاما الحدیث فہو سابق
 فرسانہ واما الفقه فہو فارس میدانہ
 اعرف الناس بالفتاوی و المثلثات الغریز
 و ما ائمن الزمان سمجہ مشکہ متواضع عند
 الخاصۃ و العوام من الاعتقاد و وفاء
 و سلم و وقار، و کان جملہ عام بالفقہاء
 و المحدثین داہل الخیر و صار فی آخر عمرہ
 یقتصدہ کل احد و کان کثیر العبادۃ و ائم
 التہجد لم یر مثله و لم یر مثل نفسه۔
 (ص ۱۳۵)

خیرے ہمیری رشتی تھی اور آخر عمر میں ہر شخص کے مطلوب بن گئے تھے، بڑے مابہ پابند تہجد
 تھے، نہ ان کے جیسا دیکھا گیا اہل انہوں نے اپنے جیسا دیکھا۔

لمغنی من غیر وجہ من امام ابی العباس
 ابن تیمیۃ رحمہ اللہ تعالیٰ انہ قال
 مجھے امام ابو العباس ابن تیمیۃ رحمۃ اللہ علیہ
 کا یہ قول متعدد طرق سے پہنچا ہے کہ.....

مداخل الشام بعد الاوزاعی افقد من الشيخ
 الموفق. (ص ۱۳۶)
 علامہ ابن تیمیہ کا بیان ہے کہ شیخ ابن قدامہ اجتہاد کے منصب پر فائز تھے، فرماتے ہیں:
 ما عرف احدنا في زماننا ادرک الاجتهاد الا للفقہ
 (مشذرات الذہب، ص ۹۰-۹۱ ج ۵)
 سوزین شام میں اوزاعی کے بعد موفق بن
 قدامہ سے بڑھ کر فقیہ نہیں آیا۔
 کامر تبصرہ پایا ہو۔

مورخ عبدالحی بن العہاد حنبلی، مشذرات الذہب، ج ۵، ص ۹۱ میں لکھتے ہیں:
 انتفع بقصایف المسلمون عموماً و اہل
 المذہب خصوصاً وانتشرت واشتهرت
 بحسن فہمہ و اخلاصہ و لایساکت بہ
 المغنی فان علم النفع بہ حتی قال الشيخ
 عز الدین بن عبد السلام ما رأیت فی کتب
 الاسلام فی العلم مثل المجلی والمجلی
 و کتاب المغنی للشيخ موفق الدین بن قدامہ
 فی جودہما و تحقیقہما فیہما و نقل عنہ
 ایضاً انہ قال ما لابت نفسی بالفتاوی حتی
 صار عندی نسخۃ المغنی مع انہ کان
 یسأل الشیخ فی زمانہ۔
 ان کی تصانیف سے مسلمانوں نے عموماً اور
 اہل مذہب نے خصوصاً فائدہ اٹھایا ہے
 اور نیک نیتی اور اخلاص کی وجہ سے
 دور دور پھیلے اور مشہور ہوئے خاص
 طور سے ان کی کتاب المغنی، اس سے بڑا
 فائدہ پہنچا یہاں تک کہ شیخ عز الدین بن
 عبد السلام کا بیان ہے کہ میں نے اسلامی
 کتابوں میں علم کے اندر مجتبیٰ اور محلی اور
 کتاب المغنی شیخ موفق الدین بن قدامہ
 کی تالیف کی مانند کتابیں خوب اور
 تحقیق میں نہیں دیکھیں۔ کتاب المغنی سے
 انہوں نے بھی نقل کیا ہے اور یہ بھی فرمایا

ہے کہ میرا جی فتویٰ دینے سے خوش نہیں ہوا جب تک کہ میرے پاس مغنی کا نسخہ نہ آ گیا
 باوجودیکہ شیخ عز الدین بن عبد السلام اپنے زمانے میں شیخ کے ہم پلہ تھے۔
 حافظ ضیاء الدین نے موصوف کا تذکرہ دو جلدوں میں کیا ہے اسی طرح حافظ ذہبی نے
 بھی ان کی سیرت میں جگہ جگہ کتاب لکھی ہے۔

۸۰ سال کی عمر میں ۱۲۱۲ھ میں عید الفطر کے دن انتقال ہوا۔
 موصوف کی تالیفات میں حسب ذیل کتابیں زیادہ مشہور ہیں:

- (۱) الاستبصار فی نسب الانصار۔
 (۲) البرہان فی مسئلۃ القرآن۔
 (۳) التبيين فی انساب القرشيين۔
 (۴) ذم الوسواس۔
 (۵) تحريم النظر فی کتب اہل الکلام۔
 (۶) ذم التناويل۔
 (۷) روضة فی الاصول۔
 (۸) عمدة الاحکام فی الفروع۔
 (۹) فضائل الصحابة۔
 (۱۰) فتحة الاریب فی الغریب۔
 (۱۱) کافی فی الفروع۔
 (۱۲) کتاب الاعتقاد۔
 (۱۳) کتاب التوابین۔
 (۱۴) کتاب الرقة۔
 (۱۵) کتاب القدر۔
 (۱۶) کتاب المتحابین۔
 (۱۷) مقدمة فی الفروع۔
 (۱۸) منهاج القاصدين فی فضائل الراشدين

موصوف کے حالات کے لئے دیکھو :

- ۱۔ الذیل علی الروضتین ، ص ۱۳۹ تا ۱۴۲۔ ۲۔ البدایہ والنہایہ ، ج ۱۳۔ ص ۹۹ و ۱۰۰۔ ۳۔
 فوات الوفيات ، ج ۱۔ ص ۲۰۳ و ۲۰۴۔ ۴۔ النجوم الزاهرة ، ج ۶۔ ص ۲۵۶۔ ۵۔ شذرات
 الذهب ، ج ۵۔ ص ۸۸ تا ۹۲۔ ۶۔ مقدمة المغنی لابن قدامہ از عبد القادر بدراک ، ص ۳۵ تا ۳۵۸۔
 ۷۔ ہدیۃ العارفین ، ج ۱۔ ص ۴۵۹ و ۴۶۰۔

احمد نام ابو العباس کنیت ' تقی الدین لقب اور ابن تیمیہ عرف ہے اور سلسلہ نسب یہ ہے :
 احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن ابی القاسم الخضر نیری حرانی دمشقی حنبلی۔
 موصوف پیر کے دن ۱۰ رجب الاول ۶۹۱ھ میں حران کے اندر پیدا ہوئے پھر ان کے والد ان کو
 دمشق میں لائے ، یہیں قرآن مجید پڑھا فقہ و حدیث اور جملہ علوم دینیہ کی تکمیل کی ، پس رشد سے
 پہلے ہی استدلال اور استنباط مسائل میں شہرت ہو گئی۔ بیس برس کی عمر میں درس و افتاء کی خدمت
 سپرد ہوئی اور تصنیف و تالیف کا آغاز ہوا۔ حافظ ذہبی معجم الشیوخ میں لکھتے ہیں :

احمد بن عبد الحلیم..... فیخناذ شیخ الاسلام
 فرید الصر علماء و معرفة و شجاعة و قوة و تنوير البصائر
 و کراما و نصائح الامة و امر بالمعروف و نہی عن المنکر
 صحیح الحدیث و اکثر بنصر من طلبہ و کتب خرج
 احمد بن عبد الحلیم..... ہمارے شیخ اور
 شیخ الاسلام علم و معرفت ، شجاعت و قوت
 ذکاوت و شرافت ، امت کی خیر خواہی اور
 امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں یکماتے زمانہ

تھے حدیث کا سماع کیا اور اپنی جانب سے
اس کی طلب میں بڑی کوشش کی، لکھا
تخریج کی، فن رجال اور طبقات رجال
میں بصیرت پیدا کی اور وہ باتیں حاصل
کیں جن کو ان کے سوا کسی نے حاصل نہیں
کیا۔ قرآن کی تفسیر میں ہمارے پیدا کی
اور قرآن کے دقیق معانی تک رسائی کے
لئے اپنی طبع رسا اور ایسے قلب کے
ساتھ جو اشکال کے مواقع کا بڑا اولیٰ
ہے بحر تفسیر میں غوطہ زنی کی ہے اور
اس سے ایسی باتیں نکالیں جن کی طرف پہلے
کسی کا ذہن نہیں گیا تھا۔ حدیث کے یاد کرنے
اور سمجھنے میں بڑا کمال حاصل کیا بہت کم
علماء ہیں جن کو اتنی حدیثیں یاد ہوں جتنی
اُن کو یاد تھیں اور دلیل کے موقع پر صحابہ
اور کتابوں کے ناموں کے ساتھ ان کو کثرت
سے پیش کرنا ہمارے فن پر دال ہے، علم فقہ
اختلاف مذاہب، فتاویٰ، مساجد و عبادت
میں موصوف اپنے معاصرین میں اس لحاظ
سے فائق تھے کہ جب فتویٰ دیتے تو کسی
خاص مذہب کا التزام نہیں کرتے تھے بلکہ
موصوف اس مسلک پر ڈٹ جاتے تھے جس
کی دلیل ان کی نظر میں قوی ہوتی تھی موصوف
نے عربیت کے اصول و فروع، تعلیل و
اختلاف کو بھی خوب سمجھا تھا۔ علوم عقلمیں

ونظر فی الرجال والطبقات، وحصل بالمجملہ
غیرہ، برع فی تفسیر القرآن وخاص فی دقین
معانیہ بطبع سیال و خاطر الی مواقع الاشکال
میال واستنبط منہ اشیاء لم یسبق
الیہا، وبرع فی الحدیث وحفظ فقتل
من یحفظ ما یحفظ من الحدیث، معزوا الی
اصول وصحابة مع شدة استحضارہ لوقت
اقامة الدلیل وفاق الناس فی معرفة الفقه
واختلاف المذاهب و فتاویٰ الصحابة و
التابعین بحیث انہ اذا فتی لم یتزم
بمذہب بل یقوم بما دلیل عنده
و اتقن العربیة اصولا و فروعا
و تعلیلا و اختلافا و نظر فی العقلیات
و عرف اقوال المتکلمین و رد علیہم و نبه
علی غلطیہم و حذر منہم و لفر السنتہ
باوضح حجج و براہین و اودى فی ذات اللہ
من المخالفین و اخیف فی نفس السنتہ
المحفنة حتی اعلی اللہ منارہ و جمع قلوب
اہل التقوی علی حجتہ و الدعارلہ و کیت
امدادہ و ہدی بہ رجلا من اہل الملل
و التحمل و جیل فی فتوب الملوک
والامراء علی الانقیاد لہ غالب و علی
طاعتہ و احیی بہ الشام بل و الاسلام
بعد ان کا دیشلم اولی الامر لہ
اقبل حزب الترو البغی فی خیلہم

فُطِنَتْ بِاللَّهِ الْفُتُونُ، وَزَلْزَلَ الْمُسْمُونُ
 وَاشْرَآبُ التَّفَاقِ وَابْدَى صَفْحَةً وَمَحَاسِنَهُ
 كَثِيرَةً وَهُوَ أَكْبَرُ مِنْ أَنْ يَنْبَغِيَ عَلَيْهِ سِيرَةٌ مِثْلِي
 فَلَوْ حَلَفْتُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ لِحَلْفَتِ
 أَنْ مَارِ آيَتٍ بَعِينِي مِثْلَهُ وَانْدَارَ آيَ مِثْلِ
 نَفْسِهِ۔

(ملفوظات: ص ۳۹۰)

بھی غور کیا تھا، محکماتین کے اقوال سے
 واقف تھے اور ان کی تردید کی ہے اور
 ان کی غلطیوں کی نشان دہی فرمائی اور
 ان سے بچایا ہے۔ سنت کی نہایت واضح
 دلائل سے حمایت اور تائید کی، بعض اللہ کے لئے
 ان کو خالفین کی طرف سے اذیتیں برداشت
 کرنی پڑیں اور سنت کی تائید اور حمایت کی
 وجہ سے ان کو ڈرایا دھمکایا گیا یہاں تک کہ
 اللہ تعالیٰ نے ان کا اور بول بالا کیا اور پرہیزگاروں کے قلوب کو ان کی محبت اور ان کے
 واسطے دعا کرنے پر آمادہ فرمایا، ان کے دشمنوں کو ذلیل کیا۔ اہل ملل و ادیان میں سے بہت
 لوگوں کو ان کے ذریعہ سے ہدایت نصیب ہوئی اور اکثر مواقع پر بادشاہوں اور حاکموں کے
 دلوں میں ان کی فرماں برداری اور اطاعت کا جذبہ پیدا کر دیا، ان کی ذات سے شام کو
 از سر نو زندگی بخشی بلکہ اسلام کو بھی ایسے موقعہ پر جب کہ تمار یوں کا لشکر مسلمانوں کی طرف
 بڑھ رہا تھا اور حکمرانوں میں باہم رخنہ پڑنے والا تھا، سہ کشتی متکبرین میں
 اُبھر چکی تھی اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کئے جانے لگے تھے، مومنوں
 کے قدم لرکھڑا گئے تھے، ان میں نفاق جڑ پکڑ چکا تھا ان کی زندگی کے بہت سے پہلوؤں
 بہت سی خوبیوں کو ظاہر کر دیا گیا ہے اور ان کی ذات اس سے بلند و بالا ہے کہ میرا جیسا
 انسان ان کی سیرت کے پہلوؤں پر تنبیہ کرے، اگر میں رکنِ بیانی اور مقامِ ابراہیم کے
 بیچ میں قسم کھاؤں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ان کے جیسا عالم نہیں دیکھا اور انھوں نے
 بھی اپنے جیسا نہیں دیکھا، تو میں حاشا نہیں ہوں گا۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ مختص میں رقمطراز ہیں:

كان اماماً متبهماً في علوم الدين وعلوم الدنيا وعلوم الدين
 صحيح الادراك، سيال الفهم، كثير الحاسن
 موصوفاً بغير ط الشجاعة والكرم
 فارغاً عن شهوات المأكل والملبس
 ابن تيمية علوم دینی میں متبحر عالم اور امام
 تھے صحیح الذہن جلدی سے بات کی تہہ تک
 پہنچنے والے اور زود فہم تھے نیز بہت سے
 محاسن اخلاق سے آراستہ تھے فرادان

والجماع للذلة لدر فی غیر نشر العلم و
تدوینہ و العمل بقتضائہ۔

شجاعت و کرامت کی صفات سے متصف
تھے، کھانے پینے پہننے اور جماع کی خواہش
سے احتراز کرتے تھے، علم کی نشر و اشاعت
اس کی تدوین اور اُس سے متعلق پُر عمل کرنے کے سوا اور کسی چیز میں اُن کے لئے کوئی لذت اور
مزہ نہیں تھا۔

حافظ ابو الفتح ابن سید الناس یمری نے حافظ و میاطی کے سوالات کے جواب میں ابن تیمیہ
کے متعلق حسب ذیل الفاظ لکھے ہیں :

الفیئۃ من اورک من الامام - لای یسئل
السنن والآثار حفظاً ان یحکم فی التفسیر
فہو حامل یتسم دان افقی فی النفت
فہو مددک غایتہ اوداکر بالحدیث
فہو صاحب علمہ وذور وایتہ اوحاضر
بالنحل والسلل لم یروسع من نخلہ
ولا ارفع من درایتہ برزنی کل فن علی
ابن ارجسہ ولم ترعین من راہ مثلہ
ولا رأت عینہ مثل نفسہ۔

میں نے ان کو ان علماء میں سے پایا جن کو علوم
سے حصہ وافر ملا، قریب تھا کہ وہ اپنے
حافظہ کے بل پر تمام سنن اور آثار کو بیان
فرما دیتے۔ اگر وہ تفسیر میں کلام کرتے تو
اس کا جھنڈا بلند کر دیتے اور اگر فقہ میں
فتویٰ دیتے تو وہ اس کی حقیقت کو پالتے
تھے یا حدیث کا مذاکرہ کرتے تو وہ اُس کے
عالم اور راوی تھے، مذاہب و ادیان
پر گفتگو فرماتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ اس
مذہب کا اُن سے زیادہ وسیع النظر

عالم نہیں دیکھا گیا اور ان کی درایت اور سوج بوجھ سے بڑھ کر کسی کی سوج بوجھ ہے،
ہرفن میں اپنے ہم معروں سے فائق، جس آنکھ نے ان کو دیکھا اُس نے ان کا مثل نہیں
دیکھا اور نہ ان کی آنکھ نے ان کا مثل دیکھا۔

حافظ ذہبی تاریخ الکبیر میں لکھتے ہیں :

ولقد کان عجیباً فی معرفۃ علم الحدیث
فاما حفظہ متون الصحاح وغالب متون
السنن والمسنند فمارایت من یدانیہ
فی ذلک اصلاً..... واما التفسیر
بمخدا حدیث وانی ان کی ہستی عجیب تھی
یعنی چنانچہ صحاح کے متون اور سنن اور مسند کے
اکثر متون ان کو یاد تھے میں نے اس معاملہ میں
ہرگز ان کا کوئی ہمسر نہیں دیکھا..... لیکن

فسلم الیہ ولزم استوفار الآیات من القرآن وقت اقامۃ الدلیل بہا علی المسئلۃ قوۃ عجیبۃ واذا رآہ المقربی تحریفہ ولفظ الامتہ فی التفسیر وعلم الملاءع بین خطا کثیر من اقوال المفسرین ویوہی اقوالا عدیدۃ وینصر قولاً واحداً موافقاً لما دل علیہ القرآن والحديث ویکتب فی الیوم واللیلۃ من التفسیر او من الفقہ او من الاملین او من الرد علی الفلاسفۃ والادوال نحو من اربعۃ کراہیں۔
 دتاریخ الکبیر: ص ۳۹۱

تفسیر قویہ ان ہی کا حق تھا کسی مسلم پر قرآن مجید کی آیتوں سے فی الفور دلیل پیش کرنے میں انھیں عجیب قدرت حاصل تھی جب پڑھنے والا اس کو دیکھتا ہے تو حیران رہ جاتا ہے۔ فن تفسیر میں بحر اور وسعت معلوم کی وجہ سے موصوف بہت سے مفسرین کے اقوال کی غلطیاں بیان فرماتے اور متعدد اقوال کا بودا پن بتاتے تھے اور کسی ایک قول کو جو قرآن اور حدیث کے موافق ہوتا مدلل بیان کرتے تھے۔ موصوف شبانہ روز میں تفسیر یافتہ یا اصول دین عقائد یا فلاسفہ اور متقدمین کی تردید میں چار کراے لکھا کرتے تھے۔

کمال الدین بن الزمکانی لکھتے ہیں:
 اجتمعت فیہ شروط الاجتهاد علی وجہہا قال تقی الدین بن دقین العیدر آیت رجلاً سائر العلوم بن عینیہ یاخذ ما شاء ویترک ما شاء فقیل لہ فسلم لا تنال قال انہ یحب الکلام واحب السکوت حدث عنہ الذہبی والبرزالی والوافع ابن سید الناس وحید من الثناب الجلیل قول استاذ ائمۃ الجرح والتعدیل ابی الحجاج المزنی الحافظ الجلیل قال عنہ ما رأیت مثلاً ولا رأی ہو مثل نفسه و ما رأیت احداً اعلم بکتاب اللہ

موصوف میں اجتہاد کی شرطیں پوری موجود تھیں، ابن دقین العید نے فرمایا میں نے ایک ایسا شخص دیکھا جس کی نظروں کے سامنے تمام علوم حاضر رہتے ہیں جس کو چاہتا ہے لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے چھوڑ دیتا ہے۔ ان سے سوال ہوا کہ آپ نے ان کے ساتھ کیوں بحث نہیں کی؟ فرمایا وہ بحث کو پسند کرتے ہیں اور میں خاموشی اچھی سمجھتا ہوں، ذہبی، برزالی اور الوافع ابن سید الناس نے ان سے روایتیں کی ہیں ان کی تعریف کے لئے فن جرح و تعدیل

دستہ رسول ولا تبع لہما منہ۔ کے زبردست امام اور حافظ حدیث
دستہ زرات الذہب : ص ۸۳ و ۸۴) شیخ ابوالحجاج عزیزی کا یہ قول ہی کافی ہے

کرزین نے ان کے جیسا عالم
اگر نہ انہوں نے اپنا جیسا عالم دیکھا، اور میں نے ان سے بڑھ کر کتاب اللہ اور سنت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عالم نہیں دیکھا اور نہ ان کا ان سے بڑھ کر پیرو
کسی کو پایا۔

قاضی شوکانی فرماتے ہیں :

اقول انما اعلم بعد ابن حزم مثله میں کہتا ہوں، میرے علم میں ابن حزم کے
وما اقلہ سمع الزمان ما بین عصر الربیعین بعد ان کے جیسا عالم نہیں، اور نہ میرے
بن شایبہما ادیتا رہما۔ تصور میں آتا ہے کہ زمانے نے ان دونوں
(السدر الطالع : ج ۱ - ص ۶۴) کے درمیانی زمانے میں کبھی ایسے شخص کی

سماوت کا ہوجوان کے مشابہ ہویا ان کے قریب ہو۔

قدیمی نے ان کے اخلاق و شائل کا خاکہ ان الفاظ میں کھینچا ہے :

ولم ارشد فی التہذیب و استعانتہ باللہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے اور گڑ گڑانے
و کثرة توبہ و انما اعتقد فیہ عصۃ میں اور اُس کی ذات سے لو لگائے میں
بل انما خالف لہ فی مسائل اصلیتہ و اُن کے جیسا آدمی نہیں دیکھا، میں انہیں
فرعیۃ فائدہ کان مع سعة علم معصوم نہیں سمجھتا بلکہ بعض اصولی و فروعی
و فہم شیعۃ و سیلان ذہنہ مسائل میں مجھے ان سے اختلاف ہے، وہ
و تعظم لمحات الدین بشرام البشر اپنی وسعت علمی، زود فہمی، غیر معمولی شجاعت
تقریر حدۃ فی البحث و غنص و مدۃ اور دین کی قابل احترام باتوں کی تعلیم کرنے
للصوم، تزرع لہ عداۃ فی النفوس باوجود انسانوں میں سے ایک انسان تھے
ولولا ذلک لکان کلمۃ اجماع فان بحث میں تیز ہو جاتے اور غصہ آجاتا اور
کبارہم خامعون لعلومہ معتزفون دشمن کو زیر کرنے میں آپے سے باہر ہو جاتے
بازہ بحر لاسا حسل لہ و کثر لیس لظہیر تھے اسی وجہ سے دوسروں کے دلوں میں
ولکن ینقرن علیہ اخلاقا و افصالا اُن کی طرف سے عداوت بیٹھ جاتی تھی اور

وکل احد یؤخذ من قوله ویترک ، و
 کان محافظاً علی الشکوة والعلوم ، معتظاً
 للشرائع ظاهراً وباطناً لایؤتی من سوفہم
 فان لہ الذکار المفطر ولا من قلة علم
 فاند بحسب زائر ولا کان متلاً عجا بالذین
 ولا ینفر بمسائل بالہنی ولا یطلق
 لسانہ بالتفق ، بل یتج بالقرآن
 والحديث والقیاس دیسر من ید
 یناطر اسوة بمن تعتمده من الائمة
 فسلہ اجر علی خطاءہ و اجر ان علی اصابتہ
 غیر ممنولی ذہن تھے اور نہ علم کی کمی کی وجہ سے ہو اکیونکہ موصوف بحر زائر تھے موصوف
 دین کے ساتھ کفیل نہیں کرتے تھے اور نہ نفس کی خواہش کی وجہ سے ، بعض مسائل میں
 منفر دتے اور نہ زبان کو یونہی آزاد چھوڑ رکھا تھا بلکہ قرآن و حدیث اور قیاس سے
 دلیل پیش کرتے تھے اور ان کو ثابت کرتے تھے اور پیش رو ائمہ کے اسوہ کو پیش نظر رکھ کر
 مناظرہ کرتے تھے لہذا ان کی خطا بھی باعثِ اجر و ثواب ہے اور صیح ہونے کی صورت
 میں دوسرے اجر کے مستحق ہیں۔

علامہ شوکانی رقمطراز ہیں :

والناس تسام فی شأنہ فبعض منہم مقصر
 بہ عن المقدار الذی یتحق بل یرمیه
 بالعظام ولبعض آخر یبالغ فی وصفہ
 ویجاء ذہب الحد یتعصب لہ کما یتعصب
 اہل القسم الاول علیہ ، ویدۃ قاعدہ
 مطروۃ فی کل عالم یتجر فی المعارف
 العلمیۃ ویفرق اہل عصرہ ویدین بالکتاب
 ان کے بارے میں دو قسم کے لوگ ہیں بعض
 وہ ہیں جو اس مرتبہ بھی کمی کرتے ہیں
 جس کے یہ مستحق ہیں بلکہ گند اچھالنے
 میں بھی کمی نہیں کرتے ہیں اور بعض وہ
 ہیں جو ان کی قرینات میں مبالغہ بھی
 گریز نہیں کرتے اور ارود سے بھی آگے
 نکل جاتے ہیں اور یہ امور معاملے میں آتے

والسنة فانه لا بد ان يستنكره
المقصود ، ويقع له معهم محنة
بعد محنة ثم يكون امره الا على وقوله
الاولى وليس لي بتلك الزلازل
لسان صدق في الآخرين ويكون لعلمه
خط لا يكون غيره وبكذا حال هذا الامام
فانه بعد موته عرف الناس مقدار
واقفت الناس بالنار عليه الامن
لا يقدر وطارت مصنفاته واشتهرت
مقتالاته واول ما انكر عليه اهل عصره
في شهر ربيع الاول سنة ۶۹۸ھ
(البدر الطالع ۱ ص ۶۵)

ہی سخت میں جتنے پہلے تھے ، اور یہ ایک
ایسا عام قاعدہ ہے کہ ہر وہ عالم جس کو محافل
علمیہ میں تبحر ہوتا ہے اور جو اپنے معاصرین
سے فائق ہوتا ہے کتاب اللہ اور سنت
رسول کو اپنا دین سمجھتا ہے ، صادق آتا
ہے چنانچہ نافت دروں کے لئے ضرور ہے
کہ وہ اس کو اچھا نہ سمجھیں اور اس کا ان
کے ساتھ بار بار امتحان ہو پھر اس کو سر
بلندی حاصل ہو اور اسی کی بات ذکر
رہے اور ان آزمائشوں کی وجہ سے اس
کا ذکر خیر پچھلوں میں ثابت ہو جاتا ہے اور
اُس کے علم کو ایسا مرتبہ ملتا ہے جو کسی اور
کو حاصل نہیں ہوتا۔ بس یہی حال اس
امام کا ہے کیونکہ ان کی وفات کے بعد لوگوں نے اُن کے مرتبہ کو پہچانا ہے اور سب سے ایک
زبان ہو کر ان کی تعریف کی ہے ، مگر بعض مخالف بھی ہیں لیکن ان کا اعتبار نہیں ،
ان کی تالیفات بڑے بگے پھیلی ہوئی اور مشہور ہیں۔ ان کے معاصرین نے سب سے پہلے
ربیع الاول ۱۹۸ھ میں اُن پر اعتراض کیا تھا۔

ابن تیمیہ سے اصول : فروع میں بہت سی غلطیاں ہوئی ہیں مگر علماء امت کا یہ بہت بڑا
احسان ہے کہ انھوں نے ہر زمانے میں بڑے سے بڑے عالم کی لغزش سے امت کو آگاہ کر دیا
تاکہ اُسے والے لوگ ان کی ان غلطیوں سے آگاہ رہیں اور امت مگر اہی سے محفوظ رہے چنانچہ
موصوف کے معاصرین میں سے حافظ صلاح الدین خلیل علانی دمشقی المتوفی ۱۰۶۸ھ نے اپنے ایک مکتوب
میں اُن کے تفروقات کو یکجا جمع کر دیا ہے ان کا وہ معلومات افزا مکتوب محدث ناقد شیخ محمد زاہد
کوثری نے ذخائر القصر کے حوالے سے التیغ الصقل میں نقل کیا جو پڑھنے کے لائق ہے ، موصوف
لکھتے ہیں :

قال حافظ ابن طولون في ذخائر القصر في تراجمه
حافظ ابن طولون نے ذخائر القصر میں تراجمہ

نبلاء العمر، عند ذکرہ سبب انتقال
 الشیخ عبد التافع بن عسراق من المذہب
 الحنبلی الی المذہب الشافعی بعد ان
 جعلہ والدہ حنبلیا قال الحافظ صلاح اللہ
 العلانی ذکر المسائل التي خالف
 فیہا ابن تیمیۃ الناس فی الاصول و
 الفروع فمنہا ما خلف فیہا الاجماع
 ومنہا ما خالف فیہا الراج فی المذاهب۔
 فمن ذلک یبین الطلاق، قال بانہ لا یقع
 عند وقوع المحلوف علیہ بل علیہ فیہا
 کفر اربعین، ولم یقتل قبلہ
 بالکفارة فیہا واحد من فقہار المسلمین
 البتۃ ودام افتاؤہ بذلک زمانا طویلا
 وعظم الخطب ووقع فی تقلیدہ جم غفیر
 من العوام وعسم البلاء وان الطلاق
 الحائض لا یقع، وذلک الطلاق فی طہر
 جامع فیہ زوجۃ، وان الطلاق الثلاث
 یرد الی واحدۃ، وکان قبل ذلک قد
 نعتل اجماع المسلمین فی ہذہ المسئلۃ
 خلاف ذلک وان مخالفہ فقد
 کفر، ثم انه افتی بخلافہ وادفع
 خلعت کثیر من الناس فیہ و
 ان القتلۃ اذا ترک عمدا لا یشرع
 قضاؤہا، وان الحائض تلکوف فی البیت
 من غیر کفارة وہو مباح لہا، وان

میں شیخ عبد التافع بن عراق کے تبدیل مسلک
 کا سبب بیان کرتے ہوئے کہ ان کے والد نے
 تو ان کو حنبلی بنایا تھا مگر انھوں نے حنبلی
 مذہب کو چھوڑ کر شافعی مسلک اختیار
 کیا۔ لکھا ہے کہ حافظ صلاح الدین علانیؒ
 نے ان اصولی و فروعی مسائل کا ذکر کیا
 ہے جن میں ابن تیمیہؒ نے خلاف کیا ہے،
 چنانچہ بعض ان میں سے وہ ہیں جن کے
 اندر موصوف نے اجماع کے خلاف کیا
 ہے اور بعض وہ ہیں جن میں مذہب راجح
 کے خلاف کیا ہے، ان ہی میں سے طلاق
 یمین یعنی وہ طلاق جو قسم کے ساتھ واجبہ
 ہوتی ہے، اس کے متعلق انھوں نے کہا
 ہے کہ، جس چیز پر قسم کھائی ہے اس کے
 واقع ہونے کے بعد وہ واقع نہیں ہوتی
 ہے بلکہ قسم کھانے والے پر قسم کا کفارہ
 واجب ہو جاتا ہے حالانکہ ان سے پہلے
 اس مسئلہ میں فقہاء امت میں سے بھی
 کوئی فقیہ کفارہ کا قائل نہیں تھا اور ایک
 زمانہ دراز تک ان کا ہمیشہ یہی فتوے
 رہا ہے اور معاصرت بڑھتے رہے، عوام
 کی ایک بڑی بھاری اکثریت نے ان کی
 تقلید کر لی اور یہ بلا عام ہو گئی اور یہ
 بھی کہ طلاق حالت حیض میں واقع نہیں
 ہوتی اور اسی طرح طلاق اُس طہر میں

واقع نہیں ہوتی جس میں ہمبستری ہو چکی ہو اور یہ بھی کہ تین ملاقول سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ اس مسئلہ میں مسلمانوں کا اجماع اس کے خلاف نقل کر چکے ہیں نیز یہ بھی کہ جس نے اس کی مخالفت کی اس نے کفر کا کام کیا۔ پھر انہی نے اس کے خلاف فتویٰ دیا اور بڑی خلقت کو اس مسئلہ میں بھینسا دیا۔ اور یہ بھی کہ اگر نماز کو قصداً چھوڑا جائے تو اُس کی قضا جائز نہیں اور یہ بھی کہ حائضہ طواف کعبہ کرے اُس پر کفارہ واجب نہیں، طواف اُس کے لئے مباح اور درست ہے اور یہ کہ ٹیکس لے لئے حلال ہیں جس نے زمین کو جاگیر میں دیا ہے اور اگر تاجروں سے ٹیکس لے لئے جائیں تو زکوٰۃ کے عوض میں اُن کی طرف سے کافی ہیں اگرچہ وہ زکوٰۃ کے نام سے نہ لے ہوں اور نہ زکوٰۃ کے دستور کے مطابق لے ہوں۔ اور یہ بھی کہ بہنے والی چیزیں چومیا جیسے جانوروں کے مرنے سے ناپاک نہیں ہوتیں اور یہ کہ جنبی کو نوافل رات میں شتم سے پڑھنا چاہئیں اور اِن نوافل کو فجر کے غسل تک مؤخر نہیں کرنا چاہئے اگرچہ وہ شہر میں ہو۔ میں نے اُن لوگوں کو دیکھا

المکدس حلال لمن اقطعہا اذا اخذ من التجار اجزأتهم عن الزکوٰۃ وان لم یکن باسم الزکوٰۃ ولا علی رسمہا وان لسا یعات لا تنجس بموت الغارۃ ونحو ہا فیہا، وان الجنب لیس علی تلوعہ باللیل بالتیم ولا یؤخرہ الی ان یغتسل عند الفجر وان کان بالبلد وقدر آیت من یفعل ذلک من قلدہ فنعته منہ، وسمعتہ من سئل عن رجل قد تم فرأى لا میر فجنب باللیل فی السفر ویحذف ان اغتسل عند الفجر ان یتیمہ استاذہ فافقاہ بسلوۃ القبح بالتیم، وہو قادر علی النسل، وسئل عن شرط الواقع فقتال غیر معتبر بالکلیۃ بل الوقف علی الشافعیۃ یعبرن الی الحنفیۃ وعلی الفقہاء الی العوفیۃ وبالعکس وکان یفعل ہکذا فی مدرستہ فیعطی منہا الجند والعوام ولا یحضر درساً علی اصطلاح الفقہاء وشرط الواقع بل یحضر فیہا میعاداً یوم الثلاثاء ویحضرہ العوام ویستغنی بذلک عن الدرس وسئل عن جواز بیع اہبات الادلاء ونحوہ وافتی بہ،

ومن المسائل المنفرد بہا فی

الاصول مسألة الحسن والقبح التي يقول
 بها المعتزلة فقال بها
 ونفسه باوصفت فيها وجعلها دين الله
 بل الزم كل ما يبنى عليه كالموازنة في
 الاعمال (فيا الله حينما حكم العقل
 السليم ولم يحكم عقل نفسه الظاهر
 اختلاله جدا بما فاه به في ذات الله
 وصفاته تعالى الله عما يقول الجاهلون)

جنہوں نے اس مسئلہ میں ان کی اقتدا
 کی، تو میں نے ان کو اس سے روکا اور
 میں نے ابن تیمیہ سے سنا جس وقت ان
 ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال ہوا
 کہ جس نے امیر کے لئے بچھونا بچھایا اور
 سفر کے اندر رات میں جنبی ہو گیا اور اس
 کو یہ ڈر ہے کہ اگر وہ فجر کو غسل کرے گا تو
 اس کا اُستاد (افسر) اسے تہم کرے گا۔ تو ہم
 نے اس کو فتویٰ دیا کہ فجر کی نماز تہیم سے

پڑھ لے، حالانکہ وہ غسل پر قادر تھا اور ان سے واقع کی شرط کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا کہ
 شرط کا بالکل اعتبار نہیں ہے بلکہ شافعیہ پر جو وقعت ہو وہ حنفیہ پر صرف کیا جاسکتا ہے
 اور فقہاء پر ہو وہ صوفیہ پر اور اس سے برعکس بھی کیا جاسکتا ہے۔ اور اسی طرح وہ
 اپنے مدرسہ میں بھی کرتے تھے چنانچہ وہ مدرسہ کے دفع میں سے عوام اور شکریوں کو
 دیدیتے تھے اور واقع کی شرط اور فقہاء کی اصطلاح کے مطابق وہ درس میں حاضر نہیں
 ہوتے تھے بلکہ اس مدرسہ میں معتبرہ دن منگل کو حاضر ہوتے اور عوام بھی آتے تھے
 اور اس وجہ سے وہ درس سے مستغنی ہو جاتے تھے۔ اور ان سے اہیات اولاد دام
 ولد لافڈیوں کی بیع و شرا کے جواز کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کو ترجیح
 دی اور اس کے جواز کا فتویٰ دیا۔

وہ اصولی مسائل جن میں وہ منصرف ہیں، حسن و قبح کا مسئلہ ہے جس کے
 معتزلہ قائل ہیں تو یہ بھی اس کے قائل ہو گئے، اس کی حمایت کی اور اس موضوع پر
 کتاب لکھی اور اس کو اللہ کا دین قرار دیا اور ہر اس بات کو جو اس پر مبنی ہو اس کو
 لازم قرار دیا، جیسا کہ اعمال میں موازنہ کرنا ہے پس کیا اچھا ہوتا کہ جس وقت اس نے
 عقل کو حکم مانا عقل سلیم کو حکم مان لیتا۔ اپنی عقل کو جس کی خرابی ظاہر ہے، حکم
 نہ بناتا جس سے اس نے ذات خداوندی اور صفات الہیہ میں کلام کیا ہے حالانکہ اللہ
 تعالیٰ کی ذات اس سے بالاتر ہے جو جاہل اس کے متعلق کہتے ہیں۔

واما مقالات فی اصول الدین فمنہا
ان اللہ سبحانہ عمل للحوادث تعالیٰ اللہ
عما یقول ملو اکبیرا۔

اور لیکن اصول دین میں ان کے تفروقات یہ
سے یہ ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ حوادث کے لئے
عمل ہے اللہ تعالیٰ کی ذات جو وہ کہتا ہے
اس سے بہت بالا دیر تر ہے۔

وانہ مرکب مفتقر الی الدیو والعین
والوجہ والطاق ونحوہا، انتقاء الکل
الی الجوز۔

اور یہ کہ اللہ تعالیٰ مرکب ہے اس کو دہاتھ
آنکھ، چہرہ، ہنڈلی وغیرہ کی احتیاج
ہے، جیسے گل کو جڑ کی طرف احتیاج
ہوتی ہے۔

وان القرآن محدث فی ذاتہ تعالیٰ وان
العالم قدیم بالنوع ولم یزل مع اللہ
مخلوق دائمًا فجعلہ موجبًا بالذات
لا فاعلا بالاختیار، سبحانہ ما احملہ
نہیں، جو کچھ اس نے خواب دیکھا ہے اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔

اور یہ کہ قرآن فی ذاتہ حادث ہے اور عالم
قدیم بالنوع ہے مخلوق ہو کر خدا کے ساتھ
اس کا تعلق دائمی ہے چنانچہ اُس نے
اُس کو موجب بالذات مانا ہے فاعل بالذات

ومنہا قولہ بالجسمیۃ والہجۃ و
والانتقال وهو منترہ عن ذلک
مکانی کا قائل ہوتا ہے اور باری تعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے۔

اور ان ہی میں سے اس کا ذات خداوندی
کے لئے جسمیت، جہت اور انتقال

ومصرح فی بعض تصانیفہ بان
اللہ بعتدر العرش لا اکبر ولا اصغر
تعالیٰ اللہ عن ذلک۔

اور اُس نے اپنی بعض تصانیف میں
بصراحت لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش
کے بعتدر ہے وہ نہ اس سے بڑا ہے
اور نہ اس سے چھوٹا ہے، حالانکہ ذات باری تعالیٰ اس سے بالاتر ہے۔

وصنع جزأ فی ان علم اللہ
لا یتعلق بالایتنا ہی کنعیم اہل
الہجۃ وانہ لا یحیط بغير المتناہی وہی الی
زلی فیہا الامام دینی ابن الجونی فی
البرہان۔

اور ابن تیمیہ نے ایک رسالہ اس مسئلہ میں
لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی
امور سے تعلق نہیں رکھتا ہے جیسے کہ جنہوں
کی نعمتیں ہیں اور یہ کہ وہ غیر متناہی کو
محیط نہیں ہے، یہ وہ بات ہے جس میں امام

داہن جوینی کے قدم رکتاب بُرہان میں
ڈنگ لگائے ہیں۔

اور ان ہی باتوں میں سے یہ ہے کہ
انبیاء علیہم السلام معصوم نہیں ہیں اور
ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جاہ
نہیں ہے جو کوئی آپ کی ذات سے
وسیلہ پکڑے گا وہ خطا کار ہے اور اس موضوع پر کئی ورق کار سالہ بھی لکھا ہے۔

اور یہ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کی زیارت کے لئے سفر کرنا معصیت
ہے اس میں نماز قصر نہیں کی جاسکتی اور
اس میں بڑا ہی خلوک کیا ہے، حالانکہ مسلمانوں
میں اُن سے پہلے اس کا کوئی قائل نہیں ہوا
اور یہ کہ دوزخیوں کا عذاب منقطع

ہو جائے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نہیں
ہوگا، (تقی الدین سبکی نے ایک رسالہ
میں اس کی تردید لکھی ہے جو چھپ چکی ہے)
اور نیز ان کے تفردات میں سے یہ ہے
کہ تورات اور انجیل کے الفاظ میں
تبدیل اور تحریف نہیں ہوئی ہے بلکہ
یہ اسی صورت میں موجود ہیں جن پر وہ
نازل ہوئی تھیں اور تحریف ان کی دلیل
میں ہوئی ہے، اور اس موضوع پر ان
کی ایک اور تصنیف بھی ہے جو میں نے
نہیں دیکھی ہے اور میں تو اس قسم کی باتوں

کے لکھنے پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں چہ جائے کہ اُن کا اعتقاد رکھنا۔

ومنہا ان الانبیاء غیر معصومین
وان نبینا علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام
لیس لہ جاہ ولا یتوسل بہ احد الا و ان
یکون غطاء وصنف فی ذلک عدة اوراق۔

وان النشار السفر لزيارة نبینا
صلی اللہ علیہ وسلم معصیۃ لا تقصر فیہا
الصلوٰۃ وبالغ فی ذلک ولم یقتل بہ
احد من المسلمین قبلہ۔

وان عذاب اہل النار ینقطع ولا
یتابد وجزر التقی السبکی فی الرد علیہ
(مطبوع)

ومن امسراہ ایضاً ان التوراة
والانجیل لم تبدل الفاظہا بل ہی باقیۃ
على انزلت وانما وقع التحریف فی
تأویلہا ولہ فیہ مصنف آخر ما رآیت
واستغفر اللہ من کتابۃ مثل ہذا فضلاً
عن اعتقادہ انتہی ما نقلہ ابن طولون
عن الصلاح العلامی۔

یہاں وہ مسئلہ جن کو ابن طولون نے صلاح الدین ملائی نے نقل کیا ہے ختم ہو گئے

وَمَا ذَكَرَهُ ابْنُ رَجَبٍ فِي مَغْرَدَاتِهِ
اور وہ باتیں جن کا ذکر ابن رجب نے اُن کے
تَفَرُّدَاتِ میں کیا ہے۔ پُورے ہوئے پانیوں
سے جیسے گلاب وغیرہ کا پانی ہے حدیث اٹھ
جانا ہے (یعنی پاک ہو جانا)

وَجَوَازُ الْمَسْحِ عَلَى كُلِّ مَا يَحْتَاجُ فِي زِيَادَةِ
من الرجل الى معاينة باليد او بالرجل
الاخرى، وعدم توقيت المسح على الخفين
مع الحاجة۔

اور ہاتھ یا پاؤں کے معالجہ کے سلسلے
میں کوئی چیز پاؤں پر ایسی ہو کہ اس کے
اُتارنے کی احتیاج ہوتی ہے تو اس پر مسح
کرنا درست ہے اور حاجت کی صورت میں
موزوں پر مسح کرنے کی کوئی مدت نہیں ہے
اور غیر معذور کو وقت کے فوت ہو
نماز جمعہ کے نکل جانے اور عید کے فوت
ہونے کا ڈر ہو تو تیمم کرنا درست ہے۔

وَجَوَازُ التَّيَمُّمِ خَشْيَةَ فُوتِ الْوَقْتِ
لغير المعذور وفوت الجمعة والعیدین۔

اور یہ کہ کم سے کم حیض کی کوئی مدت
نہیں ہے اور نہ اکثر حیض کی کوئی مدت ہے
اور نہ سن ایاس کی کوئی مدت ہے۔

وانه لا حد لاقبل الحيض ولا اكثره
ولاسن الاياس۔

اور نماز قصر جمعہ ٹلے اور بڑے سفر
میں جائز ہے۔

وان قصر الصلاة يجوز في تغيير السفر
وطوله۔

اور بکرہ کے لئے استبراء نہیں ہے
اگرچہ پورے ہو گئی ہو۔

وان البكر لا تستبرأ ولو كانت
كبيرة۔

اور وضو سجدہ تلاوت کے لئے شرط نہیں ہے
اور سابقہ (گھوڑہ وڑ میں شرط) بلا
محلل کے جائز ہوتی ہے۔

وانه لا يشترط الوضوء لسجود التلاوة
وانه يجوز السابقة بلا محلل۔

اور حنبلہ حاصل کی ہوئی عورت کا ایک
حیض کے آنے سے استبراء ہو جاتا ہے اور

واستبراء المختلعة بحیضه و
كذا الموطوءة بشبهه والمطلقة آخر ثلاث

تطبيقات وغیرہ۔ اسی طرح شبہ میں جس عورت سے ہمبستری

ہوئی ہو اور اسی طرح تین طلاق والی عورت وغیرہ کا استبراء ہو جاتا ہے۔
 حکم کہ من شواذ ابن تیمیہ وقد ذکر ابن حجر البیہقی فی الفتاوی الحدیثیہ
 ثواب دیکھو کہ ابن تیمیہ کے کتبہ شواذ اور تفردات ہیں اور ان کے بہت سے نفردات کو حافظ ابن حجر بیہقی نے فتاویٰ حدیثیہ میں بھی ذکر کیا ہے۔

شیخ نعمان الوسی نے نواب صدیق حسن خان کے ایما پر جن کی طرف سے شیخ موصوف کو مالی امداد حاصل تھی، جلالة العینین میں ابن حجر کی پر رد کا ارادہ کیا اور انھوں نے ابن تیمیہ کے دامن کو اکثر شواذ سے پاک کرنے میں بڑا زور لگایا ہے مگر انھیں نہایت ہوئی کیونکہ ابن تیمیہ کی کتابوں کی اثبات نے ان کی اس درجہ حمایت کو اس طرح رُسوا کر دیا کہ جن باتوں کی انھوں نے تردید کی تھی، ان کی ان کتابوں میں تفریح مل گئی، بلکہ عنقریب ان کی اور کتابیں بھی شائع ہو جائیں گی، جیسے التاسیس فی رد اساس التقدیس ہے جس میں حشویہ کی وہ بعض باتیں نظر آئیں گی جن کو ابھی نقل کیا ہے۔ یہ تو اپنے گھروں کو اپنے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے خود گراتے ہیں، ہم نے یونہی سرسری نظر میں ان کے تفردات کے جوہر نے پیش کئے ہیں وہ کافی ہیں۔ شیخ نعمان الوسی نے اپنی تردید

وقد حاول الشيخ نعمان الالوسي بانقاذ صدیق حسن) خان الذی کان لہ بہ مسئلۃ مادیۃ متینۃ الرد علیہ فی جلالہ العینین متوخیا تبرئۃ ساحۃ ابن تیمیہ من غالب تلك الشواذ لکن سقط فی یدہ حیث فصحت ہذہ المرحلۃ من المدعاۃ لابن تیمیہ بطبع کتب لہ فیما بعد تصریح بمافنی ہو عندہ بل ربما تطبع لک کتب اخری مثل رالتاسیس فی رد اساس التقدیس، بالنظر الی ان بعض منائع المحشویۃ نقلہ حدیثاً فیخربون بویہرہم باید یہرم واید المسلمین و فیما ذکرناہ کفایۃ فی لغت النظر الی نماذج من مفرداتہ والشیخ نعمان فی المذکور ناقض حیث یناقض کلامہ فی المذکور ماسطرہ جو فی (غالیۃ الموعظ) لکن قاتل اللہ المادۃ ما دخلت فی شئی الا فسدت و ہولیس باین علی طبع تفسیر والدہ ولو قابلہ احدہم بالنسخۃ المحفوظۃ الیوم بمسکتۃ راغب

پاشا استنبول دہی الفخوہ الی مکان
المؤلف اہل اہل الی السلطان عبد المجید خا
آپ ہی کر لی ہے کیونکہ انہوں نے غالیۃ الموعظ
میں جو کچھ لکھا ہے ان کا کلام اس
کے مخالف ہے۔ اللہ تعالیٰ مادہ کو ہلاک کرے
یہ جس چیز میں داخل ہوا اس کو اس نے
بجھاڑا ہے انہوں نے تو اپنے والد ماجد کی تفسیر کی طباعت میں بھی دیانت داری سے
کام نہیں لیا اگر کوئی اس کا اس نسخے سے جس کو خود مؤلف نے سلطان عبد المجید خا
کی خدمت میں پیش کیا جو آج بھی استنبول میں راغب پاشا کے کتب خانہ میں محفوظ ہے
مقابلہ کرے گا تو اس کو اس امر کا اطمینان ہو جائے گا۔ ہم تو اللہ سے بس سلامتی
کی دعا کرتے ہیں۔

(ملاحظہ ہو "السیف الصقل فی الرد علی ابن زفیل" از تقی الدین علی سبکی

المتوفی ۸۵۶ھ، طبع اول مطبعة السعادة، مصر ۱۹۳۷ء ص ۱۴۱ تا ۱۴۲-)
شیخ عبد الوہاب شعرانی المتوفی ۹۷۳ھ لوائح الانوار فی طبقات الاخیار، طبع قاہرہ
۱۳۱۵ھ ج ۱- ص ۶) میں لکھتے ہیں:

معنی الفتح فی کلام ہولاء القوم حیث
المنقوہ کشف حجاب النفس والقلب
اور الروح اور انسر لما بآیہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم من الکتاب العزیز
والاحادیث الشریفہ اذ الولی قلا ینا
بشرع جدید وانما ینا ینا بالغہم الجدید
فی الکتاب والسنة الذی لم ین یعرف
لاحد قبلہ ولذا لک یستغیر بہ کل الاستغیر
من لا ایمان لہ باہل الطریق ینقول بذالم
یعقل احد علی وجہ الذم وکان الادلی
اخذہ منہ علی وجہ الاعتقاد
واستغادرہ من قائلہ ومن کاندہ

صوفیہ کی اصطلاح میں لفظ فتح جب بولا
جاتا ہے تو اس کے معنی نفس یا قلب یا
روح یا سب سے اس پردہ کا اٹھ جانا ہوتا
ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
لانی ہوئی تعلیمات، قرآن و حدیث کے
سمجھنے میں حائل ہوتا ہے، کیونکہ ولی ہرگز
کوئی نئی تشریح لے کر نہیں آتا، اس کو
کتاب اللہ اور سنت میں نئی فہم عطا کر کے
بھیجا جاتا ہے وہ اسی قسم کی ہوتی ہے،
جس سے اس سے پہلے کوئی آشنا نہیں
ہوتا، اسی لئے اس شخص کو جو اہل معرفت
پر یقین نہیں رکھتا ہے بڑی عجیب معلوم

ہوتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ بات کسی نے نہیں
 کہی اور یہ وہ کسی کی بُرائی کے طور پر نہیں
 کہتا۔ بہتر یہ ہے کہ اس کو بطور عقیدت
 ہی قبول کر لیا جائے اور اس کے قائل
 سے استفادہ کرنا چاہئے اور جس شخص
 کی شان ہی اس کا انکار کرنا ہے تو وہ
 اپنے زمانے کے اولیاء اللہ میں سے
 کسی سے بھی فائدہ نہیں اٹھاتا ہے یہ
 اس کی کھلی ہوئی محدودی کے لئے کافی ہے
 اور معترض بسا اوقات تسکلم کے الفاظ
 کی مراد کے خلاف معنی سمجھتا ہے.....
 محبوب وہ شخص ہے جس کی چشم بصیرت
 کو اللہ تعالیٰ نے دیا نہیں کیا ہے، اگر
 اللہ تعالیٰ اس کی چشم بصیرت کو دے
 فرمادیتا تو وہ اپنی پاک باطنی سے دیکھ لیتا
 اور نور معرفت اور فہم ثاقب سے سن
 لیتا اور معانی غیبیہ سے اشارہ پالیتا،
 اور اس اعتبار سے کہ اس کے سرے
 اس کو پایا ہے وہ اس کی اتباع کرتا،
 آیت پاک میں ہے «فبشر عباد الذین
 یستمعون القول فیتبعون احسنه
 اولئک الذین ہدینا للابواب
 ہم اولوا الالباب» سو تو خوشخبری
 سنا دے میرے بندوں کو جو سنتے ہیں میری
 بات پھر چلتے ہیں اُس پر جو اس میں نیک

الانکار لا یتفتعن باحد من اولیاء عصرہ و
 کفے بذلک خسراً آمیناً در باب الفہم المعزین
 من اللفظ مند ما قصدہ لافظہ.....
 المحبوب الذی لم یفتح اللہ تعالیٰ علی
 عین فہم قلبہ اذ لو فتح اللہ تعالیٰ علی
 عین فہم قلبہ لنظر بصفاء الہمۃ
 وسمع بثاقب الفہم و نور المعرفۃ
 و اخذ الاشارة من معانی الغیب و اتبع
 احسن القول بحسب ما سبق الی سرہ
 قال تعالیٰ فبشر عباد الذین یستمعون
 القول فیتبعون احسنه اولئک الذین
 ہدینا للابواب اولئک ہم اولوا الالباب
 قال الشیخ ابو الحسن الشاذلی رضی
 اللہ عنہ و لعتد ابی اللہ ہذہ الطائفتہ
 بالخلق خصوصاً اہل الجہد ال فقتل ان
 سجد منہم احد اشرح اللہ صدرہ للتفہیم
 بولی معین بل یقول لک نعم نعم ان اللہ
 تعالیٰ اولیاء و اصفیاء موجودین و لکن
 این ہم مسلمات ذکر ہم احد الا اخذ
 یدفعہ و یرد خصوصیت اللہ تعالیٰ لہ و یطلق
 اللسان بالاحتجاج علی کونہ غیر ولی اللہ
 تعالیٰ و غاب عنہ ان الولی لا یعرف
 صفاتہ الا الاولیاء فمن این لغير الولی
 نفی الولاية عن النسا ان ما ذاک الامن
 تصحب کما نری فی زمانہ ان انکار ان

تیمیہ ملینا و علیٰ اخواننا من العارفين
بے دھڑی ہیں جن کو راستہ دیا اللہ
فاحذربا انھی من کان ہذا وصفہ و فر
لے اور دھڑی ہیں عقل والے۔

من مجالستہ فرارک من البیع الفزاری
ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے
جعلنا اللہ وایاکم من المعدل لیبائہ
فرمایا، اس نیک جماعت کو اللہ تعالیٰ
المؤمنین بکراماتہم بمنہ و کرم
نے خلق خدا کے ساتھ ابتلاء اور آزمائش

میں ڈالا ہے اور خلاص طور پر اہل حلال
کے ساتھ چنانچہ ان میں سے کتنی ہی تم کسی کو پاؤ گے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے قلب کو کسی
کی تصدیق کے لئے کھولا ہو، بلکہ وہ تم سے کہے گا کہ ہاں ہم جانتے ہیں کہ اولیاء اللہ اور
برگزیدہ ہستیاں عالم میں موجود ہیں، لیکن کہاں ہیں، تم ان سے کسی ایک کا بھی ذکر
کر دو گے تو وہ رد کرنے پر اتر آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کے خصوصی تعلق کا
انکار کرنے لگے گا، بلکہ اپنا سارا زور بیان اس دلیل کے پیش کرنے میں ختم کر دے
گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ولی نہیں ہے اور اس سے یہ حقیقت پوشیدہ رہے گی کہ
ولی کی صفات کو اولیاء اللہ ہی پہنچاتے ہیں تو غیر ولی کو کہاں سے یہ حق پہنچتا ہو
کہ وہ کسی انسان کی ولایت کا انکار کر دے، یہ نرا تقصیب ہے جیسا کہ ہم اپنے زمانے
میں دیکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ ہمارا اور ہمارے بھائی اولیاء اللہ کا انکار کرتا ہو
میرے بھائی! جس کے یہ رنگ ڈھنگ ہوں اُس سے بچو اور ایسے شخص کی ہمنشین سے
بھی بھاگو جیسے موذی درندے سے بھاگتے ہو، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو اور
تم کو اپنے اولیاء مومنین کی کرامات کی تصدیق کرنے والا بنادے! آمین۔

علامہ ابن تیمیہ کا قلم دمشق میں بحالت قید ۲۰ ذی القعدہ ۷۲۸ھ میں انتقال ہوا، جنازہ میں
ایک خلقت شریک ہوئی۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

- ۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۴۔ ص ۲۷۸ و ۲۷۹۔
- ۲۔ البدایہ والنہایہ، ج ۱۴۔ ص ۱۳۲ تا ۱۴۱۔
- ۳۔ النجوم الزاہرہ، ج ۹۔ ص ۲۷۱ و ۲۷۲۔
- ۴۔ المنہل الصافی، ص ۳۳۶ تا ۳۴۰۔
- ۵۔ فوات الوفيات، ج ۱۔ ص ۳۵ تا ۴۵۔
- ۶۔ مرآة الجنان، ج ۴۔ ص ۲۷۷ و ۲۷۸۔
- ۷۔ الدارس فی تاریخ المدارس ج ۱۔ ص ۷۵ تا ۷۷۔

- ۸۔ البدر الطالع، ج ۱۔ ص ۶۵۔
 ۹۔ نہرس النجارس، ج ۱۔ ص ۱۹۹ تا ۲۰۲۔
 ۱۰۔ کنوز الاعداد از کرد علی، ص ۳۶۰ تا ۳۶۹۔
 ۱۱۔ الامام ابن تیمیہ از ابو زہرہ۔
 ۱۲۔ اتحاف النبلاء، ص ۲۰۲ تا ۲۲۱۔
 ۱۳۔ ذب و بابات الدراسات (اشارہ)۔

عبد الرحمن نام ابو الفرج کنیت، زین الدین لقب اور ابن رجب عرف ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے:
 عبد الرحمن بن احمد بن رجب عبد الرحمن بن حسن بن محمد ابی البرکات مسعود بغدادی
 و مشقی حنبلی۔

ربیع الاول ۴۳۶ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم کے بعد ۴۷۲ھ میں حدیث و فقہ
 کی تکمیل کے لئے والد کے ساتھ دمشق آئے۔ یہاں شیوخ عصر سے حدیث کا سماع کیا، مکہ میں فخر بخاری
 سے حدیثیں سنیں، شیخ ابن فقیہ اور نووی سے روایت حدیث کی اجازت لی، حافظ ابن حجر عسقلانی
 الدرر الکامنه ج ۲۔ ص ۲۲ میں لکھتے ہیں:

اکثر من المسموع و اکثر الاشتغال حتی
 ہر..... و قرأ القرآن بالروایات
 موصوف نے کثرت سے سماع کیا اور حدیث
 کے ساتھ بڑا شغف رکھا یہاں تک کہ اس
 میں ہمارت پیدا کی، قرآن مجید مختلف
 روایتوں سے پڑھا، بہت سے شیوخ
 سے تحصیل کی اور اپنا ایک مفید مشیخہ بھی تیار کیا

حافظ تقی الدین ابن فہد کئی متوفی ۸۵۰ھ نے لحظہ الحافظ بذیل طبقات الحفاظ میں موصوف
 کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے:

عبد الرحمن..... الحنبلی الامام الحافظ النجہ و الفقیہ العمدۃ احد العلماء الزہاد و
 الائمۃ العباد مفید المحدثین واعظ المسلمین شہاب الدین ابو العباس و ابو الفرج
 سمع خلقاً۔

پھر لکھا ہے:

حدث فری عنہ جماعة له المؤلفات
 السدیة و المصنفات المفیدۃ کان
 رحمہ اللہ تعالیٰ اماماً و رعاً زاهداً مالم
 حدیث کا درس دیا اور ایک جماعت سے
 روایت کی، ان کی تالیفات درست
 ہیں اور ان کی تصانیف مفید ہیں، مرحوم

القلوب بالحبۃ الیہ واجتمع الفرق
ملیہ کانت مجالس تذکرہ الناس عامۃ
نافعۃ للقلوب صادقة۔
متقی اور زاہد تھے دلِ حجت سے ان کی
طرف جھکتے تھے اور مختلف فرقوں کا اُن
پر اتفاق تھا، اُن کی وعظ و نصیحت کی
مجلسیں لوگوں کے لئے عام طور پر مفید ہوتی تھیں اور قلوب میں انگسار پیدا کرتی
تھیں۔

شہاب الدین ابن حجرؒ کا بیان ہے :
اتقن فی الحدیث وصار اعرف اہل عصرہ
بالعلل ومتبع الطرق، تخرج بہ غالب
اصحابنا المناہلۃ۔
حدیث میں پختہ استعداد ہم پہنچائی
اور اپنے زمانے میں عللِ حدیث کے سب سے
زیادہ ماہر ہوئے، طرقِ حدیث کا متبع
کیا ہمارے اکثر حنبلی حضرات نے انہی سے
حدیث کی تحصیل کی۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ انبار النعم فی ابناء العزم میں فرماتے ہیں :
دکان صاحب عبادة وتجدد ونفسم علیہ
افناؤه بمقالات ابن تیمیہ ثم ظہر الرجوع
عن ذلک فافتره التیمیون فلم یکن مع
ہؤلاء ولا مع هؤلاء تخرج بہ غالب اصحابنا
المناہلۃ دمشق۔
بڑے عابد اور تجدید گذار تھے، اقوالِ
ابن تیمیہؒ پر فتویٰ دینے سے ان پر اعتراض
کسیا گیا پھر انھوں نے اُس سے رجوع کا
اظہار کیا تو ابن تیمیہؒ کے متبعین نے ان سے
نفرت کرنا شروع کر دی سو یہ نہ اُن کے
ساتھ ہوئے اور نہ ان کے ساتھ بڑے دمشق میں ہمارے اکثر حنبلی حضرات نے ان سے
حدیث پڑھی ہے۔

شیخ زاہد کوثریؒ نے اس پر تعلیقات میں یہ لکھا ہے :

وعند ابن رجب بعض نزعات الی شواذ
ابن التیمم وشيخہ فی مولفانہ وان
اظہر الرجوع عنہا فلعل ذلک فیما
الفسہ قبل فتلح کتبہ علی حیطة۔
ابن رجب کی تالیفات میں ابن تیمیہؒ اور اُن کے شیخ
ابن تیمیہؒ کی طرف بعض میلانات پائے جاتے ہیں
اگرچہ انھوں نے اس سے رجوع کا بھی اظہار کیا ہے
سو غالباً یہ رجحانات ابتدائی تالیفات میں ہوئے
کے لہذا تم کو پہلے ان کے کتابوں کو بتمامہ دیکھو۔

مورخ ابن العباد، شذرات الذهب، ج ۶ - ص ۳۳۹ میں تحریر فرماتے ہیں:
 وكان لا يعرف شيئاً من أمور الناس و انھیں لوگوں کے معاملات سے کوئی تعلق
 لا يتروا الى احد من ذوي الولايات و نہ تھانہ ان کا حکام اور ارباب اقتدار میں
 كان يسكن بالمدرسة السكرية بالقصاين کسی کے پاس آنا جانا تھا قصا عین کے
 اندر مدرسہ سکر یہ میں ان کا قیام تھا۔

حافظ ناصر الدین نے گورکن سے نقل کیا ہے کہ شیخ نور الدین نے انتقال سے چند روز
 پیشتر قبر کی جگہ پسند کر لی تھی اور قبر کھودنے کے لئے گورکن کو حکم دیا تھا۔ جب اس نے لحد تیار
 کر دی تو موصوف نے اُس میں اتر کر دیکھا اور فرمایا کہ اچھی ہے۔ ابھی چند دن گذرے تھے کہ
 بروز دوشنبہ ۲۰ رمضان ۷۹۵ھ میں انتقال ہو گیا اور دمشق کے اندر باب الصغیر میں فقیہ
 ابو الفرج عبد الواحد شیرازی کے پائیں دفن کئے گئے۔

ان کی تالیفات حسب ذیل ہیں :

(۱) القواعد الکبریٰ۔ اس کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے اجاد فیہ (اس میں خوب کلام
 کیا ہے۔)

(۲) شرح علی الزی، اس کے متعلق محدث کوثری تعلیقات لحظہ الالحاظ میں لکھتے ہیں :

”و جده غریب العلم جلیل الفوائد لفقول الشارحة لا يستغنی عنه بالعلل ومصطلح الحديث“

(۳) الاستخراج لاحکام الخراج۔ (۴) الاستغناء بالقرآن۔

(۵) استنشاق نسیم الانس من نفحات ریاض القدر۔ (۶) احوال القبور۔

(۷) التحویف من النار والتعریف بجمال دار البوار۔ (۸) تقریر القواعد و تحریر الفوائد۔

(۹) جامع العلوم والحکم فی شرح اربعین حدیث من جوامع الکلم۔

(۱۰) الذیل علی لمعات الحنبلیۃ لابن یسلی۔ (۱۱) ریاض الانس۔

(۱۲) فتح الباری فی شرح الجامع الصغیر للبخاری۔ (۱۳) لطائف المعارف فیما للیوم من الاطائف۔

(۱۴) مولدات فی فضائل الشہور۔ (۱۵) الامام فی فضائل بیت اللہ الحرام۔

(۱۶) الاقتباس من مشکوٰۃ وصیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابن حباس۔

(۱۷) کشف الکربة فی وصف حال اہل الخربة۔ (۱۸) رسالۃ فی شرح حدیث بدآ الاسلام غریباً۔

(۲۰) رسالۃ فی معنی العلم۔

(۱۹) رسالۃ فی التوحید۔

حالات کے لئے ملاحظہ ہوا

(۱) الدرر الکامنه، ج ۲۔ ص ۳۲۱ و ۳۲۲۔

۲۔ لحاظ الذخائر ذیل طبقات الحفاظ، ص ۱۸ تا ۱۸۔

۳۔ المدارس فی المدارس، ج ۲۔ ص ۷۶ و ۷۷۔ ۴۔ شذرات الذہب، ج ۶۔ ص ۳۳۹ و ۳۴۰۔

۵۔ البدر الطالع، ج ۱۔ ص ۳۲۸۔ ۶۔ فہرست الفہرست، ج ۲۔ ص ۶۰ و ۶۱۔

۷۔ ہدیۃ العارفین، ج ۱۔ ک ۵۲۷ و ۵۲۸۔

محدث فقیہ ظاہری

علی نام، ابو محمد کنیت اور ابن حزم عرف ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

علی بن احمد بن سعید بن حزم الاموی الیزیدی القطبی۔

۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے، ارباب کمال سے علوم کی تحصیل کی اور بڑا کمال حاصل کیا۔ علامہ ابو عبد اللہ

حمیدی کا بیان ہے:

ابو محمد فقیہ اور حدیث کے حافظ تھے، کتاب

وسنت سے احکام نکالتے تھے، تمام علوم

کے زبردست عالم تھے اور اپنے علم کے مظاہر

عمل بھی کرتے تھے، ہم نے اُن کے جیسا حال

نہیں دیکھا کہ جس میں ذکاوت جلدی یاد

کرنے کی صفت، شرافت نفس، وینداری

سب جمع ہوں۔ ان کو شعر و ادب میں بھی

خوب ملکہ تھا اور بڑی ہمارت حاصل

تھی۔ میں نے ان سے بڑھ کر فی البدیہ شعر

کہنے والا نہیں دیکھا، ان کے بہت سے شعر

ہیں جنہیں میں نے حروفِ تہجی پر مرتب کیا ہے

کان ابو محمد حافظ اللہ حدیث و فقیہ مستنبطاً

للاحکام من الکتاب و السنة متفہناً فی

علوم جمة عاظاً بعلومہ و اراینا مثله فیما اجتمع

لہ من الذکا و سرعتہ الحفظ و کرم الناس

و التذہب و کان لہ فی الادب و الشعر نفس

واسع و باع طویل و ارایت من یقول الشعر

علی البدیہ سہ اسرع منہ و شعرہ کثیر مجتہد

علی حروف المعجم۔

(تذکرۃ الحفاظ، ج ۳۔ ص ۱۱۴)

قاضی صاعد بن احمد اندلسی فرماتے ہیں :

کان ابن حزم اجمع اہل الاندلس کلہم
لعلم الاسلام وادسہم معرفتہ
ولہ مع ذلک توسع فی علم البیان وحظ
من البلاغۃ ومعرفة بالسیر والانساب
ابن حزم اہل اندلس کے اندر علوم
اسلامیہ میں سب سے زیادہ جامع اور
سب سے زیادہ وسیع معلومات کے حامل
تھے، انھیں علم بیان میں وسعت نظر
کے باوجود بلاغت سے بھی حصہ وافر ملا تھا اور سیر و انساب کے بھی عالم تھے۔

مورخ سمعانی کتاب الانساب میں رقمطراز ہیں :

ابو محمد کان من افضل اہل عصرہ وبلاد
المغرب صنعت التصانیف وکان حافظا
فی الحدیث وکان یسل الی مذہب اصحاب
الظاهر علی ما سمعت۔
بلاد مغرب میں ابو محمد اپنے معاصرین میں
سب سے افضل تھا اُس نے بہت کتابیں لکھی
ہیں، وہ حافظ حدیث تھا اور جیسا کہ میں
لے سنا ہے اس کا اصحابِ ظواہر کی طرف
میلان تھا۔

(الانساب نسبت یزیدی)

قاضی ابوبکر ابن العربی فرماتے ہیں :

ابتدا ابن حزم اولاف تعلق بمذہب الشافعی
ثم انتسب الی ابی داؤد ثم حلیح الكل و
استقل وزعم اند امام الائمة یفتح
ویرفع یمسک ویشرع واتفق کونہ من ائمہ
لانفسہم الامام سائل فیطالبہم
بالدلیل ویقضا حکم بہم
و ذکر لقیۃ الخط علیہ فی کتاب العوامم و
العوامم۔
شروع شروع میں ابن حزم نے شافعی مذہب
اختیار کیا پھر اس کا انتساب داؤد ظاہری
کی طرف ہوا پھر سب کو خیر باد کہا اور اپنی
رائے پر عمل کرنا شروع کیا اور یہ سمجھا
کہ خود بھی امام الائمہ ہے جو وضع قانون
کرتے اور حکم ساقط کرتے، حکم دے، شرع
بناتے، اتفاق سے وہ ایسی اقوام سے تھا
ہو اجن کو مسائل میں نظر نہ تھی چنانچہ یہ

ان سے دلیل مانگتا اور ان پر ہنستا تھا۔ ابن عربی نے اس پر باقی اعتراض کتاب العوامم
والعوامم میں کئے ہیں۔

حافظ شمس الدین ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں :

کان الیہ المنتہی فی الذکار والمحفظ
ذکاوت، حفظ اور علوم میں وسعت نظر

وسعة الدائرة في العلوم وكان شافعيًا
ثم انتقل إلى القول بالظاهر ونفى
القول بالقياس وتشك بالعموم والبراة
الأصلية وكان صاحب فنون في
دين وتورع وتزهد وتحرر للصدق وكان
ابوه وزيرًا جليلًا كبير الشأن وكان
لأبي محمد كتب عظيمة لا يساكنها كتب الحديث
والفقه وقد صنّف كتابًا كبيرًا في فقه
الحديث سماه الإيصال إلى فهم كتاب الفصائل
الجامعة بمجلد ثمانية الإسلام والحلال والحرام
والسنة والاجماع وأورد فيه أقوال الصعابة
فمن بعدهم والمجمل لكل قول وهو كبير جدا قال
أبو حامد الغزالي وجدت في أسرار الله تعالى
كتابًا بالغ أبو محمد ابن حزم يدل على فقه وسيلان
ذميمة

ان پر ختم ہو گئی تھی یہ پہلے شافعی تھے پھر لاہری
بن گئے اور قیاس کے قائل نہیں رہے عموم سے
استدلال کرتے ہیں اور برآت اصلیت (باب)
اصلیت، دلیل قرار دیتے ہیں بہت فنون
کے عالم تھے، ان میں دینداری، پرہیزگاری
اور راست گوئی تھی، ان کے باپ بڑی
شان و شکوہ کے وزیر تھے ابو محمد کی بڑی شا
کی کتابیں ہیں خاص طور پر حدیث و فقہ
کی، انہوں نے فقہ حدیث میں ایک بہت
بڑی کتاب لکھی ہے جس کا نام الإيصال إلى فهم
كتاب الفصائل ہے جو شرائع اسلام حلال
حرام، سنت اور اجماع کی جامع ہے اس
میں پہلے صحابہ کے اقوال کو ذکر کیا پھر
تابعین کے اقوال سے بحث کی ہے اور ہر
ایک کی دلیل بیان کی ہے، یہ نہایت عظیم
الشان کتاب ہے۔ ابو حامد غزالی فرماتے

ہیں میں نے اسمائے باری تعالیٰ میں ایک دیکھی جو ابو محمد ابن حزم کی تالیف تھی وہ کتاب
ان کے عظیم الشان حافظہ اور تیز بینی ذہن کی شاہد عدل ہے۔

مورخ اندلس البومروان بن حبان کا بیان ہے:

كان ابن حزم عالِم فنون من حديث و
فقه ونسب وادب مع المشاركة في
انواع التعاليم القديمة وكان لا يخلوا
في فنون من غلط بجزأة في السؤال على كل
فن و مال ادلا الى قول الشافعي وناضل
عنه حتى نسب الى الشذوذ وفسد استهتد
ابن حزم فنون حدیث و فقہ، انسب ادب
کا جامع تھا اور دیگر قدیم اصناف علوم میں
بھی جس کو مناسب سمجھتی، وہ کسی فن میں غلطی
سے خالی نہیں ہے گو اس نے اپنی بے باکی
کی وجہ سے ہر فن میں سوال اٹھائے ہیں
پہلے اس کا میلان امام شافعی کے اقوال

کثیرین فقہار عصرہ ثم مدل الی الظاہر فجادل
عنفہ ولم یکن یملط فی صدرہ بما عندہ
یتعرض ولا ینزک بل یصک بہ معارضتہ
صکت الحمد للہ وینسف فی النفس الناسات
الحدول فمال علیہ فقہار عصرہ واجموا علی
تفصیلہ وشنوا علیہ وحذروا اکابرہم
من قبیلہ ونہوا عوامہم عن الاقتراب
منہ فطفقوا یحسبونہ وہو مصر علی طریقۃ
حتی کسل لہ من تصانیفہ وقربعہ لم یتجاوز
اکثر باعقبہ بابہ لزیادہ العلماء فیہا حتی لقد
احرق بعضہا باشبیلیہ ومرت عانیۃ
ولم یکن مع ذلک سالما من اضطراب رایہ
وکان لا یطہر علیہ اثر علمہ حتی یسل فیغفر
منہ علم لا یمدر الدلاء عایزید فی
بغض الناس لہ تعصبہ لبنی امیۃ باضیہم
وباقیہم واعتقادہ لمحضہ اما متہم حنہ
نسب الی النصب۔

کی طرف ہوا اور الہ کی طرف سے موافقت کرنا
شروع کی یہاں تک کہ شاذ اقوال کی طرف
منسوب ہوا اور اپنے زمانے کے بہت سے
فقہار کا نشانہ بن کر بنا پھر ظاہر کی طرف مائل
ہوا اس کی حمایت میں لڑا وہ اپنے پیش نظر
دلائل کی بنا پر بحث و کراہ میں نرمی نہیں
برتنا تھا اور نہ سختی کے بعد نرم ہونا جانتا
تھا بلکہ وہ اس زور سے حملہ کرتا تھا کہ
جیسے چٹان کو توڑتا ہے اور اس کو اپنے
زعم میں اس طرح اڑاتا ہے جس طرح
رائی کا دانہ اڑایا جاتا ہے اس وجہ سے
اس کے زمانے کے فقہار اُس پر پل پڑے
اور اس کی گراہی پر اتفاق کر لیا اور
اُس کو بھٹ بڑا بھلا کہا اور اُن کے
اکابر نے ان کو اس کے مقابلے سے بچایا
اور عوام کو اس کے پاس جانے سے روکا
چنانچہ وہ برابر اُس کی مخالفت کرتے رہے
اور وہ اپنے طریقہ پر اُٹل ہو گیا یہاں تک

کہ اُس کی تصانیف ایک اونٹ کے برابر ہو گئیں اور بیشتر اس کے دروازے سے باہر بھی
نہ نکل سکیں، کیونکہ علماء کو ان کتابوں سے بیزاری تھی تا آنکہ ان میں سے کچھ اشبیلیہ میں
نذر آتش کر دی گئیں اور برسرِ عام ان کو چاک کیا گیا اور اس کے باوجود

اس کی رائے اضطراب سے خالی نہیں اس پر علم کا اثر اس وقت تک نمایاں نہیں ہوتا،
جب تک اس سے سوال نہیں ہوتا جب اس سے پوچھا جاتا ہے اس وقت اس کا علم اس
طرح موجزن ہوتا ہے کہ اس کو ڈول مکر رہیں کرتے اور لوگوں میں
اُس کے متعلق بغض کی زیادتی کا سبب سلف و خلف بنی امیۃ کے بے جا حمایت کرنا ہو

اور اس کا ان کی امامت کی صحت پر اعتقاد رکھنا، اسی وجہ سے اس کو ناموسی تک کہا گیا ہے۔

حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ، ج ۱۲۔ ص ۹۲ میں لکھتے ہیں:

هو الامام الحافظ العلامة ابو محمد علي.....
 فخر العتر آن واشتغل بالعلوم
 النافعة الشرعية دبر زفيا وفاق
 اهل زمانه وصنع الكتب المشهورة....
 وكان اديبا طليبا شاعرا فصيحا وكان
 من بيت وزارة ورياسة ووجاهة ومال
 وثروة وكان مصاحبا للشيخ ابي عمر بن البر
 النمري..... وكان ابن حزم كثير التوجه
 في العلم بلسانه وقلمه فادرث ذلك
 منتدانا في قلوب اهل زمانه..... والعجب
 كل العجب منه انه كان ظاهريا حائرا
 في الفروع لا يقول بشي من القياس
 لا الجلي ولا غييره وهذا الذي وضعه
 عند العلماء وادخل عليه خطا كبيرا
 في نظره وقصره وكان مع هذا من
 اشد الناس تاديفا في باب الاصول و
 آيات الصفات واحاديث الصفات لانه
 كان اول ما تدفعه من علم المنطق اخذه
 عن محمد بن الحسن المذحجي الكنا في القرطبي
 ذكره ابن ماكولا وابن خلكان فغضبوا لكان
 حاله في باب الصفات.

امام، حافظ، علامہ ابو محمد علی..... نے پہلے
 قرآن مجید پڑھا اور نفع بخش شرعی علوم
 کی تحصیل میں منہمک ہو گئے اور ان میں
 وہ نمایاں ہوئے اور اپنے ہم عصروں سے
 فائق ہو گئے اور بہت سی مشہور کتابیں
 تصنیف کیں، وہ ادیب، طلیب اور
 فصیح شاعر تھے، باعزت، امیر وزیر
 اور رئیس گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور
 شیخ ابو عمر بن عبد البر نمری کے رفیق تھے
 ابن حزم زبان و قلم دونوں سے علماء
 کی شان میں بہت زیادہ گستاخ تھے
 اسی بات نے ان کے معاصروں کے دل
 میں ان کی طرف سے کینہ پیدا کر دیا تھا
 اور اس بات پر سخت تعجب ہے کہ وہ
 ظاہری تھے اور فروع میں بھی ان کی
 روش یہی تھی وہ قیاس جلی اور خفی سے
 بھی کوئی بات نہیں کہتے تھے، یہی وہ
 بات ہے جس نے علماء کی نظر میں ان کا
 رتبہ گھٹا دیا تھا اور اسی چیز نے ان کے
 فکر و نظر کو بڑی بڑی غلطیوں میں ڈالا
 بایں ہمہ وہ اصول کے باب میں باری
 تعالیٰ کی صفات میں آیتوں اور حدیثوں

میں سب سے زیادہ تادلیں کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے پہلے علم منطق میں مہارت حاصل کی تھی اور اس فن کو محمد بن الحسن ندجی کثافتی قرطبی نے پڑھا تھا جیسا کہ ابن ماکولا اور ابن خلکان نے بیان کیا ہے اسی وجہ سے صفات کے باب میں ان کا روشنی اچھی نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لسان المیزان (ج ۲- ص ۱۹۸) میں تحریر فرماتے ہیں:

انتقل الی مذہب الظاہر وتعصب لہ و
صنف فیہ رد علی مخالفیہ وکان واضح
الحفظ جدا لانه لثقة حافظہ کان بہجم
کالمقول فی التحدیل والتجریج وتبیین
اسرار الرواة فیقع لہ من ذلک ماہم شنیعة
وقد نتج کثیرا منها الحافظ قطب الدین
الحلبی ثم المصری من المحلی خاصة.....
ومما یباب بہ ابن حزم وقوعہ فی الایۃ الکلیا
باقی عبارة و شیخ رد وقد وقعت بنیہ
وبین ابی الولید الباجی مناظرات و مناقرا
قال ابو العباس بن العریف الصالح الزاہر
لسان ابن حزم وسیف الحجاج شقیقا

وجہ سے ابن حزم پر نکتہ چینی ہوئی جو اس کا بڑے بڑے ائمہ کی شان میں بڑے الفاظ لکھا اور غیر شائستہ طریقہ پر تردید کرنا ہے، اس کے اور ابو الوالیہ لیث الباجی کے درمیان مناظرے اور مباحثے ہوئے ہیں ابو العباس ابن عریف صالح زاہد کا بیان ہے کہ ابن حزم کی زبان اور حجاج کی تلوار ایک دوسرے کی چیسٹیں ہیں۔

علامہ ابن حزم کی معرکہ الآراء تصنیف المحلی کے متعلق حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۵۰ میں شیخ الاسلام عزالدین بن عبد السلام سے ناقل ہیں:

قال عز الدین بن عبد السلام ہا آیت
فی کتب الاسلام فی العلم مثلی المحلی
میں نے علم کے اندر اسلامی کتابوں میں
عملی ابن حزم اور شیخ موفق کی منفی کے

لابن حزم والمعنی للشیخ الموفق۔
حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

اول سماع سنة تسع وتسعين و
ثلاثمائة، وكان اليه المنتهى في الذكاء
وحدة الذهن وسعة العلم بالكتاب
والسنة، والمذاهب والمسائل و
التحليل والعربية والآداب، والمنطق و
الشعر مع القديق والديانة والذمة
والسودد والرئاسة والثروة وكثرة الكتب
وكتاب العبر، ج ۳، ص ۲۳۹ مطبع
کویت ۱۹۶۱ء

اُن کے سماعِ حدیث کا آغاز ۳۹۹ھ
سے ہوا ہے، ذکاوت اور بے پناہ ذہانت
کتاب و سنت کی وسیع معلومات،
مذاہب اور اقوام و ملل کے ادیان،
عربیت، آداب، منطق اور شعر گوئی
کے ساتھ ساتھ، صداقت، دیانت،
ذمہ داری، سیادت، ریاست و ثروت
اور کثرتِ کتب کا ان پر خاتمہ ہو گیا۔

مورخ جمال الدین ابن تغری بردی المتوفی ۸۷۲ھ النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر و
القاهرہ ج ۵۔ ص ۷۵ میں لکھتے ہیں:

ابو محمد المعروف بابن حزم المتحدث صاحب
التصانيف المشهورة كان ظاهري المذهب
وقد تكلم في كل احد ماعلا اهل الحديث
فانهم اثبتوا على حفظهم، كان اماما
عارفا بفنون الحديث الا انه كان صاحب
لسان خبيث و يلقح في حق العلماء الاعلاء
حقا صار مثلاً، فيقال اخوذ بالشر من سيف
الحجاج و لسان ابن حزم.

ابو محمد محدث جن کا عرف ابن حزم ہے اور
ان کی تصنیفات بھی مشہور ہیں یہ ظاہری
مذہب رکھتے تھے، ان کے بارے میں اہل
حدیث کے سوا ہر ایک نے کلام کیا ہے
کیونکہ اہل حدیث نے ان کے حفظ پر اعتماد
کیا ہے وہ فنونِ حدیث کے ماہر اور امام
تھے مگر اس کے ساتھ وہ بڑے بد زبان
بھی تھے نامور علماء کی شان میں انھوں

نے زبانِ طعن دراز کی یہاں تک کہ وہ اس میں ضربِ المثل ہو گئے چنانچہ کہا جاتا
ہے ”ہم خدا سے حجاج کی تلوار اور ابن حزم کی زبان سے پناہ مانگتے ہیں“

شیخ عبد الوہاب شعرانی المتوفی ۹۷۳ھ لطائف المنن، ص ۳۳۰ میں رقمطراز ہیں:
روایہ الحدیث من مطالعة کتب ابو محمد بن حزم ظاہری کی کتابوں کے مطالعہ

ابن محمد ابن حزم الظاہری الالبعد
التفلیح من علوم الشریعۃ لاسیما
بافیہا متا بتعلق باصول الدین وقواعد
العقائد والمعانی والحقائق لانه رحمہ اللہ
نعمالی لم یکن لہ ید فی ہذہ العلوم وانما
اخذہا بالغیم فلم یحسن کلامہ فیہا۔
تھی، ان کو اصول نے محض اپنی سمجھ سے نکالا ہے اسی وجہ سے ان میں ان سے اچھا
کلام نہیں ہوا۔

ذواب صدیق حسن خاں اتحاد النبلاء^{۳۷۱} میں لکھتے ہیں:

گویم چوں ایں ہمہ وقوع ادا زہمت تہ صلب
اور در اتباع واجتناب از ابتداء بود
اکثر ائمہ را مقلد محض یافتہ و حامی احباب
در میان خود دیدہ و رخص سنن صحیحہ و نبذ
کتاب اللہ و تمسک بغرور مجتہد فیہا
مشاہدہ نمودہ زبان را در ذم ایشاں
مطلق ساختہ اگر نیت صالحہ ہمراہ دادہ
انشاء اللہ تعالیٰ ضررے از آن بسو کوے
عائد نخواہد شد و لہذا شیخ اکبر در باب
ثالث و عشرین دانتین از فتوحات مکہ
گفتہ غایۃ الوصلۃ ان یکون اشی
عین ناظر لہ ولا یعرف اندہ ہو کما رایت
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام وقد
عانق ابامحمد بن حزم الحدیث غلاب الواحد
فی الآخر سلم ترالا واحدا و ہو رسول اللہ

میں کہتا ہوں کہ جب ان کی یہ تمام باتیں
محض اتباع سنت میں سختی اور بدعت
سے اجتناب کی بنا پر ہوئی تھیں اور مقلد
نے بیشتر ائمہ کو مقلد محض پایا اور اپنے
زمانے کے علماء اور درویشوں کا
حامی دیکھا، سنت صحیحہ اور کتاب اللہ
کا تارک اور مجتہد فیہ فروعی مسئلوں کا
پابند پایا تو ابن حزم نے ان کی مذمت
میں زبان کھولی، اگر اس کے ساتھ ان
کی نیت درست ہے تو انشاء اللہ اس
کی طرف سے ان کو کچھ بھی نقصان نہ ہوگا
اور اسی وجہ سے شیخ اکبر نے فتوحات مکہ کے
۲۲۳ ویں باب میں لکھا ہے "وصال
کی انتہا یہ ہے کہ کوئی شے جس سے اس کا
وجود ہے اس کی عین بن جائے اور اس

صلی اللہ علیہ وسلم فہذہ غایۃ الوصلۃ
وہو المعبر عنہ بالاتحاد۔

طرح اس میں گم ہو جائے کہ اُس کے وجود
ہی کا پتہ نہ چلے جیسا کہ میں نے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ محدث
ابو محمد بن حزم سے گٹے ملے تو ایک دوسرے ہیں اس طرح غائب ہو گئے کہ بس ایک ہی
ذات نظر آئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تھی، یہی وصال کی انتہا
ہے اور اسی کو نسبت اتحادی سے تعبیر کرتے ہیں۔

حافظ ستید عبدالحی الکتانی فہرہ الفہارس والاثبات، ج ۱۔ ص ۲۶۶ میں لکھتے ہیں:
مب الغنیۃ الحافظ فخر الدین والاسلام وہ فقیہ، حافظ، فخر الدین والاسلام ابو محمد علی
ابو محمد علی بن احمد بن سعید ابن حزم الفارسی الفقیہ المحدث الاثری المتوفی
۵۱۲ھ قال فیہ الحافظ الذہبی فی کتابہ سیر النبلاء بعد ذکر مناقبہ ومعاہدہ
وانا امیل الی محبۃ ابی محمد لمحبتہ بالحدیث الصبیح ومرفقہ بہ وان کنت لا اوافقہ فی
کثیر مما یقولہ فی الرجال والعلل والمسائل البشعۃ فی الاصول والفروع واقطع
بخطاہ فی غیر مسالک ولا کن لا اکفرہ ولا اضللہ وارجو العفو والمسامحۃ واخضع
نفسہ ذکاۃ وسعة علمہ۔

یقینی طور پر خطا کا سمجھنا ہوں لیکن نہ میں ان کی تکفیر کرتا اور نہ ان کو گمراہ
سمجھتا ہوں، میں ان کے حق میں عفو و درگزر کا امیدوار ہوں اور ان کی بے پناہ
ذکاوت اور وسعت علمی کا لوہا مانتا ہوں۔

بروز جمعہ ۱۵ رجب ۱۰۹۲ھ میں انتقال ہوا اور لیلہ (جو اندلس میں ایک شہر ہے)
میں دفن کئے گئے۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو :

- (۱) کتاب القلہ، ص ۲۰۸ تا ۲۱۰۔
 (۲) جذوة المقتبس، ص ۲۹۰ تا ۲۹۳۔
 (۳) مطلع الانفس، ص ۵۵ و ۵۶۔
 (۴) بغیۃ الملتبس، ص ۲۰۳ تا ۲۰۵۔
 (۵) تاریخ الحکماء، ص ۲۳۲ و ۲۳۳۔
 (۶) وفيات الاعیان، ج ۱۔ ص ۲۲۸ تا ۲۳۱۔
 (۷) معجم الادباء، ج ۱۲۔ ص ۲۳۵ تا ۲۵۷۔
 (۸) تذکرۃ الحفاظ، ج ۳۔ ص ۱۱۴ تا ۱۱۵۔
 (۹) البدایہ والنہایہ، ج ۱۲۔ ص ۹۱ و ۹۲۔
 (۱۰) لسان المیزان، ج ۲۔ ص ۱۹۸۔
 (۱۱) النجوم الزاہرہ، ج ۵۔ ص ۷۵۔
 (۱۲) شذرات الذهب، ج ۳۔ ص ۲۹۹۔
 (۱۳) نفع الطیب، ج ۶۔ ص ۲۰۲ تا ۲۲۲۔
 (۱۴) کنوز الابداد، ص ۲۴۵ تا ۲۵۰۔
 (۱۵) المجد دون فی الاسلام، ص ۱۹۰ تا ۱۹۴۔
 (۱۶) فہرس الفہارس، ج ۱۔ ص ۲۶۶۔
 (۱۷) ابن حزم، از البوزیرہ۔
 (۱۸) اتحاف النبلاء، ص ۳۲۰۔
 (۱۹) ہدیۃ العارفین، ج ۱۔ ص ۶۹۰ و ۶۹۱۔
 (۲۰) ذب ذبابات الدراسات (اشاریہ)

(۲۰۸)

کتاب المغیث فی مختلف الحدیث، یہ شیخ ابو العباس احمد بن شرف الدین محمد بن العساکر المتوفی ۷۸۸ھ کی تالیف ہے۔

(۲۰۹)

عبدالغزیز اصلی نام ہے اور تاریخی نام غلام حلیم ہے، سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق

رضی اللہ عنہ تک منسوب ہے۔

موصوف دہلی میں جمعہ کے دن ۲۵ رمضان المبارک ۱۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے، حافظہ اور ذہانت خدا داد تھی۔ قرآن مجید کے ساتھ فارسی بھی پڑھ لی اور گلیہ برس کی عمر میں عربی تعلیم کا انتظام ہوا اور پندرہ سال کی عمر میں جملہ علوم رسم سے فراغت حاصل کر لی۔ شاہ صاحب نے علوم عقلیہ کی تحصیل والد بزرگوار کے بعض شاگردوں سے کی اور حدیث و فقہ شاہ ولی اللہ نے خود پڑھائی تھی۔ ابھی سترہ برس کے تھے کہ شاہ ولی اللہ رحمہ کا انتقال ہو گیا تو شاہ ولی اللہ کے تلمیذ خاص پہلپتی رحمتے تکمیل کی۔ موصوف چونکہ شاہ صاحب کے سب سے بڑے فرزند تھے اور علم و فضل میں بھی سب سے ممتاز تھے، لہذا اسنہ درس و خلافت ان ہی کے سپرد ہوئی۔

اور موصوف درس و تدریس، ہدایت و ارشاد اور تصنیف و تالیف میں ہمہ تن مصروف ہو گئے شاہ شاہ کو تمام علوم متداولہ اور فنون عقلیہ و نقلیہ میں کامل دستگاہ حاصل تھی حافظہ بھی بلا کا قوی تھا تقریر معنی فیز، بحر انگیز، مرتب و دل نشین ہوتی تھی، جس نے آپ کی ذات کو مرجع عوام و خواص بنا دیا تھا علو اسناد کی وجہ سے دُور دُور سے لوگ سفر کر کے حلقہ درس میں شرکت کرتے اور سند فراغ حاصل کرتے تھے۔ درس و تدریس، افتاء و تصنیف، فصلِ خصومات، پند و موعظت اور شاگردوں کی تربیت میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے، موصوف کی ذات سے ہندوستان میں علوم اسلامیہ خصوصاً حدیث و تفسیر کا بڑا چرچا ہوا مسلمانوں کی اصلاح ہوئی اور فتنوں کا سد باب ہوا۔ ان ہی کی مساعی جمیلہ، نالہ نیم شبی اور توجہ نے شاگردوں اور مریدوں میں وہ رُوح پھونکی، جس نے مسلمانوں میں بڑا انقلاب پیدا کیا اور مسلمانوں کی دینی، تعلیمی اور ثقافتی حالت کو بہتر بنایا کہ ایک مرتبہ تو فردنِ اولیٰ کی یاد تازہ ہو گئی۔ شاہ صاحب کو حدیث فقہ، تفسیر، کلام ہی میں کمال حاصل نہ تھا بلکہ منطق و فلسفہ اور شعر و ادب میں بھی ہمارت حاصل تھی، حدیثیں کثرت سے یاد تھیں۔ مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے شیخ محمد تھانویؒ شاگرد شاہ محمد اسماعیل محدث دہلوی سے نقل کیا ہے:

(انہوں نے) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی نسبت فرمایا اَلْکَچھ ہزار حدیث کے متن یاد تھے۔

(الافاضا الیومیہ من الافادات القومیہ، ادارۃ اشرفیہ پاکستان کراچی - ج ۱، ص ۲۷۰)
سید شیخ محسن بن یحییٰ ترمذی، ایانہ الجنی میں رقمطراز ہیں: (ص ۷۸)

قد بلغ..... من الکمال والشہرة بحیث	وہ کمال اور شہرت کے ایسے مقام کو پہنچے کہ
تہی الناس فی مدن اقطار الهند یفتخرون	تم دیکھتے ہو لوگ بلاد ہند میں اپنا ان سے
باعترائہم الیہ بل بالنساکہم فی سبط	انتساب کرنا فخر سمجھتے ہیں بلکہ اپنے آپ کو
من شئی الی اصحابہ..... ومن	ایسے رشتے میں منسلک کرنے میں جو ان کے
سجایاہ الفاضلۃ الجمیلۃ الی لایہ ان فیہا	شاگردوں پر منہی ہوتا ہے قابلِ فخر
عامۃ اہل زمانہ قوۃ عارضۃ لم یناضل	خیال کرتے ہیں، ان کے خصائلِ حمیدہ
احدا الا اصاب غرضہ و احمی رمیۃ و	اور اخلاقِ فاضلہ ایسے ہیں کہ جن میں ان
احرز خصلہ و من ذلک براعتہ فی تحسین	کے عام معاصرین ان سے مقابلہ کی تاب

العبارة والتحیر والتأني فیها وتحریرها
حتی عدہ استراذ مقدما من بین حلیۃ
ربانہ وسلموا لہ قصبات السبق فی میدان
ومنہا فراسة التي اقدرة اللہ ہا
علی تأویل الرویا فکان لا یعبر شیئا منہا
الاجارت کما اخیر بہ کما قدر آما و
بذا لا یكون الا لاصحاب النفوس الراضیة
المطهرة من ادناس الشهوات الرویسة
وارجاسہا، وکم لہ من خصال محمودہ و
فضائل مشہودہ۔

نہیں رکھتے، جس نے بھی ان سے مقابلہ کیا وہ
ان ہی کے نشانہ پر گر ا اور اُس نے اُن ہی
کے نشانہ پر تیر چھوڑا اور ان کے طور طریق کو
اختیار کیا۔ اور ان کے منجملہ محاسن کے عبارت
آرائی اور انشاء پر داری میں فائق ہونا
اور اس میں سحر آفرینی ہے ان کی تحریریں
ایسی ہیں جن کی وجہ سے ان کے معاصرین
نے ان کو اپنا پیش رو مانا اور سب نے اس امر
کو تسلیم کیا کہ وہ میدان مسابقت میں گوتے
سبقت لے جانے والے ہیں اور نشان پرز
کرنے والے ہیں اور منجملہ اس کے ان کی قرائت

ہے جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان کو خوابوں کی تعبیر پر قدرت عطا فرمائی، جیسی تعبیر
دیتے ویسی ہی ہوتی۔ اور گویا ایسی خبر دی جیسے کہ خود انہوں نے اس کو دیکھا ہے، یہ باتیں
ایسے نفوس قدسیہ سے ظہور میں آتی ہیں جو خواہشات نفسانی کی آلودگیوں سے پاک صاف
ہوتے ہیں۔ ان کی خصال حمیدہ بہت ہیں اور ان کے فضائل مشاہدہ میں آچکے ہیں۔

ذاب صدیق حسن خال قنوجی، اتحاف النبلاء المتقین باحیاء آثار الفقہاء المحدثین، مطبع
نظامی کانپور ۱۲۸۵ھ ص ۲۹۶ میں رقمطراز ہیں:

شاہ عبد العزیز بن الشیخ اجل ولی اللہ المحدث
الدہلوی بن شیخ عبد الرحیم العمری رضی اللہ عنہم
استاذ الاساتذہ و امام الجہادۃ بقیۃ
السلف حجة الخلف خاتم المفسرین المحدثین
بالدیار الہندیہ..... در وقت خود مرجع
علماء و مشائخ بودند دستگاہ ایشان در
جمیع علوم متداولہ و غیر متداولہ از فنون
عقلیہ و نقلیہ فوق الوصف ست در کثرت

شاہ عبد العزیز بن شیخ اجل ولی اللہ محدث
دہلوی بن شیخ عبد الرحیم عمری رحمہم اللہ
استاذ الاساتذہ، امام نقاد، بقیۃ السلف
حجة خلف اور دیار ہند کے خاتم مفسرین
و محدثین تھے اور..... اپنے وقت میں
علماء اور مشائخ کے مرجع تھے تمام علوم
متداولہ اور غیر متداولہ میں خواہ فنون
عقلیہ ہوں یا نقلیہ، ان کو جو دستگاہ

حاصل تھی وہ بیان سے باہر ہے، کثرت
حفظ و علم، خواہوں کی تعبیر، سلیقہ و غلط
انشار پر وازی، تحقیقات نفاس علوم
مذکرہ اور مخالفوں کے ساتھ مباحثہ کرتے
اور موافق اور مخالف اعتقادات میں
وہ اپنے معاصرین سے ممتاز تھے، تمام
عمر درس و تدریس، افتاء، فصل خصوصاً
و غلط تربیت مریدین اور تکمیل تلامذہ
میں گزار دی، باطنی کمالات کے ساتھ صوری
جاہ و عزت اور ظاہری تعظیم و احترام
بھی میسر تھا۔ امیر مجاہدین سید احمد
(شہید) بریلوی رح کو ان ہی سے سبقت
طریقت حاصل تھی، بلاد ہند میں علم و
عمل کی سیادت ان پر اور ان کے
بھائیوں پر ختم تھی۔ دیار ہند کے علماء
ہی میں نہیں بلکہ بیرون ہند میں بھی کم
ہی کوئی ایسا عالم ہوگا جو تلمذ یا استفادہ
باطن کی نسبت اس خاندان سے نہ رکھتا
ہوگا۔ ان کی شاگردی بڑے بڑے علماء
کے لئے باعث فخر ہے اور ان کی گنتی مونی
کتا میں فضلہ کی مستند علیہ میں فقیر کے
والد کو بھی ان سے روایت کی اجازت حاصل
ہے موصوف نے علوم کی تحصیل اپنے والد
اور ان کے خلفاء سے کی اور بڑی خلقت
نے ان سے استفادہ کیا ان کے علوم تحصیل

حفظ و علم، تعبیر روایا و سلیقہ و غلط انشار
و تحقیقات نفاس علوم و مذاکرہ و مباحثہ
باخصوم ممتاز اقران بودند و معتقد فیہ
موافق و مخالف تمام عمر در تدریس و افتاء
و فصل خصوصاً و غلط تربیت مریدان
و تکمیل شاگردان گذرانیدند و جاہ و عزت
صوری و احترام تعظیم ظاہری با کمالات
باطنی فراہم داشتند۔ سید احمد بریلوی
امیر المجاہدین را سبقت طریقت با ایشان
بود، ریاست علم و عمل بلاد ہند بسوئے
ایشان و برادران ایشان منتهی گشتہ
از علمائے دیار ہند وستان بلکہ بلاد دیگر
کم کے باشند کہ نسبت تلمذ یا استفادہ
باطن بایں خاندان درست نکرده باشند
شاگردی ایشان فخر کبار علماست و کتب
مؤلفہ ایشان مستند فضلہ و التذکرہ
نیز از ایشان روایت دارند، اخذ علوم
از والد ماجد خودہ خلفائے ایشان کردہ
اند و خلقے باب زبانب ایشان استفادہ
نمودہ چوں اسانید علوم تحصیلہ ایشان
از فقہ و حدیث و تفسیر و غیر اکل در لغت
ایشان مرقوم است و در مردم مشہور....
..... خاندان ایشان خاندان علوم
حدیث و فقہ حنفی ست خدمت ایں علم
شریف چنانکلازیں اہل بیت بوجود آمدہ

در کشور از خانماں دیگر معلوم و منہود فقہ، حدیث اور تفسیر وغیرہ کی سندیں
تخم عمل بالحدیث درحقیقت پدراپثال اُن کی تصانیف میں مذکور ہیں اور گوگل
دریں سرزمین کا مشہور اندوایشال آئرا میں مشہور ہیں، ان کا خاندان علوم حدیث
برگ و باربخشیدہ۔ اور فقہ حنفی کا خاندان ہے اس علم سرز

کی خدمت جیسی کہ اس خاندان سے اس
اتلیم میں بن آئی دوسرے کسی خاندان کی بابت معلوم اور مشہور نہیں، درحقیقت اس
سرزمین میں عمل بالحدیث کی تخم ریزی اُن کے والد ماجد نے کی اور انھوں نے
اُس کو برگ و باربخشے اور پروان چڑھایا۔

مولانا سید عبدالحی لکھنوی نے نزہۃ الخواطر، ج ۷۔ ص ۲۶۸ میں موصوف کا تذکرہ
ان الفاظ سے شروع کیا ہے :

”الشیخ الامام العالم الکبیر العلامة المحدث عبد العزیز بن ولی اللہ ابن عبد الرحیم
العمری الدہلوی سید علماء نافی زمانہ وابن سید ہم لقبہ بعضہم سراج الہند و بعضہم
”حجۃ اللہ“
اور پھر لکھا ہے :

وکان رحمہ اللہ احد افراد الدنیا الفضلہ مرحوم اپنے علم و فضل، آداب، ذکاوت،
و آدابہ و علم و ذکاوتہ و فہم و سرعتہ ذہانت، فہم و فراست اور سرعت حافظہ
حفظہ اشتغل بالدرس و الافادہ میں عالم کے اندر یکجا روزگار علماء میں
ولہ خمس عشرۃ سنۃ فدرس و افاد سے تھے۔ پندرہ برس کی عمر سے درس
حتی صار فی الہند العلم المفرد و تخرج و تدریس میں معروف ہوئے درس دیا
علیہ الفضلاء و تصدته الطالبین من اغلب اور فیض پہنچایا یہاں تک کہ ہندوستان
الار جبار و تہافتوا علیہ تہافت النماں میں یکجا عالم ہو گئے اور فضلاء نے ان سے
علی المساء..... و لعلک تعجب اکتساب کمال کیا، بیشتر مقامات سے
انہ کان مع ہذہ الامراض المولمۃ طلبہ محض ان سے پڑھنے کے لئے آتے اور
والاستقام المفیحة الطیف الطبع اُن پر ایسے ٹوٹ پڑتے جیسے پیاسا پانی پر ٹوٹ
حن المحاضرة جمیل المذاكرة نصیح پڑتا ہے..... اور شاید تم کو تعجب

المنطق لمج الکلام ذاتواضحة وبشاشة و
تودد لا يمكن الا حاطة بوصف وجملة
هي نزمة الاذان والعقول بالدير
من الاخبار التي تشفع الاسماع والاشعا
المهذبة للطباع والحكايات البعيدة
والهيا وعجايبها بحيث يظن السامع
انه قد عرفها بالمشاهدة ولم يكن الامر
كذلك فانه لم يعرف غير كلكتة ولكنه
كان باهر الذكاء قوى التصور كثير البحث
عن الحقائق فاستفاد ذلك بوفود
اهل الاقطار البعيدة الى حضرة الدہلی

ہوگا کہ موصوف ان تکلیف دہ بیماریوں
اور اندوہناک امراض کے باوجود خوش
طبع، حاضر جواب، شیریں گفتار، بڑے
فصیح، خوش کلام، متواضع، ہر شاش
بشاش اور باوقار تھے، ان کے اوصاف
کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا، ان کی مجلسیں
عقول اور اذان کی سیر و تفریح کا ساما
تھیں، ان کی حکایتیں کالوں کو، ان
کے شائستہ اشعار لطائف کو بھالنے
تھے اور دور دراز کے قصے اور وہاں کے
باشندوں کی داستانیں بھی خوب ہوتی
تھیں اور تعجب کی بات یہ ہے کہ سننے والے

کو یہ گمان ہوتا تھا کہ موصوف نے ان باتوں کو دیکھ کر جانا ہے حالانکہ بات یہ تھی
کہ انھوں نے کلکتہ کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔ غیر معمولی ذکی، قوی تصور تھے، اور
حقائق سے خوب بحث کرتے تھے انھوں نے ان باتوں کو ان لوگوں سے سنا تھا
جو دور دراز سے دار السلطنت دہلی میں آئے تھے۔

مولوی عبدالقادر کا بیان ہے :

”مولانا شاہ عبدالعزیز علم فیر، حدیث، فقہ، سیرت اور تاریخ میں شہرہ آفاق تھے، اور
ہیئت، ہندسہ، مجسطی، مناظر، اصطلاح، جبر، ثقیل، طبعیات، منطق، مناظرہ، اتقان
و اختلاف، ملل و نحل، قیافہ، تاویل، تطبیق، مختلف اور تفسیر، مشتبہ میں
یکٹائے زمانہ تھے۔ فن ادب اور ہر قسم کے اشعار کے سمجھنے میں بلند مرتبہ رکھتے تھے منقول
میں کلام اللہ اور حدیث سے دلیل پیش کرتے تھے اور معقول میں جو ثبوت مناسب سمجھتے
خواہ خواہ یونانیوں میں سے افلاطون، ارسطو اور متکلمین میں سے فخر رازی وغیرہ کے اقوال
کی تائید میں متلا نہیں ہوتے تھے اور اپنی تحقیقات کو فن معقول میں صاف صاف بیان
کرویتے تھے۔“ ز علم و عمل دو قانع عبدالقادر خانی، ۱۵-ص ۲۴۶ شائع کردہ

اکیڈمی آف انجیویشنل ریسرچ، کراچی ۱۹۹۶ء

سر سید احمد خاں نے آثار القنادید میں ان کا تذکرہ حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے:

”اعلم العلماء، افضل الفضلاء، اکمل الکلماء، اعرف العرفاء، شرف الامثال، فخر
الامجاد والامثال رشک سلف، داع خلف، افضل المحدثین، اشرف علماء ربانین،
مولانا وبالفضل اولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سترہ العزیز کی ذات فیض سمات
ان حضرت بابرکت کی فنون کبھی و دہبی اور مجموعہ فیض ظاہری و باطنی تھی، اگرچہ جمیع
علوم مثل منطق و حکمت و ہندسہ و ہیئت کو خادم علوم دینی کا کرکرت تمام ہمت و
سر اسر سعی کو تحقیق غوامض حدیث نبوی و تفسیر کلام الہی اور اعلائے اعلام شریعت مقدسہ
حضرت رسالت پناہی میں مصروف فرماتے تھے..... چودہ پندرہ برس کی عمر میں
اپنے والد ماجد عمدہ علمائے حقیقت آگاہ شاہ ولی اللہ قدس سترہ کی خدمت میں
تحصیل علوم عقلی و نقلی اور تکمیل کمالات باطنی سے فارغ ہوئے تھے..... حافظہ
آپ کا نسخہ لوح تقدیر تھا..... باوجود اس کے کہ سنین عمر شریف قریب آتی
کے پہنچ گئے تھے اور کثرتِ امراض جسمانی سے طاقت بدن مبارک میں کچھ باقی نہ رہی
تھی، خصوصاً قلتِ غذا سے، لیکن برکاتِ باطنی اور حدتِ قوائے روحانی سے حسب
تفصیل مسائل دینی اور تعلیم و تفاق یقینی پر مستعد ہوتے تو ایک دریائے زخار
موجزن ہوتا تھا اور فرط افادات سے حصار کو حالتِ استغراق بہم پہنچتی تھی۔
ہفتہ میں دو بار مجلس و عظم منعقد ہوتی تھی اور شائقینِ صادق العقیدت
و صافی نہاد خواص و عوام سے موردِ ملح سے زیادہ جمع ہوتے تھے اور طریقہٴ رشد و
ہدایت کا استفادہ کرتے۔ (بروز یکشنبہ ۹ شوال ۱۲۳۹ھ میں اس جہانِ فانی
سفر آخرت کو اختیار کیا..... ایک قطعہ لکھنا ہوں،

حجۃ اللہ ناطق و گویا	شاہ عبد العزیز فخرِ زمن
روزِ شنبہ و ہفتہ شوال	درمیانِ بہشت ساختِ طمن
ہر نصفِ النہار در عرفان	مثل بدرِ منیر در ہمہ فن
از سرِ لطف و حلیم تارِ بخشش	رضی اللہ عنہ گفتِ حسن

حکیم مومن خاں مومن نے تاریخِ وفات خوب کہی ہے:

دست بیدار اجل سے بے سرو پا ہو گئے
 فقر و دین، فضل و ہنر، لطف و کرم، علم و عمل
 ق ۳۹ ی ک ہ ط ر ل م ۱۲

علوم حدیث میں شاہ عبدالعزیز کی دو کتابیں بستان المحدثین اور عجائز نافذہ مقبول
 اور مشہور کتابیں ہیں۔ اول الذکر جو حدیث کی مشہور کتابوں اور ان کے مؤلفین کے حالات تعارف
 پر مشتمل ہے، اس کا اردو میں سنگت ترجمہ استاد مرحوم مولانا عبدالسمیع صاحب شیفتہ
 مدرس دارالعلوم دیوبند نے کیا تھا جو پہلے مطبع قاسمی دیوبند سے شائع ہوا تھا اور اب اس ترجمہ کو
 نور محمد اصح المطابع کا رخاء تجارت کتب کراچی نے شائع کر دیا ہے۔
 دوسرا سالہ عجائز نافذہ ہے یہ ان کا ثبت اور حدیث سے متعلق علوم کا آئینہ دار ہے۔

(۲۱۰)

احمد نام اور شاہ ولی اللہ عرف ہے، سلسلہ نسب یہ ہے :

احمد ولی اللہ بن عبد الرحیم بن وجیہ الدین بن معظم بن منصور بن احمد العمری البدوی الحنفی۔
 موصوف کی ولادت کا بھی عجیب قصہ ہے۔ شاہ عبد الرحیم جو بلند صوفی اور جید عالم تھے ان کے
 یہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی حالانکہ عالم رویا میں ان کو بتا دیا گیا تھا کہ ان کے اولاد ہوگی،
 ادھر ہیوی بن یاس کو پہنچ گئی تھی تو انہوں نے شیخ ابوالرضا کی دختر نیک اختر سے دوسرا نکاح کیا،
 اُن ہی کے بطن سے شاہ ولی اللہ ۴۔ شوال ۱۱۱۴ھ میں پیدا ہوئے اسی مناسبت سے ولی اللہ نام
 پایا اور خواجہ بختیار کاکی رحمہ سے عقیدت کی بنا پر قطب الدین کہا جاتا تھا، تاریخی نام عظیم الدین
 پانچ برس کی عمر میں مکتب میں پڑھنا شروع کیا اور سات برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا
 پھر فارسی پڑھی اور بعد ازاں صرف و نحو پڑھی، دس برس کی عمر میں شرح جامی اور منطق کی ابتدائی
 کتابیں ختم کیں، پھر والد بزرگوار سے فقہ، تصوف، عقائد، اصول اور حدیث کی کتابیں پڑھیں، نیز
 شیخ محمد افضل سیالکوٹی کے حلقہ درس میں شریک ہو کر حدیث کی سند لی۔ ابھی کاروان عمر بند ہو
 منزل طے کر رہا تھا کہ والد ماجد نے بیعت فرما کر سلسلہ نقشبندیہ میں منازل سلوک طے کرادیے اور
 اجازت بیعت بھی عطا فرمادی، اسی زمانے میں فتوایں رسمہ کی تکمیل ہوئی۔

چودہ برس کی عمر میں شادی ہوئی، ابھی سترہ برس کے تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا تو مسند

درس کو زینت بخشی اور کم و بیش بارہ برس تک علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تعلیم دی۔ ۱۲۳۳ھ میں حج کیا اور دو سال حرم میں مجاورت کی اور شیوخ حجاز سے استفادہ کیا۔ شیخ ابو طاهر کردی سے صحاح ستہ وغیرہ پڑھ کر حدیث کی سند لی اور خرقة خلافت حاصل کیا۔ پھر حجاز سے واپس آکر والد ماجد کے مدرسہ رحیمیہ میں درس دینا شروع کیا۔ درس و تدریس سے جو وقت بچتا وہ تصنیف و تالیف اور اعمال و اشغال کی تعلیم و تلقین میں گزرتا تھا۔ شاہ ولی اللہ کو جملہ علوم عقلیہ اور نقلیہ میں دستگاہ حاصل تھی اور ورع و تقویٰ ذہانت و زکات کی صفات سے بھی آراستہ تھے نہایت بلند پایہ مفکر اور مصلح تھے اسرار و حکم، مسائل تصوف، مباحث کلام اور علم حکمت و اخلاق پر بڑی گہری نظر تھی۔ انھوں نے حدیث و قرآن کے حقائق کو جس طرح سمجھا اور سمجھایا ہے اس نے متقدمین کی یاد تازہ کر دی ہے۔ توجیہ اور شرح حدیث میں شاہ ولی اللہ کا مقام نہایت بلند ہے اور اس باب میں وہ ہندوستان کی سرزمین پر اپنی نظیر آپ ہیں۔ موصوف کے فضل و کمال کا تمام اہل عصر کو اعتراف تھا۔ شیوخ حرم بھی موصوف کی فہم و فراست، شرح حدیث، معانی حدیث اور توضیح مطالب کے قائل تھے۔ چنانچہ شیخ ابو طاهر کردی ۷۰ موصوف کے متعلق فرماتے تھے:

انہ یسند عنی اللفظ و کنت اسح منہ وہ مجھ سے الفاظ کی سند لیتے ہیں اور المعنی۔ میں ان سے صحت معنی کی سند لیتا ہوں۔

شیخ شرف الدین محمد حسینی دہلوی "کتاب الوسیلہ الی اللہ" میں رقمطراز ہیں،
 کاد الزمان ان یکون شیبہا بزمان الجاہلیۃ
 فاقضی التدریر الکی و الحکمۃ الازلیۃ
 ان نظیر حقیقۃ الحقائق بالقدر المشترک
 الجامع بین علوم النبوة و الولایۃ بل
 الجامع بین العلوم کلہا مرامہ اخری فی مظہر
 الثالث لیکون مٹمۃ نظہر حقائقہا
 الجامعۃ الممیزۃ بین العلوم و مراتبہا
 فہو یقین قوانین ویدون قواعد
 یحصل بہا الامتیاز التام بین علوم
 قریب تھا کہ یہ زمانہ زمانہ جاہلیت کے
 مشابہ ہو جاتا، تدبیر کلّی اور حکمت
 ازلی اس کی مقتضی ہوتی کہ حقیقت
 حقائق تدبیر مشترک کے ساتھ جو علوم
 نبوت و ولایت کی جامع ہی نہ ہو،
 بلکہ تمام علوم کی جامع ہو پھر ایک بار آئے
 مظہر ثالثہ میں نمودار ہوتا کہ وہ حقائق
 جامعہ کے لئے جو علوم اور مراتب علوم
 میں امتیاز پیدا کرنے والی ہیں منصفہ

النبوۃ والولایۃ بل بین العلوم المتعدۃ
 کلہا من التفسیر والمحدث والفقہ
 الکلام والتصوف والسلوک فینزل
 کل علم منزلاً ویبلغ کل عبارة وانتارة
 مبلغاً وهو الکامل المکمل زبدۃ المتقین
 قدوة المتأخرین قطب المدققین غوث
 المحققین الشیخ ولی اللہ المحدث دہلوی
 سلمہ اللہ سبحانہ۔

شہود کا کام دے وہ قوانین وضع کرے
 قواعد مدون کرے جن سے علوم ولایت
 و نبوت میں امتیاز قائم ہو سکے، بلکہ
 تمام قابل شمار علوم، تفسیر، حدیث،
 فقہ، کلام، تصوف اور سلوک میں سے
 ہر علم اپنے مرتبہ اور مقام پر ہے اور ہر علم
 اپنے مقام اور ہر اشارہ اپنے محل کو
 پہنچے وہ کامل و مکمل ہستی، زبدۃ
 متقین اور قدوة متأخرین، قطب

مدققین، غوث محققین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سلمہ اللہ سبحانہ کی ہے۔
 شیخ ابوطاہر کر دی نے شاہ ولی اللہ کو جو سند فراغ دی ہے اُس میں موصوف
 کی سماعت و قراءت کا تذکرہ بھی بصراحت کیا ہے۔ اس سند کو شاہ ولی اللہ نے الانتباہ فی
 سلاسل اولیاء اللہ و دارِ نبی رسول اللہ کی قسم ثانی میں بعینہ نقل کر دیا ہے اس کتاب
 کا چونکہ صرف ایک حصہ چھپا ہے لہذا ہم اس سند کو یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں
 اس سے ناظرین کو شاہ ولی اللہ اور محمد عاشق پھلتی رح کی قدر و منزلت کا صحیح اندازہ ہو گا
 و ہو پڑا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفۃ و سلام علی عبادہ الذین اسطفیٰ خصوصاً اکمل انبیاء و اجل
 مبلغ انبیاۃ سید المرسلین و سفیع المذنبین علی آکھ و صحبہ و تابعیہ و حزبہ و علیہم
 عدد خلق اللہ بدم اللہ ارحم الراحمین۔

وبعد فقد وفد علینا المدینۃ المنورۃ فی اثنا عشر اربع و اربعین و مائۃ الف
 ہجریہ بقصد الزیارة لنبیل البشارة العلامۃ الاوحد و الفہامۃ الامجد الجبر
 الذی لا یبلغ الخول شادہ فی مضمار البیان الخطیر و الجہد الحائز قصب السبق
 فی مبادین التقریر و التحریر الوارث للکمالات عن اسلافہ الکرام ذوی التقرب
 فبلغ فی شبابہ ما لا یبلغہ الشیب مشغوعہ ہذہ الخصال السنیۃ بسیرہ قلبی

لاحت عليه الفؤاد فقتلاً لأميائه وسرت إلى مجالسه أسراره ألا وهو التبعية المنجورة بذكره
 في أعلى السطور المطابق اسمه لمساء مولانا الشيخ ولي الله ابن العارف الرباني صاحب
 المكاشفات والأسرار والكرامات مولانا الشيخ عبد الرحيم لازالت هو اعلی الاطيان
 ذارقة حاذق بجانبه والوار المعارف شعشعانية بقبابه وعند ما تشرفت بملقاً
 واشترقت أضواء وفاء فانه طلب مني امر اهو احرى ان يقتبس من مشكوته وسني
 شبهاته وهو ان يسمح مني اولفتراً على من يصحح البخاري وغيره من الاصول
 بالمتصل به سنده الى الجنب الرفيع فيصير في حزمينع وان كان في غنية عن ذلك
 لتحقق اتصاله الحسني والمعنوي في اوانه بمسألقاه من والده وغيره من مشائخه
 باوطانه ولكن لما كان اهل الآفاق ينتمون بالاخذ عن جيران نبيه حيث كانوا
 في بلده وهي منبع الشرح وهبط الوحي ومحدث الدين ولم ينالوا متشرفين برأى
 وسمع عن سيد الاولين والآخرين عداه ذلك الى التماس ما ذكر من الفقير
 فتلقى جميع صحيح البخاري بين قراءة مني وهو يسمح وقراءة منه وانا اسمع من
 اوله الى آخره وكان ختمه عصر يوم الاحد ثاني عشرين من شهر رجب الفرد سنة
 اربع واربعين ومانه والتمت هجره بحضرة جماعة من الفضلاء منهم خاله
 المراقب في الله الشيخ عبد الله وابن خاله المذكور الفاضل الاديب امرأة كماله
 وخدين جميل حضاله الذي لم يزل لسانه رطباً يذكر الله الوائق بالصدا الخالق
 مولانا الشيخ محمد عاشق صانه الله من البوائق ورقاه الى اعلى رتب الكمال و
 صرف عنه كل عائق فلم يبقها شئ من سماعه والله الحمد على ما انعم به من التمام
 بقطع قطاعه ثم في اليوم الخميس سادس والعشرين من رجب حفظه الله بحضرة
 وغيرهما شيتان صحيح مسلم والترمذي والبي داود وابن ماجه وموطأ مالك ومسند الامام
 احمد والرسالة الشافعي والجامع الكبير وسمح مني مسند الحافظ الدارمي من اوله الى
 آخره في عشرة مجالس كلها بالمسجد النبوي عند المحراب الشمالي تجاه القبر الشريف شيئاً
 من الادب المفرد للبخاري وشيتان من اول الشفاء للقاضي عياض وسمع على
 الامم نهير سیدی الوالد المرحوم من اوله الى آخره مع التذليل بعشرة
 ابن خاله الشيخ محمد عاشق ولما رأی اسمی الله قدره وانه في سماء المجد

فجره لله رواية ابله وان لم اذق بين اهلها عللا ولا نبلا حيث علم لم يبق الا التعليل
برسوم الاسناد بعد انتقال اهل المنزل والنادم لا يدرك كلمة لا يترك كلمة
اراد بهذه الغفيلة تحصيلها ليجيب بطريق الرواية جملة وتفصيلا فاقول جملا
ومن التقية وجملا اجزت لسيدنا الشيخ ولي المذكور ضاعف الله له الاجور والحاله
وابن خاله المصمدين في اهل السورب يجوز لي وعني رواية من معتد ومبرور
وامول وفروع وحديث قديم وحفوظ ورقيم ولا اقول كما يقول غيري
اذا اجاز من قولهم بشرط المعينة عند اهلها المذكورة في عملها العلمي ان
الشروط فيه متوفرة والقواعد بفضل الله عنده متوفرة فيروى ما شامل
ثنا وخبره اني اخذت عن مشايخ عده هم في الشدائد عده فمن اهلهم سيدي
الوالد قدس الله سره ومنهم السيدي العلامة بلا نزاع والعارف بلا
دفاع شيخنا الشيخ حسن بن علي الجعبي المكي المحقق رحمه الله تعالى وسيدنا الشيخ
احمد النحلي ومولانا الشيخ جلال الدين سالم البصري المكيان الشافعيان وكل من
المذكورين فهران اما فهران سيدي الوالد المسمى بالام فقد جازاه الشيخ المجاز بالمنة
المنورة واما فهران سيدينا الجعبي فقد اخبرنا بوجود بلاوه واما فهران شيخنا
النحلي فقد عزم على تحصيله من كلمة بلغه الله من الخير كل مامول واجبت ان اكتب
ايات التي كتبها الشيخ عبد الله بن محمد بن ابي بكر العباس المغربي واجازته لسيد
الوالد رحمه الله حيث ثابته بهما وري :

اجزى لك كمن مثلك من يجزى

ولم يستغنى عنك بغيري	ودادني من الرواية يعنى
وكل الذي حمله فحملته	بشرط لدى اهل الحديث معين
واما ما اتى قد رويت لكم	فان خبره عنى وحدت معين
خصوصا حديث الاولية اتى	اجزت به من قبل كل معين
وكل الذي في جعبتنا من روى	باي فنون العلم او من روى
باسناد المذكور فيه وقد كفلك	منه الذي اتملفت بمن معين
واكثره ما وثنى فيه انت في	عني عنده بل في جلاتي معين
وعرباني قد فقت بالترغيب ولا	يقارب قطعا ما به انت معين
فكم حكمة منك لم تقفها وكم	فلم تستغنى عنها اقداني معين

ما كنت الا ان اجزيك انما
دعوت قلبيت الله اذ دعوتني
ولوا اني سئلعت انما ما كنت قد
ابيت قد اذ كان ذلك بيدي
ولكن قصدي الله بعلمه
بحيث قصدي اني حسن الظن

ثم ساق الكلام في شيوخ حسن العجمي ثم كتب قال ذلك بغير رقم بقله اسير وممة ذنبه محمد ابو المبرين الشيخ بهاء
بن حسن بن شهاب الدين الكردي المديني عنى الشريعة وختم بالحسن سائلا من المجازين
المذكورين ان لا ينسوني من صالح دعوات تنتج حسن الختام والفوز بالجنة
دار السلام بمنزلي بظاهر المدينة المنورة في ليلة غرة شعبان سنة الف ومانه
دار بع دار بعين حجرية على صاحبها افضل الصلوة وازكى التحية وقد سمع مني
الشيخ دلى الله المذكور سورة القدر كما سمعتها من شيخنا الشيخ احمد النخلى والحدیث
المسلسل بابي احبك والحديث المسلسل بالمصافحة وكلها مذكورة في فهرس شيخنا
النخلى وسمع مني حديث المسلسل بالاولية وهو اول حديث سمعته مني يوم الجمعة
سابع عشرين جمادى الثانية عام تاريخ المسجد النبوي وهو اول حديث سمعته
من سيدي الشيخ حسن العجمي في اليوم الذي اجازني وهو آخر يوم من رجب سنة
باسانيده الحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات، انتهى

شيخ منظر جانجانات کا قول ہے :

ان الشيخ دلى الله قد من طريقة الجديدة وله
اسلوب خاص في تحقيق اسرار المعارف
وغوامض العلوم وانه رباني من العلماء
والعلماء يوحسد مثله في القومية المحققين
الذي جمعوا بين علمي الظاهر والباطن وتكلموا
بعلم جديد الابرار معدودون -
شاه دلى الله في نيات طريقه بيان فرمایا
اسرار معارف وحقائق علوم کی تحقیق
میں ان کا خاص ڈھنگ ہے وہ ربانی
علماء میں سے ہیں، ان کی مثل تحقیقین
مستوفیہ میں جو علوم ظاہری اور باطنی
کے جامع ہوں اور نئے علوم کے ساتھ
نئے انداز سے کلام کیا ہو، معدود سے

چند ہی ہیں۔

شیخ محسن تربتی کا بیان ہے کہ اُن کے شیخ فضل حق خیر آبادی نے جب از الہ الخفاء کا
مطلب کیا تو فرمایا :

ان الذی منعت ہذا الکتاب البحر زخار
لا یتقی لہ سائل۔
جس نے یہ کتاب لکھی ہے وہ ناپید اکنار
بحر زخار ہے۔

مفتی غایت احمد کاکوروی فرماتے تھے:
ان الشیخ ولی اللہ مشہد کشل شجرۃ لہو فی
ہماہ فی بیتہ وفسر عہانی کل بیت من
بیوت المسلمین فہما من بیت ولا مہکا
من بیوت المسلمین وامنہم الامم
فسرع من تلك الشجرة لا یعرف غالب
الناس ابن اصلہا۔
مولانا شاہ ولی اللہ کی مثال ایک ایسے
عمدہ درخت کی ہے جس کی جڑ گھر میں ہے
اور اس کی شاخیں مسلمانوں کے گھر گھر
میں موجود ہیں۔ مسلمان کاکوئی گھر اور
کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جس میں اس
درخت کی شاخ نہ ہو۔ اکثر لوگوں کو بھی
معلوم نہیں کہ اس کی جڑ کہاں ہے۔

نواب صدیق حسن خاں قنوجی الخطہ مذکر القہاج السنۃ میں رقمطراز ہیں:
ثم جاء اللہ سبحانہ و تعالیٰ من بعدہم
بالشیخ الاجل والمحدث الاکمل ناطق
ہذہ الدورۃ وفاق تلك الطبقة
وزعمہا الشیخ ولی اللہ بن عبد الرحیم الدہلوی
..... وکذا با ولادہ الامجاد واولاد
اولادہ ادلی الارشاد المشرین ہذا
العلم عن ساق الجہد والاجتہاد فسادہم
علم الحدیث غضا طریا بعد ما کان شیدا
فریاد قد نفع اللہ بہم وعلوہم کثیرا
من عبادہ المؤمنین ونفی بسعیہم المشکور
من فتن الاشرک والبدع ومحدثات
الامور فی الدین بالیس بخلاف علی احد
من العالمین فہو لار الکرام قد رتحو العلم
السنۃ علی غیر ہما من العلوم وجعلوا
بہر حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان کے بعد
شیخ اجل محدث اکمل ناطق دوراں اور
حکیم زماں، فائق معاصرین اور زعم عصر
شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم دہلوی کو بھیجا
اور اسی پاکیزہ اور بزرگ اولاد و احفاد
صاحب ارشاد کو بھیجا جنہوں نے بڑی
سرگرمی اور جانفشانی سے اس علم کی اشاعت
کی جس کی وجہ سے علم حدیث موجب حیرت
ہونے کے بعد از سر نو تروتازہ ہو گیا
اللہ تعالیٰ نے ان سے اور ان کے علوم
مسلمان بندوں کو بڑا فائدہ پہنچایا اور
ان کی قابل قدر کوششوں سے شرک
و بدعت کے فتنوں سے اور دین میں رستے
امور سے جن کا دنیا میں کسی کو خوف نہیں تھا

الفقہ کا تابع لہو الحکوم و جارتہ شہم حیث تفسیر
اہل الروایۃ و یغیر اصحاب الدرایۃ شہدت
بذلک کتبہم و قتا و ثہم و نطقہم بزرہم
و وصایا ہم و من یرتاب فی ذلک فلیرجع
الی ما ہنا لک فعلی البند و اہلباشکرہم
و ادامت الہند و اہلباش۔
کتابیں اور فتوے شاہد ہیں اُن کی تحریریں بول رہی، اُن کی دسیتیں اس کو بنا رہی ہیں جس کو
اس میں شک ہے وہ ان کو اٹھا کر دیکھ لے، جب تک ہند اور اہل ہند موجود ہیں اُن پر
اُن کا شک کر گزار ہونا واجب ہے۔

نواب صدیق حسن خاں قنوجی اتحاف النبلاء المتقین باخبار آثار الفقہاء المحدثین، طبع کانپور
۱۲۸۸ھ میں ۴۳۰ میں رقمطراز ہیں:

الصفات این است کہ اگر وجود او در صدر
اول و زمانہ ماضی ہی بود امام الامر و تاج الہدی
شمرده می شد، ثنائے علمائے عصر و مشائخ
آں بردے چند ان ست کہ این مختصر نقل
آں را بر نمی تابد بحجے بیشمار از حاشیہ بساط
او تبحر تام در علوم ظاہر و باطن حاصل نمود
و با علمائے مدارج کمالات صوری و معنوی فائز شد
خصوصاً اولاد و امجاد او کہ ہر یکے از ایشان
بے نظیر وقت و فرید دہر و وحید عصر
در علم و عمل، عقل و فہم و قوت
تقریر و فصاحتِ تحریر و تقوے و
دیانت و امانت و مراتب ولایت بود
و ہمچنین اولاد و اولاد

بیت

انصاف کی بات یہ ہے کہ اگر اُن کا وجود
صدر اول اور گزشتہ زمانے میں ہوتا
تو امام الامر اور تاج مجتہدین میں اُن کا
شمار ہوتا، علمائے روزگارا اور مشائخ عصر
نے اُن کی ایسی تعریف کی ہے کہ اس مختصر
میں اس کو نقل نہیں کیا جاسکتا بیشمار
علمائے علوم ظاہری و باطنی میں ان سے
تبحر حاصل کیا اور کمالات صوری و معنوی
کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہوئے، خاص طور
سے ان کی اولاد و امجاد کہ ان میں سے
ہر ایک علم و عمل، فہم و فراست، تقریر
تقریر اور فصاحتِ تحریر، تقویٰ، دیانت
و امانت اور مراتب ولایت میں یکگانہ
روزگار اور لاثانی وقت اور یکجائے زمانہ

ایں حسانہ تمام آفتاب ست
تھا اسی طرح اُن کے پوتے تھے، شعر:
ایں سلسلہ اِطلائے ناب ست
ایں نہ تمام آفتاب ست + ایں سلسلہ اِطلائے ناب ست
محسن تربیتی الیاف الجنی فی اسانید الشیخ عبد الغنی میں لکھتے ہیں:

نشر اعلام الحدیث و اختق لوائہ و جدو معا
شاہ ولی اللہ نے حدیث کے جھڑے
حتیٰ سلم لہ الناس اعشار الفضل و اندر میں
اُڑائے اور ان کو لہرایا اور اُس کے
المحدثین و نعم الناصرین سید المسلمین
نشانات کو از سر نو ابھارا یہاں تک کہ
و ہذہ فضیلۃ لہ لا یختلف فیہا اثنان و لا
لوگوں نے ان کے علم و فضل کو تسلیم کیا
بجحدہ فیہا عدد و ہ فاطمک و لم یفقد لاحد
اور وہ محدثین کے سسر دار و سرور بنائے
قبلہ من کان یتقنی بہذا العلم من اہل
کئی سنتوں کے بہترین مددگار ہو گئے اور
قطرہ ما اتفق لہ و لا صحابہ من روایۃ الاثر
اُن کی یہ فضیلت ایسی ہے جس میں کسی
و اشاعتہ فی الاکناف البعید و لم یقدر
دو شخصوں کا بھی اختلاف نہیں اور ان کے
اللہ ذلک لغيرتم فذلک فضیلۃ علام اللہ
دشمنوں کو بھی اسے انکار نہیں تو اب تمہارا کیا خیال
لہ و اظہر ہا علی یدہ و ایدی من تبعہ من حملہ
ہے؟ حالانکہ اہل ہند میں اُن کے پیشرو
الاثر و لغتہ الاخیار و لغتہ کان قبلہ
میں سے جنھوں نے اس علم سے اعتناء کیا
اجلہ طالما اشتغلوا بہذا العلم
کسی کو ایسا اتفاق نہیں ہوا جیسا ان کو
غیر انہم لم یقسم بہ اصحابہم من بعدہم
اور ان کے شاگردوں کو روایت حدیث
فانحمت آثارہم و اندر دست فلانری
کا اور اُس کی نشہ و اشاعت کا اتفاق
لہم بن الناس اسناد و اما ولی اللہ
ہوا یہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سوا اور
فمنہم بہ یعولون و علیہ یعولون
کے لئے مقدر نہیں کیا تھا بس یہ ایک ایسی
افلتت سموس لادین دشمن
فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے
ابداع علی افق العللا تغرب
مخصوص فرمائی اور اس کو ان کے ہاتھوں
ظاہر فرمایا اور ان کے متبعین حاصلین

حدیث اور ناظرین اخبار نے اس کو ظاہر کیا۔ ان سے پیشتر بڑے بڑے علما گزرے اور
اُن کا اس علم کے ساتھ بڑا شغف رہا لیکن اُن کے بعد ان کے شاگردوں نے اس سلسلہ
کو قائم نہیں رکھا، ان کے آثار مٹ گئے اور نشان نہیں رہے یہی وجہ ہے کہ تم آج ان

کی اسناد نہیں دیکھتے ہو، لیکن شاہ ولی اللہؒ کی اسناد کا سلسلہ جاری ہے، لوگوں کا اسی پر اعتماد ہے اسی کے لئے کوشاں ہیں۔ پہلوں کا آفتاب ڈوب چکا، ہمارا آفتاب اُفتی پر بلند ہے وہ غروب نہیں ہوتا۔

مولانا عبدالحیٰ فرنگ محلی التعلیق المحمد علی موطا الامام محمد میں رقمطراز ہیں:

ولقائیفہ کلہا تدل علی انہ کان من
اجلاء النبلاء وکبار العلماء موفقا
من الحق بالرشد والالفاظ متجنباً
عن التعقب والاعتساف امرأ فی العلوم
الدینیة متمسکاً فی المباحث الحدیثیة
ان کی تصانیف اس امر پر شاہد ہیں کہ وہ
جلیل القدر عظیم المرتبت اور بڑے علمائے
تھے۔ حق پسندی و انصاف اور رشد و ہدایت
کی انھیں حق کی طرف سے توفیق ارزانی ہوئی
تھی، وہ ظلم و تعصب کے نزال اور علوم دینیہ
میں ماہر تھے اور مباحث حدیث میں ماہر تھے۔ (ص ۲۶)

مولانا سید عبدالحیٰ لکھنوی نے نزہۃ الخواطر و بحیۃ المسامح والنواظر، ج ۶۔ ص ۳۹۸ طبع
حیدرآباد دکن ۱۳۶۶ھ میں موصوف کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے:

”الشیخ الامام الہمام حجة اللہ بن الانام امام الائمہ قدوة الامة علامة العلماء
وارث الانبياء آخر المجتہدین اوحد علماء الدین زعیم المتفلسفین مجمل اعباء الشرع
المتین محی السنة ومن غفلت به لہ طینا المنة شیخ الاسلام قطب الدین احمد
ولی اللہ بن عبد الرحیم بن وجیہ الدین العمری الدہلوی“

۶۳ سال کی عمر میں ۱۳۸۶ھ میں انتقال ہوا۔ مقتدائے دقیقہ شناس ”تاریخ وفات ہے۔ دہلی میں
ہندیلوں کے قبرستان میں اپنے والد کے پاس مدفون ہیں۔

موصوف کی تالیفات میں حسب ذیل کتابیں مشہور ہیں:

(۱) فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن۔ (۲) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر۔

(۳) فتح الخیر بالابد من حفظہ فی علم التفسیر۔ (۴) تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء۔

(۵) مصطفیٰ فی احادیث موطا۔ (۶) المستوی من الموطا۔

موطا امام مالک کی ان دونوں شرحوں کے متعلق شاہ عبد الغریر بدستخان المحدثین فی تذکرۃ
الکتب المحدث والمحدثین (طبع نعت المطابع دہلی، ص ۲۹) میں لکھتے ہیں:

قد حضرت شیخنا وقد دنا فی کل العلوم و ہمارے شیخ اور علوم و امور میں ہمارے

الامور ولی اللہ دہلوی قدس اللہ سرہ
 العزیز دو شرح نمونہ اندر احادیث و
 آثار موطا بروایت یحییٰ بن یحییٰ اللیثی
 و اقوال الک و بعضے بلاغیات ایشان را
 حذف فرمودہ اول خیلہ دقیق و مجتہد
 است بزبان فارسی نام او مصنف فی احادیث
 الموطا و دوم کہ مختصر است و در ان
 اکتفا بر بیان مذاہب فقہاء حنفیہ
 و شافعیہ فرمودہ اند و قدرے ضروری
 اند شرح سبب و ضبط مشکل داخل
 نمودہ مسمی بمسوی من حدیث الموطا
 و راقم الحروف این شرح از ایشان بغضبت
 و اتقان شنیدہ است۔

پیشوا جناب ولی اللہ دہلوی قدس سرہ
 العزیز نے بھی اس موطا کے حدیث آٹا
 کی جو بروایت یحییٰ بن یحییٰ اللیثی مروی
 ہیں دو شرحیں لکھی ہیں مگر ان میں امام
 مالک کے اقوال اور ان کی بعض بلاغات
 کو حذف کر دیا ہے پہلی شرح کچھ دقیق
 اور مجتہدانہ رنگ میں اور فارسی زبان
 میں ہے اس کا نام مصنف فی احادیث الموطا
 ہے اور دوسری شرح مختصر ہے اس میں
 درون فقہاء حنفیہ اور شافعیہ کے مذاہب
 بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے اور کچھ ان
 ضروری امور کا بھی جو ضبط مشکل اور شرح
 غریب تعلق رکھتے تھے اضافہ کر کے مسوی
 من احادیث الموطا نام رکھا، راقم حروف

نے اس شرح کو ان سے ضبط و اتقان کے ساتھ سنایا ہے۔

(۸) شرح تراجم البواب صحیح البخاری۔ (۸) حجتہ اللہ البالغہ۔

شاہ ولی اللہ کی تصانیف میں ”حجتہ اللہ البالغہ“ بڑی معرکہ کی کتاب ہے اور ان کے
 علوم کی جامع ہے۔ نواب صدیق حسن خاں اس کے متعلق اتحاد النبلاء میں رقمطراز ہیں:
 این کتاب اگرچہ در علم حدیث نیست اما
 شرح احادیث بسیار در آل کردہ و
 حکم و اسرار آں بیان نمودہ و تا آنکہ در
 فن خود غیر مسبوق علیہ واقع شدہ و
 مثل آں درین دوازده صد سال بجزیری یح
 یکے از علمائے عرب و عجم تصنیف موجود نیابد

یہ کتاب اگرچہ علم حدیث میں نہیں ہے لیکن
 اس میں بہت سی حدیثوں کی شرح کر دی
 ہے اور حدیث کے اسرار اور حکمتوں کو بیان
 کیا ہے یہاں تک کہ یہ کتاب اپنے فن کی
 پہلی کتاب ہے اس کے جیسی کتاب بارہ سو
 سال کے اندر عرب و عجم کے علماء میں سے
 کسی ایک نے بھی تصنیف نہیں کی ہے۔

- (۹) البدور البارزہ - (۱۰) ازالۃ الخمار عن خلافة الخلفاء -
 (۱۱) التغمیات الالہیہ - (۱۲) النجیر الکثیر -
 (۱۳) فیوض الحرمین - (۱۴) الانصاف فی بیان سبب الاختلاف -
 (۱۵) عقد الحمید فی بیان احکام الاجتہاد والتعلیل -
 (۱۶) قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین - (۱۷) انسان العین فی مشائخ الحرمین -
 (۱۸) الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین - (۱۹) انفاس العارفین -
 (۲۰) القول الجمیل - (۲۱) الطاف القدس -
 (۲۲) جمعات - (۲۳) سرور المحزون -
 (۲۴) الانتباه فی سلاسل اولیاء اللہ - (۲۵) الجزر اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف -
 مذکورۃ بالاتمام کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔
 موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو :
 (۱) الجزر اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف از شاہ ولی اللہ
 (۲) کلمات لطیبات، مطبع جتباتی دہلی ۱۳۷۹ھ ص ۱۵۸ -
 (۳) الیائے الحبسی فی اسانید الشیخ عبد الغنی، ص ۷۹ -
 (۴) التعلیق الحمید علی موطا الامام محمد، ص ۲۶ -
 (۵) استیحات النبلاء، ص ۴۲۸ - (۶) ابجد العلوم، ص ۹۱۲ -
 (۷) حدائق الخنفیہ از فقیر محمد جلیبی، ص ۴۴۷ - (۸) حیات ولی، از رحیم بخش دہلوی -
 (۹) ہدیۃ العارفین، ج ۲ - ص ۵۰۰ - (۱۰) نزہۃ الخواطر، ج ۶ - ص ۳۹۸ -
 (۱۱) فہرس الفہارس، ج ۲ - ص ۴۳۷ - (۱۲) الفرقان کا شاہ ولی اللہ نمبر -

(۲۱۱)

محمد عاشق بن عبید اللہ بن محمد صدیقی پہلی (پہلی) کھاتہ کی ضلع مظفر نگر میں ایک چھوٹی سی بستی
 ہے یہیں شاہ ولی اللہ کے بڑے بھائی شاہ اہل اللہ کا مزار ہے۔ راقم بھی ان کے مزار پر کئی مرتبہ
 حاضر ہوا ہے، موصوف شاہ ولی اللہ کے چھپیرے بھائی تھے، بچپن سے علم کا شوق تھا، شاہ صاحب
 سے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی تھی۔ ۱۱۴۴ھ میں حج و زیارت سے فارغ ہو کر شاہ ولی اللہ
 کے ساتھ حرمین میں شیخ ابوطاہر کردی مدنی وغیرہ سے حدیث پڑھی، سند حاصل کی اور علم و

معرفت میں وہ مقام حاصل کیا جو شاہ صاحب کے شاگردوں میں کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکا، شاہ صاحب کے نہایت آدا شناس اور اسرار و رموز کے ترجمان اور قدر دان ہی تھے۔ مدنی شیخ ابو طاهر کر دی گئے جو شاہ صاحب کو عطا کی تھی، اُس میں موصوف کے متعلق یہ لکھا ہے:

انہ مرآة کمال و خدین جمیل خصال۔ موصوف ان کے کمال کا آئینہ اور ان کے خصائل نیک کا رخسار ہیں۔

شاہ ولی اللہ ان کو خطاب فرما کر کہتے ہیں:

یعدنی نفسی بانک واصل الی نقطۃ قضا۔ وسط المرکز
وانک فی تیک البلاد غنم یکفیک یوناکل شیخ وناہر

نیز دعاء الاعتصام کی شرح پر تقریظ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

لیہنک ما اوفیت ذرۃ حقہ من الفس والتفتیش والفہم والفکر
وبحثک عن لمی العلوم ونشرھا ونظرک لامناف الجوامر والدرر
وحفظک للرمز الخفی مکانه وخوضک بحر انوار الایما بحر
فللہ ما اوتیت من حلل لمنی واللہ ما اعطیت من عظم الغفر
شاہ رفیع الدین اور سید ابوسعید بریلوی وغیرہ نے ان ہی سے حدیث پڑھ کر سنی تھی۔
۸۷۷ھ میں انتقال ہوا۔

موصوف کی تصانیف میں سے دو کتابیں مشہور ہیں:

- (۱) سبیل الرشاد، یہ فارسی زبان میں تصوف پر نہایت اچھی اور مبسوط کتاب ہے۔
 - (۲) القول الجلی فی مناقب الولی، شاہ ولی اللہ کے حالات میں نہایت قدیم تصانیف ہے۔
- موصوف کے حالات کے لئے دیکھو، نزہۃ الخواطر: ج ۶۔ ص ۳۲۸ تا ۳۳۰۔

(۲۱۲)

خواجہ محمد امین کشمیری ثم دہلوی، شاہ ولی اللہ دہلوی کے نہایت ممتاز شاگردوں میں سے تھے، جنہیں اپنے استاد سے انتساب پر بڑا فخر تھا اور اسی نسبت سے مشہور تھے۔ شاہ ولی اللہ نے بعض رسالے ان ہی کی خاطر تصنیف کئے تھے۔ شاہ عبد العزیز نے والد ماجد کے انتقال کے بعد ان سے حدیث کی اجازت لی تھی۔ ۸۷۷ھ میں انتقال ہوا۔

موصوف کے حالات کے لئے دیکھو: نزہۃ الخواطر، ج ۶۔ ص ۲۸۶۔

(۲۱۳)

شاہ عبد الرحیم بن وجیہ الدین عمری دہلوی، علم معقول و منقول کے جامع اور نقشبندی سلسلہ کے جلیل القدر بزرگوں میں سے تھے۔ موصوف دہلی میں پیدا ہوئے اور یہیں تعلیم و تربیت ہوئی ابتدائی درسی کتابیں اپنے چچا شیخ ابو الرضا محمد دہلوی سے پڑھیں اور پھر وقت کے نامور فاضل قاضی محمد زاہد ہروی سے علوم کی تحصیل کی۔ شرح العقائد کا کچھ حصہ شیخ عبد اللہ بن محمد عبد الباقی نقشبندی دہلوی سے پڑھا اور ان ہی سے اکتساب فیض کیا۔ بیعت کا ارادہ بھی انہی سے تھا مگر موصوف نے انکار کر دیا اور سید عبد اللہ اکبر آبادی کی طرف رہنمائی کی، چنانچہ ان ہی کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ ایک زمانہ تک ان کی خدمت میں رہ کر نقشبندیہ سلسلہ کے اعمال و اشغال کی تکمیل کی۔ پھر شیخ ابو القاسم اکبر آبادی کی صحبت اختیار کی اور ان سے بھی اکتساب فیض کیا ان کو چشتیہ سلسلہ میں شیخ عظمت اللہ بن عبد اللطیف المتوکل اکبر آبادی سے اجازتِ بیعت حاصل ہے انھوں نے فتاویٰ عالمگیری کی تدوین و ترتیب میں بھی کام کیا ہے۔

سید عبد الحی لکھنوی شاہ ولی اللہ کے تذکرہ میں ان کے متعلق لکھتے ہیں:

کان..... الشیخ عبد الرحیم من وجہ شاہ عبد الرحیم دہلی کے ممتاز اور نامور شاخ
مشارج دہلی و من اعیانہم لحظہ وافر میں سے تھے انھیں علوم شریعت اور اسرار
من العلوم الظاہرة والباطنة مع علو طریقت سے بڑا حصہ ملا تھا باوجودیکہ مثنوی
کعبہ فی طریقة القنویۃ۔ کے طریقہ میں ان کا بلند پایہ تھا۔

موصوف کے زہد و ورع، حسنِ اخلاق، تواضع و انکساری اور فضل و کمال پر تمام علماء کا اتفاق ہے تعویف میں ایک رسالہ بھی ان سے یادگار ہے۔ دورِ فرخی کے اندر ستر سال کی عمر میں بروز چار شنبہ ماہ صفر ۱۱۳۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

حالات کے لئے ملاحظہ ہو: انفاس العارفین از شاہ ولی اللہ۔ نزمۃ الخواطر، ج ۶

(۲۱۴)

ص ۳۹۸

محمد زاہد نام ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

محمد زاہد بن القاضی محمد اسلم الحنفی الہروی الکابلی۔

موصوف ہندوستان میں پیدا ہوئے اور یہیں تعلیم و تربیت ہوئی، علوم عقلیہ اور نقلیہ

کی تعلیم اپنے والد قاضی محمد اسلم اور محدث وقت مرزا محمد فاضل بخشی سے حاصل کی۔ ان علوم مروجہ میں ایسا کمال پیدا کیا کہ ہندوستان میں انہی نظیر آپ تھے۔ نہایت ذہین اور قوی الحافظ تھے، جو کچھ پڑھا تھا وہ حافظہ میں محفوظ تھا۔ تیرہ برس کی عمر میں درس و تدریس اور افتاء کی اہلیت پیدا ہو گئی تھی۔ رمضان ۱۲۱۷ھ میں شاہجہاں نے ان کو کابل میں محرر و قانع مقرر کر دیا۔ ایک زمانہ تک اس منصب پر فائز رہے، جب اورنگ زیب عالمگیر سریر آرائے خلافت ہوا تو اس نے ۱۲۱۸ھ میں ان کو فوج کا محاسب مقرر کر دیا اور اکبر آباد میں قیام رہا۔ یہاں بھی درس و تدریس کا مشغلہ جاری رہا۔ پھر کابل میں صدارت کا عہدہ ان کو ملا۔ یہاں بھی درس و تدریس، تصنیف و تالیف کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا۔

۱۲۱۸ھ میں کابل میں وفات پائی۔ ”فاضل بے مقابلہ“ تاریخ دفات ہے۔
موصوف کی تصانیف میں سے حاشیہ شرح المواقف، حاشیہ شرح التہذیب اور حاشیہ بر رسالہ قطبیہ ہیں۔ یہ تینوں حاشیے ایک زمانہ تک درس نظامی میں داخل رہے ہیں۔ اسی طرح حاشیہ شرح التجرید اور حاشیہ شرح الہیاکل بھی ان سے یادگار ہیں۔
موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو :

(۲) حدائق الحنفیہ، ص ۴۲۸ و ۴۲۹۔

(۱) شاہجہاں نامہ۔

(۳) نزہۃ الخواطر، ج ۵، ص ۳۷۱۔

۱۵ محمد فاضل بخشی ثم لاہوری عین القضاۃ ہمدانی کی نسل سے تھے۔ بدخشاں کے مضافات میں بروستاق نامی قصبہ میں پیدا ہوئے اور یہیں علمائے وقت سے کتب و رسم پڑھیں پھر کابل آکر مولانا محمد صادق حلوانی سے پڑھا اور نامور فاضل مرزا آجاں شیرازی سے علوم و فنون کی تحصیل کی، درسی کتابیں زیادہ تر ملا یوسف کوہ سے پڑھیں۔ پھر ہندوستان آئے اور شیخ جمال الدین لودی لاہوری جو عہد اکبری کے نامور علماء میں سے تھے، جن سے ابو الفیض فیضی نے سواطع الالہام کی تالیف میں بہت کچھ استفادہ کیا تھا، اصول اور تفسیر کی کتابیں پڑھیں اور علوم عقلیہ اور نقلیہ میں دستگاہ کامل حاصل کی۔ پھر عہد جہاںگیری میں عہدہ عدالت عسکری پر مامور ہوئے اور شاہجہاں کے سال ہشتم جلوس تک اسی عہدہ پر فائز رہے۔ پھر اس خدمت سے سبکدوش ہو گئے اور وظیفہ و جاگیر پر گذر بسر کرنے لگے۔ ۱۲۲۷ھ تک جیسا کہ

بادشاہ نامہ میں مذکور ہے فرائض منصبی کے ساتھ درس و تدریس کا شغل بھی جاری رہا اور بہت سے طلبہ اور علمائے ان سے استفادہ کیا۔ ۹۵۰ھ میں لاہور میں انتقال ہوا اور یہیں مزار پر واقع رہے محمد فاضل بدخشی، جلال الدین دوانی کے بدو واسطہ شاگرد ہیں اور وہ علامہ دوانی کی تالیفات کو اپنے مشہور معقولی استاد مرزا جان شمس الدین حبیب اللہ بن عبد اللہ علوی دہلوی حنفی المتوفی ۹۹۴ھ سے بواسطہ شیخ محمود شیرازی جو علامہ دوانی سے بلا واسطہ شاگرد ہیں، راوی ہیں۔

موصوف کے حالات کے لئے دیکھو :

(۲) نزہۃ الخواطر، ج ۵۔ ص ۳۸۴۔

(۱) بادشاہ نامہ۔

شمس الدین حبیب اللہ بن عبد اللہ علوی دہلوی جو میرزا جان شیرازی حنفی سے مشہور ہیں شیخ محمود شیرازی کے نامور شاگرد تھے علوم معقولہ اور منقولہ میں ان کو یدِ طولی حاصل تھا، تمام عمر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں بسر کی، موصوف علامہ جلال الدین دوانی کی تصانیف کے بیک واسطہ راوی ہیں۔ ۹۹۴ھ میں انتقال ہوا۔ ان کی تالیفات میں حسب ذیل کتابیں مشہور ہیں :

(۱) النموذج الفنون۔ (۲) حاشیہ شرح تجرید العقائد الجدیدة والقديمة۔

(۳) حاشیہ علی شرح ابن سینا للعلامة نصیر الدین۔ (۴) حاشیہ علی شرح حکمة العین لمبارک شاہ۔

(۵) حاشیہ علی شرح التسمیۃ للشیرازی۔ (۶) حاشیہ علی الخطای للمطول۔

(۷) حاشیہ علی لوا مع الاسرار شرح مطالع الاوار فی المنطق والحکمة۔

(۸) حاشیہ علی شرح السید للمواقف فی الکلام۔ (۹) حاشیہ علی المطول۔

(۱۰) حاشیہ علی شرح القطب الشیرازی لمختصر المنہجی۔

موصوف کے حالات کے لئے دیکھو :

بدیۃ العارفین، ج ۱۔ ص ۲۶۲۔

۹۵۰ھ محمود بن محمد عبد اللہ بن محمود شیرازی المتوفی ۹۳۲ھ جلال الدین دوانی کے مشہور شاگرد اور علم طلب میں بھی ماہر تھے۔ موصوف جلال الدین دوانی کی تصانیف کے راوی ہیں۔

حالات کے لئے بدیۃ العارفین، ج ۲۔ ص ۴۱۲ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۱۵)

محمد نام اور جلال الدین لقب ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

محمد بن اسعد بن محمد بن عبد الرحیم البکری الدوانی۔

دوانی ۸۲۰ھ میں دوان (جو گزرون میں ایک بستی ہے) میں پیدا ہوئے اور اپنے والد ماجد سے جو حدیث میں شیخ شرف الدین عبد الرحیم جہری اور شمس الدین ابن الجزری کے معقول اور فقہ میں سید شریف جرجانی کے شاگرد تھے اور جامع مرشدی گزرون میں درس دیتے تھے۔ جملہ علوم کی تحصیل کی نیز دیگر بہت سے شیوخ سے استفادہ کیا جن میں سید صفی الدین عبد الرحمن ابی ابوالمجد عبد اللہ شیری کرمانی، مظہر الدین محمد گزرونی، رکن الدین روز بہان عمی شیرازی، محی الدین محمد انصاری کوشکنار وغیرہ کا نام سرفہرست آتا ہے۔ دوانی حافظ ابن حجر عسقلانی سے بھی بلا واسطہ راوی ہیں کیونکہ ابن حجر نے اپنی شیراز کو عمومی اجازت عطا کی تھی۔ موصوف النودج العلوم میں رقمطراز ہیں:

ان الشہاب ابن حجر اجاز الی شیراز مطلقا شہاب الدین ابن حجر نے اپنی شیراز کو
وکننت اناس جملتهم ولی الروایۃ عنہ بنسب مطلق اجازت دی ہے اور میں بھی اپنی شیراز
واسطۃ انتہی۔ میں سے ہوں مجھے بھی ان سے بلا واسطہ روایت
کرنے کا حق ہے۔

شیخ دوانی نے جملہ علوم میں کمال حاصل کیا اور پھر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ اختیار کیا۔ کچھ عرصہ فارس میں عہدہ قضا پر فائز رہے۔ حافظ سخاوی المتوفی ۹۲۰ھ انصوار اللامع میں لکھتے ہیں:

تقدم فی العلوم سیمانی العقلیات واخذ یہ علوم میں اور خاص طور پر علم معقولات میں
عنہ اہل تلك النواحي وارتحلوا الیہ بہت آگے نکل گئے، اس نواح کے لوگوں
من الروم وحضر اسان و ما دراء النہر نے ان سے بڑا علم حاصل کیا۔ روم، خراسان
وسمعت النصار علیہ من جماعۃ ممن اخذ اور ماوراء النہر سے لوگ ان کے پاس سفر
عنی وصنف الکثیر کر کے پہنچے، میں نے اپنے شاگردوں کی

ایک جماعت سے ان کے متعلق تعریفی کلمات سُنے ہیں، انھوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں
قاضی محمد شوکانی البدر الطالع (ج ۲۔ ص ۱۳۰) میں تحریر فرماتے ہیں:

عالم الجہم بارض فارس دامام المعقولات دوانی سرزمین فارس میں عجم کے عالم اور

کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اور حافظ سید عبدالحی کتانی نے فہرست الفہارس، ج ۱۔ ص ۱۴۱ میں ”العلامة الاستاذ المحقق الاجل“ کے الفاظ سے ذکر کیا ہے۔

علامہ حافظ سید انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں :

والدوانی ہذا شافعی قسّم الحديث
من الشيخ ابى الفتح الشيرازى الا انه
لم يكن له اشتغال بالمحدث.
دعاشية البدر السارى الى فيض البارى
نہیں رہا۔
یہ علامہ دوانی شافعی ہیں، انہوں نے
حدیث شیخ ابو الفتح شیرازی سے پریمی
لیکن ان کو حدیث سے زیادہ واسطہ

ج ۲۔ ص ۳۶)

اس امر میں سب کا اتفاق ہے کہ ان کا دوآن میں انتقال ہوا ہے لیکن سال وفات میں اختلاف ہے، مگر اکثر تذکرہ نگاروں نے دو قولوں کو ذکر کیا ہے۔ اول ۹۱۸ھ اور دوسرے ۹۲۸ھ، اول قول کے مطابق آئنی اور دوسرے قول کے مطابق نوے سال عمر قرار پاتی ہے۔

موصوف کی تالیفات میں حسب ذیل کتابیں طبع ہو چکی ہیں:-

(۱) حاشیہ علی شرح القوشجی لتجريد الكلام، آستانہ ۱۳۱۵ھ

(۲) حاشیہ علی تحریر القواعد المنطقية لقطب الرازی۔

(۳) رسالہ فی اثبات الواجب، آستانہ۔ (۴) الزورار وتعليقات عليه فی تحقیق المبدأ والمعاد۔ طبع مصر، ۱۳۲۶ھ۔

(۵) شرح علی متن تہذیب المنطق، طبع لکھنؤ ۱۲۹۳ھ۔

(۶) حاشیہ شرح العقائد العنصرية، آستانہ ۱۳۱۷ھ۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) الضوء اللامع، ج ۷۔ ص ۱۳۳۔ (۲) شذرات الذهب، ج ۸۔ ص ۱۶۔

(۳) البدر الطالع، ج ۲۔ ص ۱۳۰

(۴) النور السافر از عبد القادر عمید روسی، طبع بغداد، ص ۱۳۳ و ۱۳۴۔

(۵) تاج العروس (مادہ دون)۔ (۶) القوائد البہیہ، طبع قاہرہ، ص ۸۹۔

(۷) فہرست الفہارس، ج ۱۔ ص ۱۴۳۔ (۸) ہدیۃ العارفین، ج ۲۔ ص ۲۲۲۔

(۹) سبک شناسی تاریخ قطور نثر فارسی، ج ۳- ص ۲۴۰ و ۲۴۱ از محمد تقی بہار
ملک الشعر اچاب دوم تہران ۱۳۳۴ھ

(۲۱۶)

محمد افضل نام ہے اور سلسلہ نسب یہ ہے :

محمد افضل بن محمد معصوم بن احمد سیالکوٹی ثم الدہلوی۔

موصوف نے شیخ عبدالاحد بن محمد سعید سہرندی سے علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تحصیل کی،
اور ان ہی سے موصوف کو روایت حدیث کی اجازت حاصل ہے۔ پھر حرمین شریفین کا سفر
کیا اور مشہور محدث شیخ سالم بن عبداللہ بصری کے حلقہ درس میں بیٹھ کر حدیث کی سماعت کی
اور روایت حدیث کی سند لے کر ہندوستان آئے، دہلی میں سکونت اختیار کی اور غازی الدین
خال کے مدرسہ میں درس دینا شروع کیا۔ یہیں ان سے شاہ ولی اللہ، شیخ مظہر جانجاناں اور
شیخ گد اعلیٰ وغیرہ نے پڑھا اور روایت حدیث کی کی سند لی۔

مظہر جانجاناں مقامات مظہریہ میں فرماتے ہیں :

حاجی محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ متبر علماء اور	حاجی محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ، ایشاں از علماء
دانشور فضلاء میں سے تھے، علوم باطن کے	متبر و فضلاء دانشورند از اسماء و علماء علوم
اسرار و معارف سے بہرہ وافر رکھتے	باطن خط وافر دارند طریقت از حجت اللہ
تھے طریقت کی تعلیم حجت اللہ نقشبند کے فرزند	فرزند و خلیفہ حضرت ایشاں محمد معصوم رحمۃ
و خلیفہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ	اللہ علیہم اگر رفتہ تادہ سال استفادہ فیوض
سے پائی تھی، دس برس تک، اکتساب فیض کیا	باطن نمودند و تادہ از دہ سال از حضرت شیخ
تھا اور بارہ سال تک حضرت شیخ عبدالاحد	عبدالاحد فرزند و خلیفہ خازن الرحمة شیخ
فرزند و خلیفہ حضرت خازن رحمت شیخ	محمد سعید فرزند سجادہ نشین حضرت مجدد رحمۃ
محمد سعید جو سجادہ نشین حضرت مجدد رحمۃ	اللہ علیہم مشرف گردیدہ بمقامات عالیہ سیدہ
اللہ علیہم سے استفادہ کر کے مدارج	اند و تحصیل علوم معقول و منقول و اسناد
عالیہ کو پہنچے تھے اور علوم معقول و منقول	علم حدیث ایشاں نمودہ از شیخ سالم بصری
علم حدیث کی ان سے تحصیل کر کے شیخ سالم	ثم المکی علم حدیث نیز سند دارند حضرت حجتہ
بصری ثم کئی رح سے بھی علم حدیث کی سند لی	نقشبند یا حضرت شیخ عبدالاحد و رقی ایشاں

حضرت جتہ اللہ نقشبند یا حضرت شیخ عبداللہ
نے ان کے حق میں فرمایا ہے کہ جو کچھ ہمارے سید
تک بڑے بڑے پیروں سے پہنچا تھا تمام وکمال
تمہارے باطن میں ڈال دیا ہے موصوف استغفر
قوی رکھتے تھے اور فنا و نیستی کا اُن پر بڑا
غلبہ تھا گو یا مگر اپنے آپ کو ارباب طریقت
سے نہیں سمجھتے تھے اعلیٰ حضرت ہم سے بار بار
فرماتے تھے کہ تم کو نظر کشفی اور تحقیق مقامات
الہیہ بخشی گئی ہے ہمارے حال پر بھی کچھ نظر
کیجئے کیونکہ اعمال کی خرابی کی وجہ سے اپنے
اندر کچھ بھی نہیں پاتا۔ موصوف حرمین شریفین
زاد ہما اللہ شرفا کی زیارت سے مشرف
ہوئے تھے اور الطاہر الہی اور عنایات
حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم
سے بہرہ ور ہو کر ہزار فتوحات کے ساتھ وطن
واپس آئے اور طالبان حقیقت کا مرجع
و ماویٰ بن گئے۔ خلق کو ظاہر و باطن مستفید
فرمایا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ
اللہ علیہ علم حدیث کی سند ان سے رکھتے ہیں
موصوف کو جو کچھ نقد ہدیے ملتے تھے اس
ہرفن کی کتابیں خرید کر وقف کر دیتے تھے
ایک مرتبہ پندرہ ہزار روپے ہدیہ طلب
کی نفع بخش علوم کی کتابیں خرید کر
وقف کر دیں۔ کئی ہزار کتابیں خدا کی راہ میں وقف کر کے علوم کی اشاعت فرمائی، اللہ

فرمودہ اند انچہ در سیدہ ما از پیران کبار
رسیدہ بود تمام و کمال در باطن شما
القا کردیم ایشان استغراق قوی داشتند
و فنا و نیستی برایشان مستولی بود گو یا مگر
خود را از ارباب طریقت یعنی دانستند حضرت
ایشان را بارہا می فرمودند کہ شما را نظر کشفی
و تحقیق مقامات الہیہ کرامت کردہ اند
بحال انظر سے فرماتید کہ از خرابی اعمال
و ر خود بیخ نمی یام..... ایشان بشرف
زیارت حرمین شریفین زاد ہما اللہ شرفا
رسیدہ اند و مورد الطاہر الہی و عنایات
حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم
شدہ با ہزاران فتوحات مراجعت نمودہ
مرجع طلاب حق گردیدند و خلق را ظاہر او
بالفنا فیہما رسانیدند حضرت شاہ ولی اللہ
محدث رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث از ایشان
سند دارند ایشان انچہ از نقود ہدیایا
می رسید کتب ہرفن خریدہ وقف می کرد
یکبار پانزدہ ہزار روپیہ ہدیہ آمدہ بود ہمہ
را کتب علوم نافعہ خرید کردہ وقف نمودند
چندین ہزار کتب در راہ خدا وقف کردہ
اشاعت علوم فرمودند بحراہ اللہ خیر الجزا
(ص ۱۰۹)

(ص ۱۰۹)

وقف کر دیں۔ کئی ہزار کتابیں خدا کی راہ میں وقف کر کے علوم کی اشاعت فرمائی، اللہ
تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دے۔

۲۶۶؎ میں وفات پائی "نور فین" تاریخ وفات ہے۔ موصوف دہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے پائیں میں مدفون ہوئے۔

ان کی تالیفات میں سے جوامع الاصول زیادہ مشہور ہے۔
موصوف کے حالات کے لئے دیکھو:

(۲) حدائق الحنفیہ، ص ۲۴۰۔

(۱) مقامات مظہری، ص ۹ و ۱۰۔

(۳) نزہۃ الخواطر، ج ۶، ص ۲۸۰۔

(۲۱۷)

محمد عبد السمیع نام ابو طاهر کنیت اور جمال الدین لقب ہے۔

واضح رہے شیخ ابو طاهر کردی کا اصل نام عبد السمیع ہے چنانچہ شیخ ابراہیم کردی رح کے ثبت الام لا یقاظ الہمسم کا جو قلمی نسخہ پیر چنڈ و دیروہب اللہ شاہ کے کتب خانہ میں محفوظ ہے وہ ہمارے مطالعہ سے گزر چکا ہے یہ نسخہ مصنف کے پوتے شیخ ابو الفتوح احمد کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اُس کے خاتمہ پر ترقیمہ میں شیخ ابو طاهر کردی کا نام موصوف نے اپنے دادا شیخ ابراہیم بن حسن کردی کے حوالہ سے عبد السمیع نقل کیا ہے وہ ترقیمہ مدیہ ناظرین ہے:

الحمد للہ رایت بخط سیدی العم انہ را می
الحمد للہ میں نے اپنے عم بزرگوار کے قلم
سے لکھا ہوا اور انھوں نے اپنے حید
احمد قدس اللہ سرہ کے قلم سے لکھا ہوا دیکھا
ہے وہ یہ ہے۔

محمد ابو طاهر عبد السمیع بن ابراہیم بن حسن
مع اذان المغرب لیلة الخميس ادا الجمعة
۲۱ رجب الفرد الحرام شہر اللہ ۸۰۰ھ
انبت اللہ انباتا حسنا وجعلہ مو تقاسدا
اہانا علی الخیرات بکرمہ آمین انتہی بلفظ
تمام ترقیہیں اسی محسن حقیقی کے لئے
ہیں جس کے قبضہ قدرت میں تمام خیر ہے
انشاء اللہ تعالیٰ مولود مبارک محمد ابو طاهر
عبد السمیع بن ابراہیم بن حسن جو شب
پنجشنبہ یا جمعہ ۲۱ رجب المرجب ۸۱۰ھ
میں پیدا ہوا اللہ تعالیٰ اس کو خوب پروا

چڑھائے اور اُس کو اپنے فضل و کرم سے خیر کے کاموں پر استقامت، سہولت اور توفیق
ارزائی فرمائے۔ آمین۔

سلسلہ نسب یہ ہے :

محمد عبد السمیع بن ابراہیم بن حسن بن شہاب الدین الکردی المدنی الشافعی۔

موصوف ۲۱ رجب ۱۹۸۱ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، اپنے پدر بزرگوار اور دیگر ارباب کمال سے علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تحصیل کی، نیز محدث محمد بن عبد الرسول برزنجی، ابوالاسرار حسن بن علی عجمی، عبد اللہ بن سالم بصری وغیرہ سے حدیث کا سماع کیا۔ علوم دینیہ میں مہارت پیدا کی اور حرم نبوی میں درس دینا شروع کیا۔ دور و دور سے طلبہ آتے اور کتاب فیض کرتے تھے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں :

شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی حنفی
اللہ علیہ ابتدائی زمانہ سے علم اور اہل علم
سے محبت کرتے تھے خرقہ خلافت اپنے والد
سے حاصل کیا تھا اور ان کے والد بزرگوار
نے دوسرے علماء سے بھی ان کے لئے اجازت
روایت اور خرقہ خلافت حاصل کیا تھا
ان ہی علماء میں سے شیخ محمد بن سلیمان مغربی
تھے۔ نحو و ادب کی کتابیں سید احمد ادریس
مغربی سے پڑھی تھیں جو سیبویہ وقت تھے
فقہ حنفی کی تعلیم علی طوبونی مصری سے پائی
تھی۔ معقول منجم ہاشمی سے حاصل
کی تھی جو روم کے متبحر علماء میں سے تھے
علم حدیث اپنے والد سے حاصل کیا تھا
اور ان کے بعد اس علم کو شیخ حسن عجمی سے
پڑھا اور ان ہی سے زیادہ تر استفادہ
کیا تھا، ان کے بعد احمد غنوی، شیخ عبد اللہ
بصری سے فائدہ اٹھایا، شیخ عبد اللہ بصری

شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم الکردی
المدنی رحمۃ اللہ علیہ از ابتدائے حال راغب
در علم و علمائے بود خرقہ از پدر خود پوشیدہ
والد بزرگوارش برائے و سے خرقہ و اجازت
از بزرگان بسیار گرفت از ان جملہ شیخ
محمد بن سلیمان مغربی و کتب عربیہ از سید احمد
ادریس مغربی کہ سیبویہ زمان خود خواند
..... و فقہ شافعی از شیخ علی طوبونی
مصری گرفت و معقول از منجم ہاشمی
کہ از مشاہیر متبحران روم بود و علم حدیث
از والد خود اخذ کردہ بعد از آن از شیخ
حسن عجمی و بروئے است اکثر استفادہ
و سے و بعد از آن از احمد غنوی و شیخ عبد اللہ
بصری، بر شیخ عبد اللہ بصری شمس آل
النبی صلی اللہ علیہ وسلم خواند و از دے
مسند احمد در اقل از شہرین استماع
کرد و از واردین بحرین بسیار اخذ کرد

از انجملہ شیخ عبد اللہ لاہوری و کتب عبد الحکیم
سیالکوٹی انورے روایت کند عن الشيخ
عبد اللہ اللیب عن مولانا عبد الحکیم و
کتب شیخ عبد الحق دہلوی بہین واسطہ از
مولانا عبد الحکیم روایت کند و دے از شیخ
عبد الحق اجازت و روایت و از آل جملہ
شیخ سعید کوکئی بعض کتب عربیہ و قد در رب
فتح الباری بروے خواند، بالجمہ متصف بود
بصفات سلف صالح از ورع و اجتناد و در
طاعت و اشتغال بعلم و انصاف در
مذکرہ در ادنی مراجعت تا مل وافی نکرے
و متع کتب نمودے جواب ندادے و رفیق
القلب چوں اعاذیت رفاق خواندے چشم
پر آب کردے و در لباس و غیر آن تکلف
نداشت و باخدم و ملائذہ خود و غیر ایشان
بجز تواضع پیش نیامدے در اثنائے قرآۃ
صحیح بخاری سخن در اختلاف روایات اتحاد
دفعۃً افتاد شیخ ابو طاهر گفتند این ہر از
آنست کہ حقیقت آن حضرت صلی اللہ علیہ
و سلم در نہایت جمعیت است و از فراط
جمعیت امتداد راجع می تواند کرد و کما
قال این نکته عمقے دارد و قد ہر۔

شائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھی اور دوجینے
سے بھی کثرت میں ان سے مسند احمد بن حنبل
کا سامع کیا اور حرمین میں آنے والے علماء
سے بھی بہت کچھ حاصل کیا ان ہی میں سے
شیخ عبد اللہ لاہوری میں جن سے ملا عبد الحکیم
سیال کوٹی کی تصانیف از شیخ عبد اللہ
لیب از مولانا عبد الحکیم روایت کرتے ہیں
اور شیخ عبد الحق کی تصانیف بھی باہر واسطہ
عبد الحکیم سے روایت کرتے ہیں کیونکہ عبد الحکیم
شیخ عبد الحق سے قرآۃ اور اجازۃ راوی ہیں
اور ان ہی میں سے شیخ سعید کوکئی ہیں، جن سے
ادب کی بعض کتابیں اور ایک ربیع کے تقدیر
فتح الباری پڑھی تھی، غرض کہ شیخ ابو طاهر
سلف صالحین کی صفات و ورع و تقویٰ
طاعت الہی میں سعی، علم کے ساتھ اشتغال
اور بحث و تکرار میں انصاف کی صفات سے
متصف تھے، ادنی مراجعت میں جب تک
اچھی طرح غور نہ کرتے اور پوری طرح سے کتابیں
نہ دیکھ لیتے جواب نہیں دیتے تھے اور نرم
دل اتنے تھے کہ جب رفاق کی حدیثیں
پڑھتے تو آنکھوں میں آنسو بھر لاتے تھے
اور لباس و غیرہ میں تکلف نہیں برتتے تھے،
اپنے خدام اور شاگردوں کے ساتھ نہایت
تواضع سے پیش آتے تھے۔ صحیح بخاری کے سبق
میں اتفاق سے بات اختلاف روایات اتحاد

کے متعلق آگئی تو شیخ ابوطاہر نے فرمایا کہ یہ سب کچھ اختلاف اس وجہ سے ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت جمعیت کے انتہائی درجہ پر ہے اور فطر جمعیت ہی اس صورت اختلاف کو جمع کر سکتی ہے یا ایسی ہی بات کہی تھی یہ ایک نہایت باریک نکتہ ہے اس پر غور کرنا چاہیے
شاہ صاحب موصوف الانتخاب میں رقمطراز ہیں :

پس اس فقیر تدلے با شیخ ابوطاہر صحبت دہشتہ
و صحیح بخاری تمام آں حرفاً و آوازاً ایشان
حاصل کرد و مشکلات این فن را برایشان
بحث کرد و بطریق متبع کتب رجال و شرح
غریب آشنا شد و در رجال اسانید ازین
طبقة تا طبقه مصنفین و از مصنفین تا
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پیدا کرد
و صحیح را از تقسیم باز شناخت و قوانین روا
و تحدیث یاد گرفت و بمعرفت متابعات و
شواہد آشنا شد و مسند داری ہمہ
آں از ایشان استماع نمود و اطراف کتب
سنۃ و غیر آں برایشان عرض کرد و ایشان
اجازت روایت آں کتب بل جمیع مرویات
خود دادند و بر مرویات خود و طرق اسانید
خود بوجہ نیک مطلع ساختند و حسنہ
پوشانیدند، جزاہ اللہ سبحانہ عنی خیراً۔

تمام مرویات کی اجازت بھی عطا فرمائی اور اپنی مرویات اور اسانید کے سلسلوں سے اچھی طرح واقف کرایا اور خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انھیں میری طرف سے اچھی جزا عطا فرمائے۔

حدیث ابن العلیب الشریقی نے موصوف کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :
الصالح المفاضل المشارک الدر اکہ مسند الحرمین الشریفین ابی طاہر محمد عبد السمیع بن

ابی العرفان ابراہیم۔ اور
حافظ غزنی رباطی نے عراقی کو اپنے اجازت نامہ میں موصوف کو حسب ذیل الفاظ میں یاد کیا ہے
”عالم المدینۃ فی وقۃ وارث والدہ الجہیز الکبیر العلامة الشہیر“
اس کے بعد لکھا ہے :

فاوضتہ فی عدۃ مسائل مما یتحصل منہ میں نے ان سے متعدد مسئلوں میں گفتگو
انہ ذوباع عریض فی علم الحدیث و مصطلکات کی جس سے اندازہ ہوا کہ ان کو علوم
و علم الاصول وغیر ذلک۔ حدیث، مصطلحات حدیث اور اصول

دہرہ الفہرست ج ۱۔ ص ۳۷۳) وغیرہ میں پیدہ طوئی حاصل تھا۔
شمس الدین محمد بن عبد الرحمن غزنی لطائف المنن فی آثار خدمۃ السنۃ میں رقمطراز ہیں :
رآیت من دیانتہ و تسکدہ و تواضعہ میں اپنے ساتھ ان کی دیانت، عبادت، تواضع
خفص جناحہ الم ارہ علی من مشائخنا ما اور انکسار ایسا دیکھا کہ ہلکے شیوخ میں
خلا الملائک الیاس الکوران فی فائدہ کان یقارب سے بجز ملا الیاس کورانی کے کسی میں نہیں
فی ذلک۔ (لطائف المنن بحوالہ سلک الدرر دیکھا۔ وہ البتہ ان امور میں ان کے قریب
ج ۲۔ ص ۲۷) قریب تھے۔

شیخ الاسلام محمد خلیل مرادی حنفی المتوفی ۱۲۰۶ھ نے سلک الدرر میں ان کا تذکرہ ان
الفاظ سے شروع کیا ہے،

ابو الطاہر..... الشہیر بالکورانی الشیخ الامام العالم العالم العلامة المحقق المدقق النحریر
النفیقہ جمال الدینی..... کان عالماً فقیہاً الخ

علامہ شیخ محمد عابد سندھی المتوفی ۱۲۵۷ھ حصر الشارح میں لکھتے ہیں :

الشیخ علامہ محمد ابوطاہر و یقال الشیخ محمد طاہر الشیخ علامہ محمد ابوطاہر جو محمد طاہر بن شیخ
ابن الشیخ ابراہیم بن حسن الکردی اخذ ابراہیم بن حسن کردی سے بھی مشہور ہیں انھوں
المنقول و المعقول و الفرد و الاصول نے منقول و معقول، فرد و اصول متحد
و الحدیث و التفسیر و التعقوت و غیر ذلک و تفسیر اور تعقوت وغیرہ اپنے محقق باپ سے پڑھے
عن والدہ المحقق حتی صار من العلماء اور ممتاز علما میں سے ہو گئے۔ نیز انھوں نے
المبرزین و اخذ الیقیناً علی الشیخ ابی الاسرار بن ابوالاسرار حسن بن علی عجمی سے حدیث اور

الحسن بن علی المجہبی الحدیث و التصوف وغیرہ
ذکر و کان علی جانب عظیم من الصلاح و
التقوی و التصوف عالما کبیرا و کان الناب
علیہ علم الحدیث و کان کثیر الاجتہاد فی نشر
العلوم و تعلیم و تحصیل حتی قبل انہ حصل
نحو سبعین کتابا بخط یدہ منہا التحفہ لابن حجر
فی الفقہ فی جلد و النہایہ للریلی فی جلد و حوی
کل العلوم صرفا و نحو او معانی و ہبیانا
و بدیعا و منطقا و فرائض و حسابا بجمیع الذا
من المفتوح و الجبر و المقابله و الخطائین
مع صبر علی الطبلۃ و کان احسن اہل زمانہ
خلقا و خلقا و ائم البشر کثیر التواضع لایر
لنفسہ حالا و لا مقالا و کان لہ در ذی اللیل
من التہجد و مستمر آتہ القرآن لایزکہ حضرا
ولا سفر او لم یزل علی الاستقامۃ حتی
توفی آخر ہزار النہیس لاربیع و عشرين من
جمادی الاولی سنۃ ثلاث و ستین بعد
المائۃ و الالف و کان موتہ وقع عظیم و
شیع جنازۃ جمیع عظیم

تصوف وغیرہ کی تعلیم پائی۔ صلاح و تقویٰ
اور تصوف سے موصوف کو بڑا حقہ ملا تھا
زہر دست عالم تھے مگر علوم حدیث کا ان
پر غلبہ تھا، علوم کی تحصیل و تعلیم اور نشر
و اشاعت میں بڑے کوشاں تھے یہاں تک
کہا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے ستر
کتابیں نفل کر کے رکھی تھیں جن میں
فقہ میں ابن حجر کا تحفہ ایک جلد میں تھا
اور ایک جلد میں شیخ رلی کی نہایہ تھی تمام
علوم صرف و نحو، معانی و بیان، بدیع،
منطق، فرائض، حساب اور اس کے تمام
انواع، مفتوح، جبر و مقابلہ وغیرہ میں
جامع تھے، طلبہ کے پڑھانے میں بڑے مستعد
تھے، اہل زمانہ میں بخیر صورت و سیرت
میں سب سے بہتر تھے، بڑے ہنس مکھ اور
بہت متواضع تھے اپنا کوئی مقام اور حیثیت
نہیں سمجھتے تھے۔ ان کے وظائف اور معمولات
تہجد وغیرہ کی قبل سے رات میں ادا ہوتے
اور قرآن کی تلاوت سفر و حضر میں بھی
کبھی نہیں چھوڑتے تھے، موصوف اپنے

معمولات کو زندگی کے آخری ایام تک پابندی سے انجام دیتے رہے تا آنکہ جمعرات کے دن شام کو
۲۷ جمادی الاولی ۱۱۶۳ھ میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان کے جنازہ میں بڑا ازدحام تھا،
ان کی موت ایک بہت بڑا سانحہ تھی۔

شیخ محمد عابد سندھی کا ثبت حصر الشارح پر جہنڈ و (سید محب اللہ شاہ) کے کتب خانہ میں ہمارے
مطالعہ سے گزر چکا ہے، اُس میں یہ تفصیلات نہیں ہیں۔ حصر الشارح کا دوسرا مختصر نسخہ جس پر جلد

دوم لکھا ہوا ہے، پیر جہنڈو (پیر وہب اللہ) کے کتب خانہ میں ہمارے مطالعہ سے گزرا ہے اسی سے مذکورہ بالا عبارت منقول ہے۔ ہمارے خیال میں یہ حصر المثار کا ذیل ہے اور ممکن ہے تمام الشیوخ کے نام سے ملا عابد سندھی کی کوئی جہد آگاہ تالیف ہو۔

شیخ ابو طاہر کردی نے حدیث میں زیادہ مہتغادہ شیخ حسن عجمی سے کیا تھا اور حقیقت میں وہی ان کے اصل شیخ تھے۔ موصوف نے صحاح ستہ کا سماع ان ہی سے کیا تھا۔ حافظ سید عبدالحی کتانی فرس الغبار، ج ۱۔ ص ۳۷۳ میں لکھتے ہیں:

”مجھے شیخ ابو الخیر کئی نے لکھا ہے کہ وہ شیخ ابو طاہر اور ان کے بھائیوں کی اس سند پر جو انھیں شیخ حسن عجمی نے دی تھی واقف ہوئے ہیں وہ سند محدث عمیری نے اپنے ثبت میں نقل کر دی ہے جس میں ان کے متعلق مذکور ہے،

رغب فیہا الی الشباب الا فاضل البالغون	اس کی طلب میں میری طرف نوجوان فاضلوں
فی الکلمات مبالغ الثیب الاحباب الامل	نے رغبت کی جو کمالات میں اپنے بے نظیر
الغائرون من نافع العلم واحسن العمل	بوڑھے احباب کے دوش بدوش ہیں،
باوئی خط واکمل نصیب الا وہم الشیخ	اور جن کو علم نافع اور بہترین عمل سے بڑا
محمد البوسعید والشیخ ابوالحسن والشیخ	محمد طلبہ وہ شیخ محمد البوسعید، شیخ
محمد ابو طاہر الخ۔“	ابوالحسن اور شیخ محمد ابو طاہر ہیں۔

واضح رہے شیخ ابو طاہر کردی کو محدث قشاشی سے روایت حدیث کی اجازت حاصل نہیں ہے۔ بعض محدثین کو یہ دھوکہ ہوا ہے کہ موصوف کو شیخ قشاشی سے روایت حدیث کی اجازت حاصل ہے۔ عبدالحی کتانی فرماتے ہیں:

السمط المجید کی اس عبارت اجزت فلانا ابراہیم بن حسی وابنہ محمد سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ ابو طاہر کردی کو اپنے نانا شیخ صفی قشاشی سے براہ راست روایت حدیث کی اجازت حاصل ہے چنانچہ حافظ سید مرتضیٰ زبیدی نے العقد میں لکھا ہے کہ شیخ ابو طاہر کردی کو اپنے نانا شیخ صفی الدین قشاشی سے بھی روایت حدیث کی اجازت حاصل ہے جیسا کہ مذکورہ بالا عبارت سے ثابت ہوتا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ سید مرتضیٰ زبیدی کو دھوکا ہوا ہے اور وہ یہ سمجھے ہیں کہ ابراہیم کے فرزند محمد وہ ابو طاہر ہی ہیں کیونکہ ان کا نام محمد ہے اور کوئی شک نہیں کہ ابو طاہر کا نام محمد ہے لیکن ماہر فن جانتے ہیں کہ

ابراہیم کورانی کے تین فرزند تھے اور ہر ایک کا نام محمد تھا اور ان میں سے ہر ایک اپنی کنیت کے ساتھ ممتاز تھا اور اسی کنیت کی وجہ سے ہر ایک دوسرے سے منفرد تھا۔ ابراہیم کورانی کے یہاں سب سے پہلے جولو کا پیدا ہوا تھا وہ قشاشی کی حیات میں ہوا تھا، بس انہی کو قشاشی سے اجازت حاصل تھی اور ابو طاہر کرمی جو سب سے چھوٹے تھے اپنے نانا کے انتقال کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ مسالک الابرار میں کورانی کی مراد ہی سب سے بڑے فرزند ہیں اور دومی قشاشی سے حدیث اولیہ کے راوی ہیں۔ نیز کورانی کا بیان ہے کہ قشاشی نے اپنی کتاب سماء المجید میرے لڑکے محمد کو سنائی اور میں بھی اس موقع پر موجود تھا۔ (وہ انہی کے متعلق ہے)۔

ابوالخیر محمدؒ نے اس کے بعد مجھے لکھا ہے کہ طاہر ابراہیم کورانی کے تین فرزند تھے (۱) ابوسعید محمد (۲) ابوالحسن محمد (۳) ابو طاہر محمد۔ ابو طاہر ان کے سب سے چھوٹے فرزند تھے ان کا نام عبدالسمیع تھا۔ شیخ عبدالرحمنؒ کثانی کا بیان ہے:

”شیخ ابو طاہر نے اپنے قلم سے بہت سی کتابیں نقل کی تھیں۔ مشہور ہے کہ ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں ستر جلدوں کے قریب تھیں جیسا کہ النفس الیہانی میں مذکور ہے اور میرے پاس بھی ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی فصوص الحکم کی شرحیں موجود ہیں۔“ شیخ ابو طاہر کرمی درس و تدریس کے علاوہ افتاء کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ ۹ رمضان ۱۴۲۵ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور بقیع میں دفن کئے گئے۔ حالات کے لئے دیکھو:

(۱) سلک الدرر، ۲۵-۲۷۔ (۲) انسان العین فی مشائخ الحرمین، مطبع

احمدی دہلی، ص ۱۳ و ۱۴۔

(۳) الانتباه فی سلاسل اولیاء اللہ و وارثی اسانید رسول اللہ۔ (ذیلی)

(۴) حصر الشارح فی اسانید الشیخ محمد عابد۔

(۵) السیاق الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی، طبع دہلی ۱۳۴۹ھ ص ۲۰۔

(۶) فہرس الفہارس، ص ۳۷۲ تا ۳۷۴۔

(۲۱۸)

ابراہیم نام ابو العرفان کنیت اور جہان الدین لقب ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

ابراہیم بن حسن بن شہاب الدین الشہر زوری الکر دی الکرانی الشافعی۔

۲۵۰ھ میں پیدا ہوئے، پدر بزرگوار کے علاوہ اس عہد کے دیگر نامور علماء سے علوم دینیہ کی تکمیل کی، پھر بغداد میں دو برس قیام کیا اور بڑے بڑے علماء اور مشائخ سے اکتساب فیض کیا پھر چار سال شام میں گزار کر مصر ہوئے ہوئے حرین پہنچے، یہاں ان کی شیخ قشاشی سے ملاقات ہو گئی اور جب ایک پر دوسرے کے جوہر کھلے تو تعلقات استوار تر ہوئے گئے۔ شیخ قشاشی نے ان کو خرقہ پہنایا اور تمام مرویات کی اجازت دی نیز اپنی دختر نیک اختر سے ان کا نکاح کر دیا۔ موصوف عربی، کر دی زبان کے علاوہ فارسی اور ترکی زبانیں بھی خوب جانتے تھے، فقہ اور حدیث میں یکتائے زمانہ تھے اور حرم میں درس دیتے تھے۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا بیان ہے:

شیخ ابراہیم کر دی قدس سرہ عالم بود و عارف
تھے، فنون علیہ، فقہ شافعی، حدیث، تفسیر
اصول فقہ اور علم کلام میں ان کو بدرجہ اولیٰ
حاصل تھا، ان میں سے ہر فن میں ان کی
تالیفات موجود ہیں۔ موصوف نے اپنے وطن
میں علم حاصل کیا اس کے بعد حج کے ارانے
سے قدم باہر نکالا اور کم و بیش دو برس
بغداد میں قیام کیا، شیخ عبد القادر قدس
سرہ کے مزار پر متوجہ رہے اور تصوف کا
مذاق یہیں سے پیدا ہوا۔ چار سال شام میں
گزارے اور مصر ہوئے ہوئے حرین آئے۔
ان قشاشی سے ملے، ان کو قشاشی سے اور
قشاشی کو ان سے تعلق پیدا ہو گیا انھوں
نے ان سے حدیثیں روایت کیں اور خرقہ

در فضول علم از فقہ شافعی و حدیث و عربیت
و اصلین یزید و ابی داؤد و دیگر بر کی تصانیف
دارد در بلاد خویش تحصیل علم کرد بعد
از آن بقصد حج بیرون آمد و در سال کم و
بیش در بغداد ساکن شد و بر قبر سیدی محمد
قدس سرہ متوجہ می شد و ذوقی این راہ
از آنجا پیدا کرد و چار سال شام ماند و
بمصر گزشتہ بھرین آمد و قشاشی ملاقات
کرد و سے را بقشاشی و قشاشی را باو سے
خصوصیت عجیب پیدا شد و از و سے حدیث
روایت کرد و خرقہ پوشید و در صحبت
و سے بمکالات علیا ترقی کرد، زبان فارسی
و کر دی و ترکی و عربی ہمہ می دانست و

بتوقد ذہن و تجسس علم و زہد و تواضع و
 صبر و حلم متصف بود..... فی الجملہ
 سیرت شیخ ابراہیم آل بود کہ از روئے
 متفقہ روزگار و متصوفہ آل از تکیہ عمامہ
 و تطویل اکمام و لباس خوج دکا و ک
 بیزار بود، ثیاب متوسطہ و عمامہ متعارفہ
 و دست صوفی مخطوط و کوفیہ لاطیہ چنانکہ
 عامہ اہل حجاز عادت دارند می پوشیدہ
 و ہرگز اظہار خود از حیثیت قصد در
 مجلس و تقدیم در کلام و امثال آل نمی
 کرد و افادہ دے اصحاب خود را بترتیب
 مناظرہ و مفاوضہ می بود می گفت "اما
 ہو کذا و کذا پس بغیر من کذا و کذا و کذا"
 و چون در مسئلہ باوے کے ادنیٰ مزاجت
 کردے متوقف می شد تا آنکہ بطریق تحقیق
 و انصاف رفع آل اشکال کند۔ عبد اللہ
 عیاشی گفت کہ کان مجلس روضہ من ریاض
 الجنۃ، چوں تفسیر مسائل حکمت کردے
 البتہ حقائق صوفیہ در ضمن آل ذکر کردے
 و ترجیح کلام صوفیہ بر تحقیق آنہا بیان
 فرمودے و گفتے ہولاء الفلاسفۃ
 قاروا عنہم را علی الحق ولم یہتدوا لہ
 خلافت پہنا، ان کی محبت میں بلند مراتب
 اور کمالات عالیہ کو پہنچے۔ موصوفہ فاکر
 کردی، ترکی اور عربی سب زبانیں جانتے
 تھے۔ روشن دماغی، تبحر علمی، زہد اور
 تواضع، صبر و حلم کی صفات سے متصف
 تھے..... غرض شیخ ابراہیم کی سیرت
 یہ تھی کہ وہ اُس زمانے کے نام نہاد فقیہ اور
 صوفیہ سے جو بڑے عمامے باندھتے اور
 لمبی لمبی آستینوں کے کرتے پہنتے بیزار تھے
 خواجگان دکا و ک کے لباسوں سے متفرق
 تھے، متوسطہ درجے کے کپڑے عمامہ منقار
 ادنیٰ درجہ کی ادن کی دھاری دارا و
 کوفیہ لاطیہ جو عام اہل حجاز کی عادت تھی
 زیب تن فرماتے تھے۔ مجلس میں صدر بن کر
 بیٹھنے اور گفتگو میں پہل کرنے یا اسی طرح
 کی باتیں بنا کر موصوفہ ہرگز اپنی حقیقت
 کا اظہار نہیں کرتے تھے، اپنے شاگردوں
 کو بھی بحث و نظر اور باہمی گفتگو کے ذریعہ
 مستفید کرتے اور کہتے کہ بات اس اس
 طرح ہے اور میں اس کو ایسا ایسا سمجھتا
 ہوں اور جب کوئی اُن سے کوئی بات پوچھتا
 تو موصوفہ توقف فرماتے تا آنکہ تحقیق
 اور انصاف کے ساتھ اس اشکال کو رفع
 فرما دیتے تھے۔ عبد اللہ عیاشی کا بیان ہے کہ موصوفہ کی مجلس گویا جنت کے باغوں میں
 ایک باغ تھی۔ جب وہ حکمت کے مسلوں پر تفسیر فرماتے تو اس کے ضمن میں منمنو خانہ

نجات اور خالق بھی بیان کرتے تھے نیز موصوفہ کی باتوں کے فلاسفہ کی تحقیقات پر قابل ترجیح ہونے کو ثابت کرتے اور فرماتے تھے کہ فلسفی لوگ خفائی پر آگاہی کے قریب تر آچکے تھے لیکن اس کی طرف ہدایت نہیں پائی۔

محدث موصوف الاہتباہ میں رقمطراز ہیں :

شیخ ابراہیم کردی کہ دراصلین و
نقد و حدیث و تصوف آیتے بود از آیات
اللہ و در ہر فن رسائل دارد و قوت
تحریر و تفسیر دے از آل رسائل تو
شناخت و در فن روایت حدیث
خصوصاً رسائل دارد بغایت بے نظیر
مثل احم و مثل رسالہ مسلمات و مثل
رسالہ تصحیح احادیث کہ بر السنہ موصوفہ
جاری می شود الی غیر ذلک و در زمان او
جمیع اقالیم را در تصوف و اصلین و فقر
شافعی و علم حدیث نظیر ابوہریرہ و اسولہ
از مشرق و مغرب بروے وارد می شدند
و دے جواب انہا می نوشت و رسالہا می
ساخت کسب علوم از علمائے بلد خود کرد
شیخ ابراہیم کردی اصول و کلام فقہ و
حدیث اور تصوف میں اللہ تعالیٰ کی نشانی
میں ایک نشانی تھے اور ہر فن میں ان کے
رسالے موجود ہیں ان کی قوت تحریر اور
تفسیر کا اندازہ انہی رسالوں سے چوتھا
ہے جو روایت حدیث کے فن میں خصوصی
رسالے ہیں اور بڑے بے نظیر ہیں جیسے ام
اور رسالہ مسلمات اور رسالہ تصحیح احادیث
وغیرہ جن میں انہوں نے ان روایات
کی صحت سے بحث کی ہے جو موصوفہ کی زبان
زد ہیں ان کے زمانے میں تصوف اصول
نقد و تفسیر اور علم حدیث میں تمام
بلاد اسلامیہ کی نظر ان پر تھی مشرق
و مغرب ان کے پاس سوالات آتے تھے
اور موصوفہ ان کے جوابات دیتے تھے
اور ان ہی جوابات کے رسالے بن جاتے تھے موصوفہ نے سب سے پہلے علوم کی تحصیل
اپنے شہر کے علماء سے کی تھی۔

شیخ حسن عجمی نے موصوفہ کے فرزندوں کو جو سندیں دی تھیں، ان میں موصوفہ کو
حسب ذیل الفاظ میں یاد کیا ہے :

شیخ الاسلام استاذ العلماء الاعلام تاج القوفیہ و محی طریقتہ السنیۃ سیدی و
مدلیق و شیخی (فہرست النہار س: ۱ ج: ۱ ص ۳۷۲)

شیخ ابوسالم عیاشی موصوف کے حافظہ کے متعلق رقمطراز ہیں :

از بلغ من حفظه ان لو نظر مسئلہ فی کتاب
وغاب عنه سبع سنین تم سئل عنها فقال
ہی فی کتاب کذا وصفہ کذا و فی سطر کذا
وقد انشأ الناس الیہ فی علوم الروایۃ
من کل مدب۔
موصوف حافظہ کے ایسے مرتبہ کو پہنچے ہوئے
تھے اگر کسی کتاب میں کوئی مسئلہ نظر سے
گزر جاتا اور وہ کتاب سات برس تک
ان کی نظر سے اوجھل ہو جاتی اور ان سے
اس مسئلہ کے متعلق پوچھا جاتا تو وہ فورا
یہ مسئلہ فلال کتاب کے فلال صفحہ اور فلال سطر میں ہے، فن حدیث کی تحصیل میں
لوگ ہر طرف سے ان پر ٹوٹے پڑتے تھے۔

حافظ سید مرتضیٰ بلگرامی ثم الزبیدی تاج الحروس، مادہ (شہر) میں تحریر فرماتے ہیں :

شہزوں بالفتح مدینۃ زور بن النہاک و ہو
الذی احد نہا ف نسبت الیہ وہی الان کورۃ
واسعۃ فی الجبال بین اربل و ہمدان و
المہاک کلہم اکراد وقد نسب الیہ
جماعۃ من العلماء ومن
المتاخرین شیخ مشائخ ابوالعسرفان
ابراہیم بن حسن بن شہاب الدین الکرکی
الشہرانی ولد فی شوال سنۃ ۱۰۲۵ھ
وقدم المدینۃ وللازم القشاشی واجتمع
فی مصر عند مردہ بہامع الشہاب الخفاجی
والشیخ سلطان وغیرہم وقد حدثنا
عنہ شیخنا محمد بن علاء الدین الزبیدی
بالکتابۃ و احمد بن علی دمشقی بالاجازۃ
العامة تو فی بالمدینۃ فی ۶۸ جمادی الاول
سنۃ ۱۱۰۱ھ۔

شہزور فتح کے ساتھ زور بن النہاک کا
شہر تھا جس کو اس نے بسایا تھا اسی کی طرف
شہر زوری نسبت ہے، یہ آب اربل اور
ہمدان کے درمیان پہاڑوں میں ایک
وسیع قصبہ ہے اور یہاں تمام تر کرد آباد
ہیں اس کی طرف علماء کی ایک جماعت
منسوب ہے متاخرین میں
سے ہمارے شیخ الشیوخ ابوالعرفان
ابراہیم بن حسن بن شہاب الدین کردی
شہرانی ہیں۔ موصوف شوال سنۃ ۱۰۲۵ھ
میں پیدا ہوئے اور پھر مدینہ آگئے شیخ
قشاشی کی صحبت اختیار کی۔ مصر سے گذرے
ہوئے شیخ شہاب الدین خفاجی اور شیخ
سلطان وغیرہ سے محافاتیں رہیں اور ہم سے ہمارے
شیخ محمد بن علاء الدین زبیدی اور احمد
ابن علی دمشقی ان کی سند سے حدیثیں بیان

کرتے تھے، اول الذکر کو ان سے تحریری اجازت حاصل تھی اور احمد مشقی کو اجازت عامہ۔
۷۸۔ جمادی الاولیٰ ۱۱۸۸ھ میں انتقال ہوا۔

حافظ بکرائی مادہ ک در میں لکھتے ہیں:

کوران بالضم قبیلۃ من الاکراد خرج منهم
طائفة کثیرة من العلماء والمحدثین عالمہم
شیخ شیوخنا العلامة ابوالعصفان ابراہیم
ابن حسن نزہیل طیبہ۔
کوران فتمہ کے ساتھ کردوں کا ایک قبیلہ
ہے ان میں سے علماء اور محدثین کی ایک
بڑی جماعت نکلی ہے جن میں خاتمہ
العلماء والمحدثین ہمارے شیخ الشیوخ

ابوالعصفان ابراہیم بن حسن نزہیل مدینہ منورہ ہیں۔

مجتبیٰ، خلاصۃ الاثر ج ۱۔ ص ۳۲۵ میں شیخ احمد قشاشی کے تذکرہ میں موصوف کے متعلق
فرماتے ہیں:

انہم نتیجۃ النتاج خلیفۃ الروحانی ابراہیم
ابن حسن الکوران الشہرانی فہم تخرج
وبعلومہ انتفع لازمہ مدۃ حیاتہ وصار
خلیفۃ فی التزییۃ والارشاد بعد
حماتہ۔
ان میں سے نتیجہ نتاج خلیفہ روحانی ابراہیم
ابن حسن کوران الشہرانی ہیں۔ موصوف نے
قشاشی سے اکتساب فیض کیا اور انہی
کے علوم سے استفادہ کیا اور ان کی
زندگی میں ان ہی کی صحبت میں رہے

اور ان کے انتقال کے بعد تربیت اور سلوک کی تعلیم میں ان کے بانشین ہو گئے۔

محمد خلیل آفندی نے موصوف کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

الشیخ الامام العالم العلامة خاتمہ
المحققین عمدة المسندین العارف
باللہ تعالیٰ..... اشہر ذکرہ وعلا
قدرة وپرعت الیہ الطالبون من البلاد
القاصیۃ لاخذ التلقی عنہ ودرس المسجد
الشریف النبوی..... دکان جبلا
من جبال العلم بحرا من بحور العرفان۔
شیخ، امام، علامہ، خاتم محققین، عمدة
مسندین، عارف باللہ تعالیٰ.....
..... ان کا تذکرہ مشہور ہے، ان کا
مرتبہ بلند ہے، ان سے تحصیل علوم کی
خاطر دور دور کے شہروں سے طالبان
علوم ان کی طرف دوڑے چلے آتے تھے
موصوف مسجد نبوی میں درس دیتے

تھے..... یہ علم کا پہاڑ اور معرفت کا سمندر تھے۔ (سکال الدہ: ج ۱ ص ۶۵)

حافظ شیخ محمد عابد سندھی حصہ اشارہ میں رقمطراز ہیں:

الشیخ العلامة ابراہیم بن حسن الکردی
فقد سارت مولفاته فی الآفاق وکان
اماماً معقلاً جامع بین المنقول والمعقول
والفروع والاصول والتفنن المحکمة
النظرية والعملية واساطیر باسرار ہما وکذا
بکتاب الحقائق ابن عربی والجلی القاشانی
والقولوی والقیصری والیہ النہایہ
فی ذلک واقبل علی علم الحدیث حتی
استخرج جواہرہ ودررہ ومصنفات مشہورہ
ومناقبہ سطورہ ولہ فی شوال سند
خمس وعشرین والفت ببلا دشران بن
جبال الکردی واخذ جمیع العلوم العقلیہ
والآلیہ والتفسیر والفقه فی بلدہ و
غالب اخذہ علی الملام محمد شریف الکورانی صدیقی
ولما رحل الی بلد العرب اخذ الحدیث من
اہل کاشیخ العلامة سلطان المراحی ولما
وصل الی الحرمین واستوطن المدینۃ
اخذ التصوف عن الشیخ احمد القاشانی
وکان لہ انتفاع فی ہذا ولی جمیعہ بن
العلماء من کل الآفاق واخذ عنہم فی الحدیث
وصار بعد ذلک رحلۃ یطلب منہ
علم الحدیث ولا یجعی الاخذون عنہ
وغالبہم العلماء الغول ولم یزل علی
قدم الجود والاجتہاد والتالیف حتی توفی

شیخ علامہ ابراہیم بن حسن کردی رح تو ان کی
کی تالیفات گوشہ گوشہ میں پہنچی ہیں، موصوف
امام محقق، جامع منقول و معقول اور حاوی
فروع و اصول تھے حکمت نظریہ اور عملیہ
متقن اور ان کے اسرار پر حاوی تھے، اسی
طرت ابن عربی، جلی، قاشانی، قولوی،
قیصری کی حقائق کی کتابوں کے ماہر تھے
اور یہی ان علوم میں حرف آخر سمجھے جاتے
تھے۔ علم حدیث پر توجہ فرمائی تو یہاں تک
کیا کہ اس کے موتیوں اور جواہر پر یزدوں
کو نکالا۔ ان کی تصانیف مشہور ہیں اور
اُن کے مناقب کتابوں میں مذکور ہیں یہ
شوال ۱۲۵۰ھ بلاد شہران جبال کرد میں
پیدا ہوئے اور تمام علوم عقلیہ اور آلیہ
تفسیر و فقہ کو وطن میں پڑھا۔ بیشتر علوم کی
تحصیل ملا محمد شریف کورانی صدیقی سے
کی اور جب بلاد عرب کا سفر کیا تو وہاں کے
علماء سے جیسے شیخ علامہ سلطان مزاحی
ہیں حدیث پڑھی، جب حرمین پہنچے اور
مدینہ کو وطن بنا لیا تو تقویٰ کی تکمیل شیخ
احمد قاشانی سے کی اور تمام تر انہی سے استفادہ
کیا اور یہاں ہر طرف کے علماء سے ملاقات
ہوئی اور ان سے بھی حدیث کی سندیں
لیں، اس کے بعد ایسے عالم بن گئے کہ

الی رحمة الله تعالى ثمان عشرین من جمادی
الاولی سنة الف و مائة و واحد و
وفن بعد المغرب بقیع العشر قد رحمہ
الله۔

ان کی طرف علم حدیث کی تحصیل کے لئے سفر
کیا جائے گا اور ان کے شاگردوں کا تشا
ہی نہیں کیا جاسکتا ان میں اکثر نامور علماء
ہوتے ہیں اور یہ درس و تدریس تصنیف

و تالیف میں برابر کوشاں رہے تا آنکہ ۲۸
جمادی الاولی ۱۱۵۵ھ میں اللہ کو پیارے ہو گئے اور بعد مغرب بقیع عرقہ میں سپرد
خاک کر دیئے گئے اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے۔ آمین۔

موصوف ایک اور موقع پر رقمطراز ہیں :

العالم الامام الحجة الہمام من حکمت
انکارہ فی صحۃ الاستنباط المتقدین
فی جمیع الفنون فكانت مصنفاتہ
جدیدۃ بان تکتب بمار العیون و ان
یسذل فی تحصیل المسال و الاصل
و البنون۔

عالم امام جبرہام جن کے افکار نے علوم
کے اندر صحت استنباط میں متقدمین کی یاد
کو تازہ کر دیا ان کی تصانیف اس لائق
ہیں کہ آپ چشم سے لکھی جائیں اور ان کے
حاصل کرنے میں مال اور اہل و عیال
سے دریغ نہ کیا جائے۔

قاضی محمد شوکانی المتوفی ۱۲۵۰ھ نے البدر الطالع، ج ۱- ص ۱۲ میں لکھتے ہیں :

برع فی جمیع الفنون و افترا باللغة
العربیة و الفارسیة و التزکیة
و سکن بعد ذلک مکة المشرفة و انتفع
بر الناس و رحلوا الیہ و اخذوا
عشرہ فی کل فن حتی مات۔

وہ تمام علوم و فنون میں اور عربی و فارسی
اور ترکی زبان کے پڑھانے میں ممتاز
تھے۔ موصوف نے تحصیل علم کے بعد
مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کی لوگوں
کو ان کی ذات سے بڑا فائدہ پہنچا طلبہ
ان کے پاس سفر کر کے آتے اور ہر علم کی تحصیل ان سے کرتے تھے یہاں تک کہ ان کا
انتقال ہو گیا۔

مولانا محمود حسن خاں ٹونکی فرماتے ہیں :

وکان رحمہ الله تعالى سلفی العقیدۃ
ذا باعن ابن تیمیہ وغیرہ عن الائمۃ

ان پر اللہ کی رحمت ہو یہ سلفی عقیدہ
رکھتے تھے، ابن تیمیہ وغیرہ ائمہ فہم کی طرف

و کذا ینب عدا وقع فی کلمات العوفیة۔ سے مدافعت کرتے تھے۔ اسی طرح جو کلمات
(معجم المصنفین، ج ۳، ص ۸، طبع بیروت ۱۳۴۲ھ)
صوفیہ کی زبان سے نکلے ہیں ان کی طرف سے جواب دی کرتے تھے۔

۸۔ ربیع الاول ۱۱۰۰ھ میں بروز چہار شنبہ بعد عصر رہ گئے عالم آخرت ہوئے، اور
بعتیہ میں دفن کئے گئے۔ موصوف کا سال وفات واللہ انما علی فراکک یا ابراہیم لمخزون (۱۱۰۰)
سے نکالا گیا ہے۔ موصوف کی تالیفات میں سے حسب ذیل کتابیں زیادہ مشہور ہیں:
(۱) الام لا یفتنا الہم متعلق سید عبدالحی کتافی فہرس النہارس: ج ۱، ص ۱۱۶ میں
رقطہ راز ہیں:

”موصوف کی فہرست الام سب سے بڑی فہرست ہے اور نہایت مفید حدیثی، تاریخی اور
کلامی مباحث نیز صوفیانہ نکات کی جامع ہے۔ اس میں اوائل کتب حدیثیہ کو بیان
کیا گیا ہے جن علماء نے اوائل پر کتابیں لکھی ہیں انہوں نے ان کی کتاب سے فائدہ
اٹھایا اور فوائد کو نقل کیا ہے، یہ فہرست مجلس دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن سے
شائع ہو چکی ہے اس فہرست پر ہمارے دوست شیخ ابوالخیر احمد کی کی نہایت عمدہ
تعلیقات ہیں اگر وہ بھی طبع ہو جائیں تو پھر پورا پورا فائدہ ہو سکتا تھا۔ شیخ ابوطاہر
کورانی کا قول ہے:

الام و الکفایۃ للجمعی ان کلامہما
کاف لوصول اسانید غالب الکتب
المتداولۃ و فیہا الخفیۃ لاہل زمانہ۔
کتاب الام اور الکفایۃ تالیف شیخ
حسن عجمی یہ دونوں حدیث کی اکثر
متداول کتابوں کی سندوں کے وصل
کے لئے کافی و شافی ہیں اور ہمارے زمانے کے علماء کے لئے اس میں کفایت کا سامان ہے

(۲) ابدار النعمۃ بتحقیق سبق الرحمہ۔ (۳) اتحان الخلف بتحقیق مذہب الخلف۔

(۴) اتحاف الذکی بشرح التحفۃ المرسلۃ الی النسبی۔

(۵) اسعاف الخفیۃ لسلوک مسلک التوفیق

(۶) الاسفار عن اصل استخارۃ اعمال اللیل والنہار۔

(۷) اشراق الشمس بتبریع الکلمات الخمس۔ (۸) الاعلان بدفع التناقض فی صورۃ الاعیان۔

(۹) اعمال الفکر والروایات فی شرح حدیث انما الاعمال بالنیات۔

- (١٠) افانته العلم بتحقيق مسئلة الكلام - (١١) افتقار الآثار -
- (١٢) المانع المحيط بتحقيق الكسب الوسط بين طرفي الافراط والتفريط -
- (١٣) الامام تجميع قولي سعدى وعصام - به تفسير منج - (١٤) امداد ذوى الاستعداد لسلوك مسلك السداد -
- (١٥) انباء الانباء على تحقيق اعراب لا اله الا الله - (١٦) ايقاظ القوايل للتقرب بالنوافل -
- (١٧) بلغة المسير الى توحيد الحق الكبير - (١٨) تحفة التوفيق بين كلامي اهل الكلام واهل الطريق -
- (١٩) تكميل التعريف لكتاب في التعريف - (٢٠) تنبيه العقول على تنزيه الصوفية من عقائد التجسيم والعينية والاتحاد والحلول -
- (٢١) التوصل الى ان علم الله بالاشياء اول على التفصيل -
- (٢٢) جلاء الانتظار بتحرير الجبر في الاختيار - (٢٣) جلاء النظر في بقاء التنزيه مع التجمع في الصور -
- (٢٤) جناح النجاح - (٢٥) الجوابات الغراوية عن المسائل المجاوية الجبرية -
- (٢٦) جواب العقيدة لمسئلة اول واجب ومسئلة التقليد -
- (٢٧) الجواب الكافي عن مسئلة احاطة العلم المخلوق بالغير المتناهي -
- (٢٨) الجواب المشكور عن السؤال المنظور - (٢٩) حسن الادب في حكم التوبة -
- (٣٠) شوارق الانوار في المسلك المختار - (٣١) ضياء المعصباح في شرح بجة الارواح -
- (٣٢) بحالة ذوى الانبياه بتحقيق اعراب لا اله الا الله (٣٣) قصد السبيل الى توحيد الحق الوكيل -
- (٣٤) القول الجلي في تحقيق قول الامام زين الدين بن علي -
- (٣٥) القول المبين في مسئلة التكوين - (٣٦) كشف المستور في جواب مسئلة تحريم الشكليات -
- (٣٧) اللذة السنية في تحقيق الاعتقاد في الامنية - (٣٨) اللوامع اللآلئ في الاربعين العوالي -
- (٣٩) مد الفنى في تفسير ليس كشيء - (٤٠) مسالك الابرار الى احاديث النبى المختار -
- (٤١) مسلك الاعتدال الى آية خلق الاعمال - (٤٢) المسلك الجلى في حكم شطح الولى -
- (٤٣) مسلك السواد الى مسئلة خلق العباد - (٤٤) المسلك القريب الى سؤالات الحبيب -
- (٤٥) المسلك المختار في اول صادر من الواجب بالاختيار -
- (٤٦) المنتهى للمسئلة المهمة - (٤٧) مجلى المعانى على عقيدة الدراني -
- (٤٨) مشرع الورد الى مطلع الجود بتحقيق التنزيه في وحدة الوجود -

(۴۹) النبراس لكشف الالتباس الواقع في الاساس - (۵۰) نبراس الاليناس باجوبة سؤالات اهل فاس - (۵۱) نزال الطرال -

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

- (۱) انسان العین فی مشائخ الحرمین، ص ۷ تا ۹ - (۲) الانتباه فی سلاسل اولیاء اللہ -
 (۳) الرحلة العیاشیہ، ج ۱ - ص ۳۲۰ - (۴) سلک الدرر، ج ۱ - ص ۵ و ۶ -
 (۵) البدر الطالع، ج ۱ - ص ۱۱ و ۱۲ - (۶) تاج العروس (مادہ ک در)
 (۷) معجم المصنفین، از محمود الحسن خاں ٹوکی طبع بیروت، ج ۳ - ص ۱۰۴ تا ۱۰۷ -
 (۸) فهرس الفہارس، ج ۱ - ص ۲۲۹ و ۲۳۰ - (۹) المجد دون فی الاسلام، ص ۲۴۰ تا ۲۴۱ -
 (۱۰) ہدیۃ العارفین - ج ۱ - ص ۳۵ -

(۲۱۹)

احمد نام اور صفی الدین لقب ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

احمد بن محمد بن یونس بن احمد بن علی بن یوسف بن حسن - البدری القشاشی المالکی المدنی
 باپ کی طرف سے موصوف کا سلسلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تک اور ماں کی طرف سے حضرت تمیم داری
 رضی اللہ عنہ پر منتهی ہوتا ہے۔

موصوف $\frac{۹۹۱}{۱۵۸۶}$ ء میں پیدا ہوئے، تعلیم و تربیت والد بزرگوار شیخ محمد مدنی سے پائی،
 انہوں نے اپنے شیخ محمد بن عیسیٰ التلمسانی کی اتباع میں مالکی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ لہذا انہوں
 نے شروع میں ابن کوفہ مالکی کی تسلیم دی۔ $\frac{۱۰۱۰}{۱۵۸۶}$ ء میں والد ماجد کے ساتھ یمن کے سفر کا اتفاق
 ہوا تو مشائخ یمن میں سے شیخ امین بن الصدیق مراوحی، محمد غرب، شیخ احمد سلیمہ زلیعی وغیرہ
 سے استفادہ کیا اور پھر سیاحت کرتے ہوئے یمن سے مکہ معظمہ آ گئے اور یہیں ایک عرصہ تک
 مقیم رہے اسی زمانہ میں شیخ ابوالغیث شجر اور شیخ سلطان مجدوب کی صحبت سے فائدہ اٹھایا،
 پھر مدینہ منورہ آ کر شیخ احمد بن الفضل، شیخ محمد بن عراق، شیخ عمر بن القطب اور بدر الدین علی
 وغیرہ سے استفادہ کیا اور بعد ازاں شیخ احمد بن علی شنادی کی صحبت سے ان کا مسلک اور
 انہی کا طریقہ اختیار کیا ان سے حدیث کی تکمیل کی اور ان ہی کی دختر نیک اختر سے شادی ہوئی
 ان ہی کے جانشین ہوئے اور تمام عمر حرم میں حدیث کا درس دیتے رہے۔

جب شیخ شنادی کا انتقال ہو گیا تو ان کے رفیق سید اسعد لمخی کی صحبت اختیار کی

اور اُن سے استفادہ کیا۔ شیخ قشاشی کو کم و بیش سٹوشیوخ و مشائخ طریقت سے ذکر و تلقین کی اجازت حاصل تھی، شاہ ولی اللہؒ الاتباء میں رقمطراز ہیں:

قشاشی عارف بودہ است و عالم و شیخ قشاشی عالم و عارف تھے حدیث تصانیف در حدیث و غیر آں و اورا وغیرہ میں ان کی تصانیف موجود ہیں شیوخ بسیار بودند لیکن اکثر ارتباط ان کا زیادہ تر تعلق شیخ احمد شادوی او شیخ احمد شادوی است۔ سے تھا۔

موصوف انسان العین فی مشائخ الحرمین میں لکھتے ہیں:

شیخ احمد قشاشی دے پسر محمد بن یونس شیخ احمد قشاشی، محمد بن یونس قشاشی کے القشاشی الملقب بعبد النبی ابن الشیخ جن کا لقب عبد القی بن شیخ احمد دجانی ہے فرزند ہیں، دجانیہ جیم کی تحفیف کے ساتھ بیت المقدس کے دیہات میں سے ایک گاؤں کا نام ہے، شیخ احمد دجانی کا تعلق اسی جگہ سے ہے۔ یہ بڑے بزرگ تھے شیخ عبد الوہاب شمرانی نے طبقات میں ان کا تذکرہ کیا..... ان کو قشاشی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنی نسبت مخفی رکھنے کی غرض سے قشاشہ فردوسی کرتے تھے قشاشہ کبار خاں کو کہتے ہیں جیسے پُرانا سامان پُرانے کپڑے وغیرہ..... شیخ احمد قشاشی طریقت و شریعت کے امام تھے حقائق کی باتیں بیان کرتے تو آیتوں اور حدیثوں سے مدلل پیش کرتے تھے بہت سے مشائخ کے صحبت یافتہ تھے، فرقہ و

شیخ احمد قشاشی دے پسر محمد بن یونس القشاشی الملقب بعبد النبی ابن الشیخ احمد الدجانی است و جانیہ بتخفیف جیم شمریہ است از قریٰ بیت المقدس شیخ احمد دجانی از آنجا است بسیار بزرگ بود، شیخ عبد الوہاب در طبقات ترجمہ دے نوشتہ..... قشاشی از آں گویند کہ برائے ستر و اخفا در مدینہ قشاشہ فردوسی کرے و قشاشہ سقط متاع را گویند چو او داتا و پاپوش کہنے و مانند آں..... و شیخ احمد قشاشی امام بود در علم حقیقت و شریعت، چوں در حقائق سخن گفتے بآیات و احادیث آں را مبرہن ساختے صحبت بسیار مشائخ دریافت و خرقة از والد خود پوشید و فتح کار دے بردست شیخ احمد شادوی شد، و خود را

بوسے منسوب کر دے، گویند شیخ احمد قشاشی
 بساحت رفتہ بود ماشایح صوفیہ را
 دریابد چوں بازگشت و بجدہ رسید
 خواب اور نمودند کہ شیخ احمد شنادی
 استادہ است دمنی از ذکر و سیلان
 می کند و پائے و جاہائے او مستلح
 شدہ اند، چوں بیدار شد دانست کہ
 شیخ بر تبریکمیل رسیدہ لیکن کہے
 فرزند معنوی دے پیدا نشدہ بسوے
 دے مبادرت کرد، شنادی چوں اورا
 دید، گفت: مرحبا مرحبا بمن جاہ لعل
 منا علومنا.....

بالجملہ سیرت قشاشی آن بود کہ ز برہنہ نقبائے
 زمانہ بودے و نہ بر و شیخ زہاد و متقشف
 بلکہ بطریق وسط و بے تکلفی کہ بیچ سنت
 ہماست و ہر گز نہ از امر اند رفتے و اگر
 ایشان بزیارت دے آمدند بے بخوش خوئی
 و بشارت تلقی کر دے و بقدر منزلت
 ہر یکے معاملہ فرمودے و کہ تم قوم را بزیاد
 اگر ام مخصوص کر دے و امر معروف نہایت
 لین ادا کر دے و زائران خود را از
 نصیحت خالی نگذاشتے شیخ عیسیٰ انصاری
 گفت ما خرجت من عند القشاشی قط
 الا والدنسیانی عینی احقر من کل حقیر
 ونفسی اذل من کل ذلیل ولو تکرر

خلافت اپنے والد سے پہنچا اور کامیاب
 اور قبولیت شیخ احمد شنادی کے ساتھ
 پر نصیب ہوئی تھی، چنانچہ موصوف اپنے
 آپ کو ان ہی سے منسوب کرتے تھے کہتے
 ہیں کہ شیخ احمد قشاشی بساحت کے لئے
 نکلے تھے تاکہ مشایخ و صوفیہ کو معلوم
 کریں، جب لوٹے ہوئے جدہ پہنچے تو
 خواب میں دیکھا کہ شیخ احمد
 شنادی کھڑے ہیں اور مادہ منیٰ ان کے
 ذکر سے بہنے لگا پاؤں اور کپڑے
 سب اس میں گت پت ہو گئے، جب
 بیدار ہوا تو معلوم ہوا کہ شیخ تکمیل کے
 درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں لیکن کوئی معنوی
 فرزند ان کے یہاں پیدا نہیں ہوا تو
 موصوف نے ان ہی کی طرف سبقت کی
 شیخ شنادی نے جب ان کو دیکھا تو فرمایا
 ”خوش آمدید، خوش آمدید، وہ شخص آگے
 جو ہم سے ہمارے علوم حاصل کرے گا“
 علامہ یہ ہے کہ قشاشی کی سیرت یہ
 تھی کہ وہ نہ فقیران زمانہ کی روش پر
 گامزن تھے اور نہ زاہدوں اور حنک
 مزاج صوفیوں کے طریق پر تھے بلکہ ان
 کا رویہ درمیان اور بے تکلفانہ تھا جو
 سنت کا طریقہ ہے۔ موصوف اُمرائے
 گھر کسی نہیں جانتے تھے اور اگر وہ

دخولی علیہ مرات۔ کی ملاقات کے لئے ان کے گھر پر حاضر

ہوتے تو نہایت خندہ پیشانی اور اُسمیت

کے ساتھ پیش آتے تھے، ہر شخص سے اس کے مرتبہ کے مطابق برتاؤ کرتے تھے اور قوم کے سردار کی خصوصیت سے زیادہ تعظیم کرتے تھے نیز نہایت نرم لہجے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ کرتے تھے، ملاقاتوں کو نصیحت کے بغیر رخصت نہیں فرماتے تھے شیخ عیسیٰ مغربی کا قول ہے کہ جب میں شیخ قشاشی کے پاس سے اُٹھا دنیا میری نظروں میں حقیر سے حقیر تر ہو گئی اور میرا نفس ذلیل سے ذلیل تر اگرچہ میرا ان کے پاس بار بار ہی جانا کیوں نہ ہوا ہو۔

شیخ ابوسالم عیاشی مغربی المتوفی ۱۰۹۹ھ موصوف کے لقب کے متعلق الرحلة العیاشیہ

ج ۱۔ ص ۴۰۷ میں لکھتے ہیں:

وفیه ان من عادة المشارة تلقيب من اسمہ احمد بشہاب الدین وکان صاحب الترجمة یقول لاصحابہ لا تلقبونی بذلک لان اسمی احمد و ہوا ستر الاسماء فکیف تلقب بالشہاب الذی ہوا العذاب والرحبم فللقب لصفی الدین۔

اور اس میں ایک بات یہ ہے کہ اہل مشرق کی یہ عادت ہے کہ جن کا نام احمد ہوتا ہے ان کو شہاب الدین کے لقب سے یاد کرتے ہیں اور صاحب تذکرہ اپنے شاگرد سے فرماتے تھے مجھے اس لقب سے یاد نہ کرو کیونکہ میرا نام احمد ہے اور ناموں میں اشرف نام ہے لہذا اس کو شہاب کے لقب سے جو ایک سزا ہے اور پھینکا ہوا تارا ہوتا ہے، اس سے کیونکر یاد کرتے ہو، اس وجہ سے ان کو صفی الدین کے لقب سے ملقب کیا گیا۔

سید مرتضیٰ بلگرامی کا بیان ہے:

القطب العسفی احمد بن محمد بن عبد النبی الدجانی اصل المدنی الدار والوفاۃ الشہید بالقشاشی بالغم بیروی بالاجازۃ العامة عن الشمس الرئی و قطب صفی احمد بن محمد بن عبد النبی الدجانی اصل من قدس کے رہنے والے ہیں، پھر مدینہ کو وطن بنایا اور یہیں انتقال ہوا۔ قشاشی بغم قاف مشہور ہیں

قد حدث عنه شیوخ مشائخنا کالبرہان
ابراہیم بن حسن الکوہانی و بہ تخریج
والو البقاء حسن بن علی بن یحییٰ المکی
وغیرہما و قوی بالمدينة۔
(تاج العروس مادہ قش)

اور اجازت عامہ کی وجہ سے شمس الدین
رطبی سے روایت کرتے ہیں، ہمارے
استاذ اساتذہ جیسے برہان الدین ابراہیم
بن حسن کو رانی ان سے حدیث روایت
کرتے ہیں، انہوں نے انہی سے تعلیم
پائی اور ابو البقا حسن بن علی بن یحییٰ
مکی وہ وغیرہ روایت کرتے ہیں، ان کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا ہے۔

موصوف مادۃ و جن کے تحت لکھتے ہیں :
والصنفی احمد بن محمد بن عبد البقی الثعالبی
الدجانی بالکسر نزہل المدینۃ النورۃ
علی ساکنہا افضل الصلوۃ والسلام
واہلہ من بیت المقدس ذکر فی الشیخین
سفی الدین احمد بن عبد البقی قشاشی دجانی
بالکسر نزہل مدینہ منورہ علی ساکنہا افضل
الصلوۃ والتحبۃ یہ اصل میں بیت
المقدس کے رہنے والے ہیں ان کا ذکر
حرف شین میں گزر چکا ہے۔

۱۹۹۱ء میں بروز دوشنبہ مدینہ میں انتقال ہوا اور بقیع میں قبۃ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ
عنها کے شرعی گوشہ میں دفن ہوئے۔

بڑے بڑے علماء اور صوفیہ نے اختلاف مسلک کے باوجود موصوف سے بہت کچھ استفادہ
کیا جن میں سید عارف باللہ عبد الرحمن مغربی اور سی، فیخ عیسیٰ مغربی جعفری، سید عبد اللہ
باقیہ اور ابراہیم بن حسن کوہانی وغیرہ کا نام زیادہ مشہور ہے۔

آپ کی تصانیف میں مندرجہ ذیل کتابیں زیادہ مشہور ہیں :

۱) المسط المجید فی تلقین الذکر والبیۃ والباس الخرقۃ و سلاسل اہل التوحید۔ اس کتاب
کے متعلق ابوسالم عیاشی لکھتے ہیں :

ذکر فیہ طرق روایاتہ و اسانیدہ عن
مشائخہ و اکثرہا فی طرق القوم
فقد استفادنی غالب طریقہم و ساق
اسانیدہ الی اصحابہا باسانیدہم
اس میں انہوں نے اپنے مشائخ طریقت
کے سلسلوں اور سندوں کو ذکر کیا تو
اکثر و بیشتر سلسلوں کو اس میں جمع کر دیا
ہے اور ان کی سندوں کو آخری حد تک

الی منتہا مع ذکر شی من حکایا تبسم و سلسلہ بزرگوں تک بیان کیا ہے ساتھ
ماثر تبسم۔

دفتر الفہارس والمشیات، ج ۲ ص ۳۲ کیا ہے۔
یہ کتاب دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکی ہے۔

(۲) بستان العابدین وروض العارفین۔ (۳) حاشیہ علی الانسان الکامل۔

(۴) حاشیہ علی المواہب اللدنیہ۔

(۵) الدرۃ الثمینیہ فیما لزام النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ۔

(۶) شرح حقیدۃ ابن عقیف۔ (۷) کتاب النصوص۔

(۸) کلمۃ الجہود فی القول بوحدة الوجود۔ (۹) الکلمۃ الوسطی فی شرح حکم ابن العطار۔

(۱۰) الکلمات الالہیہ۔ (۱۱) الكنز الاسنی فی الصلوۃ والسلام علی

الذات المکملۃ الحسنی۔

(۱۲) الوصیۃ للاولاد والبریہ۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) انسان العین فی مشائخ الحرمین، ص ۲۳۰ (۲) الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ علیہ السلام

(۳) الرحلۃ العیاشیہ، ج ۱ ص ۲۰۷ تا ۲۱۹ (۴) خلاصۃ الاثر، ج ۱ ص ۳۲۳ تا ۳۲۶

(۵) الفہرس الفہارس، ج ۲ ص ۳۲۰ و ۳۲۱ (۶) ہدیۃ العارفین، ج ۱ ص ۱۶۱

(۲۲۰)

احمد نام ابوالمواہب اور ابو العباس کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

احمد بن علی بن عبد القدوس بن محمد الشناوی المصری ثم المدنی الشہیر بالخنائی۔

شوال ۹۷۵ھ میں مصر کے مشہور محدث روح میں پیدا ہوئے، علوم ظاہری کی تکمیل مصر

میں کی اور نامور محدث شمس الدین رملی، قطب الدین محمد بن ابی الحسن بکری اور شیخ نور الدین

زیادی سے حدیث وفقہ پڑھی، پھر مدینہ میں سید صبغۃ اللہ بن روح اللہ سندھی سے تصوف

کے اعمال و اشغال کی تعلیم حاصل کی اور علم طریقت کی تکمیل کی، موصوف نے ان کو خرقہ

خلافت سے سرفراز فرمایا۔ ان کے شیوخ میں سید غنفر بن جعفر بخاری ثم المدنی کا نام بھی

سرفہرست آتا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی انسان العین میں لکھتے ہیں:

شیخ احمد شنادی دے پسر علی
 بن عبد القدوس بن محمد عباسی
 شنادی است آباء کرامش از کبار
 اولیاء بودند، شیخ عبد الوہاب شعراوی پاڑ
 از احوال ایشان نوشته جامع بود
 در علم شریعت و حقیقت علم حدیث از
 شمس رملی و از والد خود و از سید غنفر
 و از شیخ محمد بن ابی الحسن بکری روایت
 کرده و از والد خود حرقہ پوشید بعد
 آن صحبت سید صبغة اللہ را لازم گرفت
 و از دست دے حرقہ پوشید و از
 صحبت دے بدرجات عالیہ رسیدہ
 خلیفہ دے شد در تربیت سالکین از و
 می آید کہ گفت لو کان الشعراوی حیاً ما
 وسعہ الانتسابی

شعراوی بھی زندہ ہوتے تو انھیں بھی میری پیروی کے بغیر چارہ نہیں تھا۔
 محدث دہلوی الانتباہ میں رقمطراز ہیں :

شیخ احمد شنادی از والد خود اخذ
 کرد و نیز از شیخ محمد بن ابی الحسن
 البکری و از شیخ محمد بن احمد رملی و
 شیخ حسن و نجبی و شیخ عبد الرحمن بن عبد القادر بن محمد
 ابن فہد۔
 شیخ احمد شنادی نے علوم کی تحصیل اپنے
 والد سے کی نیز شیخ محمد بن ابی الحسن
 شیخ محمد بن احمد رملی و شیخ حسن و نجبی
 و شیخ عبد الرحمن بن عبد القادر بن محمد
 سے بھی روایت کرتے ہیں۔

مجہبی نے موصوف کا تذکرہ حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے :

الاستاذ الکامل المکمل الباہر الطریقة موصوف استاد کامل و مکمل،

ترجمان لسان القدام کان آیت اللہ
الباہرۃ فی جمیع المعارف وقد اعلی اللہ
تعالی مقداره ونشر ذکرہ ولہ بالحرین
الشہرۃ الطنانۃ
ولہ خلفاء فی کل ارض ورتبہم عالیہ
معلومۃ۔
(خلاصۃ الاثر، ج ۱- ص ۲۲۲)

بہر طریقت اور اسرار ازلی کے ترجمان
تمام معارف میں اللہ تعالیٰ کی نہایت
روشن نشانی تھے، اللہ تعالیٰ نے ان
کا رتبہ بلند کیا ان کا نام روشن ہوا
حریم شریفین میں ان کی بڑی شہرت
ہوئی، ہر زمین (ملک) میں ان کے خلیفہ
ہیں اور ان کے مراتب عالیہ کا سبب
کو علم ہے۔

حافظ سید مرتضیٰ بلگرامی ثم الزبیدی المتوفی ۱۲۵۰ھ تاج العروس (مادہ، شن و)
میں لکھتے ہیں،

رشتو، بکسر شین نقشید لون مضمومۃ
قریۃ بالخریبۃ من مصر ومنہا
القطب محمد بن احمد بن عبد اللہ بن
عمر بن ہلال الشناوی الصوفی الولی
الاحمدی وفین محلۃ روح وروحہ من اخذ
عنه القطب الشعرانی وغیرہ وحفیدہ
ابو العباس احمد بن علی بن عبد القدوس
ابن محمد نزل المدینۃ المنورۃ ممن اخذ
عنه الولی القشاشی وغیرہ وفی ہذا البیت
صلاح و تقویٰ و ولایۃ۔

رشتو، کسرۃ شین، ضمہ لون مشدود
کے ساتھ ہے، یہ مصر کے غربی جانب ایک
قریہ ہے اسی بستی کے رہنے والے شیخ
قطب الدین محمد بن احمد بن عبد اللہ بن
عمر بن ہلال شادوی صوفی ولی احمدی ہیں
جو محلہ روح میں مدفون ہیں اور یہ ان
میں سے ہیں جن سے قطب الدین شعرانی
وغیرہ نے استفادہ کیا ہے اور ان کے
پوتے ابو العباس احمد بن علی نزل مدینہ
منورہ ہیں اور یہ ان میں سے ہیں جن سے

ولی الدین قشاشی وغیرہ نے تعلیم پائی ہے، اس خاندان میں صلاح و تقویٰ اور
ولایت رہی ہے۔

۸ رذی الحجۃ ۱۲۵۰ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور بقیع غرقہ میں اپنے شیخ
سید صبغۃ اللہ کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے۔

مجتبیٰ نے خلاصۃ الاثر میں موصوف کی بہت سی مفید باتیں نقل کی ہیں، ان میں سے

ایک فائدہ ہر یہ ناظرین ہے :

• محدثین کے یہاں سند میں کمز واسطے علت سند کا باعث ہوتے ہیں کیونکہ راویوں کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے نقد و انتقاد میں سہولت ہوتی ہے اور طریقت کی سند میں رجال کی کثرت زہد و تقویٰ کا باعث ہوتی ہے اور سند غفلت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ متقدم کو متاخر پر فضیلت ہوتی ہے اور اس کی مدد متاخر کے شامل حال ہوتی ہے جن علماء نے ان سے حدیث کی سندی اور اکتساب فیض کیا ان میں سید سالم بن احمد شیخان، محمد بن عمر حبشی غرابی اور شیخ صفی الدین احمد بن محمد دجانی قشاشی کا نام زیادہ مشہور ہے۔

ان کی تصانیف میں حسب ذیل کتابیں زیادہ مشہور ہیں :

- (۱) الارشاد الی سبیل الرشاد۔ (۲) افاضۃ الجود فی وحدۃ الوجود۔
- (۳) اقلید الفرید فی تجرید التوحید۔ (۴) بیعۃ الاطلاق۔
- (۵) التامیل والتفصیل۔ (۶) تجلیۃ البصائر حاشیۃ علی کتاب الجواہر
- یہ غوث گوالباری کی کتاب جو اہر خمسہ پر تعلیقات ہیں۔
- (۷) غلامۃ الاختصاص والاکمل من الخواص۔ (۸) السطحات الاحمدیہ فی روائج مدائح الذات الحمدیہ۔
- (۹) سعة الاخلاق۔ (۱۰) شفاء الغرام فی اخبار الکرام۔
- (۱۱) صارحة الازل وسانحة النزل۔ (۱۲) الصحف الناموسیۃ والسحف النادوسیۃ۔
- (۱۳) ضائر السرائر الالہیۃ فی بواہر آیات جواہر الغوثیہ۔
- (۱۴) فتح الالہ فیما لقال ودر کل صلاۃ۔ (۱۵) فوائج الصلوات الاحمدیہ فی لواحق مدائح الذات الاحمدیہ۔
- (۱۶) مناجج التامیل۔ (۱۷) موجبات الرحمة وموافقات العصمة۔

موصوف کے حالات کے لئے دیکھو :

- (۱) انسان العین فی مشائخ الحرمین
- (۲) الانتباه فی سلاسل اولیاء اللہ وخطوطہ
- (۳) خلاصۃ الاثر، ج ۱۔ ص ۲۴۳ تا ۲۴۶۔
- (۴) تاج العروس (مادہ، شن و)۔
- (۵) ہر یہ المعارفین، ج ۱۔ ص ۱۵۴۔

(۲۲۱)

علی نام ابو الحسن کنیت اور نور الدین لقب ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے :

علی بن عبد القدوس بن محمد بن احمد العباسی الشناوی۔

موصوف اپنے زمانے کے مشہور محدث اور بلند پایہ صوفی تھے، شیخ عبد الوہاب شعرائی اور حافظ ابن حجر مکی سے روایت کرتے ہیں۔

واضح رہے عجلانہ کے تمام مطبوعہ نسخوں میں یہ عبارت عبد القدوس عن الشیخ ابن حجر المکی، موجود ہے، جو صحیح نہیں کیونکہ عبد القدوس شیخ احمد شنادی کے والد نہیں دادا ہیں، ان کے والد کا نام علی ہے اور وہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ دہلوی الانتباہ میں رقمطراز ہیں :

شیخ احمد شنادی از والد خود اخذ کرد شیخ احمد شنادی نے اپنے والد سے تعلیم

پائی ہے۔

موصوف الارشاد الی جمہات الاساد میں لکھتے ہیں :

واكثر اخذه قراءة وسماعاً وشافهة عن اخول في قراءة وسماعته وشافهة

الشيخ احمد الشنادي عن جماعة زيارته ثم تحصيل شيخ احمد شنادي سے کی

منهم ابوه علي بن عبد القدوس عن ہے جو ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں

الشيخ احمد بن حجر المکی۔ ان کے ان ہی شیوخ میں سے علی بن

عبد القدوس ہیں جو شیخ احمد بن حجر مکی سے راوی ہیں۔

شاہ ولی اللہ نے الانتباہ میں جو حدیث مسلسل بالصوفیہ نقل کی ہے اس سے حقیقت

واضح ہو جاتی ہے کہ شیخ احمد شنادی کے والد کا نام علی اور دادا کا نام عبد القدوس ہے اور

یہ بھی کہ وہ اپنے دادا سے نہیں بلکہ اپنے والد علی سے راوی ہیں۔ حدیث مسلسل بالصوفیہ کی

ابتدائی سند درج ذیل ہے :

والا الحدیث المسلسل بالصوفیہ

اخبرنا به شيخنا ابو طاهر محمد بن ابراهيم الكروى الصوفى قال اخبرني والدي الشيخ ابراهيم

الكروى الصوفى قال اخبرنا شيخنا العارف بالله صفي الدين احمد بن محمد المدني

الصوفى عن شيخنا العارف بالله تعالى ابى المواهب احمد بن علي بن عبد القدوس

القبا سی الشناوی القفونی عن شیخہ العارف باللہ عبد الوہاب احمد الشعر اوی الخ
اسی طرح سے شیخ محمد عبد الباقی لکھنوی کی کتاب المناہل السلسلۃ فی الاحادیث السلسلۃ
مکتبۃ القدسی، ۱۳۵۷ھ، ص ۱۷ تا ۱۸۳ میں مذکور ہے اور اسی طرح علامہ ابن عابدین
شامی کے ثبت عقود اللالی (ص ۸۶) میں مذکور ہے، موصوف المسلسل بتلقین کلمۃ لا الہ
الا اللہ کے زیر عنوان رقمطراز ہیں:

”الشیخ عیسیٰ الشناوی دہوتلقن واخذ عن الشیخ احمد بن علی الشناوی دہواخذ
عن والدہ الشیخ علی الشناوی دہوعن والدہ عبد القدوس الشناوی دہوعن والدہ
قطب الاقطاب الشیخ محمد الشناوی دہوعن والدہ احمد البطل الشہیر بالاخرس عن
والدہ علی عن الشیخ عبد اللہ الاشعث الخ“

(۲۲۲)

محمد بن ابی الحسن بن محمد نام، ابو المکارم کنیت اور شمس الدین لقب ہے ان کا سلسلۃ
نسب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک منتهی ہوتا ہے۔
تاریخ مناقب اور طبقات کی کتابوں میں جہاں بھی قطب بکری، بکری کبیر یا سید محمد
بکری کے الفاظ آتے ہیں وہاں شیخ موصوف مراد ہوتے ہیں۔

موصوف ۱۱۵۲ھ میں مصر میں پیدا ہوئے، تعلیم و تربیت شیخ ابوالحسن بکری نے کی، حدیث بھی
شیخ نے خود پڑھائی اور لغتوں و سلوک کی تعلیم و تربیت بھی موصوف نے اپنے والد ماجد سے حاصل
کی، ابھی کاروان عمر اکیسویں منزل طے کر رہا تھا کہ شیخ ابوالحسن بکری نے مرض الموت میں موصوف
کو اپنا جانشین کر دیا اور اپنے نامور شاگردوں اور مریدوں کو جن میں سے بعض اس وقت
شیخ الاسلام کے منصب پر فائز تھے اپنے سعادت مند فرزند عالم باعمل سے رجوع کرنے کا
مشورہ دیا موصوف مسند درس پر علوم و معارف اور حقائق و نکات بیان فرماتے
تھے جنہیں سیکر لوگ دنگ رہ جاتے تھے، یہی وجہ تھی عنفوان شباب میں موصوف کی علمی شہرت
دور دور پہنچ گئی تھی، عوام و خواص کو — ان کی ذات سے بڑا فائدہ پہنچا، شیخ عبد القادر
غیرہوی المتوفی ۱۰۳۸ھ التور السافر میں رقمطراز ہیں:

کان ہذا الشیخ من آیات اللہ فی الدرس
والا لہ فکان اذا تخطلم فیہ تکلم بما یمیر العقول
شیخ موصوف درس اور الامار میں اللہ تعالیٰ
کی نشانیوں میں سے تھے، جب درس

میں کسی مسئلہ پر کلام کرتے تو عقل
 دنگ رہ جاتی اور ہوش گم ہو جاتے
 تھے، سُنتے ڈالے کو اس میں شک
 نہیں ہوتا تھا کہ موصوف نے جو کلام
 کیا اس کا تعلق کبھی علم سے نہیں ہے
 درس میں بعض اوقات ایسی باتیں
 کرتے تھے کہ اہل مجلس میں سے کوئی
 اُن کو نہیں سمجھ پاتا تھا حالانکہ مجلس درس
 میں اکثر و بیشتر ایسے عالم ہوتے جو تمام
 علوم اسلامیہ اور فنونِ دینیہ میں ماہر ہوتے
 تھے..... ریاستِ علمی کی موصوف پر انتہا
 ہو گئی تھی حالانکہ بعض علوم و معارف کے
 ایسے ماہر وہاں موجود ہوتے تھے جنہوں
 نے علوم و معارفِ دینیہ کی تحصیل میں
 عمریں صرف کر دی تھیں، وہ یہ کہتے تھے
 بخدا ہم نہیں جانتے کہ یہ باتیں کہاں کی
 ہیں جو ہم اس استاد سے سُنتے ہیں اگر نبوت
 کا دروازہ بند نہیں ہو جاتا تو ہم جو کچھ
 ان سے سُنتے ہیں اس کو ان کی نبوت کی
 دلیل قرار دیتے..... یہ تو وہ باتیں ہیں
 جن کو سن کر عقل حیران رہ جاتی ہے اور
 ہوش جاتے رہتے ہیں، اُن کے خود ساختہ
 الفاظ، نہایت فصیح و بلیغ، پر شکوہ واضح
 اور صاف ہوتے ہیں جس سے بڑھ کر واضح
 اور صاف ممکن نہیں، اس کے ساتھ اکثر

ویدہل الانکار بحیث لا یرتاب سامعہ
 فی ان ما یتکلم بہ لیس من جنس ما ینال
 بالکسب و ربما کان یتکلم فہ بکلام لا
 یفہمہ احد من اہل مجلسہ مع
 کون کثیر منہم او اکثرہم علی
 الخایۃ من التمكن فی سائر العلوم الاسلامیۃ
 والاحاطۃ بفنونہا.....
 وکان الیہ النہایۃ فی العلم حتی کان
 بعض

انہ العلوم والمعارف ہما ک
 ممن افنی عمرہ فی کسب العلوم الدینیۃ
 والمعارف الربانیۃ، یقول واللہ لا
 ندری من این ہذا الکلام الذی لسمعہ
 من ہذا الاستاذ، ولا نعلم لاصلا
 یؤخذ منہ ولولا العلم بسید باب النبوة
 لاستدلنا بما نسمو منہ علی نبوتہ
 فذاک بما یجوز الحقول
 ویدہش الخواطر مع کون ما یلقیہ من
 ذلک کلمہ فی الفاظ مخترعۃ بالغۃ فی
 الفصاحتۃ والبلاغۃ والجزالة والا یضاح
 الی الخایۃ الی لیس درارہا غایۃ مع
 کون اکثر ہا ان جمیعہا مسجعا متعسا
 محررہا موضوعا فی محل الذی لا اولی منہ
 بہ..... وہی کذا کانت مجاہدۃ
 فی الحدیث والفقہ.....

ہا ہی اباء فی حالہ و مقالہ و حذا و حذوہ
 فی العلوم و نسخ علی منوالہ و تابعہ
 فی اخلاق الحمیدہ و آثارہ الصالحہ
 حتی قیل ما شبہ اللیلۃ بالبارحۃ
 ویشترجلمسبح اور معنی ہوتے اور ایسے
 بر محل استعمال ہوتے ہیں کہ اس سے بہتر
 ان کا استعمال نہیں ہو سکتا.....
 بس ان کی حدیث فقہ کی مجلسیں ایسی ہوتی
 تھیں..... موصوف حال و قال میں
 باپ کے مشابہ تھے اور علوم میں بھی ان ہی کے قدم بقدم اور ان ہی کے طریقہ پر کام
 لیتے، اوصاف حمیدہ اور اخلاق ستودہ میں ان کی متبع تھے، ان کے متعلق یہاں
 تک کہا جاتا تھا "الشبہ اللیلۃ بالبارحۃ" یعنی یہ شب شب گذشتہ سے کتنی مشابہ ہے
 (کہ کوئی فرق نہیں)۔

۹۹۴ھ میں قاہرہ میں انتقال ہوا۔
 ۱۵۸۶ء

موصوف کی تالیفات میں سے حسب ذیل کتابیں مشہور ہیں:

- (۱) ترجمان الاسرار و دیوان الابرار۔
 (۲) رسالۃ فی آداب الشیخ و المرید۔ سلم
 (۳) رسالۃ فی الزیارة۔
 (۴) رسالۃ فی الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

موصوف کے رسالوں کا ایک مجموعہ مکتبہ بدیر یہ بیت المقدس میں بھی موجود ہے، جس میں حسب
 ذیل رسالے ہیں،

(الف) الجوہرۃ المفیضۃ فی تجویز اضافۃ الایمان الجازم الی المشیتۃ۔

(ب) معابد الجمع فی مشاہد السمع۔

(ت) اخبار الاخیار۔

حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

دعائے النور السافر، ص ۴۱ تا ۴۲۔

(۲) شذرات الذہب، ج ۸۔ ص ۴۳۱ مگر

اس میں نام محمد بن علی مذکور ہے۔

(۳) ریحانہ اللباب الخفاہی۔ ص ۲۳۸۔

(۴) فہرس الفہارس، ج ۲۔ ص ۳۹۲۔

(۲۲۳)

محمد نام شمس الدین لقب اور الشافعی الصغیر عرف ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

محمد بن احمد بن حمزہ الرطبی المتوفی الانصار فی الشافعی المعری۔

جمادی الاولیٰ ۹۱۹ھ میں منوفہ (مصر) میں پیدا ہوئے، شروع میں قرآن مجید یاد کیا

پھر بھج و غیرہ یاد کیں اور تمام تر تعلیم اپنے والد بزرگوار شیخ احمد رملی سے حاصل کی، حدیث کی سند موصوف کو شیخ الاسلام زکریا انصاری اور شیخ برہان الدین بن ابی شریعت سے بھی حاصل ہو مولف نجم غزنی نے ان کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ان کو شیخ الاسلام احمد بن النجار حنبلی، شیخ الاسلام نجیب دمری مالکی، شیخ الاسلام طرابلسی حنفی اور شیخ سعد الدین ذہبی شافعی سے بھی روایت حدیث کی اجازت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حفظ، فہم اور علم و عمل کی نعمتوں سے بہرہ وافر عطا فرمایا تھا۔

شیخ عبد الوہاب شرانی موصوف کے متعلق طبقات الوسطی میں رقمطراز ہیں :

صحبۃ میں کنت احمد علی کنتی الی وقتنا
ہذا فمآر آیت علیہ المآشینہ
فی دینہم ولاکان یلعب فی صغره مع
الأطفال بل نشأ علی الدین والتقوی
والعبادۃ وحفظ الجوارح ونقاء العرض
رباہ والدہ فاحسن تربیتہ ولما کنت
احمد وانا اترأ علی والدہ فی
المدرستہ الناصریہ کنت اری علیہ
لوائح الصلاح والتوفیق فحقق اللہ ربائی
فیہ واستر عین المجتہین بہ فانه الآن
مرجع اہل مصر فی تحریر الفتاوی وجمعوا
علی دینہ ولم یزل یحمد اللہ فی زیادۃ من
ذلک۔

(طبقات الوسطی بحوالہ خلاصۃ الاثر :

۳۵ - ص ۳۴۳)

اور محبت رکھنے والوں کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں، چنانچہ اس وقت بھی ان کی ذات مصر میں فتوے نویسی کے اندر مرجع خلافت ہے اور اہل مصر کا ان کی دینداری پر اتفاق ہے، بحمد اللہ یہ اس میں ترقی ہی کرتے رہیں گے۔

موصوف والہ بزرگوار کی وفات کے بعد مسند درس پر متمکن ہوئے اور اس شان سے تفسیر، حدیث اور فقہ کا درس دیا کہ ان کے والد کے نامور شاگرد جیسے ناصر الدین بلبلادی اور شہاب الدین احمد جن کا شمار اس دور کے بلند پایہ علماء میں تھا، ان کے حلقہ درس میں استفادہ کی غرض سے آکر شریک ہوتے تھے۔

موصوف کئی مدرسوں کے متولی رہے اور شافعیہ کی مسند افتاء پر بھی فائز ہوئے، ان کی جلیل القدر علمی اور عملی خدمات کی وجہ سے شیخ شلتی نے ان کا شمار مجددین میں کیا ہے۔
۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۵ھ میں یکشنبہ کو مصر میں انتقال ہوا۔

واضح رہے رملہ مصر میں دریا کے کنارے ایک چھوٹا سا قریہ دستی، ہے اُسی کی طرف یہ نسبت ہے۔ مؤرخ غزی موصوف کے پدربزرگوار شیخ شہاب الدین احمد بن حمزہ کے تذکرہ میں شیخ عبدالوہاب شعرائی سے ناقل ہیں:

قال الشيخ عبدالوہاب شعراوی قسریۃ
صغیرۃ قسریۃ من البحر بالقرب من
منیۃ العطار تجاه مسجد الخضر علیہ المنزیۃ
شیخ عبدالوہاب شعراوی کا بیان ہے کہ یہ
دریا کے قریب منیۃ العطار کے پاس مسجد
خضر کے سامنے منوفیہ میں ایک چھوٹی سی
بستی ہے۔ (الکواکب السائرہ، ۲۵۰-۱۱۹)

حافظ سید مرتضیٰ بلگرامی ثم الزبیدی تاج العروس من جواهر القاموس مادہ رمل میں لکھتے

ہیں۔

رملۃ (بالفتح) قریۃ بمصر فی جزیرۃ بنی نصر
تذکرۃ مع منیۃ العطار ومنہا العلامة
شمس الدین محمد بن احمد بن حمزہ الرملی
الشافعی احمد الاعیان المشہورین و
رملۃ، فتوراء کے ساتھ مصر کے اندر جزیرۃ
بنی نصر میں ایک گاؤں ہے اُس کا منیۃ
العطار کے ساتھ ذکر آتا ہے، علامۃ شمس
محمد بن احمد بن حمزہ رملی شافعی جو نامور
اور مشہور علماء میں سے ہیں، اسی جگہ
خلط من نسبہ الی رملۃ الشام۔

کے رہنے والے ہیں جس نے ان کو رملۃ الشام سے منسوب کیا ہے اُس نے غلطی کی ہے
ان کی تالیفات میں سے حسب ذیل کتابیں مشہور ہیں:

(۱) نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج للنووی۔ (۲) الفتاوی۔

(۳) خاتۃ البیان فی شرح زبدۃ الکلام، یہ فہرست میں ہے۔

(۴) شرح العقود فی الخو۔ (۵) شرح منظوم ابن العباد فی الحدود۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) خلاصۃ الاثر، ج ۲-۳، ص ۳۴۲ تا ۳۴۸۔ (۲) تاج العروس (ماوراء، رم ل)

(۳) الجہد و دن فی الاسلام۔ ص ۳۴۴ تا ۳۴۶۔

(۲۲۴)

عبد الرحمن نام، ابو زید کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

عبد الرحمن بن عبد القادر بن عبد العزیز بن نجم الدین عمربن قلی الدین بن فہد الہاشمی المکی۔

موصوف اپنے چچا محمد جار اللہ بن فہد اور شہاب الدین ابن حجر، منشی وغیرہ سے روایت کرتے ہیں

صاحب الیائے الحمینی کا بیان ہے:

کان اجلۃ الحدیث فی زمانہ۔ موصوف اپنے زمانے کے جلیل القدر محدثین میں

سے تھے۔

زہرۃ النہار، ج ۲-۳، ص ۱۳۲۔

حافظ عبد الحمینی کتانی لکھتے ہیں:

لعل آخر فقہار و مسند بنی فہد بمکہ۔ موصوف غالباً بنی فہد تکریم میں سے

المکہ فانہ انقطع ذکرہ من بعد المترجم۔ آخری فقید اور مسند تھے کیونکہ موصوف

فی النہار، ص ۱۳۲۔ فی الاثبات البقی وقفت علیہا۔ کے بعد فہرست شیوخ اور ترجمہ شیوخ میں ان

کا ذکر ہی ختم ہو گیا جیسا کہ مجھے علم ہے۔ (ج ۲، ص ۱۳۳)

شیخ مصطفیٰ بن فتح اللہ الحموی، فوائد الارتمال میں رقمطراز ہیں:

احد الفقہاء الاعلام والجمہانۃ مشائخ الاسلام۔ موصوف نامور فقہار اور بلند پایہ مشائخ اسلام

سارت بفضائل الرواۃ شرفاً وعسراً۔ میں سے تھے، راویوں کی وجہ سے ان کے

واخذ عنہ علماء عصرہ عجماً وعرباً۔ فضائل مشرق و مغرب میں مشہور ہیں ان

کے ہم عصر عرب و عجم کے علماء نے ان سے علم حاصل کیا تھا۔

۱۰۲۰ھ میں مکہ معظمہ میں انتقال ہوا۔

شیخ عبد الرحمن کی تالیفات میں سے کتاب المغارہ بہت مشہور ہے۔

لادب بیٹے فوائد کی جامع ہے۔ غرض (شجر کاری) کی تفصیلت اور استحباب

کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیثیں منقول ہیں ان کو اس میں جمع کر دیا ہے اور تفصیلی

سے بحث کی ہے نیز بتایا ہے کہ سب سے عمدہ اور پاک کمائی کیا ہے اور تجارت، دستکاری اور کھیتی باڑی میں سب سے بہتر کیا چیز ہے موصوف نے آخری قول کو اختیار کیا ہے اور یہی قول امام نووی رحمہ اللہ سے منقول ہے۔

حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) البیواقیۃ الثمینۃ فی اعیان مذہب عالم المدینۃ، ج ۱- ص ۱۹۰

(۲) فہرست الفہارس، ج ۲- ص ۱۳۳۔

(۲۲۵)

احمد نام ابو العباس کنیت، شہاب الدین لقب اور ابن حجر عرف ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

احمد بن محمد بن علی بن حجر البیتمی السعدی الانصاری۔

رجب ۹۰۹ھ میں محلہ ابی الہیتم میں (جو قاہرہ کے مغرب میں واقع ہے) پیدا ہوئے بچپن میں جب انہوں نے قرآن مجید حفظ کیا تو والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور دادا نے کفالت کی مگر تھوڑے عرصہ میں دادا کا بھی ایک سو بیس برس کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ پھر شیخ شمس الدین محمد الشناوی نے بارہ کفالت برداشت کیا۔ شیخ شمس الدین شناوی ان کو محلہ ابی الہیتم سے محلہ احمد بدوی میں لے آئے یہیں انہوں نے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

۹۲۳ھ میں ان کو جامع ازہر میں داخل کیا گیا۔ یہاں انہوں نے شیخ الاسلام قاضی زکریا الانصاری، شیخ عبدالحق سنبللی، شمس الدین سمہودی، ابن العتیز، شہاب الدین رثی، طبلاوی، ابوالحسن بکری، شمس الدین لقانی، شمس الدین مدلجی، شہاب الدین بن النجار حنبلی اور شہاب الدین ابن الصانع جیسے نامور علماء سے علوم معقولہ اور منقولہ کی تکمیل کر کے ۱۹ برس کی عمر میں سید فراغ حاصل کی، افتاء اور تدریس کی اجازت بھی اکابر شیوخ سے مل گئی۔ جن شیوخ سے ان کو روایت حدیث کی اجازت حاصل ہے انہیں موصوف نے اپنی معجم الشیوخ میں نام بنام گنایا ہے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد سند درس پر متمکن ہوئے اور ۹۳۳ھ میں حجاز گئے، حج کیا پھر کچھ عرصہ حرم میں رہ کر قاہرہ واپس آگئے اور حسب دستور درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔

۹۳۵ھ میں جب کسی عالم نے ان کی کتاب روض مقری کی شرح کو پڑھ لیا تو وہ دل برداشتہ ہو کر سب اہل و عیال حرم ہجرت کر گئے اور تاحیات حرم ہی میں درس دینے رہے۔ چنانچہ قاضی محمد بن علی شوکانی

المستوفی ۱۲۵۰ھ البدر الطالع (ج ۱- ص ۱۰۹) میں رقمطراز ہیں :

ثم انتقل من مصر الى مكة المشرفة وسبب
انتقاله انه اختصر الروض للمقري وشرح
في شهر رمضان فاختاره بعض المساءد فاستد
اعداه فعمل عليه الامر واستند حزنه
وانتقل الى مكة وصنع بها الكتب المفيدة
پھر وہ مصر سے مکہ معظمہ منتقل ہو گئے اور
اس ترک مکانی کا سبب یہ ہوا کہ موصوف
نے مقری کے روض کا اختصار کیا اور اس
کی شرح لکھنی شروع کی، کسی حادثے نے
اُس کو لے لیا اور پارہ پارہ کر کے نابود کر دیا
یہ معاملہ ان پر بڑا شاق گزرا اور انھیں
اس کا بڑا اٹال ہوا اور مکہ معظمہ منتقل ہو گئے، اور یہاں مفید کتابیں لکھیں۔

ابن حجرؒ کو تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، کلام اور تصوف میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ شہاب الدین
محمود خفاجی حنفی المتوفی ۱۰۶۹ھ نے ریحانۃ الالباء (ص ۱۶۳) میں جن شاندار الفاظ میں موصوف
کا تذکرہ کیا ہے اُن الفاظ کی نزاکت ترجمہ کی متحمل نہیں ہے، پڑھئے اور لطف لیجئے۔

”علامة الله به خصوصاً المجاز فاذا نشرت ملل الفضل فهو طراز
الطرار از فكم حجت وفود الفضلاء لكعبة وتوجهت وجوه الطلاب الى قبلته
ان حدث عن الفقه والحديث لم تنقطع الاذان بمثل اخباره في القديم
والحديث فهو العليا والسند“

فقہ میں موصوف کو جو مقام حاصل تھا اس کا اندازہ شیخ نجم الدین غزی کے بیان سے
ہو سکتا ہے، وہ لکھتے ہیں :

هو عمدة المتأخرين والذي يرجع الي
كلامه في الاقراء بعد كلام الرافعي والنووي
والقاضي زكريا من المتأخرين وكان
فقيه مكة واعظها ومحدثها۔
وہ متاخر علماء کے مستطیع ہیں اور فتویٰ دینے
میں رافعی، نووی اور متاخرین میں
قاضی زکریا انصاریؒ کے بعد ان ہی کے
کلام کی طرف مراجعت کی جاتی ہے، اور
یہی مکہ کے فقیہ، واعظ اور محدث تھے۔

النور السافر عن اخبار القرن المعاصر (طبع بغداد ۱۳۳۲ھ ص ۲۸۷) میں ہے :

كان بحسب راني علم الفقه وتحقيقه لا يكرهه الدلائل
وامام المحررين كما اجمع على ذلك العارفون

وانعتدت علیہ خناصر الملأ۔ امام اقدس
بر الائمة..... واحد العصر
وثانی القطر و ثالث الشمس والبدء من
اقسمت المشكلات ان لا تنفج الا لدية و اكدت
المعضلات البتہ ان لا تجلی الا علیہ
لا سیما و فی الحجاز علیہ قد حجر و لا
عجب فانه المسمی بابن حجر۔

علامہ شوکانی لکھتے ہیں :

کان زاید منتقلا علی طريقة السلف وہ زاید تھے ، دنیا کو بیچ سمجھتے تھے ،
آمر بالمعروف ناهی عن المنکر و استمر علی اور سلف کے طریقہ پر تھے ، بھلائی
ذلک حتی مات۔ کا حکم کرنے والے اور جرائی سے روکنے
والے تھے ، مرتے دم تک ان باتوں پر عمل کرتے رہے ۔

رجب ۹۴۳ یا ۹۴۴ھ میں مکہ میں انتقال ہوا اور جنۃ المعلآ میں تربۃ الطیبر میں دفن
ہوئے ۔

واضح رہے محدث امیر محمد بن اسماعیل بیانی المتوفی ۱۱۸۲ھ نے اپنی فہرست (شیوخ) میں
تقریح کی ہے کہ ہیتمی ہیاتم کی طرف نسبت ہے جو مصر کے مضافات میں ایک گاؤں سے محافظ
سید عبدالحی کتانی نے فہرس الفہارس میں اس کو نقل کیا ہے ۔ یہی تحقیق حافظ سید مرتضیٰ بکراچی
ثم الزبیدی کی ہے۔ موصوف تاج العروس مادہ ہیتم میں تحریر فرماتے ہیں :

والہیاتم کانہ جمع الہیتم قریۃ بمصر من ہیاتم گویا ہیتم کی جمع ہے یہ مصر کے غری
اعمال الغریۃ و قد وردت ہا و انما اضلاع میں ایک بستی ہے ، میں یہاں گیا
جمعت بما خولہا من القری و فی النسبۃ ہوں ، اس کو جمع اس لئے استعمال کیلگیا
یرد الی المفرد و من ذلک الشہاب الذین کہ اُس کے آس پاس بہت سے گاؤں ہیں

بن محمد بن علی بن حجر البیہمی نزہل مکہ و لقال
ہی محلہ ابی الہیثم بالثلثۃ فغیرتہا
العامة ولد بہانی اواخر سنۃ تسع و
تسعين و ثمان مائۃ و مات بمکۃ سنۃ
اربع و سبعین و تسعمائۃ۔

اور اس میں نسبت مفرد کی طرف کی جاتی
ہے، شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن
علی بن حجر البیہمی نزہل مکہ یہیں کے رہنے
والے تھے، اسی کو محلہ ابی الہیثم ثلث
ثلثۃ کے ساتھ بھی بولتے ہیں میں جو ا
نے اس کو بدل دیا ہے، موصوف ۹۹۹

کے اواخر میں یہاں پیدا ہوئے اور ۹۹۹ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی۔
مادہ ۵۳ م میں آگے پھر لکھتے ہیں :
ومحلۃ ابی الہیثم قریۃ بمصر وقد
ذکرت فی ۵۳ م۔
موصوف کے مذکورہ بیان سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ یہ ایک ہی مقام ہے صرف
تعبیر کا فرق ہے۔

شیخ ابن حجر مکی کی ابن حجر سے شہرت کے سلسلہ میں سید مرتضیٰ زبیدی ناچ العروس، مادہ
ح ج ر میں رقمطراز ہیں :

واما الشہاب احمد بن علی بن حجر البیہمی
المصری الفقیہ نزہل مکہ فانما لقب
بہ جدہ لعلم اصحابہ من کبر سنہ کم رأیتہ
معجم الذی الفہ فی شیوخہ۔
لیکن شہاب الدین احمد بن علی بن حجر البیہمی
مصری فقیہ نزہل مکہ مکرّمہ، تو اس
لقب سے ان کے دادا لقب تھے کیونکہ
وہ بڑھاپے کی وجہ سے اونچا سننے لگے تھے
جیسا کہ میں نے اس کو اُن کی معجم میں جو انھوں نے اپنے شیوخ کے حالات میں مرتب
کی ہے دیکھا ہے۔

موصوف نے اپنے حالات پر معجم الشیوخ میں روشنی ڈالی ہے، وہ ہر یہ ناظرین ہے،
كنت بحمد اللہ من وفقت برہ من الزمان
فی اوائل العمر باشارة مشائخ اربابہ
الاحوال واعیان الاعیان لسماع الحدیث
من المسندین و قراۃ ما تیسر من
میں بحمد اللہ اُن میں سے ہوں جن کو آغاز
عمر میں ایک زمانہ تک صاحب حال
بزرگوں اور نامور علما کے اشارے سے
مسندین سماع حدیث کا موقع ملا اور اس

فن کی جو کتابیں بھی تیسر ہو سکیں اُن کو قابل
اعتماد اساتذہ سے پڑھ سکا اور اس علم کے
مقررہ شرائط کے مطابق اجازت طلب
کرنے کی توفیق ہوئی، وہ علم جس کے
المعادن دُعدہ تک پہنچے ہوئے ہیں
اور داسس کے دُور دراز گوشوں کا
سلسلہ برابر قائم ہے۔

اور علومِ آلیہ، فنونِ عقلیہ
اور قوانینِ شرعیہ، خصوصاً فقہ کے
اصول و فروع کی تحصیل میں لگے رہنے
کی توفیق ارزانی فرمائی یہاں تک کہ
اللہ تعالیٰ نے ان ابواب کو کھولا جتنا
بھی کھولا اور عطا کیا جتنا بھی عطا کیا اور
فضل فرمایا ایسی چیزوں کے ساتھ
جن کا گمان بھی نہ تھا اور جو اکتساب سے
بھی بالاتر تھیں، یہاں تک کہ مجھے میرے
اکابر شیوخ نے ان علوم کے پڑھانے
اور ان سے فائدہ پہنچانے اور مشکلات
کو قیدِ تحریر میں لانے کی خدمت انجام
دینے سے، وہ تقریر کے ذریعہ ہوا یا تحریر
کے ذریعہ ہو یا اشارہ سے اجازت
مرحمت فرمائی۔ پھر درس و تدریس اور دُعدہ
شافعی رضی اللہ عنہ وارضاء پر فتویٰ دینے
کی اجازت دیدی..... پھر تصنیف و
تالیف کی بھی اجازت عطا کی حالانکہ اس

کتبہ دہختر علی المغیرین (المتمین)، طلبہ الاجازۃ
بانواجماع المقررة فی ذل العلم الواسطۃ ارجاؤہ
الشاسعة انحاءہ مع الناس والملازمة
فی تحمیل العلوم الآلیہ والعلوم العقلیہ
والقوانین الشرعیہ لایسا علم الفعہ و
اصلہ تفریعاً و تاصیللاً الی ان فتح
الکرم من تلك الابواب ما فتح و دریب ما ذ
و منخ و تغفل بالمکین فی الحساب و مراعاة
نتیجۃ الاکتساب حتی اجاز فی اکابر اساتذتی
باقرارت تلك العلوم و افادتها بالتصدی
لتحریر مشکلة منها بالتفسیر و الکتابۃ
و اشارتہا ثم بالافتاء و التدریس
علی مذہب الامام المطلبی الشافعی ابن
ادریس رضی اللہ عنہ وارضاء.....
ثم بالتصنیف و التالیف.....
وسنی و دن العشرین بحلول نظر جماعۃ
علی من العارفین اولی تعرف و الشہود
و التکلیف و ارباب الالداد و کنوز الاسماء
و الاسعاد الباہر، ثم جردت صادق غفری
و ارمفت حد فہمی فی خدمۃ السنۃ
المطہرۃ باتسار علوہا و افادۃ
رسوہا المستکتمۃ لایسا بعد الاتیان
الی حرم اللہ تعالیٰ و استیطان بلدہ
و التفرغ لاسماع المقیمین الواردین
حیازۃ لنشر العلم و الفوز بعلمہ

وحدودہ.....
 ولكن بعد الله تعالى فتدبقي من
 آثارهم بعثنا وفي زوايا
 الزمان من تحمل عنهم خبايا و
 انما جوا ان انشاء الله من متبعيهم
 بحق وارثهم بصدق لاني اخذت
 رواية والتفقت دراية عن الامّة
 المسندين من يضيّق المعتام عن
 استيعابهم ويحبب الاقتصار
 على مسانيد اشهر مشاييرهم شين شيخ
 الاسلام زكريا الانصاري الشافعي
 ثم شيخنا الزيني عبد الحق الهندبلي
 ثم شيخنا شيخنا بالاجازة الخاصة
 وشيخنا بالاجازة العامة
 لانه اجاز لمن ادرک حياته واني ولدته
 قبل وفاته بخمسة عشر سنين فكنيت
 من شملت اجازته واشتملت غايته
 حافظ عصره باتفاق اهل مصر الجلال
 السيوطي.

وقت میری عمر بیس برس کی بھی نہ تھی یہ
 سب کچھ ارباب معرفت صاحب تصفیر بار
 شہود و تمکین اور صاحب ادا و تحجیناے
 خیر و برکت بزرگوں کی نظرِ کرم کا نتیجہ تھا میرے
 بھی یہی غم کیا اور فہم و فراست کی تمام کوششیں
 سنتِ مطہرہ کی خدمت میں صرف کرنے علوم
 سنت کے پڑھانے اور ان کے فیضانِ عالم
 کرنے میں لگ گیا۔ خاص طور سے حرم میں آنے
 اور اس کو وطن بنانے کے بعد تو میں نے اپنے آپ
 کو اہل حرم اور باہر سے آنے والوں کو حدیث
 سنانے کے لئے قاری کر لیا تاکہ علم کی نشر و اشاعت
 کی سعادت حاصل کر سکوں اور اس کے حدود
 اور سرحدی سے ہمکنار ہو سکوں.....
 لیکن اللہ کا شکر ہے کہ ابھی اس کے
 کچھ آثار باقی ہیں اور عاقلین سنت کے پاس
 اب بھی ——— مخفی خزانے موجود ہیں اور
 مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ میں بھی اس کے سچے
 وارثوں کے طفیل ان کے پیروکاروں میں سے
 ہوں گا کیونکہ میں نے علومِ سنت کو ان ائمہ
 اسناد سے جن کے ناموں کو جبکہ کی سنگی کی وجہ

نظر انداز کر دیا وہ اپنے صاحبِ اہد و راہ سے خوب سمجھا ہے اور ان مسندین وقت میں سب
 سے زیادہ مشہور شیوخ میں دو چار کے ناموں پر اکتفا کرتا ہوں، جن میں شیخ الاسلام زکریا
 انصاری شافعی ہیں پھر ہمارے شیخ زین الدین عبد الحق سنابلی ہیں پھر ہمارے شیخ
 الشیوخ باجارت خاصہ اور ہمارے شیخ باجارت عامہ ہیں کیونکہ انہوں نے ہر عالم کو
 اجازت دی ہے جس نے ان کا زمانہ پایا اور میں ان کی وفات سے تین سال پیشتر پیدا

ہو اہل ہند میں بھی ان کی اجازت میں شامل ہو گیا اور اُن کی غنایت کا مستحق ہو گیا اور وہ
باتفاق اہل عصر اپنے زمانے کے حافظ شیخ جلال الدین سیوطی ہیں۔

موصوف کی تالیفات میں حسب ذیل کتابیں مشہور ہیں :

(۱) تحائف اہل الاسلام بخصوصیات الصیام۔ (۲) اربعین العدلیہ۔

(۳) اتمام النعمة الکبریٰ علی العالم بمولد سید ولد آدم۔

(۴) ارشاد اہل الغنی والافاق فیما بار فی الصدقة والفیاف۔

(۵) اسعاف الابرار شرح مشکاة الانوار۔

(۶) اسنی المطالب فی صلتہ الاقارب۔ (۷) اشرف الوسائل الی فہم الشامل۔

(۸) الاعلام بقواطع الاسلام۔ (۹) الامداد شرح الارشاد۔

(۱۰) تحذیر الثقات من اكل الکفنة والقات۔ (۱۱) تحریر الکلام فی القیام عن ذکر مولد سید

الانام۔

(۱۲) تحریر المقام فی آداب واحکام وفوائد یحتاج الیہا مودبو الاطفال۔

(۱۳) تحفة الزوار الی قبر النبی المختار۔ (۱۴) تحفة الختاج فی شرح المنہاج۔

(۱۵) تطہیر الجنان واللسان عن الخطور والتفویہ بلسان معاویہ بن ابی سفیان۔

(۱۶) تطہیر العیبة من دنس الغیبة۔ (۱۷) تلخیص الاحراف فی حکم الطلاق المعلق بالابرا۔

(۱۸) تنبیہ الاخیار عن معضلات وقعت فی کتاب الوطائف واذکار الاذکار۔

(۱۹) الجوہر المنظم فی زیارة قبر النبی المکرم۔ (۲۰) الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی

حنیفة النعمان۔

(۲۱) الدر المنفود فی الصلوة علی صاحب اللوار المعقود۔

(۲۲) الدر المنظوم فی تسلیة المہموم، یہ درود شریف میں ہے۔

(۲۳) درر الغمام فی در الطیلسان والعذبة والعمامہ۔

(۲۴) الزواجر فی معرفة الکبائر۔ (۲۵) زوائد علی سنن ابن ماجہ۔

(۲۶) الصواعق المحرقة فی الرد علی اہل البدع والزندقة (۲۷) فتاویٰ الحدیثیہ۔

(۲۸) فتاویٰ الفقہیہ۔ (۲۹) فتح اللہ شرح مشکوٰۃ۔

(۳۰) فتح الجواد علی شرح الارشاد۔ (۳۱) فتح المبین فی شرح الاربعین۔

الفضائل الکاملہ لذوی الولاۃ العادۃ - یہی کتاب اربعین عدلیہ کے نام سے اور گزرجکی ہے۔
(۳۲) الفقه الجلی فی الرد علی الخلی - (۳۳) القول الجلی فی خفن المغنی -

(۳۴) قرۃ العین فی بیان ان التبرع لا یبطلہ الدین -

(۳۵) القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر -

(۳۶) کف الرعاع عن محررات اللہ والسماح - (۳۷) مبلغ الارب فی فضل العرب -

(۳۸) المناہل العذبة فی اصلاح ما ہی من الکعبۃ - (۳۹) معدن البواقیت الملتصقة فی مناقب
الائمة الاربعۃ -

(۴۰) المنح المکیۃ فی شرح الہمز - (۴۱) التخب الجلیۃ فی الخطب الجزیلیۃ -

موصوف کے حالات کے لئے دیکھو :

(۱) ریحانۃ الالباب از خفجی، ص ۲۱۱ و ۲۱۲ (۲) الثور السافر، ص ۲۸۷ تا ۲۹۸ -

(۳) شذرات الذہب، ج ۸ - ص ۳۷۰ تا ۳۷۲ (۴) البدر الطالع، ج ۱ - ص ۱۰۹ -

(۵) تاج العروس (ماذہ ح ج ر و د ت م) (۶) فہرست الفہارس، ج ۱ - ص ۲۵۰ تا ۲۵۲ -

(۷) تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ، ج ۳ - ص ۳۳۲ و ۳۳۵ -

(۸) ہدیۃ العارفین، ج ۱ - ص ۱۲۶ - (۹) الکواکب السائرۃ، ج ۳ - ص ۱۱۱ -

(۲۲۶)

عبدالوہاب نام، ابوالمواہب کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے :

عبدالوہاب بن احمد بن علی بن احمد بن محمد بن موسیٰ الانصاری الشافعی المصری الشحرانی۔

۸۹۹ھ میں ساقیہ ابی شعرہ میں (جو نوفیہ مصر کے اطراف میں ایک مقام ہے) پیدا

ہوئے۔ بچپن میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور شحرانی یتیم ہو گئے۔ ابتدائی تعلیم ساقیہ ابی شعرہ

میں پائی۔ سات برس کی عمر میں انھوں نے قرآن مجید حفظ کیا اور اجر و میرہ وغیرہ یاد کر لیں بارہ

برس کی عمر میں مصر آئے اور جامع غمری میں ٹھہرے، یہیں منہاج، الفیہ، توضیح، تلخیص، شاطبیہ

قواعد ابن ہشام اور کتاب الروض (باب القضاء تک) یاد کیں اور پھر اپنے استادوں کو سنائیں،

شیخ امین الدین امام جامع غمری سے فن قرأت کی تحصیل کی، مشہور فقیہ و محدث شیخ شمس

دواخلی، نور الدین علی، نور الدین جارحی، ملا علی عمی، علی قسطلانی، علامہ شہونی، شیخ الاسلام

قاضی زکریا انصاری، شمس الدین رملی سے تفسیر، حدیث اور فقہ وغیرہ پڑھی، پھر حدیث سے شغف ہوا اور اکابر شیوخ سے جن کی تعداد دو سو سے کم نہیں، حدیثوں کا سماع کیا۔ بعد ازاں تقویٰ کی طرف میلان ہوا تو شیخ خواص، شیخ محمد صفی، شیخ محمد شادوی سے جو اس زمانہ کے نہایت بلند پایہ صوفیاء میں سے تھے، اس فن کی تکمیل کی۔ شیخ زیادوی نے اپنے رحلہ (سفر نامہ) میں بعد راحت لکھا ہے:

واخذ الطريق عن نخوانه شیخ۔ انھوں نے تقویٰ کی تعلیم تنو سے زیادہ شیوخ سے حاصل کی ہے۔

اس اعتبار سے موصوف کی شیوخ کی تعداد تین سو سے کم نہیں ہے، جن میں سے بعض کا ذکر طبقات اور ذیل طبقات میں کیا ہے۔ اور الفلک المشحون میں شیوخ طریقت کو نام بنام گنا ہے۔

شیخ شترانی نے مجاہدہ اس طرح سے کیا کہ کئی برس تک مطلق نہیں سوتے، چھت میں ایک رسی باندھ لی تھی خلوت میں اُسے گردن میں ڈال لیتے تھے تاکہ گر نہ پڑیں، کئی کئی دن برابر کچھ نہیں کھاتے اور مسلسل روزے رکھتے تھے، بس چند اوقیہ (پچھ رطل) روٹی کے ٹکڑوں پر افطار کرتے تھے، کھال کی ٹوپی اوڑھتے اور پونڈ کے کپڑے پہنتے تھے۔ اخلاق و عادات، گفتار و کردار میں موصوف اپنے شیوخ کا نمونہ تھے اور مرنے دم تک ان ہی کے طریقہ پر عمل پیرا رہتے تھے۔

ان کی خانقاہ میں عشاء کے بعد سے مجلس ذکر کا آغاز ہوتا تو فجر تک یہ مجلس قائم رہتی تھی شب جمعہ میں موصوف پوری رات درود شریف پڑھتے تھے۔ اس خانقاہ میں تنو نابینا و کچھ امدہ کچلا ملتا تھا اور طالبانِ رضائے الہی کی تربیت ہوتی تھی۔

شترانی تازندگی ارشاد و تبلیغ، درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے حاسدوں نے ان کو بدنام کرنے کے لئے اُن کی تصانیف میں بعض خلافِ شریعت باتوں کا اضافہ کر دیا تھا جس کی وجہ سے کچھ خلفشار ہوا مگر اللہ تعالیٰ نے حاسدین کو رسوا اور ذلیل کیا اور ان کی قبولیت میں مزید اضافہ ہوا۔

علامہ عبد الرّؤف مناوی طبقات میں لکھتے ہیں:

شیخنا الامام العادل العابد الزاہد الفقیہ ہمارے شیخ امام، عامل، عابد، زاہد فقیہ

الحديث الاموالى المصونى لمولى السالك فى رتبة محمد
ابن الحنفية حبيب الير الحديث فليزى الاشتغال
بر والاخذ عن اهل و مع ذلك لم يكن عنده
جمود المحدثين ولا لدونة النقل بل بوقية
النظر موفى الخبر ودرية باقوال السلف
ومذاهب الخلف كان ينهى عن المحط على
الفلاسفة وتنقيصهم وينفسر من يذمهم
ويقول بولاء عفتلام..... وكان
موالبا على السنة مبالغا فى الورع مؤثرا
ذوى الفاقة على نفس حتى يلبس
متجملالا ذى موزعا اوقات على العبادة
ما بين تصنيف وتسليك وافادة.

محمد امولى موفى اور سالک تہ بیت کریم ابو محمد
حنفیہ کی اولاد میں سے تھے انھیں حدیث
سے شغف ہوا تو وہ اس میں منہمک ہو گئے
اور اس فن کو اہل فن سے حاصل کیا لیکن
ان میں ایسا جمود نہیں تھا جیسا کہ محدثین
اور جامعین حدیث میں ہوتا ہے بلکہ وہ
فقہ النظر اور موفی مشرب بزرگ راستے
اقوال سلف اور مذاہب خلف کے اہل
تھے وہ فلاسفہ پر دار و گیر کرتے اور ان
کی تنقیص کرتے سے منع کرتے تھے اور جو
ان کی مذمت کرتے ان کو اچھی نظر سے
نہیں دیکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ دانشمند
لوگ تھے موصوف سنت کے بڑے پابند

تھے ورع و تقویٰ میں مبالغہ کرتے تھے اور فاقہ مست کو کھانے پینے اور پہننے میں اپنے اوپر ترجیح
دیتے اور تکالیف کو برداشت کرتے تھے اپنے اوقات کو تصنیف و تالیف، عبادت و ریاضت
اور درس و تدریس اور سلوک کی تعلیم میں تقسیم کر رکھا تھا۔

نجم الدین غری، اکلوا کتب السائرہ (ج ۳- ص ۷۷) میں رقمطراز ہیں :

وطالغ الكتب مطالعة كثيرة وكان رحمه
الله تعالى من آيات الله تعالى فى العلم
والتقوى والتأليف.....
وكتب كلها نافعة وقد ولت كتبه
على انه اجتمع بكثير من العلماء
والاولياء والصالحين.

کتابوں کا بہت مطالعہ کیا تھا اللہ کی اُن
پر رحمت ہو، وہ علم، تقویٰ اور تالیف
میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے تھے
..... اُن کی تمام کتابیں مفید ہیں اور
اُن کی تالیفات اس امر کی شاہد ہیں کہ موصوف
کی بہت سے علماء، اولیاء اور صلحاء سے صحبت
رہی ہیں۔

شیخ ابوالعباس احمد بن مبارک طلی نے موصوف کا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے :

”سیدنا الامام ولی العلماء عالم الاولیاء مربی السالکین وبقیة الآئمة العارفين المهتدين“
شیخ زیادوی اپنے رحلہ میں لکھتے ہیں :

اطلع على سائر اولیة المذاهب غالباً
المستعملة والمندرسه وعلم استنباط
كل مذهب منها لكثرة محنوطاته وتالیفہ
منہا ما ہونی خمس مجلدات ضخمة وغالبہا
فی مجلدین ضخیمین۔

وہ اکثر مذاہب مروجہ اور غیر مروجہ کی تمام
دلیلوں سے آگاہ تھے اور وہ اپنی غیر معمولی یادداشت
اور کثرت معلومات کی بنا پر ان میں ہر مذهب
کے علم استنباط سے واقف تھے ، اس
موضوع پر ان کی تالیفات پانچ ضخیم
جلدوں میں بھیلی ہوئی ہیں اور اکثر دود
ضخیم جلدوں میں ہیں۔

(فہرس الفہارس : ج ۲ - ص ۴۰۶)

حافظ سید عبدالحی الکتانی فہرس الفہارس ج ۲ ص ۴۰۶ میں لکھتے ہیں :

یردنی عامۃ عن القاضي زکریا والحاظ
الاسیوطی والکمال الطویل القادری
والقلقشندی وتلك الطبقة من صحابہ
الحافظ ابن حجر یردنی الیفاً عن القسطلانی
وله فہرس مطبوع جمیع فیہ مرویات عن السیوطی
فہرست چھپ چکی ہے جس میں اپنی مرویات کو بروایت سیوطی جمع کیا ہے۔

وہ عام طور پر قاضی زکریا ، حافظ سیوطی ،
اور کمال الدین طویل قادری اور قلقلشندی
سے اور اس طبقہ سے جو حافظ ابن حجر
کے اصحاب پر مشتمل ہے روایت کرتے ہیں ،
نیز قسطلانی سے بھی راوی ہیں ان کی

سلسلہ میں انتقال ہوا اور اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے۔

شیخ ابوالانس لمحی شافعی ازہری نے موصوف کے اور ان کی اولاد و احفاد اور تلامذہ کے حالات
میں دو کتابیں لکھی ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں :

(۱) التشر الربانی فی طریقۃ الشرائع۔

(۲) تذکرۃ ادلی الالباب فی مناقب سیدی عبد الوہاب۔

موصوف کی تالیفات سے حسب ذیل کتابیں مشہور ہیں :

(۱) الاجوبۃ المرصیۃ معن ائمة الفقہاء الصوفیۃ۔ (۲) الاخلاق الزکیۃ والعلوم اللدنیۃ۔

(۳) الاخلاق المتنبویۃ المغامۃ من الحضرة المحمدیۃ۔

(۴) ارشاد المغضلیں من الفقہاء والفقراء الی شروط معجبة الامرار۔

- (٥) الانوار القدسية في لزومة آداب العبودية - (٦) البحر المورود في المواثيق والعهود -
 (٧) البروق النواطف - (٨) تنبيه الاغبياء على قطرة من بحر علوم الاولياء -
 (٩) تنبيه المنقرنين في القرن العاشر على ما خالفوا فيه سلفهم الطاهر -
 (١٠) المجامير والدرر - (١١) المجوهر المكنون والسير المرقوم فيما تنجم الخلوة
 من الاسرار والعلوم -
 (١٢) حقوق اخوة الاسلام - (١٣) درة النواص في تقاوى سيدي على النواص
 (١٤) الدرر المنشورة في بيان زبد العلوم المشهورة - (١٥) ردع الفقراء عن دعوى الولاية الكبرى -
 (١٦) الدرر والنج في الصدق والورع - (١٧) السراج المنير في غرائب احاديث البشير
 التنذير -
 (١٨) سر المسير والزود اليوم المعصير - (١٩) السر المرقوم فيما اختص به اهل الله من العلوم
 (٢٠) شرح جميع الجوامع - (٢١) الطراز الابجج على خطبة المنهج -
 (٢٢) طهارة الجسم والنفوس من سورات الظن بالله تعالى والعباد -
 (٢٣) علامات الخذلان على من لم يعمل بالقرآن - (٢٤) الفتح المبين في ذكر جملة من اسرار الدين
 (٢٥) فتح الوباب في فضائل الآل والاصحاب - (٢٦) فرآيد القلائد في علم العقائد -
 (٢٧) القواعد الكشفية الموضحة لمعاني صفات الآل البشير -
 (٢٨) القول المبين في الرد على الشيخ محي الدين - (٢٩) الكبريت الاحمر في علوم الشيخ الاكبر
 (٣٠) كشف الحجاب والراي عن وجه اسئلة الحجاب - (٣١) كشف الغم عن جميع الامم -
 (٣٢) لطائف المنن والاخلاق في بيان وجوب التحديث بنعمة الله سبحانه وتعالى على الاطلاق -
 (٣٣) لواحق الانوار في طبقات السادة الاخيار - (٣٤) لواحق الانوار القدسية المنتخب من الفتوح
 المسكية -
 (٣٥) المآثر والمفاخر في علماء القرن العاشر - (٣٦) مختصر الالفية لابن مالك -
 (٣٧) مختصر المدونة - (٣٨) مشارق الانوار القدسية في بيان اليهود
 المحمدي -
 (٣٩) مستقيم الكباد في مواد الاجتهاد - (٤٠) المقدمة النحوية في علم العربية -
 (٤١) منج الموانع - (٤٢) المنهج المبين في اخلاق العارفين -

(۴۳) منہج الصدق والتحقیق فی تغلیس غالب المدین المطرقی۔
 (۴۴) المنہج المبین فی بیان ادلة الائمة المجتہدین۔ (۴۵) المیزان الشعرانیۃ المدخلۃ لجمیع اقوال الائمة
 المجتہدین ومقلدہم فی الشریعۃ المحمدیہ۔
 (۴۶) البواقیت والجواهر فی بیان عقائد الاکابر۔ (۴۷) النور الفارق بین المرید الصادق و
 غیر الصادق۔

(۴۸) ہادی الحائرین الی رسوم اخلاق العارفین۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) مکتوب السائرہ باعیان المذنب العاشرہ، از شیخ نجم الدین غزی، طبع بیروت جلد سوم ص ۱۰۹-۱۱۰
 (۲) شذرات الذہب، ج ۸- ص ۳۴۲ تا ۳۴۷۔ (۳) تاج العروس (مادہ ش ح ر)
 (۴) فہرست الفہارس، ج ۲- ص ۴۰۵ تا ۴۰۷۔ (۵) تاریخ آداب اللغۃ العربیہ، ج ۳-
 ص ۳۳۵ و ۳۳۶۔

(۶) الشعرانی، امام التصوف فی عصرہ از یوسف العشر۔ (۷) ہدیۃ العارفین، ج ۱- ص ۶۴۱۔

(۲۲۷)

زکریا نام، البوکی کنیت اور زین الدین لقب ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:
 زکریا بن محمد بن احمد بن زکریا الانصاری الخزرجی السنکی ثم القاہری الشافعی
 ۸۲۳ھ میں سنیکہ جو مصر کا ایک چھوٹا سا شہر ہے، میں پیدا ہوئے۔ اور یہیں ابتدائی
 تعلیم ہوئی، پہلے قرآن مجید حفظ کیا، فقہ میں مختصر تبریزی اور عمدۃ الاحکام کا کچھ حصہ یاد کیا۔ ۸۲۷ھ میں
 قاہرہ آئے مگر کچھ عرصہ ٹھہر کر وطن واپس چلے گئے پھر دوبارہ قاہرہ آئے، جامع ازہر میں قیام کیا اور
 علوم اسلامیہ کی تحصیل میں ہمت نہ ہارے۔ اسی زمانے کا ایک نہایت عجیب واقعہ موصوف
 سے منقول ہے فرماتے ہیں:

میں جب اپنے گھروں سے یہاں (قاہرہ) آیا، اُس وقت میں جوان تھا مگر دنیا میں مشغول
 نہیں ہوا تھا اور نہ مجھے خلق خدا سے کچھ سروکار تھا۔ جامع ازہر میں اکثر میں بھوکا رہتا تھا اور
 رات کو بھٹکتا اور ترویز کے چھلکے تلاش کرتا جو میضاضہ (دھوکے کی جگہ) وغیرہ کے پاس مل جاتے
 تھے، انہیں دھوتا اور کھا کر پیٹ بھرتا تھا۔ اسی طرح کئی برس گزرے پھر اللہ تعالیٰ نے ایک
 شخص کو میرے پاس بھیجا جو گہروں کی چکی پر کام کرتا تھا اس نے مجھ سے میرے حالات دریافت

کے اور پھر میرے کھانے پینے کا وہ کفیل ہو گیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ اپنے حالات مجھ سے نہ چھپانا، جب بھی تم مجھے بلاؤ گے میں آجاؤں گا۔ چنانچہ اسی طرح چند سال ان کے ساتھ گزرے، ایک دفعہ رات کو جب سب سوئے ہوئے تھے وہ مرد بزرگ میرے پاس آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا، اٹھو اور میرے ساتھ چلو! میں اٹھ کر اُس کے ساتھ چلنے لگا۔ اُس نے مجھے جامع ازہر کی سیڑھیوں پر لیجا کر کہا اس زمین پر چڑھو میں چڑھ گیا۔ اُس مرد بزرگ نے کہا، اور چڑھو! میں آخر تک چڑھتا چلا گیا پھر کہا اتر آؤ، میں اتر آیا۔ اُس وقت اُس مرد بزرگ نے فرمایا۔ زکریا! تم اپنے ہمسرؤں کے بعد مرد گے اور سب اچھے رہو گے ایک زمانہ تک تم شیخ الاسلام کے عہدہ پر فائز رہو گے، تمہارے شاگرد بھی شیخ الاسلام بنیں گے اور اس وقت تم ناپائیدار ہو گے۔ میں نے اُس مرد بزرگ سے کہا، کیا میں اندھا بھی ہوں گا؟ اس نے کہا تم ضرور اندھے ہو گے۔ پھر وہ میرے پاس سے چلا گیا اور اس وقت سے میں نے اس کو نہیں دیکھا۔

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ موصوف نے کن حالات میں پڑھا تھا۔ انھوں نے تفسیر حدیث، فقہ، اصول اور ادب کی تکمیل اُس دور کے نامور علمائے کی اور کم و بیش ڈیڑھ سو مشائخ وقت اور محدثین سے روایت حدیث کی اجازت حاصل کی جنہیں موصوف نے اپنے ثبت (معجم شیوخ) میں نام بنام گنایا ہے اسی طرح موصوف کو افتاء و تدریس کی اجازت بھی سنبھال کر علماء سے حاصل تھی، موصوف کے نامور شیوخ کے نام درج ذیل ہیں:

- (۱) برہان الدین ابوالسحاق ابراہیم بن صدقہ المقدسی الصالحی المتوفی ۸۵۲ھ۔
- (۲) شہاب الدین احمد بن رجب الشہیر بابن المجدی الشافعی المتوفی ۸۵۵ھ۔
- (۳) شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن محمد الشہیر بابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ۔
- (۴) تقی الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد الشمتی الحنفی المتوفی ۸۴۳ھ۔
- (۵) زین الدین ابوالنعیم رضوان بن محمد العقبی الشافعی المتوفی ۸۶۸ھ۔
- (۶) زین الدین ابوالحسن طاہر بن محمد النویری المالکی المتوفی ۸۵۶ھ۔
- (۷) زین الدین ابوالفرج عبد الرحمن بن علی التیمی الخلیلی الشافعی الشہیر بشعیر المتوفی ۸۴۶ھ۔
- (۸) زین الدین ابوالدور عبد الرحمن بن محمد الزرکشی المعمری الحنبلی، المتوفی ۸۴۵ھ۔
- (۹) محی الدین ابوعبد اللہ محمد بن سلیمان الحنفی الکافجی المتوفی ۸۴۹ھ۔
- (۱۰) کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الحمام الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ۔

(۱۱) شمس الدین محمد بن علی القایانی الشافعی المتوفی ۸۵۰ھ۔

(۱۲) شمس الدین محمد بن عمر الواسطی الشافعی المعروف بالغمری المتوفی ۸۴۹ھ۔

(۱۳) تقی الدین ابو الفضل محمد بن محمد بن فہد الاسطونی ثم المکی الشافعی المتوفی ۸۵۵ھ۔

(۱۴) امین الدین ابوالین محمد بن محمد النیربی المکی الشافعی المتوفی ۸۵۳ھ۔

(۱۵) شرف الدین موسیٰ بن احمد بن موسیٰ السبکی الشافعی المتوفی ۸۴۷ھ۔

(۱۶) شرف الدین ابو زکریا یحییٰ بن محمد المناوی الشافعی المتوفی ۸۵۵ھ۔

جب موصوف نے علوم دینیہ کی تحصیل کر لی تو درس و تدریس کا شغل اختیار کیا اور نہایت خوش حال زندگی بسر کی۔ چھ ماہ قضا پر فائز ہو کر ہزار درہم پور میہ پر ہوا۔ اس کے بعد نہایت عظیم الشان منصبوں پر فائز ہوئے۔ مقام امام شافعی میں تدریس کا چھ ماہ ملا جو اس زمانے میں سب سے بڑا عہدہ تھا۔ مدرسہ رفیعہ، مدرسہ خالقاہ صوفیہ میں بھی مسند درس پر فائز رہے۔

شاہ مصر اشرف قایماہی کی نظر میں موصوف کی بڑی قدر و منزلت تھی، لوگ آتے اور سفارش کی درخواست کرتے، موصوف بھی ہانک اشرف سے سفارش کر دیتے تھے، ۸۸۶ھ میں ملک موصوف نے ان کو قاضی القضاۃ بنا دیا۔ شیخ کا بیان ہے:

”میں خطبہ میں اس پر ایسے حملے کرتا تھا کہ مجھے یقین ہو جاتا تھا کہ وہ آبِ مجھ سے بات نہیں کرے گا۔“

اس جلیل القدر منصب پر فائز ہونے کا بھی شیخ کو بڑا اظلال تھا۔ شیخ عبدالوہاب شحرانی فرماتے ہیں:

”ایک مرتبہ انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ، زندگی میں مجھ سے ایک غلطی ہوئی ہے میں نے پوچھا وہ کیا؟ فرماتے لگے جب سے میں قاضی القضاۃ ہوا لوگوں کی نظروں میں آگیا۔ حالانکہ میں لوگوں کی نظر سے اوجھل تھا۔ میں نے عرض کیا۔ میں نے بعض اولیاء اللہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ شیخ کا اس عہدہ پر تقرر ان کے حق میں بڑا سائر اور پردہ پوش ہے کیونکہ ان کے زہد و ورع اور مکاشفات کا لوگوں میں چرچا ہو گیا تھا۔ یہ شکر فرمایا، جان من! تم نے مجھ سے بوجھ بکا کر دیا۔“

شیخ اس منصب پر بیس برس فائز رہے، جب بینائی جاتی رہی اس وقت معزول ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے شیخ کے علم و عمل، مال و دولت اور عمر ہر چیز میں برکت عطا فرمائی تھی، خدا تعالیٰ نے جس فراوانی سے دیا تھا اُسی طرح دل کھول کر راہ خدا میں دیتے تھے۔ عبد الوہاب شہرانی کا بیان ہے:

”میں نے موصوف سے بڑھ کر مدد و خیرات کرنے والا نہیں دیکھا۔ شیخ موصوف یہ کام اس خوبی سے انجام دیتے تھے کہ ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں کو بھی پتہ نہیں چلتا تھا بعض ناداروں کا پوئہ اور ماہانہ تک مقرر تھا۔“

شیخ کی عمر ستر سال سے تجاوز کر چکی تھی لیکن معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا تھا سیاری کی حالت میں نوافل کھڑے ہو کر ادا کرتے تھے۔ علامہ شہرانی کہتے ہیں:

”میں برس میرا ان کا ساتھ رہا، میں نے ان کو کبھی غفلت میں نہیں پایا اور نہ کسی لالچی کام میں مشغول دیکھا۔ جب ان کے پاس بیٹھا تو ایسا محسوس ہوا جیسے میں کسی عارف و صالح بادشاہ کے پاس بیٹھا ہوا ہوں۔“

شیخ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی موصوف کے متعلق معجم الشیوخ میں لکھتے ہیں:

قد مت شیخنا زکریا لانه اجل من قبح
 علیہ بصری من العلماء العالمین والائمة
 الوارثین و اعلیٰ من عنبر رویت و درت
 من الفقہاء الحکماء المسندین فهو عمدة
 العلماء الا علام و حجة اللہ علی الانام حامل
 لواء مذہب الشافعی و محرر مشکلاتہ و کاشف
 عوہیصاتہ فی بکرة و اضائلہ لحنی الاحفاد
 بالاجداد، المنفرد فی زمنہ بعلو الاسناد
 کیف و لم یوجد فی عصرہ الا من
 اخذ عنہ مشافہة او بواسطہ او
 بواسطہ متعدده بل وقع لبعضہم
 انہ اخذ عنہ تارة و عن غیرہ من بیئہ
 و منہ نحو سبع و سائل تارة اخری

میں اپنے شیخ زکریا کے پاس آیا کیونکہ باطل
 علماء اور ائمہ وارثین میں سب سے
 بزرگ ہستی جس پر میری نگاہیں پڑیں
 وہ اُن ہی کی ذات تھی اور جن سے میں نے
 روایت کیا ان میں سب سے برتر اور جن
 مسند حکماء اور فقہاء سے میں نے روایت کی
 تعلیم پائی ان نامور علماء میں سب
 زیادہ قابل اعتماد تھے اور خلاق
 پر اللہ کی حجت تھے، مذہب شافعی کے علمبردار
 تھے، صبح و شام اُس کی مشکلات کو لکھتے اور
 دشوار اور مشکل باتوں کو کھولتے تھے پوتوں
 کو سند میں دادوں سے ملاتے تھے، اپنے
 وقت میں علو اسناد میں یکتا تھے اور کثیر

وہذا النظر لرفی احد من اہل عصرہ۔
 نہ ہوں ان کے زمانے میں کوئی ایسا نہیں
 تھا جس نے ان سے رُو در رُو یا بیک
 واسطہ یا متعدد واسطوں سے علم حاصل نہ کیا ہو، بلکہ بعض تو ایسے تھے جنہوں نے دوسروں
 سے پڑھا تھا پھر ان کو ان سے بھی تحصیل علم کا موقع مل گیا حالانکہ وہ ان لوگوں میں
 سے تھے کہ ان کے اور ان کے درمیان سات واسطے تھے یہ ایک ایسی مثال ہے جس کی
 نظیر ان کے معاصرین میں نہیں ملتی ہے۔
 شعرانی "فسر مائے ہیں:

شیخ الاسلام احد ارکان الطریقین
 شیخ الاسلام فقہ اور تصوف دونوں
 طریقوں کے ارکان علم میں سے ایک رکن
 الفیضہ والتصوف کان اکبر مصر یصیر
 تھے۔ مصر کا بڑے سے بڑا عالم ان کے سامنے
 بین یدہ کالطفل وکذلک الامر اکبر
 بچہ معلوم ہوتا: یہی حال امیر و
 کبیر کا تھا

حافظ علانی کا بیان ہے:

اثر من شیوختنا فی الجملة درایۃ د
 اگرچہ ہم ان کے بہت سے شیوخ میں شریک
 روایت وان شارکناہ فی کثیر من
 تھے۔ مگر موصوف ہمارے منجملہ شیوخ
 شیوخہ، وقد جمع من انواع العلوم
 روایت ودرایت میں سے تھے اور انواع
 والمعارف والمؤلفات المقبولۃ و مکارم
 علوم و معارف، مقبول تالیفات مکارم
 الاخلاق وحسن السمۃ والتؤدۃ و
 الاخذ عن الاکابر بالمجمیع غیرہ۔
 اور کسی نے حاصل نہیں کیا، ان کی ذات بڑی جامع تھی۔

شیخ عبداللہ بن عمر باعزم نے موصوف کو دسویں صدی ہجری کا مجدد قرار دیا ہے،
 فسر مائے ہیں،

ویقرب عندی ان المجدد للامۃ العاترة
 میرے نزدیک دسویں صدی ہجری کے
 العاضی زکریا الشہرۃ الانتفاع بہ تصانیف
 مجدد قاضی زکریا انصاری ہیں کیونکہ ان
 واحتیاج غالب الناس الیہا
 کی ذات سے ان کی تصانیف سے انتفاع

لابیہا متعلق بالغفہ و تحریر المذہب۔ کی عام شہرت ہے اور اکثر و بیشتر لوگوں کو

(خلاصۃ الاثر، ج ۳۔ ص ۳۶۷) ان کی طرف احتیاج رہی ہے خاص طور

سے متعلقات فقہ اور مذہبی چیزوں کے لکھنے میں۔

علامہ نجم الدین غیسی نے جو سند اپنے شاگرد ابوالسعود محمد حسنی کو ۹۷۳ھ میں دی ہے، اس کا قلمی نسخہ پیر جہنڈو (پیر و مہب اللہ) کے کتب خانہ میں موجود ہے اور ہمارے مطالعہ سے گزر چکا ہے، اس میں موصوف کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

”خاتمة المتأخرین و بقیة المحققین حامل لواء مذہب الشافعی علی کابلہ الرام

لہ بانامہ شیخنا شیخ مشائخ الاسلام بقیة العلماء الاعلام ابویحییٰ زکریا الانصاری

مولدہ (المتوفی) تقریباً سنہ اربع اوست و عشرين و تسعمائة“

یعنی ”خاتمة المتأخرین، بقیة المحققین، مذہب شافعی کے علمبردار اور محرر ہمارے شیخ اور مشائخ اسلام کے شیخ اور نامور علماء کی یادگار شیخ ابویحییٰ زکریا الانصاری شافعی تھے۔ ان کی وفات تقریباً ۹۲۲ھ میں ہوئی تھی۔

شیخ عبید روسی کا بھی یہی خیال ہے۔ بروز سہ شنبہ ۳۔ ذیقعدہ ۹۲۶ھ میں انتقال ہوا۔ انتقال کے وقت ۱۰۳ برس کے تھے۔ شیخ الاسلام کا حلقہ درس نہایت وسیع تھا۔ ہزاروں طالبانِ حدیث نے موصوف سے استفادہ کیا۔ مشہور تلامذہ کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) شہاب الدین احمد الملقب بعمرۃ البری المتوفی ۹۵۷ھ

(۲) شہاب الدین احمد الرملی الانصاری المتوفی ۹۵۷ھ

(۳) شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الحمصی الانصاری المتوفی ۹۳۲ھ

(۴) شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر البیتھی المتوفی ۹۷۳ھ

(۵) عبد الوہاب الشعرانی المتوفی ۹۷۳ھ

(۶) زین الدین عمر بن احمد بن الشجاع الحلبي المتوفی ۹۳۶ھ

(۷) بدر الدین محمد العلانی الحنفی المصری المتوفی ۹۷۳ھ

(۸) محمد بن احمد الرملی الملقب بالشافعی الصغیر المتوفی ۹۷۳ھ

(۹) شمس الدین محمد بن احمد الشریفی الخطیب المتوفی ۹۷۳ھ

(۱۰) کنال الدین محمد بن حمزہ الدمشقی المتوفی ۹۳۳ھ

- (۱۱) بہار الدین محمد بن عبد اللہ مصری الشافعی المتوفی ۹۹۲ھ
 (۱۲) رضی الدین ابوالفضل محمد بن محمد الغزالی المتوفی ۹۳۵ھ
 (۱۳) شمس الدین محمد بن محمد المصطفی المتوفی ۹۷۱ھ
 (۱۴) جمال الدین یوسف بن شیخ الاسلام زکریا الانصاری -
 موصوف کی تصانیف کے نام درج ذیل میں :

- (۱) احکام الدلالة على تحرير الرسالة في شرح القشيرية (۲) آداب القاضي على مذهب الشافعي -
 (۳) انوار البهجة في ابراز دقائق المتفرجة - (۴) بلوغ الارباب لشرح شذوذ الذميب -
 (۵) بهجة الحادى شرح حاوى الصنعة للقرظي - (۶) تحرير تنقيح اللباب في الفقه -
 (۷) تحفة الطلاب لشرح تحرير تنقيح اللباب - (۸) تحفة العلية في الخطب المنبرية -
 (۹) تحفة نخباء العصر في احكام النون الساكنة والتنوين والمدد القصر -
 (۱۰) تلخيص الازهية في احكام الادعية للزرکشی - (۱۱) حاشية على شرح جمع الجوامع -
 (۱۲) الحواشي المفهومة في شرح المقدمة للجزري - (۱۳) خلاصة الفوائد المجدية في شرح البهجة
 الوردية -
 (۱۴) درر السنية في شرح الالفية لابن مالک - (۱۵) الدقائق المحكمة في شرح المقدمة للجزري -
 (۱۶) ديوان شعره - (۱۷) الزبدة الرائقة في شرح البردة الفالقة -
 (۱۸) شرح الجامع الصريح للبخاري - (۱۹) شرح الشمسية -
 (۲۰) شرح صحيح مسلم بن الحجاج - (۲۱) شرح مختصر المزني -
 (۲۲) شرح المنهاج للبيضاوي - (۲۳) غاية الوصول الى شرح الفصول لابن
 الهائم في الفرائض -
 (۲۴) الغرر البهية لشرح بهجة الوردية - (۲۵) فتح الاله الماجد بايضاح شرح العقائد
 (۲۶) فتح الباتي بشرح الفية العراقي - (۲۷) فتح الجليل ببيان خفاء اوار التنزيل
 للبيضاوي -
 (۲۸) فتح رب البرية في شرح قصيدة الخزريه في العروض -
 (۲۹) فتح الرحمن بكشف الملتبس من القرآن - (۳۰) فتح الرحمن لشرح رسالة المولى رسلان
 (۳۱) فتح الرحمن بشرح لفظة العجلان للزرکشی - (۳۲) فتح الوهاب لشرح الآداب -

- (۳۳) فتح الواب لشرح منہج الطلاب - فتوحات الالبیہ -
 (۳۵) الفتوح الانسیة لخلق التحفة القدسیة لابن الہائم -
 (۳۶) اللؤلؤ النظیم فی روم التعلم والتعليم (ذکر فی اصناف العلوم) -
 (۳۷) المطلع شرح ایساخوجی -
 (۳۸) المقصد لتخصیص ما فی المرشد فی القراءات -
 (۳۹) منہج الکافی فی شرح الشافیہ -
 (۴۰) منہج الوصول الی تخریج الفصول لابن الہائم -

(۴۱) منہج الطلاب فی شرح منہاج الطالبین للنووی (۴۲) نہایۃ الہدایہ فی شرح الکفایہ -
 موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

- (۱) نظم العقیان، ص ۱۱۳ - (۲) النور السافر ۱۲ تا ۱۲۵ -
 (۳) الکوکب السائرة، ج ۱ - ص ۱۹۶ تا ۲۰۷ - (۴) شذرات الذہب، ج ۸ - ص ۱۳۲ تا ۱۳۶
 (۵) البدر الطالع، ج ۲ - ص ۲۵۲ و ۲۵۳ - (۶) فہرس الفہارس، ج ۱ - ص ۳۳۳ تا ۳۷۵
 (۷) مجددون فی الاسلام، ص ۳۴۲ تا ۳۴۳ - (۸) ہدیۃ العارفین، ج ۱ - ص ۳۷۲ -
 (۹) الاعلام والاہتمام بمجمع فتاویٰ شیخ الاسلام، مطبعة الترقی و مشن ۱۳۵۵ھ ص ۲ تا ۱۵ -
 (۱۰) الفتوح الامم، ج ۳ - ص ۲۳۴ تا ۲۳۸ (۲۲۸)

محمد نام اور ابو الحسن کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:
 محمد بن عبد الرحمن بن احمد البکری الشافعی۔

۱۱۔ جمادی الاولیٰ ۹۹ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے، یہیں تعلیم پائی اور اس مصر کے نامور محدثین سے حدیث و فقہ کی تکمیل کی اور روایت حدیث کی اجازت لی، متعدد مشائخ طریقت نے موصوفؒ کو خرقہ خلافت سے سرفراز کیا۔

مصر کے نامور محدثین، مفتقرین اور صوفیاء میں موصوف کا شمار ہے، شیخ بکری کا یہ معمول تھا کہ سال بھر مصر میں رہتے اور سال بھر حجاز میں قیام کرتے تھے، مشہور ہے کہ کبار مصر میں سب سے پہلے موصوفؒ نے محفہ دہلی میں بیٹھ کر حج کیا اور پھر علماء نے ان کی تقلید کی۔ عنفوان شباب ہی سے ان کے علم و معرفت کی شہرت دور دور پہنچ گئی تھی، شیخ عبد القادر عیدروسیؒ لکھتے ہیں:

کان والدہ من کبار اہل العلم بل قیل انه
 کان مجتہد زمانہ والمجدد علی رأس المائۃ
 علامہ محمد بکری، کے والد شیخ ابو الحسن
 بکری اکابر علماء میں سے تھے بلکہ بعض کا

التاسعة و احق الناس بالقضاء و مستد
عرض عليه فامتنع منه فولا ياتنا وهو المجمع
على انه منسرد عصره علم و لاية و
حالا، افصح اهل زمانه قلام و معاللا
و اعظم سود و اوج بلا و رفعة
و كمالا، عالم المسلمين و دن نزاع و
شيخ مشايخ الاسلام الذي انقلعت
مضابات الاطماع و انتشرت مصنفاته
كالآخذين عنه الى سائر البقاع و اشهرت
كراماته و مكاشفاته حتى روتها الالسن
و وعها الاسماح خاتمة المحققين، لسان
المكلمين، حجة المناظرين، بليغة التلطف
القائلين و كان
ما هو عليه من الاشتغال بالتصنيف و
الافتار لا يزال يسلم على طرق الاطمار و كان
يجلس بالمسجد الحرام و في المسجد النبوي و في
المسجد الاقصي و في المسجد الجامع الازهر
و ناهيك هذه المواضع التي كان يجلس
فيها كانا يغترف من بحرها عار الله
حلينا من بركاته -

قولہ کہ مومنانہ زائد کے جہاد و زمینیں ہجری کے
جہد دتے اور عہدہ قضا کے سب سے زیادہ
اہل تھے۔ منصب قضا ان کو پیش کیا گیا
اور انہوں نے اس کو قبول کرنے سے
صاف انکار کر دیا۔ — اس پر سب
کا اتفاق ہے کہ موصوف حال و قال اور
علم و معرفت میں یکجہانہ زمانہ تھے تقریر و
تحریر میں اپنے زمانے میں نہایت فصیح لسان
تھے۔ سیادت، جلالت، رفعت اور کمال میں
بزرگ ترین انسان اور مسلمانوں کے متفق علیہ
عالم تھے اور مشایخ اسلام میں ایسے شیخ تھے،
جن کی مشابہت کی آرزو میں بھی ختم ہو گئیں
اور ان کی تصانیف کو ان کے شاگردوں
نے جگہ جگہ پھیلا دیا ہے، ان کی کرامتیں اور
مکاشفات اتنے مشہور ہیں کہ ہر خاص و
عام کی زبان پر جاری و ساری ہیں حافظو
میں محفوظ ہیں۔ موصوف خاتمة المحققین،
ترجمان المتکلمین، حجت مناظرین اور یادگار
سلف صالحین تھے۔ درس و تدریس کی
ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ تصنیف و افتاء
کا کام بھی ہمیشہ بطور اطرار کرتے تھے۔ مسجد

حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ اور ازہر کی جامع مسجد میں بیٹھ کر درس دیتے تھے، ان
مسجدوں میں بیٹھ کر درس دینا ہی ان کے مقام کو سمجھنے کے لئے کافی ہے، گویا وہ علم کے سمندر
سے سیراب تھے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کی برکات سے بہرہ مند فرمائے۔

شیخ نجم الدین خلیلی نے جو سند شیخ ابوالسعود محمد حسنی کو دی ہے اُس میں موصوف کا ذکر ان

الفاظ میں کیا ہے :

شیخنا مفسر العصر و نادرة الدرر و عجوبة الزمان و وحيد الادان ابی الحسن البکری الصدیقی الشافعی نفع اللہ بركاتہ درضی اللہ عنہ اخذت عنہ التفسیر و الحديث و الفقه و التصوف لمؤلفات كثيرة في التفسير و الفقه و غیرہما و له رسائل الاحزاب في التصوف توفي سنة اثنين و خمسين و تسعمائة۔

ہمارے شیخ یگانہ روزگار، نادرۂ زمانہ، عجوبۂ دوران، یکتائے زمن، شیخ ابوالحسن بکری صدیقی شافعی، اللہ تعالیٰ ان کی برکات سے ہمیں بھی مستفید فرمائے اور ان سے راضی ہو میں نے تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف کی تعلیم ان سے حاصل کی، تفسیر اور فقہ وغیرہ میں ان کی بہت سی تالیفات ہیں نیز تصوف اور ادب وغیرہ پر بھی ان کے رسائل ہیں ۹۵۷ھ کو قاہرہ میں انتقال ہوا ہے۔

مشہور ہے کہ چار سو سے زیادہ تصانیف موصوف سے یادگار ہیں، جن میں سے مشہور یہ ہیں :

- (۱) الاحادیث المخدرات من شرب المسکرات (۲) بشری العباد بغضل الرباط و الجہاد۔
- (۳) تادیب الامانة فی قوله تعالیٰ اما عرضنا الامانة۔ (۴) تجوید الافراح بغضائل النکاح۔
- (۵) تحذیر اہل الآخرة من دار الدنیا الدائرة۔ (۶) تحفة السالک لا شرف المسالک۔
- (۷) تحفة العجلمان فی فضائل عثمان بن عفان۔ (۸) تحفة و اہمب المواعظ فی المقامات و المراتب۔
- (۹) ترتیب السور و ترکیب الصور۔ (۱۰) الجہم الثمین من کلام سید المرسلین۔
- (۱۱) حزب الانوار۔ (۱۲) حسن الاصابہ فی فضل الصحابة۔

(۱۳) حقائق فضل المآلوف الواردة علی ترتیب الحروف۔

(۱۴) حقائق نکالات۔ (۱۵) الدرة المکملة فی فتح کمة المشرقة البجلة۔

(۱۶) الروض الانیق فی فضل ابی بکر الصدیق (۱۷) شرف الفقر و بیان نهم الامراء۔

(۱۸) طلبۃ الفقیہ المحتاج فیما یتوجبہ لیلیۃ المعراج۔ (۱۹) غایۃ الطلب فی فضل العرب۔

(۲۰) الفتح القریب بغضل الکبر و المشیب۔ (۲۱) محاسن الافادة فی احادیث العبادۃ۔

(۲۲) محو الاذکار بغضل الاستغفار۔ (۲۳) المقصد السامی القدر فیما یدعو بہ الداعي

لیلیۃ القدر۔

(۲۴) ملاذیل الايقان عند حوادث الزمان۔ (۲۵) المنح المبینی القوی لمولد النبوی۔

- (۲۶) موقظ الوسنان من السبنة في دمار آخر السنة (۲۷) نزهة الابصار بفضائل الانصار۔
 (۲۸) النظر الثاقب فيما تقرئ من المناقب۔ (۲۹) النفقات للموات۔
 (۳۰) نوافح المسكن الختام بالتوسل باشهر العام۔ (۳۱) نهاية الافضال في تشریف الآل۔
 (۳۲) الواضح الوجيز في تفسير القرآن العزيز۔ (۳۳) الورد المورود لمشرع السنة في دمار اهل السنة۔

(۳۴) ہطال و ابل التعرف و الاقنات من شہر شعبان۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

- (۱) الکواکب السائرہ، ج ۲۔ ص ۱۹۴۔ (۲) النور السافر، ص ۴۱۴۔
 (۳) ریحانۃ الالباب، ص ۲۳۷۔ (۴) ہدیۃ العارفین، ج ۲۔ ص ۲۳۹۔
 (۵) شذرات الذهب، ج ۸۔ ص ۲۹۲۔

(۲۲۹)

احمد بن حمزہ نام اور شہاب الدین لقب تھا۔

موصوف شیخ الاسلام قاضی زکریا انصاری کے نہایت ممتاز شاگردوں میں سے تھے شیخ الاسلام ان کے ساتھ ہمیشہ عزت و احترام سے پیش آتے تھے، ان کے تمام شاگردوں میں ان ہی کو یہ فخر حاصل تھا کہ شیخ انصاری نے ان کو اپنی کتابوں کی اصلاح کی اجازت دی تھی، چنانچہ انھوں نے ان کی حیات میں شرح البہجہ میں کئی جگہ سے اصلاح کی اور روض کی شرح شیخ الاسلام کی زندگی میں لکھی نیز فقہ کی مشہور کتاب صفوۃ الزبد کی نہایت مبسوط شرح تحریر کی، ان کو علوم شرعیہ میں بڑی مہارت حاصل تھی اور افتاء میں موصوف حروف آخر سمجھے جاتے تھے شیخ نجم الدین غزی نے ان کا تذکرہ ان شاندار الفاظ سے شروع کیا ہے:

”افصح العالم العلامة، الناقد الجہد الغیامۃ، شیخ الاسلام والمسلمین“

اور پھر لکھا ہے:

انتہت البہ الریاضۃ فی العلوم بمعرتی
 صارت علماء الشافعیۃ بہا کلہم
 تلامذۃ الا التادور.....
 وجار الیہ الاستلزام من سائر الاقطار

معصومین علوم کے اندر سیادت ان پر
 ختم تھی یہاں تک کہ علمائے شافعیہ دو چار
 کے علاوہ سب کے سب ان کے شاگرد تھے
 چاروں انگ عالم سے ان کے پاس سوالات آتے

ووقف الناس عند قوله وكان جميع علماء مصر وصالحيهم حتى المجاذيب يعظمونه ويحبلونه حتى اقران شيوخه وكذلك صار ولده سيد محمد المنوفي على رأس القرن العاشر وكان يخدم نفسه ولا يمكن احد الاشرى له حاجته من السوق الى ان كبر سنه وعجزه.

تھے، ان کی بات کے آگے سب خاموش ہو جاتے تھے تمام معری علماء تا آنکہ مجدد بھی ان کی تعظیم و تکریم کرتے اور ان کے شیوخ کے معاصرین بھی ان کا احترام کرتے تھے، اسی طرح ان کے فرزند سید محمد منوفی بھی دسویں صدی ہجری میں قابل احترام سمجھے جاتے تھے، موصوف اپنا کام خود کرتے تھے جب تک کہ وہ بیمار اور عاجز نہیں ہو گئے کسی شخص کے لئے

(الکواکب الثائرة: ج ۲- ص ۱۱۹ و ۱۲۰)

یہ ممکن نہ تھا کہ وہ بازار سے ان کی ضرورت کی کوئی چیز خرید کر لاتا۔

یکم جمادی الاخری ۱۱۵۵ھ میں جمعہ کے دن موصوف کا انتقال ہوا۔ جامع ازہر میں نماز جنازہ ادا ہوئی جس کے متعلق شیخ عبدالوہاب شعرانی کا بیان ہے:

ما رأیت قط فی عمری جنازة اجتمع فیہا خلائق مثل جنازة وضاق الجامع عن صلوة الناس فیہ ذلک الیوم حتی ان بعضهم خرج وعلی فی غیرہ ثم رجع للجنازة ودفن بترابہ قریباً من جامع الميدان خارج باب القنطرة فاطلمت مصر وشرابا بعد موته رحمه الله۔ (الکواکب السائرة: ج ۲- ص ۱۲۰)

میں نے اپنی عمر میں کسی ایسا جنازہ نہیں دیکھا جس میں اتنی خلقت جمع ہوئی، جتنی ان کے جنازہ میں ہوئی تھی، اس دن مسجد نمازیوں سے اتنی بھر گئی تھی کہ بعض نے باہر نکل کر دوسری جگہ نماز ادا کی پھر اگر جنازہ میں شرکت کی ان کی میت کو جامع الميدان کے قریب باب القنطرة سے باہر سپرد خاک کیا گیا۔ ان کی وفات کے بعد اللہ کی رحمت

ان پر ہوم مصر اور اس کے عیالات میں ظلمت اور تاریکی چھا گئی۔

موصوف کے شاگردوں کا حلقہ نہایت وسیع تھا ان میں شیخ شمس الدین خطیب شرمینی

شیخ نور الدین طننڈانی، شہاب الدین غری نیز موصوف کے فرزند محمد اور شیخ عبدالوہاب شعرانی زیادہ مشہور ہیں۔

موصوف کی تالیفات میں سے حسب ذیل دو کتابیں زیادہ مشہور ہیں:

(۱) فتاویٰ، یہ وہ مجموعہ ہے جو ان کے تلمیذ رشید شیخ شمس الدین خلیب شربنی نے جمع کیا تھا جس کی موصوف کے فرزند محمد نے ان سے — ایک نقل منگوائی تھی۔

(۲) فتح الجواد بشرح منظومۃ ابن العماد۔

حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) الکواکب السائرہ، ج ۲۔ ص ۱۱۹ و ۱۲۰۔ (۲) شذرات الذهب، ج ۸۔ ص ۳۱۶۔

(۲۳۰)

محمد نام ابو الفضل کنیت، محب الدین لقب اور جاد اللہ عرف ہے، سلسلہ نسب یہ ہے: محمد بن عبد العزیز بن عمر بن محمد بن محمد بن فہد الباشمی المالکی الشافعی۔

موصوف بھی اپنے بزرگوں کی طرح ابن فہد کے نام سے مشہور ہیں۔ ۲۰۔ رجب ۸۹۱ھ میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور یہیں اپنے والدین کے آغوش شفقت میں تعلیم و تربیت پائی۔ بچپن میں قرآن مجید یاد کیا اور پھر محدث نوویؒ کی کتاب المنہاج اور کتاب الاربعین یاد کیں شیخ عبد اللہ باکثیر اور شیخ شہاب الدین البہری سے فقہ، اصول اور نحو وغیرہ کی تعلیم پائی۔ شیخ عبد الحق السنہاطی، کمال الدین محمد بن حمزہ، جلال الدین سیوطی، قاضی زکریا انصاری، سخاوی اور پیر بزرگوار سے حدیثوں کا سماع کیا۔ والد ماجد کے ساتھ مدینہ منورہ گئے اور ۹۱۰ھ تک یہاں قیام کیا۔ حجہ شریفہ کے سامنے اپنے والد شیخ عبد العزیز سے صحاح ستہ اور شفاء قاضی حیاض وغیرہ کا سماع کیا۔ شیخ سمہودی سے بھی حدیث کا درس لیا اور ان کی تالیفات میں سے مدینہ کی مشہور تاریخ و فالوفاہ باخبار دار المصطفیٰ اور فتاویٰ کا سماع کیا ان ہی سے خرقہ خلافت بھی حاصل کیا پھر مکہ معظمہ آکر والد ماجد سے حدیث کی مختلف چھوٹی بڑی کتابوں کا سماع کیا اور ان کے پُر مغز مباحث کو ذہن میں محفوظ کیا۔

طلب حدیث میں موصوف نے قاہرہ، اسکندریہ، دمشق، حلب، بیت المقدس، یمن اور روم وغیرہ کا سفر کیا اور کم و بیش شتر شیوخ وقت اور حفاظ حدیث سے روایت حدیث کی اجازت حاصل کی، طلب حدیث میں حافظ شام ابن لؤلؤن حنفی بھی ان کے رفیق سفر تھے اسی وجہ سے ان کے تعلقات اچھے تھے آپس میں خط و کتابت کا سلسلہ ہمیشہ قائم رہا اور حج کے موقع پر ہر ایک دوسرے کو مشامیر کی وفیات سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔

تحصیل علم کے بعد حرمین وغیرہ میں حدیث وفقہ کا تاحیات درس دیا، درس و تدریس کے

بعد جو وقت ملتا وہ تصنیف و تالیف میں گزرتا تھا، علو اسناد میں امتیاز خاص حاصل تھا ہزاروں طالبانِ حدیث نے حدیث کا درس لیا اور اکابر شیوخ نے ان سے حدیثوں کا سماع کیا ۹۵۳ھ میں مکہ معظمہ میں انتقال ہوا۔ ۱۵۴۶ء

موصوف کی تصانیف میں سے حسب ذیل کتابیں مشہور ہیں :

- (۱) بلوغ الارباب بمعرفۃ الانبیاء من العرب۔ (۲) ہجۃ الزمان بعمارة الحرمین لملوک آل عثمان۔
 - (۳) تحفۃ الایقان بمنہ ذیل طبقات الحفاظ۔ (۴) التحفۃ اللطیفۃ فی ابناء المسجد الحرام للکعبۃ الشریفہ۔
 - (۵) تحفۃ اللطائف فی فضائل المحرمین عباس و وچ و الطائف۔
 - (۶) تحقیق الرجاء لعلو المقر المحبی ابن اجا۔ یہ ۹۲۲ھ کی تالیف ہے۔
 - (۷) تحقیق الصغاف فی تراجم بنی الوفاء۔ (۸) الخیرات الحسان فی ترجمۃ السلطان سلیمان۔
 - (۹) کتاب السرفی دیوان مصر۔ (۱۰) کشف القناع من ہول الوداع۔
 - (۱۱) منہل الظرافہ بذیل مورد اللطافہ فیمین ولی السلطنۃ والخلافۃ۔ (۱۲) معجم الشیوخ۔
- موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو :

- (۱) الکواکب السائرہ، ج ۲۔ ص ۱۳۱۔ (۲) فہرست الفہارس، ج ۱۔ ص ۲۱۶۔
- (۳) مدیۃ العارفین، ج ۲۔ ص ۲۴۱۔ (۲۳۱)

عبد الرحمن نام ابو الفضل کنیت جلال الدین لقب اور ابن الکتب عرف ہے، سلسلہ نسب یہ

ہے :

عبد الرحمن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد سابق الدین بن عثمان الخضعی السیوطی الشافعی۔ سیوطی رجب کی پہلی تاریخ شب یکشنبہ ۸۴۹ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ ابھی چھ برس کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ان کے والد کی وصیت کے مطابق شیخ شہاب الدین بن الطباخ نے ان کی کفالت کی اور کمال الدین بن ہمام حنفی نے ان کی تعلیم پر خاطر خواہ توجہ دی ابھی آٹھ برس کے بھی نہیں ہوئے تھے کہ قرآن مجید حفظ کر لیا پھر العمدہ اور منہاج یاد کیں قرآن کی تحصیل شہاب الدین مساریح سے کی اور فقہ علم الدین بلقینی اور شرف الدین مناوی سے پڑھی، حدیث اور عربیت کی تعلیم تقی الدین شلی حنفی سے حاصل کی اور کم و بیش چار سال تک موصوف سے استفادہ کیا۔ تفسیر، اصول، معانی و بیان وغیرہ کا درس شیخ محی الدین کافجی حنفی سے لیا، کثرتاً توضیح، تلخیص المفتاح وغیرہ کے کچھ اسباق سیف الدین حنفی سے پڑھے، علوم نقلیہ کی تحصیل جن

نامور علماء سے کی، ان میں شیخ علم الدین بلقینی، شرف الدین مناوی، شمس الدین ملالی، جلال الدین محلی، زین الدین عقی، برہان الدین بقائی، شمس الدین سخاوی، سیف الدین بکتری، حافظ قاسم بن قطلوبغا حنفی اور تقی الدین شمش وغیرہ کا نام سرفہرست آتا ہے، جن علماء اور مشائخ سے روایت حدیث کی اجازت حاصل ہے وہ ڈیڑھ سو کے قریب شیوخ ہیں، جن کو موصوف نے معجم الشیوخ میں جمع کر دیا ہے اور لکھا ہے کہ علم درایت میں زیادہ معروض رہا، اس کی کثرت سماع کے درپے نہیں ہوا۔ حلب میں محدث ابن مقبل سے روایت حدیث کی اجازت لی جو شیخ صلاح الدین ابی عمر کے آخری شاگرد تھے۔

موصوف نے سیاحت کی خاطر بلاد شام، مصر، حجاز، یمن اور تکر ورتک سفر کیا اور جب حج کیا اور زمزم کا پانی پیا تو یہ دُعا مانگی:

بارِ الہا! فقہ میں مجھے سراج الدین بلقینی اور حدیث میں حافظ ابن حجر کا رتبہ عطا فرما! اللہ تعالیٰ نے یہ دُعا قبول فرمائی اور موصوف کو بالاتفاق حفاظ حدیث میں شمار کیا گیا اور ان کی ذات سے ایسا ہی فیض پہنچا جیسا کہ ابن حجر کی ذات سے پہنچا تھا، سیوطی تاحیات درس و تدریس، ارشاد و ہدایت اور تصنیف و تالیف میں منہک رہے۔ تصنیف و تالیف کا آغاز ۸۶۶ھ سے ہوا تھا اور اواخر حدیث کی ابتدا ۸۷۲ھ سے ہوئی تھی، سات علوم میں تبحر حاصل تھا، موصوف کا بیان ہے:

رزق التمر فی سبعة علوم التفسیر والحدیث	سات علوم، تفسیر، حدیث، فقہ، نحو،
والنحو والمعانی والبدیع علی	معانی اور بدیع میں مجھے عرب اور بلشوں
طریقة العرب والبلغار لاطلی طریقة	کے طریقہ پر، نہ کہ عجم اور فلسفیوں کے طریقہ
البحر و اہل الفلستہ، والذی عقده	پرتبحر نصیب ہے اور یہ بات جس کا مجھے
ان الذی وصلت الیہ من ہذہ العلوم	یقین ہے کہ میں ان سات علوم میں جس
السبعة سوی الفقه والنقول الستی	مرتبہ پر پہنچا ہوں وہ فقہ اور نقول کے
اطلعت علیہا لم یصل الیہ ولا وقف علیہ	علاوہ میں جن پر مجھے آگاہی نصیب ہوئی
امد من اشیاخی فضلا عن دونہم	ہے ان پر تو میرے شیوخ میں سے بھی کسی
و اما الفقه فلا قول ذلک فیہ، بل	کو رسائی نہیں ہوئی آوروں کا دُکھاؤ کا
شیخی فیہ اوسع نظر او الطول باما۔	لیکن فقہ کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتا بلکہ

(من الماخرہ، ج ۱۔ ص ۱۲۲)

اس میں میرے استاد کی نظر وسیع و عریض

ان کو بڑی دستگاہ حاصل ہے۔

سیوطی دارالعلوم شیونہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔ شیخ جلال الدین بکری کے بعد پیرسہ میں صدر کے عہدہ پر ان کا تقرر ہوا اگر ۹۰۹ھ میں ان کو سلطان طومانبای نے اس عہدہ سے معزول کر دیا۔ ۹۰۹ھ میں پیرسہ کی صدارت کا عہدہ انہیں پیش کیا گیا مگر سیوطی نے اس کو قبول نہیں کیا۔ اخیر عمر میں خلوت نشینی اختیار کر لی تھی، عمائد سلطنت اُن کی زیارت کو آتے اور تحفے پیش کرتے تھے لیکن موصوف انہیں واپس کر دیتے تھے ایک مرتبہ سلطان اشرف قاضی غوری نے خواجہ سرا اور ایک ہزار دینار پیش کئے، سیوطی نے دینار واپس کر دیئے اور خواجہ سرا کو آزاد کر کے روضہ نبوی میں خادم مقرر کر دیا اور سلطان کے قاصد سے کہا کہ اب دوبارہ ہمارے پاس تحفہ نہ لانا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس قسم کے تحفوں سے مستغنی کر دیا ہے۔ کئی مرتبہ بادشاہ نے ان کو بلایا مگر یہ نہیں گئے۔ شب جمعہ کی سحر کو ۱۹۔ جمادی الاولیٰ ۹۱۰ھ میں وفات پائی اور مصر میں باب القرافہ کے باہر خوش قوسوں میں قلعہ کے نیچے دفن کئے گئے۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو :

- (۱) حسن المجاہدہ، ج ۱۔ ص ۱۸۸ تا ۱۹۵۔
- (۲) الضوء اللامع، ج ۲۔ ص ۶۵ تا ۷۰۔
- (۳) الکوکب السائر، ج ۱۔ ص ۲۲۶ تا ۲۳۱۔
- (۴) التور السافر، ص ۵۴ تا ۵۸۔
- (۵) شذرات الذهب، ج ۸۔ ص ۵۵ تا ۵۵۔
- (۶) البدر الطالع، ج ۱۔ ص ۳۲۸ تا ۳۳۵۔
- (۷) روضات الجنات، ص ۲۳۲ تا ۲۳۷۔
- (۸) فہرس الفہارس، ج ۲۔ ص ۳۵۲ تا ۳۶۱۔
- (۹) مقدمہ ذیل طبقات الحفاظ از محدث ناقد محمد زاید کوثری۔
- (۱۰) مقدمہ نظم العقیان للسیوطی۔
- (۱۱) ہدیۃ العارفین، ج ۱۔ ص ۵۳۳ تا ۵۴۴۔
- (۱۲) اتحاف النبلاء، ص ۲۸۹۔

(۲۳۲)

حسن نام اور ابو علی کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے :

حسن بن علی بن یحییٰ بن عمر بن احمد السکیتی الحنفی البغوی۔

موصوف ۱۰۴۹ھ میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور اُس دور کے نامور علماء سے حدیث تفسیر، فقہ اور تصوف کی تحصیل کی اور ان علوم میں یدِ موطا حاصل کیا پھر ساری عمر حرمِ مکہ میں باب الویلہ اور رکنِ میمانی کے سامنے بابِ اُمّ ہانی کے اندر حدیث کا درس دیا، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے درمختار میں،

شیخ حسن عجمی کا شہر علماء مصر بود معرفت کتب
حدیثہ و ضبط اسانید آں و در تدریس علوم
ید بیضار داشت ، اخذ عن القشاشی و
البابی و عن الشیخ عیسیٰ المغربی و علیہ
تخریج .

بابی ، شیخ عیسیٰ مغربی سے حدیث پڑھی اور شیخ عیسیٰ سے تربیت پائی اور علوم کی تکمیل کی۔
موصوف ، الانسان العین فی مشائخ الحرمین میں لکھتے ہیں :

کیے شیخ حدیث و جامع فنون علم وفاق
در فصاحت و حفظ و جودہ فہم بود ، اکثر
صحبت و استفادہ دے با شیخ عیسیٰ مغربی
است ، و با شیوخ بسیار مثل شیخ احمد
قشاشی و شیخ محمد بن العلاء و شیخ زین الدین
ابن عبد القادر طبری مفتی شافعیہ امام
ایشان صحبت و اسشتہ در روایت کردہ
شیخ ابوطاہر ذکر می کردند کہ شیخ حسن عجمی
با شیخ نعمت اللہ قادری و غیرہ آں از
صوفیہ ملاقات کردہ بود و دعوت اسمازیز
می دانست نیز فرمائی کہ

کہ لم یکن سید حسن العجمی حسیل و کانت
فی حینہ ہنہ و کان مع ذلک اذا قرأ
الحديث رأی فی وجهه الانوار و صار
کاجل من رأی فی لایہ و ذلک سر قولہ
صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ عبد اللہ
اسانید خود و در سالہ ضبط کردہ از
آنجا قوت بہت در دے معلوم توان کرد ۔

وہ فصاحت ، حفظ ، جودیت فہم ، علم اسرار کے
فنون میں اور شیخ حدیث ہونے میں کہتائے
زمانہ تھے۔ شیخ عیسیٰ مغربی کے ساتھ ان کی
صحبت زیادہ رہی اور ان ہی سے انھوں
نے زیادہ تر فائدہ اٹھایا ہے اور بہت سے
شیوخ جیسے شیخ احمد قشاشی شیخ محمد بن العلاء
اور امام مفتی شافعیہ شیخ زین العابدین بن
عبد القادر طبری جو شوافع کے مفتی اور
اور ان کے امام تھے ، کی بھی صحبت اٹھائی
ہے اور ان سے راوی بھی ہیں۔ شیخ ابوطاہر
کہتے تھے کہ شیخ حسن عجمی نے شیخ نعمت اللہ
قادری صوفی و غیرہ سے بھی ملاقات کی کبھی
اور شیخ حسن دعوت اسماز سے بھی واقف
تھے ، نیز فرماتے تھے کہ شیخ حسن عجمی خوبصورت
نہیں تھے ، ان کی آنکھ میں عیب تھا ،
مگر اس کے باوجود جب وہ حدیث پڑھتے
تھے تو ان کے چہرے پر انوار نظر آتے تھے
اور دنیا میں سب سے زیادہ خوبصورت

ہر سال در ماہ رجب زیارت مدینہ مشرف می آمد
و در مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والتسلیمات
یک کتاب را از کتب ستہ بطریق سر و ختم
می کرد اہل مدینہ از دوسے روایت می کردند
و قاری دے شیخ ابو طاہری بود و اگر دیگر
قرأت کرے خوش نمی شد
شیخ حسن فہیمت مشائخ خود بنایت خافض
الجناح لین الجانب بودے و در مراعات
خواطر ایشان عنایت سعی بجا آوردے
و بے گفت کہ از شیخ عیسیٰ پرسیدم اذا
کان الانسان شیخ فہل لہ ان یدخل علی
شیخ آخر گفت الاب واحد و الاعم
شقی شیخ حسن در آخر
عم سکنی کہ موقوف داشتہ در طائف
گوشتہ نشینی اختیار کرد و گفت لیس
بمکتہ من یعترأ الیہ وہم در طائف
متوفے شد و قریب تربتہ ابن عباس بن نوئل
گفت، سنۃ ثلاثہ عشر بعد الالف المائۃ

دکھائی دیتے تھے یہ حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کے ارشاد و فخر اللہ عبد اللہ الحدیث کا
راز ہے۔
ایک رسالہ میں انہوں نے اپنی سند

جمع کی ہیں۔ اس کے دیکھنے سے ان کے
تجربہ علمی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے
موصوف ہر سال رجب کے مہینے میں مدینہ
منورہ زیارت کے لئے حاضر ہوتے اور
مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام

میں صبح ستہ میں بے کوئی ایک کتاب
بطریقہ سر و ختم کرتے تھے، اہل مدینہ ان کے روایت
کرتے تھے۔ اس کتاب کی قرأت شیخ ابو طاہر

کرتے تھے اور اگر کوئی دوسرا اس کو پڑھتا
تھا تو شیخ خوش نہیں ہوتے تھے
شیخ حسن اپنے استادوں کے ساتھ نہایت
تواضع اور بڑی نرمی سے پیش آتے اور

ان کی پاس خاطر میں کوئی کسر اٹھانہ رکھتے
تھے، وہ فرماتے تھے کہ میں نے شیخ عیسیٰ
پوچھا کہ جب انسان کا شیخ ہو تو کیا وہ

دوسرے شیخ کے پاس جاسکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا باپ ایک ہے اور چچا بہت سے ہیں
(کچھ ہرج نہیں) شیخ حسن نے اخیر عمر میں کتہہ مغفلہ کی سکونت ترک کر کے طائف میں
نشینی اختیار کر لی تھی اور فرمایا تھا کہ میں کوئی نہیں کہ جو اب ان سے آکر پڑھے۔

رحمۃ اللہ علیہ میں طائف میں انتقال ہوا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر کے پاس
دفن ہوئے۔
شیخ محمد عابد سندھی حصار الشارہ میں فرماتے ہیں:

شیخ علامہ حسن بن علی بن یحییٰ بن عمر بن احمد کی
حنفی جو عجمی سے مشہور ہیں، عالم، محقق اور
متقن تھے ان کی مفید تصانیف اور عمدہ
تالیفات ہیں مگر کہ بہت سے علماء سے
علوم کی تحصیل کی، پھر مدینہ منورہ پہنچے
اور شیخ احمد نقاشی سے تقویٰ کی تعلیم
پائی اور ان ہی سے ظاہری اور باطنی علوم
میں استفادہ کیا، پھر واپس مکہ معظمہ آگئے
اور شیخ عیسیٰ مغربی جعفری کی اور سید
کبیر عبد الرحمن بن احمد بن محمد حسنی مغربی
کناسی جو مجرب سے مشہور ہیں، کی صحبت
اختیار کی اور ۳۔ شوال ۱۰۳۸ھ میں
وفات پائی۔ ان کی ولادت ربیع الاول
۱۰۲۹ھ میں ہوئی تھی۔

الشیخ العلامة حسن بن علی بن یحییٰ بن عمر
بن احمد المکنی الحنفی الشہیر بالعجمی کان عالماً
محققاً متقناً تصانیف المفید والتالیف
المجید، اخذ العلوم عن کثیر من علماء
مکہ ثم رحل الی المدینۃ واخذ التصوف
علی الشیخ احمد النقاشی وکان یمتقن
فی علم الظاہر والباطن ثم رجع الی مکہ و
لازم الشیخ عیسیٰ المغربی الجعفری و
صحب السید الکبیر عبد الرحمن بن احمد
بن محمد الحنفی المکنی الی کناسی
الشہیر بالمجرب ووفی ثالث شوال سنۃ
ثلاث عشرة و مائة و الف و کان مولده
فی ربیع سنۃ تسع واربعم و الف
رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حافظ سید عبد الحمیٰ کتانی نے فہرست الغبار (ج ۱۔ ص ۳۸۰) میں موصوف کو مسند مکہ والمجاز کے
کے الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ موصوف کی تالیفات میں کفایۃ المستطلع و نہایۃ المتطلع کے متعلق علامہ
کتانی لکھتے ہیں:

ان کی نسبت ملا ابوطاہر کورانی نے اپنے
اجازت نامہ میں جو انہوں نے ابوالعباس
دررازی تلوانی کو ام کے متعلق جو ان کے
والد کی تالیف ہے لکھا ہے کہ یہ دونوں
ثبت کافی ہیں کیونکہ تمام شمار گورخر کے
پیٹ میں ہیں یعنی سب کچھ ان میں ہے
وہ ان دونوں کو اپنے زمانے والوں کے

قال حنہ الملا ابوطاہر الکورانی فی اجازتہ
لابی العباس الورزازی التلوانی عن
الامام لوالدہ و فی ذکر ہذین الثبتین کفایت
فالعید کل العید فی جوف الغراء فمن
اراد وصل سند الی مؤلف کتابہ
فیہا غنیۃ لا یمکن زاننا۔

پس کوئی مؤلف کتاب تک نہ پہنچا سکتا ہے، وہ ان دونوں کو اپنے زمانے والوں کے
لئے غنیمت پائے گا۔

(۲) رسالہ طرق صوفیہ ، اس رسالہ کے متعلق شیخ کٹائی کا بیان ہے :

”یہ رسالہ صوفیہ کے طرق مروجہ کے بیان میں ہے جو ان کے زمانہ تک عالم اسلام میں رائج تھے ، اس رسالہ میں ان طرق کے آداب و اعمال و اذکار و شیوخ طریقت کا ذکر ہے اور ہر ذکر کی سند اُس کے راوی تک مذکور ہے یہ رسالہ چالیس طرق اور سلسلوں کے بیان میں ہے اس موضوع پر نہایت نفیس رسالہ ہے اور یہ دو کراسول میں ہے شیخ ابوسالم العیاشی ، رحلۃ العیاشیہ میں لکھتے ہیں :

جمع صاحبنا العجیبی رسالۃ استوعبت فیہا	ہمارے استاد عجیبی نے ایک ایسا رسالہ
طرق ائمنا الصوفیۃ الموجدۃ	مرتب کیا ہے جس میں ائمہ صوفیہ کے
فی ذہ الازمۃ غالباً و ذکر ما تمیز	اس زمانے میں موجودہ سلسلوں میں
بہ اہل کل طریق ذکر سندہ	سے ملکر کو — تفصیل سے بیان
الی امام تلک الطریقتہ و کیفیۃ	کیا ہے اور ان باتوں کو بتایا ہے
التصال ہبہ وہی غایۃ فی الباب	جن سے اہل طریقت دوسرے سے
مستوعبۃ اتم استیعاب ما رأیت	تمنازہ ہوئے ہیں اور اس سلسلہ کی سند کو
مثلب لا حد قبلہ من سلک الطرق	امام طریقت تک ذکر کیا اور اتصال
وعدۃ من اولئک المفرق وہی دالۃ	کی کیفیت کو بیان کیا ہے یہ اس
علی سۃ اطلاع و کثرۃ ہنأ	موضوع پر نہایت مبسوط رسالہ ہے
ولفۃ اہلہ	میں نے اس کے جبار رسالہ اس سے

پہلے کسی کا نہیں دیکھا جس میں ایسا طریقہ اختیار کیا ہو اور ان سلسلوں کو شمار کرایا ہو۔ یہ رسالہ ان کی وسعت معلومات اور اس موضوع سے شغف اور صوفیہ سے ملاقات پر دلالت کرتا ہے۔

(۴) الاقوال المرفیۃ علی الاجوبۃ الیہانیہ -

(۶) الفرج بعد الشدة فی ان النصاری لا

یسکنون بحدہ -

(۳) الاجوبۃ المرفیۃ علی الاسئلة الیہانیہ -

(۵) ابداء اللطائف من اخبار الطائف -

(۸) حاشیہ علی الاشباہ والنظائر۔

(۱۰) چند رسالے فلکیات، فرائض اور تصوف

میں ہیں۔

(۷) خوابا الزواہا۔

(۹) حاشیہ علی البد

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔

(۱) انسان العین فی مشائخ الحرمین، ص ۱۰۔ (۲) الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ۔

(۳) الرحلة العیاشیہ، ج ۲، ص ۲۱۲۔ (۴) حصر الشارح و رد قلمی،

(۵) فہرس الفہارس، ج ۱، ص ۳۳۶ و ۳۳۷۔ (۶) البیان الجنی، ص ۲۶۔

(۷) ہبۃ الخافین، ج ۱، ص ۲۹۴۔ (۸) حدائق الحنفیہ، ص ۴۵۶۔

(۲۳۳)

عیسیٰ نام اور ابو مکتوم کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

عیسیٰ بن محمد بن محمد بن احمد بن عامر المغربي الجعفری الثعالبی الباشمی۔

موصوف شہر زوارہ (مغرب) میں پیدا ہوئے، اور وہیں تعلیم و تربیت پائی۔ پہلے قرآن مجید حفظ کیا پھر فقہ، منطق اور اصول وغیرہ میں مختصرات یاد کیں۔ شیخ عبدالصادق سے فقہ کی تعلیم پائی۔ جزائر جاکر مفتی اعظم شیخ سعید قدورہ کے درس میں شریک ہوئے اور ان ہی سے حدیث مسلسل بالاولیہ وغیرہ کا سماع کیا۔ ذکر و شغل — کی تعلیم پائی موصوف نے ان کو خرقہ خلافت سے سرفراز کیا۔ شیخ ابو الصلاح علی بن عبد الواحد انصاری بجلہاسی کے درس میں حاضر ہو کر صحیح بخاری کو روایت و درایہ پڑھا۔ اسی طرح شفا رفاضی عیاض، الفیہ عراقی، اصول فقہ، نحو، معانی و بیان اور تصوف وغیرہ کی متعدد کتابیں دس سال میں شروح وغیرہ کے ساتھ پڑھیں اور ان فنون میں ایسی مہارت حاصل کی کہ شیخ ابو الصلاح بجلہاسی نے تدریس میں ان کو اپنا قائم مقام کر دیا اور اپنی دختر نیک اختر سے ان کی شادی کر دی، موصوف بھی جب تک استاد زندہ رہے ان ہی کی خدمت کرتے رہے۔

جب شیخ ابو الصلاح اور ان کی دختر یعنی ثعالبی کی بیوی کا انتقال ہو گیا تو موصوف تونس آئے اور یہاں شیخ زین العابدین وغیرہ سے روایت حدیث کی اجازت لی۔ پھر قسطنطنیہ میں شیخ عبد الکریم کوفی کی مجلس میں حاضر ہو کر ان سے استفادہ کیا اور اس طرح سفر کرتے ہوئے تکرہ مقرر پہنچے۔ ۷۸۰ھ میں حج کیا، تین سال حرم کے اندر رباط الداؤدیہ میں گزارے اور

شیخ علی با حاج کو صحیحین اور موطا کا درس دیا۔ پھر مصر آگئے۔

مصر میں شیخ نور الدین علی ابھوری، قاضی شہاب الدین احمد خفاجی، شمس الدین محمد شوہری اور ان کے بھائی شیخ شہاب الدین، برہان الدین اموی، شیخ سلطان مزاحی اور نور الدین شبر الی وغیرہم سے استفادہ کیا اور روایت حدیث کی اجازت لی پھر مکہ معظمہ آکر شیخ تاج الدین مالکی، زین العابدین طبری، شیخ عبدالعزیز زمزمی، شیخ علی بن الجلال کئی سے استفادہ کیا، اکابر محدثین سے ان کی مرویات کی اجازت لی، یہیں موصوف نے خاتمہ المتحدین شیخ شمس الدین بابلی کی صحبت اختیار کی اور ان سے خوب مستفید ہوئے، ان کی مرویات کی ایک فہرست تیار کی اور حرم میں مختلف علوم و فنون کا درس دیا۔

موصوف ہر سال مدینہ منورہ میں روضۃ اقدس پر حاضر ہوتے اور شیخ احمد قشاشی سے استفادہ کرتے تھے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کا بیان ہے:

مختصر یہ ہے کہ موصوف زبردست علماء
میں سے تھے تمام اہل حرمین کے استاد
تھے اور حدیث و فقہ کے عزیزان تھے سید
با حسن ان کے متعلق فرماتے تھے جو شخص
یہ چاہے کہ ایسے شخص کو دیکھے جس کی دلا
میں شک نہیں کیا جاسکتا، اُسے اُن کو دیکھ
لینا چاہئے۔ سید محمد بن علوی فرماتے تھے
کہ موصوف اپنے زمانے کے شیخ و اصدا و زرق
(المتوفی ۸۹۹ھ) تھے، نیک کام کرنے
نماز، حج گناہ باجماعت ادا کرنے، کثرت سے
طواف کرنے، کثرت سے روزے رکھنے
اور ہمیشہ تہجد پڑھنے کی ان کو عجیب و غریب
توفیق ارزائی ہوتی تھی، تمام معاملات میں
میانہ روی ان کا شیوہ تھا وہ نہ کسی معاملے
میں حد سے زیادہ تاخیر کرتے اور نہ تساہل

بالجملہ کیے از علماء متقنین بود و دے استاد
جمہور اہل حرمین است و یکے از ادعیا
حدیث و قرأت، سید عمر با حسن در
حق وے گفتے من اراد ان ینظر الے
شخص لای شک فی ولایتہ فینظر
الی ہذا و سید محمد بن علوی گفتے
ہو زرق زمانہ از مثل برجہ و
موالبت حضور جماعہ و کثرت طواف
و صیام و قیام چیزے عجیب وے را روزے
مشہد بود و متوسط بود در جمیع
امور نہ مبالغہ در رنگ داشت
نہ تساہل و ارتباط با مشایخ بسیار
پیدا کردہ بود اما احزاب شاذ لہ و لازم
گرفت تا آخر عمر و آل طریقہ بروے علیہ
داشت و مسند برائے امام ابی حنیفہ علیہ السلام

کردہ در اینجا غنۃ متصلہ ذکر کردہ در حدیث
 و از اینجا بطلان زعم کسانی کہ گویند کہ
 سلسلہ حدیث امر فز متصل نماندہ
 واضح تر می شود۔

(انسان العین، ص ۶)

اور اُس میں ہر روایت غنۃ کے ساتھ متصل و مسلسل نقل کی ہے اس سے ان لوگوں
 کے زعم باطل کی نہایت واضح تردید ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسی زمانہ میں حدیث
 متصل کا سلسلہ باقی نہیں رہا۔

شاہ ولی اللہ، الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ و وارثی اسانید رسول اللہ میں رقمطراز ہیں:

شیخ عیسیٰ حافظ متقن بودہ است رسالہ دارد
 شیخ عیسیٰ متقن حافظ تھے اُن کا ایک رسالہ
 مسمی بقالیہ الاسانید و مسند ابی حنیفہ
 ہے جن کا نام مقالید الاسانید ہے اور
 "مالیعت کردہ است و سماع و صحیح بخاری
 مسند ابی حنیفہ بھی ان کی تالیف ہے ان میں
 و موطا و شمائل النبی و غیر اُن مسلسل بود
 صحیح بخاری، موطا و شمائل نبی صلی اللہ
 "ما مصنفان و اخذ عن مشائخ ذکر ہم
 علیہ وسلم و غیرہ کا سماع مسلسل مصنفوں
 و ذکر اسانید ہم و ما تدر علیہم
 تک حاصل تھا۔ جن مشائخ سے انھوں نے
 فی مقالید الاسانید ثم اخذ عن
 سند اہل جو کہ ان پر احادیث ذکر مقالید الاسانید میں
 البابی جمیع مرویات فی رسالہ سما ہا
 کیا ہے پھر بابی سے اجازت لینے پر ان کی
 منتخب الاسانید فمن مشائخ الذین
 تمام مرویات کو ایک رسالہ میں جمع کیا
 ذکر ہم فی مقالید الاسانید۔
 جس کا نام منتخب الاسانید ہے اس میں
 بعض ان مشائخ کا بھی تذکرہ آگیا ہے،

جن کا ذکر مقالید الاسانید میں ہوا ہے۔ (جن کا نام اور سلسلہ درج ذیل ہے)

(۱) ابوالار شاد نور الدین علی بن محمد الاجہوری عن علی ابی القرائی عن الحافظ جلال الدین

ابن عیسیٰ رحمہ

(۲) و منهم شہاب احمد بن محمد الشہیر بالحقاجی عن البرہان ابراہیم بن ابی بکر العلقمی عن

الجلال

(۳) ومنہم ابو الحسن علی بن محمد المقرئ وهو غیر الاجہوری عن ابی النجاس سالم السنہوری
عن النجم الغیطی عن شیخ الاسلام زین الدین زکریا۔

(۴) ومنہم علی بن عبد الواحد الانصاری عن الشہاب احمد بن محمد المقرئ عن عمہ سعید
بن احمد المقرئ۔

(۵) ومنہم الشیخ سلطان المزاحی قرأ علیہ الموطأ عن الشیخ احمد بن خلیل السبکی عن النجم
ابا البالی فاخذ عن جماعة منهم سالم السنہوری عن النجم الغیطی عن الزین وعبد الحق السبکی۔
(۶) ومنہم سلیمان بن عبد الدائم البالی عن الجمال یوسف بن زکریا عن والدہ الزین
زکریا۔

(۷) ومنہم النور علی بن یحییٰ بن الزیادی عن الشہاب احمد بن محمد المرملی عن الزین
زکریا الشمس محمد بن عبد الرحمن السخادی۔

(۸) ومنہم الشیخ محمد حجازی الواعظ عن الغیطی عن الکمال محمد بن حمزة بن الحسین الزین
زکریا وغیرہما۔

(۹) ومنہم البرہان اللقانی عن الشمس محمد بن احمد بن محمد عن والدہ عن الزین زکریا

(۱۰) ومنہم احمد بن عیسیٰ بن جمیل بن علی بن ابی بکر العتیرانی عن الجمال السیوطی۔

(۱۱) ابو بکر بن اسماعیل عن ابراہیم بن عبد الرحمن العسقلانی عن الجمال الدین السیوطی۔

وللبالی مشائخ کثیرون غیر مولانا

وکذا لک للشیخ حسن مشائخ غیر

ہولاء۔ وانما اختصرنا ردًا للاختصار و

چوں شیخ محمد بن العلاء البالی

قد تمہ معظمہ مجاورت کرد شیخ عیسیٰ

ہم انجسہ در منتخب الاسانید

ذکر کردہ بروئے بخواند سنۃ سبعین

بعد الالف و شیخ حسن و شیخ احمد

و شیخ عبد اللہ حاضر بودند۔

ان کے علاوہ شیخ بابلی کے اور بھی بہت سے

شیوخ ہیں اسی طرح شیخ حسن کے بھی ان

کے سوا اور شیوخ ہیں ہم نے یہاں اختصاراً

کے پیش نظر اجمال سے کام لیا ہے جب

شیخ محمد بن العلاء بابلی نے مکہ میں مجاورت

اختیار کی تو شیخ عیسیٰ نے جو کچھ منتخب الاسانید

میں لکھا تھا وہ مشاہیر کے بعد ان کو

پرچہ کر سنایا اس مجلس میں اس وقت

شیخ حسن شیخ احمد اور شیخ عبد اللہ بھی

موجود تھے۔

شیخ عیسیٰ عوام اور خواص میں بڑے ہر دلعزیز تھے۔ ساتھ برس مکہ معظمہ میں تہجد کی زندگی گزاری، پھر گھر بنایا، رومی لونڈی خریدی اور اس سے اولاد ہوئی۔
موصوف کتابوں کے بڑے شائق تھے، نہایت نفیس کتب خانہ جمع کیا تھا۔
۲۴۔ رجب سنہ ۸۰۰ میں بروز چہار شنبہ انتقال ہوا۔ جون میں شیخ محمد بن عراق کے پہلو میں مدفون ہیں۔

موصوف کا حلقہ درس نہایت وسیع تھا ہزاروں طالبانِ حدیث نے ان سے استفادہ کیا، ان میں محدث ابراہیم بن حسن کورانی، حسن بن علی عجمی، احمد بن محمد نخعی، سید محمد شلی باطلوی، سید احمد بن ابی بکر شیخان، شیخ عبد اللہ طاہر عباسی وغیرہ کا نام سرفہرست آتا ہے۔
ان کی تصانیف میں سے حسب ذیل کتابیں زیادہ مشہور ہیں:

(۱) مقالید الاسانید، اس میں موصوف نے شیوخ حرم کا تذکرہ کیا، پھر اس کا انتخاب کیا جس کا نام منتخب الاسانید ہے۔

(۲) کنز الروایۃ المجموع من درر البحار دیوانیت المسموع۔

(۳) کتاب رواۃ الامام ابی حنیفہ۔

(۴) فہرست البابلی، یہ فہرست پانچ کراہیوں پر مشتمل ہے۔

(۵) تحفۃ الاکیاس فی حسن الظن بالناس۔ (۶) رسالۃ الاذوار۔

(۷) مشارق الاذوار فی بیان فضل الورع من السنۃ وکلام الاخیار۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) انسان العین فی مشائخ الحرمین، ص ۶۔ (۲) الانتباه فی سلاسل ادایار اللہ

(۳) الرحلة العیاشیہ، ج ۲۔ ص ۲۶۔ (۴) فہرست الفہارس، ج ۱۔ ص ۲۹ تا ۳۰

ج ۲۔ ص ۱۹۰ تا ۱۹۲۔

(۵) ہدیت العارفین، ج ۱۔ ص ۸۱۱۔

(۲۳۴)

محمد نام ابو عبد اللہ کنیت اور شمس الدین لقب ہے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:

محمد بن علاء الدین علی البابلی القاہری۔

۱۱۵۹ھ میں مصر کی بابل نامی بستی میں پیدا ہوئے۔ ابھی چار برس کے تھے کہ ان کے

والد شیخ علامہ الدین ان کو قاهرہ لے آئے اور خانۃ الفقہاء شیخ شمس الدین زملی کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے انھوں نے ان کے واسطے دعا کی۔

جب ذرا بڑے ہوئے تو شیخ نور الدین زیادی، علی حلبی، عبدالرؤف منادی سے علوم کی تحصیل کی، حدیث اور عربیت کی تعلیم شیخ برہان الدین لقانی، ابوالنبا سالم سنہوری اور نور الدین اچھوری کی سے پائی۔ شیخ شہاب عینی، احمد بن خلیل سبکی، احمد بن محمد شبلی اور اپنے ماموں شیخ سلیمان بابلی وغیرہ سے اصول، منطق اور معنی و بیان کا درس لیا اور ان علوم میں ایسا کمال ہم پہنچا کہ اپنے ہم عصروں سے فائق ہو گئے۔ تحصیل علوم کے بعد درس و تدریس کا شغل اختیار کیا۔ موصوف جب کوئی فن پڑھاتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس فن کو ان سے بہتر کوئی نہیں سمجھتا۔ دس برس مکہ معظمہ میں قیام رہا اور درس و تدریس کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوا، یہاں جدید علماء کو ان سے استفادہ کا خوب موقع ملا۔ موصوف یکتائے روزگار فقیہ تھے، متاخرین علماء نے ان کو بالاتفاق حافظ الحدیث تسلیم کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کا بیان ہے :

موصوف اپنے زمانے کے حافظ الحدیث	حافظ عصر بود در زمانہ خود استاد
مصر اور حرمین کے شیخ الحدیث تھے،	مصر و حرمین و باحلاق مضرب
اخلاق حمیدہ جیسے سنجیدگی، بردباری	مثل تواضع و جودیت فہم و تودد و
ہوشمندی اور زیرکی وغیرہ سے متصف	غیر آں متصف بود
تھے..... صحیح بخاری، مؤلفاً اور حدیث	صحیح بخاری و مؤلفاً و سائر کتب
کی باقی کتابیں شیخ سالم سنہوری وغیرہ	از سالم سنہوری وغیرہ دے روایت
سے روایت کرتے ہیں مؤلفاً اور بخاری	کرد و مسلمات صحیحہ دارد در مؤلفاً
کے سماع میں مسلمات صحیحہ کے حامل	و بخاری و بعض کتب دیگر تسلسل سماع
ہیں نیز بعض اور کتابوں کا بھی سماع	جمیع حاصل کردہ بود، شیخ عینی
مسل ان سے کیا تھا، شیخ عینی منزلی	مغربی اسانید دے در رسالہ ضبط
نے ان کی سندوں کو ایک رسالہ میں جمع	کردہ و گویا اصل ثبوتہا متاخرین
کیا ہے اور وہی گویا متاخرین کا اصل	ہماں است۔
ثبت ہے۔	«انسان لعین فی مشائخ الحرمین، ص ۹»

عربی، خلاصۃ الاثر (۲۵-۳۹) میں رقمطراز ہیں:

محمد بن علاء الدین الشافعی
الحافظ المرحلۃ احد الاسلام فی
الحديث والفقه وهو حافظ اہل
عصرہ لمتون الاحادیث واعرفهم
بجبرجہا ورجاہہا وصحیحہا
وسقیمہا وکان شیوخہ واقراءہ
يعتبرون لہ بذلک وکان اماما
زاهدا وعبادۃ من برکات الزمان

محمد بن علاء الدین الشافعی
حديث اور ایسے محدث تھے جن کے
پاس لوگ سفر کر کے آتے تھے۔ حدیث
وفقہ میں سرآمد علماء میں سے تھے اور
اپنے زمانہ میں متون حدیث کے سب سے
بڑھ کر حافظ تھے، جرح و تعدیل رجال
صحیح اور غیر صحیح کے سب سے بڑے عالم تھے
ان کے استادوں اور ہمسروں کو بھی
اس امر کا اعتراف تھا۔ موصوف بہا

مفتی و پرہیزگار عالم تھے، اُن کی ذات اُس دور کی برکتوں میں سے ایک برکت تھی۔
حافظ شہید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس (مادہ بدل ل) میں لکھتے ہیں:

بابل کصاحب قریۃ بمصر من اعمال
المنوفیۃ ومنہا العلامة سلیمان
بن عبد اللہ ائم البابی مفتی الشافعی بمصر
بمسد النور الزیادی قال النجم الغزوی
رأیتہ بمسکۃ حاجا سنة ۱۰۱۲ھ
توفی بمصر سنة ۱۰۲۶ھ وابن اختہ
الامام الحافظ الشمس محمد بن علاء الدین
الشافعی مولد سنة الف ووفاته
سنة ۱۰۴۴ھ وقد الفت فی شیوخہ
ومن اخذ عنہ رسالۃ ملجۃ
سمیہا المرئی الکابلی فی شیوخہ و
تلامیذہ البابی نافعۃ فی بابہا۔

بابل بروزن صاحب، منوفیہ کے اطراف
میں ایکہ گھاؤں ہے، علامہ سلیمان بن
عبد اللہ ائم البابی ہیں کے رہنے والے
تھے جو شیخ نور الدین زیادی کے بعد مصر
میں شافعیوں کے مفتی تھے۔ نجم الدین
غزوی کا بیان ہے کہ میں نے ان کو
۱۰۱۲ھ میں مکہ کے اندر حج کرتے ہوئے
دیکھا ہے انھوں نے ۱۰۲۶ھ میں مصر
میں وفات پائی۔ ان کے بھانجے امام حافظ
شمس الدین محمد بن علاء الدین شافعی ۱۰۴۴ھ
میں پیدا ہوئے اور ۱۰۷۸ھ میں انتقال ہوا
میں نے ان کے شیوخ کے تذکرہ میں ایک
نفعی رسالہ لکھا ہے جس کا نام المرئی الکابلی فی شیوخہ و تلامیذہ البابی ہے یہ اپنے

موضوع پر مفید رسالہ ہے۔

حافظ سید عبدالحی الکتانی نے فہرس الفہارس والاثبات (ج ۱۔ ص ۱۴۹) میں سید مرتضیٰ بلگرامی کی مذکورہ بالا رسالہ سے نقل کیا ہے کہ محدث بابلی کی اس دعا کا کہ، بار الہا! مجھے اپنے زمانہ کا ابن حجر عسقلانی بنادیکھتے، قبول ہو جانا اور ان کے تلامذہ کی کثرت شہرت اور ان کی ذات سے خلق خدا کو اس طرح سے فائدہ پہنچا جس طرح ابن حجر عسقلانی رحمہ کی ذات سے اہل علم کو فائدہ پہنچا ہے، ان کے حافظ حدیث ہونے کی نہایت تین دلیل ہے، موصوف کے الفاظ ہیں:

وہو کم قال فانما ماراينا في العصر	اور ویسا ہی ہوا جیسا کہ انہوں نے
الفريق من لدن الحافظ النجادی	کہا تھا۔ ہم نے حافظ سخاوی کے عہد سے
من بلخ ميته واشتہاره و	زمانہ قریب تک کوئی ایسا محدث نہیں
کثر نفعه و جلت تلامیذہ مشد	دیکھا جو ان کی سی شہرت و ناموری کو
	پہنچا ہو اور اس سے فائدہ بھی بہت
	ہوا ہو اور اُس کے شاگرد بھی ایسے جلیل القدر ہوئے ہوں جیسے ان کے ہوتے

سید مرتضیٰ زبیدی کی یہ شہادت اُن کے حق میں کافی ہے۔ نیز محدث مرتضیٰ نے حدیث مسلسل بالحفاظ کا جو سلسلہ مسلمات ابن عقیلہ میں نقل کیا ہے اس میں بابلی پر یہ لکھا ہے کہ تمام اہل عصر نے بالاتفاق ان کو حافظ حدیث تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح شیخ ابو جہدی عیسیٰ ثعالبی، محدث محمد بن منصور طنجی، ابو مفلح غلیل بن ابراہیم لقانی، شہاب عجی اور ان کے فرزند شیخ ابو العزبیہ حدیثین کے قلم سے لکھا ہوا دیکھا ہے..... اسی طرح سے نزد قانی شارح المواہب نے محمد بن علی زروق مغربی کو جو سند (اجازت نامہ) لکھ کر دی تھی اس میں بھی موصوف کو محدث العصر و حافظہ کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اسی طرح سے ابو الاسرار عجی نے ابو حامد بربری کو اپنی سند میں خاتمہ الحفاظ شیخ زمانہ فی الحدیث کے الفاظ سے یاد کیا ہے شیخ ابو جہدی عیسیٰ ثعالبی نے اپنی فہرست میں جس کا نام منتخب الاسانید فی وصل المعنیات والاجزاء والمسانید ہے اور اس کا نسخہ مکتبہ سلیمانہ مصر میں موجود ہے۔ اس کے متعلق شہاب الدین خللی نے اپنے ثبت میں لکھا ہے کہ ہمارے شیخ عیسیٰ نے منتخب الاسانید میں اسما

کو منصب کیا اور مؤلفین تک سند کو نقل کیا ہے اور پھر لکھا ہے، وکل ذلک باطلاً حافظ الزمان الشیخ البابی الخ

مفتی روم شیخ نیجیہ بن عمر منقاری سے منقول ہے، وہ فرماتے تھے کہ میں جس زمانے میں قاضی تھا اور جس الدین شوبری کا انتقال ہو گیا تو مدرسۃ الصلاحیہ میں منصب تدریس کے لئے ان کے پاس آیا کیونکہ اس منصب کے واسطے سب سے بڑے شافعی عالم کی خدمات درکار تھیں میں نے اس منصب پر ان کا تقرر کر دیا اور پروانہ ان کے پاس بھیج دیا۔ موصوف میرے پاس آئے اور اصرار کے باوجود اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمائے لگے، میں شافعیہ میں سب سے بڑا عالم نہیں۔ میں نے عرض کیا پھر آپ بتائیں آپ کی نظر میں کون ہے جسے یہ پروانہ بھیجوں، تو یہ کہہ کر مجھے اب معافی دیجئے، فوراً واپس چلے گئے۔

موصوف نہایت عابد و زاہد تھے، تہجد پابندی سے ادا کرتے اور قرآن پڑھتے تو رو دیتے تھے۔ شب و روز میں نصف قرآن ختم کرتے اور ہر جمعہ کو پورا قرآن پاک پڑھتے تھے، قدرت کے باوجود ورگر فرماتے تھے۔ وفات سے تیس سال پہلے کسی عارضہ میں مبتلا جاتی رہی تھی، لیکن درس و تدریس کا سلسلہ میری منقطع نہیں ہوا۔ مطالعہ کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی کتاب پڑھانی ہوئی تو کسی کو بلا کر وہ کتاب سننے اور فرماتے جاتے جلدی جلدی پڑھو، حالانکہ اور سننے والا اس کو نہیں سمجھتا تھا کہ پڑھنے والے نے کیا پڑھا، اس کے باوجود قاری جب کہیں رک جاتا، تو اس کو فوراً بتا دیتے تھے گویا انھیں یہ کتاب زبانی یاد تھی۔

علامہ شیخ محمد عابد سندھی، حصار الشارح میں لکھتے ہیں:

امام الشیخ محمد طار الدین البابی فکان	لیکن شیخ محمد طار الدین البابی، امام
اماماً، عالماً، حافظاً، ضابطاً، عدلاً	عالم، حافظ، ضابط، عادل اور ثقہ تھے
ثقتہ، اتہمت الیہ ریاستہ الخ	ان کے زمانے میں حدیث کی ریاست
فی زمانہ و بعد میستہ و انتشار ذکرہ	ان پر ختم تھی دور دور ان کا چرچا اور
وردت الیہ العلماء من کل الجهات	شہرہ تھا ہر طرف سے علماء ان کے پاس
و تصد ر بعلوم مالیتہ عن الاثبات	آتے تھے اور نامور علماء سے علوم عالیہ کی
ولدہ بمصر سنة الف و بہا حفظ القرآن	روایت کرنے کے لئے صدر نشین ہوتے
بالروایات و الشاہدۃ و البہجة الوردیة	تھے۔ شاہد میں مصر میں پیدا ہوئے ہیں

..... وجمع الجوامع وکتب
 بخط کتب کثیرة منها شرح
 البخاری للمافظ ابن حجر و اخذ العلوم
 عن جماعة من الاکابر کالزیادی والی بکر
 السوای و النور علی الحلبي و سلیمان
 البابی و احمد بن خلیل السبکی و
 و حجازي و الواعظ و صالح بن شهاب
 البلقینی و عبد الرؤف المناوی و
 ابراهیم اللقانی و یوسف الزرقانی ..
 و ذکر ان اباه حبیبہ
 و بہر دون التمييز الی خاتم الفقہاء
 محمد الرطبی و ہر منقطع فی بیستہ و
 دعالہ و دخل فی عموم احبارہم
 لاہل عصرہ و اما الاخذون عنہ
 فلا یحصرون اہلہم الشیخ احمد بن محمد
 النخعی و الشیخ عبد اللہ بن سالم البصری
 و الشیخ ابراهیم الکوری و کانت وفاتہ
 سنۃ ثمانین و الف۔

قرآن مجید مختلف قرأتوں سے پڑھا، شاملیہ
 ہیجۃ الدردیہ اور جمع الجوامع طبعی
 اور اپنے قلم سے بہت سی کتابیں نقل کیں
 — جن میں سے حافظ ابن حجر عسقلانی
 کی شرح بخاری بھی تھی، علوم کی تحصیل
 اکابر محدثین کی ایک جماعت سے کی تھی
 جیسے شیخ زیادی، ابوبکر سوای، نور علی
 حلبی، سلیمان بابی، احمد بن خلیل سبکی،
 حجازی و اعظا، صالح بن شہاب الدین
 بلقینی، عبد الرؤف مناوی، ابراہیم
 لقانی، یوسف زرقانی وغیرہ۔ ان کے
 والد کا بیان ہے کہ وہ ان کو اس وقت
 جب کہ یہ سن تمیز کو بھی نہیں پہنچے تھے
 خاتم الفقہاء محمد رطبی کے پاس لے کر گئے
 اور وہ خلوت نشین ہو چکے تھے انھوں نے
 ان کے حق میں دعا کی اور یہ ان کی اہل
 عصر کی عمومی اجازت میں داخل ہو گئے
 اور اب ان کے شاگردوں کا شمار نہیں
 کیا جاسکتا، ان میں سب سے بڑے شیخ احمد
 بن محمد نخعی، شیخ عبد اللہ بن سالم بصری اور شیخ ابراہیم کوری ہیں۔ ان کا انتقال
 ۸۰۰ھ میں ہوا ہے۔

مجتبیٰ کا بیان ہے :

”مجھ سے بعض علماء نے کہ میں بیان کیا کہ شہاب الدین بشیشی بابی ہے
 منقول ہے، وہ فرماتے تھے اگر ہم سے افضلیت ائمہ اربعہ کے متعلق پوچھا
 جائے، تو ہم کہیں گے کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ افضل ہیں، اور اگر تفصیل

درکار ہے، تو واضح رہے کہ ان میں وہ تمام صفات حسنہ موجود تھیں، ان کے زمانے میں ان سے بڑھ کر رہیں، متقی اور ان سے کم خوراک کوئی نہیں تھا۔
اس تبصرہ علمی کے باوجود موصوف نے تصنیف و تالیف سے زیادہ اعتناء نہیں کیا، وزیر اعظم احمد پاشا کی فرمائش پر چند یوم میں جہاد اور اس کے فضائل پر ایک نہایت جامع کتاب لکھ دی تھی۔

تصنیف و تالیف کے متعلق موصوف کا نہایت عجیب و غریب خیال تھا فرماتے تھے:
”اس زمانے میں تصنیف و تالیف کرنا وقت ضائع کرنا ہے کیونکہ اس زمانے میں متقدمین کا کلام سمجھ لینا اور اس کو سمجھانے میں مشغول ہو جانا، اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے، اس سے علم تازہ رہتا ہے اور یہ نشر و اشاعت کا بڑا ذریعہ ہے علوم و فنون میں تصنیف و تالیف کی اب حاجت نہیں، قدماً اس کا حق ادا کر چکے ہیں۔“

موصوف کو جب یہ معلوم ہوتا کہ معاصرین میں سے فلاں نے کوئی کتاب تصنیف کی ہے تو فرماتے، اس زمانے میں ہر ایک مولف اقسام ہفتگانہ میں سے کسی ایک قسم کی تالیف کرتا ہے اور ان اقسام ہفتگانہ کے سوا کسی اور قسم کی تالیف اب ممکن نہیں، اور وجہ سب ذیل ہیں:

(۱) ہر صاحب قلم کسی ایسے موضوع پر لکھے گا جس پر کسی نے اس سے پہلے قلم نہیں اٹھایا تو یہ اس کا موجد ہو گا۔

(۲) یا ناقص بحث کو مکمل کرے گا۔

(۳) یا کسی مغلق اور پیچیدہ بات کی شرح کرے گا اور مشکل کو حل کرے گا۔

(۴) یا معانی میں خلل اندازی کے بغیر کسی ملول کو مختصر بنائے گا۔

(۵) یا کسی غیر مرتب بحث کو مرتب شکل دیدے گا۔

(۶) یا کسی کتاب میں ایسی باتیں لکھے گا جن سے مصنف کی خطاؤں اور غلطیوں کو

واضح کرے گا۔

(۷) یا منتشر مباحث کو یکجا کرے گا۔

علامہ باہلیؒ کا انتقال ۱۸۰۸ء میں ہوا ہے۔

موصوف نے تصنیف و تالیف کا کام نہیں کیا لیکن کتابوں کو نقل بہت کیا ہے جن میں فتح الباری جلیسی ضخیم ضخیم کتابیں شامل ہیں۔

موصوف کی تالیفات میں سے دو کتابیں مشہور ہیں:

(۱) عقد الدر المنظم فی فضل بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

(۲) کتاب الجہاد۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) انسان العین فی مشائخ الحرمین، ص ۹

(۲) الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ

(۳) خلاصۃ الاثر، ج ۲ - ص ۳۹ تا ۴۲۔

(۴) تاج العروس، مادہ (ب ل ل)۔

(۵) حصر الشارح قلمی،

(۶) فہرست الفہارس، ج ۱ - ص ۱۴۹ اور ۱۵۰۔

(۷) ہدیۃ العارفین، ج ۲ - ص ۲۹۰۔

(۲۳۵)

سالم نام ابوالفتحی کنیت اور زین الدین لقب تھا۔ سلسلہ نسب حسب ذیل ہے:

سالم بن محمد بن محمد بن عمر الدین بن ناصر الدین السہوری المصری المالکی۔

۹۴۵ھ میں سنہور میں پیدا ہوئے، گیارہ برس کی عمر میں قاہرہ آئے اور وقت کے نامور

علماء سے علوم کی تحصیل کی۔ محدث شیخ نجم الدین محمد بن احمد غطی، شمس الدین محمد بنوفری مالکی

اور ناصر الدین لقانی سے حدیث کی سند لی۔ علوم عقلیہ اور نقلیہ میں کمال پیدا کیا اور درس تدریس

میں مشغول ہو گئے، بہت سے طلبہ نے موصوف سے استفادہ کیا اور حدیث کی سند لی، جن میں

شیخ بکر بن الدین لقانی، نور الدین ابھوری، خیر الدین رملی، شمس الدین بابلی اور شیخ سلیمان

بابلی کا نام سرفہرست آتا ہے۔ شیخ عامر شبراوی نے پوری صحاح ستہ کا سماع انہی سے کیا تھا۔

ابوالعباس احمد المعروف ببابا عجبکتی مالکی المتوفی ۷۳۲ھ، نیل الابرہاج بتطریز الدیاج

طبع مصر ۱۳۵ھ ص ۱۲۶ میں موصوف کا ذکر ہے حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے:

الشیخ الفقیہ المحدث المتفنن العلامة

احمد شیوخ مصر ادرك الناصر

اللقانی وتفتت بالشیخ محمد

البنوفری و اخذ الحدیث عن

شیخ الفقیہ، محدث متفنن علامہ، ابن شیوخ

مصر میں سے ایک تھے جنہوں نے شیخ ہمام اللہ

لقانی کو پایا اور شیخ محمد بنوفری سے فقہ میں

بصیرت حاصل کی اور نجم الدین غطی سے حدیث

نجم الدین الغیلوی و برع فی الفقہ و الحدیث
 وغیرہما و اشہر و درس افتی۔
 پڑھی اور فقہ و حدیث وغیرہ میں ممتاز
 ہو گئے، بڑی شہرت پائی، درس اور
 فتویٰ دیا۔

شیخ محبتی خلاصۃ الاثر (ج ۲ - ص ۲۰۴) میں رقمطراز ہیں:

سالم بن محمد ابو النجا سنہوری مصری
 السنہوری المصری المالکی الامام الکبیر
 المحدث المجتہد الثبت خاتمة الحفاظ
 وکان اجل اہل عصرہ من غیر دافع
 وہو مفتی المالکیۃ و رئیسہم والیہ
 الرحلة من الافاق فی وقتہ و
 اجتماع فیہ من العلوم ما لم یجتمع فی
 غیرہ۔
 سالم بن محمد ابو النجا سنہوری مصری
 مالکی، امام کبیر، محدث، مجتہد، ثقتہ
 اور خاتمۃ الحفاظ تھے، اپنے زمانے کے
 بالاتفاق سب سے بڑے عالم، مفتی مالکیہ
 اور ان کے سردار تھے، اور اپنے وقت
 کے ایسے عالم تھے کہ جن کی طرف لوگ
 گوشہ گوشہ سے سفر کر کے آتے تھے مومنوں
 بہت سے ایسے علوم کے جامع تھے جن کے
 جامع اور علماء نہ تھے۔

حافظ سید مرتضیٰ بلگرامی ثم الزبیدی، تاج العروس (مادہ سہر) میں لکھتے ہیں:

قلت سنہور (مثال زنبور، ایضاً قریناً
 بالشریۃ احدہما من حقوق منیۃ
 معنی والاخری تعاف الی السباخ
 ومن احدہما الامام المحدث زین
 الدین ابو النجا سالم بن محمد بن محمد
 السنہوری المالکی روی عن النجم محمد
 بن احمد السکندری والشمس محمد
 بن عبد الرحمن السلقی کلاہما عن
 السیوطی و شیخ الاسلام توفی خمس
 من جمادی الاولیٰ سنۃ ۱۰۱ھ۔
 میں کہتا ہوں سنہور بر وزن زنبور، مصر
 کے مشرقی جانب دو بستیال ہیں ان میں
 سے ایک حقوق منیہ صغی کی اور دوسری
 سباخ کی طرف منسوب ہے، ان میں سے
 کسی ایک کے رہنے والے زین الدین
 ابو النجا سالم بن محمد بن محمد سنہوری مالکی ہیں
 جو نجم الدین محمد بن احمد سکندری
 شمس الدین محمد بن عبد الرحمن علقمی سے
 جو سیوطی اور شیخ الاسلام کے شاگرد
 ہیں، روایت کرتے ہیں ان کا انتقال
 جمادی الاولیٰ ۱۰۱ھ میں ہوا تھا۔

منگل کے دن ۳۔ جمادی الآخرہ ۱۱۱۵ھ میں ستر سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور مقبرۃ المجاورین میں دفن ہوئے، بعض علماء نے موصوف کی تاریخ وفات حسب ذیل قطعہ سے نکالی ہے:

ما ت شیخ الحدیث بل کل علم سالم ذو الکمال افضل جبر
شیخ الحدیث ہی کا نہیں بلکہ شیخ العلوم صاحب کمال، افضل العلماء شیخ سالم کا انتقال ہوا
نقلت من غیر غایت لیکار ارخوہ فتدمات عالم مصر
(میں نے رونے کی انتہا نہ ہونے کی وجہ سے کہا کہ ان کی تاریخ گم ہو کہ عالم مصر مر گیا)
موصوف کی تالیفات میں سے دو کتابیں زیادہ مشہور ہیں:
(۱) حاشیہ علی مختصر غلیل۔ اس حاشیہ کا ذکر حاجی خلیفہ نے کشف الطنون میں کیا ہے۔
(۲) رسالۃ فی النصف من شعبان۔
حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) نیل الابتنیاج بتطریز الدیباچ، ص ۱۲۶ (۲) خلاصۃ الاثر، ج ۲۔ ص ۲۰۴۔
(۳) تاج العروس (مادہ س ۱۰)۔ (۴) ہدیۃ العارفین، ج ۱۔ ص ۳۸۱۔

(۲۳۶)

محمد نام، ابو بکر اور ابو المواہب کنیت اور نجم الدین لقب تھا۔

سلسلہ نسب یہ ہے:

محمد بن احمد بن علی بن ابی بکر الغیطی السکندری ثم المعری الشافعی۔

۹۱۰ھ میں غیظ العہد مصر میں پیدا ہوئے، شیخ نجم الدین غزی کا بیان ہے کہ موصوف

میرے والد کے ساتھ علوم کی تحصیل میں رفیق سفر تھے اور انھوں نے والد کے ساتھ دادا سے پڑھا تھا، صیح بخاری و مسلم کا سماع شیخ الاسلام زکریا انصاری سے کیا اور سنن ابی داؤد کا کچھ حصہ بھی ان ہی سے سنا، ان ہی نے ان کو خرقہ خلافت سے سرفراز کیا۔ سنن ابن ماجہ اور موتما وغیرہ کا سماع محدث شیخ عبدالحق سنباطی سے کیا اور ان سے قرآت اور تفسیر وغیرہ کی تحصیل کی، شیخ سنباطی سے ان کو افتاء اور تدریس کی اجازت بھی حاصل تھی، شیوخ مصر میں سے شیخ کمال الدین بن حمزہ، امین الدین بن النجار، بدر الدین مشہدی، شمس الدین الدلجی اور ابو الحسن بکری وغیرہ بھی ان کے شیوخ میں سے ہیں، ان سے بھی ان کو افتاء اور تدریس

کی اجازت حاصل ہے۔

جب موصوف کو علوم دینیہ میں یدِ طولیٰ حاصل ہو گیا تو مسندِ درس پر متمکن ہوئے اور پھر مدرسہ صلاحیہ اور خانقاہ سریا قوسیہ کی صدارت کے فرائض بھی انجام دیئے۔ شیخ نجم غیسی، حدیث، تفسیر اور تصوف میں یکجہانے روزگار تھے، ہر طرف سے لوگ اُن کے پاس تحصیلِ علوم کے لئے آتے تھے۔ شیخ عبدالوہاب المتوفی ۹۷۳ھ کا بیان ہے:

افستی و درس فی حیاتہ مشائخ
بازنہم والقی اللہ محبتہ فی قلوب
المخلوق فلا یکرمہ الا مجرم او منافق
وانتهت الیہ الریاستہ فی علم
الحديث والتفسیر والتقویٰ ولم یزل
امارا بالمعروف والنہی عن المنکر
یواجہ بذلک الامراء والاکابر لایحی
فی اللہ لومة لائم۔ (الکواکب السائرة، ج ۲، ص ۲۵۵)
سے اُمراء اور حکام کو خیر کی طرف متوجہ کرتے رہے، موصوف اللہ کے معاملے میں کسی ملا
گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

قاضی محبت الدین حنفی اپنی رحلہ مصریہ میں رقمطراز ہیں:

واما حافظ عصرہ ومحدث مصرہ وحید
دہرہ الرحلة الامام والعمدة الہمام
الشیخ نجم الدین النسیبی، فانه محدث
ہذہ الدیار علی الاطلاق، جامع الکمالات
الجمیلة ومحاسن الاخلاق حاز
انواع الفضائل والعلوم واحتوی
علی بدائع المنثور والمنظوم اذا تجلم
فی المحدث بلفظہ الجاری اقر کل مسلم
بانہ البغاری، اجمعت علی صدارتہ

اور لیکن موصوف اپنے زمانے کے حافظ اپنے
شہر کے محدث اور یکجہانے زمانہ عالم تھے،
شیخ نجم غیسی اس پایہ کے امام اور ایسے عمدہ
عالم تھے کہ لوگ ان کی طرف سفر کر کے آتے
تھے، موصوف اس دیار کے علی الاطلاق
عُدّت تھے بڑے کمالات اور محاسنِ اخلاق
کے جامع تھے، گوناگوں فضائل اور علوم
کے حامل تھے، منائے بدائعِ نظم و نثر پر
بڑی قدرت حاصل تھی۔ جب حدیث کے

فی العلم علماء البلاد واتفقت علی ترجمہ
بصلو الاسناد۔
الرحلة المصریہ بحوالہ کوکب السائرہ :
ج-۳- ص ۵۳۔
الفاظ زبان سے آدا کرتے تو ہر مسلمان اس
امر کا اقرار کرتا تھا کہ موصوف بخاری فقط
ہیں، ان کی علمی مدارت اور سیادت پر
علماء کا اتفاق ہے اور ان کے علو اسناد
میں قابل ترجیح ہونے پر سب کا اجماع ہے۔

حافظ سید مرتضیٰ بلگرامی ثم الزبیدی المتوفی ۱۲۵۰ھ تاج العروس (مادہ غ و ط)
میں لکھتے ہیں :

والنجم محمد بن احمد السکندری
الغیطی منسوب الی غیط العبدہ بمعبر
لانہ کان سکن بہا حدث عن شیخ
الاسلام زکریا بن محمد الانصاری
ومعجم شیوخہ یقین سبعا و عشرين
شیخا و هو عندی قال الشعرانی
فی الذیل توفی یوم الاربعاء ۱ صفر
سنة ۹۸۱ھ
شیخ نجم الدین محمد بن احمد سکندری غیطی
غیط حدہ کی طرف منسوب ہیں جو مصر میں
ہے کیونکہ موصوف یہیں کے رہنے والے
تھے یہ شیخ الاسلام زکریا بن محمد انصاری
سے حدیث روایت کرتے ہیں، ان کی
معجم شیوخ، ۲۷ شیوخ پر مشتمل ہے
اور وہ میرے پاس موجود ہے شعرانی
نے ذیل طبقات میں لکھا ہے کہ بدھ کے
دن ۱ صفر ۹۸۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

تذکرہ نگاروں نے سال وفات ۹۸۱ھ نقل کیا ہے لیکن ابن العمامہ نے سال وفات
۹۸۲ھ قرار دیا ہے بعض علماء نے سال وفات حسب ذیل مصر سے نکالی ہے :
"امام الحدیث مع اہل النعیم"
۹۸۲

ان کی تالیفات میں حسب ذیل کتابیں مشہور ہیں :

- (۱) الاتہاج فی الکلام علی الاسرار والمعراج۔
- (۲) الاجوبۃ المفیدۃ عن الاسئلة العبدیہ۔
- (۳) اسباب النجاح فی آداب الصحاح۔
- (۴) ہیجۃ السامعین والناظرین ببولہ سید
الاولین والآخرین۔
- (۵) التامیدات العلیۃ للاوقات المصریہ۔
- (۶) التثبیت علی ابن النقیب۔

(۷) تلخیص شہاب الاخبار للقضاہی۔ (۸) شرح الصدور بشرح الشذور۔

(۹) العقد النجاس فی شرح درر اللوامع نظم جمیع الجوامع۔

(۱۰) فتح المغلق فی تصحیح ما فی الروضة من خلاف المطلق۔

(۱۱) الفرائد المنظمہ و الفوائد المحکمۃ فیما یقتل فی ابتداء تدریس الحدیث الشریف متعلق

بالبخاری و یا ول ما له من ترجمہ۔ (۱۲) القول القویم فی اقطاع تمیم۔

(۱۳) اللوحۃ فی اختصار الملحہ۔ (۱۴) مواہب الکرم المنان فی الکلام علی لیلۃ

النصف من شعبان۔

(۱۵) فاتحۃ سورۃ الدخان۔

موصوف کے حالات کے لئے دیکھو:

(۱) الکواکب السائرہ، ج ۳۔ ص ۵۲ و ۵۳۔ (۲) شذرات الذہب، ج ۸۔ ص ۴۶ و ۴۷۔

(۳) تاج العروس، مادہ غ و ط۔ (۴) فہرس الفہارس، ج ۲۔ ص ۲۵۵ و

(۵) ہدیۃ العارفين، ص ۲۵۲۔ ۲۵۶۔

(۲۳۷)

احمد نام، ابو العباس کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

احمد بن محمد بن احمد بن علی النخلی المسکی الشافعی۔

موصوف ۱۰۴۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی درازی عمر کا بھی نہایت عجیب و غریب

واقف ہے۔

شیخ محمد بن احمد نخلی کے یہاں کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا۔ جب یہ پیدا ہوئے تو اہل الشریعہ

سے ان کی درازی عمر کی دعائیں گرائی گئیں۔ ہر وجہ کو انھیں محمد نخلی، مشہور صوفی شیخ تاج الدین

سنبلی کی خدمت میں بھیجتے تھے۔ ایک روز اتفاق سے شیخ تاج الدین نے غور کیا اور

اس خادم سے جو انھیں لے کر آتا تھا، اس سے کہلا بھیجا کہ یہ بچہ تیری طرح نہیں بلکہ تجھ سے

بہتر اور زیادہ نیک بخت ہے مگر اس کی زندگی کچھ زیادہ نہیں ہے۔ جب خادم انھیں لے کر محمد

نخلی کے پاس آیا تو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ انھوں نے خادم کو واپس بھیجا اور کہا کہ میری طرف

سے شیخ کی خدمت میں یہ عرض کر دو کہ میں نے اپنی عمر اس بچہ کو دیدی اور اس کے متعلق میں آپ کو

پناشع بناتا ہوں، جب شیخ نے یہ سنا تو بارگاہ الہی میں متوجہ ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ

ان سے جا کر کہہ دو کہ تمہاری بیعت لے لی ہو گئی، تمہیں اب صرف تین چہینے کی جہلت دی گئی ہے تاکہ اس عمر میں تم سفر آخرت کی تیاری کر لو۔ چنانچہ شیخ احمد نخعی کے والد کا ٹھیک تین چہینے کے بعد انتقال ہو گیا اور شیخ احمد نخعی نے نوے برس کی عمر پائی، موصوف نے نامور علماء سے علوم دینیہ کی تحصیل کی محدث محمد بن عمرو دینی مہمی، عبد اللہ بن سعید باقشیر کی، حافظ محمد بن العلاء بابلی، منصور بن عبد الرزاق طوسی مصری، احمد بن عبد اللطیف شیشی، یحییٰ شادی جزائری، ابو جہدی عیسیٰ ثعالبی، ابراہیم کورانی، محمد بن علی بن علان مدلیقی مکی وغیرہ سے حدیث کا سماع کیا۔ موخر الذکر محدث موصوف کے شیوخ میں علو اسناد کے اندر سب سے برتر ہیں، ان کی تصانیف بکثرت ہیں، موصوف کی وفات بھی سب سے پہلے ہوئی ہے، ان کا سال وفات ۲۵۸ھ ہے جس کے بعد نخعی ستر برس زندہ رہے اور یہ عجائبات میں سے ہے۔ محدث نخعی کو علی بن جمال الدین مکی، شہاب الدین احمد دیلمی، احمد بن سلیمان مصری، احمد بن حماد سیسی مدنی ادرسی، عبد العزیز زمزمی، زین العابدین طبری مکی، عبد اللہ دیمیری مصری، محمد بن محمد شرنبلالی مصری اور ابو مروان عبد الملک تجمعی حملاسی وغیرہ سے بھی روایت حدیث کی اجازت حاصل ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ انسان العین میں رقمطراز ہیں:

جامع بود میان علم ظاہر و باطن و صحبت بسیار	علم ظاہری اور باطنی کے جامع تھے بہت مشائخ
از مشائخ طریقت علماء شریعت دریافتہ بود	طریقت اور علمائے شریعت کی صحبت اٹھائی
خزقہ از سید عبد الرحمن محبوب سید	تھی، خرقہ خلافت سید عبد الرحمن محبوب،
محمد رومی سید عبد اللہ سقاہ و میر	سید محمد رومی، سید عبد اللہ سقاہ اور
سکلاں بن میر محمود طنجی وغیرہ ایساں وارد	میر سکلاں بن میر محمود طنجی وغیرہ سے حاصل
و حدیث از محمد بن العلاء البابلی و شیخ	کیا تھا اور حدیث شیخ محمد بن العلاء بابلی
عیسیٰ مغربی و طبقہ ایساں روایت	شیخ عیسیٰ مغربی اور ان کے طبقہ سے
کردہ و تسلسل در سماع بخاری و	روایت کی، بخاری اور موطا کا مسلسل
موطا حاصل نمود و احزاب مشائخ	سماع کیا مشائخ طریقت کے اور ادوا جزا
طریقہ بسیار داشت از اول نشو	کو سیکھا آغاز عمر سے صلاح و تقویٰ، علم اور
و نسا بصلاح و محبت علم و علماء و	علماء کی محبت اور ان کی مجلسوں میں باقاعدہ
الترام صحبت ایساں و اعتقاد مشائخ	حاضری، مشائخ طریقت سے عقیدت اور

ان کے اعمال و اشغال پر مدامت کے
اوصاف سے آراستہ تھے اور اکثر مشائخ
حرمین اور داروین حرمین کی صحبت سے
پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ خلاصہ کلام یہ ہے
کہ موصوف کلمہ مغفل کے نامور علمائے
تھے اور برکت اور قبولیت و عام میں مشہور تھے

موصوفہ و مثبت بر اعمال و اشغال ایشان
متصف بود و اکثر مشائخ حرمین و
داروین بحرمین صحبت مستوفی داشته
بالحمد کیے از اعیان کلمہ مغفل و مشہور
برکت و استجابت دعوات بود۔

موصوفہ الانتباه میں تحریر فرماتے ہیں :

شیخ احمد نخسلی جو عالم اور عابد تھے صلاح و
اتقان میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے انھوں
نے اپنے مشائخ کے حالات میں ایک سالہ
لکھا ہے یہ کلمہ مغفل کے ثقہ لوگوں میں سے
تھے اور شیخ حسن کے اکثر مشائخ کو اور شیخ
منصور طوخی مصری کو پایا تھا اور وہ شیخ
سلطان مزاحی سے راوی تھے اور وہ شیخ
شہاب احمد بن خلیل سبکی سے اور وہ شیخ
محمد معتدسی اور نجم الدین غیبی سے اور
یہ دونوں زین الدین زکریا سے روایت
کرتے تھے نیز وہ نور الدین علی زبیدی سے
اور وہ شہاب الدین احمد بن محمد ربی سے
اور وہ زکریا انصاری اور شمس الدین
سماوی وغیرہ سے راوی تھے شیخ سلطان
نے شیخ منصور کو ان تمام مرویات کی جن
کی انھیں اجازت حاصل تھی روایت کی
اجازت دیدی تھی، اسی طرح شیخ نخسلی کو
بھی اجازت عطا فرمائی تھی اور شیخ نخسلی نے

شیخ احمد نخسلی کہ عالم بودہ است و
عابد و رغایت صلاح و اتقان و
مشائخ خود را در سالہ مضبوط کردہ او کیے از
ثقات کلمہ مغفلہ بودہ و اکثر مشائخ شیخ
حسن را دریافتہ است و شیخ منصور
طوخی مصری را دریافتہ و ہواخذ عن
الشیخ سلطان المزاحی اخذ الحدیث
عن الشہاب خلیل السبکی عن الشیخ
محمد المقدسی وعن النجم الخیطی کلہما
عن الزین زکریا وعن نور الدین علی
الزبیدی عن الشہاب احمد بن محمد الربی
عن الزکریا و الشمس السماوی و غیرہما
و اجاز الشیخ سلطان للشیخ منصور
بجميع ما تجوز بہ و ایتبہ و اجاز الشیخ
منصور كذلك للشیخ النخسلی و انما کذا
لاجل ما ہرہ ابو طاهر ہذا الفقیر و شیخ احمد
بشیشی و شیخ عیسیٰ منبرلی و محمد
ابن علی بن محمد بن علی بن علی

کی وغیر ایشان را دریافت و ایشان
اجازت دادند۔
شیخ عیسیٰ مغربی اور محمد بن علی بن محمد بن طلائع صدیقی کی وغیرہ کو پایا اور انھوں
نے بھی ان کو اجازت دی ہے۔

شیخ محمد عابد سندھی، حصار الشارد میں رقمطراز ہیں:

العلامة الفہامة، خاتمة المحدثین فی عصره
وفرید وقتہ و دہرہ احمد بن محمد
النخلی کان من اعیان العلماء العالمین
واکمل الکلماء المشہورین جمیع بین قول
والمعقل والفروع والاصول مع
احسن الحسن والعمل المستحسن
فاشہر مہیتہ و ذکرہ و اخذ عن شیخ
المحقق عبد اللہ بن اسعد باقشیر
الشافعی المکی تلمیذ السید العلامة
عمر بن عبد الرحیم البہری و تخرج
علیہ و لازمہ نحو عشرين سنة و اخذ
عن الشیخ العلامة محمد بن علاء الدین
البابلی و علیہ مدار روایتہ فی
الاجہات وغیرہ.....
والعلامة الشیخ یحییٰ بن محمد بن محمد
ابن علی بن ابی البرکات المالکی الشہیر
بالثوری تسمیة لانساب و العلامة
ابن ہمام محمد بن علی بن محمد بن علاء
الصدیقی..... و اما الاخذون
عنہ من اہل الحرمین و الافاق فلا یحسبون
علامہ فہامہ خاتم محدثین زمانہ، فرید عصر اور
یگانہ وقت احمد بن محمد بن محمد بن علی نامور علامہ فہام
اور مشہور ترین اکمل کاملین میں سے تھے،
جامع معقول و منقول اور حاوی فروع و
اصول تھے اور خوش خلقی، نیک کرداری
کی صفات سے بھی آراستہ تھے ہر جگہ ان کا شہر
اور چرچا تھا انھوں نے شیخ محقق عبد اللہ
بن اسعد باقشیر شافعی مکی، شاگرد علامہ
سید عمر بن عبد الرحیم بصری سے حدیث
کی تحصیل و تکمیل کی اور بیش برس
تک ان کے پاس رہے۔ اور شیخ علامہ
محمد بن علاء الدین بابلی سے پڑھا۔ اہل
کتب وغیرہ کی روایت میں انہی پر مدار
ہے..... علامہ شیخ یحییٰ
ابن محمد بن علی بن ابی البرکات مالکی جو
باعبار نسب نہیں بلکہ بطور اسم و
سے مشہور ہیں اور علامہ ہمام محمد
ابن علی بن محمد بن علاء صدیقی
سے راوی ہیں..... لیکن ان کے حدیث کے
راوی اہل حرمین وغیرہ اتنے ہیں کہ شمار سے

رحل الیہ الناس من کل الجهات و
 کان زامراً و عاتقاً طے انتقامہ
 تامة الی ان انتقل فی سنة
 سبع و عشرين و الف و مائة۔
 باہر ہیں تحصیل حدیث کے لئے ہر طرف
 سے لوگ ان کے پاس آتے تھے اور یہ بڑے
 پرہیزگار اور زاہد تھے پاکیزگی کے ساتھ
 راہ راست پر گامزن رہے تا آنکہ
 میں انتقال ہو گیا۔

اسی کتاب میں ایک اور موقع پر لکھتے ہیں:

احمد بن محمد النخلی کان
 اماماً جلیلاً و کان مرجع العلماء
 و المحدثین فی وقتہ ولد بمكة
 المشرقة سنة احدى واربعمین بعد الف
 ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوئے تھے۔
 یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ محدث نخلی بجز معدودے چند محدثین کے محدث
 بصری کے اکثر شیوخ میں ان کے بزرگ ہیں۔

محدث ابو الیسر فارح ہنبوی نے موصوف کو انجیح المسامی میں ان مسندین حجاز میں سے شمار کیا
 ہے جن کے دم قدم سے اخیر زمانے میں حدیث کو فروغ حاصل ہوا ہے، فرماتے ہیں:
 ان علم الحديث فی القرون الاخرة قد
 قويت شوکته و ارتفع له اعلی منار
 قال السبب فی ذلک بدیاننا الحجازیة
 وجود مسانید الحجاز السبعة اولہم
 ابو جہدی الثعالبی و یلیہ ابن
 سلیمان الروانی و یلیہ قریش
 الطبری و یلیہ ابو البعث العجمی
 و یلیہ الشمس محمد بن محمد بن احمد
 النخلی و یلیہ البصری۔
 بلاشبہ ان اخیر زمانوں میں علم حدیث
 کی شان دو بالا ہوئی اور اس کا بڑا
 بول بالا ہوا۔ اس کا سبب ہمارے دیا
 حجاز میں سات مسندین حجاز کا پایا جانا
 ہے۔ ان میں اولیت کا شرف ابو جہدی
 ثعالبی کو حاصل ہے پھر ابن سلیمان روانی
 کا نمبر ہے اور پھر قریش طبری، پھر
 ابو البقاء عجمی، پھر شمس الدین محمد
 ابن احمد نخلی اور پھر بصری ہیں۔

حافظ سید مرتضیٰ زبیدی شرح الفیۃ السندیہ رقمطراز ہیں:

شارك النخلی البصری فی غالب الشیوخ
 نخلی محدث بصری کے اکثر شیوخ میں ترکی

والفرد عنہ باشیخ کاشیخ علی
 الیازدری و احمد المغلی ویونس دمشقی
 و محمد المیدانی و ابراہیم العابونی
 و عبد الرحمن العسادی و القشاشی و
 خیر الدین الرطلی و ایوب الخلوئی و
 عبد الکریم الکوریانی۔
 ہیں اور بعض منفرد ہیں جیسے شیخ علی
 یازدری، احمد مغلی، یونس دمشقی،
 محمد میدانی، ابراہیم عابونی، عبد الرحمن
 عسادی، قشاشی، خیر الدین
 رطلی، ایوب خلوتی اور عبد الکریم
 کوریانی۔

(فہرس الفہارس، ج ۱۔ ص ۱۸۳)

واضح رہے، محدث نخلی نے ان شیوخ کا ذکر اپنے ثبت میں کیا ہے۔

موصوف کے فرزند شیخ عبد الرحمن نخلی کا بیان ہے کہ والد بزرگوار قرض میں ڈوبے
 ہوئے تھے اور میں ان کے قرضوں کا کفیل تھا۔ والد ماجد بہت کمزور ہو گئے تھے، ایک
 دن میں نے عرض کیا جن سے قرض لیا ہے وہ مطالبہ کرتے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہیں کوئی
 حادثہ پیش نہ آجائے اور میرے ذمہ قرض باقی رہ جائے میرے رشتہ دار ادائیگی سے قاصر
 ہیں۔ فرمایا مجھے امید ہے جب تک پائی پائی آدائے گی موت نہیں آئے گی۔ چنانچہ ایسا
 ہی ہوا۔ جس رات قرض ادا ہوا اسی رات آخر شب میں روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔
 تاریخ وفات ۱۱۳۰ھ ۱۱۳۰ھ ماہ محرم ہے۔

حافظ سید عبدالحی کتانی نے فہرس الفہارس، ج ۱۔ ص ۱۸۱ میں موصوف کا ذکر ان الفاظ
 سے شروع کیا ہے؟ الامام العلامة المحدث المسند المعرف العوفی ابو العباس احمد..... الشہر
 بالنخلی۔

واضح رہے فہرس الفہارس میں مذکور ہے کہ نخلی بفتح نون اہل مغرب و مشرق کی زبان
 زد ہے لیکن محدث قادغی نے اپنے اوائل میں تصریح کی ہے کہ نخلی بکسر نون ہے۔ سید مرتضیٰ
 زبیدی نے تاج العروس، مادہ نخل میں لکھا ہے کہ نخل زبیدی کے قریب ایک مقام کا نام ہے۔
 موصوف کی تالیفات میں سے بغینۃ الطالبین لبیان اشیاخ المحققین المدققین،
 حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکی ہے، اس کے متعلق حافظ سید عبدالحی کتانی لکھتے ہیں:

یہ فہرست نافع اور جامع ہے اس پر
 البصری المدار فی الاسناد فی القرن
 ہو فہرس نافع جامع علیہ و علی اعداد
 امداد بصری پر بارہویں اور تیرہویں صدی

الثانی عشر و ما بعدہ فان البصری والنفی تہت
 البیہا الریاستہ فی زانہا فی الدنیانی
 ہذا الشان لما حصل علیہ من السلو
 العمر المدید۔
 ہجری میں اسناد کا مدار ہے کیونکہ علو
 سند اور درازی عمر کی وجہ سے دنیا
 میں بصری اور نفی کے زمانہ میں فن اسناد
 کی سیادت ان پر ختم ہو گئی تھی۔

(۲) التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

- (۱) انسان العین فی مشائخ الحرمین، ص ۱۷۱ تا ۲۰۲، الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ (مخطوط)
 (۳) حصر الشارح (مخطوط)۔
 (۴) تاج العروس، (مادہ ن خ ل)۔
 (۵) فہرس الفہارس، ج ۱ ص ۱۸۱ تا ۱۸۳۔
 (۶) ہدیۃ العارفین، ج ۱ ص ۱۸۱۔

(۲۳۸)

سلطان نام اور ابو العزائم کنیت ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

سلطان بن احمد بن سلام بن اسماعیل المزاحی المصری الازہری الشافعی۔

۹۸۵ھ میں مصر کی ایک بستی منسیہ مزاح میں پیدا ہوئے، پہلے قرآن مجید حفظ کیا اور پھر فارسی پڑھی۔ سیف الدین بن عطاء اللہ سے قرآن مجید قراءت مختلفہ سے پڑھا اور علوم نقلیہ کی تحصیل شیخ نور الدین زیادی، سالم شبیری، احمد بن غلیل سبکی اور محمد قسری سے کی اور علوم عقلیہ کی تکمیل تیس سے زیادہ علماء سے کی تھی۔ بیس برس کی عمر میں موصوف کو افتاء اور تدریس کی اجازت مل چکی تھی۔ تحصیل علم کے بعد جامع ازہر میں درس دینا شروع کر دیا تھا۔

شیخ مزاحی کا مکان جامع ازہر سے دور باب زدیلہ کے پاس تھا مگر ان کا یہ معمول تھا کہ آخر شب میں جامع ازہر آ جاتے اور طلوع فجر تک نماز میں مشغول رہتے، پھر فجر کی نماز پڑھاتے اور نماز سے فارغ ہو کر طلوع آفتاب تک طلبہ کو شالبیہ، طیبہ اور درہ کا درس دیتے پھر فقہیۃ الجامع جاتے، دُفوکرتے اور اشراق کی نماز پڑھ کر ظہر تک طلبہ کو حدیث و فقہ کا درس دیتے، نیز دیگر اوقات میں دوسرے علوم پڑھاتے تھے، ہر سال مختلف علوم و فنون کی دس کتابیں نہایت بحث و اتقان سے پڑھاتے تھے، اور اسی لئے وہ فرماتے تھے:

”جو عالم بننا چاہے وہ میرے درس میں حاضر ہو“

اُس دور کے تمام فقہاء نے فقہ کی تحصیل ان ہی سے کی تھی۔ ان کے درس کی شہرت دور دور

تھی، ضعیف پیری کے باوجود موصوف نماز کھڑے ہو کر پڑھتے تھے۔ محبتی کے والد شیخ فضل اللہ اپنی رحلہ میں رقمطراز ہیں :

شیخ القدر بالقسايرة على الاطلاق
 و مرجع الفقهاء بالاتفاق ، رافع لواءه
 الامام محمد بن ادریس الہمام من حظه
 فی العلوم موفور و سعيہ فیہا مشکور
 و متول علیہ فی منتولہا و مطلع علی
 فروعہا و اصولہا ، منہج الطلاب
 و قدوة ارباب الفرائض و الحساب ...
 ولا غرو فانہ الان
 لعلماء الازہر سلطان .

قاہرہ میں شیخ القراء سے بھی مراد ہوتے
 ہیں اور فقہاء کا مرجع بھی بالاتفاق انہی
 کی ذات ہے ، امام ہمام محمد بن ادریس
 شافعی رح کے مذہب کے علمبردار تھے علوم
 فقہ سے ان کو پورا پورا حقدہ ملا تھا ان کی
 کوشش قابل قدر ہے نقول میں انہی پر اعتماد
 ہے اس کے فروع و اصول سے خوب آگاہ
 ہیں ، طلبہ کے رہبر اور ارباب فرائض
 اور ریاضی والوں کے پیشوا ہیں ، اس

میں کچھ مبالغہ نہیں کہ یہ اس زمانے میں علمائے آزرہ کے سردار ہیں۔

محمد المبتی المتوفی ۱۱۱۱ھ نے خلاصۃ الاثر، ج ۲۔ ص ۲۱۰ میں موصوف کا تذکرہ حسب ذیل

الفاظ میں کیا ہے :

امام الائمة ، بحر العلوم و سيد الفقهاء
 خاتمة الحفاظ و القراء ، فريد العصر
 و قدوة الانام و علامۃ الزمان
 الورع العابد الزاہد الناسك الصوم
 القوام .

امام الائمہ ، بحر العلوم ، سرتاج فقہاء
 خاتم حفاظ و قراء ، یکتائے زمانہ ، خلاق
 کے مقتدا ، علامہ زمان ، متقی ، عابد
 زاہد ، شب بیدار ، روزہ دار اور
 بڑے عبادت گزار تھے۔

حافظ سید مرتضیٰ بلگرامی ثم الزبیدی ، تاج العروس ، مادہ م ز ح میں لکھتے ہیں :

منیۃ مزاج گلستان حسریۃ من الدقیلیۃ
 نسب الیہا ابو العزائم سلطان بن
 احمد بن اسماعیل مقرئ الدیار المعریۃ
 و عالمہا حدثنائہ شیوخ مشائخنا .

منیۃ مزاج بروزن کتان و قبلیۃ کی
 ایک بستی ہے ، شیخ ابو العزائم سلطان
 ابن احمد بن اسماعیل ، دیار مصر کے حاکم
 اور قرآن کا درس دینے والے تھے ان
 سے ہمارے استاذ الاساتذہ روایت کرتے ہیں۔

۲۷۔ جمادی الآخرہ ۱۱۶۴ھ میں شبِ سہ شنبہ کو وفات پائی، شمس الدین بابلی نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور تربۃ المجاہدین میں دفن ہوئے۔ بعض علمائے حسب ذیل قطعہ کے آخری مصرعہ سے ان کی تاریخِ وفات نکالی ہے:

شافعی العصر ولی ولہ فی مصر سلطان

شافعی دوران اللہ کے ولی ہیں جن کا مصر میں بول بالا ہے

فی جمادی اربعہ فی نعیم الخلد سلطان

جمادی کے ہیبت میں ان کی تاریخ کہو نعیم خلد میں ان کا بول بالا ہے

جن علمائے موصوف سے اکتسابِ فیض کیا ان میں شمس الدین بابلی، علامہ شبراہی، عبد القادر صفوری، محمد الخباز بطنینی و مشقی، منصور طوخی، محمد بقری، محمد بن خلیفہ شوبری، ابراہیم مرحومی، سید احمد حموی، عثمان نحرادی، شاہین ارمنادی، محمد بہوتی اور عبد الباقی زرقانی مالکی وغیرہ کا نام سرفہرست آتا ہے۔

ان کی تالیفات میں سے دو کتابیں زیادہ مشہور ہیں:

(۱) حاشیۃ الشرح المنہج قاضی زکریا۔

(۲) رسالۃ القراءات الاربعۃ الزائدۃ علی العشرۃ من طریق القباقی۔

حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) خلاصۃ الاثر، ج ۲۔ ص ۲۱۰۔ (۲) ہدیۃ العارفین، ج ۱۔ ص ۳۹۴۔

(۳) تاج العروس، مادہ م ز ح۔

(۲۳۹)

احمد نام اور شہاب الدین لقب ہے، سلسلہ نسب درج ذیل ہے:

احمد بن خلیل بن ابراہیم بن ناصر الدین اسبکی المعصری الشافعی۔

۹۳۹ھ میں پیدا ہوئے اور تعلیم و تربیت تمام تر شیخ شمس الدین صفوی مقدسی شافعی

نے کی، جو جامعِ حاکم میں قیام پذیر تھے اور ان ہی کی دختر نیک اختر سے موصوف کا نکاح ہوا،

موصوف شیخ مقدسی کی حیات تک انہی کے ساتھ رہے۔ قاضی عبد الباسط کے مدرسہ باسطیہ

میں امامت اور خلافت کے فرائض انجام دیتے تھے اس لئے دن پہن گزرتا تھا مگر شب شیخ

صفوی کے پاس گزارتے اور ان سے استفادہ کرتے تھے، شیخ مصطفیٰ بن فتح اللہ کا بیان ہے

کہ موصوف نے شیخ شمس الدین محمد رملی سے بھی علوم کی تحصیل کی تھی اور شیخ نجم الدین غیلی اور اس طبقہ کے علماء سے حدیث پڑھی تھی، موصوف کو حدیث میں بصیرت حاصل تھی، لیکن علوم عقلیہ اور علوم نقلیہ میں سے صرف فقہ میں زیادہ مہارت نہیں تھی۔

ایک مرتبہ شیخ سلطان نے مدرسہ باسطیہ کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی تو دیکھا کہ خطبہ موصوف کے فرزند نے پڑھا اور نماز پڑھانے کے لئے خود آگے بڑھے، شیخ سلطان نے ہاتھ پکڑ کر روکا اور کہا کہ، جمعہ کی نماز کے شرائط میں سے یہ ہے کہ جو خطبہ دے وہی نماز پڑھائے۔ شیخ موصوف چونکہ اونچا سنئے تھے ان کا فرزند نے نماز پڑھانے آگے بڑھ گیا۔

۲۳۔ جمادی الاولیٰ ۱۰۳۲ھ میں ۹۳ سال کی عمر میں رحلت فرمائی اور مدرسہ مذکور میں دفن کئے گئے۔ موصوف کے شاگردوں میں شیخ سلطان مزاحی اور شمس الدین بابلی بہت مشہور ہیں۔

موصوف کی تالیفات میں حسب ذیل کتابیں زیادہ مشہور ہیں:

(۱) فتح الغفور شرح منظومۃ القبور للسیوطی۔ (۲) فتح المبین بشرح منظومۃ ابن عماد الدین
(۳) فتح المغنی فی شرح التثبیت عند التبییت للسیوطی
(۴ و ۵) مناسک الحج صغیرہ و کبیرہ۔ (۶) منہج الخفا فی شرح الشفاء للقاضی
عیاض۔

(۷) ہدایۃ الاخوان فی مسائل السلام والاستیذان۔
موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔

(۱) خلاصۃ الاثر، ج ۱ - ص ۱۸۵۔ (۲) ہدایۃ العارفین، ج ۱ - ص ۴۷۹۔

(۲۴۰)

عبد اللہ بن سالم نام اور سلسلہ نسب حسب ذیل ہے:

عبد اللہ بن سالم بن محمد بن علی البصری المدنی الشافعی۔

موصوف ۴۔ شعبان ۱۰۳۸ھ بروز چار شنبہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور یہیں تعلیم و تربیت پائی۔ پہلے قرآن مجید حفظ کیا اور پھر علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تحصیل کی۔ اپنے والد شیخ سالم اور دیگر اکابر شیوخ، جیسے شیخ علی بن الجہال مکی، عبد اللہ بن سعید باقشیر مکی، عیسیٰ جعفری، محمد بن محمد بن سلیمان ردانی، شمس الدین بابلی، احمد شیشی بخاری شادی مغربی،

علی بن عبد القادر طبری، شمس الدین محمد شرنبلالی، برہان الدین ابراہیم بن حسن کورانی، محدث شام محمد بن علی کالی، عبد الملک تجوینی سجلاسی، منصور طوخی وغیرہم سے حدیث پر مبنی، اور روایت حدیث کی سند لی۔ شیخ احمد بن محمد بن عبد الغنی الدمیاطی سے مسلسل بالاولیہ کی سماعت کی اور سید عبد الرحمن ادریسی سے ان کو خرقہ خلافت ملا، پھر حرم میں بیٹھ کر حدیث کا درس دیا، علوم حدیث میں ایسا کمال ہم پہنچایا تھا کہ ان کو اس دور کا حافظ الحدیث تسلیم کیا گیا ہے حدیث کی کتابوں کی صحت میں بھی موصوف کا پایہ نہایت بلند ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ انتباہ میں رقمطراز ہیں:

شیخ عبد اللہ بن سالم البصری کہ در زان خود حافظ حدیث بود و کتب سترہ تصحیح کرد و ازینونہ فرعی برداشت بہتر از اصل و بر بخاری شرح نوشت کہ بسبب ضعف پیری تمام نشود احیاء کتاب مسند احمد دے کر د بعد از آنکہ نزدیک بود کہ در روئے زمین ازو نسخہ کاملہ یافتہ نشود، مشائخ شیخ احمد نخعی را دریافت و ایشان ہر دو اقران یک دیگر بودند۔

شیخ عبد اللہ بن سالم بصری اپنے زمانہ کے حافظ حدیث تھے، صحاح ستہ کی ینونہ کے نسخے سے تصحیح کی تھی اور فرع کو اصل سے بہتر بنا دیا تھا، بخاری کی شرح بھی لکھی تھی جو بڑھاپے کی وجہ سے مکمل نہ ہو سکی مسند احمد کو انھوں نے ایسے وقت میں زندہ کیا جب کہ قریب تھا کہ روئے زمین پر اس کا کامل نسخہ نہیں پایا جاتا۔ موصوف نے شیخ احمد نخعی کے شیوخ کو پایا تھا اور یہ ایک دوسرے کے معاصر تھے۔

موصوف انسان العین فی مشائخ افرہ میں لکھتے ہیں:

احیاء بسیار از کتب حدیث کرد و از آل جملہ مسند امام احمد کہ نزدیک بود کہ بر زمین ازو نسخہ کاملہ یافتہ نشود دے از مصر و عراق و شام از خزانہا قدیم اطراف و اجزاء آں جمع کرد و از آں ہمہ نسخہ نوشت و آں را تصحیح کرد و اصل ساخت و از کتب سترہ نیز اصول بہت سی حدیث کی کتابوں کو انھوں نے از سر نو زندہ کیا منجملہ ان کے مسند امام احمد تھی کہ قریب تھا کہ روئے زمین پر اس کا کامل نسخہ نہ پایا جاتا۔ انھوں نے مصر عراق و شام کے کتب خانوں سے اس کے پُرانے اجزاء اور اطراف کو جمع کیا اور ان سب کو سامنے رکھ کر ایک

معمور ساخت و از نسخہ یونسیہ بخط خود فرے
نوشت بہتر از اصل و بر بخاری شرحے وارد
سمی بفسیاء الساری کہ بسبب ضعیف
پیری اقسام آن نتوانست کرد و ہمہ
عمر بروایت کتب حدیث سر و او بحثا
گزرانید و بالجملہ بحقیقت حافظہ دریں
زمانہ تاخر دے بود۔

تفصیل این اجمال و شرح
مقال آنست کہ ضبط کہ در صحبت حدیث
ماخوذ است آن را در امت مرحومہ
سہ حال گذشتہ است۔

حال اول آن بود کہ در زمان صحابہ
و تابعین احادیث یا دومی داشتند
و ضبط آن وقت در جودیت حفظ بود
حال دوم آن کہ در زمان تبع
تابعین و اوائل محدثین تا طبقہ سابعہ
و ثامنہ آن را می نوشتند و
ضبط آن وقت در تبیین خط و احتیاط
در لفظ و حرکات و سکونات و
تصویر حروف و مقابلہ بر اصول صحیحہ
و حفظ کتاب از عوارض طاریہ و مثلی
آئی۔

و حال سوم آنست کہ حفاظ
حدیث در اسامی رجال و غریب
و ضبط مسئلہ آن تصانیف ساختند

نسخہ مرتب کیا اور اس کی صحت کر کے اس
کو اصل قرار دیا، کتب صحاح سترہ کی بھی
تصحیح کر کے انھیں بھی اصل ٹھہرایا اور
نسخہ یونسیہ سے استفادہ کر کے اپنے
قلم سے ایک فرع کو اصل سے بہتر کر دیا،
بخاری کی ایک شرح نکمنی شروع کی جس کا
نام ضیاء الساری رکھا۔ ضعیف پیری کے
باعث مکمل نہیں کر سکے، تمام عمر حدیث
کی کتابوں کی روایت و قرأت اور بحث
و تحقیق میں ختم کر دی، خلاصہ یہ ہے کہ وہ
اس اخیر زمانہ میں حقیقتاً حافظہ حدیث تھے
اس اجمال کی تفصیل اور اس قول کی
تشریح یہ ہے کہ جو ضبط حدیث کی صحت
میں مستبر ہے اس کی امت مرحومہ میں تین حالتیں
رہی ہیں۔

اول یہ تھی کہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ
میں حدیثوں کو یاد رکھا جاتا تھا اور اس وقت
ضبط جودیت حفظ (اچھی یادداشت) میں
تھا۔..... دوسری حالت یہ تھی کہ تبع
تابعین اور اوائل محدثین کے زمانہ سے
طبقہ سابعہ اور ثامنہ تک اس کو لکھتے تھے اس
زمانہ کا ضبط خط کی صفائی، نقطہ اور حرکات
و سکونات میں احتیاط، حروف کی شکل و صورت
اور اصول صحیحہ سے مقابلہ نیز کتاب کو پیش آنے
والہ عوارض سے حفاظت پر تھی.... اور تیسری حالت

و شروع مفصلہ نوشتند و در آنجا
بانچہ قسم من می کردند۔

پس الحال ضبط آنست کہ کے
آن تصانیف و شروع را در نظر داشتند
بر حسب آن روایت کنند لہذا اہل حدیث
الحال تساہل کردند در انچہ قدام
در آن تشدد می کردند چنانکہ متوسطین
تساهل کردند در حفظ و اکتفا کردند بر حفظ
و لہذا شائع شد در ایشان وجادت
و اجازت مبرورہ و مثل آن بخلاف
طبقہ سابقہ۔

حاصل آنکہ این قسم ضبط نزدیک
شیخ عبد اللہ بر وجہ کمال بود
و سبب بعثت این سلسلہ دے
شد از ابتدا مبارغبت علم و علماء
و صلاح و در عیشہ مرفیہ دے بود
ہر روز دہ سی پارہ از قرآن خوانند
چون پیرشد انچہ می توانست می خواند
و بیچ وقت خالی نبود دے از درس
یا تلاوت یا نماز یا سخن ضروری.....

..... دو بار صحیح بخاری
را در جوف کعبہ معظمہ ختم کرد و یکبار
چون ترمیم کعبہ می کردند و دیگر بار
چون دروازہ اش درستی یافتند
مسند امام احمد بن حنبل را بعد

یہ ہے کہ حفاظ حدیث نے اسماء رجال
غریب حدیث، ضبط مشکل میں کتابیں
تصنیف کر کے اور مفصل شرحیں لکھ کر
ان میں ان باتوں سے بحث کر دی، پس اس
وقت ضبط یہ ہے کہ کوئی شخص ان تصانیف
اور شروع کو پیش نظر رکھ کر اس کے مطابق
بیان کرے، لہذا اہل حدیث نے اس وقت
ان باتوں میں تساہل کیا جن میں قدامت
تشدد کیا تھا جس طرح متوسطین نے حفظ
میں تساہل کیا اور مجرد لکھنے پر کفایت کی اسی
وجہ سے ان میں طبقہ سابقہ کے خلاف صرف
وجادت و اجازت وغیرہ کے قسم کی باتیں رواج
پا گئیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ضبط کی یہ قسم شیخ
عبد اللہ بصری کے یہاں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی
اور اس سلسلہ کا بلقا انہی کے دم سے تھا ابتدا
عمر سے ان کو علم اور علماء کا شوق تھا اور صلاح
و تقویٰ ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ ہر روز قرآن
جمید کے دس پارے پڑھتے تھے جب بوڑھے ہو گئے
تو جتنا پڑھ سکتے تھے اتنا پڑھتے تھے اور درس
و تدیس تلاوت قرآن نماز یا ضروری باتوں میں
مشغول رہتے تھے، کوئی وقت خالی نہیں رہتا تھا
دو مرتبہ صحیح بخاری کتبہ شریف کے اندر میٹھ کر
ختم کی تھی ایک اس وقت جب کعبہ کی مرمت کی
جاری تھی دوسری مرتبہ اس وقت جب اس کا دروازہ

تصحیح و جمع آل نزدیک سربارک حضرت پغیا مبر صلی اللہ علیہ وسلم از مسجد شریف در نجہاء و شش روز خواند، عمرے طویل یافت و آن ہمد در مرضیات الہی گذشت و تا آخر عمر بو نور عقل و حفظ و صحبت حواس متصف بود الا سماع کہ فی الجملہ فتور یافتہ بود۔

ٹیک کیا جا رہا تھا منہ امام احمد بن حنبل کو جمع فرا کر اور اس کی تصحیح کرنے کے بعد مسجد نبوی میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے بیٹھ کر ۵۶ دن میں پڑھ کر ختم کی تھی۔ بڑی عمر پائی اور سب رضائے الہی میں گزاری۔ آخری عمر تک عقل، حافظہ اور ہوش و حواس سب درست تھے البتہ سماعت میں کسی قدر فتور آ گیا تھا۔

حافظ سید مرتضیٰ زبیدی نے التعلیقۃ الجلیہ میں موصوف کے متعلق حسب ذیل الفاظ لکھے ہیں :

”الامام الحدیث الحافظ قد الفقوا علی انه حافظ البلاد الحجازیہ“

نیز موصوف نے اپنے اجازت نامہ میں ان کا ذکر محدث نخلی اور عجمی کے بعد کیا ہے اور پھر لکھا ہے :

وعلی ہولاء الثلاثة مدار اسانید الحرمین الشریفین بل وما والا من الاقطار الناتیة و البلد ان الثاسعة۔

ان ہی ہر سہ شیوخ کی سندوں پرچہ شریفین کی اسانید کا مدار ہی نہیں ہے بلکہ ان کے اطراف اور دور کے شہروں کا بھی دار و مدار ان ہی پر تھا۔

محدث اسماعیل بن محمد سعید نے شیخ ذہبی کو جو سند دی تھی اس میں موصوف کو امیر المؤمنین فی الحدیث کے الفاظ سے یاد کیا پھر شیخ ابوالعباس بن ناصر اپنے رحلہ سفر نامہ میں رقمطراز ہیں :

زعم طلبۃ الحرم انه فاق اہل الحرم فی الحدیث وغیرہ من سائر العلوم۔

حرم کے طلبہ کا زعم تھا کہ موصوف حدیث وغیرہ تمام علوم میں اہل حرمین سے فائق تھے۔

محدث شمس الدین محمد بن احمد جوہری مصری نے موصوف کو اپنے اجازت نامہ میں حسب ذیل الفاظ میں یاد کیا ہے :

”محدث العصر و امامہ و جہیزہ و ہمامہ امیر المؤمنین فی الحدیث“

آزاد بلگرامی المتوفی سنہ ۱۲۸۵ھ نے موصوف کی شرح صحیح بخاری کے متعلق تسلیۃ الفوائد میں لکھا ہے کہ میں نے یہ نسخہ ارکاٹ میں شیخ محمد اسعد حنفی کئی کے پاس دیکھا تھا جو انہوں نے مولف کے فرزند سے خرید لیا تھا۔ آزاد کا بیان ہے کہ میں نے شیخ محمد اسعد سے عرض کیا تھا کہ وہ اس نسخہ کو حرمین منتقل کر دیں، یہاں رکھنا مناسب نہیں، اس پر انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس نسخہ سے بہت محبت ہے اور میں اس کی جدائی پسند نہیں کرتا مگر بعد میں معلوم ہوا کہ فتنہ کے خوف سے موصوف نے اپنی کتابیں اور نگاہ آباد منتقل کر دی تھیں، ان ہی میں یہ نسخہ بھی اور نگاہ آباد آگیا تھا۔ تسلیۃ الفوائد بحوالہ المحلۃ بذکر صحاح السنۃ از نواب صدیق حسن خاں قنوجی۔

مسند حرم شیخ محمد عابد سندھی حصر الشارح میں لکھتے ہیں :

الشیخ العلامة المحدث عبد اللہ بن سالم البصری	شیخ علامہ محدث عبد اللہ بن سالم البصری
فکان اماماً فی الحدیث مع	تمام علوم شرعیہ، عقلیہ اور الکیہ کے جامع
حیازۃ لسان العلوم الشرعیۃ	ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث میں امام
والعقلیۃ والآلیۃ وطلب علیہ	تھے اور ان پر حدیث پڑھانے کا غلبہ
استراء الحدیث فصار یقتصد	تھا اور درس حدیث میں لائق ہی کا رخ
الالیہ ونسخ فی الحدیث مرجع جمیع	کیا جاتا تھا ان کے نسخے کتب حدیث کے تمام
النسخ شدة اعتنائہ بہ معرفۃ و	نسخوں میں اصل اور مرجع قرار پاتے تھے کیونکہ
ضبطاً والقتاناً قرأ البخاری فی جو	ان کی تمام تر توجہ ضبط، اتقان اور معرفت
الکعبۃ مرتین	اسمار پر تھی، بخاری شریف کو کعبہ کے اندر دو
وقرأ مسند الامام احمد فی الروۃ	مرتبہ ختم کیا تھا..... سنہ ۱۳۱۸ھ میں مسند امام
الشریفۃ فی ستۃ وثمانین مجلساً	احمد کو روزہ شریف میں بیٹھ کر چھپتر مجلسوں
سنۃ الف ومائۃ واحدی وثلاثین	میں ختم کیا تھا ان کے شاگردوں کا شمار
..... ولا یحیی الاخذون	نہیں کیا جاسکتا۔ ۴۔ شعبان سنہ ۱۳۲۹ھ
عند ولد سنۃ الف وتسع	میں طلوع فجر کے وقت پیدا ہوئے
واربعین فی شعبان رابعۃ عند	تھے۔
طلوع الفجر۔	

اسی کتاب میں آگے لکھتے ہیں :

ہمارے استاذ الاساتذہ عبداللہ بن سالم
بصری امام حدیث اور اپنے معاصرین
میں فائق تھے وہ امام وقت تھے اور ان
کو اپنے زمانہ میں مرکزی حیثیت حاصل
تھی ہر طرف ان کا چرچا تھا اور ان کے
علم و فضل پر سب کا اتفاق تھا وہ علم
حدیث میں روایت اور درایت کے جامع
تھے اور تحقیق میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے
عمرہ کتابیں لکھی تھیں اور مسجد حرام میں
متعدد کتابوں کا درس دیا تھا جن میں سے
بخاری، مسلم اور سنن اربعہ تھیں متعدد
شیوخ سے علم کی تحصیل کی تھی بمنہ ان کے
شیخ علامہ محمد بن علاء الدین باہلی ہیں جن سے
تمام تحصیل کی تھی..... اور ان کے
علاوہ دوسرے شیوخ بھی تھے یعقوب
کی تکمیل بھی ایک جماعت سے کی جن میں
عارف باللہ سید عبد الرحمن بن احمد حنی
مغربی کناسی جو محبوب سے مشہور ہیں اور
سعد اللہ ہندی بھی ہیں، ان کے مناقب
میں سے صحاح ستہ کی تصحیح جس کی حدیثیں
کہ ان کے نسخے محبت میں عالم کا مرجع
بنے ہوئے ہیں، ان میں عظیم الشان کتاب
صحیح بخاری ہے کہ جس میں نسخہ نونہ بھی
مح اضافہ آگیا ہے یہ انھوں نے اپنے
ہاتھ سے لکھا اور بیس برس تک خود اس

امام الحدیث والمقدم فی عصرہ شیخ
مشاہد عبد اللہ بن سالم البصری فہو
امام عصر و نقطۃ دائرۃ دہرہ طار
صینۃ فی الآفاق والعقد علی فضلہ
الوفاق وجمع فی علم الحدیث بین
الروایۃ والدراۃ وبلغ من التتبع إلی
اکل غایۃ و صنف التصانیف الفانیۃ
واقصر آ فی المسجد الحرام عدۃ کتب
من جملتہا البخاری و مسلم و السنن الأربع
..... واخذ علی عدۃ مشایخ منہم
الشیخ العلامہ محمد بن علاء الدین الباہلی
و جہل اخذہ او کملہ علیہ.....
..... ولہ مشایخ آخرون واخذ
التقوٰن علی جماعۃ منہم السید
العارف باللہ عبد الرحمن بن احمد
الحسنی المغربی المکناسی المالکی الشہیر
بالمجرب والسید سعد اللہ الہندی
ومن مناقبہ تصحیح الکتاب الستۃ
حتی صارت نسخۃ یرجع الیہا من جمیع
الاقطار واعظمہا صحیح البخاری الذی
وحید فیہ البیرونیۃ و زیادۃ
کتبہ بیدہ واخذ فی کتابہ و تصحیہ خوا
من عشرین سنۃ و جمع مسند الامام
احمد بعد ان فرقتہ ایدی سبأ
ومح درتین بمصر فی خزائنہ الشیخ

محمد بن محمد الامیر الماکلی نسخۃ من مسند الامام احمد بخط مصحح و جمع من تفسیر الکتاب الا یکاد یوجد عند غیره مع اجتهادنا فی العبادة و قیام اللیل و تلاوة القرآن توفی رابع رجب سنة مائة و الف و اربع و ثلاثین بمكة المشرفة و دفن بالمعلی بزاوية الغربی و قبره ہناک مشہور و اخذ علیہ من اہل الحرمین و الشام و المشرق و الیمین بالاختصاص

کی تصحیح کی تھی اور مسند احمد کا جمع کرنا بھی ، جب کہ وہ زمانے کے ہاتھوں منتشر ہو چکی تھی اور اس کی تصحیح ہے اور یہ تصحیح شدہ نسخہ شیخ محمد بن محمد امیر مالکی کے کتب خانہ میں مصر کے اندر دیکھا گیا ہے مسند احمد بھی ان ہی کی تصحیح کردہ ہے اور کتابوں کے حل اور تشریح سے متعلق وہ باتیں جمع کر دی ہیں جو کسی اور جگہ نہیں پائی جاتیں ان کاموں کے ساتھ ساتھ عبادت تہجد --- اور تلاوت قرآن میں کوتاہی رہنا ان ہی کا کام تھا..... موصوف نے

۴۔ رجب ۳۴۷ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی جنت المعلاتہ کے غربی گوشے میں مدفون ہیں ان کا مزار مشہور ہے موصوف اہل حرمین ، اہل شام و یمین اور اہل مشرق میں سے جن لوگوں نے استفادہ کیا ہے ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔

حافظ سید عبدالحی الکتانی، فہرس الفہارس والاشبات، ج ۱۔ ص ۱۴۱ میں لکھتے ہیں:

” میں نے مدینہ منورہ میں شیخ طاہر سنبل کے پاس عبد اللہ بن سالم بصری کے قلم سے صحیح بخاری کے آٹھ نسخے دیکھے جو اپنی صحت ، مقابلہ ، ضبط اور خط کے اعتبار سے بڑے اعلیٰ نسخے تھے ، انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ وہ یہ نسخے لیکر آستانہ پہنچے تھے ، چنانچہ نسخہ امیر یہ (نواب صدیقی حسن کا طبع کرایا ہوا نسخہ فتح الباری شرح صحیح البخاری) ان ہی نسخوں سے تصحیح کر کے چھاپا گیا تھا اور سلطان عبد الحمید نے کچھ مطبوعہ نسخے مساجد اور خانقاہوں میں تقسیم کرائے تھے۔“

۴۔ رجب ۳۴۷ھ بروز دوشنبہ مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا اور جنت المعلاتہ میں دفن ہوئے ، انتقال کے وقت موصوف ۸۴ سال کے تھے۔ بعض اہل علم نے ”عِلم الحدیث تانا“ سے سال وفات نکالا ہے۔

ان کا حلقہ درس نہایت وسیع تھا۔ بعض نامور شاگردوں کے نام درج ذیل ہیں :

شہاب الدین احمد طوی۔ جوہری ملا الدین بن عبد الباقی المزجاجی الزبیدی۔ محمد بن حیات السدی۔ شیخ ابو طاهر کورانی محمد بن محمد بن سعید مکی۔ اسماعیل بن محمد بن عبد الہادی دمشقی۔ عید بن علی نرسمی شافعی۔ عبد الوہاب طندتائی۔ احمد باعتر احمد بن مصطفیٰ بن احمد سکندری نیز موصوف کے بھانجے عمر بن احمد بن عقیل علوی۔ عبد الرحمن بن عبد الرحمن حسینی۔ حسن جبرتی محمد بن اسماعیل الصنعانی جو الامیر سے مشہور ہیں، انھوں نے صنعار سے روایت حدیث کی اجازت طلب کی تھی۔ حسن بن عبد الرحمن باعیدید العلوی نے غنی سے روایت حدیث کی درخواست کی تھی۔ خیر اباد سے مصنفۃ اللہ بن الہداحنفی نے موصوف سے روایت حدیث کی اجازت مانگی تھی۔ قسطنطنیہ سے محمد بن حسن دمشقی نے اور دمشق سے شہاب الدین احمد بن عمر حنفی نے اجازت طلب کی تھی، یہی وہ مشہور تلامذہ ہیں جو سید مرتضیٰ بلگرامی ثم الزبیدی کی کتاب المرئی الکامل فیمن روى الباقی میں مذکور ہیں۔

ان کی تالیفات میں سے تین کتابیں زیادہ مشہور ہیں :

(۱) الضیاء الساری علی صحیح البخاری۔ یہ بخاری کی شرح تین جلدوں میں ہے اور مکمل نہیں ہے۔

(۲) الامداد لعلو الاسناد۔ یہ موصوف کا ثبت ہے یہ اس کا تاریخی نام ہے، یہ کتاب دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سے شائع ہو چکی ہے۔

(۳) مقدمۃ الضیاء الساری۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو :

(۱) انسان العین فی مشائخ الحرمین، ص ۱۲ و ۱۳ (۲) الانبیاہ فی سلاسل اولیاء اللہ (مخطوطہ)

(۳) حصر الشارح (مخطوطہ)۔ (۴) تاریخ الجبرتی، ج ۱۔ ص ۸۴۔

(۵) فہرست الفہارس، ج ۱۔ ص ۱۴۱ و ۱۴۲ (۶) اجد العلوم، ج ۳۔ ص ۸۵۵۔

(۷) ہدیۃ العارفین، ج ۱۔ ص ۲۷۹۔ (۸) اختصار النبلاء، ص ۲۸۰۔

(۲۴۱)

محمد نام اور سلسلہ نسب یہ ہے :

محمد بن محمد بن سلیمان بن الفاسی ابن طاہر السوسی الرودانی المغربی المالکی المسکی۔

۱۰۳۷ھ میں سوس، مغرب اقصیٰ کے تارودنت نامی گاؤں میں پیدا ہوئے شیوخ

مغرب میں سے شیخ ابو جہدی عیسیٰ کنانی، محمد بن سعید مرغینی، محمد بن ابی بکر دلائی وغیرہ سے علوم کی تحصیل کی اور حدیث و فقہ کی سند لی۔ شیخ الاسلام مفتی جزائر سعید بن ابراہیم قدرہ سے تصوف کے اشغال و اعمال کی تکمیل کی اور ان ہی نے موصوف کو خرقہ خلافت عطا کیا نیز شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ناصر درعی کے پاس رہ کر چار سال تک تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف کی تعلیم پائی، پھر مشرق میں بلاد اسلامیہ کا سفر کیا اور مصر کے نامور علماء شیخ نور الدین جہوری، شہاب الدین خفاجی، شہاب الدین قلیوبی، محمد بن احمد شوہری، شیخ سلطان وغیرہ سے استفادہ کیا اور روایت حدیث کی اجازت لی بعد ازاں حرمین آئے اور چند سال یہاں قیام کیا۔ نیز درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے

۸۱۰ھ میں مصطفیٰ بیگ کے ساتھ روم کا سفر کیا، اس موقع پر رطہ سے گذرتے ہوئے شیخ الحنفیہ محدث خیر الدین رملی سے اور دمشق میں نقیب شام سید محمد بن حمزہ اور محمد بن بدیع الدین بلقان حنبلی سے روایت حدیث کی اجازت لی، روم میں سال بھر قیام رہا۔ وزیر و امیر ہر ایک نے بڑا اکرام کیا اور بڑے انعامات سے سرفراز فرمایا۔ پھر مکہ معظمہ آئے تو ناظر امور حرمین مقرر ہو گئے اور ایک زمانہ تک اس ممتاز عہدہ پر فائز رہے۔ ان کا دیدار ایسا تھا کہ شریف مکہ بھی جو کام کرتا اس میں ان سے رائے لیتا تھا۔ جب وزیر مذکور کا انتقال ہو گیا تو اس عہدے سے ان کو معزول کر دیا گیا اور ۱۰۹۳ھ میں ان کو سلطان کا یہ حکم ملا کہ مکہ معظمہ چھوڑ کر بیت المقدس چلے جائیں۔ جس دن ان کو یہ پروانہ ملا عید الفطر کا دن تھا۔ شریف مکہ سعید بن برکات اور قاضی مکہ نے امتثال امر سلطانی پر اصرار کیا، مگر انھوں نے راستہ غیر مامون ہونے کا حذر پیش کیا اور حج کر کے اہل و عیال کو مکہ معظمہ چھوڑ کر دمشق آگئے۔ یہاں دمشق کے نقیب الاشراف عبد الکریم بن حمزہ کے پاس قیام فرمایا اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ اہل حجاز، اہل روم اور دمشقویوں نے ان سے بڑا فیض پایا۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے انسان العین فی مشائخ الحرمین میں موصوف کے علمی کمالات کا اظہار حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے:

حافظ حدیث بود و جامع فنون علم و	موصوف حافظ حدیث اور جامع علوم
ریاست دین و دنیا ہر دو جمع کردہ	وفنون تھے دین و دنیا کی سردار کھنیں
بود، خرقہ مدیبر داشت از	حاصل تھی، شیخ ابو مدین مغربی سے خرقہ

شیخ ابو بدین مغربی بحقیقت طریق تصحیح کتب
حدیث و نسخہ یونینیہ و اتقان در
معرفت آل بحرین و لے آوردہ است
استاد جہور اہل حرمین بود و یکے
از ثقات متبحرین گویند باسلام
بول رفتہ بود آنجا شخص نسخہ یونینیہ
می فروخت قدر شناسی و حرص علم
و لے را بر آں داشت کہ مبلغ کثیر
قریب سہ ہزار شخص صرف کرد و آں
را بدست آورد و بدال نسخہ شغف تمام
داشت ، گویند یکبار در مسجد الحرام
سبیل آمد و خوف غرق بر اہل انجا
مستولی شد محمد بن سلیمان زد نسخہ
یونینیہ بر سر نہاد و بطوان مشغول شد تا اگر
ویرانہ گاہ گیر و در احسن احوال باشد
ایں فقیر زیارت ایں نسخہ کردہ است
و چیزے در آں خواند ، شیخ تاج الدین
قلعی می گفت کہ چنانکہ شیخ محمد بن سلیمان
علم روایت بحمال داشت ، صناعات
عجیبہ و علوم غریبہ نیز می دانست
و مصداق قول حضرت حق تعالی و
زادہ بسلطۃ فی العلم والجسم افتادہ
بود و محفل معاش نیز بر کمال داشت
باخرصل و عقد مکہ معظمہ بوی افتادہ
و حاسبال راہ یافتند و شد انچہ شد

یونینیہ بھی رکھے تھے ، حقیقت میں طریق تصحیح
کتب حدیث ، نسخہ یونینیہ اور اس
کی معرفت میں اتقان کو حرمین میں
بھی لے کر آئے تھے — موصوف
تمام اہل حرمین کے استاد تھے ، کہتے ہیں کہ
ثقات متبحرین میں سے ایک شخص استنبول
گئے تھے وہاں کوئی شخص نسخہ یونینیہ بیچتا تھا
ان کی قدر شناسی اور علمی شغف کا چال
تھا کہ موصوف نے اس کو کثیر مقدار تقریباً
تین ہزار نقد دے کر حاصل کیا ، ان کو اس
نسخہ سے بڑی محبت تھی . کہتے ہیں ایک مرتبہ
مسجد حرام میں سیلاب آگیا اور وہاں کے
باشندوں کو بھی ڈوب جانے کا خطرہ ہو گیا
تو محمد بن سلیمان نے جلدی سے نسخہ یونینیہ کو سر
پر رکھا اور طوان میں مشغول ہو گئے کہ
اگر اتفاق سے کوئی حادثہ ہو جائے تو وہ
اچھی اور بہتر حالت میں ہے اس فقیر نے
اس نسخہ کی زیارت کی ہے اور کچھ اس میں
سے پڑھا بھی ہے ، شیخ تاج الدین قلعی فرماتے
تھے کہ جس طرح سے کہ شیخ محمد بن سلیمان
علم روایت میں کمال رکھتے تھے ، عجوبہ
کاری گری اور علوم سے واقف تھے اور اللہ
تعالیٰ کے ارشاد زادہ بسلطۃ فی العلم
والجسم کے صحیح مصداق تھے ، عقل حاش
بھی کمال پر تھی ، چنانچہ مکہ معظمہ میں حل و

واللہ اعلم۔ عقد کے آخری مراحل کا تعلق ان ہی

سے تھا، پھر حاسدوں کو راستہ مل گیا اور جو کچھ ہونا تھا سو ہوا۔

الانتباہ میں مذکور ہے :

شیخ محمد بن محمد بن محمد بن سلیمان مغربی منا صاحب صلتہ الخلف کہ غنیمت زمان خود بود و اتصال دارد با مشائخ مجربین و شیخ ابوطاہر بابن سلیمان ملاقات نکرده است و بالمشافہہ اخذ نہ کرده است بلکہ شیخ ابراہیم از دے برائے اولاد خود خرقہ در خوا کرد و اجازت مرویات او طلبید پس ابن سلیمان خرقہ فرستاد و اجازت نوشت۔

بالجملہ ابن عزیز ان بدو واسطہ یاسد واسطہ بطریق کشیرہ وجودہ متشاکمہ ملتفتہ شیخ زین الدین زکریا و جلال الدین سیوطی و شمس الدین سخاوی و عبدالحق سنبلطی و سید کمال الدین محمد بن حمزہ الحسینی و طبقة ایشان می رسد و ہر یک از ایشان سند و حاقط حدیث بودہ است رجال رجال سلسلہ ماچہ انانکہ مذکور شدند و چہ انانکہ مذکور نہ خواهند شد ہمہ شہود بودند بدین رسد و افادہ و تصانیف۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ حضرات دو تین واسطوں سے بہت سے سلسلوں کے ساتھ جو باہم ایک دوسرے سے وابستہ ہیں شیخ زین الدین زکریا، جلال الدین سیوطی، شمس الدین سخاوی، عبدالحق سنبلطی، سید کمال الدین محمد بن حمزہ الحسینی اور ان کے طبقہ تک پہنچتا ہوا ہیں ہر ایک سند اور حافظ حدیث جو ہمارے رجال کا سلسلہ جو مذکور ہوا اور جن کو ذکر نہیں کیا، وہ سب درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشہور ہیں۔

مجتبیٰ نے خلاصۃ الاثر میں موصوف کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے:

”الامام الجلیل المحدث الملقب بفرد الدنیا فی العلوم کلہا بین منطوقہا ومفہومہا والمالک لمجہولہا ومعلومہا“

حافظ سید عبدالحی کتانی فہرست الفہارس (ج ۱- ص ۳۱۸) میں رقمطراز ہیں:

ہو الامام المحدث المسند الرحال
فرد الدنیا فی العلوم وقوة المشاركة حکیم
الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان
ابن الفاسی و هو اسم له ابن طاهر السی
الردانی ثم المکی و فین و شق حب ال
فی المغرب الاقصی والادسط و دخل
مصر والشام والاسنانة والحجاز و
استوطنه و رؤس فیہ ولین التالیف
فی السنۃ الجمع بین الکتب الستہ
وغیرہ المسمی (جمع الفوائد لجامع
الاصول و مجمع الزوائد)
..... قال عنہ الشہاب احمد بن قاسم
البونی ان جمعا احسن جمع الہیتہ
وفہرستہ صلتہ الخلف بموصول السلف
نادرة فی بابہا جودہ واختیار ااد
ترتیباً لیس فی فہارس اہل ذلک
القرن المحادی عشر بالمشرق والمغرب
ایشاہا او یقار بہا عدی کنز الی
ہمدی الثعالبی فانہ اجمع و ادسح و
بالجملة ففہرستہ فیہا نفس المتقدمین
قال عنہ الشمس ابن عابدین فی غرر

وہ امام محدث، مسند، رحال،
علوم اور مناسبت علوم میں یگانہ روزگار
حکیم الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن
سلیمان بن الفاسی، اور یہ فاسی ان کا نام
ہے، ابن طاهر سوسی ردانی ثم مکی مدفون
دشق رحمۃ اللہ علیہ نے طلب علم کی خاطر
مغرب اقصی کا سفر کیا، مصر و شام آستانہ
اور حجاز تک پہنچے، حجاز کو وطن بنایا
اور یہیں سیادت حاصل کی، ان کی
تالیفات حدیث میں سے ایک کتاب
جامع صحاح ستہ ہے۔ جس کا نام جمع الفوائد
لجامع الاصول و مجمع الزوائد ہی اس کے
بارے میں شہاب الدین احمد بن قاسم بونی
کابیان ہو کہ ان کی جمع کردہ کتاب بتیمی کی جمع
کردہ کتاب بہتر ہے اور ان کی فہرست صلتہ
الخلف بموصول السلف اپنے موضوع
پر ترتیب، انتخاب اور خوبی میں عجیب و
غریب کتاب ہو گیا رہو یہ صدی ہجری کے
علماء کی فہرستوں میں سے مشرق و مغرب میں
اس جیسی یا اس کے لگ بھگ کوئی فہرست
نہیں ہے البتہ ابو ہمدی ثعالبی کی فہرست

اللّٰثِي اِنَّهٗ سَلَكَ فِيْهَا بِالْعَجَبِ الْعَجَائِبِ
 قَدْ عَلِمْتَ اَنْ
 الروايات سنة ۱۱۰۴ ھ وقد
 كنت اظن ان آخر من عاش من
 المجازين منہ الشيخ صالح الجنبيني
 الذي مات سنة ۱۱۰۷ ھ بدشق ثم
 وجدت في ترجمة مفتي المالكية
 بدشق المعمر ابی الفتح جمال الدين يوسف
 ابن محمد بن محمد بن يحيى المالكي الدمشقي
 المتوفى سنة ۱۱۷۳ ھ عن نحو تسعين
 من سلك الدرر انه احباز له المترجم
 فيكون آخر من عاش من
 المجازين منہ۔
 كنز الروايات اس سے جامع تراور وسیع تر
 کتاب ہے خلاصہ یہ ہے کہ ان کی ذات
 اس دور میں متدمار کی یادگار تھی
 شمس الدین بن عابدین نے عقود اللّٰثی
 میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ انھوں نے
 اس میں عجیب و غریب طریقہ اختیار کیا
 ہے..... مجھے معلوم ہے کہ روانی کا
 انتقال ۱۱۷۳ ھ میں ہوا ہے اور میرا یہ
 خیال ہے کہ ان کے اجازت یافتہ علماء میں سے
 جو آخری دور تک زندہ رہے وہ شیخ صالح
 جنبینی تھے جن کا انتقال ۱۱۷۳ ھ میں دمشق
 میں ہوا پھر میں نے سلك الدرر میں دمشق
 کے مفتی مالکیہ شیخ معمر ابوالفتح جمال الدين
 يوسف بن محمد بن محمد بن يحيى مالكي دمشقي
 المتوفى ۱۱۷۳ ھ کے تذکرہ میں جنھوں نے تقریباً نوے سال کی عمر پائی، پڑھا کہ ان کو بھی موصوف
 سے اجازت حاصل تھی لہذا اجازت یافتہ لوگوں میں سب سے آخر میں ان ہی کا انتقال
 ہوا ہے۔

موصوف کو فن ہدایت میں بھی کمال حاصل تھا، انھوں نے ایک نہایت عمدہ کردہ بنایا تھا
 جو پڑانے والوں سے نہایت اعلیٰ تھا اور وہ ہندوستان، یمن اور حجاز میں بڑا مقبول ہوا
 ۱۰۔ ذی قعدہ ۱۱۹۴ ھ میں بروز یکشنبہ دمشق میں انتقال ہوا اور نسخ قاسیون
 میں بمقام ایچیہ مدفون ہیں۔

موصوف کی تالیفات میں سے حسب ذیل کتابیں زیادہ مشہور ہیں:

(۱) جمع الفوائد من جامع الاصول وجمع الزوائد۔ یہ کتاب جامع الاصول اور مجمع الزوائد دونوں
 کا نہایت جامع اختصار ہے۔

(۲) التخریر اور شرح التخریر کا مختصر، ————— یہ کتاب موصوف کی وقت نظر اور تبحر

کی شاہد عدل ہے۔

- (۳) تلخیص المفتاح اور اس کی شرح کا مختصر۔ (۴) رسالہ ہیبت۔
 (۵) حاشیہ تسہیل۔ (۶) حاشیہ توضیح۔
 (۷) منظومہ فی علم المیقات وشرحہ۔ (۸) رسالہ علم العروض۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

- (۱) انسان العین فی مشائخ الحرمین، ص ۷۷ (۲) الانبیاہ فی سلاسل اولیاء اللہ مخطوطہ
 (۳) خلاصۃ الاثر، ج ۲ - ص ۲۰۴ تا ۲۰۸ (۴) فہرست الفہارس، ج ۱ - ص ۳۱۸

(۲۲۲)

محمد نام ابو الخیر کنیت ابن البار اور شمس الدین لقب ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے:
 محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن ابی بکر بن عثمان بن محمد السنجاوی القاہری الشافعی۔
 ربیع الاول ۸۳۱ھ میں تنجا رجومصر کی ایک چھوٹی سی بستی ہے، میں پیدا ہوئے،
 بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا اور رمضان میں تراویح میں سنا یا۔ پھر عمدۃ الاحکام، التنبیہ
 المنہاج، الفیہ بن مالک، الفیہ عراقی، شاطبیہ اور نخبۃ الفکر وغیرہ یاد کیں۔ جب کوئی
 کتاب یاد کر لیتے تو استادوں کو جا کر سنا تے تھے۔ علوم نقلیہ کی تحصیل مشائخ وقت سے کی
 تھی۔ تفسیر، حدیث، فقہ، عربیت اور تاریخ میں کمال ہم پہنچا یا۔ فرائض، حساب، اصول
 فقہ اور ہیبت سے بھی بے بہرہ نہیں رہے۔ سنجاوی نے حدیث کی تحصیل کم و بیش چار سو
 سے زیادہ شیوخ سے کی تھی۔ افتاء، اطوار اور تدلیس کی اجازت بھی بہت سے شیوخ سے
 حاصل تھی۔ سنجاوی نے طلب علم میں حلب، دمشق، بیت المقدس وغیرہ کا سفر بھی کیا
 تھا۔

۸۳۸ھ میں اپنے والد کے ساتھ حافظ ابن حجر عسقلانی سے حدیث کا سماع کیا اور اسی
 زمانہ سے ان کی مجلس درس میں شرکت کا آغاز ہوا چند ہی دنوں میں شیخ کی عظمت اور محبت
 ان کے دل میں گھر کر گئی، شیخ ابن حجر نے ان کے شوق و ذوق کو دیکھ کر ان پر خاص توجہ
 کی، ان کا گھر ان کے مکان کے پاس ہی تھا وہ بسا اوقات کسی خادم کو بھیج کر ان کو بلا لیتے تھے
 اسی وجہ سے ان کو آدروں کی بہ نسبت فسخ سے استفادہ کا زیادہ موقع ملا اور موصوف
 نے ان کی اکثر تصانیف کا سماع بھی ان ہی سے کیا، تذکرہ نگاروں کا اس امر پر اتفاق ہے

کہ اس باب میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے شاگردوں میں ان کا کوئی سہم و شریک نہیں۔
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا بھی یہی خیال تھا چنانچہ نجم الدین الغزی الکواکب السائرہ (ج ۱- ص ۵۳)
میں موصوف سے ناقل ہیں: ”ہو امثل جماعتی“ یعنی وہ میرے شاگردوں میں سب سے
زیادہ ممتاز ہیں۔

علامہ سخاویؒ نے عبد القادر الابار الحلبی کو جو سند دی تھی اس میں لکھا تھا کہ میں صحیح بخاری
کو ایک سو بیس شیوخ سے کم روایت نہیں کرتا۔ بعض سندوں میں ان کے اور حضور اکرم ﷺ
علیہ وسلم کے درمیان دس واسطوں سے زیادہ نہیں ہیں۔

انھوں نے شیخ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد والدین کے ساتھ حج کیا تو محدثین
حجاز میں سے محدث برہان الدین زمزمی، تقی الدین ابن فہد اور ابو السعادات بن ظہیرہ
وغیرہ سے بھی حدیثوں کا سماع کیا اور پھر قاہرہ آکر درس و تدریس کا شغل اختیار کیا۔
سے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا مصر میں عہدہ قضا بھی ان کو پیش کیا گیا مگر موصوف
نے اس کو قبول نہیں کیا، حفاظ حدیث میں ان کا شمار ہے اور فن جرح و تعدیل میں امام ہیں
بعض اہل علم کا قول ہے:

انتہی الیہ علم الجرح والتعدیل حتی فیصل
لم یکن بعد الذہبی احد سلک مسلک
علم جرح و تعدیل کی ان پر انتہا ہو گئی،
یہاں تک کہا گیا ہے کہ ذہبی کے بعد
کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا جو ان کی طرز
پر چلا ہو۔

یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اُس زمانہ میں تین ہم عصر علماء اور حفاظ
حدیث یکتائے روزگار تھے اور تینوں دیگر علوم میں مشارکت کے باوجود اپنے اپنے فن
میں اپنی نظیر آپ تھے۔ سخاویؒ علی حدیث کے ماہر تھے، حافظ دیکھی اسرار الرجال میں فرد
تھے اور سیوطی حفظ متون میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ موصوف کے متعلق جادو اللہ بن
فہد کا بیان ہے:

ان شیخنا صاحب الترجمة حقیق بما
ذکره لنفسه من الاوصاف الحسنة
بلاشبہ ہمارے شیخ صاحب تذکرہ نے جن
اوصاف حسنہ کا اپنے متعلق ذکر کیا ہے
وہ ان کے زیادہ لائق ہیں خدائے بزرگ

المتاخرین مثله و لیعلم ذلک من الملح
 علی مولفاتہ او شاہدہ و ہو
 عارف فقیہ منصف فی تراجمہ انہ انفسو
 بنفسہ فطار اسمہ فی الافاق و کثرت
 مصنفاتہ فیہ و فی غیریہ، طار صیبتہ
 شرقاً و غرباً شاماً و یمناً و لا اعلم
 الا ان من یعرف علوم الحدیث مثله
 و لا اکثر تصنیفاً و لا احسن و لذلک
 اخذ ہا عنہ علماء الافاق من المشائخ
 و الطلبة و الرفاق و لہ الید الطوی فی
 المعرفۃ بالعلل و اسماہ الرجال
 و احوال الرواۃ و المخرج و التعديل و
 الیہ یشار فی ذلک..... و لقد
 مات فن الحدیث من بعدہ۔

(النور السافر: ص ۲۱)

حاصل تھی اور اس فن میں ان ہی کی طرف اشارہ کیا جاتا تھا..... سجد ان کے
 بعد فن حدیث مر گیا۔

مورخ ابن ایاس، بدائع الزہور میں لکھتے ہیں:

کان الحافظ شمس الدین السخاوی عالماً
 فاضلاً بارعاً فی الحدیث و التاریخ
 و الف تاریخہ فیہ اشیا کثیرۃ
 من المساوی فی حق الناس ج ۲۔ ص ۳۳
 حافظ شمس الدین سخاوی عالم، فاضل
 حدیث اور تاریخ میں ماہر تھے۔ انھوں
 نے تاریخ میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں
 لوگوں کے حق میں بڑی زیادتیاں کی ہیں
 قاضی شوکانی، البدر الطالع (ج ۱۔ ص ۳۴۳) میں فرماتے ہیں:

السخاوی رحمہ اللہ و ان کان اماماً
 سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ بالاتفاق امام

غیر مدفوع لکنہ کثیر التماثل علی
اکابر اشرافہ کما یعرف ذلک من
طالع کتابہ الضور اللامع فانہ لایقسم
لہم وزابل لایسلم غالبہم من الخط
منہ علیہ و انما یعظم شیوخہ و تلامذہ
ومن لم یعرفہ من مات فی اول القرن
التاسع قبل موتہ وان کان من خیر
معرفہ لایرجو خیرہ ولا شرہ۔

فمن تھے لیکن اپنے اکابر ہمعصروں کے معاملہ
میں بڑے متعصب تھے، جو ان کی کتاب
نور اللامع کا مطالعہ کرے گا وہ اس
حقیقت کو جان لے گا کہ موصوف ان کے
حق میں توازن قائم نہیں رکھتے بلکہ اکثر
و بیشتر ان کی خط مرتبت سے نہیں بچ سکے
ہیں، یہ صرف اپنے شیوخ اور تلامذہ کا
توغطت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور جن کو
انہوں نے نہیں پہچانا اور وہ ان کی دقت
سے پہلے نویں صدی ہجری کے شروع میں وفات پا چکے، اگرچہ وہ غیر ملکی ہوں ان کے
متعلق ان سے خبر و شر کی توقع نہیں۔

حافظ سید مرتضیٰ مگر اجماعی ثم زبیدی، تاج العروس مادہ میں رقمطراز ہیں:

ومن المتأخرین الحافظ شمس الدین ابوالخیر
محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن ابی بکر السخاوی
الشافعی المعروف بابن البارود ولد سنة ۸۳۱
وسموات و مردیات و شیوخہ فی کثرة
و قد ترجم نفسه فی کتابہ الضور اللامع
والعن واجبا و هو احد من المتفقت
بمؤلفاتہ رحمہ اللہ تعالیٰ و جزاہ
عن المسلین خیرا۔

سے میں نے فائدہ اٹھایا ہے، اللہ تعالیٰ کی اُن پر رحمت ہو اور وہ ان کو مسلمانوں
کی طرف سے بہتر بدلہ دیں، آمین۔

۸۳۵ھ میں حج کیا اور حرمین میں کچھ عرصہ قیام فرمایا وہاں اپنی تصانیف وغیرہ پڑھ کر سنائیں
اور اطباء کی مجلسیں منعقد کیں، طلبہ کو اطلاع کرایا پھر ۸۳۵ھ میں حجاز گئے اور چھ سات برس حرمین
میں رہے، تین ہجینہ مدینہ منورہ میں گزارے ۸۹۲ھ میں پھر حج کیا اور تین برس حرم میں مقیم

رہے ، درس دیا۔ ۸۹۶ھ میں بھی حج کیا اور ۸۹۸ھ تک حرمین میں قیام فرمایا، ان ہی ایام میں مدینہ منورہ آئے اور رمضان کے روزے رکھ کر شوال میں مکہ معظمہ پہنچے ، کچھ عرصہ رہ کر واپس مدینہ آگئے اور یہیں ۲۸ شعبان ۹۰۲ھ میں بروز یکشنبہ ۱۷ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ دوشنبہ کو فجر کی نماز کے بعد نماز جنازہ ادا ہوئی اور جنت البقیع میں امام مالک کے پہلو میں دفن ہوئے

داصح رہے ، شیخ عباس قمی نے ، کتاب الکلی والانساب ، طبع نجف ۱۹۵۶ھ (ج ۲- ص ۲۸۴) میں بصرہ احت لکھا ہے کہ ”سخاوی کی نسبت سے متعدد شخصیتیں مشہور ہیں مگر حدیث و تاریخ میں جب سخاوی بولتے ہیں تو اُس سے موصوف ہی مراد ہوتے ہیں“
موصوف کی تالیفات میں حسب ذیل کتابیں زیادہ مشہور ہیں:

(۱) الابتہاج باذکار المسافر الحاج۔
(۲) الاتعاظ بالجواب عن مسائل بعض الوعاظ
(۳) المحیوۃ العلیہ عن المسائل التزییہ۔
(۴) الاجوبۃ المرضیۃ فیما سئل عن احادیث النبویہ۔

(۵) الاحادیث البلدانیات۔
(۶) الاحادیث الصالحی فی المصافحہ۔
(۷) الاحادیث المتباینۃ المتون والاسانید
(۸) الاحتفال بالاجوبۃ عن مائۃ سؤال۔
(۹) احسن المساعی فی الفیاح حوادث البقاعی
(۱۰) ارتقاء النظر فی اربعین حدیثاً
(۱۱) ارتقاء النظر فی اربعین حدیثاً
(۱۲) ارتیاح الاکباد باریاح نقد الاولاد۔
(۱۳) استجلاب ارتقاء الغرف بحب اقرباء الرسول ذوی الشرف۔

(۱۴) ارشاد الغادی بل اسعاد الطالب الراوی
(۱۵) الاصل الاصل فی تحریم النقل من التوراة والانجیل۔

(۱۶) الاعلان بالتویج لمن ذم اصحاب التاريخ۔
(۱۷) اقرب الوسائل الی الشائل۔
(۱۸) التماس السعد فی الوفا بالوعد۔
(۱۹) الامتنان بالخرس من دفع الافتنان۔

بالفسس۔

(۲۰) الامالی المطلقہ۔
(۲۱) انتقاد مدعی الاجتہاد۔
(۲۲) الانتہام فی ختم الشفاء للقاضی عیاض۔
(۲۳) الانتہام فی شرح الشفاء للقاضی عیاض۔
عیاض۔

(٢٣) الاهتمام بترجمة الكمال ابن الهمام - (٢٥) الاهتمام بترجمة النحوي الجبال ابن هشام -

(٢٦) الاشارة ببذرة من حقوق الجار - (٢٧) الايضاح الرشدين النخعي في الكلام على

حديث حبيب من دياكم الى

(٢٨) الايضاح في شرح الاقتراح - (٢٩) الايضاح والتبيين في مسئلة التلقين

(٣٠) الايناس بنقاب العباس - (٩) بذل المجهود لحتم السنن لابن داود -

(٣١) البستان في مسئلة الاختلاف - (٣٢) بذل الحمة في احاديث الرحمة -

(٣٣) بغية الراغب للتمحي في ختم سنن ابى داود رواية ابن اسنى -

(٣٤) بغية الراوى فيمن اخذ عن السخاوى (٣٥) بغية العلمار والرواة في ذيل الطبقات

لابن الجزرى -

(٣٦) بلوغ الامم بتلخيص كتاب الدارقطنى (٣٧) بغية العلمار والرواة في ذيل الطبقات

فى العلل -

(٣٨) تاريخ المحيط -

(٣٩) تجديد الذكر في سجود الشكر -

(٤٠) تحرير المقال في الكلام على حديث كل

امرؤى بال -

(٤١) تحريك الفتى الواجد لبنار الجوامع

والمساجد -

(٤٢) تحفة السائل باجوبة المسائل -

(٤٣) تحزيج الاربعين النووية -

(٤٤) التوجه للرب بدعوات الكرب -

(٤٥) الشجر الباسم في صناعة الكتاب والكتابة

(٤٦) الجمع بين شريكتي الالفية لابن المصنف و

ابن عقيل -

(٤٧) الجواهر المكمل بالاحاديث المسلسلة -

(٤٨) الجوهرة المزهرة في ختم التذكرة للقرطبي -

(٤٩) الجواهر المجموعة والنوادر المسموعة -

(٥٠) الجواهر الدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر -

(٥١) الجواهر المجموعة والنوادر المسموعة -

(٥٢) الجواهر الدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر -

(٥٣) الجواهر الدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر -

(٥٤) الجواهر الدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر -

(٥٥) الجواهر الدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر -

(٥٦) الجواهر الدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر -

(٥٧) الجواهر الدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر -

(٥٨) الجواهر الدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر -

(٥٩) الجواهر الدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر -

(٦٠) الجواهر الدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر -

(٦١) الجواهر الدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر -

(٦٢) الجواهر الدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر -

(٦٣) الجواهر الدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر -

(٦٤) الجواهر الدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر -

(٦٥) الجواهر الدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر -

(٦٦) الجواهر الدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر -

(٦٧) الجواهر الدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر -

(٦٨) الجواهر الدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر -

(٦٩) الجواهر الدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر -

(٧٠) الجواهر الدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر -

(٧١) الجواهر الدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر -

(٧٢) الجواهر الدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر -

(٧٣) الجواهر الدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر -

- (٦١) النصال الموجبة للضلال - خير الكلام وذيل التام بدول الاسلام للذهبي -
- (٦٢) دفع التلباس في ختم سيرة ابن سيد الناس (٦٣) دفع التلباس ورفع التجنيس عن الذيل للطاهر النفيس -
- (٦٤) ذيل رفع الامر عن قضاة مصر - (٦٥) تجريد في المداير للقاضي عياض -
- (٦٦) الرأى المصيب في المورد على الترغيب (٦٧) رجحان الكلف في مناقب اهل الصفة (٦٨) الرحلة الاسكندرية -
- (٦٩) الرحلة المكية - (٧٠) الرحلة الحلبية -
- (٧١) رفع العتلق والاراق لمجمع المبتدعين من الفرق - (٧٢) رفع الشكوك في مفاخر الملوك -
- (٧٣) السر المكتوم في الفرق بين المال المحمود والمذموم - (٧٤) السيرة القومية في الطب النبوي -
- (٧٥) الشافي من الالم في وفيات الالم - (٧٦) السيف القاطع في التاريخ -
- (٧٧) الضوء اللامع في اعيان القرن التاسع - (٧٨) شرح تقريب التيسير -
- (٧٩) طبقات المالكية - (٨٠) طبقات المالكية -
- (٨١) عمالة الضرورة والحاجة عند ختم السنن لابن ماجه - (٨٢) عمدة الامحاب في معرفة الالقاب -
- (٨٣) العقد الثمين في مشيخة خطيب المسلمين - (٨٤) عمدة القاري والسامع في ختم الصحيح الجامع للبخاري -
- (٨٥) عمدة المحتج في حكم الشترنج - (٨٦) عمدة الناس في مناقب سيدنا العباس -
- (٨٧) الغاية في شرح منظومة الجزري للهداية - (٨٨) غنية المحتاج في ختم صحيح مسلم بن الحجاج -
- (٨٩) فتح القسري في مشيخة الشهاب العقبى - (٩٠) فتح المغيبي بشرح الفقيه الحديث للعراني -
- (٩١) الفخر العلوي في مولد النبوي - (٩٢) الفرجة بكاتبة الكاطية التي ليس فيها للمعارضة حجة -
- (٩٣) الفوائد الجلية في الاسماء النبوية - (٩٤) قرة العين بالشواب الحاصل للميت والابوين -
- (٩٥) القناعة فيما تمس اليه الحاجة من اشراط الساعة - (٩٦) القول الاتم في اسم الاعظم -
- (٩٧) القول البار في تكملة تخريج ابن حجر للاذكار -

(۹۸) القول البديع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع - (۹۹) القول التام فی فضل رمی السہام -
 (۱۰۰) القول المألوف فی الرد علی منکر المعروف - (۱۰۱) القول المبین فی ترجمۃ القاضي عضد الدین
 (۱۰۲) القول المتین فی تحسین النطن بالمخلوقین - (۱۰۳) القول المرتقی فی ترجمۃ البیہقی -
 (۱۰۴) القول المرتقی فی ختم دلائل النبوة للبیہقی - (۱۰۵) القول المسطور فی ازالة الشور -
 (۱۰۶) القول المختبر فی ختم النسائی بروایۃ ابن حجر - (۱۰۷) القول المہود فیما علی اہل الذمۃ
 من المہود -

(۱۰۸) القول المفید فی ایضاح شرح العمدۃ لابن دقین العید -
 (۱۰۹) القول المنبہ عن ترجمۃ ابن العربی - (۱۱۰) القول النافع فی بیان الساجد والجوا
 (۱۱۱) کفایۃ فی طریق الہدایۃ - (۱۱۲) الکلام علی حدیث الخاتم -
 (۱۱۳) الکلام علی قص النظر - (۱۱۴) الکلام علی المیزان -
 (۱۱۵) الکنتز المدخر فی فتاویٰ ابن حجر العسقلانی (۱۱۵) اللفظ النافع فی ختم کتاب الترمذی
 الجامع -

(۱۱۶) ما فی البخاری من الاذکار والارشاد والموعظة لراعم رویۃ النبی صلعم بعد موتہ فی یقظہ -
 (۱۱۷) معجم الشیوخ - (۱۱۸) المفخرة بین دمشق والقاهرة -

(۱۱۹) المقاصد المنة فی کثیر من الاحادیث المشہورۃ علی الالسنۃ -
 (۱۲۰) المقاصد المتبارکۃ فی ایضاح الفسرة الہیالکۃ -
 (۱۲۱) المنہل البدیع فی الصلوٰۃ علی النبی الشفیع (۱۲۲) المنہل العذب الرودی فی ترجمۃ النو
 (۱۲۳) نظم اللال فی حدیث الابدال - (۱۲۴) النغۃ المسکۃ والاجوبۃ المکیۃ -

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔

(۱) الضوء اللامع، ج ۸ - ص ۲ تا ۳۲ - (۲) تاریخ ابن ایاس، ج ۲ - ص ۳۲۱ -
 (۳) الکواکب السائرۃ، ج ۱ - ص ۵۳ و ۵۴ نیز اشاریہ جلد سوم -
 (۴) التور السافر، ص ۱۶ تا ۲۱ - (۵) شذرات الذهب، ج ۸ - ص ۵ تا ۱۴ -
 (۶) تاج العروس، مادہ (س خ و) - (۷) البدر الطالع، ج ۲ - ص ۸۴ تا ۱۸۷ -
 (۸) فہرست الفہارس، ج ۲ - صفحہ ۳۳۵ تا ۳۳۸ - (۹) ہدیۃ العارفین، ج ۲ - ص ۲۱۹ -

(۲۲۳)

عبدالحق نام شرف الدین لقب اور ابن عبدالحق عرف ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:
عبدالحق بن محمد بن عبدالحق السنباطی القاہری الشافعی۔

موصوف جہادی الاولیٰ ۸۲۲ھ میں سنباط (مصر) کے اندر پیدا ہوئے اور یہیں قرآن مجید حفظ کیا، منہاج یاد کی ذی القعدہ ۸۵۸ھ میں موصوف کے والد ماجد ان کو قاہرہ لے آئے، یہاں انہوں نے العبد، الفیہ، شاطبیہ، تلخیص، فرائض جبرییہ اور خزر جبریاہ دیکھیں اور قراءت کی تحصیل کی، نامور محدثین سے حدیث کا سماع کیا، جن میں کمال الدین ابن الہمام حنفی، شیخ امین الدین اقصرانی، محی الدین کافی، تقی الدین شمس، تقی الدین حصکفی، شہاب الدین سکندری، جلال الدین محلی، علم الدین، صالح بن عمر بلقینی زیادہ مشہور ہیں۔

مسندہ وقت ائم عبد الرحمن مای خاتون سبجو قاضی علاء الدین ابن البہار ابی البقاء محمد السبکی کی دختر نیک اختر تھیں جن کو شیخ ابو عبد اللہ محمد ابن الفخر بعلی سے سماع حاصل تھا، منن ابن ماجہ کا سماع کیا تھا، نیز موصوف کو شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی، بدر الدین عینی اور عز الدین ابن فرات وغیرہ سے بھی روایت حدیث کی اجازت حاصل ہے۔ افتاء اور تدریس کی اجازت بہت سے شیوخ سے حاصل تھی۔ جب والد کے ساتھ حج کیا تو حرمین میں اکابر شیوخ سے حدیث کا سماع کیا۔

حدیث، فقہ اور اصول وغیرہ میں ان کو امامت کا درجہ حاصل تھا، اکتساب علم کے بعد موصوف ہمدن درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ نجم الدین غزی، الکوالب السائرة ج ۱۔ ص ۲۲۱ میں رقمطراز ہیں:

کان جلدانی تحصیل مکبا علی الاشتغال	تحصیل علم میں بڑے باہمت تھے اور علم ہی
حتی برج وانتهت الیہ الریاستہ	میں شہنشاہ رہے، یہاں تک کہ اس میں خلیفہ
بصر فی الفقه والاصول والحدیث	ہو گئے، اور مصر کے اندر فقہ، اصول اور
وکان عابد متواضعا طارما للکلف من	حدیث میں ریاست ان پر ختم ہو گئی تھی مگر
رأہ شہد فیہ الولایۃ والصلا	متواضع، تکلف سے برطرف تھے جس نے
قبل ان یخالفہ، اخذ عنہ شیخ	ان کو صرف دیکھا اور ان کے ساتھ میل جول
الاسلام فیما بلغنی والعلما	نہیں کیا تھا اس نے بھی ان کے صلاح و تقویٰ

بر الدین العسلائی و ولدہ الشیخ
الفاضل العلامة شہاب الدین
احمد و الشیخ عبد الوہاب الشبراوی
و القطب المسکی الحنفی وغیرہم۔
کی شہادت دی ہے۔ مجھے خبر پچی ہو کہ ان سے
شیخ الاسلام نے بھی سند لی اور علامہ بر الدین
عسلائی اور ان کے فرزند فاضل علامہ شیخ شہاب
الدین احمد اور شیخ عبد الوہاب شبراوی
اور قطب الدین مسکی وغیرہ نے حدیث پڑھی

موسوف نے جامع ازہر میں پڑھایا ہے، اور یہ یہاں کے بہترین مدرسوں میں سے تھے،
مورخ سخاوی کا بیان ہے "موسوف اپنے وقت میں سب سے اچھے مدرس تھے۔"

۸۸۷ھ میں حج کیا اور سال بھر مکہ معظمہ میں قیام رہا۔ مسجد الحرام میں طلبہ کو مختلف علوم
و فنون کا درس دیا، سال بھر مدینہ منورہ میں رہے، یہاں بھی بہت سی کتابیں پڑھائیں اور حجرہ
نبوی کے سامنے حدیث کا درس دیا۔ پھر ایک سال مکہ میں رہے یہاں یہ سلسلہ بدستور قائم رہا
بعد ازاں جامع ازہر میں درس دیا۔

۸۹۱ھ میں پھر حج کیا اور ایک سال تکہ حجاز میں قیام فرمایا اور مختلف علوم و فنون کا
درس دیا پھر قاہرہ اگر صنعت پیری کے باوجود حدیث و فقہ کے درس میں مشغول رہے ابن ہند کا
بیان ہے:

واقام بالقاہرۃ یدرس الفقہ والحجۃ
وکنت احد القراء علیہ ثل لا
ساعة من النهار مع ضعف بالمرض وکبر
سنہ وکثرة عائلۃ وقلۃ ما
بیدہ..... ثم رجع المسکۃ
فانتفع بہ حلائق لا یحصون فافند
الناس عنہ طبقة بعد احسنی و
الحق الاحقاد بالاجداد واجتمع
فیہ کثیر من الخصال الحمیدۃ
کا لعبادة والعلم والتواضع والعلم
وصغار الباطن والتشفت وطرح التكلف
انہوں نے قاہرہ میں سکونت اختیار کی فقہ
اور حدیث کا درس دیا میں بھی ان سے پڑھنے
والوں میں سے تھا، کمزوری، بیماری،
عیال داری، تنگ دستی اور بڑھاپے کے باوجود
ان کی کوئی گھڑی خالی نہیں رہتی تھی پھر
مکہ معظمہ واپس آ گئے..... تو بے شمار
مخلوق نے ان سے فائدہ اٹھایا اور لوگوں
نے ان سے طبقہ بعد طبقہ علوم حاصل کئے
اور انہوں نے بچوں کو دادوں سے ملایا انہیں
بہت سی عمدہ خصلتیں جمع ہو گئی تھیں جیسے عبادت
علم تواضع، حلم، صفائی باطن، زہد و بے تکلفی

بحث علم ہذا میں طبع کل من اجمع بہ ولا
زال علی حبائلہ وعظمتہ الی ان توفی رحمہ
اللہ۔
د النور السافر، ص ۱۵۴)
اس طرح جو بھی ان کے ساتھ بیٹھا اٹھا
وہ یہ جان گیا کہ یہ باتیں ان کی طبیعت
ثانیہ تھیں، ہمیشہ اپنی وضع داری اور عظمت
پر قائم رہے تا آنکہ ان کا انتقال ہو گیا اللہ
تعالیٰ کی ان پر رحمت نازل ہو۔

عبد القادر العیدروسی لکھتے ہیں: ”بالجملة فانه كان بقیة شیوخ الاسلام وصفاة العلماء
الاعلام“

محدث نجم الدین غمیلی نے جو سند شیخ ابوالسعود محمد حسنی کو دی ہے اس میں موصوف کا ذکر
ان الفاظ سے کیا ہے:

”شیخنا شیخ الشیوخ ذوالکمین والرسوخ شرف الدین عبدالحق السنباطی الشافعی
مولده سنة اثنتين واربعين وثمانمائة ووفاته سنة احدى وثلاثين و
تسميته بمسكة المشرفة ومن مشائخه بالاجازة الحافظ ابن حجر والبدرد العینی الحنفی
و شیخ الشیوخ ہمارے شیخ صاحب مرتبہ ووقار شیخ شرف الدین عبدالحق سنباطی شافعی
ہیں، ان کی ولادت ۸۲۲ھ میں اور وفات ۹۳۱ھ تک مکہ میں ہوئی ہے، ان کے
شیوخ اجازت میں سے حافظ ابن حجر اور بدر الدین عینی حنفی ہیں۔“

نجم الدین غمیلی کا ثبت کتب خانہ پیرچھنڈو میں موجود ہے۔

۹۳۱ھ میں مع اہل و عیال مکہ معظمہ ہجرت کر گئے اور داینبی فہد میں آکر ٹھہرے آرزو
یہ تھی کہ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں موت آئے، جمادی الاولیٰ میں مدینہ گئے اور رجب کے آخر تک
وہیں رہے پھر مکہ معظمہ آئے ۱۸ شعبان کو بخار چڑھا اور بارہ روز تک چڑھا رہا، آخری تین دن میں
ذکھ کھایا پایا اور نہ بات کی، وفات کے وقت آنکھیں کھولیں، کلمہ پڑھا، غزوة رمضان کو شب
جمعہ میں روح نقی عنقریب سے پرواز کر گئی، جمعہ کی نماز کے بعد خاتہ کعبہ کے دروازہ پر ان
کے فرزند شہاب الدین نے نماز جنازہ پڑھائی اور شعب نور کے اندر جہاں حضرت عبداللہ بن زبیر
رضی اللہ عنہما کی نش مبارک کو لٹکایا گیا تھا وہیں حافظ تقی الدین ابن فہد اور نجم الدین ابن فہد
کے پہلو میں دفن ہوئے، ابن فہد کا بیان ہے:

حزن الناس طبع کثیر افانہ خاتمة المسدین
لوگوں کو ان کی وفات کا بڑا صدمہ ہوا کیونکہ

والعصر ابقاؤ فتجاوز التسعين مسدين اور قرار ميں ان کی آخری شخصیت
(الکواکب السائرہ : ج ۱ - ص ۲۲۳) تھی، موصوف نوٹس سے گزر چکے تھے۔
موصوف کے تین فرزند تھے اور تینوں متقی اور عالم تھے، متورخ نجم الدین غزی، محدث
ملائی کی تاریخ سے ناقل ہیں؛

خلف ثلاثہ بنين رحبالا متابعه انھوں نے اوپر تلے کے تین فرزند چھوڑے
معلم عطاء فضلہ غیبر ان تھے جو صلح، فاضل اور دانشمند تھے
اوسلمہ الشیخ شہاب الدین فضل جن میں سے منجملہ شیخ شہاب الدین سب
بنیہ و دوزر الشیخ محبت الدین لڑکوں میں افضل تھے اور ان سے کمتر
شیخ محبت الدین تھے۔

موصوف کے حالات کے لئے دیکھو:

- (۱) الکواکب السائرہ، ج ۱ - ص ۲۲۱ - (۲) النور السافر، ص ۱۵۴۔
(۳) شذرات الذمب، ج ۸ - ص ۱۴۹ - (۴) نیرس الفہارس، ج ۲ - ص ۳۴۳۔

(۲۲۴)

محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت اور کمال الدین لقب تھا، سلسلہ نسب یہ ہے :
محمد بن حمزہ بن احمد بن علی بن محمد بن علی بن الحسن بن حمزہ الحسینی الدمشقی الشافعی۔
جمادی الاولیٰ ۵۵۸ھ میں پیدا ہوئے، اپنے والد سید حمزہ، ماموں نجم الدین اور شیخ
تقی الدین ابن قاضی مجملوں وغیرہ سے علوم منقولہ اور منقولہ کی تحصیل کی پھر مصر میں آکر
اکابر شیوخ سے پڑھا۔ قاضی بدر الدین بن قاضی شہبہ نے افتاء اور تدریس کی اجازت
دی، ان کے والد نے حافظ ابن حجر عسقلانی سے موصوف کے لئے روایت حدیث کی اجازت
چلی لی تھی اسی وجہ سے موصوف حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے براہ راست روایت
کرتے ہیں۔ فقہ، حدیث اور اصول وغیرہ میں ان کو بڑا کمال حاصل تھا، دمشق میں درس
دیتے تھے دار العدل دمشق میں قضاء کے فرائض بھی انجام دیتے مگر ایک فتوے کے سلسلہ
میں اس جہد سے سبکدوش ہو گئے۔ جامع اموی میں تدریس کا منصب بھی ان کے سپرد
تھا اور بھی لگتی مشہور درس گاہوں میں درس دیا۔ قاہرہ میں بھی انھوں نے مسند درس کو زینت
بخشی، غرض ہر جگہ ان سے فیض پہنچا۔ متورخ نجم الدین المغزی الکواکب السائرہ، ج ۱

ص ۴۲ میں رقمطراز ہیں:

صار احد الشيوخ المتول عليهم
من الشافعية بد مشق فقہا و اصولا
وعربية وغير ذلك ودلى افتار
دار العدل بد مشق وقصد الطلبة
وكان جامعاً مع حبلا و جهابة و
برينة حسنة وكان يعترى في
درس بسكينة وثبوت و ادب و
اعتدال مع حل المشكلات و راحة
التصحيح و تخرج به الطلبة
بد مشق و القامرة و ما والاها و كان
يدرس و يفتي و آخر انزل
الافتار و كان قليل
الاعتزاز من على الحكام في امر العامة
و عاش عيشة هنيئة نقية و كان
يتوود الى اهل الصلاح

د مشق کے اندر فقہ اصول اور عربیت وغیرہ
میں شافعیہ کے قابل اعتماد آئمہ میں سے تھے
د مشق میں عدالت کے اندر افتاء کے منصب
پر فائز تھے طلبہ ان ہی کا ارادہ کر کے آتے
تھے۔ موصوف جلال، ہیبت اور ہیبت
حسد کے ہامع تھے، درس میں حل
مشکلات ادب، وقار اور نہایت سکون
سے کرتے تھے اور صحت کے لئے مراجعت
بھی کرتے جاتے تھے، دمشق، قاہرہ اور
ان کے اطراف میں طلبہ ان ہی سے پڑھا
موصوف درس بھی دیتے تھے اور فتوے بھی
..... اخیر عمر میں فتوے دینا چھوڑ دیا تھا۔
عوام کے معاملے میں حکام پر بہت کم اعتراض
کرتے تھے بڑی پاک صاف اور خوش گو اور
زندگی گذاری اور اہل صلاح سے بڑی محبت کرتے تھے

شیخ نجم الدین غلی نے جو سند شیخ ابوالسعود محمد حسنی کو دی ہے اس میں موصوف نے اپنے
شیوخ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے:

« شيخنا الاصيل المتقن شيخ الاسلام بد مشق الشام السيد الشريف كمال الدين محمد بن حمزة
الحسيني الدمشقي سبط المحافظ الحسيني مولده في حدود الخمسين وثمانمائة ووفاته بعد
الثمانين وتسعمائة و اقام بيسادة »

شیخ نجم الدین غلی کا ثبت کتب خانہ پر چھٹو (ضیاء الدین) میں محفوظ ہے اور ہمارے مطالعہ
سے گزر چکا ہے، اسی سے ہم نے یہ عبارت نقل کی ہے۔

۹۳۱ھ میں وزیر اعظم ابراہیم پاشا جب دمشق میں آیا تو اس نے آپ کا وظیفہ مقرر کر دیا

۱۳۔ رجب ۱۳۳۳ھ میں موصوف کا انتقال ہو گیا، جامع اُموی میں نماز جنازہ پڑھی گئی۔
اور مقبرہ باب الصغیر میں اپنے ماموں شیخ الاسلام تقی الدین ابن قاضی عجلون کے پہلو میں دفن
ہوئے۔ (الکواکب السائرہ، ج ۱۔ ص ۲۰ تا ۲۶)

(۲۲۵)

محمد نام اور وفد اللہ لقب ہے، سلسلہ نسب یہ ہے :
محمد بن محمد بن محمد بن سلیمان الردانی ثم المکی الماکلی۔
موصوف نے علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تحصیل اپنے والد شیخ محمد مکی مالکی اور اس دور کے نامور
محمد ثنین سے کی تھی۔ علوم دینیہ میں بصیرت حاصل ہو جانے کے بعد درس و تدریس کا شغل
اختیار کیا، مگر منظر میں مسجد حرام کے پاس رہتے اور حرم میں آکر درس دیتے تھے، دورِ حاضر کے
بعض علماء نے اس نام کی شخصیت کے وجود سے انکار کیا ہے جس کی تردید کرتے ہوئے حافظ
سید عبدالحی کتانی موصوف کے والد شیخ محمد الردانی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں :

کان للمرحوم ولد اسمه محمد و	صاحب تذکرہ محمد بن سلیمان الردانی کے ایک
لقبہ وفد اللہ (متصل) بہ من	فرزند تھے جن کا نام محمد اور لقب وفد اللہ
طریق ولی اللہ الدہلوی عنہ عن آتہ	تھام بھی ان سے روایت حدیث کا سلسلہ
ولغیرا بہ ترجمتہ بل جورہا	شاہ ولی اللہ دہلوی از محمد از محمد بن محمد
انکر وجودہ بعض من تعیناہ بالمشرق	ابن سلیمان ردانی متصل رکھتے ہیں موصوف
قالا لعل رجب وغل الہند نسب نفسہ	کا تذکرہ مشہور و معروف نہ ہونے کی وجہ
الی الردانی ولكن قد عرفت وعرف	سے بلکہ ان کے حالات سے ناواقفیت کی
بہ وترجمہ الکاتب المورخ النساب ابو محمد	وجہ سے بعض علماء نے جن کے ہم مشرق ہیں
عبد القادر المدعو الجیلانی اسحاقی	نے ان کے وجود ہی کا انکار کر دیا ہے اور
من اعیان الدولۃ الاسماعیلیۃ المغربیۃ	یہ کہا کہ ممکن ہے وہ ایک شخص جو ہندوستان
فی رحلتہ المجازیۃ الی دون فیہا	سے آیا تھا اس نے اپنے آپ کو ردانی سے
حجۃ الامیریۃ خناثہ بنت بکار زوجۃ	نسبت دینے کی خاطر ایسا کیا ہو، اس نے
سلطان المغرب المولی اسماعیل	ان کو بھی متعارف کرایا اور خود بھی متعارف
ابن الشریف العلوی قال وحق تعیناہ	ہوا حالانکہ ابو محمد عبد القادر جو جیلانی تھا

بالمسجد الحرام و ذکر رت جالستنامہ النقیصۃ
الوجیہ السری النزیہ الید محمد بن
الغفیر العلامة الرحالہ الورع الزاہد السید
محمد بن سلیمان الروانی و ولدہ ہذا دار
قرب المسجد الحرام و رہا من ابیہ صنف
للحرم الشریف توسیعت فی النسبۃ الی سوس
بالکلیۃ ۵

و المبد الانسان غیر الموانق

ولا اهل المادون غیر الصدائق

مذکرانہ وقف مهم فی شراہ دارنہ الشیخ عبداللہ
ابن سالم البصری تجسہا الامیرۃ المذکورۃ
انظر الجزء الاول من الرحلۃ المذکورۃ
و ہو موجودۃ بخزانۃ القسردین
بقاس و من شیوخ محمد و فد اللہ
المذکور و دن والدہ الجمعی والبصری
و یروی الاحزاب القادریۃ و الشاذلیۃ
و النوویۃ و المشیشیۃ و الزورقیۃ عن محمد
بن احمد العیاشی عن شارح الولیفۃ الزرقانیۃ
عبدالرحمن بن احمد العیاشی عن حمزۃ بن
ابی سالم عن ابیہ۔

سے مشہور ہیں منشی مورخ نساب اور مملکت
اسلمیلہ مغربہ کے حامد میں سے تھے انہوں نے
ان کا تذکرہ اپنی رحلۃ حجازیہ میں کیا جس
میں انہوں نے رئیس مختار بنیت بکار جو
سلطان مغرب مولی اسماعیل ابن الشریف
علوی کی بیگم تھیں کے حج کے حالات قلم بند کئے
ہوئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان علماء میں جن سے
ہم نے مسجد حرام میں ملاقات کی اور جن کی مجال
میں بارہا حاضری کا شرف حاصل ہوا وہ جہت
و شریعت، قدسی صفات سید محمد جو فقیہ و
علامہ، رحالہ، پاکباز، زاہد سید محمد بن سلیمان
روانی کے فرزند تھے اور علامہ روانی کے ان
فرزند کا مکان مسجد حرام کے پاس تھا جو ان
کو اپنے والد ماجد کی میراث میں ملا تھا اور
حرم شریف سے بالکل ملا ہوا تھا، یہاں اگر
سوس کی نسبت بالکل فراموش ہو گئی تھی
تا موانق اور ناسازگار شہر انسان کا شہر
نہیں ہے اور قریب رشتہ دار بھی نہیں ہو سکتے
دوستوں کے اور ان ہی نے ذکر کیا کہ وہ جہاں
ابن سالم کے ورنہ سے مکان کی خریداری میں

ان کے معاون رہے تھے تاکہ اس میں تحسین موصوفہ کو ٹھہرایا جاسکے، ملاحظہ ہو رحلہ مذکور
کی جلد اول جو قروین کے کتب خانہ میں محفوظ ہے محمد و فد اللہ مذکور کے شیوخ میں سے ان کے
والد کے علاوہ جمعی اور بصری بھی ہیں، موصوفہ احزاب قادریہ، شاذلیہ، نوویہ، مشیشیہ
اور زورقیہ از محمد بن احمد عیاشی از شارح و ولیفہ زورقیہ عبدالرحمن بن احمد عیاشی از حمزہ بن ابی سالم
شاہ ولی اللہ و لہوی انسان العین (ص ۷) میں فرماتے ہیں:

ایہ فقیر از محمد و فدا اللہ ابن شیخ مذکور اجازت
 جمیع مرویات والدش حاصل کردہ بحق ہند
 وحن والدہ تشراف و سماح و اجازت و
 نیز مولا یحییٰ بن یحییٰ بن ماسد برائش
 خواندم بحق ساعد مجبوسہ من ای الشیخ
 حسن البجیمی وغیرہ من المشائخ والحمد
 للہ
 شیخ مذکور کے فرزند شیخ و فدا اللہ کو ان کے والد
 کی تمام مرویات از راہ قرأت و اجازت جو
 انہیں اپنے والد سے حاصل ہو یہ فقیر (ولی اللہ)
 بھی ان کا مجاز ہے اور مولا ہر وایت یحییٰ بن
 یحییٰ میں نے پوری ان ہی سے پڑھی ہے
 جو انہوں نے شیخ حسن البجیمی وغیرہ مشائخ
 سے پوری تھی و الحمد للہ علی ذلک۔

موصوف کے حالات کے لئے دیکھو:

(۲) فہرس الفہارس، تذکرہ محمد بن محمد بن سلیمان
 الروانی، (ج ۱- ص ۳۲۰ و ۳۲۱)

(۱) انسان العین، ص ۷

(۲۴۶)

حسن نام ابو محمد کنیت، بدر الدین لقب، النسابة اور الشریعت النسابة عرف ہے، سلسلہ نسب
 یہ ہے:

حسن بن محمد بن ابوب بن محمد بن حسن بن اوریں بن حسن بن علی بن علی الحسنی الحسنی القاہری
 الشافعی۔

موصوف ^{۱۳۹۵ھ} کے اواخر میں قاہرہ میں پیدا ہوئے اور یہیں تعلیم و تربیت پائی۔ پہلے
 قرآن مجید حفظ کیا پھر جارج ازہر کے امام فخر الدین غریب سے قرأت کی تعلیم حاصل کی۔ شیخ ابن اسحاق
 یجوری، بلقینی، ابن الملقن، بدر الدین طنبزی جیسے فقیہان روزگار سے فقہ پڑھی اور محدث
 صلاح الدین زہاوی، علاوی، سویداوی، غاری، مراغی، ابن الشحہ، تنوخی، زین الدین
 عراقی، قاضی ناصر الدین جنلی اور اپنے چچا بدر الدین النسابة، ابن الجزری، شمس الدین
 برماوی، ولی عراقی، شہاب الدین بلماخی اور ابن حجر سے حدیثوں کی سماعت کی موصوف
 حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا بڑا احترام کرتے اور ان کی مجلس درس میں اکثر حاضر ہوتے تھے
 ان کو محدث ابو عبد اللہ محمد بن المحب اور لطیف بنت عز الدین محمد ایاسی سے بھی روایت
 حدیث کی اجازت حاصل ہے۔

موصوف شروع میں تجارت کرتے تھے اس لئے دمشق، بیت المقدس، اسکندریہ

وغیرہ آنا جاننا رہتا تھا اسی وجہ سے ان کو اس دور کے بہت سے نامور محدثین سے روایت حدیث کی اجازت حاصل ہے تحصیل علوم کے بعد درس و تدریس کا شغل اختیار کیا۔ بہت سے علماء نے ان سے استفادہ کیا اور روایت حدیث کی سند لی۔

شیخ حفاوی کے بعد تربۃ طنبذیہ کے صدر معتبر رہتے اور شہاب الدین طنبذانی کے بعد جامع خیری میں تدریس کے عہدے پر ان کا تقرر ہوا۔ دارالعلوم پیرسہ وغیرہ میں بھی مناصب جلیلہ پر فائز ہوئے، اس دور کے بعض اکابر علماء نے بھی ان سے حدیث کا سماع کیا تھا محدث کو تائی اور ان کے فرزندوں اور اسی طرح جمال الدین بدرانی اور نجم الدین بن ہند وغیرہ نے خانقاہ محمد حنفی میں موصوف سے نساہی کی سنن کبریٰ کا سماع کیا تھا روایت حدیث میں ان کو امتیاز خاص حاصل تھا۔ مؤرخ سخاوی کا بیان ہے:

کثر تحدیث بہذا الكتاب بخصوصه انھوں نے خاص طور پر اس کتاب
حتی کان یظن ہو وغیرہ من جمہور کو اس کثرت سے بیان کیا کہ خود
التاسع لفسدہ بہ۔ ان کو بھی اور تمام اور لوگوں کو بھی یہ گمان

تھا کہ اس کتاب (موطا) کی روایت میں معتبر ہیں

قاہرہ میں درس دیتے تھے، دو مرتبہ حج کیا تھا، اخیر عمر میں آشوب چشم کی شکایت ہو گئی تھی جس کی وجہ سے کھینے پڑنے اور مطالعہ کرنے میں تکلیف ہوتی تھی۔ اخیر میں مبنائی بھی جاتی رہی تھی۔ حافظ سخاوی نے سب سے پہلے انہی سے حدیث پڑھی تھی، فرماتے ہیں:

وحصلت لہ فی عینہ رطبہ لم یکن ان کی آنکھوں میں پانی اتر آیا تھا جس کی وجہ سے
یستطیع معها المطلاع بل ولا الکتاب مطالعہ نہ کر سکتے تھے نہ لکھ سکتے تھے مگر کبھی کبھار
الانوار المتکلف، ثم لم یزل یزید حتی اور وہ بھی بتکلف۔ پھر یہ معاملہ بڑھتا گیا یہاں
اشرف علی العمی وحاز ہذہ المرتبۃ تک کہ مبنائی جاتی رہی اور اندھے ہو گئے اس
العلمی و ہو صابر شاکر و کان فقیراً غنیم الشان مرتبہ کو پہنچ کر بھی صابر و شاکر رہے
فاضلاً، دیناً، متواضعاً، سلیم رہے موصوف فقیہ، فاضل دیندار، متواضع
الصدر، نیر الشیخۃ، حسن الایۃ پاک دل، خوبصورت، باوقار، خاص و
کثیر التودد للخاص والعام عام سے محبت رکھنے والے تھے علم اور مذکر
محب فی العلم و مذاکرۃ و امارۃ القوا کے بڑے دل دادہ تھے، فقہ اور حدیث میں

فیہ راغبانی الاشتغال ————— معروف رہ کر اس میں بڑے فوائد عام کر دیئے

————— ونفع المجلد

وترغیبہم فی الاشتغال لا تتحدوا بحال
تخلو من فوائد و نوادر، لازمتہ
مدۃ و ترأت علیہ الفقہ و الحدیث
بل ہوا دل من قرأت علیہ الحدیث و قرأت
علیہ کثیر من تصانیفہ و ناولی جمیعہا
و کان حریصاً علی اذاعتہا و نشرہا
و کثیر الاحبال لی و اللہ عارفاً
و جہراً۔

بڑے و لدادہ تھے اور میرا بھی بڑا احترام کرتے تھے، خلوت و جلوت میں دعا بھی دیتے تھے

ابن العماد المتوفی ۸۹۹ھ، شذرات الذہب، ج ۷۔ ص ۳۰۵ میں لکھتے ہیں:

کأن أماً عالماً أخبارياً۔
موصوف امام عالم اور مؤرخ تھے۔

شوارس کی عمر پائی ۸۶۶ھ میں انتقال ہوا بابا المنصور دہلوی کے باہر دفون میں

تالیفات میں حسب ذیل کتابیں مشہور ہیں:

(۱) الجوہر المکنون فی القبال و البطلون۔

(۲) نرمة القضا و فی شرح منظومۃ الاقتصاد فی کفایۃ العباد۔

(۳) نفائس الدرر فی فضائل خیر البشر علی اللہ علیہ وسلم۔

موصوف کے حالات کے لئے دیکھو:

(۲) شذرات الذہب، ج ۷۔ ص ۳۰۵

(۱) الفہرست اللامع، ج ۳۔ ص ۱۲۱

(۴) نظم العقیان۔

(۳) ہدیۃ العارفین، ج ۱۔ ص ۲۸۶

(۲۲۷)

حسن نام اور النسابة عرف ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

حسن بن یوب بن محمد بن حسن بن ادیس بن حسن بن علی بن علی بن الحسن بن الحسن بن علی

موصوف اپنے زمانے کے نامور فارسی فقیہ اور محدث تھے ایک زمانہ صوفیہ کی صحبت میں گزارا تھا۔

انساب کے بڑے ماہر تھے، حافظ ابن حجر عسقلانی معجم الشیوخ میں اُن کے بھتیجے شیخ حسن بن محمد کے حوالے سے ناقل ہیں:

انه اشتغل بالقرآن والفقه واجيز
بجميع ذلك وجميع مجاميع وتجسد مع
الفقه ارق قديما..... ولي
مشيخة النافعة اليبرسية مدة وجيزة
لمع اهل المنازعات فعزل منها
ثم اعيد وكان قد سمع من الواوي
والميدوني وغيرهما.
(معجم الشیوخ بحوالہ الضوء اللامع)

موصوف ایک زمانہ تک قراءت اور فقہ میں
رہے اور ان کو اُن تمام علوم کی اجازت بھی
حاصل تھی، اور بہت سے مجموعے مرتب کئے
ابتداء میں فقراء کے ساتھ تہجد کی زندگی
گزاری..... ایک زمانہ تک خانقاہ
بلیرسیہ میں صدر کے عہدہ پر بھی فائز رہے
اور اہل خانقاہ سے جھگڑے ہوئے تو
اس سے معزول کر دیئے گئے، پھر دوبارہ

اسی عہدہ پر بلا لیا گیا، موصوف نے محدث دادیاشی، میدونی وغیرہ سے سماع کیا تھا۔
حافظ ابن حجر نے موصوف سے کچھ حدیثوں کا سماع بھی کیا تھا۔ حافظ سخاوی، الضوء اللامع
ج ۳ ص ۱۲۳ میں رقمطراز ہیں:

وحدث انني سمعت عليه شيئاً لكنني لم
ألفه به الآن، والتقيت معه
مراراً وكانت فيه شبهة معتدماً
جسماً، نازع نقيب الاشراف
مرة ورام الخلافه اخري واثقل
بانه حسني وانه من بني العباس قال
وقفت له على تصنيف لطيف في آداب
الحمام بخطه قرئ له علماء العصر
في سنة سبعين كالبلقيني وابنه
والابناسي والطنبذي والمجداسماني
الحنفی والغامري..... وآخرون
وخطي على الجميع انه استلهم من

ان (ابن حجر) کا بیان ہے کہ میں نے موصوف سے
بھی تھوڑا بہت سنا ہے، لیکن مجھے (سخاوی) کو
ابھی تک اس کا علم نہیں ہو سکا کہ وہ کیا تھا
میری ان سے بار بار ملاقات ہوتی ہے ان میں
بڑا شان و شکوہ رکھتے تھے..... اور
باحوصلہ تھے، ایک مرتبہ ان کا نقیب الاشراف
سے جھگڑا ہو گیا لیکن ہر انہوں نے حصول
خلافت کا ارادہ کر لیا اور یہ علت قرار
دی کہ موصوف حسنی ہیں اور ان کی والدہ
بنی عباس سے ہیں، ابن حجر کا بیان ہے کہ ان کی
آداب تمام پر نہایت عمدہ تصنیف پر جو
ان ہی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی واقع ہوا

مصنف جلیل ووقف علی محمد بن عبد اللہ الشبلی دمشقی صاحب احکام الرحبان فی احکام الحبان وغیرہ واما المن المقربین وقفا علیہ وفیر فوائد کثیرہ ولم یکن الشریعت فی مرتبہ من ہیئتہ لذلک الجمع وقال شیخنا فی انسابہ ان اصلہ من سرستہ وکنسب بالشہادۃ مدۃ واثام فی مشیختہ البیرستہ نحو عشرین..... وکان عارفاً بالانساب الاشراف کثیر اللعن فی کثیر ممن یدعی الشرف وکان یدکر انہ حسینۃ وتمد ساق شیخنا نسباً ونسبہ (الغزوہ الامح، ج ۳- ص ۱۲۳ و ۱۲۴)

جس پر سنہ ۸۰۹ھ میں اس عصر کے علماء کے بیچے بلقینی اور ان کے فرزند، ابناسی، طنبزی، عبد الدین اسماعیل حنفی، غاری اور ان کے علاوہ آوروں کی تقریبات لکھی ہوئی تھیں اور ان سب پر یہ بات آشکارانہ ہو سکی کہ موصوف نے یہ ایک جلیل القدر ضعیف اڑائی تھی، میں اس سے واقف ہو گیا یہ محمد بن عبد اللہ شبلی دمشقی صاحب احکام الرحبان فی احکام الحبان کی ہے میں نہیں سمجھتا کہ تفسیر نگاروں کو اس کا علم ہوا ہو اس کتاب میں ہیئت سے فوائد ہیں، شریعت اس مرتبہ کا آدمی نہیں تھا کہ اس کو ایسی کتاب کی جمع و ترتیب کی سوجھتی ہمارے شیخ نے انبار الغر میں بیان کیا ہے کہ موصوف

اصل میں سرستہ کے رہنے والے تھے اور ایک زمانہ تک بس گواہی دینے پر گذر بسر کی اور دس برس تک میر بسید میں مدر کے عہدہ پر فائز رہے۔ انساب اشراف کے عالم اور دعوی داران شرف پر بڑے طعن زن تھے، وہ ذکر کرتے تھے کہ ان کی ماں حسینہ تھیں اور ہمارے شیخ نے ان کی والدہ اور ان کا نسب بھی ذکر کیا ہے۔
نوٹ: ۹ برس کی عمر میں بھی ان کی بصارت و سماعت بدستور قائم تھی۔ ۱۶۔ سوال ۸۰۹ھ میں انتقال ہوا۔

(۲۴۸)

محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت، شمس الدین لقب اور ابن جابر عرف ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

محمد بن جابر بن محمد بن قاسم بن حسان القیس الودایشی الاندلسی المالکی۔ موصوف کا آبائی وطن ہوادش تھا، مگر ان کی ولادت جمادی الآخرہ ۶۷۳ھ میں تونس

میں ہوئی۔ علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تعلیم اس دور کے ارباب فضل و کمال سے کی۔ محدث ابن الناز، خلف بن عبد الحزیز، یونس بن ابراہیم جذامی، ابو محمد عبد اللہ بن ہارون اور اپنے والد شیخ جابر سے حدیث پڑھی، قاری ابوالقاسم بن ابی علی، احمد بن موسیٰ بطرینی وغیرہ سے سبع قراءات کی تعلیم پائی، مغرب سے مشرق تک سفر کیا اور بلاد اسلامیہ میں سے دمشق میں شیخ بہار الدین ابن عساکر، مکہ میں احمد بن الطبری، بیت المقدس میں شیخ جعبری، مصر میں علی بن عمر، اسکندریہ میں عبد الرحمن بن خلوف وغیرہ سے حدیثوں کا سماع کیا اور روایت حدیث کی اجازت لی، مکہ معظمہ میں شیخ ابو محمد عبد اللہ بن عبد الحن دلاسی کو حدیثیں پڑھ کر سنائیں اور ان سے بھی سند لی۔ موصوف نے مشرق کا دو مرتبہ سفر کیا۔ پہلی مرتبہ ۳۲۷ھ میں اس مرتبہ جاتے ہوئے بلاد مغرب میں طنجة تک پہنچے تھے اور دوسری مرتبہ ۳۳۷ھ میں کیا تھا، موصوف نے جن شیوخ سے حدیثوں کا سماع کیا ان کی تعداد ایک سو اتنی سے تجاوز ہے۔ حفاظ حدیث کے زمرہ میں موصوف کا شمار ہے۔

حافظ ذہبی مطبقات القراء میں رقمطراز ہیں:

دخل أقصى المغرب وعبر إلى الأندلس و	موصوف مغرب اقصیٰ پہنچے اور اندلس کو پار کیا
اقسم القراءات بتلك البلاد فاشتهر اسمه	اور وہاں قراءات مختلفہ کی تعلیم دی تو ان کا نام روشن ہو گیا۔ یہ مشہور قاریوں اور محدثوں میں سے تھے، میں نے ان سے کتاب التیسیر پڑھی ہے، مجھے انہوں نے بڑے نفیس فوائد بتائے۔ یہ بڑے تاجر تھے، حج کیا اور کئی مرتبہ حرم میں مجاورت کی۔
وكان من شاهير القراء والمحدثين قراءات	
عليه التيسير و افادني اشياء نفيسة وكان	
تاجرا نبیلا مقصودا حج وجاور غير مرة.	
ولمبات القراء بحوال الخط الالحاط بذيل	
لمبات الحفاظ، از ابن فهد کی، ص ۱۱	

ابن فہد کی حافظ زین الدین عراقی کی ذیل العبر سے ناقل ہیں:

وكان قد انفرد بالدار المصرية بسلو	بروایت یحییٰ بن یحییٰ موتا کی علوند میں
الموطأ من رواية يحمي بن يحيى ثم سافر	موصوف دیار مصر کے اندر بیکھاتے تھے، پھر
إلى بلاد المغرب فمات.	انہوں نے بلاد مغرب کا سفر کیا اور ان کا انتقال ہو گیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی؟ الدرر الکامنه (ج ۳- ص ۴۱۴) میں لکھتے ہیں:

کان حسن المشاركة مارفا بال نحو واللغة و
الحديث والفتاوى سمح منه شيخنا
ابو اسحاق التتوفى كثيرا وحدثنا عنه جماعة
بمصر والشام والاسكندرية۔
کی ایک جماعت نے ہم سے ان کی مرویات کو بیان کیا ہے۔

مورخ ابن الخطيب کا بیان ہے :
استكثر من الرواية واكثر من ذلك حتى
صار راوية اوقت وكان عظيم الوفا
وكان حسن الاخلاق لطيف الذات
کثرت سے حدیثیں حاصل کیں اور خوب بیان
کیں یہاں تک کہ راوی وقت بن گئے
تھے، بڑے باوقار، حُسن اخلاق کے سپر
اور لطیف الطبع تھے۔

ابن فرحون مالکی المتوفى سنة ۵۹۹ھ الديباج المذهب (ص ۳۱۳) میں فرماتے ہیں :
كان رحمه الله تعالى عظيم الوفا
والابرة توفيم السمات سنة القرآن على
ابى جعفر بن الزيات بفاس ثم رسل
الى المشرق ورسل الى الحجاز فترين دجاء
بالحرين وحدث بهما دسمح واسمح و
سمعت عليه مولانا مالك بن انس رواية
يحيى بن يحيى في الحسم النبوى في سنة
سنة واربعين وسبعائة وثلثي ائمة من
العلماء والمحدثين اجمع بهم نسج
وصدق انصاح رواية وطلوا اسناد
كان محدثا معتمدا محمود المعرفة
بالنحو واللغة والحديث ورجال دكان
فقد قسليا۔
اللہ کی ان پر رحمت ہو بڑے باوقار،
باعظمت اور نیک خصلت تھے، قرآن
نجید شیخ ابو جعفر بن زیا سے فاس
میں پڑھا تھا پھر مشرق کا سفر کیا اور دو
مرتبہ حجاز گئے، حرین شریفین میں حجاز
اختیار کی، حدیث کا درس دیا حدیثیں
حُسن اور سُنائیں، میں نے مولانا مالک بن
انس ان سے حرم نبوی میں بروایت
یحییٰ بن یحییٰ ۴۶۶ھ میں سُنی تھی موصوف
نے ائمہ فن علماء اور محدثین سے ملاقات
کر کے استفادہ کیا تھا، اسی وجہ سے
وسعتِ روایت اور طو اسناد میں ایک
خاص مقام حاصل کیا تھلیہ محدث اور
فہم قرأت و تجوید کے استاد تھے، نحو و لغت، حدیث و رجال کا سبھی خوب علم تھا

اور فقہ کم آتی تھی۔

الدیباج المذہب میں فقہائے مالکیہ کا تذکرہ ہے اور ان کا شمار فقہاء میں نہیں ہے لہذا اس کتاب میں ان کا یا ان کے جیسے اور محدثین کا تذکرہ نہ ہونا چاہیے تھا لیکن ہوا ہے۔ اس کا جواب ابن فرحون نے دیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

انما ذکرنا الشیخ ومن کان مشدداً فی
قلۃ البصائر فی الفقہ للاقادۃ بذكرهم
یہی لے ان کا اور ان ہی جیسے اور شیوخ
کا جن کو فقہ میں دستگاہ حاصل نہ تھی اس
غرض سے تذکرہ کیا ہے کہ یہ بنا دوں کہ ان سے
کس کس نے روایت کی ہے کیونکہ یہ بھی ہمارے
من اہل زماننا۔

شیوخ میں سے ہیں اور ہمارے معاصرین میں سے بہت سوں کے شیخ اور اُستاد ہیں۔

ربیع الاول ۷۹۹ھ میں طاعون کے اندر موصوف کا تونس میں انتقال ہوا۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) الدیباج المذہب، ص ۳۰۹ تا ۳۱۳۔ (۲) الدرر الکامنہ، ج ۳، ص ۴۱۳ تا ۴۱۴۔

(۳) نفح الطیب، طبع بولاق مصر، ج ۳، ص ۱۱۰ تا ۱۱۲ (۴) غایۃ النہایہ، ج ۲، ص ۱۰۶۔

(۵) الوافی بالوفیات، ج ۲، ص ۲۸۳۔ (۶) (۲۴۹)

عبد اللہ نام اور ابو محمد کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے۔

عبد اللہ بن محمد بن ہارون بن محمد بن عبد العزیز الطائی القرطبی التونسی المالکی۔

رمضان ۳۹۶ھ میں پیدا ہوئے، قرأت کی تعلیم اپنے نانا قاری احمد بن محمد بن قادم

معا فری سے پائی اور اپنی والدہ کے ماموں عصام بن ابی جعفر اور اپنے ماموں ابو جعفر احمد

سے بھی خوب استفادہ کیا، شیخ ابو زکریا بھری سے فصیح اور روض الانف پڑھیں اور ابو القاسم

ابن یزید سے موطا کا سماع کیا اور ان ہی سے کامل ظہود پڑھی، محدث ابو محمد عبد اللہ بن احمد

بن محمد بن عطیہ سے صحیح مسلم کا سماع کیا، ابو بکر بن سید الناس سے بخاری کا درس لیا اور احمد

بن علی خام سے سیرت کے اسباق پڑھے۔ ابن فرحون مالکی المتوفی ۷۹۹ھ (الدیباج المذہب

ص ۴۱۳ تا ۴۱۴ میں لکھتے ہیں:

کان اماماً عالماً دیناً فاضلاً كاتباً

مسنداً وعمر اخذ الناس کثیرا و

موصوف امام، عالم، متدین، فاضل،

منشی اور مسند تھے، عمر بھی خوب ہوئی بہت

انہوں نے شیخنا ابو عبد اللہ الوادعی
و نظر آدہ من مشائخ العلم والحدیث۔
ہمارے شیخ ابو عبد اللہ وادعی اور ان کے
ہم عصر شیوخ حدیث نے ان حدیث پر مبنی تھی۔

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ، ج ۲۔ ص ۱۴۸۳ میں موصوف کو مسند بلاد مغرب کے الفاظ سے
یاد کیا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی در الدرر الکامنه، ج ۲۔ ص ۳۰۳ میں لکھتے ہیں:
عمر الی ان اختلط قبل ان يموت۔
بڑی عمر پائی یہاں تک کہ موت سے پہلے
حافظہ میں غلط آ گیا تھا۔

حافظ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:
ہو من بیت علم و جلالہ برع فی الفویہ
واللغة و سائر علوم الآداب و التواریخ
و نظم و نثر کثیر و اختلط قبل موتہ قلیلا
و انفسہ و بسلوہ اسناد.....
و قع لنا مسلسل النماة من طریقہ
دبیغۃ الوعاة، ص ۲۸۹

سند سے مسلسل حدیث ان ہی کے طریقہ سے حاصل ہوئی ہے۔

۱۱۔ ذی القعدہ ۳۳۱ھ میں تونس کے اندر انتقال ہوا اور زلاچ میں دفن کئے گئے۔
موصوف کی تالیفات میں الآلی المجموعہ من باہر النظام و بارع الکلام بوضفہ مثال شعلی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ مشہور ہے۔
موصوف کے حالات کے لئے دیکھو:

(۱) الدبیاع المذہب، ص ۱۴۳ و ۱۴۴ (۲) الدرر الکامنه، ج ۲۔ ص ۳۰۳۔
(۳) بیغۃ الوعاة، ص ۲۸۹۔ (۴) فہرست الخبارس، ج ۲۔ ص ۴۲۵۔

(۲۵۰)

احمد نام اور ابو القاسم کنیت اور ابن یحییٰ عرف ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:
احمد بن یزید بن عبد الرحمن بن احمد بن یحییٰ بن محمد الاموی القرطبی المالکی۔

بروز شنبہ ۱۲ ذی القعدہ ۵۳۷ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے والد سے پائی، پھر اس دور کے نامور علماء اور مشائخ سے علوم دینیہ کی تحصیل کی، محدث ابو عبد اللہ بن عبد الحن خزر جی، ابو خالد مروانی، ابن مفسر، ابن فرقد، ابن بشکوال اور اپنے دادا شیخ عبد الرحمن قرطبی سے حدیثوں کا سماع کیا، علامہ سہیلی سے روایات الافطہ پڑھی، شریح بن عہد اور قرمان سے بھی ان کو روایت حدیث کی اجازت حاصل ہے، ان کا شمار اس دور کے نامور فقہاء اور محدثین میں تھا ایک زمانہ تک موصوف عہدہ قضا پر مامور رہے تھے، مورخ ابن البار المتونی ۶۵۹ھ انکملہ کتاب الصلہ (مکتبۃ الخانجی القاہرہ ج ۱- ص ۱۱۵) میں لکھتے ہیں:

کان من رجال الاموال والکمال
ولا یعلم فیہا عرف من بیئہ فی العلم والنباہۃ
الابیت بنی مغیث بعشر طرہ و بیئہ بنی
الباجی باشبیلیہ ولہ التقدیم علی ہولاء
دولی قضا الجما عتہ ہر اکش
فمحدث سیرتہ ولم تزده الرفعة الا تواضعاً
ثم صرف عن ذلک کلمہ واقام ہر اکش
مدۃ لمولیۃ الی ان تقلد قضا بلذہ و
صرف عنہ قبل وفاتہ بیسیر فممنہ
الناس وتنافوا فی الاخذ عنہ وکان اہلاً
لذلک کتب الی باجازه مارواه و ہو
آخر من حدث عن شریح بالاجازۃ
والفسرد بروایۃ الموطاء عن ابن عبد
سراۃ عن ابن الطلاع وسماعاً۔

موصوف جاہ و جلال اور فضل و کمال کے اعتبار
سے اندلس کے نامی گرامی لوگوں میں سے تھے
قرطبہ کے اندر خاندان بنو مغیث کے، اور
شبیلیہ میں خاندان بنو باجی کے سوا
علم و شرف میں ان کے حسانہ ان
سے زیادہ
کوئی اور مشہور و معروف نہ تھا ان کو ان
سب پر برتری اور شرف حاصل تھا
موصوف مراکش میں تاسی القضاۃ
رہے اور سیرت بھی قابل ستائش رہی،
رفعت اور سرفرازی نے ان کے اندر
تواضع خوب پیدا کر دی تھی۔ پھر ان کو
ان خدمات سے علیحدہ کر دیا گیا اور موصوف
نے ایک زمانہ تک مراکش میں قیام کیا
حتیٰ کہ ان ہی کو اس شہر کا قاضی بنا دیا گیا

اور انتقال سے کچھ ہی پہلے اس عہدے سے سبکدوش کر دیے گئے۔ لوگوں نے
ان سے حدیث کا سماع کیا اور طلب حدیث میں ایک دور سے آگے بڑھنے میں
کوشش کی، موصوف اس کے اہل تھے، انہوں نے مجھے اپنی مرویات کی اجازت

کہہ کر بھیجی تھی۔ موصوف شریح سے بلا واسطہ روایت کرنے والے آخری محدث تھے اور
موطا کی روایت میں باعتبار قرأت وساعت عبد الحق از ابن الملاح منفرد تھے۔
۱۵۔ رمضان المبارک ۲۲۵ھ میں جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد انتقال ہوا اور مقبرہ
ابن عباس میں اپنے دادا ابی نقی کی قبر کے سامنے دفن کئے گئے۔
ان کی تالیفات میں سے آیات المتشابہات زیادہ مشہور ہے۔
حالات کے لئے دیکھو :

- (۱) کتاب المرقبة العلیاء فیم شیخ القضاة والفتیاء از ابو الحسن بن عبد اللہ اندلسی ص ۱۱۷
طبع دار الکتب المصری، قاہرہ ۱۹۴۸ء
(۲) التکملة لکتاب الصلوة ج ۱۔ ص ۱۱۵۔ (۳) قضاة الاندلس، ص ۱۱۷۔
(۴) ہدایۃ العارفین، ج ۱۔ ص ۹۱۔

(۲۵۱)

محمد نام اور ابو عبد اللہ کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے :
محمد بن عبد الحق بن احمد بن عبد الرحمن بن محمد بن عبد الحق الخزرجی القرطبی۔
موصوف نے قرطبہ کے نامور محدث ابو عبد اللہ بن الطلاح اور دیگر محدثین سے حدیثوں
کا سماع کیا مگر محدث ابن الطلاح سے موطا کی روایت میں شہرت پائی مودخ ابن ابی باری المتوفی
۳۵۹ھ التکملة لکتاب الصلوة (ج ۲۔ ص ۴۹۶) میں رقمطراز ہیں :

سمیع ابی عبد اللہ بن الطلاح و اکثر عنہ	انہوں نے ابو عبد اللہ بن الطلاح سے حدیثیں
یعنی بالفقہ و حدیث و منہ سمیع الموطا	کا سماع کیا اور ان کی سند سے بکثرت روایات
شیخنا ابو القاسم بن یحیی و اجازہ وہ	بیان کیں، فقہ سے اعتناء کیا اور حدیث
علا اسنادہ ولا علم له رواية الا	کا درس دیا، ان سے ہمارے شیخ ابو القاسم
عن ابی عبد اللہ یعنی ابن الطلاح	بن یحیی نے موطا کا سماع کیا اور اجازت
وقد دفعت انا علی رواية عن	حاصل کی اور اسی وجہ سے مالی اسناد
ابی محمد بن عتاب ولم ارفع علی	بن گئے۔ مجھے صرف ابو عبد اللہ یعنی
تاریخ و فاته و محدث عنہ ايضا ابند	ابن الطلاح سے ان کی روایت کا علم
ابو محمد عبد الحق بن محمد الحاكم۔	تھا اور اب معلوم ہوا کہ ان کو ابو محمد

ابن خطاب سے بھی روایت کی اجازت حاصل تھی، ان کی تاریخ وفات کا علم نہیں، ان سے ان کے فرزند ابو محمد عبد الحق ابن محمد حاکم بھی راوی ہیں۔

علامہ ابن الزبیر اپنے صلد میں لکھتے ہیں :

توفی بعد السنین ولم یتاخر بعد من اصحاب ابن الطلاع علی کثرہم سوی اربعۃ ابن حنین وابن قزمان وصالح الترغنی وابن غلیل وکان فقیہاً جلیلاً عدلاً فاضلاً۔

ساتھ برس کے بعد ان کا انتقال ہوا ان کے بعد ابن الطلاع کے بہت سے شاگردوں کے باوجود ہجر چار شاگرد ابن حنین، ابن قزمان، صالح ترغنی اور غلیل کے کوئی باقی نہیں رہا۔ موصوف جلیل القدر فقیہ اور فاضل و عادل تھے

(الصلہ بحواشی کتاب التکملہ ص ۴۹۶)

موصوف کے حالات کے لئے دیکھو :

(۱) التکملہ لکتاب الصلہ، ج ۲ - ص ۴۹۶ -

(۲۵۲)

محمد نام ابو عبد اللہ کنیت اور ابن الطلاع عرف ہے، سلسلہ نسب یہ ہے : محمد بن الفرج مولیٰ ابن الطلاع القرطبی المالکی۔

موصوف کے والد شیخ محمد بن یحییٰ بکری مالکی کے حلیف اور مولیٰ تھے۔ اس ولاری نسبت سے موصوف ابن الطلاع سے بھی مشہور ہیں۔

ذی القعدہ ۳۸۸ھ میں پیدا ہوئے اور اس دور کے فضلاء سے علوم دینیہ کی تحصیل کی، موصوف اپنے زمانہ کے سرآمد فقہار میں سے تھے اور اکابر محدثین میں ان کا شمار تھا۔ قراءات میں بھی بڑا کمال حاصل تھا۔ قرطبہ کی جامع مسجد کے امام اور خطیب تھے اسی میں قرآن اور حدیث کا درس دیتے تھے، طالبان حدیث دور دور سے آکر درس کے حلقہ میں شریک ہوتے تھے، ابن بشکوال کتاب الصلہ ج ۲ - ص ۵۳۴ میں رقم طراز ہیں :

محمد بن فرج..... من اہل قرطبہ محمد بن فرج..... اہل قرطبہ ہیں سے
یعنی اباعبد اللہ بقیۃ الشیوخ تھے ان کی ابو عبد اللہ کنیت تھی، یہ

الاکابر فی وقتہ وزعیم المفتین بحفترہ
 وکان فقیہاً، عالماً
 حافظاً للفقہ علی مذہب مالک اصحاً
 حاذقاً بالفتویٰ مقدماً فی الشوری عارفاً
 بعقد الشرط وعللها، مقدماً فیہا ذاکراً
 الاخبار شیوخ بلدہ وفتاویہم،
 مشارکاً فی اشیار من العلم حسنة
 مع خیر وفضل وعفاف ودين وکثرة
 صدقة و طول صلوة ووالالحمق و ان
 اودی فیہ لا تاخذہ فی اللہ لومة لائم
 معظماً عند الخاصة والعامة یعرفون
 له حق ولا ینکرون فضلہ وکان کثیر
 الذکر للہ تعالیٰ حافظ کتاب العزیز
 تالیلاً لجمود الحروف وولی الصلوة بالجمہ
 الجامع بقرطبة وسمع الناس بہ و
 انبأہم فیہ و عمر و اسن حتی سمع منہ
 الکبار والصغار والآباء والابناء
 وکانت الرحلة فی وقتہ الیہ وجمع
 کتابا حسناً فی احکام النبی علیہ السلام
 قرأتہ علی ابی رحمة اللہ علیہ غیر مرة
 اپنے زمانے میں شیوخ اکابر کا نمونہ اور
 اپنے وقت میں مفتیوں کے سردار تھے
 فقیہ، عالم، فقہ مالکی کے حافظ اور
 تلامذہ امام مالک کے فتوؤں کے ماہر
 تھے، شوریٰ میں مقدم تھے عقد شرط
 اور اس کے علل کے عالم تھے اور اس
 میں ان کو تقدم حاصل تھا، اپنے شہر
 کے شیوخ کے حالات اور فتویٰ بتانے
 والے تھے، علم کی بہت سی اصناف
 میں درک رکھنے کے باوجود نیکی، بھلائی
 فضیلت، عفاف، دینداری کے
 اوصاف سے آراستہ تھے بہت صدقہ
 دیتے اور لمبی لمبی نمازیں پڑھتے تھے بڑے
 حق گو تھے اگرچہ حق گوئی میں اذیت اور
 تکلیف اٹھاتے تھے، اللہ کے معاملے میں
 کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں
 کرتے تھے، عوام و خواص میں عزت
 کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے لوگ ان
 کے حق سے واقف تھے اور ان کی فضیلت
 کا انکار نہیں کرتے تھے موصوف یا دالہی
 خوب کرتے تھے اور کتاب اللہ کے حافظ
 تھے، قرآن کو تجوید کے ساتھ پڑھتے تھے، قرطبہ کی جامع مسجد میں امام کے فرائض انجام
 دیتے تھے وہیں لوگوں کو سناتے تھے اور ان کو قرآن و حدیث سے آگاہ کرتے تھے،
 بڑی عمر پائی اور ایسے سن کو پہنچے کہ بڑے، چھوٹوں، باپ اور بیٹوں نے ان سے
 سنا، ان کے زمانے میں لوگ سفر کر کے ان کے پاس آتے تھے، موصوف نے ایک

نہایت عمدہ کتاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام میں جمع کی تھی جس کو میں نے اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ سے بار بار پڑھا ہے۔

مؤرخ ذہبی کتاب العبر فی خبر من خبر، ج ۳۔ ص ۳۴۹ میں لکھتے ہیں :

ابو عبد اللہ ابن الطلاع..... مفتی	ابو عبد اللہ ابن الطلاع.....
الاندلس و مسند ہادہ ثلاث و تسعون	الاندلس و مسند ہادہ ثلاث و تسعون
سنہ روى عن یونس بن مغیث وکی	سنہ روى عن یونس بن مغیث وکی
القیسی وخلق وکان رأساً فی العلم و	القیسی وخلق وکان رأساً فی العلم و
العمل و قولاً بالحق رحل الناس الین	العمل و قولاً بالحق رحل الناس الین
الافطار لسماع الموطأ و المدونہ	الافطار لسماع الموطأ و المدونہ
لوگ موطأ اور مدونہ کے درس کے واسطے ان کے پاس آتے تھے۔	لوگ موطأ اور مدونہ کے درس کے واسطے ان کے پاس آتے تھے۔

۴۹۷ھ میں وفات پائی۔

موصوف کی تالیفات میں دو کتابیں مشہور ہیں :

(۱) احکام النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۲) کتاب الاقضیہ۔

موصوف کے حالات کے لئے دیکھو :

(۱) بغیۃ الملتس، ص ۱۱۲ و ۱۱۳۔ (۲) المغرب فی علی المغرب، ص ۱۶۵۔

(۳) کتاب العبر، ج ۳۔ ص ۳۴۹۔ (۴) الذیاج المذہب، ص ۲۷۵۔

(۵) شذرات الذہب، ج ۳۔ ص ۴۰۷۔ (۶) بدیۃ العارفین، ج ۲۔ ص ۷۸۔

(۲۵۳)

یونس نام ابو الولید کنیت اور ابن الصقار عرف ہے، سلسلہ نسب یہ ہے :

یونس بن عبد اللہ بن محمد بن مغیث بن محمد بن عبد اللہ القرطبی۔

موصوف ۳۳۸ھ میں پیدا ہوئے، فقہ، قرأت اور ادب کی تعلیم اس عصر کے نامور

علماء سے پائی، محدث محمد بن معاویہ قرشی، ابوبکر اسماعیل بن بدر، احمد بن ثابت تغلبی،

ابو عیسیٰ اللیثی، ابوجعفر تیم بن محمد قزوئی، ابوبکر بن القوطیہ، ابوبکر بن زرب، عباس بن معروف ابو محمد

باسی، ابوبکر زبیدی، ابوالحسن عبد الرحمن بن احمد وغیرہ سے حدیثوں کا سماع کیا۔ اہل

مشرق میں سے حافظ دارقطنی، ابو محمد بن ابی زید فقیہ، ابوالحسن بن جہضم کی اور ابوالعقوب

ابن دخیل کئی نے بھی ان کو روایت حدیث کی اجازت لکھ کر بھیجی تھی۔ جامع الزہراء کے خطیب نیز بطلمیوس اور اس اطراف کے قاضی تھے، پھر خلیفہ ہشام بن محمد مروانی نے ان کو قرطبہ کا قاضی اور ۳۱۹ھ میں وزیر بھی بنا دیا تھا۔ موصوف تاحیات مجدد قضا پر مامور رہے، ان موصوفیا کے باوجود حدیث پڑھاتے اور کتابیں تصنیف کرتے رہتے تھے مگر محدث مزاج صوفی تھے موصوف کے شاگرد ابو عمر بن ہمدی کا بیان ہے :

کان من اہل الحدیث والفقه کثیر الروایۃ
وافر الخلف من علم اللغۃ والعربیۃ ،
قالا لشعر النفس فی معانی الزہد وما شاہد
بلیغاً فی خطبۃ کثیر الخشوع فیہا لا یتما لک
من سمع عن البکار مع الخیر والفعل والزہد
فی الدنیا والرضا منہا بالیسیر ما آیت فمین
لقیمت من شیوخی من یضامہ فی جمیع
احوال کنت اذا ذکرۃ شئیئاً من امور
الآخرۃ ارئی وجہ یصفرو یدافع البکار
ما استطاع وربما غلبہ فلا یقدر ان یمیک
وکان الذم قد اثر فی عینیہ وغیرہ
لکثرۃ بکاتہ وکان النور باویط وجہہ
وکان قد صعب الصالحین ولقیہم
من حدائشہ ما را یت اخف منہ لاخبارکم
وحکا یاہم۔

(الصلۃ ج ۲۔ ص ۶۴۶ و ۶۴۷ طبع قاہرہ ۱۹۵۵ء)

بہت روئے دھوئے سے اُن کی آنکھوں وغیرہ میں نشان پڑ گئے تھے اور اندر اُن کے چہرے سے نمایاں تھا انھوں نے بزرگوں کی صحبت اٹھائی تھی اور آغاز عمر سے اُن سے ملنے رہے تھے۔ میں نے صلحار کے واقعات اور اُن کے حالات کا ان سے بڑھ کر حافظ نہیں دیکھا۔

حافظ ذہبی المتوفی ۴۸۵ھ العبر فی خبر من غبر ج ۳۔ ص ۱۶۹ طبع کویت ۱۹۶۱ء میں لکھے ہیں

یونس بن عبد اللہ..... قاضی الجماعة یونس بن عبد اللہ..... جو قرطبہ میں
بعت شرطہ..... ولہ احدی و قاضی القضاۃ تھے..... انھوں نے
تسعون سنہ رومی عن محمد بن معاویہ اکیانوے سال کی عمر پائی۔ محمد بن معاویہ یثربی
القشیری و ابی عیسیٰ اللیثی و الکبار و تفقہ اور ابو عیسیٰ اللیثی اور بلند پایہ شیوخ سے زودا
علی ابی بکر بن زرب و ولی القضاۃ مع الخطابة کی، ابوبکر بن زرب سے فقہ میں بصیرت پیدا کی
و الوزارة و قال رئاسة الدین والدنیا و کان قضاۃ خطابت اور وزارت کے عہدہ پر فائز
فقیہا صالحا عدلا، حجة علامۃ فی اللغة و العربیۃ ہوئے دین و دنیا کی سیادت حاصل کی جو
و الشعر، فصیحا مفاہی، کثیر المحاسن، لہ فقیہ صالح اور عادل تھے، لغت، عربیت
مصنفات فی الزہد وغیرہ، توفی فی رجب اور شعر میں علامہ اور حجت تھے، قادر الکلام
فصیح و بلیغ خطیب تھے مکارم اخلاق کے

حامل تھے زہد وغیرہ میں ان کی تصانیف ہیں، ماہ رجب میں انتقال ہوا۔

اکیانوے سال کی عمر میں بروز جمعہ ۲۹۔ رجب ۴۲۹ھ میں انتقال ہوا اور مقبرہ ابن عباس میں مدفون ہوئے۔

موصوف کے شاگردوں میں حافظ ابن عبد البر اور ابن خرم زیادہ مشہور ہیں، نیز تصانیف حسب ذیل ہیں:

(۱) الموعب، یہ موطا امام مالک کی شرح ہے۔ (۲) مسائل ابن زرب۔

(۳) التسلی عن الدنیا بتأمیل خیر الآخرة من الغنی۔

(۴) الابتناج بحجة اللہ۔ (۵) التبییب والتیسیر والاختصاص بالتقریب

(۶) فضائل المتہجدین۔ (۷) کتاب المستصرفین باللہ تعالیٰ عند نزول البلاء۔

(۸) کتاب فضائل الانصار۔ (۹) کتاب العباد۔

(۱۰) الموجز الکافی۔ (۱۱) کتاب دعاء الصالحین۔

(۱۲) کتاب طب القلوب۔ (۱۳) کتاب النس الوحید۔

(۱۴) کتاب المواقف۔ (۱۵) کتاب المعمرین۔

(۱۶) کتاب الحکایات - (۱۷) کتاب المتعلقین الی اللہ عزوجل -

حالات کے لئے دیکھو:

- (۱) جذوة المقتبس فی ذکر ولایة الاندلس از ابو عبد اللہ محمد حمیدی المتوفی ۴۸۸ھ ص ۳۶۳ طبع قاہرہ
(۲) تاریخ قضاة الاندلس، ص ۹۵ و ۹۶ - (۳) فہرست حافظ ابن خیر، ص ۲۸۷ -
(۴) المغرب فی علی المغرب، ج ۱ - ص ۱۵۹ - (۵) الدیبا ج المذہب، ص ۳۶۰ -
(۶) ہدایۃ العارفین، ج ۲ - ص ۵۷۲ - (۷) التلذذ، ج ۲ - ص ۲۴۶ و ۲۴۷ -

(۲۵۴)

یحییٰ نام اور ابو عیسیٰ کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

یحییٰ بن عبد اللہ بن یحییٰ بن یحییٰ اللیثی القرطبی -

موصوف اپنے زمانہ کے مشہور محدث، مفسر اور فقیہ تھے، محدث عبید اللہ بن یحییٰ، محمد بن عمر بن کبابہ، اسلم بن عبد العزیز، احمد بن خالد اور اپنے پدر بزرگوار عبد اللہ بن یحییٰ سے حدیث کا سماع کیا تھا۔ شیخ علی بن الحسن مری سے بجایہ میں یحییٰ بن سلام کی کتاب التفسیر پڑھی تھی اور سعید بن مخلون سے ابن حبیب کی کتاب الایضہ کا درس لیا تھا۔ بجایہ اور ہیرہ میں قضا کا عہدہ ان ہی کے سپرد تھا۔ فرائض منصبی کے ساتھ حدیث کا درس بھی جاری تھا، موطا امام مالک کی روایت میں ان کو غیر معمولی شہرت حاصل تھی۔ ان کی قبولیت کا یہ عالم تھا کہ خلیفہ مویہ باللہ نے بھی ۳۶۷ھ میں ان کے حلقہ درس میں شریک ہو کر موطا کا سماع کیا تھا، حافظ ابو الولید عبد اللہ ازدی المعروف ابن الفرغنی المتوفی ۴۰۳ھ تاریخ العلماء و الرواۃ للعلم بالاندلس (ج ۲ - ص ۱۹۰) طبع قاہرہ ۱۹۵۲ء میں لکھے ہیں:

وَعُمِّرَ إِلَى أَنْ كَانَ أَحْسَنَ مِنْ حَدِّثٍ عَنْ
عَبِيدِ اللَّهِ وَالْفَرْدِ بِالرَّوَايَةِ عَنْ
وَرَجُلٍ إِلَى الْقَاسِمِ مِنْ جَمِيعِ كُورِ الْأَنْدَلُسِ
وَكَانَ حَارِوَاهُ مِنْ عَبِيدِ اللَّهِ الْمُوطَّاءِ
سَامِعَ بَنِي الْقَاسِمِ وَحَدِيثَ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ
حَشْرَةَ يَحْيَى بْنِ يَحْيَى اللَّيْثِيِّ وَتَفْسِيرَ عَبْدِ اللَّهِ
ابْنِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ وَمَشَاهِدَ ابْنِ هِشَامٍ....
انہوں نے بڑی عمر پائی یہاں تک کہ یہی وہ
آخری عالم تھے جو عبید اللہ کی سند سے حد
سناتے اور ان سے روایت کرنے میں منفرد
اور یگانہ تھے اندلس کے تمام شہروں سے
لوگ ان کی طرف سفر کر کے آتے تھے اور جو
عبید اللہ سے روایت کرتے تھے وہ موطا کبابہ
قاسم حدیث لیث بن سعد، عشرہ یحییٰ بن

..... واقتلعت الیه فی سماع حدیث
الموطا سنة ست وستین وثلاثمائة..
..... فخرتم لی سماعه عنہ وسمعت منہ
کتاب التفسیر لعبد اللہ بن نافع.....
ولم اسمع منہ غیر الموطا والتفسیر
وفی ہذا العام کان بدر سماعی.....
ومن ہذا تاریخ اقصی سماعی من الشیوخ
وسمع من یحییٰ بن عبد اللہ الموطا من الشیوخ
والکھول وطبقات من الناس وسمعت
منہ امیر المؤمنین المتوید باللہ اعزہ اللہ
سنة اربع وستین وثلاثمائة..
یحییٰ اللیثی، تفسیر عبد الرحمن بن زید بن سلم
اور مخازی ابن ہشام ہیں، میں بھی ۳۶۶ھ
میں موطا کی حدیثیں سننے کے لئے ان کی
خدمت میں حاضر ہوتا رہا، اور اس کتاب
کا پورا سماع ان سے کیا۔ میں نے عبد اللہ
ابن نافع کی تفسیر کا سماع بھی ان سے کیا....
اور موطا اور تفسیر کے علاوہ ان سے کچھ
نہیں سنا، اسی سال شیوخ حدیث سے
میرے سماع مسلسل کا آغاز ہوا اور ہر
کچھ مدہ اور ہر طبقہ کے لوگوں نے یحییٰ بن عبد اللہ
سے موطا کا سماع کیا اور امیر المؤمنین موید
باللہ نے بھی اللہ تعالیٰ لاکھوں معزز رکھے،

— ۳۶۶ھ میں ان سے موطا کا سماع کیا تھا۔

حافظ ذہبی کتاب العبر، ج ۲۔ ص ۳۶۶ میں تحریر فرماتے ہیں :

یحییٰ بن عبد اللہ..... القطرطی ابو عیسیٰ یحییٰ بن عبد اللہ..... قرطبی فقیہ
ابو عیسیٰ الفقیہ المالکی راوی الموطا عالیاً۔
مالکی موطا کے عالی اسناد راوی تھے۔
شب ووشنبہ کو بعد نماز عشاء انتقال ہوا اور رشتہ کو مقبرہ ابن عباس میں دفن کئے گئے۔
موصوف کے حالات کے لئے دیکھو :

(۱) تاریخ ابن الفرغنی، ج ۲۔ ص ۱۹۰ (۲) کتاب العبر، ج ۲۔ ص ۳۶۶۔

(۲۵۵)

عبید اللہ نام اور ابو مروان کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے :

عبید اللہ بن یحییٰ بن یحییٰ اللیثی القطرطی۔

موصوف یحییٰ بن یحییٰ اللیثی کجو امام مالکؒ کے شاگرد اور راوی موطا کے نام سے عالم میں مشہور
ہیں، فسر زند تھے۔ موصوف نے اندلس میں اپنے پدر بزرگوار ہی سے سب کچھ پڑھا تھا جب
حج کے واسطے اندلس سے روانہ ہوئے تو بغداد میں ابو ہاشم محمد بن یزید رفاعی کی مجلسوں میں

شرکت کی اور ان سے استفادہ کیا۔ اسی طرح مصر میں محمد بن عبد الرحیم کے درس میں حاضر ہو کر ان سے بھی حدیث کا سماع کیا، ابن الفرغنی المتوفی ۴۰۳ھ تاریخ العلماء، ج ۱- ص ۲۹۲ میں لکھتے ہیں:

روی عن ابيه علم ولم يسمع بالاندلس من غيره ورحل حاجا وتاجرا وحصل بغداد فسمع بها مجالس من ابى هاشم الرضا عي محمد بن يزيد وشهد بمصر محمد بن عبد الرحيم البرقي فسمع منه المشاهد۔

موصوف نے اپنے والد کے علم کو روایت کیا اور اندلس میں اور کسی سے سماع نہیں کیا۔ حج اور تجارت کی غرض سے سفر کیا تو بغداد پہنچ کر ابو ہاشم محمد بن یزید رفاعی کی مجلسوں میں سماع حدیث کیا اور مصر میں محمد بن عبد الرحیم البرقی کی مجلس میں حاضر ہو کر معازی کا سماع کیا۔

وكان رجلا عاقلا كريما، غليظ المال الجاه، متقدما في المشاورة في الاحكام منصرفا برياسة البلا وغير مدافع سمع منه الناس وروى عنه احمد بن خالد وابن ابين وغيرهما من المشيوخ وكان آخر من حدث عنه شيخنا يحيى بن عبيد الله بن يحيى بن يحيى۔

موصوف عقلمند، کریم، دولت مند اور صاحب وجاہت انسان تھے، احکام میں مشورہ دینے میں ان کو اولیت کا شرف حاصل تھا، بلا و اندلس میں یہ اپنی سیوا اور ریاست میں منصرف اور بیکتا تھے لوگوں نے ان سے سماع کیا اور احمد بن

خالد، ابن امین اور دیگر علماء موصوف سے راوی ہیں، ان سے آخری روایت کرنے والے ہمارے شیخ یحییٰ بن عبيد الله بن يحيى بن يحيى تھے۔

حافظ ذہبی المتوفی ۴۸۵ھ کتاب العبر فی خبر من غیر، ج ۲- ص ۱۱۲ میں رقمطراز ہیں:

فقيه قرطبة ومسند الاندلس ابو مروان عبيد الله..... كان ذا حرمة عظيمة وجلالة روى عن والده وحصل عنه بشر كثير۔

فقیر قرطبہ و مسند اندلس ابو مروان عبيد الله نہایت معزز و محترم اور بڑے جاہ و جلال کے عالم تھے، اپنے والد سے روایت کی اور ان سے بہت سے لوگوں نے علم حاصل کیا۔

۱۔ رمضان ۲۹۸ھ میں دوشنبہ کو انتقال ہوا۔

حالات کے لئے ملاحظہ ہو :

- (۱) جذوة المقتبس، ص ۲۵۰۔
 (۲) کتاب العبر، ج ۲، ص ۱۱۱ و ۱۱۲۔
 (۳) شذرات الذہب، ج ۲، ص ۲۳۱۔
 (۴) تاریخ العلماء والرواة، ج ۱، ص ۲۹۲۔

(۲۵۶)

یحییٰ نام ابو محمد کنیت اور سلسلہ نسب حسب ذیل ہے :

یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر بن وسلاس اللیثی الاندلسی۔

موصوف اصلاً بربری اور قبیلہ معمودہ سے تعلق رکھتے تھے جو طنجہ میں آباد تھا، اسی لئے موصوف ان دونوں نسبتوں سے مشہور ہیں۔

یحییٰ اپنے زمانے میں اندلس کے واحد عالم اور فقیہ تھے، قرطبہ میں تعلیم پائی تھی اٹھارہ برس کی عمر میں مدینہ آکر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۹۷ھ میں کتاب الاعتکاف کے سوا پوری موطناً کا سامع کیا۔ امام لیث اور ابن وہب سے بھی حدیثیں سنی تھیں، نیز مکہ معظمہ اور مصر کے علماء اور محدثین سے بھی استفادہ کیا تھا پھر اندلس چلے گئے اور درس حدیث اور امام مالکؒ کے مذہب کی نشر و اشاعت میں ہمت تن مصروف ہو گئے۔

سلطان وقت کی نظروں میں ان کا بڑا وقار تھا۔ کئی مرتبہ عہدہ قضا پیش کیا گیا مگر انہوں نے اُسے قبول نہیں کیا اس وجہ سے ان کا وقار اور بھی بلند ہو گیا چنانچہ اندلس اور اطراف اندلس میں حکومت کی طرف سے جب کسی قاضی کا تقرر کیا جاتا تو وہ ان ہی کے مشورہ اور انتخاب سے عمل میں آتا تھا۔ موصوف قضا کے عہدے پر ان ہی علماء کا انتخاب کرتے تھے جو امام مالکؒ کے مذہب کے پیرو ہوتے تھے اس لئے لوگوں کی نظر میں ان کی شخصیت بڑی اہم تھی اور یہ اپنی دانشمندی اور ہوشمندی میں بہت مشہور تھے، خود امام مالکؒ بھی ان کو اہل اندلس میں سب سے زیادہ ہوشمند اور دانشمندانہ سمجھتے تھے۔ موصوف اخلاق و عادات اور نشست و برخاست میں امام مالکؒ کے مشابہ تھے، انہوں نے مشرق کا دو مرتبہ سفر کیا تھا جس کی وجہ سے اہل مشرق کو بھی ان سے موطناً کے سُننے کا بڑا موقع ملا۔

حافظ ذہبی کتاب العبر فی خبر من خبر، ج ۱، ص ۴۱۹ طبع کویت ۱۹۶۷ء میں رقمطراز ہیں

شیخ الاندلس یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر الفقیہ لہ

اثنان وثمانون سنۃ ردی الموطأ

شیخ اندلس یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر الفقیہ لہ

بیاٹھی سال کی عمر پائی باب الاعتکاف کے

من مالک بغوت من الاعتكاف وانتهت
 الیه ریاست الفتویٰ ببلدہ وخرج لہ عدہ صحاب
 وہر انتشار مذہب مالک بنا حیثہ وکان اما
 کثیر العلم، کبیر القدر، وافر الحرمة،
 کامل العقل، کثیر العبادة والفصل۔
 سواپوری مولانا کے امام مالک سے راوی تھے
 ان کے شہر میں فتوے کی سیادت ان پر ختم
 تھی متعدد شاگردوں نے ان سے تخریج کی
 ان کی بدولت ان اطراف میں مالکی مذہب
 پھیلا، موصوف زبردست عالم اور امام
 بڑے معظم اور محترم، کامل العقل، بڑے

عابد اور صاحب فضیلت تھے۔

رجب ۲۳۴ھ میں انتقال ہوا۔

حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) تاریخ ابن الفرغنی، ج ۲، ص ۱۷۶۔

(۲) الانتصار فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقہاء، از ابن عبد البر، طبع قاہرہ ص ۵۸۔

(۳) جذوة المقتبس، ص ۳۵۹۔ (۴) المغرب فی حلی المغرب، ج ۲، ص ۱۹۳۔

(۵) الدیبا ج المذہب، ص ۳۵۰۔ (۶) وفيات الاعیان، ج ۲، ص ۲۱۶۔

(۷) تہذیب التہذیب، ج ۱۱، ص ۳۰۰۔ (۸) فہج الطیب، ص ۳۳۲۔

(۲۵۷)

ابو عبد اللہ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو الحارث الاسجی المدنی
 حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) الفہرست از ابن ندیم، ص ۱۹۸۔ (۲) حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۳۱۶ تا ۳۵۵۔

(۳) الانتصار فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقہاء از ابن عبد البر، طبع قاہرہ، ص ۶۳ تا ۹۳۔

(۴) وفيات الاعیان، ج ۱، ص ۵۵۵ تا ۵۵۷۔ (۵) تہذیب الاسماء واللغات، ج ۲،

ص ۷۹ تا ۷۷۔

(۶) طبقات الفقہاء، للشیرازی، ص ۴۳ و ۴۲۔ (۷) تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۹۳ تا ۱۹۸۔

(۸) البدایہ والنہایہ، ج ۱۰، ص ۷۴ و ۷۵۔ (۹) تہذیب التہذیب، ج ۱۰، ص ۹ تا ۱۰۔

(۱۰) النجوم الزاہرہ، ج ۲، ص ۹۶ و ۹۷۔ (۱۱) الدیبا ج المذہب از ابن فرحون المالکی

ص ۱۱ تا ۲۹۔

(۱۲) مقدمہ و جز المسالك علی موطا مالک از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری
(۱۳) الامام مالک از البزہرہ -

(۱۴) بستان المحدثین، ص ۲ - (۱۵) اتحاف النبلاء، ص ۳۳۸ تا ۳۴۳ -

(۱۶) حیات امام مالک از سید سلیمان ندوی - (۱۷) ترمذین الممالک، از علامہ سیوطی -

(۲۵۸)

احمد نام ابو الفضل کنیت، شہاب الدین لقب اور ابن حجر عرف ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:
احمد بن علی بن محمد بن علی بن احمد الحنفی الشافعی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رح نے رفح الاصر عن قضاۃ مصر، ج ۱ - ص ۸۵ تا ۸۸ طبع قاہرہ مصر ۱۹۵۷ء
میں اپنا تذکرہ خود لکھا ہے، ہم پہلے اسی کا ترجمہ پیش کرتے ہیں پھر اور علماء کا بیان نقل کریں گے۔
وہ شعبان ۷۳۷ھ میں پیدا ہوئے ابھی چار برس کے تھے کہ رجب ۷۴۷ھ میں باپ کا سایہ
بھی سر سے اُٹھ گیا مال تو پہنچے ہی انتقال کر چکی تھیں۔ یتیمی کی حالت میں تربیت پائی۔ پانچ برس کی
عمر سے تعلیم کا آغاز ہوا۔ نو برس کی عمر میں پورا قرآن مجید حفظ کر لیا۔ بارہ برس کی عمر یعنی ۷۵۷ھ
سے قرآن تراویح میں سننا شروع کیا۔ ان کے وصی و مربی زکی الدین ابو بکر خردوبی نے جو مصر کے
بڑے تاجر تھے، اس سال حج کا ارادہ کیا تو وہ ان کو بھی اپنے ساتھ لے گئے ایک سال
تک حرم میں رہے یہیں موصوف نے مسند حجاز شیخ عقیف الدین عبد اللہ نشاوری سے
جو شیخ رضی الدین طبری کے آخری شاگرد تھے بخاری کا سماع کیا اور ان سے دیگر مرویات
کی بھی اجازت ملی۔ اس کے بعد موصوف نے مختصرات علوم کو یاد کرنا شروع کیا اور اپنے
ایک اور وصی شیخ شمس الدین احمد بن قطان مصری کے درس میں حاضر ہونا شروع کیا۔ پھر
تاریخ کا شوق ہوا اور راولوں کے حالات سے شغف ہو گیا۔

۷۹۲ھ میں فنونِ ادب سے لگاؤ ہوا تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں
قصیدے لکھے۔ رمضان ۷۹۶ھ سے حافظ عصر شیخ زین الدین عراقی کی صحبت اختیار کی اور
دس برس تک ان سے استفادہ کیا۔ پھر حدیث سے ایسا شغف ہوا کہ تاحیات قائم رہا۔ اور
اپنے استاد مسند قاہرہ شیخ ابوالاسحاق تنوخی کی سند سے سو عشریات جمع کیں، پھر اسکندریہ
کا سفر کیا اور شیوخ اسکندریہ سے مرویات کی اجازت لی۔ پھر بلاد اسلامیہ مکہ معظمہ، مدینہ
منورہ، زبید، نجر اور عدن وغیرہ میں بھی حدیثوں کا سماع کیا۔ یمن میں امام لغت مجد الدین

فیروز آبادی اور دیگر ارباب کمال سے استفادہ کیا اور قاہرہ آگئے پھر شام کا سفر کیا اور قطیف، غزہ،
رطہ، قدس اور دمشق وغیرہ میں شیوخ عصر سے استفادہ کیا، دمشق میں تنوخی رہے لیکن
ایک ہزار جزو کا سماع کیا، جن میں محکم اوسط طبرانی، معرفۃ الصحابہ ابن مندہ اور مسند
ابی یعلیٰ وغیرہ جیسی کتابیں شامل ہیں۔

وہیں آکر اپنے شیوخ کی حیات میں تعلیق التحلیق کو مکمل کیا اور شیخ سراج الدین بلقینی
کی صحبت اختیار کی تاکہ ان سے بھی اجازت حاصل کی۔ پھر حافظ زین الدین عراقی نے بھی اجازت
دیدہ تو تصنیف و تالیف میں لگ گئے۔ ۸۱۷ھ میں شیخ زین الدین عراقی نے بھی اجازت
پھر سو مجلسوں میں عشریات الصحابہ کو لکھوایا پھر مدرسہ جالیہ جدیدہ میں حدیث کا درس دینا شروع
کیا اور اطلاع بھی کرایا یہ سلسلہ ۸۱۷ھ میں منقطع ہو گیا پھر موصوف تصنیف و تالیف میں
مشغول ہو گئے۔ ۸۲۷ھ میں عہدہ قضا ان کے سپرد ہوا، ماہ صفر میں اطلاع کا
سلسلہ شروع ہو گیا، انتہی۔

شیخ صدر الدین محمد بن سفلی سے قرآن مجید حفظ کیا، شہاب الدین احمد خیلوی سے تجوید پڑھی، ابو
حامد محمد کی سے عہدہ الاحکام عبد الغنی مقدسی کا درس لیا، شمس الدین محمد بن علی قطان سے فقہ اور
حساب پڑھا اور شیخ ابواسحاق تنوخی سے جامع ترمذی، صحیح بخاری، سنن نسائی، موطا طبرانی
یحمی بن یحییٰ، مسند دارمی اور صحیح ابن حبان کا سماع کیا، اس طرح ابن حجر نے اس فن کے
ارباب کمال سے اکتساب کمال کیا، چنانچہ حافظ سخاوی المتوفی ۹۰۲ھ فی الفور الامام، ج ۱۔
ص ۳۸ میں لکھتے ہیں:

فالبلقینی فی سعة المفظرة کثرة الاطلاع	چنانچہ علامہ بلقینی وسعت حفظ اور کثرت ان
وابن الملقن فی کثرة التصانیف والعراقی	میں اور ابن الملقن کثرت تصانیف میں عراقی
فی معرفۃ الحدیث ومتعلقاته والمجد	حدیث اور متعلقات حدیث کی معرفت میں
الشیرازی فی حفظ الفقه وامتلاعه بہا و	مجد الدین شیرازی حفظ لغت کے اتقان
الغماری فی معرفۃ العربیۃ ومتعلقاتہا	میں غمار عربیت اور متعلقات صرف و نحو میں
والایناسی فی حسن تعلیم وجودة تہنیه	ایناسی اچھی تعلیم دینے اور اچھی طرح سے
والعزین جماعۃ فی تفہیمہ فی علوم	سمجھانے میں، عز الدین بن جماعہ بہت سے
کثیرۃ والتونخی فی معرفۃ العتبات	علوم میں فنی ہمارت رکھنے میں اور تنوخی

در علوسندہ فیہا۔ قرأت کے علم میں اور علوسند کے اندر اپنی نظیر آپ تھے۔

۸۹۶ھ سے تصنیف و تالیف کا آغاز ہوا۔

۸۱۱ھ میں مدرسہ شیخونہ میں، اور ۸۱۷ھ میں مدرسہ جمالیہ، ۸۲۲ھ میں مدرسہ مویدیہ جدیدہ میں، ۸۷۶ھ میں مدرسہ صلاحیہ میں درس حدیث کے لئے ان کو منتخب کیا گیا اور موصوف نے حدیث کا درس دیا۔

۸۱۹ھ جامع ازہر میں مجددہ خطابت پر بھی ان ہی کو مامور کیا گیا تھا۔ موصوف نے حدیث میں ایسا کمال ہم پہنچایا تھا کہ ان کے شیوخ اور اساتذہ بھی ان کی حدیث دانی کے معترف تھے۔ حافظ عراقی فرماتے ہیں:

انہ اعلم اصحابہ بالحدیث۔ موصوف ان کے شاگردوں میں حدیث کے

(ذیل طبقات الحفاظ، ص ۳۸۱) اندر سب سے زیادہ عالم تھے۔

ایک مرتبہ علامہ عراقی سے سوال ہوا، آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہوگا؟ فرمایا:

ابن حجر ثم ابی البزرجی ثم البیہقی۔ ابن حجر پھر میرا فرزند البزرجی اور پھر بیہقی۔

حافظ تقی الدین ابن فہد موصوف کے متعلق لکھتے ہیں:

امام، علامہ، حافظ، محقق، متین الدیانہ، امام، علامہ، حافظ، محقق، بڑے متدین

حسن الاخلاق، لطیف المحاضرة، حسن الاخلاق، مجالس میں خوش گفتار، عادلانہ

التعبیر، عظیم النظر لم تر العیون مثله ولا تعبیر، عظیم النظر لم تر العیون مثله ولا

رای ہو مثل نفسه۔ رای ہو مثل نفسه۔

لے ان جیسا نہیں دیکھا اور دانشمندی نے اپنا مثل دیکھا۔

صاحب منہل العسافی تحریر فرماتے ہیں:

كان رحمه الله حافظ العصر حافظ المشرق مرحوم حافظ عصر، حافظ مشرق و مغرب

والمغرب امير المؤمنين في الحديث تهت امير المؤمنين تھے ایام جوانی

الیہ ریاست علم الحدیث من ایام شبیبہ بلا ہی میں بالاتفاق علم حدیث کی سیادت

مدافعة۔ (المنہل العسافی ص ۱۰۱) ان پر ختم ہو گئی تھی۔

عبد الرؤف مناوی، کتاب الیواقیت والدرر میں رقمطراز ہیں:

شیخ الاسلام شہاب الدین ابو الفضل بن حجر
فرید زمانہ، حامل لواہ السنۃ فی
ادانہ ذہبی عصرہ و لغزارہ وجوہہ مرج
الناس فی التضعیف والتعجیح واعظم الشہود
والاحکام فی التحدیل والتجریح تغنی لکل حاکم
بارتقاء فی علم الحدیث الی اعلیٰ الدرج -
شیخ الاسلام شہاب الدین ابو الفضل بن حجر
یگانہ عصر اور اپنے زمانہ میں سنت کے علمبردار
تھے۔ ذہبی عصر اور اُس کی رونق اور خلاصہ
تھے تعجیح و تضعیف میں لوگوں کا مرجع اور
تحدیل و تجریح میں سب سے بڑے حاکم و شاہد تھے
ہر نصف نے ان کے حق میں اعلیٰ مدارج تک
علم حدیث میں ترقی کر جانے کا فیصلہ کیا ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے ان کا تذکرہ حسب ذیل الفاظ سے شروع کیا ہے :

شیخ الاسلام و امام الحفاظ فی زمانہ و حافظ الدیار العربیہ بل حافظ الدنیا مطلقا
قاضی القضاۃ شہاب الدین ابو الفضل احمد الخ۔

آخر میں لکھتے ہیں :

وان یکن فائز حضور مجالسہ والفوز لبساح
کلامہ والاخذ عندہ فقد انتفعت فی الفن
بتصانیفہ واستفدت منها اکثر وفد غلق
بعده الباب وختم بہ فی ہذا الشأن -
(ذیل طبقات الحفاظ، ص ۳۸۰)

بعد دروازہ بند ہو گیا اور اس شان کا ان پر خاتمہ ہو گیا۔

قاضی محمد بن علی شوکانی المتوفی ۱۲۵۵ھ البدر الطالع بحاسن من بعد القرن السابع، طبع
قاہرہ ۱۳۲۸ھ ج ۱ - ص ۸۷ میں موصوف کا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے :

الحافظ الکبیر الشہیر الامام المنفرد بمعرفۃ الحدیث و عللہ فی الازمنۃ المتاخرة۔

اور آگے لکھا ہے :

اکثر جداس المسود والشیوخ وسمیع العالی
والنازل و اجتمع لہ من ذلک ما لم یجتمع
لغیرہ وادرک من الشیوخ جماعۃ
کل واحدہا اس فی فہم الذی اشتهر

ب
موصوف نے بہت سے شیوخ سے بکثرت حدیث
کا سماع کیا اور عالی و نازل حدیثوں کو سنا اور
ان کے پاس ان کا ایسا اجتماع ہوا کہ کسی اور کے
پاس نہیں ہوا۔ انہوں نے شیوخ کی ایک جماعت

کو پایا کہ ہر ایک اپنے فن میں جس کے ساتھ اس
کی شہرت تھی — اہر تھا۔

اسما بر رجال اور حفظ حدیث میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کو نہایت بلند مقام حاصل ہے،
لیکن فقہ حدیث اور توجیہ حدیث میں ان کا کوئی خاص مقام نہیں، یہی وجہ ہے کہ فتح
الباری جس کو شیخ موصوف نے پچیس برس کی طویل مدت میں پایہ تکمیل کو پہنچایا اس میں فقہ
حدیث پر اپنی طرف سے ایسا کلام نہیں کیا جیسا کہ خطابی اور نووی کے یہاں جگہ جگہ پایا جاتا
ہے، انہی وجوہ سے حافظ سید انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا ہے:

ان ابن حجر ناقل محض قد طالع کتب الاما	ابن حجر رد ناقل محض ہیں انہوں نے حدیث
لا یما شروح البخاری عشرین سنۃ ثم	کی بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا خاص طور
لخص من تلك الشروح شرحاً مفصلاً	پر بخاری کی شرحوں کو بیس برس تک منتظر خانہ
قال النجادی الذی کان عند حضرة	دیکھا پھر ان شروح سے غلامہ کر کے ایک
درہم انا کنت یمن المسودة التي کان	مفصل شرح لکھی۔ علامہ سخاویؒ کا بیان
يعطينی فی الاسبوع وکذا ولذا یجد	ہے کہ ہم ان کے درس میں حاضر رہتے اور
فی بعض المقامات انا منفصلہ بعد وکن	اس مستودہ کو صاف کرتے تھے جو وہ ہفتہ
لا یونی وعسیدہ والوجه الا انه کان	میں ہم کو دیتے تھے اور ایسا ہی دستور
ناقلًا واما تصانیف غیر ذلک فلیس	رہا — — — وہ بعض مقامات پر وعدہ
بجید کتلخیص الحمیر	کرتے ہیں، ہم بعد میں اس کی تفصیل کریں گے
رامالی کتاب صحیح مسلم (در پشت ورق ۱۳)	لیکن وہ وعدہ پورا نہیں کرتے۔ اس کی وجہ
	مرفیہ ہے کہ وہ ناقل محض تھے اس کے

ملا وہ ان کی تصانیف کچھ اسی نہیں ہیں جیسے کہ تلخیص الحمیر ہے۔

واضح رہے یہ عربی مولانا مناظر احسن گیلانی کی ہے، شیخ کی تقریر کو انہوں نے عربی
الفاظ کا جامہ پہنایا ہے، یہی وہ تقریر ہے جس کی گم شدنی کا انہیں اخیر عمر تک انوس رب اللہ
کا مجروح مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے پاس مستعار تھا جو اب ان کے بھائی فضل احمد کے پاس ہے
اور مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ زید مجدہم کے توسط سے ہمیں اس کے دیکھنے کا موقع
ملا، ہم نے اس کا پورا مطالعہ کیا ہے۔

علامہ ابن حجر نے ۸۷۶ھ میں عہدہ قضا قبول تو کر لیا لیکن تمام عمر اس پر افسوس رہا حافظ سخاوی الجواہر والدرہ میں لکھتے ہیں:

قد ندم علی قبولہ وظیفۃ القضا کون ارباباً
الدولۃ لا یفسد قون بین اولی الفضل
وغیرہم ویقول سمعتہ ان من آقا
التلبس بالقضا ان بعضہم ارسل الی
لغائی وانہ بلغہ تلبی بوظیفۃ القضا
مصرح۔

موصوف کو عہدہ قضا قبول کر کے ندامت
ہوئی کیونکہ ارباب اقتدار، فضل اور
غیر فضل میں فرق نہیں کرتے اور میں
نے اُن کو کہتے ہوئے سنا کہ قضا کا طاق
بھی آفتوں میں سے ہے کیونکہ بعض ارباب
دولت نے میری ملاقات کے لئے سفر کیا

اور انہیں یہ خبر پہنچی کہ میں منصب قضا سے وابستہ ہو گیا تو وہ لوٹ گئے۔
یہ تو حافظ ابن حجر کی وہ غلطی ہے جس پر انہیں تمام عمر بچھٹانا پڑا۔ لیکن غلطی ان سے اور بھی
ہوئی ہے کہ انہوں نے تذکرہ نگاری میں معاصرین کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ اس کا
شک وہ ان کے تلمیذ خاص حافظ شمس الدین سخاوی نے الفیوض اللامع میں جا بجا کیا ہے اور ان
کے دوسرے شاگرد بُرہان الدین بقاعی کو بھی ان کی اس حرکت کا قلعی ہے کہ انہوں نے
علماء کے ساتھ تذکرہ نگاری میں انصاف سے کام نہیں لیا چنانچہ علامہ بقاعی اپنی
مشہور تالیف عنوان الزمان تراجم الشیوخ والاعیان میں لکھتے ہیں:

ان فیہ من سنی المصال انہ لا یباہل احدا
بما یستعہ من الاکرام فی نفس الامر
ان میں ایک بری عادت یہ ہے کہ وہ کسی کے
ساتھ اس اکرام کا معاملہ نہیں کرتے جس کا
وہ حقیقت میں متحق ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے حاجی خلیفہ حبیبہ منصف مزاج موزخ کو یہ لکھنا پڑا:

کان مسلم ابن حجر سیافاً فی مبالغۃ الناس و
لسانہ حنا و لیستہ عکس لیبی الحسن۔
(کشف الظنون، ج ۱، ص ۶۱۸)

ابن حجر کا قلم لوگوں کے معائب بیان کرنے
میں خراب تھا اور زبان اچھی تھی، ہاشم
معاذ انا ہوتا کہ اچھی چیز باقی رہتی۔

ان دو چار باتوں کے سوا ان کی ذات جامع کمالات تھی، ان کی علمی خدمات سے عالم کو فیض
پہنچا ہے۔

ذی قعدہ ۸۷۵ھ میں یحییٰ کی شکایت ہوئی اور یہ شکایت ایک جہیز تک رہی اور آخر شب

شنبہ ۲۸ ذی الحجہ کو روح قبض غصری سے پرواز کر گئی۔

موصوف کے حالات کے لئے دیکھو،

(۱) رفع الامر عن قضاة مصر، از ابن حجر عسقلانی، طبع قاہرہ جلد اول۔

(۲) الضور اللامع، ج ۲۔ ص ۳۶ تا ۴۰۔ (۳) نظم العقیان، ص ۲۵ تا ۵۳۔

(۴) حسن المحاضرة، ج ۱۔ ص ۲۰۶ تا ۲۰۸۔ (۵) ذیل طبقات الحفاظ، از سیوطی،

ص ۳۸۰ تا ۳۸۲۔

(۶) تذرات الذهب، ج ۷۔ ص ۲۰ تا ۲۷۔ (۷) البدر الطالع، ج ۱۔ ص ۸۷ تا ۹۲۔

(۸) فہرست الفہارس، ج ۱۔ ص ۲۳۶ تا ۲۵۰۔ (۹) ہدیۃ العارفین، ج ۱۔ ک ۱۵۲۔

(۱۰) بستان المحدثین، ص ۱۲۶ تا ۱۲۹۔ (۱۱) انتخاب النبلاء، ص ۱۹۳ تا ۱۹۷۔

(۱۲) ابن حجر عسقلانی، از مولانا محمد عبد الرشید صاحب نعمانی۔ (مقدمہ بلوغ المرام مترجم)

(۱۳) بلوغ المرام عربی (مقدمہ) شائع کردہ کارخانہ تجارت کتب، کراچی۔

(۲۵۹)

ابراہیم نام ابو الاسحاق کنیت، زین الدین اور جبرہان الدین لقب ہے، سلسلہ نسب یہ ہے

ابراہیم بن احمد بن عبد الواحد بن عبد المؤمن بن سعید بن علوان بن کامل التتوخی البعلی
شم الشامی۔

۸۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور دمشق میں تعلیم و تربیت پائی، قرأت کی تکمیل جبرہان الدین

جعفری، الرضی، المرادی، ابو حیان اندلسی، الوادی آشی اور ابن السراج سے کی، فقیہ ہارونی

سے حماہ میں ابن النقیب سے حلب اور فقیہ ابن القماح سے مصر میں فقہ طرہی، محدث

نقی الدین سلیمان، اسماعیل بن یوسف، عیسیٰ بن مطعم، ابو بکر بن احمد بن عبد اللہ المصنف

حجاز، ایوب بن نعمۃ الکمال، حافظ برزالی اور حافظ مزی سے حدیثوں کا سماع کیا، جن شیوخ

حدیث سے موصوف کو روایت حدیث کی اجازت حاصل ہے ان کی تعداد چار سو سے

متجاوز ہے، اسی طرح بہت سے مشائخ وقت سے تدریس، افتاء، قرأت کی تعلیم کی بھی موصوف

کو اجازت ملی ہے، حدیث میں ایسا کمال ہم پہنچا یا تھا کہ ان کے شیوخ بھی ان سے روایت

کرتے تھے، چنانچہ انہی میں سے حافظ ذہبی بھی ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ

الدر الکامنہ، ج ۱۔ ص ۱۱ میں رقمطراز ہیں :

واخبرنی من لفظ ان الذی شیخہ سمع علیہ
 جزا کلنت العجب من ذلك الى ان
 دفعت علی الاصل فی کتب القاضی برہان
 الدین ابن جماعہ و ہون الخمین الاربعین المتبانیۃ
 للقاضی عز الدین بن جماعہ مشرأ بالبرہان
 علی شیخنا البرہان فسمعہا الذہبی وغیرہ
 بساۃ شیخنا من العزائم وجدت فی سیر
 النبلاء للذہبی فی ترجمۃ ابی العباس العشاب
 المرادی قال الذہبی اخببرنی ابن علوان
 فذکر شیخا و ابن علوان ہذا ہو برہان الدین
 ونفسہ و شیخنا بکثیر من سموحات و صاۃ شیخ
 الدیار المعریۃ فی القراءات و الاسناد۔

اور موصوف نے مجھ سے ان الفاظ میں بیان
 کیا تھا کہ علامہ ذہبی جو ان کے شیخ تھے انہوں
 نے بھی ان سے ایک مجز و کا سامع کیا تھا، مجھے
 اس پر تعجب تھا تا آنکہ قاضی برہان الدین
 ابن جماعہ کی کتابوں میں اس اصل پر مطلع
 ہوا اور وہ تلخیص الاربعین المتبانیۃ ہے جو
 قاضی عز الدین بن جماعہ کی تالیف تھی جس کو
 برہان الدین ابن جماعہ نے ہا کے شیخ برہان
 الدین سے پڑھا تھا اور اس کا سامع ذہبی وغیرہ
 نے بھی کیا تھا۔ پھر میں نے ذہبی کی سیر النبلاء
 میں ابو العباس العشاب المرادی کے ترجمہ میں
 دیکھا کہ ذہبی نے تصریح کی ہے کہ مجھے ابن
 علوان نے بعض حدیثیں سنائیں جن کو انہوں
 نے نقل کیا اور ابن علوان بھی برہان الدین میں ہمارے شیخ ان کی بہت سی سموحات میں منقول
 تھے اور دیار معریۃ میں قراءات اور اسناد کے اندر مسلم اسناد تھے۔

حافظ سید عبدالحی کتانی فہرس الفہارس، ج ۱۔ ص ۱۵۷ میں انبار النمر کے حوالے سے تحریر
 فرماتے ہیں:

وقال البرزولی فی اجازۃ للعفید بن
 مرزوق نادینی فہرستہ و اخبرنی انہ قرأ
 علی یوسف و خمسائہ شیخ و اجازنی بکل
 بایروہ عامۃ۔

برزولی نے حفید بن مرزوق کی اجازت
 میں بیان کیا ہے کہ انہوں نے مجھے اپنی
 فہرست شیوخ عنایت فرمائی اور مجھے بتایا
 کہ انہوں نے پانچ سو سے اوپر شیوخ سے
 سامع کیا اور ہر ایک شیخ نے انہیں ہر اس روایت کی جسے وہ روایت کرتا ہے، عام
 اجازت دی ہے۔

آخر عمر میں بعض عوارض کی وجہ سے زبان موٹی ہو گئی تھی، پھر مینائی بھی جاتی رہی تھی جس
 کی وجہ سے ”برہان الشان النضریر“ کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے اور حدیث بھی کم سناتے

تھے، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا بیان ہے:

مجھے ایک زمانہ تک موصوف کی صحبت میں رہنے کی سعادت حاصل رہی ہے اور میں نے ان سے خوب استفادہ کیا ہے۔ حدیث کی چھوٹی بڑی بہت سی کتابوں کا سماع مجھے ان سے حاصل ہے انھوں نے میرے حق میں دعائیں کی تھیں جن کے آثار اب محسوس کرتا ہوں جب میں مکہ معظمہ میں تھا اس زمانے میں ۸۰۰- جمادی الثانی ۸۰۰ میں ان کا انتقال ہوا تھا۔ میں نے معجم شیوخ میں ان کی سند سے شیخ تقی الدین سلیمان سے کوئی روایت نقل نہیں کی، کیونکہ مجھے اس کا علم ان کی وفات کے بعد ہوا تھا۔

سید عبدالحی کتانی نے فہرست الفہارس میں تصریح کی ہے کہ ان کے شاگردوں میں سب سے آخر میں جس کا انتقال ہوا وہ محدث ابو العباس بن طریف الشاذلی المتوفی ۸۸۷ھ ہیں جن کے متعلق سیوطی نے بھی شعر کہے ہیں۔

واضح رہے تنوخ تائے فوقانیہ کے فیج اور نون خفیہ کے پیش کے ساتھ یہ موصوف کی تالیفات میں سے کتاب الاربعین ہے۔

ان کے حالات کے لئے دیکھو:

(۲) فہرست الفہارس، ج ۱- ص ۱۵۷۔

(۱) الدرر الكامنة، ج ۱- ص ۱۱۔

(۲۶۰)

احمد نام، ابو العباس کنیت، شہاب الدین لقب، ابن الشحنة اور التجار عرف ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

احمد بن ابی طالب بن نعمۃ بن حسن الدیر مقرنی (دیر قرنی) ثم العسقلانی۔

۱۲۲ھ ہجری سے قبل پیدا ہوئے، ۱۲۳ھ میں دمشق کے اندر قاسیون میں محدث زبیدی

سے صحیح بخاری کا سماع کیا اور اس جہد کے نامور محدث ابن اللتی قلعی، ابن رزبہ اور جعفر ابن علی سے حدیثیں سنیں۔ پھر حدیث کا درس دینا شروع کیا، عمر نہایت طویل پائی تھی،

جس کی وجہ سے موصوف نے سند میں پوتوں کو دادوں سے ملا دیا تھا۔ ۱۲۸ھ میں محدث

ابن اللتی کے اجزاء میں جیسے جزو ابن مخلد اور مسند عمر میں ان کا بھی نام ملا تو محدثین پر

یہ حقیقت گھلی کہ ان کو شیخ ابن اللتی سے بھی سماع حاصل تھا پھر ابن الزبیدی سے بخاری کے

سامعین میں ان کا نام ملا تو محدثین کو غیر معمولی خوشی ہوئی، بلاد اسلامیہ، دمشق، قاہرہ، حماہ،

بلبلک، حمص وغیرہ میں کم و بیش ساٹھ ستر مرتبہ بخاری پڑھائی اور زندگی میں بڑا اعزاز و اکرام حاصل ہوا، حافظ ذہبی کا بیان ہے:

كان ديموي اللون صبح الركب اشقر
طويلا البطار عند الشيب وكانت له هيئة
وفيه عقل وفهم يعني جيدا وارتأ
نفس فيما احلم وثقل سمعة قليلا
في الآخر..... وكان ربا اسبح
في بعض الايام اشتر النهار وحصل له
المال وقدر بالقلعة المعلوم وكان فيه
دين و ملازمة للصلاة ويعوم طلوعا
وقديام وهو ابن امة سنة رمضان
واشبعه بست من شوال وكان حينئذ
يقفل بالماء البارود (الدرر الكامنة ج ۱ ص ۱۳۶)
حالا کہ پورے ہو چکے تھے سو برس کے تھے مگر رمضان کے روزوں کے بعد شوال کے
بھی چھ روزے رکھتے تھے اور ٹھنڈے پانی سے غسل کرتے تھے۔

مورخ ابن کثیر البدایہ والنہایہ (ج ۱۴- ص ۱۵۰) میں لکھتے ہیں:

سمعا عليه مدار الحديث الاشرقية في ايام
الشتويات نحو من خمسمائة جزء بالاجازات
والسماع، وسماعه من الزبيدي وابن
اللقى وله اجازة من بغداد وفيها مائة
وثمانية وثلاثون شيئا من العوالي المت
..... وقد سمع عليه السلطان
الملك الناصر وخلق عليه واليه القلعة
بيده وسمع عليه من اهل الديار المصرية و
الشامية ام لا يحصون كثرة و انتفع

ہم نے ان سے دار الحدیث اشرفیہ میں ستر
کے موسم میں تقریباً پانچ سو جزوں کا سماع
کیا اور اجازت لی اور ان کا ابن الزبیدی
اور ابن اللتی سے سماع ثابت ہے شیوخ
بغداد میں سے ایسے ایک سو اڑتیس شیوخ
سے روایت حدیث کی اجازت حاصل ہے
جو نہایت عالی اسناد اور مستند تھے۔
سلطان ملک ناصر نے بھی ان سے سماع کیا
اور انھیں خلعت سے سرفراز فرمایا اور اپنے

بذلک وکان شیخاً حسناً ہی المنظر سلیم الصدر
ممتناً بحواسہ وقواء، فانه عاش مائتہ سنۃ
محققاً وزاد علیہا، لا یمح البخاری من
الزبیدی فی سنۃ ثلاثین وستمائتہ و
اسعدہ ہونی سنۃ ثلاثین و سبعمائتہ
فی تاسع صفر بحامہ دمشق وسمعا
علیہ یومئذ وللہ الحمد۔

اور ۹ صفر ۷۳۵ھ میں انہوں نے جامع دمشق میں سماع کرایا اور ہم نے اسی زمانے
میں ان سے سماع کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۷۵۲ھ الدرر الکامنه (ج ۱- ص ۱۴۳) میں رقمطراز ہیں:
انتحت علیہ الحفاظ ورحل الیہ من البلا
وتزاموا علیہ ۷۵۲ھ الی ان مات لما
نزل الناس بموتہ درجۃ۔

اور جب ان کا انتقال ہو گیا تو لوگ سند میں ایک درجہ کمتر ہو گئے۔
مورخین کو ان کے زبیدی سے سماع پر یقین نہیں آیا اور انہوں نے زبیدی سے سماع کے بارے
میں ان کے بھائی کا نام لیا ہے علامہ ذہبی اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولا ارباب فی سماع من ابن الزبیدی فانه
لم یکن لہ اخ باسمہ قط شرح حب الدین
ابن المحب فی مشرآة الصبح قبل موتہ
بیوم ثم قرأ علیہ الميعاد الثانی یوم وفاتہ
الی الظہر فمات قرب العصر فی الخامس و
التشرین من صفر ۷۵۳ھ۔

اور ۲ صفر ۷۵۳ھ میں عصر کے قریب ان کا انتقال ہوا تھا۔

حافظ شمس الدین سخاوی المتوفی ۹۰۲ھ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث دلیع النوار محمدی لکھنو

ص ۳۱۰ میں تحریر فرماتے ہیں :

جاوڑ المائتہ یقین وکان مائتہ
لا یضبط شیئاً ولا یتعلل کثیراً مع ہذا
مدامی المائتہ والمخاطف فضلنا من دونہم
الی السماع منہ لاجل تفسر وہ بحیث
سمیع منہ نحو مائتہ الف او یزیدون۔
موصوف تنو سے یقیناً تجاوز ہو چکے
تھے اور عامی تھے کچھ ضبط نہیں کیا تھا اور
نہ فہم و فراست سے زیادہ کام لیا تھا
اور اس کے باوجود المائتہ فن اور حفاظ ان
سے سماع پر ٹوٹے پڑتے تھے اور ولی کا تو
کیا ذکر کیا کہ موصوف زبیدی سے سماع
میں منفر د تھے ، ان سے ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں نے سماع کیا ہے۔

قلعہ افراد اللہ بھی گراؤ فیہا علی السنین من
جاز المائتہ وکذا جمیع شیئاً فی ذلک کتابا
علی الحدود ولکن ما وقعت علیہ بل واما المائتہ
بین۔
ہیں کہنا ہوں ذہبی نے ایک مستقل کتاب لکھا جو جیسے
لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جو سوائے تجاوز کر گئے
تھے اور اسی طرح ہمارے شیخ نے اس مجموع
پر کتاب جمع کی اس کی ترتیب حروف پر تھی

لیکن وہ مجھے نہیں ملی بلکہ میں نہیں سمجھتا کہ انہوں نے اس کو صاف بھی کیا ہو۔

حافظ عبدالحی کتانی نے فہرست الفہارص ج ۱ ص ۲۵۲ میں ان کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے
ہو مسند الدنیا فی وقتہ در حلتہا پھر فرماتے ہیں :

رقلت : من سمع من التجار فی سنۃ ثلاثین
(من المغاربتہ) ابو الحسن علی بن ابی بکر
ابن سبع ابن مزاحم المکناسی المتوفی بفا
حسب سماع لعلی ابن الزبیدی سنۃ
ثلاثین وقال ابو عبد اللہ المقرئ فی رحلۃ
وہذا عالم یعرف لہ نظیر فی الاسلام
وقد قال عبد الغنی المحافظ لا یعرف
فی الاسلام من داری عبد اللہ بن محمد
البغوی فی مقدم اسماع فانہ توفی ۳۱۷ھ
قال ابن حنبلہ وسمناہ یقول اخبرنا
میں کہتا ہوں مغاربہ میں سے جن علما نے
سنۃ ۳۱۷ھ میں حجاز سے شاہین ابوالحسن
علی بن ابی بکر بن سبع بن مزاحم مکناسی
ہیں جن کا انتقال فاس میں ہوا موصوف
نے شیخ ابن الزبیدی سے سنۃ ۳۱۷ھ میں سماع
کیا ابو عبد اللہ مقرئ نے اپنے سفرنامہ
میں لکھا ہے یہ بات ایسی ہے کہ جس کی
اسلام میں نظیر نہیں ، حالانکہ حافظ عبد الغنی
کا قول ہے کہ اسلام میں ایسا کوئی شخص
معروف و مشہور نہیں جو شیخ عبد اللہ بن

اسحاق واسماعیل الطاطائی ۲۲۵ھ۔ محمد بنغوی سے قدامت سماع ہمسر ہو گئے۔

ان کا انتقال ۳۱۵ھ میں ہوا ہے ابن

خللاؤ کا بیان ہے کہ ہم نے ان کو یہ فرماتے ہوئے "خبرنا اسحاق واسماعیل ۲۲۵ھ سنا۔"

واضح رہے حجاز سے شہرت کی وجہ حافظ ابن کثیر نے یہ لکھی ہے کہ ۲۵۔ برس تک موصوف کا قیام مقدم الحجاز میں رہا تھا اس لئے حجاز سے مشہور ہو گئے۔ آخر میں درزی کا پیشہ اختیار کر لیا تھا بروز دوشنبہ ۲۵ صفر ۳۳۵ھ میں عصر کے وقت روح فغن غصری سے پرواز کر گئی۔ مظهری میں نماز جنازہ پڑھی گئی اور خانقاہ دومی میں جامع الاخرم کے پاس سپرد خاک کئے گئے۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) البدایہ والنہایہ، ج ۱۲-۱۵۰۔ (۲) الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث

از ابن کثیر، طبع قاہرہ، ص ۱۵۲۔

(۳) الدرر الکامنه، ج ۱- ص ۱۴۳-۱۷۳۔ (۴) فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث، ص ۳۱

(۵) تذرات الذہب، ج ۶- ص ۹۳۔ (۶) فہرس الفہارس، ج ۱- ص ۲۵۲۔

(۲۶۱)

حسین نام ابو عبد اللہ کنیت، سراج الدین لقب اور ابن الزبیدی عرف ہے بسلسلہ نسب

یہ ہے:

حسین بن المبارک بن محمد بن یحییٰ بن علی بن مسلم بن موسیٰ بن عمران الریعی الزبیدی اصل

البغدادی الحنفی۔

موصوف مشہور زاہد شیخ محمد بن یحییٰ بن علی زبیدی کے پوتے تھے ۵۴۶ یا ۵۴۵ھ میں پیدا ہوئے

پہلے قرآن مجید مختلف قراءتوں سے پڑھا اور پھر علوم و فنون کی تحصیل کی، اپنے دادا شیخ

ابو الوقت البوزرعی اور ابو زید حموی سے حدیث و فقہ پڑھی اور ان میں بصیرت پیدا کی پھر وزیر

ابو المظفر بن ہبیرہ کے مدرسہ میں حدیث کا درس دینا شروع کیا۔ موصوف مذاہب فقہیہ کے

وسیع النظر عالم اور روایت حدیث کے مستند شیوخ میں سے تھے حافظ ابن رجب حنبلی المتوفی ۷۹۵ھ

ذیل طبقات الحنابلہ، ج ۲- ص ۱۴۲ میں رقمطراز ہیں:

كان له معرفة حسنة بالأدب والخبر له موصوف کو ادب میں بڑی دستگاہ حاصل

شیخہ..... ولا نظم فی اللغة والقراءت متقی ان کا شیخہ معجم شیوخ، بھی لکھا گیا ہے

وكان فقيها فاضلا وينا خيرا، حسن الاخلاق متواضعا..... حدث ببغداد و دمشق و حلب و غير من البلاد و سمع منه ام و روى عنه خلق كثير من الحفاظ و غيرهم منهم الديلمي و الفسيفار و آخر من حدث عنه ابو العباس الحمار الصالحى سمع منه صحيح البخارى وغيره.

روایت کی، اور آخری شخص ان سے روایت کرنے والے ابو العباس حمار صالحی ہیں جنہوں نے ان سے صحیح بخاری وغیرہ کا سماع کیا تھا۔

حافظ سید مرتضیٰ ملکرامی ثم الزبیدی تاج العروس مادہ (زب د) میں لکھتے ہیں :

الحسن والحسين ابنا المبارك الزبیدی سمعا من ابی الوقت صحيح البخارى و قسقل عنه بالعلو بالديار المصرية والشامية من طريق الحسين وابن اخيه عبد العزيز بن يحيى ابن المبارك الزبیدی سمع منه منصور ذكره في الذيل ابن الطاهر

۲۳۔ صفر ۳۱۳ھ میں انتقال ہوا اور جامع منصور (بغداد) میں دفن کئے گئے۔

موصوف کی تالیفات میں سے البلغة فی الفقه زیادہ مشہور ہے۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو :

(۱) الجواهر المفیضة فی طبقات الخفیه، ج ۱۔ ص ۲۱۲۔

(۲) ذیل طبقات الخبابة، ج ۲۔ ص ۱۴۴۔ (۳) الدارس فی تاریخ المدارس از نعیمی۔

(۴) ذیل تذکرة الحفاظ، از محمد زاید کوثری، ص ۲۵۹۔

(۵) شذرات الذهب، ج ۵۔ ص ۱۴۴۔ (۶) تاج العروس، مادہ زب د۔

(۲۶۲)

عبدالاول نام اور ابو الوقت کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے،

عبدالاول بن عیسیٰ بن شعیب بن ابراہیم بن اسحاق السجری۔

موصوف شہ ۵۸۶ھ میں پیدا ہوئے اور ہرات میں تعلیم و تربیت پائی، مورخ ابن شہیر نے تاریخ اسلام میں بعراحت لکھا ہے کہ ان کے والد محدث ابو عبد اللہ عیسیٰ اسہر بن سے متجاوز تھے، وہ محدث علی بن بشری سے سماع حدیث میں منفرد زمانہ تھے یہ ان کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر ہرات سے بوشیخ لاتے اور یہاں انھوں نے ۵۸۶ھ میں محدث جمال الاسلام داؤدی وغیرہ سے صحیح بخاری، مسند دارمی، اور منتخب عبد بن حمید وغیرہ کا سماع کیا۔ موصوف کے شیوخ حدیث میں محدث ابو عاصم الفضل، محمد بن ابی مسعود اور شیخ الاسلام عبد اللہ الفزاری رحمہما کا نام سرفہرست آتا ہے۔ انھوں نے شیخ الاسلام الفزاری کی صحبت سے بڑا فائدہ اٹھایا، غورستان بعمرہ، عراق اور حجاز کا سفر کیا اور وہاں کے علماء سے بھی افادہ اور استفادہ کیا درس حدیث میں موصوف کو غیر معمولی شہرت حاصل ہے۔ مورخ ابن الجوزی کا بیان ہے :

کان مہور علی القرآۃ وکان شیخا صالحا علی	موصوف قرأت پر بڑے مبارکتے، شیخ
سمت السلف، کثیر الذکر والتعب	صالح اور یادگار سلف تھے، بڑے ذاکر
والبکار۔ (کتاب المنتظم، ج ۱۰۔ ص ۱۸۲)	تہجد گزار اور رولے وھولے والے تھے
حافظ ابن نقطہ کتاب الاستدراک کے باب السجری والشجری والسجری میں رقمطراز ہیں :	
اما السجری بسین ہلہ وزای فجاءہ قتال	لیکن سجری سین ہلہ اور زے کے ساتھ ایک
الاعیر بنسبون الی سبستان علی خیر قیاس	جماعت منسوب ہے۔ امیر نے تصریح کی ہے یحبتان
ومنہم..... ابو الوقت	کی طرف غیر قیاسی نسبت ہے منجملان کے جو
عبدالاول بن عیسیٰ بن شعیب السجری الہروی	اس کی طرف منسوب ہیں۔ شیخ ابو الوقت
الصفوفی قدم بغداد فی سنة ثنتين	عبدالاول بن عیسیٰ بن شعیب سجری ہروی صفوی
وخمسة فی حاوی عشرین شوال وحدث	میں جو ۱۹ شوال ۵۸۶ھ میں بغداد آئے
بہا عن عبد الرحمن بن المنظر بن محمد	اور یہاں شیخ عبد الرحمن بن مظفر بن محمد
الدادی وابی عبد اللہ محمد بن عبد العزیز	داؤدی ابو عبد اللہ محمد بن عبد العزیز
الفارسی وابی اسماعیل عبد اللہ بن محمد	فارسی ابو اسماعیل عبد اللہ بن محمد

الانصاری الحافظ قال
ابن شافع کان شیخاً صالحاً الحق الصغار
بالکبار و رای من ریاست التحدیث بالم پر
احمد من ابنار جنم مولده سنة ثمان
و خمسين و اربع مائة و توفي ليلة الاحد
سادس ذی القعدة من سنة ثلاث
و خمسين و خمسمائة و دفن من الغد بالشويزية
و کان مستقیم الراي حاضر الذهن و سماً
بعد الستين و اربع مائة و صاحب شیخ
الاسلام نیفاً و عشرين سنة یعنی ابا
اسماعیل

ابن العماد حنبلی لکھتے ہیں :

قدم بغداد و فاز حسم الخلق علیہ
و کان خیر امتواضعاً حن لسمت
متین الدیانة محبا للرواية و
عمر حتی الحق الا صاعداً بالاکابر۔
(نذرات الذمب، ج ۴، ص ۱۶۶)

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں حافظ کوتاہ کے تذکرہ میں ان کو "مسند زمانہ الامام" کے
الفاظ سے یاد کیا ہے۔

۵۳ھ میں حج کے لئے رخت سفر باندھ رہے تھے کہ ۶۔ ذی القعدة کو ۹۵ برس کی
عمر میں انتقال ہوا۔ انتقال کے وقت زبان مبارک پر یہ آیت شریفہ یا لیت قومی یبکون
یا عفر لى ربی و جعلنی من المکرمین جاری تھی۔ موصوف شہنیزہ میں مدفون ہیں۔
موصوف کے حالات کے لئے دیکھو :

(۱) کتاب المنتظم، ج ۱۰، ص ۱۸۳۔

(۲) کتاب الاستدراک علی الکمال، از

ابن نقطہ خطوط عکسی، ۲، ایشی ٹیٹ سرائچی

- (۳) وفيات الاعيان، ج ۱- ص ۳۳۱- (۴) شذرات الذهب، ج ۲- ص ۱۶۶-
 (۵) النجوم الزاهرة، ج ۵- ص ۳۲۸ و ۳۲۹- (۶) اتحاف النبلاء، ص ۳۰۲-

(۲۶۳)

عبد الرحمن نام ابو الحسن کنیت اور جمال الاسلام لقب ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے:
 عبد الرحمن بن محمد بن المنظر بن محمد بن داؤد بن احمد بن معاذ بن سہل بن الحکم بن شیرزاد
 الداودی البوسنجی۔

موصوف ربح الآخر ۳۷۴ھ میں پیدا ہوئے ابو علی فخر دی سے ادب پڑھا، ابو بکر القفال
 مروزی، ابو الطیب سہل معلوکی، ابو حامد اسفرائینی اور فقیہ ابو سعید بصری منصور سے نیشاپور
 بغداد اور بوشیج میں فقہ کی تعلیم پائی، ابو علی دقاق اور ابو عبد الرحمن سلمی سے تصوف کی
 تحصیل کی اور ان کی صحبت سے خوب استفادہ کیا، محدث ابو الحسن بن الصلت سے بغداد
 میں، ابو عبد اللہ الحافظ سے نیشاپور میں اور ابو محمد بن ابی شریح وغیرہ سے بوشیج میں حدیثوں
 کا سماع کیا اور پھر درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور ارشاد و تبلیغ میں مصروف ہو گئے
 حافظ عبد الکرم سمعانی کا بیان ہے:

..... الامام ابو الحسن عبد الرحمن	امام ابو الحسن عبد الرحمن..... مشائخ خراسان
وجہ مشائخ خراسان فضلا عن ناحیة	کے سزا جاتے، نواح بوشیج کا تو ذکر یہ کیا
والمشہور فی اہلہ فضلہ وسیرتہ وورعہ	اہل خراسان میں ان کا فضل و کمال، ان کی
لہ قدم راسخہ فی التصوف، نسب الی	سیرت اور ورع و تقویٰ مشہور تھا اور تصوف
جده الاعلیٰ داؤد بن احمد....	میں پایہ بلند تھا۔ موصوف اپنے جدا علی کی
..... روی لنا عنہ ابو الحسن	طرف مشہور ہیں، ہمیں بھی ان کی سند
مسافر و ابو محمد ابنا محمد بن علی البسطامی	سے شیخ ابو محمد بن علی بسطامی کے فرزند شیخ
بنینا پور و ابو الوقت عبد الاول بن علی	ابو الحسن مسافر اور ابو محمد نے نیشاپور میں
السجری ہرات و ابو الحسن اسعد بن	اور ابو الوقت عبد الاول بن علی سجری
علی الحنفی بمالین و اتم الفضل عائشہ بنت	نے ہرات میں، ابو الحسن اسعد بن
ابی بکر بن بحر البلی بوشیج وغیرہم اخبرنا	علی حنفی نے مالین میں اور اتم الفضل
ابو الحسن الفارسی کتابہ انشدنا ابو القاسم	عائشہ بنت ابی بکر بن بحر بلخی نے بوشیج میں

اسعد بن علی البارغ نفع فی ابی الحسن
الراودی،

امۃ العلم جزیرہم
وہن مذموم و عسود
سیرۃ داؤد و ہم خبرہم
فسیر درع و رع داؤد
ذرت قبرہ بظاہر پوشج۔
(کتاب الانساب، درق ۲۲۰)

حدیثیں بیان کیں اور دوسروں نے ہم سے
بیان کیا کہ ہم کو ابو الحسن فارسی نے ابو القاسم
اسعد بن علی کے جو فضل و کمال میں بلند مقام
رکھتے ہیں ابو الحسن راودی کے بارے میں شیخ
کلمہ کر بھیجے تھے:

اتۃ علم جن کا میں نے تجربہ کیا، ان
میں قابل مذمت اور قابل ستائش دونوں
طرح کے ائمہ ہیں۔ داؤد کی سیرت ان میں

سے بہتر ہے، اور سب سے بہتر درع و تقوٰے داؤد کا درع و تقوٰے ہے۔
میں نے پوشج سے باہر ان کے مزار کی زیارت کی ہے۔

حافظ ابو بکر محمد بن عبد الغنی المتوفی ۶۲۹ھ کتاب الاستدراک میں باب الراودی والراودی
کے تحت رقمطراز ہیں:

اما الاول فجماعة منہم ابو الحسن عبد الرحمن
ابن محمد بن مظفر بن محمد بن داؤد
ابن احمد بن معاذ الراودی حدث
بالبخاری عن ابی محمد عبد اللہ بن احمد
ابن حمویہ السرخسی مولدہ فی ریح الاول
من سنة اربع و سبعین و ثلاث مائة
وساعة فی سفر سنة احدى و
ثمانین و توفی ببوشج فی شوال من سنة
سبع و ستین و اربع مائة حدث بہ عنہ
جماعة آخرہم عبد الاول بن عیسیٰ
البحری و کان موصوفا بالخیر و التقوٰے
لیکن اول کی طرف نسبت سے ایک جماعت
مشہور ہے، ان میں سے ابو الحسن عبد الرحمن
ابن محمد بن مظفر بن داؤد بن احمد بن معاذ
داؤدی ہیں جو بخاری شریف کے ابو محمد
عبد اللہ سرخسی سے راوی ہیں، ان
کی ولادت ریح الاول ۳۷۲ھ میں ہوئی
ساع بھی بچپن کے اندر ۳۸۱ھ میں ہوا
تھا، موصوف نے شوال ۴۶۷ھ میں بوشج
کے اندر وفات پائی، ان سے ایک جماعت
نے صحیح بخاری کو روایت کیا ہے ان میں
سے آخری راوی عبد الاول بن عیسیٰ بحری

ہیں اور یہ نیکی اور تقوٰے کی صفات سے متصف تھے۔
حافظ ذہبی کتاب العرب فی خبر من غیرہ ج ۳۔ ص ۲۶۵ میں لکھتے ہیں:

ابو الحسن الداودی شیخ
خراسان علماً و فضلاً و جلالاً و سنداً و دی
الکثیر عن ابی محمد بن حمویہ و ہوا آخر من حد
حضرہ و تفقہ علی القفال المروزی
و ابی الطیب الصعلوکی و ابی حامد
الاسفہرایی و لہ
اربع و تسعون سنۃ۔

مورخ ابن کثیر البدایہ و النہایہ، ج ۱۲۔ ص ۱۱۲ میں لکھتے ہیں:

کتاب الکثیر و درس و افتی و صنعت و و خط
الناس و کانت لہ ید ملوئی فی النظم
و النثر و کان مع ذلک کثیر الذکر لایفتقر
لسانہ عن ذکر اللہ تعالیٰ و حصل یوما علیہ
الوزیر نظام الملک فجلس من یریدہ فقال
لہ الشیخ ان اللہ قد سلطک علی عبادہ
فانظر کیف تجیبہ اذا سألک عنہم
..... و قد تجاوز التسعین و
من شعرہ الجمید القوی قولہ:
کان فی الاجتماع بالناس نور
ذہب النور و ادہم الظلام
فسد الزمان و الزمان جمیعاً
فعلی الناس و الزمان السلام
ہے، ایک وقت تھا کہ لوگوں کی مجالس منور تھیں، اب نور ختم ہو گیا اور لوگوں پر ظلمت چھا گئی
پہلے زمانہ بھی بگڑ گئے اور زمانہ بھی سارا بگڑ گیا لہذا لوگوں اور زمانہ دونوں کو سلام ہے۔

منقول ہے کہ جس وقت سے ترکمان نے خراسان کو لوٹا، موصوف نے چالیس برس تک گشت نہیں
کھایا اور صرف چھپی پر گزر بسر کی اور جب سے ان کو یہ بتایا گیا کہ نہر کے جس کنارے سے چھپلیا شکار

اس خوف کے موٹی ہیں لوٹ مار کے نہ ہوں۔ گویا اس قدر محتاط تھے۔ چشتی

شمار کی جاتی ہیں، اُس کنارے پر ان کے سرداروں نے کھانا کھایا اور جو بچ رہا وہ اس میں پھینک دیا تو انہوں نے پھیلیاں کھانا بھی بند کر دی تھیں۔

شوال ۲۶۹ھ میں ۹۴ سال کی عمر میں رحلت فرمائی اور بوشیج میں دفن کئے گئے۔ موصوف کے حالات کے لئے دیکھو :

(۱) کتاب الانساب، سمعانی نسبت داودی۔ (۲) کتاب الاستدراک از ابن نقطہ بغدادی باب الدادودی، خطوط عکسی۔

(۳) کتاب المنظم، ج ۸۔ ص ۲۹۶۔ (۴) کتاب العبر، ج ۳۔ ص ۲۶۵۔

(۵) البدایہ والنہایہ، بذیل وفیات ۲۶۹ھ (۶) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ج ۳۔ ص ۲۲۸ و ۲۲۹۔

(۷) فوات الوفيات، ج ۱۔ ص ۲۶۲ و ۲۶۳۔ (۸) شذرات الذهب، ج ۳۔ ص ۲۲۷۔

(۳۶۴)

عبد اللہ نام اور ابو محمد کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے :

عبد اللہ بن احمد بن محمود بن یوسف بن اعین السرخسی۔

موصوف ۲۹۳ ہجری میں پیدا ہوئے اور اُس عہد کے اکابر محدثین سے حدیث کا سماع کیا فربری کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے اور راوی صحیح بخاری سے مشہور تھے حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں حافظ ابن المقرئ کے تذکرہ میں ان کو "مسند خراسان" اور "راوی صحیح البخاری" کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ حافظ ذہبی "کتاب العبر فی خبر من غبر" ج ۳۔ ص ۱۷۷ میں لکھتے ہیں :

عبد اللہ بن احمد السرخسی المحدث

الثقة روى عن الفهربري صحيح البخاري

وروى عن عيسى بن عمر السمرقندي كتاب

الدارمي وروى عن ابراهيم بن خريم مسند

عبد بن حميد وتفسير قوتي في ذي الحجة

وروى عن ابن خزيمة

ابن حميد کے راوی تھے اسی سال کی عمر میں

ابو ذی الحجہ میں وفات پائی۔

حالات کے لئے دیکھو :

(۲) النجوم الزاهرة، ج ۴، ص ۱۶۱

(۱) کتاب العبر، ج ۳، ص ۱۷۰

(۳) شذرات الذهب، ج ۳، ص ۱۰۰

(۲۶۵)

محمد نام اور عبد اللہ کنیت ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر القرظی الشافعی۔

۲۳۱ھ میں پیدا ہوئے علوم دینیہ کی تحصیل کی اور حدیثوں کا سماع ارباب کمال سے کیا قرظہ

میں علی بن خشرم سے حدیثیں سنیں، امام بخاری سے صحیح بخاری کا دو مرتبہ سماع کیا، پہلی مرتبہ اپنے وطن

قرظہ میں ۲۳۵ھ میں دوسری مرتبہ مصنف کے وطن بخارا میں ۲۵۲ھ میں

حافظ ابن خیرماکی لکھتے ہیں:

ابوزر کا بیان ہے کہ میں نے ابوالہیثم محمد بن کئی سے

سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے ابوالضر بخاری کا لبادی

سے سنا وہ کہتے تھے محمد بن یوسف قرظی کو اس

کتاب کا سماع بخاری سے دو مرتبہ ہوا ہے،

ایک مرتبہ قرظہ میں ۲۳۵ھ میں اور دوسری مرتبہ

بخاری میں۔

قال ابوزر سمعت ابوالہیثم محمد بن المکی ایقنا یقول

سمعت الکلا یا ذی ابوالضر البخاری یقول کان

سماع محمد بن یوسف القرظی بهذا الکتاب

من محمد بن اسماعیل البخاری مرتین مرة بقرظہ

فی سنة ۲۳۵ و مرة بخاری۔

(فہرست ابن خیر، ص ۹۵)۔

حافظ عبد الکریم سمعانی کا بیان ہے:

سب سے پہلے اس کتاب کو ان سے ابوزید

قاشانی نے روایت کیا اور سب سے آخری

ان سے ابوالی اسماعیل بن محمد بن احمد بن حباب

کسانی ہیں، قرظہ میں نے اس کتاب کو بخاری سے

تین برس یعنی ۲۵۳ و ۲۵۴ و ۲۵۵ میں سنا

تھا..... قرظہ کی طرف لوگ سفر کر کے

پہنچے اور ان سے اس کتاب کو سنا اور بخاری سے

مشہور و معروف ائمہ ابوزید محمد بن احمد

ابن عبد اللہ قاشانی اور ان کے علاوہ ایک

ادل من روی هذا الکتاب عن ابوزید القاشانی

و آخرہ ہم روایت عنہ ابوالی اسماعیل

ابن محمد بن احمد بن حباب الکسانی و سماع قرظی

الکتاب من البخاری فی ثلاث سنین فی سنة

ثلاث واربعة و خمس و مائتین...

..... رسل الیہ الناس و حملوا عنہ

هذا الکتاب..... روی عنہ من

الائمة المعروفین ابوزید محمد بن احمد بن

عبد اللہ القاشانی و جماعة سواہ۔

جماعت نے اس کو روایت کیا ہے۔

شیخ محمد بن طاہر ہشینی، مجمع بحار الانوار، ج ۳۔ ص ۵۲۳ طبع لکھنؤ میں رقمطراز ہیں :
سمیع منہ جامعہ تسون الفاو لم یبن منہم غیبہ بخاری سے ان کی جامع کو نوے ہزار علمائے
الفربری قرآن علیہ صحیح ثلاث مرات۔ مناجن میں بحر فربری کے کوئی باقی نہیں رہا

تمام انمول نے امام بخاری سے صحیح بخاری تین مرتبہ سنی ہے۔

مورخ ابن خلکان المتوفی ۶۸۱ھ وفیات الاعیان میں فرماتے ہیں :

ہو آخر من روى الصحيح عن البخاری۔ یہی امام بخاری سے صحیح بخاری کے آخری
راوی تھے۔

حافظ ذہبی کتاب العبر فی خبر من غیر، ج ۲۔ ص ۱۸۲ میں موصوف کے متعلق لکھتے ہیں :
سكان در عاقلست۔ یہ صاحب درع و تقویٰ اور ثقہ تھے۔

۸۹ سال کی عمر میں ۳ شوال ۱۲۲۰ھ میں انتقال ہوا۔

موصوف سے صحیح بخاری روایت کرنے والوں میں جن محدثین کو شہرت حاصل رہی ہے اور
سندیں ان پر منتہی ہوتی ہیں، انھیں حافظ سید مرتضیٰ بلگرامی نے تاج العروس میں شمار کرادیا
ہے، موصوف کے الفاظ ہیں :

حدث عنه به ابو اسحاق ابراهيم بن احمد السلي د	صحیح بخاری کو ان سے ابو اسحاق ابراہیم بن
ابو محمد عبد الله بن احمد بن حمويه	احمد سلی، ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن حمویہ
السري د ابو الهيثم محمد بن كتي الكشميني د الشيخ	سری، ابو الہیثم محمد بن کتی کشمینی اور شیخ
المعر ابو لقمان يحيى بن عمار بن مقبل بن شان	معمر ابو لقمان یحییٰ بن عمار بن مقبل بن شان
الختلانی۔	شان ختلانی نے روایت کیا ہے۔

واضح رہے فربر بخاری سے متصل حیون کے کنارے ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ سید مرتضیٰ بلگرامی نے تاج
العروس (مادہ ف ۴۸۴) میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب التبصیر کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ
فربر کی قار پر کسرہ اور فتح دونوں درست ہیں
موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو :

د ۱، کتاب الانساب نسبت فربری۔	د ۲، فہرست ابن خیر، ص ۹۵۔ (طبع قدیم)
د ۳، کتاب العبر، ج ۲۔ ص ۱۸۲۔	د ۴، تاج العروس (مادہ ف ۴۸۴)۔

(۵) اتحاف النبلاء، ص ۳۸۵۔ (۶) وفيات الاعيان، ج ۳۔ ص ۴۱۷ (لمیح جدید)

(۲۶۶)

ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ البخاری (۱۹۴ھ - ۲۵۶ھ) کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

- (۱) کتاب الفہرست از ابن النديم، ص ۲۳۰ (۲) تاریخ بغداد، ج ۲۔ ص ۴ تا ۳۴۔
- (۳) تہذیب الاسماء واللغات، ج ۱۔ ص ۶ تا ۷۔ (۴) وفيات الاعيان، ج ۱۔ ص ۵۷ تا ۵۸۔
- (۵) طبقات الحنابلة، ص ۲۰۱ تا ۲۰۳۔ (۶) تذکرة الحفاظ، ج ۲۔ ص ۱۲۲ تا ۱۲۴۔
- (۷) طبقات الشافعية الکبریٰ، ج ۲۔ ص ۱۹ تا ۱۹۲۔ (۸) البدایہ والنہایہ، ج ۱۱۔ ص ۲۳ تا ۲۸۔
- (۹) مرآة الجنان، ج ۲۔ ص ۱۶ تا ۱۹۔ (۱۰) تہذیب التہذیب، ج ۹۔ ص ۴۵۵ تا ۴۵۸۔
- (۱۱) مقدمہ ہدی الساری لفتح الباری۔ (۱۲) الوافی بالوفیات، ج ۲۔ ص ۲۰۹ تا ۲۱۶۔
- (۱۳) مفتاح السعادة، ج ۲۔ ص ۸ تا ۸۔ (۱۴) روایات الجنات، ص ۱۵۹ و ۱۶۰۔
- (۱۵) حیاة البخاری از جمال الدین قاسمی۔ (۱۶) ہدیۃ الجارین، ج ۲۔ ص ۱۶۔
- (۱۷) مقدمہ لامع الدراری علی جامع البخاری از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زید مجدہم، طبع دہلی ۱۲۷۹ھ۔
- (۱۸) بیان المحدثین، ص ۱۱۱۔ (۱۹) اتحاف النبلاء، ص ۳۴۹۔
- (۲۰) الخطب بذكر صحاح السنة۔

(۲۶۷)

محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت اور صلاح الدین لقب ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

محمد بن احمد بن ابراہیم بن عبد اللہ بن ابی عمر محمد بن احمد بن قدامة ابن مقدم المقدسی القسطلی الحنبلی۔

۸۲ھ میں پیدا ہوئے اور وقت کے نامور اہل کمال سے علوم دینیہ کی تکمیل کی، محدث تقی الدین ابراہیم واسطی، شمس الدین محمد، اسماعیل فرار، احمد بن عبد المؤمن صوری اور عیسیٰ بخاری سے حدیثوں کا سماع کیا، فر الدین ابن البخاری سے صحیح مسلم، شامل ترمذی، المنتقی الکبیر من الغیلائیات اور مسند احمد کا بیشتر حصہ سنا، نیز محدث ابوالفتح ابن الحمار، زینب بنت علی، زینب بنت العلم اور عبد الرحمن بن احمد وغیرہ سے بھی روایت حدیث کی اجازت لی، پھر اپنے دادا شیخ ابو عمر کے مدرسہ میں درس دینا شروع کیا اور اسی مدرسہ میں امامت کے فرائض انجام

دیتے، حافظ ذہبی المتوفی ۴۸۵ھ المعجم الکبیر میں رقمطراز ہیں :

دلی الامامة بسدر رتبه ابو عمرو حدث
اپنے جد اعلیٰ شیخ ابو عمرو کے مدرسہ میں امامت
کے فرائض انجام دیتے اور کثرت سے اپنی مسموعات
باکثر مسموعات سمع منه القدام۔

کو بیان کرتے تھے ان سے قدام نے سنا ہے۔

موصوف خدا ترسی اور علو اسناد میں یکتائے روزگار تھے، طلبہ جوق در جوق آکر شیخ موصوف
سے حدیث پڑھتے اور اپنے اسکالات کو حل کرتے تھے، عمر بھی نہایت طویل پائی تھی۔ حافظ ابن حجر
عسقلانی الدرر الكامنة، ج ۳۔ ص ۳۰۵ — میں لکھتے ہیں :

عمر دہر الطویل حتی صار مسند عصره وتفرد
بکثر مسموعات ومشاخره وكان مבורا علی السماع
محبباً للحدیث
نزل الناس بموته وجبته وهو آخر من حدث
عن الغفر بالسماع والابازة الخامسة و
آخر من كان بينه وبين النبي صلى الله عليه وسلم
تسعة انفس بالسماع المتصل بشرط الصحيح
وقد اجاز لمن ادرک حیاتہ خصوصاً
للمصریین فدخلت فی ذلک ولم انفصل
منه باجازة خاصة مع امکان ذلک والله
الستعان وخبره له الصدر الیاسونی فی مشنہ
وحدث بها و آخر من سمع منه البرہان سبط
ابن العجمی۔

بڑی طویل عمر پائی یہاں تک کہ مسند زمانہ
ہو گئے اور اپنی بیشتر مسموعات اور مشاخر
میں متفرد تھے سماع حدیث پر صابر اور
اہل حدیث کے دلدادہ تھے اُن کی موت سے
لوگ ایک درجہ فروتر ہو گئے تھے، فخر بخاری
سے بالواسطہ اور اجازت خاصہ سے روایت
کرنے والے بس یہ آخری محدث تھے، اور یہ
آخری محدث تھے جن کے اور حضور اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم کے درمیان شرط صحیح سے سماع
مسلل میں تو محدثوں کا واسطہ تھا موصوف
نے ہر اُس عالم کو روایت حدیث کی اجازت
دی تھی جس نے ان کا زمانہ پایا تھا خاص طور
پر اہل مکه جس کی وجہ سے میں بھی اس میں
داخل ہو گیا اگرچہ مجھے اجازت خاصہ حاصل
نہیں مگر اس کا امکان تھا، اللہ تعالیٰ مددگار

ہے صدر الدین یاسونی نے اپنے مشیخ میں ان کی سند سے حدیثوں کی تخریج کی اور ان کو روایت
کیا ہے، آخر میں جس نے اُن سے سنا سبط ابن العجمی ہیں۔

مؤرخ ابن المعاد حنبلی کا بیان ہے :

رجل الناس اليه وتزاموا عليه واكثر وعنه
وكان دينا صالحا حسن الاسماع خاشعا
غزير الدمعة لا يكد ويمك ومعتبرا اذا
قرئ عليه الحديث او ذكر صلى الله عليه وسلم
..... واسمع الحديث اكثر
من خمسين سنة۔

(شذرات الذهب، ج ۶، ص ۲۶۸)
تو آنسوؤں کو روک نہیں پاتے تھے، پچاس برس سے زیادہ حدیث کا درس دیا۔

۹۶ سال کی عمر میں شوال ۸۸۰ھ میں انتقال ہوا اور اپنے دادا شیخ ابو عمر کی قبر کے پاس سفح قاسیون میں دفن کئے گئے۔

موصوف کے حالات کے لئے دیکھو:

(۱) الدرر الكامنة، ج ۳، ص ۳۰۴، ۳۰۵۔ (۲) شذرات الذهب، ج ۶، ص ۲۶۸

(۲۶۸)

علی نام ابو الحسن کنیت فخر الدین لقب اور ابن البخارا اور ابن البخاری عرف ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

علی بن احمد بن عبد الواحد بن احمد بن عبد الرحمن بن قدامة المقدسی الحنبلی۔

موصوف کے والد شیخ احمد چونکہ ایک زمانہ تک بخارا میں نقیہ رضی الدین نیشاپوری سے مناظرہ کرتے رہے اس وجہ سے وہ ابن البخاری سے مشہور ہیں۔

ابن البخاری ۵۹۶ھ میں پیدا ہوئے، علوم و فنون کی تکمیل اس عہد کے نامور اہل کمال سے کی اور مشائخ وقت سے حدیث پڑھی، علو اسناد اور زہد وقناعت میں یتکئے زمانہ تھے، حفاظ حدیث نے موصوف سے حدیثوں کا سماع کیا تھا۔ حافظ ابن کثیر المتوفی ۷۴۲ھ البدایہ والنہایہ، ج ۱۳، ص ۳۲۲ میں رقمطراز ہیں:

المسند الممر الحالی فخر الدین سمع الكثير وجل
مع اهل دكان وجلسا لهما عابلازا ابا ورجا
ناسكا، تغرر بروايات كثيرة لتلؤلؤ عز
مسند معجمہ کی طرف کثرت سے سفر کیا جاتا، وہ
فخر الدین کی شخصیت تھی، موصوف کثرت سے سماع
کیا اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ سفر کیا، یہ

وخرجت له اثنيات وسبع منس الخلق الكثير
والجم الغفير وكان منصوباً لذلك حتى كبر واسن
وضعف عن الحركة ولشعر حسن من قوله
صالح، عابد، زاهد، متقى اور مرائن بزرگ
تھے، طویل عمر کی وجہ سے بہت سی روایتوں
میں منفر د تھے ان کے شیخ لکھے گئے اور ان سے
بڑی مخلوق اور انہوہ کثیر نے سماع کیا وہ
ایسی غرض سے جیسے رہتے تھے حتیٰ کہ بوڑھے ہو گئے تھے اور اتنے بوڑھے ہو گئے کہ حرکت کرنے سے بھی عاجز
ہو گئے تھے، ان کے اشعار بھی عمدہ ہوتے ہیں ان ہی میں سے یہ شعر بھی ہیں :

مکمرات السنون علی حتم بلیت ومرت من سقط المتاع

بھر پر زمانے نے اتنی مرتبہ حملہ کیا کہ میری ٹہیاں تک بوسیدہ ہو گئیں اور میں گری پڑی چیز کی مانند ہو گیا۔

قل النفع عندی غیرانی اعلل بالروایۃ والتماض

میرا فائدہ بالکل نہیں رہا بجز اس کے کہ میں روایت اور سماع حدیث میں مشغول کر دیا جاتا ہوں۔

فان یکت خالصاً فله جزاء وان یکت العاقالی فیما یح

پس اگر یہ اخلاص سے ہے تو اس کی جزا ہے اور اگر خوشامد اور چالوسی کی وجہ سے ہے تو میرا نقصان ہی نقصان ہے

محمد بن ابراہیم الجوزی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں :

والفسر بالروایۃ حتی لم یبق فی زمانہ علی موصوف روایت میں منفر د ہو گئے یہاں تک

اسناد امنہ - (تاریخ ابن الجوزی بحوالہ کہ ان کے زمانہ میں ان سے عالی اسناد کوئی نہیں

حواشی کوثری بر ذیل بابی الحماسن من)

۹۵ سال کی عمر میں ربیع الآخر ۶۹۹ھ میں بروز چہار شنبہ بوقت چاشت رحلت فرمائی اور

اپنے والد شیخ شمس الدین احمد بن عبد الواحد کے پاس سفح قاسیون و شق میں دفن ہوئے

موصوف کی تالیفات میں سے اسنی المقاصد و اعذب الموارد بہت مشہور ہے اس

میں موصوف نے اپنے شیوخ حدیث میں سے ۲۵ محدث اور محدثہ کا تذکرہ کیا ہے۔

حالات کے لئے ملاحظہ ہو :

(۱) البدایہ والنہایہ، ج ۱۳ - ص ۳۱۴ - (۲) تذرات الذہب، ج ۵ - ص ۴۱۴

(۲۶۹)

مؤید نام رضی الدین لقب اور ابو الحسن کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے :

مؤید بن محمد بن علی بن حسن بن محمد بن ابی صالح النیسابوری المعروف بالطوسی۔

۲۴ھ میں اپنے آبائی وطن طوس میں پیدا ہوئے، علوم دینیہ کی تحصیل کی اور بڑا کمال پہنچایا
فن قرأت اور علم حدیث میں یدِ طولیٰ حاصل کیا اور صحیح مسلم کا سماع فقیہ حرم محدث محمد بن فضل
فراوی سے کیا اور اسی طرح صحیح بخاری اور موطا وغیرہ کا بھی بڑے بڑے محدثین سے سماع کیا تھا
موصوف کے شاگرد و مورخ ابن خلکان المتوفی ۶۸۱ھ وفيات الاعیان ج ۲ میں ۴۲ھ میں لکھتے
ہیں:

ابو الحسن المویذی..... المحدث کان	شیخ ابو الحسن مویذی..... متاخرین میں
اعلیٰ المتاخرین اسناداً، یقی جماعت من الاعیان	سب اعلیٰ اسناد کے حامل تھے، موصوف نے
وانخذ عنہم وسمیع صحیح مسلم من الفقیہ ابی عبد اللہ	محدثین کی ایک جماعت سے ملاقات کی اور
محمد بن الفضل الفراوی المتقدم ذکرہ و	ان سے علم حاصل کیا۔ فقیہ ابو عبد اللہ محمد بن
ہو آخر من یقی من اصحابہ.....	الفضل فراوی سے جن کا اوپر ذکر گذر چکا صحیح مسلم
محدث بالکثیر ورحل الیہ من الاقطار و لنامہ	کا سماع کیا تھا اور موصوف ہی ان کے شاگردوں
اجازۃ کتبہا من خراسان باستدعاء	میں سے آخری شاگرد رہ گئے تھے۔ بڑی حد میں
والدہ رحمہ اللہ تعالیٰ فی جمادی الآخرہ	بیان کیں، گوشت گوشت سے لوگ موصوف کے
سنۃ عشر وسمائۃ واما ذکرہ لشہرۃ و	پاس سفر کر کے آتے تھے ہیں بھی ان سے روایت
تقدہ و فی آخر عصرہ۔	حدیث کی اجازت حاصل ہر موصوف نے

والدہ ابجد کی درخواست پر ہمیں جمادی الآخرہ
۱۱۸ھ میں خراسان سے لکھ کر بھیجی تھی اور میں نے موصوف کو شہرت اور اپنے دور کے متفرد
ہونے کی وجہ سے کتاب میں ذکر کیا ہے۔

حافظ شمس الدین ذہبی المتوفی ۷۴۸ھ تذکرۃ الاسلام میں مسند خراسان کے الفاظ سے یاد کیا
ہے، موصوف کے الفاظ ہیں:

مات..... مسند خراسان المویذی	اس سال مسند خراسان مویذ بن محمد طوسی
ابن محمد الطوسی و لہ اثنتان و تسعون سنۃ	۹۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔

مؤرخ ابن العباد المتوفی ۸۰۹ھ شذرات الذہب (ج ۵ - ص ۷۸) میں تحریر فرماتے ہیں:

المویذ بن محمد..... المقرئ مسند خراسان	مویذ بن محمد..... استاد قرأت و مسند
انہی الیہ طوا الاسناد بنیسا بورد ورجل	خراسان میثاق پور میں طوا اسناد موصوف پر

ختم ہو گئی تھی، اُن کی طرف گوشت گوشت سے طلبہ سفر کر کے آتے تھے۔

شب جمعہ ۲۰ شوال ۱۱۱۱ھ میں انتقال ہوا۔

موصوف کے شاگردوں کے ناموں کی فہرست نہایت طویل ہے، جس میں ابن البخاری، یاقوت رومی اور ابن خلکان جیسے نامور علماء بھی داخل ہیں۔ موصوف کی تالیفات میں سے کتاب طریقت الخلفاء زیادہ مشہور ہے۔

(۱) غایۃ النہایہ، ج ۲۔ ص ۳۲۵۔

حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۳) تذرات الذہب، ج ۵۔ ص ۷۸

(۲) دنیات الاعیان، ج ۲۔ ص ۲۲۷

(۲۷۰)

محمد نام اور فقیہ الحرم عرف ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

محمد بن الفضل بن احمد بن محمد بن احمد بن ابی العباس الصامدی الفراءوی النیساپوری الشافعی
۱۱۱۱ھ میں نیشاپور میں پیدا ہوئے، امام الحرمین ابو علی جوینی سے فقہ اور اصول کی تعلیم
پائی، تصوف کی تحصیل مشہور صوفی ابو القاسم قشیری سے کی، حافظ ابو بکر احمد بن الحسین بیہقی،
ابو عثمان اسماعیل سابونی، ابو حفص عمر بن احمد بن محمد، ابو بکر محمد بن قاسم صفار، ابواسحاق ابن ابی
شیرازی وغیرہ سے صحاح ستہ اور مسانید کی ساعت کی۔ ۱۱۲۵ھ میں محدث عبد الغافر فارسی
سے صحیح مسلم کا سماع کیا۔ جب اصول، فقہ اور حدیث وغیرہ میں مہارت پیدا ہو گئی تو مدرسہ
ناصریہ میں جو اس وقت کا مشہور مدرسہ تھا مسند درس کو زینت بخشی، طبیعت میں ایثار، تواضع
فناخت اور خدا ترسی تھی، کتابت کر کے پیٹ بھرتے تھے، طلبہ دور دور سے آتے اور ان سے حدیثوں
کا سماع کرتے تھے، حج کرنے کے لئے جب نیشاپور سے حرمین آئے تو راستہ میں فقہ و حدیث کی
مجلسوں کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوا اہل بغداد اور اہل حرمین کو ان سے بڑا فائدہ پہنچا خصوصاً
حرمین میں فقہ و حدیث اور قال اللہ اور قال الرسول کا خوب چرچا ہوا یہاں علم کی نشرو اشاعت
کی وجہ سے ان کو فقیہ حرم کے نام پایا گیا جاتا ہے موصوف کے شاگرد و حافظ ابو القاسم بن عساکر حنبلی نے
ساعت حدیث کی خاطر ان کی طرف دو مرتبہ سفر کیا اور دوسری مرتبہ سال بھر اُن کے مکان پر حاضر
ری، اپنا تاقرب حسب ذیل الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

والی الامام محمد الفراء کا کائنات رحلتی الثانیۃ اور فقیہ محمد فراءوی کی طرف میرا دوسرا سفر ہوا

لانه كان المقصود بالرحلة فانك الناحية
لما اجتمع فيه من علو الاسناد ووفور العلم
وصحة الاعتقاد وحسن الخلق ولين الجانب
والاقبال بكلية على الطالب فاقمت في صحبة
سنة كاملة وغنمت من سمومات فوائد حسنة
طائلة وكان كرم المورد مليا عارفا بحق
قصدى اليه ومرض مرضه في مدة معتامي عنده
ونهاه الطبيب عن التمكن من العترة اذ طر
فيها وعرفه ان ذلك ربما كان سببا
لزيادة تالمه فقال اتخير ان اسميهم عن القارة
وربما اكون قد حصلت في الدنيا لاجلهم
فلنت استرا عليه في حال مرضه و
بولقي على فراشه ثم عوفي من تلك المرض و
فارقت من جهة الى هرة فنتال لي حين
ودعت بعد ان اتممت الجزع لفراق
ربا لا تلتقي بعد في امكن كما قال
فجارنا الغيرة الى هرة -
(تاريخ ابن عساكر بحواله مقدمه شرح صحيح مسلم)

فواج نيشاپور میں رحلت کا مقصد ان ہی کی
ذات تھی کیونکہ علو اسناد، بھرپور علم، صحیح
اعتقاد، خوش خلقی، نرم دلی اور طالب پر
پوری پوری توجہ یہ سب اوصاف ان میں موجود
تھے، میں پورے ایک برس ان کی صحبت میں
رہا اور ان کی سمومات کے اچھے اور مفید
فوائد سے مالا مال ہوا، میرے دوسرے آنے
کی وجہ سے مجھ پر بڑے ہر بان تھے میری آمد
کی غرض سے واقع تھے، میرے قیام کے دوران
میں وہ کسی مرض میں مبتلا ہو گئے، اور طبیب نے
اس مرض میں ان کو پڑھانے سے منع کر دیا تھا
اور یہ سمجھا دیا تھا کہ ایسا کرنا ان کی مزید تکلیف
کا باعث ہو گا۔ انھوں نے فرمایا میں اس امر
کو جائز نہیں سمجھتا کہ ان لوگوں کو پڑھنے سے
منع کر دوں حالانکہ مجھے تو دنیا میں معنی انہی
کی وجہ سے روکا گیا ہے، چنانچہ میں اس بیماری
میں بھی جب کہ وہ بستر پر لیٹے رہتے تھے ٹھنڈا
رہتا تھا پھر ان کو اس بیماری سے شفا ہو گئی
اور میں ہرات کی طرف جانے کے لئے ان سے
رخصت ہونے لگا تو میری جدائی سے ان کو کچھ بے چینی
تھی اور فرمایا ابیت ممکن کہ اس کے
بعد ہماری تہماری ملاقات نہ ہو، تو ابیاری ہوا جیسا کہ انھوں نے فرمایا تھا ان کی وفات
کی خبر ہمارے پاس ہرات میں آئی۔

یا قوت روحی معجم البلدان (فراہ) میں لکھتے ہیں :

كان الامام متفطنا مناظرا، محدثا واعظا
موصوفا اماما، مكره سنج مناظرا، محدثا واعظا
مكره اهل العلم روى عنه
اهل اهل علم کی نگاہوں میں معزز تھے

ثیننا المتوید بن محمد بن علی الطوسی وابو احمد
عبد الوہاب بن سکیته بالا جازة ولہ مجالس
ان سے ہمارے شیخ متوید بن محمد بن علی
طوسی اور ابو احمد عبد الوہاب بن سکیته اجازت
خاص سے راوی ہیں ان کی مجالس وعظ و تذکیر
کا ایک مجموعہ مرتب ہے۔

حافظ بن کثیر البدایہ والنہایہ، ج ۱۲۔ ص ۲۱۰ میں رقمطراز ہیں:
متذکرہ الحدیث الکثیر علی جماعت
من المناجیح بالآفاق وتفتقر فنی
وناظر ودعظ وکان ظریفاً حن الوجب
جمیل المعاشرة، کثیر التسم، واملی
کثیر امن العت مجلس در محل الیہ الطلبة
من الآفاق حتی یعتال للغراوی العت
راوی، وقیل ان ذلک کان مکتوباً فی
خاتمة، وقد اسمح صحیح مسلم قریباً
عشرین مرة۔
موصوف نے شہرہ آفاق محدثین کی ایک جماعت
بہت حدیثیں سنیں، فقہ میں بصیرت حاصل
کی، فتویٰ دیا، مناظرہ کیا اور وعظ کیا، موصوف
ظریف، خوش رو، بڑے ہنس مکھ اور نہایت
بااخلاق بزرگ تھے، ایک ہزار سے زیادہ
مجلس اظہار آئیں، گوشہ گوشہ سے طلبہ ان کی طر
سفر کر کے آتے تھے یہاں تک کہا جائے لگا کہ
فرادی کے ایک ہزار راوی اور کہا گیا ہے
کہ یہ ان کی انگوٹھی پر کندہ تھا اور تقریباً بیس
مرتبہ صحیح مسلم پڑھ کر سناتی تھی۔

۹۰ برس کی عمر میں شوال ۳۵۳ھ میں وفات پائی اور حافظ محمد بن اسحاق بن خزیمہ کے پاس
مدفون ہیں۔

موصوف کی تالیفات میں سے کتاب فی المذہب اور المجالس المکیہ زیادہ مشہور ہیں،
واضح رہے فراہ بفتح فار وضمہ دونوں طرح درست ہے لیکن فتح زیادہ مشہور ہے یہ کتاب
کے اطراف میں دہستان اور خوارزم کے درمیان ایک چھوٹا سا شہر تھا، ان کے والد ماجد
فراہ کی سرحد پر آباد تھے پھر نیشاپور میں بود و باش اختیار کر لی تھی۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

- (۱) مقدمہ صحیح مسلم از نووی۔
- (۲) بحم البلدان، ج ۶۔ ص ۳۵۲۔
- (۳) لب اللباب از ابن الاثیر، ج ۲۔ ص ۱۹۳۔
- (۴) البدایہ والنہایہ، ج ۱۲۔ ص ۲۱۰۔
- (۵) تاج العروس، ج ۱۰۔ ص ۳۷۹۔
- (۶) ہدیۃ العارفین، ج ۲۔ ص ۸۷۔

(۲۷۱)

عبد الغافر نام ابوالحسن کنیت اور سلسلہ نسب یہ ہے :

عبد الغافر بن محمد بن عبد الغافر بن احمد بن محمد بن سعید الفارسی الفسوی النیسابوری۔
 ۳۵۳ھ میں پیدا ہوئے اور اس عصر کے مشہور فقہاء و محدثین سے علوم کی تحصیل کی انکو علوم
 اسلامیہ میں یدِ طولیٰ حاصل تھا ۳۶۵ھ میں محدث جلووی سے صحیح مسلم کا سماع کیا، پھر
 حدیث کا درس دینا شروع کیا۔ گزلبسبر کا ذریعہ تجارت تھی، علو اسناد میں بکثرت زمانہ تھے،
 عمر نہایت طویل پائی، مائے ناز محدثین بھی صحیح مسلم کا ان سے سماع کہنا سرمایۂ افتخار سمجھتے تھے،
 ان کے پوتے مورخ عبد الغافر بن اسماعیل کا بیان ہے :

كان شيخنا محامداً صائناً غلوفاً عن
 الدين والدنيا محدوداً في الرواية على
 قلة سماعات مشهور المقصود امن الافاق
 سمع منه الائمة والصدور وقراً
 المحافظ الحسن السمرقندی عليه صحیح مسلم
 نیفاً وثلاثین مرة وشرآه علیه
 ابوسعید البحرى نیفاً وعشرين مرة و
 ممن شرآه علیه من مشاهیر الائمة زین الاسلام
 ابوالقاسم القشیری والواحیدی وغیرہما
 استكمل نسبا وخمسين سنة والحق احفظ
 الامضاء بالاجداد۔

(مقدمہ شرح صحیح مسلم)

علاء محمدی الدین نوویؒ لکھتے ہیں :

سمع منه ائمة الدنيا من الغسبار
 والطارین والبلدین بارک اللہ سبحانہ
 فی سماعہ وروایہم مع قلة سماعات۔
 ان کے کثر سماع کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے
 ان کے سماع اور روایت میں بڑی برکت
 عطا فرمائی دنیا کے دور و نزدیک کے رہنے

والے بدوی اور شہری ائمہ فن نے ان سے حدیثوں کا سامع کیا۔

حافظ ذہبی المتوفی ۴۳۵ھ کتاب العبر ج ۳۔ ص ۲۱۶ میں رقمطراز ہیں:

ابوالحسین عبدالغافر..... الفارسی ثم
انیسا پوری راوی صحیح مسلم عن ابی عمرو و
ابوالمحسین عبدالغافر..... فارسی ثم نیشاپوری
صحیح مسلم کے ابو عمرو سے راوی اور غریب
غریب الخطابی عن المولف کسل غمنا و تسبیل
خطابی کے امام خطابی سے راوی، نے ۹ سال
سنہ و مات فی خامس شوال و کان عدلاً
کی عمر پائی اور ۹ شوال کو انتقال ہوا موصوف
جلیل القدر۔
عادل اور جلیل القدر عالم تھے۔

۵ شوال بروز شنبہ ۲۲۵ھ میں انتقال ہوا اور چہار شنبہ کو شہر و خاک کئے گئے۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) مقدمہ صحیح مسلم از نووی۔ (۲) کتاب العبر ج ۳۔ ص ۲۱۶۔

(۲۷۲)

محمد نام ابو احمد کنیت اور الزاہد عرف ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

محمد بن علی بن محمد بن عبدالرحمن بن عمرو بن منصور الجلودی النیسابوری۔

موصوف ۳۸۵ھ میں پیدا ہوئے، اس عہد کے نامور علماء سے علوم دینیہ کی تحصیل کی اور

ائمہ فن سے فقہ و حدیث پڑھی، تصوف کی تعلیم پائی اور یہ سب کچھ نیشاپور میں رہ کر حاصل کیا۔

تحصیل علم کے لئے نیشاپور سے باہر قدم نہیں نکالا، جب ان فنون میں بصیرت حاصل ہو گئی

تو حدیث کا درس دینا شروع کیا۔ زہد کا یہ عالم تھا کہ کتابیں نقل کرتے اور اسی پر گذر بسر کرتے

تھے، امام نووی حاکم کی تاریخ نیشاپور سے ناقل ہیں:

کان ابو احمد..... شیخا صالحا زاهدا ابو احمد..... صالح زاهد اور بلند پایہ

من کبار عباد القویۃ معہ اکابر المشائخ صوفیہ میں سے تھے اور بڑے بڑے مشائخ طریقت

من اہل الحقائق و کان شیخ الکتاب و یا کل سے اکتساب فیض کیا تھا، کتابیں نقل کرتے

من کسب..... تھے اور اپنے دست و بازو کی کمائی کھاتے تھے۔

حافظ عبد الکریم سیہانی فی رح کتاب الانساب (دورق ۱۳۳) میں رقمطراز ہیں:

مسح ابوبکر محمد بن اسحاق بن خضریہ و احمد ابوبکر محمد بن اسحاق بن خضریہ، احمد بن ابراہیم

ابن احمد، نسیم بن عبد اللہ..... و ابراہیم ابن عبد اللہ..... احمد ابراہیم

ابن محمد بن سفیان القفیع وغیرہم راوی عنہ
الحاکم ابو عبد اللہ الحافظ وجامع کثیرہ آخرہ
ابو الحسن فاضل بن محمد بن الخافری الفارسی
..... و توفی یوم الثلاثاء رابع و
العشرین من ذی الحجۃ سنۃ ۳۶۸ و دفن
فی مقبرۃ الحیرۃ و هو ابن ثمانین سنۃ
و ختم بوفاتہ کتاب مسلم بن الحجاج و کل من
حدث بعدہ عن ابراہیم بن محمد بن سفیان
فانہ غیر یغہ۔

ابن محمد بن سفیان قفیع وغیرہ سے حدیثوں کا
سماع کیا تھا۔ حافظ ابو عبد اللہ حاکم اور ایک
بڑی جماعت نے ان سے روایت کی ہے جن میں
سے آخری راوی ابو الحسن فاضل بن محمد بن
خافری تھے۔ ۳۶۸ ذی الحجۃ سنہ
۳۶۸ء میں اسی سال کی عمر میں وفات پائی
اور مقبرۃ حیرہ میں دفن کئے گئے۔ ان کی وفات
سے مسلم بن حجاج کی کتاب صحیح مسلم کا خاتمہ ہو گیا
ان کے بعد جو بھی ابراہیم بن محمد بن سفیان کی

سند سے حدیث بیان کرے گا وہ ان ہی کا خوشہ چیں ہوگا۔

حدیث محمد الدین اسماعیل البیسی، المتوفی ۸۰۲ھ کتاب القبس میں لکھتے ہیں:
رابطہ صحیح مسلم عن ابی سفیان القفیع.....
توفی فی ذی الحجۃ عن ثلاث و ثمانین سنۃ
قصر علی ابن عباد۔

صحیح مسلم کے ابو سفیان قفیع سے راوی ہیں
ان کا انتقال ذی الحجۃ کے حبسہ میں ہوا،
جب یہ ترائی برس کے تھے، انھوں نے ابن
عباد سے بھی پڑھا تھا۔

الجلودی نفع الحیم و کثیر من رواد الحدیث یقولون
بالفہم و الفہم ہو الصحیح منہم ابو احمد
محمد بن عیسیٰ بن عمرو بن منصور راوی کتاب مسلم
عن ابی اسحاق ابراہیم بن محمد بن سفیان عنہ
..... بخط الہروی رحمہ اللہ ہذا خطا
و العوایب منہ کما قال الترمذی۔

جلودی جیم کے فتح سے ہے راویان حدیث
جیم کے منہ کے ساتھ بھی پڑھتے ہیں مگر فتح سے
صحیح ہے ان ہی میں سے ابو احمد محمد بن عیسیٰ
ابن عمرو بن منصور ہیں جو مسلم کی کتاب کے
بواسطہ ابو اسحاق ابراہیم راوی ہیں بخلاف
ہروی رحمہ اللہ دیکھا گیا ہے کہ بالفہم غلط

ہے منہ کے ساتھ صحیح ہے، جیسا کہ سمعانی نے کہا ہے۔

علامہ ذہبی کتاب العبر، ج ۲۔ ص ۳۴۸ میں لکھتے ہیں:

الجلودی الزاہد ابو احمد محمد، النیسابوری
جلودی زاہد ابو احمد محمد..... نیشاپوری

تاریخ وفات اوپر گزر چکی۔ موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

- (۱) کتاب الانساب نسبت جلودی۔ (۲) مقدمہ صحیح مسلم، از نووی۔
 (۳) کتاب القبس، دیر علامہ عبداللہ رشاد علی المتوفی ۱۰۶۶ھ کی کتاب اقتباس الانوار والناس
 الازہار فی انساب الصحابة ورواة الآثار کی تلخیص ہے، اس کے مخطوطہ کا عکسی فوٹو اسلامک
 ریسرچ انسٹیٹیوٹ میں موجود ہے۔
 (۴) کتاب العبر ج ۲، ص ۳۴۸۔

(۲۷۳)

ابراہیم نام اور ابو اسحاق کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے :
 ابراہیم بن محمد بن سفیان النیسابوری الحنفی۔
 موصوف نے فقہ کی تحصیل امام محمد کے ممتاز شاگرد، مشہور فقیہ ایوب بن الحسن نیشاپوری حنفی سے کی
 تھی، حدیث اس زمانے کے اکابر محدثین سے پڑھی تھی شیوخ
 حدیث میں امام مسلم سے ان کو خاص ربط تھا اکثر ان کی خدمت میں حاضر رہتے تھے ۳۵۲ھ میں
 امام مسلم سے صحیح مسلم کا سامع کیا تھا۔ حاکم نیشاپوری، تاریخ نیشاپور میں رقمطراز ہیں :
 کان ابراہیم بن سفیان من العباد المہتدین ابراہیم بن سفیان مراض بزرگوں میں سے تھے
 ومن المسالکین لمسلم بن الحجاج وکان من ہجاء امام مسلم کے ہمہ وقت ساتھ رہنے والوں میں
 ابوبن الحسن الزاہد صاحب الراۃ یعنی الفقیہ سے تھے اور ایوب بن حسن زاہد صاحب الراۃ
 الحنفی سمع ابراہیم بن سفیان بالحجاز ونیسابور یعنی فقہ حنفی کے شاگردوں میں سے تھے، ابراہیم
 والری والعراق۔ ابن سفیان نے حجاز، نیشاپور، رے اور عراق
 میں حدیثوں کا سامع کیا تھا۔

حافظ محمد بن عبد الغنی حنفی کتاب الاستدراک علی الکمال میں باب السفیانی والسقیانی کے اندر
 رقمطراز ہیں :

السفیانی مشہور الی مذہب سفیان فجماعة لیکن سفیانی، سفیان کے مذہب کی طرف
 منہم ابو احمد محمد بن عیسیٰ الجبلودی قال مشہور ہیں اس نسبت سے ایک جماعت مشہور
 الحاکم فی تاریخہ حدث بکتاب الصحیح لمسلم ہے جن میں سے شیخ ابو احمد محمد بن عیسیٰ جبلودی
 عن ابراہیم بن محمد بن سفیان ومواشیع ہیں، حاکم نے تاریخ میں تصریح کی ہے کہ
 المقالح الدین الزاہد من کبار عباد القویۃ موصوف مسلم کی کتاب الصحیح کے ابراہیم بن

سمیع ابابکر بن اسحاق بن خزیمہ ومن کان قلبه
 بسنین مثل احمد بن ابراہیم بن عبد اللہ
 وعبد اللہ بن شبرویہ و ابراہیم بن محمد
 ابن سفیان و اشرافہم و کان یختل
 مذہب سفیان بن سعید الثوری و یعرفہ
 توفی یوم الثلاثاء الرابع والعشرون من
 ذی الحجۃ سنۃ ثمان و ستین و ثلاثمائة
 و دفن فی مقبرة الحيرة و ہوا بن ثمانین
 سنۃ و ختم بوفازہ سماع کتاب مسلم بن
 الحجاج و کل من حدث بہ بعدہ عن ابراہیم
 ابن محمد بن سفیان فاذہ غیر ثقتہ۔

محمد بن سفیان سے راوی تھے شیخ صالح متذکر
 زاہد اور بلند پایہ صوفیہ میں سے تھے، ابوبکر
 ابن اسحاق بن خزیمہ سے سماع کیا ان سے بھی جو
 ان سے چند سال پیشہ تھے، جیسے احمد بن
 ابراہیم بن عبد اللہ، عبد اللہ بن شبرویہ
 ابراہیم بن محمد بن سفیان اور ان کے معاصرین
 موصوف
 نے سفیان بن سعید ثوری کا مسلک اختیار
 کر لیا تھا اور اسی نسبت سے مشہور تھے،
 نسکھ کے دن ۲۴ ذی الحجہ ۳۶۱ھ میں
 ان کا انتقال ہوا مقبرہ حیرہ میں دفن
 کئے گئے انتقال کے وقت اسی سال کے تھے

ان کی موت سے مسلم بن الحجاج کی کتاب کا سماع ختم ہو گیا۔ ان کے بعد جو کوئی ابراہیم
 ابن محمد بن سفیان سے روایت کرے وہ قابل اعتبار نہیں۔

بلاشبہ صحیح مسلم کی شہرت بحدیث تو اتر امام مسلم تک پہنچی ہوئی ہے لیکن اس روایت کا سلسلہ آج
 ان ہی کے دم سے قائم ہے۔ شیخ نووی مقدمہ شرح مسلم میں ان کا تعارف ان الفاظ میں
 : "الشیخ الجلیل ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن سفیان الفقیہ الزاہد المجتہد المعابد کرتے
 ہوئے لکھتے ہیں؛

والامن حیث الروایۃ المتصلة بالاسناد المتصل فی روایۃ ابی اسحاق ابراہیم
 ابن محمد بن سفیان عن مسلم۔

لیکن بحیثیت روایت متصل ابو اسحاق ابراہیم
 بن محمد بن سفیان ہی کی سند از امام
 مسلم مسلسل ہے۔

حافظ ذہبی کتاب العبر فی حین خبر ج ۲۔ ص ۱۳۶ میں لکھتے ہیں؛

روی عن محمد بن رافع در حل و سمع ببغداد
 و الکوفۃ و الحجاز و قیل کان مجاب الدعوة۔

محمد بن رافع سے روایت کی، طلب حدیث
 میں سفر کیا اور بغداد، کوفہ اور حجاز میں
 حدیثوں کا سماع کیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ موصوف متحاب الدعوات تھے۔

رجب ۳۰۵ھ میں وفات پائی۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) کتاب الاستدراک علی الکمال، خطوط عکسی اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ، کراچی۔

(۲) مقدمہ صحیح مسلم از نووی۔ (۳) کتاب العبر، ج ۲ — ص ۱۳۶۔

(۲۷۴)

ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد القشیری النیسایوری (۲۰۶ھ | ۲۶۱ھ | ۶۸۱ء | ۶۸۵ء) کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) تاریخ بغداد، ج ۱۳۔ ص ۱۰۰ تا ۱۰۴۔ (۲) کتاب الفہرست از ابن الندیم، ص ۲۳۱۔ (۳) وفیات الاعیان، ج ۲۔ ص ۱۰۹ تا ۱۲۰۔ (۴) تہذیب الاسماء واللغات، ج ۲۔ ص ۸۹ تا ۹۲۔

(۵) طبقات الحنابلہ از فرار، ص ۲۴۶۔ (۶) المختصر من اخبار البشر، ج ۲۔ ص ۵۴۔ (۷) تذکرۃ الحفاظ، ج ۲۔ ص ۱۵۰ تا ۱۵۲۔ (۸) البدایہ والنہایہ بذیل وفیات ۲۶۱۔ (۹) النجوم الزاہرہ، ج ۳۔ ص ۳۳۔ (۱۰) تہذیب التہذیب، ج ۱۰۔ ص ۱۲۶۔ تا ۱۲۸۔

(۱۱) شذرات الذهب، ج ۲۔ ص ۱۲۴ و ۱۲۵ (۱۲) مفتاح السعاده، ج ۲۔ ص ۸ و ۹۔ (۱۳) ہدیۃ العارفین، ج ۲۔ ص ۴۳۱۔ (۱۴) بستان الحدیثین، ص ۱۱۶۔ (۱۵) اتحاف النبلاء، ص ۲۲۰۔ (۱۶) المحطہ بذكر صحاح الستہ۔

(۲۷۵)

احمد نام اور شہاب الدین لقب ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

احمد بن محمد بن عمر الحنفی الحنفی۔

موصوف ۹۷۹ھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے پائی اور اپنے ماموں

ابوبکر شہوانی سے علوم عربیہ کی تحصیل کی، احمد علقمی اور محمد صالحی شامی سے ادب پڑھا، اور

شیخ داؤد بصیر سے طب پڑھی۔ شیخ الاسلام محمد علی، نور الدین علی زبیدی، ابراہیم علقمی اور

ابن خاتم مقدسی حنفی سے حدیث وفقہ کی تکمیل کی، پھر اپنے والدین کے ساتھ حرمین کا سفر

کیا اور وہاں علی بن جبار اللہ عصام سے استفادہ کیا بعد ازاں قسطنطنیہ آئے اور یہاں شیخ

ابن عبد الغنی، مصطفیٰ بن عمری، سعد الملة والدین ابن حسن اور خاتمة المفسرین ابو السعود عمادی وغیرہ سے اکتساب فیض کیا، موصوف کا سلسلہ روایت تین شیوخ سے نہایت اعلیٰ ہے۔
خفاجی نسیم الزیاض (ج ۱- ص ۳) میں رقمطراز ہیں :

اعلم ان سندی فی ہذا الکتاب وغیرہ من کتب
الحديث سلسلة الذهب بن طهري عاليه
اعطاه اوتی عن خاتمة الحديث الشيخ ابراهيم
العلقي وهو عن اخيه الشمس العلقي شاج
الجامع الصغير عن مؤلفه الجلال السيوطي
بعثه آتی علیہ من اولی الی آخرہ بالجامع
الازهر وسند السيوطي رحمه الله اشهر
من الشمس فی رابطة النهار وعن شيخ
الاسلام شافعي زانہ الشيخ العلامة شمس الدين
محمد الزلي عن والده الشيخ احمد الزلي عن
شيخ الاسلام زكريا الانصاري وعن والده
قدس الله روحه عن الشيخ الشهاب الدين
ابن حجر الهيتمي وبكذا اكابر عن اكابر الی
المصنف۔

معلوم رہے کہ میری سند اس کتاب میں اور حدیث
کی دوسری کتابوں میں سلسلہ الذهب دُستِ
کڑی، اعلیٰ سندوں میں سے اعلیٰ سند
خاتمة الحديث شیخ ابراہیم طلقی اور ان کے بھائی
شمس الدین طلقی شارح جامع صغیر از صا
جامع صغیر شیخ جلال الدین سیوطی سے ہے
میں نے اس کو اول سے آخر تک ان سے
جامع ازہر میں پڑھا ہے اور سیوطی کی سند
روزِ روشن میں آفتاب سے بھی زیادہ روشن
اور مشہور ہے اور شیخ الاسلام، شافعی دورا
شیخ علامہ شمس الدین محمد زلی جو اپنے والد
شیخ احمد زلی سے اور وہ شیخ الاسلام زکریا
انصاری سے راوی ہیں، روایت کرتا ہوں
اور اپنے والد ماجد قدس سرہ العزیز

سے جو شیخ شہاب الدین ابن حجر ہیتمی سے روایت کرتے ہیں اسی طرح کے بعد دیگرے
مصنف تک سلسلہ اسناد ہے، راوی ہوں۔

عجی خلاصۃ الاثر، ص ۳۷۱ تا ۳۷۳ میں لکھتے ہیں :

الشيخ احمد الخفاجي المصري
الحنفی صاحب التصانیف السائرة واحد
افراد الدنيا الجمع علی تفوتہ وبراۃ
وكان فی عصرہ یدر سماء العلم ونبیر انی
التشر و التظم رأس المولفين ورتیس

شیخ احمد خفاجی مصری حنفی
مشہور کتابوں کے مصنف اور نامورانِ عالم
میں سے تھے جن کی برتری اور ہر اہل حق
پر سب کا اتفاق ہے۔ موصوف اپنے زمانے
میں آسانِ علم کے بہتاب اور اُن کی تعلیم و تشر

المعتقین سار ذکرہ مسیر المثل وطلعت
 اخبارہ طلوع الشہب فی الفلک وکل من
 رابناہ او سمعناہ من اورک وقتہ مخزون
 کہ بالتفرد والتحریر وحن الانشار ولس
 فیہم من بلحن شادہ ولایدعی ذلک مع
 ان فی الخلق من یدعی الیس فیہ ذالیفہ
 کثیرہ ممتہ مقبولہ وانتشرت فی
 البلاد ورزق فیہا سعادۃ عظیمہ فان
 الناس اشتغلوا بہا واشعارہ وفتاتہ
 مسلمہ لا مجال للحدیث فیہا والماصل
 اتہ من ان کل من تقدمہ فی کل فضیلۃ
 و تعقب من یجئ بحدہ مع تولد اللہ تعالیٰ
 من المتعد وکثرة الکتاب ولطف الطبع و
 النکتہ والتادیرہ۔

کے آفتاب عالم تاب تھے، متوفین کے سراج
 اور معتقین کے سردار تھے ان کا ذکر کہاوتا
 — کی طرح سے دائرہ سائر ہے اور ان
 کے بارے میں خبریں ایسی روشن ہیں جیسے
 آسمان میں تارے اور ہر وہ عالم جس کو ہم نے
 دیکھا یا سنا ہے اور جن علمائے ان کا زمانہ
 پایا ہے وہ ان کی یکنوائی اور خوبی، تحریر و
 انشاء پر دازی کے معترف تھے ان میں کوئی
 ایسا نہ تھا جو ان کے کمال کو پاس اور نہ اس
 کا مدعی تھا باوجودیکہ خلوق میں ایسے لوگ
 بھی ہیں جو ایسی باتوں کا دعوے کرتے ہیں
 جو ان میں نہیں ہوتی ہیں، ان کی تالیفات
 بہت ہیں، مفید ہیں، مقبول ہیں،
 شہر شہر میں موجود ہیں اور یہ ان کی بڑی ہی
 خوش بختی ہے کہ لوگ ان میں مشغول ہیں۔ ان کی نظم و نشر مسلم ہے اس میں اعتراض کی گنجائش
 نہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ موصوف ان لوگوں سے جو فضیلت میں آگے نکل چکے تھے،
 فاتح ہو گئے اور پیچھے آئے والوں کو تھکا دیا، ان اوصاف کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان
 کو کشادگی، کتابوں کی کثرت، لطف طبع، نکتے اور نادر باتوں سے بھی خوب سرفراز فرمایا تھا

شیخ ابوسالم العیاشی المتوفی ۱۰۹۰ھ فرماتے ہیں:

شیخنا ہذا من اتحت رحلتہ فی اقطار الارض
 و بعد صیۃ و عمر و بلغ فی التحقیق مبلغا
 یعجز عن ورائہ عن اوراکہ و ملکۃ قویۃ
 فی سائر العلوم الشرعیۃ و الفلسفیۃ
 (الاتحاد بحوالہ فرس الفہارس)
 یہ ہمارے شیخ ان محدثین میں سے ہیں جنہوں
 نے طلب حدیث کی خاطر عالم کو پے سپر
 کیا ان کا چرچاؤ ورتک پھیلا، بڑی
 حریمائی اور تحقیق میں ایسے مقام کو پہنچے
 کہ پیچھے آنے والے اُس کو پالنے سے عاجز
 ہیں، ان کو تمام علوم شرعیہ اور فلسفیہ میں قوی ملکہ حاصل تھا۔

شیخ ردائی نے صلتہ الخلاف کے آخر میں موصوف کو حسب ذیل الفاظ میں یاد کیا ہے: شباب
الحفاظ والنقاد وطحن الاحقاد بالاجداد۔

فاضل المصنوی مولانا عبدالحی فرنگ محلی، التعليقات السنیة علی الفوائد البہیة، ص ۲۷۲
میں لکھتے ہیں:

وقد طالعت من تصانیف حواشی البیضاوی میں نے اُن کی تصانیف میں سے حواشی بیضاوی
فی ثمان جلدات و شرح الشفاء فی أربع جو آٹھ جلدوں میں ہے اور شرح الشفاء
جلدات و کلامہا یہ لان علی جودہ ترجمہ جو چار جلد میں ہے مطالعہ کی ہیں یہ دونوں
وسعت نظر۔ کتابیں اُن کی جودت طبع اور وسعت نظر
پر دلالت کرتی ہیں۔

موصوف کا شغل درس و تدریس اور تصنیف و تالیف تھا۔ جب پہلی مرتبہ روم گئے تو روم میں ان کو
قاضی بنادیا گیا اور پھر ترقی کر کے قضاے اسکوب کے عہدہ پر فائز ہوئے جو سب سے بڑا عہدہ تھا پھر
پھر سلطان مراد کے زمانہ میں سلاطین کے قاضی مقرر ہوئے، یہاں بڑا اعزاز و اکرام ہوا۔ پھر
مصر میں بھی عہدہ قضا پر ان ہی کا تقرر ہوا جب یہاں معزول ہو گئے تو روم کا ارادہ کیا راستہ
میں کچھ عرصہ دمشق میں قیام فرمایا اور پھر روم پہنچے۔

۱۰۶۹ھ میں ۹۰ برس کی عمر میں انتقال ہوا۔

واضح رہے خفاجی خفاجہ بالفتح بنی عامر کے ایک قبیلہ کی طرف نسبت ہے۔ موصوف کی
تالیفات میں حسب ذیل کتابیں زیادہ مشہور ہیں:

(۱) التمام فی صفۃ العمام (۲) حدیقة السحر۔

(۳) خوابا الزوا یا فیما فی الرجال من البقایا۔ اس میں موصوف نے اپنے والد کے شیوخ اور
اپنے شیوخ کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کتاب کے متعلق حاجی خلیفہ لکھتے ہیں:

ہو تالیف لطیف یدل علی ہمارۃ مؤلفہ فی تالیف لطیف مؤلف موصوف کی فن ادب
میں ہمارت پر دلالت کرتی ہے۔

یہ کتاب مصر سے شائع ہو چکی ہے۔

(۴) دیوان الادب، یہ شعرائے عرب کا تذکرہ ہے۔

(۵) رحلہ۔ (۶) الرسائل الاربعون۔

- (۷) ریحانۃ الالباب و زہرۃ الحیاة الدنیا۔
 (۸) شرح ورة الخواص للحریری۔
 (۹) شرح الفرائض۔
 (۱۰) شفاء الغلیل فیما فی کلام العرب من الذخیل۔
 (۱۱) طراز المجالس۔
 (۱۲) مجموع فی الادب والنوادر۔
 (۱۳) عقاب الزمان فی سبب حجب حرمان بنی الاعیان۔
 (۱۴) غنایۃ القاضی و کفایۃ الراضی (حاشیۃ تفسیر بیضاوی)۔
 (۱۵) کتاب السوانح۔
 (۱۶) نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض۔

اس کتاب کے متعلق حافظ سید عبدالحی کتانی لکھتے ہیں: لا اذینہ منہ ولا اوسع فی شروح الشفا کلہا المشارق والمغرب۔ (یعنی اہل مشرق و مغرب کی تمام شروح شفا میں ان کی شرح سے مبسوط اور مفید کوئی شرح نہیں ہے)۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

- (۱) خلاصۃ الاثر، ج ۱۔ ص ۳۳۱ تا ۳۴۳۔
 (۲) فہرست الفہارس، ج ۱۔ ص ۲۸۰ و ۲۸۱۔
 (۳) سلفۃ العصر، ج ۱۔ ص ۲۲۰ تا ۲۲۲۔
 (۴) آداب اللغۃ العربیۃ از جرجی زیدان، ج ۳۔ ص ۲۸۶۔

(۵) ہدیۃ العارفین، ج ۱۔ ص ۱۶۰۔

(۲۷۶)

محمد نام ابو عبد اللہ کنیت شمس الدین لقب اور شہر عرف ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

محمد بن مقبل بن عبد اللہ الحبلی الصیرمی۔

۷۹۹ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے اور یہیں تعلیم و تربیت ہوئی، اُس دور کے نامور فضلاء سے علوم دینیہ کی تکمیل کی اور اس عہد کے شیوخ حدیث سے حدیثوں کا سماع کیا، کم و بیش اسی شیوخ حدیث سے روایت حدیث کی موصوف کو اجازت حاصل ہے اور بعض سندیں نہایت عالی ہیں، چنانچہ محدث محمد بن علی بن یوسف الحرادی عن الحافظ عبد المؤمن الدریانی اور اسی طرح صلاح الدین محمد بن ابراہیم بن ابی عمر المقدسی الصالحی الحبلی جو دنیا میں فخر ابن البخاری کے آخری شاگرد اور زوئے زمین پر اپنے وقت کے ان سے آخری راوی تھے،

بلاد اسطر روایت کرتے تھے۔ حافظ سید عبدالحی الکتانی نے فہرس الفہارس، ج ۱۔ ص ۴۳ میں لکھا ہے کہ محدث فلائی کے ثبت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن مقبل محدث ابن حجار سے بھی بسند عالی روایت کرتے ہیں۔

موصوف جامع حلب کے قیم اور مؤذن تھے اور اسی مسجد میں حدیث کا درس دیتے تھے حافظ شمس الدین سخاوی المتوفی ۹۰۶ھ الضور اللاح، ج ۱۰۔ ص ۵۳ میں لکھتے ہیں:

حدث سمع منه الفضلار ولقینہ بحلب موصوف نے حدیثیں سنائیں اور فضلاء
بعد ان صار علی طریقہ حسنہ وسیرۃ ان سے سنیں اور میں بھی ان سے حلب میں
مرضیۃ فاخذت عنہ الکثیر و عمر ملا جب کہ یہ پاکیزہ طریقہ اور پسندیدہ
بحیث تغیر عن اکثر شیوخہ سیرت کے حامل تھے، میں نے بھی ان سے
واستمر منفرد امدۃ حتی مات بہت سی حدیثیں سنیں، انہوں نے بڑی
ونزل الناس بموتہ درجۃ وقد ترجمہ عمر پائی جس کی وجہ سے وہ بہت سے شیوخ
شیخنا بقولہ تقسیم الجامع والمؤذن بہ ترجمہ کی روایات میں متغیر رہے تاکہ ان کا
انتقال ہو گیا، ان کی موت سے لوگ ایک درجہ فروتر ہو گئے، اور ہمارے شیخ نے ان کا
تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے کہ، وہ ایک جامع مسجد کے منظم اور مؤذن تھے۔

سید عبدالحی الکتانی فہرس الفہارس والاثبات، ج ۱۔ ص ۴۳ میں موصوف کا تذکرہ
ان الفاظ سے شروع کیا ہے: مسند الدنیا فی عصرہ ولحق الاحفاد بالاجداد۔ حافظ سیوطی،
شیخ الاسلام زکریا انصاری اور محدث سنباطی نے مصر سے خط لکھ کر ان سے روایت حدیث
کی اجازت منگوائی تھی۔ سیوطی نے رجب ۸۶۹ھ میں اجازت طلب کی اور آئندہ سال
اسی ماہ رجب ۸۷۰ھ میں ان کا انتقال ہو گیا، علامہ سیوطی کو جب ان کے انتقال
کی خبر ملی تو حسب ذیل دو شعر کہے جو موصوف کی مجسم میں منقول ہیں، فرماتے ہیں:
فی عام سبعین قبیل سنۃ بعد ثمان مائۃ بالخصر

ترجمہ: کہن فی الزمان من قیل لہ اخبارکم واحد عن الغفر
کوئی ایک بھی ایسا محدث باقی نہیں رہا جس کے متعلق کہا جاسکے کہ وہ فخر بخاری سے روایت
کرتا ہے۔ (یعنی آٹھ سو اہتر تک باقی نہیں رہا)۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو :

(۱) الفوائد اللامعہ ج ۱۰ ص ۵۳ - (۲) فہرست الفہارس ج ۱ ص ۴۱۳ -

(۲۷۷)

عمر نام ابو حفص کنیت، موفق الدین لقب اور ابن طبرزد عرف ہے۔ (طبرزد ایک قسم کا گناہی) موصوف کا قیام چونکہ محلہ دار القز میں تھا اس لئے دار القز کی نسبت سے بھی مشہور ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے :

عمر بن محمد بن محمد بن احمد بن یحییٰ بن حسان البغدادی۔

موصوف کی الحجاز ۵۱۹ھ میں پیدا ہوئے اور اپنے بڑے بھائی ابو البقار، محدث ابو القاسم مہمۃ اللہ ابو المواہب احمد الوراق، ابو الحسن ابن الراعونی وغیرہ سے حدیثیں سنیں، فن میں بصیرت حاصل ہو جانے کے بعد مندورس پرشکن ہوئے اور پھر یہ سلسلہ تاحیات قائم رہا۔ اخیر عمر میں شام کا سفر کیا تو راستہ میں اربل، موصل، حران، حلب، دمشق میں بھی درس حدیث کا سلسلہ برابر جاری رہا، موصوف، فقیہ ابو الحسن علی بن عبید اللہ الرعونی، ابو القاسم الشریطی، ابو غالب محمد بن احمد ابو البرکات بن حامل، احمد بن الحسن اور ابو القاسم مہمۃ اللہ بن الحسین وغیرہ سے روایت حدیث میں یکتائے روزگار تھے۔ مؤرخ ابن خلکان المتوفی ۶۸۱ھ و فیات الاعیان (ج ۳ ص ۱۲۵) میں لکھتے ہیں :

ابو حفص عمر.....	المحدث المشہور
ابو حفص عمر.....	ابو حفص عمر.....
.....	کان مال الاسناد فی سماع
.....	المحدث، لما فی البلاد و افاد اہلہا، و
.....	الحق الامام غیر بالا کابر و لم یلق الارض
.....	بالساعات و الاجازات و امتدت لہ الحیاة
.....	فخلالہ العصر و کان فیہ صلاح و غیرہ
.....	حدیث سے بھر دیا، بڑی عمر ہوئی اور زانہ میں وہ اکیلے رہ گئے، ان میں صلاح و
.....	تقویٰ تھا۔

حافظ ابن کثیر البدایہ و النہایہ ج ۱۳ ص ۶۱ میں رقمطراز ہیں :

سمع الکثیر و اسبح و کان علی عاقلہ یفہم انہوں نے بہت حدیثیں سنیں اور فہم تھے،

اجنا وکان یؤدب الصبیان بدار القر
موصوف آزاد منش، خوش طبع
قدم مع حنبل بن عبد اللہ المکبریٰ دمشق
اور طریف تھے، دار القر میں بچوں کو ادب
سمیع اہلہا علیہا وحصل لہا احوال و
سکھاتے تھے، حنبل بن عبد اللہ مکر کے ہمراہ
عاد الی بغداد فمات وترک الاجیدا
دشمن میں آئے، تو ان دونوں سے اہل دمشق
ولم یکن لہ وارث الا بیت المال ودفن
نے سماع کیا، پھر ان کے حالات بدل گئے او
یہ بغداد آگئے، انتقال ہوا بڑا مال
باب حرب۔
وہ دولت چھوڑا چونکہ کوئی وارث نہ تھا لہذا بیت المال وارث ہوا اور باب حرب
میں سپرد خاک کئے گئے۔

مورخ ابن العباد کا بیان ہے :

روی الکثیر ثم قدم دمشق فی آخر ایامہ
بہت حدیثیں روایت کیں پھر اخیر زمانے
فاذہما علیہ وقتہ اسٹی مجالس بجامع
میں دمشق میں آگئے تو لوگوں کا ازدحام ہو گیا
المنصور وعاش تسعین سنۃ وسبعۃ
انہوں نے جامع منصور میں مجالس حدیثیں
اشہر وکان طریف اکثر المزاج
اطلا کرتے، نوے برس اور سات مہینے زندہ
رہے بڑے طریف اور ہنسی مذاق کرنے
دشدرات الذہب، ج ۵ - ص ۲۶)
والے تھے۔

سہ شنبہ کو عصر کے وقت ۹ رجب ۳۸۵ھ میں بغداد کے اندر راہی مملک بقا ہوئے اور دوسرے
دن باب حرب میں دفن ہوئے۔

ابن المدینی نے دو جلدوں میں موصوف کا مشیخہ (معجم شیوخ) لکھا ہے۔ موصوف
کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو :

- (۱) وفيات الاعیان، ج ۳ - ص ۱۲۵ - (۲) البدایہ والنہایہ، ج ۳ - ص ۶۱ -
(۳) شذرات الذہب، ج ۵ - ص ۲۶ - (۴) اتحاف النبلاء، ص ۳۲۷ -

(۲۷۸)

ابراہیم نام ابو البدر کنیت ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے :

ابراہیم بن محمد بن منصور بن عمر الکرخنی الشافعی۔

بغداد کے مشہور محدث کرخ میں ان کا قیام تھا اس لئے کرخ سے مشہور ہیں، موصوف نے

اپنے والد شیخ محمد، فقیہ ابوالاسحاق اور ابوسعید المتولی سے فقہ پڑھی، محدث ابوالحسن بن النعمان، ابوعمرو صریغی، خدیجہ شاہجانیہ، ابن سمعون اور اس عہد کے نامور محدثین سے حدیثوں کا سماع کیا اور پھر حدیث کا درس دینا شروع کیا، حافظ ابن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ کا بیان ہے:

سماعہ صحیح وحدث وکان دینا۔ ان کا سماع صحیح ہے، انہوں نے حدیثیں بیان

کیں، یہ بڑے دیندار تھے۔

(المنتظم، ج ۱۰-۱ ص ۱۱۳)

مؤرخ ابن کثیر البدایہ والنہایہ، ج ۱۳-۱ ص ۲۱۹ میں رقمطراز ہیں:

تفقه بابی اسحاق والی سعد المتولی حسی ابوالاسحاق اور ابوسعید متولی سے فقہ پڑھی

صار اور حد زمانہ فقہا وصلاحاً۔ یہاں تک صلاح اور فقہ میں وہ بیکارہ

روزگار ہو گئے۔

مؤرخ ابن العیاض المتوفی ۶۰۸ھ شذرات الذہب، ج ۴-۲ ص ۱۲۱ میں لکھتے ہیں:

ابوالبدر الکرخی..... ثقۃ ذوال ابوالبدر الکرخی..... ثقۃ اور الدار

حدث عن ابن سمعون وسمع من الخطیب تھے، ابن سمعون سے راوی ہیں، خطیب

وطائفۃ اور محدثین کی ایک جماعت سے سماع کیا۔

جمعر کے دن ۲۹ ربیع الاول ۵۳۹ھ میں وفات پائی اور باب حرب میں دفن ہوئے۔

حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) کتاب المنتظم، ج ۱۰-۱ ص ۱۱۳ (۲) البدایہ والنہایہ، ج ۱۳-۱ ص ۲۱۹

(۳) شذرات الذہب، ج ۴-۲ ص ۱۲۱

(۲۷۹)

مفلح نام، اور سلسلہ نسب یہ ہے:

مفلح بن احمد بن محمد الدومی ثم البغدادی الوراق۔

موصوف مشہور محدث ہیں، حافظ ابوبکر خطیب، محدث صریغی اور اس عہد کے نامور محدثین

سے حدیثوں کا سماع کیا اور پھر حدیث کا درس دیا۔ ان ہی سے روایت کرنے والوں میں

محدث ابو حفص ابن طبرزد اور موصوف کے فرزند منج کو کافی شہرت حاصل ہوئی اور ان

سے ابن الاخضر اور ان کے فرزند مصلح راوی ہیں۔

حافظ ابن نقطہ حنبلی المتوفی ۶۲۹ھ کتاب الاستدراک علی الاکمال کے باب —

الدومی والرومی میں لکھتے ہیں :

انا الدومی بالذال المہلۃ المضمومۃ فہو ابو الفتح
مفلح بن احمد بن محمد بن علی بن عثمان
ابن القاسم الدومی الوراق سمحہ ابی احمد
عبد اللہ بن محمد الصریفینی وابی الحسن
احمد بن محمد بن النعمان ومن ابی بکر احمد
ابن علی بن ثابت الخطیب وابی القاسم
علی بن احمد بن البسری البندار وغیرہم
وہو صحیح السماع حدثنا عنہ عمر بن محمد
ابن مہرزہ وغیرہ من شیوخنا قد سمع
منہ قال ابن شافع توفی سنۃ ست
وثلثین ولم یدکر الشہر ودفن غیر
فی محرم سنۃ سبع وثلثین وثمانین
لیکن دومی دال پہلہ مضمومہ کے ساتھ
ہے، ابو الفتح مفلح بن احمد بن محمد بن
علی بن عثمان بن القاسم دومی وراق
نے ابو محمد عبد اللہ بن محمد صریفینی
ابو الحسن احمد بن محمد بن نعمان، ابو بکر احمد
بن علی بن ثابت خطیب، ابو القاسم علی
بن احمد بن بسری بندار وغیرہ سے حدیث
کا سماع کیا اور ان کا سماع بالکل درست
ہے، ہمارے شیوخ میں عمر بن محمد بن طہر
وغیرہ نے ان سے سنا اور ہمیں ان کی سند
سے حدیثیں بیان کیں، ابن شافع کا
بیان ہے کہ ان کا ۵۳۶ھ میں انتقال
ہوا مگر اس نے جہیز نہیں بتایا اور دیگر

مورخین نے محرم ۵۳۶ھ تاریخ وفات بیان کی ہے۔

محرم ۵۳۶ھ میں انتقال ہوا۔

واضح رہے دومی، دومۃ الجندل کی طرف نسبت پر یہی دمشق سے، منزل کی
مسافت پر واقع ہے اور دوم بن اسماعیل بن ابراہیم کے نام سے موسوم ہے۔
حالات کے لئے ملاحظہ ہو :

۱) کتاب الاستدراک علی کتاب الاکمال، خطوطہ عکسی، سنٹرل اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ
کراچی پاکستان۔

(۲) شذرات الذہب، ۴۵-۱۱۶۔

(۲۸۰)

احمد نام اور ابو بکر کنیت ہے، سلسلۂ نسب یہ ہے :
احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن جہد بن الشافعی البغدادی۔

موصوف ۲۲ جمادی الآخرہ بروز پنجشنبہ ۱۳۹۲ھ میں عراق کے قریہ درزبجان میں پیدا ہوئے اور بغداد میں تعلیم و تربیت پائی۔ شیخ ابو حامد اسفہانی کے شاگرد فقہیہ ابو طالب طبری وغیرہ سے فقہ کی تعلیم پائی، ۴۳۰ھ سے حدیث کا سماع شروع کیا اور ابو الحسن اہوازی، ابو عمر بن جہدی، حسین جو الیقی، ابن ابی الفوارس اور ابراہیم بن مخلد باقرجی وغیرہ سے بغداد میں حدیثیں سنیں اور بارہ برس کی عمر میں سماع حدیث کی خاطر بصرہ کا سفر کیا اور راوی سنن شیخ ابو عمر قاسم بن جعفر ہاشمی، علی بن شاہد، حسن بن علی نیشاپوری سے سماع کیا۔ نیشاپور میں عبد الرحمن بن سراج، قاضی ابوبکر بن خیر سے اور اصفہان میں حافظ ابو نعیم، محمد بن عبد اللہ سے اور دینور میں شیخ ابوفکر کسار سے، ہمدان میں محمد بن عیسیٰ وغیرہ سے امامیہ کا سماع کیا۔ اسی طرح رے، حجاز، دمشق اور قدس وغیرہ میں اکابر شیوخ سے حدیثیں سنیں، علوم اسلامیہ میں کمال پیدا کیا اور پھر درس و تدریس کا شغل اختیار کیا حفاظہ حدیث میں ان کا شمار ہے۔ موصوف نہایت چمکدار شاعر، ادیب، زود خواں، زود نویس، بلند آواز اور بڑے باارعب تھے۔

۴۴۵ھ میں دمشق آئے پھر حج کیا اور ۴۵۵ھ میں حجاز سے شام آئے اور کم و بیش گیارہ برس یہاں درس دیا، حافظ ابن ماکولا کا بیان ہے :

کان ابو بکر الخطیب آخر الاعیان من شاہدنا	ابو بکر خطیب، حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت، حفظ، ضبط، فنون
معرفة وحفظاً وضبطاً لحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتفقتنا فی عللہ واسانیدہ	علل حدیث، اسناد، صحیح، غریب، منکر
وعلمنا بصیحة وغریبہ وفردہ ومنکرہ	اور ناقابل اعتبار حدیثوں کی شناخت کے اندر ان نامور محدثین میں سے آخری محدث تھے جن کو ہم نے دیکھا ہے..... بغدادیوں میں دارقطنی کے بعد ان کے جیسا عالم نہیں ہوا، میں نے علامہ صوری سے خطیب اور
دمرودہ..... ولم یکن للبغدادیین بعد الدارقطنی مثله، سألت العموری عن الخطیب والابی نصر السمری فی فضل الخطیب تفضیلاً بیناً۔	

ابو نصر سمری کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے واضح طور پر خطیب کو افضل قرار دیا۔

فقہ ابو اسحاق شیرازی فرماتے ہیں :

ابو بکر الخطیب بشبہ بالدارقطنی ونظراً

ابو بکر خطیب معرفت اور حفظ حدیث میں

فی معرفۃ الحدیث وحفظہ۔

دارقطنی اور ان کے مثل حفاظ حدیث کے
مشابہ ہیں۔

مؤرخ ابوسعید سمعانی روکتے ہیں :

کان الخطیب مہیا وقور الثمن متحریرا
حسن الخط کثیر الفیض فصیحا ختم بہ
الحفاظ..... وقرأ بمسکة علی کریمۃ
الصبح فی خمسۃ ایام الخطیب یقول کل من
ذکرک فیہ.....

تاریخ بغداد کے متعلق خطیب کا بیان ہے کہ
ہر وہ شخص جس کے بارے میں لوگوں سے جرح
وتعدیل کے اقوال نقل کئے ہیں ان میں ممتاز
ان کے اقوال پر ہے جن کو میں نے آخر میں بیان کیا ہے۔

.....
اقادیل الناس من جرح وتعدیل
فالتعویل علی ما اخرت۔

ابو زکریا تبریزی کا بیان ہے :

کنت اقرا علی الخطیب بملقۃ بجامع
دمشق کتب الادب المسموعۃ لہ وکننت
اسکن منارۃ الجامع فصعد الی وصال
اجلبت ان ازورک فتح ثنائی ساعۃ
ثم اخبرج درقۃ وقال الہدیۃ مستحبۃ
اشتریبہ ذہ افتلاما فاذا ختمۃ دنانیر
ثم صعد نوبۃ اخری ووضیع نحو اس ذلک
وکان اذا ستر الحدیث لیمح صوتہ فی
آخر الجامع کان یترأعرا مصیحا۔

میں جامع دمشق میں خطیب کے حلقہ درس
میں ان سے ادب کی وہ کتابیں پڑھتا تھا
جن کا ان کو سماع حاصل تھا اور جامع
دمشق کے منارہ پر رہتا تھا تو وہ اوپر چڑھ
میرے پاس آئے اور فرمانے لگے کہ میں تم
سے ملنا چاہتا تھا تھوڑی دیر میں نے گفتگو
کی، پھر انھوں نے ایک کاغذ نکال کر دیا
اور فرمایا کہ پسندیدہ تمھارے اس سے تم
قلم خرید لو، دیکھا تو وہ پانچ دینار تھے،
پھر دوسری مرتبہ بھی اوپر آئے اور ایسا

ہی کیا، جب وہ حدیث پڑھتے تھے تو ان کی آواز جامع دمشق کے آخری کونہ میں بھی سنی
جاتی تھی، حدیث کو صیح اعراب کے ساتھ پڑھتے تھے۔

علامہ سمعیانی ذیل المذیل میں لکھتے ہیں:

والخطیب فی درجۃ القدر من الخطا
والاثرۃ الکبار کبیری بن معین و علی بن
المدینی و احمد بن ابی خنیسۃ و طبقتهم و
کان علامۃ العصر اکتسب بہ ہذا الشان غصافۃ
وہیجۃ و نصارۃ و کان ہمدیا و قورا نبیلا
خطیرا ثقتہ صدوقا متحررا حجة فیما
یصنفہ ویقولہ و ینقلہ و یجمعه حسن النقل
والاحاطۃ کثیر الشکل و الفسطا قارنا للحدیث
فصیحا و کان فی درجۃ الکمال و الرتبة
العلیاء خلقا و خلقا و ہیتۃ و منظر ا
انہی الیہ معرفۃ علم الحدیث و حفظہ
و ختم بہ الفاظ رحمہ اللہ۔

خطیب متقدمین حفاظ اور ائمہ کبار کے درجہ
کا انسان تھا، جیسے یحییٰ بن معین، علی
ابن المدینی، احمد بن ابی خنیسہ اور ان
کا طبقہ ہے وہ علامہ و دران تھا اس نے
علم کی اس خوبصورت تابندہ اور بارون
شان سے اپنے آپ کو آراستہ کیا تھا وہ
بارعب، باوقار، با عظمت، زبردست
ثقت، صدوق تھا، جو وہ لکھتا ہے، کتاب کو
نقل کرتا ہے، اُس میں تجت ہے اور جو
وہ جمع کرتا ہے، اچھے انتخاب، اچھے
خط اور بڑے ضبط کے ساتھ کرتا ہے،
وہ حدیث کا قاری اور فصیح و بلیغ تھا

حسن صورت و سیرت، ہیئت اور منظر میں اعلیٰ مرتبہ اور کمال کے درجہ کو پہنچا ہوا
تھا، علم حدیث کی معرفت اور اُس کے حفظ میں حرف آخر تھا، حفاظ کا اُس پر خاتمہ ہو گیا

ذیل المذیل بحوالہ مجمع الادباء، ج ۱- ص ۲۵۳

حافظ ابن عساکر بسند متصل خطیب سے ناقل ہیں:

انہ لما حج شرب من ماء زمزم ثلاث
شربات و سأل اللہ ثلاث حاجات اخذ
بالحدیث ما زمزم لما شرب لہ فالحاجة
الاولی ان یحدث بتاریخ بغداد ہبہا
القانیۃ ان یسلی الحدیث بما یصح
المنصور، الثالثۃ ان یدفن عند بشر الحافی
ففعضی اللہ لہ ذلک۔

جب انہوں نے حج کیا اور زمزم کا پانی
پیا تو حدیث زمزم پڑھتے ہوئے تین مرتبہ
پیا اور اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کی دعا
مانگی، پہلی یہ تھی کہ وہ تاریخ بغداد کو
بغداد میں بیان کریں، دوسری یہ تھی
کہ وہ جامع منصور میں حدیث اٹھا کر آئیں
تیسری یہ تھی کہ وہ بشر حافی کے پاس دفن

ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی یہ تینوں باتیں پوری کر دیں۔

ابو الفرج اسفرائینی کا بیان ہے :

کان الخطیب منا فی الحج نکاح نحسّم کل یوم
 قریب الغیاب فسرّاة ترسیل ثم یخرج علیہ
 الناس و ہور اکب فیقولون حدیثنا فحدّث۔
 خلیب حج میں ہمارے ہمراہ تھے وہ ہر روز غزوہ
 کے وقت ترسیل کے ساتھ ایک قرآن فہم کرتے
 تھے، پھر لوگ ان کے پاس آکر جمع ہو جاتے تھے
 حالانکہ یہ سوار ہوتے تھے اور وہ کہتے تھے ہمیں حدیثیں سنائیے، تو وہ حدیثیں سناتے تھے۔

حدیث ابن الاثیر ہی فرماتے ہیں :

کان الخطیب یبشی فی یدہ جزویط العہ
 ایک جزو ہوتا تھا اور وہ اس کا مطالعہ کرتے جاتے تھے۔
 راہ چلتے وقت بھی خلیب اس کے ہاتھ میں

علامہ ابن الجوزی لکھتے ہیں :

کان ابو بکر الخطیب متدیبا علی مذہب احمد
 ابن حنبل فقال علیہ اصحابنا الماروا
 من میلہ الی المبتدعہ و آذوہ فانقل
 الی مذہب الشافعی و تعصب فی تصانیفہ
 علیہم فرمائی زحیم و صرح بقدر
 ما کمفہ..... وکان فی الخطیب
 شینان احدیما الجسری علی مادۃ عوام
 الحدیث فی الجرح و التعدیل فانہم
 یجرحون الیس یجرح و ذلک لقلة فہمہم
 واثانی التعصب علی مذہب احمد و اصحابہ
 انبانا ابو زرعہ طاہر بن محمد
 ابن طاہر المقدسی عن ابیہ قال سمعت
 اسماعیل بن ابی الفضل القوسی وکان
 من اہل المعرفۃ بالحديث یقول ثلاثۃ
 من الحفاظ لا جہم شدۃ تعصبہم و
 قلة النصاب فہم الحاکم ابو عبد اللہ
 ابو بکر خلیب پہلے امام احمد بن حنبلؒ کے
 مذہب پر تھے اور جب ہمارے اصحاب نے
 ان کا میلان کچھ مبتدعہ کی طرف دیکھا تو وہ
 ان کی طرف متوجہ ہوئے اور انھوں نے ان
 کو اذیتیں پہنچائیں تو یہ شافعی بن گئے اور
 اپنی تصانیف میں حنابلہ کے خلاف تعصب
 برتا اور جہاں تک ہو سکا کلم کھلا ان کی
 مذمت کی ورنہ اشارہ کنایہ میں مذمت
 کر گئے..... خلیب میں دو باتیں تھیں
 ایک یہ کہ وہ عوام محدثین کی طرح جسرح
 و تعدیل میں بے باک تھے کیونکہ وہ ان باتوں
 پر بھی جرح کر دیتے ہیں جو قابل جرح نہیں
 ہوتیں اور یہ ان کی قلت فہم کی علامت ہے
 اور دوسرے وہ امام احمد کے قبیح اور ان
 کے شاگردوں کے معاصی میں تعصب کے کام
 لیتے ہیں..... ابو زرعہ طاہر بن محمد بن

ابونعیم الاصبہانی والوبکر الخطیب مال
المصنف لغد صدق التمسیل وقد
کان من کبار الحفاظ ثقتہ صدوقا
لمعرفۃ حنفۃ بالرجال والمتون غزیر
الدیانۃ..... الحاکم کان متشیعا ظاہر
التشیع والآخر ان کا نا متعصبان للکلمین
والاشاعرة وایلیق بذاباصحاب الحدیث
المتنظم ج ۸ - ص ۲۶۹

ظاہر مقدسی نے اپنے والد کے حوالہ سے
ہیں بتایا کہ انہوں نے اسماعیل بن ابی
الفضل تومسی سے سنا اور وہ حدیث والوں
میں سے تھے، وہ فرماتے تھے کہ میں حفاظ
حدیث ایسے ہیں جن کو میں لوگوں کے تعصب
کرنے اور ان کے ساتھ نا انصافی کرنے کی
وجہ سے پسند نہیں کرتا، وہ ابوعبد اللہ
حاکم ابونعیم اصبہانی اور ابوبکر خطیب
ہیں۔ مصنف کہتا ہے اسماعیل نے صحیح کہا

ہے اور وہ بڑے درجہ کے حفاظ میں سے تھے ثقتہ اور صدوق تھا وہ متون اور رجال کا
اچھا عالم تھا بڑا مستدین تھا..... حاکم متشیع تھا اور اس کا تشیع ظاہر ہے اور
آخری دو متکلمین اور اشاعرہ سے تعصب کرتے تھے، حالانکہ یہ بات اصحاب حدیث کے
شایان شان نہیں ہے۔

یا قوت رومی نے ارشاد الاریب میں موصوف کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے:
الخطیب ابوبکر البخاری الفقیہ الحفاظ احد الائمۃ المشہورین المصنفین المکثرین الحفاظ
المتبرزین ومن ختم بر دیوان المحدثین

مورخ شمس الدین ابن خلکان المتوفی ۶۸۱ھ وفيات الاعیان ج ۱ - ص ۷۶ میں ان کے تذکرہ
کا آغاز اس طرح کرتے ہیں:

”الحافظ ابوبکر کان من الحفاظ المتقین والعلماء المتبرزين لو لم يكن لسوى التاريخ كلفاء
فان يدل على اطلاع عظيم ومنع تسميها من انه مصنف وفصله اشهر من ان يوصف.....
والعجب انه كان في وقته حافظ المشرق واليمن عبد البر..... حافظ المغرب واثاني
سنة واحدة“

ترجمہ: حافظ ابوبکر متقن حفاظ اور متبحر علماء میں سے تھے اگر ان کی تاریخ کے سوا کوئی اور کتاب نہ ہوتی
تو یہ کافی تھی کیونکہ یہ ان کی وسیع معلومات پر دلالت کرتی ہے۔ انہوں نے تقریباً سو کتابیں
تصنیف کی تھیں، ان کا علم و فضل تعریف و توصیف سے مستغنی ہے، عجیب بات یہ کہ وہ اپنے

وقت میں مشرق کے اور ابو عمر بن عبد البر..... مغرب کے حافظ تھے اور ان دونوں کا انتقال ایک ہی سال میں ہوا تھا۔

جمال الدین تغری بروی نے النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر والقاہرہ، ج ۵۔ ص ۸۷ میں شیخ ابو الحسین ابن طہوری کا حسب ذیل بیان نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

اکثر کتب الخطیب استفادۃ من کتب الصوری
یعنی اخذ ابرہتہا، منہا تاریخ بغداد
الذی تکلم فیہ فی غالب علماء الاسلام
بالفاظ القبیحۃ بالروایات الواہیۃ
الاسانید المنقطوعۃ، حتی امتحن فی دنیاہ
بامور قبیحۃ نال اللہ السلامۃ وحسن العاقبۃ
وری بخاتم..... اضربت عن ذکر ذلک
کل لکونہ متخلقا باحسان الفقہار والفضا
من حملۃ الحدیث الشریف۔

اُس کی ہڈیاں تک نکال پھینکی گئی تھیں،
میں ان باتوں کے بیان کرنے مرتب نظر کرتا ہوں کیونکہ وہ فقہاء کے اخلاق کا حامل تھا
اور حاملین حدیث میں سے تھا۔

علامہ خطیب بغدادیؒ ۱۵ رمضان کو بیمار ہوئے، بیماری بڑھتی گئی، یکم ذی الحجہ کو موصوف
نے ابو الفضل بن خیروں کو وصیت کی اور تمام کتابیں وقف کر دیں اور تمام مال خیرات کو دیا
پھر انتقال ہو گیا، نہر محلے کے پاس مدرسہ نظامیہ کے متصل حجرہ سے جنازہ اٹھا جس میں
علماء و فضلاء کا بڑا اجتماع تھا۔ پل کو عبور کر کے جنازہ جامع منصور میں لایا گیا، راستہ میں
ایک جماعت یہ کہتی جا رہی تھی:

ہذا الذی کان یدب عن رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ہذا الذی کان یغنی الکذب
عن رسول اللہ ہذا الذی کان یحفظ حدیث
رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

یہ اُس عالم کی نعش ہے جو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع کرتا تھا
اور رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کی طرف سے کذب و افترا کی نفی

کرتا تھا یہ وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں یاد کرتا تھا۔
پھر جنازہ محلہ کرخ میں سے آگے بڑھا اور بشر حافی کے پاس ان کو دفن کر دیا گیا۔
موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

- (۱) فہرست ابن خیر، ص ۱۸۱ و ۱۸۲۔ (طبع قدیم)
(۲) وفيات الاخیان، ج ۱۔ ص ۳۲ و ۳۳۔
(۳) کتاب المنظم، ج ۸۔ ص ۲۶۵۔
(۴) معجم الادباء، ج ۴۔ ص ۱۳ تا ۲۵۔
(۵) المختصر فی اخبار البشر، ج ۲۔ ص ۱۹۶ و ۱۹۷۔
(۶) تذکرۃ الحفاظ، ج ۳۔ ص ۳۱۲ تا ۳۲۱۔
(۷) کتاب العرب، ج ۳۔ ص ۲۵۳۔
(۸) طبقات الشافعیہ، ج ۳۔ ص ۱۲ تا ۱۶۔
(۹) البدایہ والنہایہ، ج ۱۲۔ ص ۱۰۱ تا ۱۰۳۔
(۱۰) مرآۃ الجنان، ج ۳۔ ص ۸۴ و ۸۸۔
(۱۱) النجوم الزاہرہ، ج ۵۔ ص ۸۴ و ۸۸۔
(۱۲) مفتاح السعاده، ج ۱۔ ص ۲۱۰ اور
(۱۳) روضات الجنات، ص ۷۸ و ۷۹۔
(۱۴) التانیب از کوثری۔
(۱۵) الخطیب البغدادی تورخ بغداد و غیرہ

از یوسف العث۔
ص ۲۵۔

(۱۶) بستان المحدثین، ص ۷۷۔

(۲۸۱)

قاسم نام ابو عمر کنیت اور شجرۃ نسب یہ ہے:

قاسم بن جعفر بن عبد الواحد بن العباس بن عبد الواحد بن جعفر بن سلیمان بن علی بن عبد اللہ
ابن العباس بن عبد المطلب الباشمی البصری۔

شیخ ابو عبد اللہ الحسین بن محمد القسطلی کا بیان ہے کہ موصوف رجب ۳۲۲ھ میں بصرہ
میں پیدا ہوئے، محدث عبد الخافر بن سلام، محمد بن احمد الاثرم، علی بن اسحاق المادرائی،
ابو علی اللؤلؤی، یزید بن اسماعیل الخلال، محمد بن الحسین الزعفرانی، حسن بن محمد بن عثمان
النسوی اور اس عصر کے اکابر محدثین سے حدیثوں کا سماع کیا، بصرہ کے قاضی ہو گئے، اور
حدیث کا درس بھی دیا، محدث خطیب بغدادی تاریخ بغداد (ج ۱۲۔ ص ۴۵۱) میں
رقطراز ہیں:

وکان فقیہاً امیناً، ولی القضاء بالبصرہ
موصوف ثقہ اور امین تھے، بصرہ میں محدث
وسعت منہ بہا منن ابی داؤد وغیرہ
قضاء پر فائز رہے تھے، میں نے ان سے سن لی داؤد

وغیرہ کا بصرہ میں سماع کیا تھا۔

بغداد میں بھی موصوف کا دو مرتبہ آنا ہوا، پہلی مرتبہ ۳۷۵ھ میں اور دوسری مرتبہ ۳۷۷ھ یا ۳۷۸ھ میں، قاضی القضاۃ ابو محمد بن محروق کے ہمراہ گواہی کے سلسلہ میں آئے اور بغداد کے قاضیوں کے سامنے شہادت دی اور قاضی ابن الاکفانی وغیرہ نے موصوف کی شہادت قبول کی، پھر وہ واپس چلے گئے۔

حافظ عبد الکریم سمعانی، کتاب الانساب میں محدث ابو علی اللؤلؤی کے تذکرہ میں موصوف کے متعلق لکھتے ہیں :

وہو آخر من حدث عند کتاب السنن اور یہ امام ابو داؤد و سجستانی سے ان کی سنن کے آخری راوی تھے۔

لابی واؤد۔

علامہ شمس الدین ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ (ج ۳ - ص ۱۰۵) میں حافظ تمام بن محمد رازی کے تذکرہ میں مسند بصرہ کے الفاظ سے موصوف کا ذکر کیا ہے۔ ان کے الفاظ ہیں :

مسند البصرة القاضي ابو عمر القاسم
ابن جعفر بن عبد الواحد الباشمی من
مسند بصرہ قاضی ابو عمر قاسم بن جعفر بن
عبد الواحد باشمی جو امیر جعفر بن سلیمان
ولد جعفر بن سلیمان الامیرات فی
ذی القعدة عن اثنتین و تسعین سنة
کی اولاد میں سے تھے ان کا ذی القعدة
میں باؤٹے سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

شب پنجشنبہ ۴۱۲ھ میں رحلت فرمائی اور صبح سپر و خاک کئے گئے۔
حالات کے لئے ملاحظہ ہو :

(۱) تاریخ بغداد، ج ۱۲ - ص ۴۵۱ (۲) کتاب العبر، ج ۳ - ص ۱۱۷

(۲۸۲)

محمد نام اور ابو علی کنیت ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے :

محمد بن احمد بن عمرو اللؤلؤی البصری۔

موصوف نے علوم دینیہ کی تحصیل کی، حدیث کا سماع ابو الہیثم بشر بن جلا د اور امام ابو داؤد سجستانی وغیرہ سے کیا اور پھر حدیث کا درس دیا۔ سنن ابی داؤد کی روایت میں انہیں بڑی شہرت حاصل ہے، علامہ سمعانی نے کتاب الانساب میں لکھتے ہیں :

روی عنه ابو الحسین بن محمد بن احمد ان سے ابو الحسین بن محمد بن احمد بن جمیع

ابن جمیع الغسانی و البقر القاسم بن جعفر
 الباشمی و ہو آخر من حدث عنہ۔
 غسانی اور ابو عمر قاسم بن جعفر ہاشمی نے
 روایت کی ہے اور یہ ان سے آخری راوی
 حافظ ذہبی کتاب العبر فی خبر (ج ۲- ص ۲۳۴) میں رقمطراز ہیں:

ابو علی اللؤلؤی..... روایۃ السنن
 ابو علی اللؤلؤی..... سنن ابی داؤد کے
 عن ابی داؤد، لزیم اباداؤ و مدۃ طویلۃ
 راوی ہیں اور ابو داؤد کی صحبت میں
 یعترا السنن للناس
 مدت دراز تک رہے ہیں اور پھر لوگوں
 کو سنن کا درس دیا ہے۔

موصوف چونکہ موتیوں کا کاروبار کرتے تھے اس لئے لؤلؤی کی نسبت سے مشہور ہیں۔
 موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) کتاب الانساب، نسبت لؤلؤی۔ (۲) کتاب العبر فی خبر من غیر، ج ۲- ص ۲۳۴۔

(۲۸۳)

ابو داؤد سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد الازدی السجستانی (۵۲۰ھ - ۵۴۵ھ)
 کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

- (۱) تاریخ بغداد، ج ۹- ص ۵۵ تا ۹۵۔ (۲) وفیات الاعیان، ج ۱- ص ۲۶۸ و ۲۶۹۔
 (۳) طبقات الخباطہ از ابن الفرار، ص ۱۲۰ تا ۱۲۰۔ (۴) کتاب المنتظم، ج ۵- ص ۹۷ و ۹۸۔
 (۵) تہذیب الاسماء و اللغات، ج ۲- ص ۲۲۵ تا ۲۲۷۔
 (۶) تذکرۃ الحفاظ، ج ۲- ص ۲۵۲ تا ۲۵۴۔ (۷) البدایہ و النہایہ، ج ۱۱- ص ۵۴ تا ۵۶۔
 (۸) طبقات الشافعیہ، ج ۲- ص ۴۸۔ (۹) المختصر فی اخبار البشر، ج ۲- ص ۵۷۔
 (۱۰) تہذیب التہذیب، ج ۴- ص ۱۶۹ تا ۱۷۳ (۱۱) تذرات الذہب، ج ۲- ص ۱۶۔
 (۱۲) مفتاح السعادہ، ج ۲- ص ۹۔ (۱۳) بستان الخدشین، ص ۱۱۸ تا ۱۲۰۔
 (۱۴) اتحاد النبلاء، ص ۲۵۶۔ (۱۵) الحطہ بذکر صحاح الستہ۔

(۲۸۴)

عبد الرحیم نام ابو محمد کنیت، عز الدین لقب اور ابن الفرات عرف ہے۔ سلسلہ درج ذیل ہے:
 عبد الرحیم بن ناصر الدین علی بن الحسین بن الفرات الحنفی۔
 موصوف ۹۵۰ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے اس دور کے اکابر محدثین سے حدیث کی تکمیل کی،

ان کو عز الدین بن جماعة، خلیل بن ایک صفدی، عمر بن امیلہ، صلاح الدین ابی عمر، محمود بن خلیفہ منہجی، تاج سبکی، برہان قیرالمی اور ابو ہریرہ ذہبی سے روایت حدیث کی اجازت حاصل تھی۔

مورخ ابن العمامہ المتوفی ۸۰۹ھ شذرات الذہب میں رقمطراز ہیں :

القاضی عز الدین عبد الرحیم الحنفی الامام السند	قاضی عز الدین عبد الرحیم حنفی امام ہند
العمر الحدیث الرحلة المورخ المعروف	سمر، محدث ایسے کہ جن کی طرف تحصیل علم
ابن الفرات حدث سنین ولفرد	کے لئے سفر کیا جاتا تھا۔ یہ وہ مورخ تھے
باشیاء عوال وسمح منه الاعیان والفضلاء	جو ابن الفرات سے مشہور ہیں، برسوں حدیث
وصار رحلة زمانه قال ابن تغری بری	کا درس دیا، کچھ چیزوں میں علوسند
واجاز لی بکسج سموعاته و مروياته	کے اعتبار سے متفقہ دیتے، ان سے فضلاء
وكانت لمعرفته تامة بالفقه والاحكام	اور نامور علماء نے حدیث کی سماعت کی،
وناب فی الحكم بالقاہرة سنین الی ان توفی	موصوف اپنے زمانہ کے ایسے عالم ہو گئے تھے
فی اوخر ذی الحجۃ سنة ۸۵۱ھ	جن کی طرف طلب حدیث کے لئے سفر کیا
	جاتا تھا۔ ابن تغری بری کی کا بیان ہکا انھوں

نے مجھے اپنی تمام سموعات اور مرویات کی اجازت دی تھی۔ اُن کو نفقہ اور احکام میں بڑی دستگاہ حاصل تھی، قاہرہ میں تاحیات فیصل خصوصیات کے عہدہ پر فائز رہے اور آخر ذی الحجۃ ۸۵۱ھ میں وفات پائی۔

حافظ عبد الحئی الکتانی نے فہرس الفہارس والشیخات، ج ۲۔ ص ۲۴۴ میں موصوف کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے :

”الامام القاضی القضاۃ مسند الدیار المصریہ للحقی الاصابہ بالاکابر والاحفاد بالاجداد عز الدین ابو محمد عبد الرحیم بن علی بن الفسرات المصری الحنفی۔“

پھر شرماتے ہیں :

تغیر و کسب من المشائخ صارت الرحلة	موصوف حدیث کی ایک جماعت سے تحصیل
الیہ من الافاق لعلوسندہ و ات	حدیث میں متفقہ اور یکجہ تھے علوسند
قبل الحافظ ابن حجر بسنة عن	کی وجہ سے لوگ گوشہ گوشہ سے اُن کی طرف

نبیع و تسعین بمصر ترجمہ یوسف سبطانی ظ
آتے تھے، حافظ ابن حجر عسقلانی کی وفات
ابن حجر فی مشیختہ بیان المناذرة بعشرة
سے ایک سال پیشتر ان کا مصر میں انتقال
من اصحاب ابن جماعة و بر صدر۔
ہوا عمر نوے سے اوپر تھی یوسف سبط
حافظ ابن حجر نے اپنے مشیختہ بیان المناذرة بعشرة من اصحاب ابن جماعة میں سب سے پہلے
موصوف ہی کا تذکرہ کیا ہے۔

حدث سراج الدين بن فهد كاشيخه موصوف كاشيوخ كا جامع ہے۔

موصوف کی تالیفات میں چند کتابیں مشہور ہیں :

- (۱) تذكرة الامام في النهي عن القيام۔
(۲) نخبة الفوائد من عقد القلائد في حل قيد
الشرائد ونظم الفرائد۔ یہ ابن دہبان کی شرح منظومہ کی تلخیص فقہ میں ہے۔
حالات کے لئے ملاحظہ ہو :

- (۱) الفوائد اللامع، ج ۴۔ ص ۱۸۴ و ۱۸۸۔
(۲) نظم العقیان، ص ۱۲۴ و ۱۲۸۔
(۳) شذرات الذهب، ج ۱۔ ص ۲۶۹ و ۲۷۰۔
(۴) فہرس الفہارس، ج ۲۔ ص ۲۴۴۔
(۵) ہدایۃ العارفین، ج ۱۔ ص ۵۶۲۔

(۲۸۵)

عمر نام ابو حفص کنیت اور ابن امیلہ عرف ہے، سلسلہ نسب یہ ہے :

عمر بن حسن بن مزید بن امیلہ بن جمحہ بن عبد اللہ المرغنی ثم الحبلی ثم المشرقی ثم المزنی۔
محدث برزالی کا بیان ہے ۳۸۲ھ میں پیدا ہوئے، لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے
ہیں کہ موصوف ۱۸ رجب ۳۸۹ھ میں پیدا ہوئے تھے۔

ابن امیلہ نے اس عہد کے اکابر شیوخ سے علوم دینیہ کی تکمیل کی تھی، جامع ترمذی،
سنن ابی داؤد، مشیختہ ابن الظاہری اور شمائل ترمذی محدث فخر الدین بن البخاری کو سنائی
تھیں۔ شیخ ابن الجاد، عز الدین ابن عساکر اور محمد بن یعقوب وغیرہ سے حدیثوں کا
سماع کیا تھا۔ قراۃ کی تحصیل قاری ابن بصحان سے کی تھی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رح
الدرر الکامنة (ج ۳۔ ص ۱۴۱) میں لکھتے ہیں :

عمر بن حسن المشہور بابن
عمر بن حسن جو ابن امیلہ سے
امیلہ مسند العصر کان
مشہور ہیں مسند زمانہ تھے ابو

مہور اعلیٰ الاسماع ربما حدث الیوم الکامل
بغیر منہ وحدث بالکثیر وکثر الانتفاع به وحدث
نحو من خمین سنة وکان کثیر التلاوة
تفر وکثیر من مروایة وقد استخ تديما
کتب عنه الذہبی فی معجم ثم ابن رافع و اجاز
لمن ادرک حیاة خصوصاً الشامیین و
المصریین۔

یکتائے زمانہ تھے انہوں نے بہت پہلے حدیث کا سماع کرایا ذہبی نے بھی ان سے اپنی
معجم شیوخ میں حدیث لکھی ہیں پھر ابن رافع نے لکھیں، جس نے ان کا زمانہ پایا اُس
کو بھی ان سے روایت حدیث کی اجازت دی، خاص طور سے شامیوں اور مصریوں کو۔

مورخ ابن العمامہ حنبلی المتوفی ۳۸۹ھ شذرات الذہب، ج ۲۔ ص ۲۵۸ میں رقمطراز ہیں:

تفسر بالسنن والجامع والذیل ذیل سنن اور جامع ترمذی اور ذیل دج مشینہ
مشینہ تحسیر ابن النہری، در حل الناس ابن ظاہری کی تخریج کا ذیل ہے، کے سماع
الیہ وکان مہورا علی السماع و ام بجامع الزوہ میں متفرد تھے، لوگ اُن کی طرف سفر کر کے
مدۃ وحدث نحو من خمین سنة سمع پہنچتے تھے حدیث کے سماع پر بڑے باہمت
من جماعات وخرج لہ الناس مشیخہ لطیفہ اور صابر تھے ایک زمانہ تک جامع مزہ کے
ام رہے اور پچاس برس تک حدیث پڑھتی

محدثین کی بڑی جماعت نے ان سے حدیث کا سماع کیا تھا۔ علماء نے ان کا لطیف مشینہ
بھی مرتب کیا ہے۔

۱۸ ربیع الآخر ۳۸۹ھ میں انتقال ہوا، انتقال کے وقت سو برس کے تھے۔ حالات کے
لئے ملاحظہ ہو:

(۱) الدرر الکامنه، ج ۳۔ ص ۱۴۱۔ (۲) شذرات الذہب، ج ۲۔ ص ۲۵۵۔

(۲۸۶)

عبد الملک نام اور ابو الفتح کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:
عبد الملک بن ابی القاسم عبداللہ بن ابی سہیل بن ابی القاسم بن ابی منصور بن ماض

الکروخی الہروی۔

موصوف ۳۸۵ھ میں کروح کے اندر دجہرات سے دس منزل کی مسافت پر واقع ہے پہلا ہوئے اور ہرات میں علوم دینیہ کی تکمیل کی محدث ابو عطاء عبد الرحمن بن ابی عامر جوہری، سمعیل عبد اللہ بن محمد الفزاری، ابو عامر محمود بن قاسم ازدی، ابو المنظر عبد اللہ بن علی، ابو نصر عبد العزیز بن محمد ثریاتی، ابوبکر احمد بن عبد الصمد غوری، ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ عمری اور اس طبقہ کے دیگر شیوخ وقت سے حدیثوں کا سماع کیا اور پھر بغداد میں سکونت پذیر ہو گئے تھے حدیث کا درس دیا۔ حافظ ابوسعید عبد الکریم سمعانی المتوفی ۵۶۲ھ کا بیان ہے :

سمعت من بغداد وقرأت علیہ جمیع المجامع
لابی عیسیٰ الترمذی وسمیع بعثرائی منہ
جماعة کثیرة وسمعت انہ بعد خسر ورجی
من بغداد انتقل الی مکتہ و جاور ہرہا
الی ان توفی بمکتہ۔
(الانساب : ورق ۴۸۱)

میں نے موصوف سے بغداد میں سماع کیا
اور ابو عیسیٰ کی پوری کتاب جامع ترمذی
کو ان سے پڑھا اور میری اس قراوت کو
بڑی جماعت نے سنا ہے ، کو میرے
بغداد سے نکل جانے کے بعد مکتہ معظمہ
منتقل ہو گئے ہیں قیام فرمایا تاکہ مکتہ معظمہ
میں انتقال ہو گیا۔

علامہ ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں :

وروا لی بغداد فسمعت منہ جامع الترمذی
ومناقب احمد بن حنبل وغير ذلک وكان
خیرا صالحا صدوقا مقبلا علی نفسه
ومرض ببغداد فبعث الیہ بعض من لیسع
علیہ شیئا من الذہب فعتال بعد
السبعین واقتراب الاجل آخذ علی
حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فمرده الیہ مع حاجته وكان
یكتب نسخا بجامع الترمذی ویبیمہا
فیفتقوت بہا وکتب بہ نسخة فوفقہا

موصوف جب بغداد میں آئے تو ہم نے ان
سے جامع ترمذی، مناقب احمد بن حنبل
وغیرہ کا سماع کیا موصوف نہایت بھلے
نیک اور راست باز تھے، ہمہ وقت اپنے
نفس پر متوجہ رہتے تھے، بغداد میں موصوف
بیمار ہو گئے تو ان کے شاگردوں میں سے
کسی نے کچھ سونا بھیجا، انہوں نے فرمایا
متر برس کے بعد اور موت کے سر پہنچانے
کے وقت، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی حدیثوں پر بھی لول کا اچھا نمونہ

دخرج الی مکہ فجاد رہا۔ (المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، ج ۱- ص ۱۵۲) موصوف جامع ترمذی کے نسخے لکھتے اور اپنی پیکر روزی کھاتے تھے۔ انہوں نے ایک نسخہ لکھ کر اُسے وقف کر دیا اور مکہ معظمہ چلے گئے پھر وہیں مقیم ہو گئے۔

مؤرخ ابن العما د حنبلی شدات الذہب (ج ۲- ص ۱۴۸) میں لکھتے ہیں:

ابوالفتح المروزی الرجل الصالح ابو الفتح ہرودی مرد صالح
راوی جامع الترمذی کان مدعا ثقہ کتب اور جامع ترمذی کے راوی تھے نہایت متقی و
بالجامع نسخہ وقفہا کان یعیش من النسخ حدث ثقہ تھے، انہوں نے جامع ترمذی کا ایک نسخہ
بغداد و مکہ و عاش ستا و ثمانین۔ لکھ کر اُسے وقف کر دیا تھا ترمذی کی نقل ہے۔

اُن کا گذران تھا، موصوف نے بغداد اور مکہ معظمہ میں حدیثیں بیان کیں اور ۸۶ سال زندہ

رہے
حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ (ج ۲- ص ۱۶) میں حافظ ابو طاهر محمد المروزی کے تذکرہ
میں موصوف کو المحدث القصادی کے الفاظ سے ذکر کیا ہے۔

۲۵ ذی الحجہ ۵۳۸ھ میں مکہ میں وفات پائی۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) کتاب الانساب، ورق ۴۸۱۔ (۲) المنتظم، ج ۱- ص ۱۵۴۔

(۳) اللباب فی تہذیب الانساب، مکتبۃ القدسی قاہرہ ۱۳۶۹ھ ج ۳- ص ۳۹۔

(۲۸۷)

عمود نام اور ابو عامر کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

عمود بن القاسم بن ابی منصور محمد بن محمد بن عبد اللہ بن محمد المہلبی الازدی الہروی

الشافعی۔

موصوف ۳۲۰ھ میں پیدا ہوئے، علوم دینیہ کی تحصیل وقت کے نامور فقہاء

اور محدثین سے کی، پھر حدیث کا درس دیا، عمدۃ قضا پر بھی ان کا تقرر ہوا اور ایک زمانہ

بلکہ اس خدمت کو انجام دیتے رہے، زہد و ورع میں ان کی بڑی شہرت تھی، محدث ابو محمد

جراحی سے جامع ترمذی کی روایت میں خاص شہرت کے مالک ہیں۔

صاحبِ مرآۃ الجنان کا بیان ہے :

مدیم النظیر زہد و صلاح اور عفت میں بے نظیر تھے۔

علامہ ذہبیؒ کتاب العبر ج ۳ - ص ۳۱۸ میں لکھتے ہیں :

ابو عامر الازدی القضاہی محمود.....

المہر دی الفقہ الشافعی راوی جامع الترمذی

عن المجراہی قال ابو نصر القاضی مدیم النظیر

زہدا و صلاحاً۔

جمادی الاخری ۲۸۷ھ میں انتقال ہوا۔

موصوف کے حالات کے لئے دیکھو :

(۱) کتاب العبر فی خبر من خبر ج ۳ - ص ۳۱۸ (۲) شذرات الذہب ج ۳ - ص ۳۸۲۔

(۲۸۸)

عبد المجبار نام اور ابو محمد کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے :

عبد المجبار بن محمد بن عبد اللہ بن ابی الجراح المرزبانی المروزی۔

موصوف نے علوم دینیہ کی تحصیل اپنے زمانے کے نامور محدثین سے کی اور حدیثوں کا سماع محدث

محمد بن احمد محبوبی اور اس طبقہ کے علماء سے کیا تحصیل علوم کے بعد ہرات میں سکونت

اختیار کر لی، یہیں حدیث کا درس دیتے رہے، نہایت نیک تھے۔ ابو سعد سمعانیؒ کتاب

الانساب میں لکھتے ہیں :

ہو ثقۃ صالح انشاء اللہ تعالیٰ۔ موصوف بحمد اللہ ثقہ اور صالح ہیں۔

حافظ ابو بکر محمد بن عبد الغنی المتوفی ۶۲۹ھ کتاب الاستدراک علی الاکمال کے باب المجراہی

و المجراہی میں رقمطراز ہیں :

اما الاول بفتح الجیم والراء المشددة

ان شاء بعد الالف حار ہلہ فہو ابو محمد

عبد المجبار بن محمد بن عبد اللہ بن ابی

الجراح المجراہی المروزی حدث عن

ابی السباس محمد بن احمد المجہوبی بکتاب

لیکن اول بفتح جیم و راء مشددة اور الف

کے بعد حار کے ساتھ ہے، فیخ ابو محمد عبد المجبار

بن محمد بن عبد اللہ بن ابی الجراح مجراہی

مروزی ابو علی ترمذی کی کتاب جامع

ترمذی کے ابو العباس محمد محبوبی سے راوی

الجایح الترمذی لابی علی الترمذی محدث
عند شیخ الاسلام ابواسماعیل الانصاری
فی مصنفاتہ و ابو عامر محمود بن القاسم الازدی
وعبد العزیز بن محمد التویانی و ابو بکر احمد
ابن عبد القمہ التاجری آخرین مولد
سنة احدى وثلاثين وثلاث مائة۔
ہیں اور ان سے شیخ الاسلام ابواسماعیل
انصاری نے اپنی تصنیفات میں روایت
کی ہے اور ابو عامر محمود بن قاسم الازدی،
عبد العزیز بن محمد التویانی اور ابو بکر احمد
بن عبد القمہ تاجر راویوں میں سے تھے
اُن کی ولادت ۳۳۱ھ میں ہوئی تھی۔

شمس الدین ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ (ج ۳۔ ص ۱۰۵۲) میں حافظ غبار کے تذکرہ میں موصوف کو
”مسند مرو“ کے الفاظ سے یاد کیا ہے اور ان کی تاریخ وفات ۳۱۲ھ بیان کی ہے، اُن کے
الفاظ یہ ہیں :

فیہا ۴۱۲ مات مسند مرو ابو محمد عبد الجبار بن محمد بن عبد اللہ بن ابی الجراح الجرجانی راوی
جامع الترمذی۔

موصوف کے حالات کے لئے دیکھو :

- ۱) کتاب الاستدراک علی کتاب الاکمال، خطوط علی سننک اسلامک لیبیریچ انسٹیٹیوٹ کراچی
۲) کتاب العبر، ج ۳۔ ص ۱۰۸۔
۳) تذرات الذہب، ج ۳۔ ص ۱۹۶۔

(۲۸۹)

محمد نام اور ابو العباس کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے :

محمد بن احمد بن محبوب بن فضیل المجبوی المروزی۔

موصوف امام ترمذی اور سعید بن مسعود صاحب النضر بن شمیل کے نامور شاگرد ہیں اور امام
ترمذی سے جامع ترمذی کی روایت میں خاص شہرت کے مالک ہیں۔ علامہ ابوسعید عبد الکریم
سمحانیؒ نے بیان کیا ہے :

اشہر بہذہ النسبة ابو العباس محمد بن احمد
ابن محبوب التاجر من اہل مرو رواية
کتاب الجایح و ابن ابو محمد عبد اللہ بن العباس
المجبوی المروزی و کان ابوہ شیخ اہل الثروة
اور اس نسبت (مجبوی) سے شہرت رکھنے والوں
میں ابو العباس محمد بن احمد بن محبوب
تاجر مروزی راوی جامع ترمذی اور ان
کے فرزند ابو محمد عبد اللہ بن العباس مجبوی

من التجار بخراسان والیہ کانت الرحلة۔ مروزی ہیں اور ان کے والد خراسان میں

دولتمند تاجروں کے رئیس تھے، ان کی طرف (کتاب الانساب، ورق ۵۱۱)

طلبہ سفیر کر کے بھیجے تھے۔

مؤرخ عبد اللہ بن اسعد یا فعی موصوف کے متعلق مرآة الجنان (ج ۲- ص ۳۴۰) میں لکھتے ہیں:

حدث مرو و شیخا در تہما۔ موصوف مرو کے محدث، شیخ اور رئیس تھے۔

ابن تغری بروی النجوم الزاہرہ میں فرماتے ہیں:

حدث و سماعة مضبوطة و كان ذا اثر و موصوف محدث ہیں اور ان کی مسموعات

و مال۔ منضبط ہیں اور.... یہ بڑے صاحب

مال و متاع تھے۔

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ (ج ۳- ص ۸۶۳) میں موصوف کو حافظ ابو العباس الامم

کے تذکرہ میں "مسند مرو" اور "صاحب الترمذی" کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔

ذہبی کتاب العبر، ج ۲- ص ۲۷۲ میں لکھتے ہیں:

ابو العباس المجہوبی..... محدث مرو مرو کے محدث، شیخ اور رئیس.....

و شیخا در تہما..... و لر سبج ابو العباس مجہوبی تھے..... ستانوی

و تسون سنة روى جامع الترمذی عن برس کی عمر یانی، جامع ترمذی کی امام

تولف دیوی عن سعید بن مسعود صاحب ترمذی سے روایت کی اور سعید بن مسعود

النضر بن شمس و امثاله۔ صاحب النضر بن شمس اور ان کے ہمراز

ائمہ فن سے روایت کی۔

۹۷ سال کی عمر میں ماہ رمضان ۳۷۶ھ میں رحلت فرمائی۔ موصوف سے جامع ترمذی

کی روایت میں ان کے فرزند ابو محمد عبد اللہ اور ابو محمد عبد الجبار بہت مشہور ہیں۔

حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) الوافی بالوفیات، مطبع وزارت معارف، استنبول ۱۹۲۹ء ج ۲- ص ۴۱۔

(۲) کتاب الانساب نسبت مجہوبی (۳) مرآة الجنان، ج ۲- ص ۳۴۰۔

(۴) العبر فی خبر من خبر، ج ۲- ص ۲۷۲۔ (۵) النجوم الزاہرہ بذیل وفیات، ۳۴۶۔

(۲۹۰)

ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سوزہ بن موسیٰ ابن الصنحاک (۲۱۰—۲۴۹ھ) کے حالات کے لئے

ملاحظہ ہو :

- (۱) کتاب الفہرست، ص ۲۳۳۔ (۲) وفيات الاعیان، ج ۳۔ ص ۴۰۴۔
 (۳) تذکرۃ الحفاظ، ج ۲۔ ص ۱۸۴ و ۱۸۸۔ (۴) العبر فی خبر من غیر بذیل و فیات ۲۴۹ھ
 (۵) البدایہ والنہایہ، ج ۱۱۔ ص ۶۶ و ۶۷۔ (۶) المختصر فی اخبار البشر، ج ۲۔ ص ۵۹۔
 (۷) مرآۃ الجنان، ج ۲۔ ص ۱۹۳۔ (۸) تہذیب التہذیب، ج ۹۔ ص ۳۸۷ تا ۳۸۹
 (۹) الوافی بالوفیات، ج ۲۔ ص ۲۹۶ تا ۲۹۷۔ (۱۰) شذرات الذہب، ج ۲۔ ص ۵۱۴ و ۵۱۵
 (۱۱) مفتاح السادہ، ج ۲۔ ص ۱۱۔ (۱۲) بستان المحدثین، ص ۱۲۰ تا ۱۲۳۔
 (۱۳) المحیط بذکر صحاح الستہ۔ (۲۹۱)

احمد نام ابوالمکارم کنیت اور اللبان عرف ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:
 احمد بن محمد بن محمد التیمی الاصہبائی۔

موصوف نے وقت کے نامور علماء و فضلاء سے علوم دینیہ کی تکمیل کی اور حدیث کا درس دیا، ان کو شیخ ابوعلی سے سنن نسائی کی روایت میں غیر معمولی شہرت حاصل ہے اور مسند عجم (عجم کو اسناد بیان کرنے والے) کہلاتے ہیں۔ ان کو محدث عبدالغفار سرودی وغیرہ سے بھی روایت حدیث کی اجازت حاصل ہے، ایک زمانہ تک عہدہ قضا پر فائز رہے اور اپنی منصف مزاجی کی وجہ سے القاضی العدل (منصف قاضی) کے الفاظ سے زبان زد خاص و عام ہوئے، حافظ ذہبی نے دول الاسلام (ج ۲۔ ص ۳۶۵) میں موصوف کو مسند اصغہان لکھا ہے، ان کے یہ الفاظ ہیں:

بات باصہبان مسند ابوالمکارم احمد بن محمد اللبان العدل۔

مورخ ابن العہاد لکھتے ہیں:

اللبان القاضی العدل ابوالمکارم احمد شیخ لبان قاضی عدل ابوالمکارم احمد
 الاصہبائی مسند العجم کثر اصغہانی مسند عجم اور ابوعلی
 عن ابی علی الحداد۔ حداد سے بکثرت روایت کرنے والے ہیں۔

ذی الحجہ ۵۹ھ میں انتقال ہوا۔

(۲۹۲)

حسن نام ابوعلی کنیت اور الحداد عرف ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

حسن بن احمد بن الحسن بن محمد بن علی بن حمزة الاصہبانی۔

موصوف شعبان ۴۱۹ھ میں اصہبان میں پیدا ہوئے، قرآن مجید حفظ کیا اور باکمال قاریوں سے فن قرأت کی تحصیل کی، نیز وقت کے نامور محدثین جیسے حافظ ابو نعیم اصہبانی وغیرہ سے حدیثوں کا سماع کیا، پھر قرأت کی تعلیم دی اور حدیث کا درس دیا، اصہبان میں قرأت اور حدیث کے پڑھنے میں حرف آخر سمجھے جاتے تھے، حافظ ابن الجوزی کتاب المنتظم ۹۳۸ میں فرماتے ہیں:

انتهی الیہ الاقرار والحدیث بامہان اصہبان میں قرآن کی قرأت اور حدیث کا درس ان پر ختم تھا۔

مورخ ابن العمامہ حنبلیؒ لکھتے ہیں:

ابوعلی الحداد الحسن..... الاصہبانی فی
المعتمدی المجدد مسند الوقت....
.....کان مع علو اسنادہ اوسح
اہل وقتہ راویہ عمل عن ابی نعیم
وکان خیبراً صالحاً ثقیلاً۔
(شذرات الذہب ۴۵-۴۷ ص ۴۷) تھے۔

۹۶ سال کی عمر میں ۲۶ ذی الحجہ ۵۱۵ھ میں وفات پائی۔ موصوف کی تالیفات میں صرف ایک مجمع الشیوخ ان سے یادگار ہے نیز حالات کے لئے ملاحظہ ہو: غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء ۲/۱۷۱

(۲۹۳)

احمد نام اور ابو نصر کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

احمد بن الحسین بن محمد الکسار القاضی الدینوری۔

موصوف حافظ ابن السنی کے نامور شاگردوں میں تھے، سنن نسائی کا ان ہی سے سماع کیا تھا، ان کی کتاب عمل الیوم واللیلہ کے راوی ہیں، لیکن سنن نسائی کی روایت میں نہیں بڑی شہرت حاصل ہے۔

۳۳۳ھ میں انتقال ہوا۔

موصوف کے شاگردوں میں ابو محمد دوئی اور ابو نعیم حداثہ کا نام سرفہرست آتا ہے۔ ان کی تالیفات میں المنیہ فی القرائت مشہور ہے۔ حالات کے لئے دیکھو:

- (۱) تذرات الذہب، ج ۳۔ ص ۳۵۰۔ (۲) تاج العروس، مادہ ک س ر۔
(۳) کشف الظنون، ک ۱۸۸۶۔

(۲۹۴)

احمد نام ابو بکر کنیت اور ابن السنی عرف ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن اسباط الدینوری الشافعی۔

موصوف نے علوم دینیہ کی تحصیل استادان وقت سے کی، امام نسائی، عمر بن ابی عبد اللہ دئی، ابو خلیفہ، زکریا ساجی اور ابو عروہ جیسے ارباب کمال سے مصر، عراق، شام اور جزیرہ میں حدیثوں کا سماع کیا لیکن امام نسائی سے کثرت استفادہ کی وجہ سے صاحب النسائی سے شہرت پائی، پھر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا شغل اختیار کیا، حدیث میں ایسا کمال بہم پہنچا کہ حفاظ حدیث میں شمار ہوا، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کے تذکرہ کا آغاز ”الحافظ الامام الثقة“ کے الفاظ سے کیا ہے، نیز کتاب العبر فی ہجر خبر ج ۲۔ ص ۳۳۲ طبع کویت ۱۹۶۱ء میں لکھتے ہیں:

ابو بکر بن السنی الحافظ..... جل
دکتب الکثیر وروی عن النسائی وابی خلیفہ
حافظ ابو بکر بن السنی نے طلب حدیث
میں سفر کیا اور بہت حدیثیں سنیں امام
نسائی، ابو خلیفہ اور اس طبع کے
طبقتہما۔

علمائے روایت کی۔

تاج الدین سبکی طبقات الشافعیہ، ج ۲۔ ص ۹۶ میں رقمطراز ہیں:

کان رجلاً صالحاً فقیہاً شافعیاً عاشقاً
بعضاً وثمانین سنة قال القاضي ابو
زرعة روح بن محمد سبط ابن السنی
سمعت عمی علی بن احمد بن محمد یقول
کان ابی رحمہ اللہ یتب الحدیث
یربے نیک آدمی اور شافعی فقیہ تھے
کچھ اوپر اسی سال زندہ رہے، قاضی
ابو زرعة روح بن محمد سبط ابن السنی
کا بیان ہے کہ میں نے اپنے چچا علی بن احمد
بن محمد کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرا والد

وضع القلم فی انبوتہ الحبرۃ و رفع ید یدہ
 یدعو اللہ تعالیٰ فمات و ذلک فی آخر
 سنۃ اربع و ستین و ثلاث مائتہ۔
 رحمۃ اللہ علیہ حدیث لکھ رہے تھے کہ قلم
 انگلیوں میں پکڑا اور ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ
 سے دُعا مانگی اور روحِ قفسِ عمری سے پردہ
 کر گئی یہ ۳۶۴ھ کے آخر کا واقعہ ہے۔

موصوف کی تالیفات میں سے عمل الیوم واللیلہ اور کتاب القناعۃ مشہور ہیں۔ ان کے
 حالات کے لئے ملاحظہ ہو :

- (۱) تذکرۃ الحفاظ، ج ۳۔ ص ۱۲۲ و ۱۲۳۔ (۲) طبقات الشافعیہ، ج ۲۔ ص ۹۶۔
 (۳) شذرات الذهب، ج ۳۔ ص ۴۷ و ۴۸۔

(۲۹۵)

ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار النسائی (۲۱۵-۳۰۳ھ)
 کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو :

- (۱) وفيات الاعیان، ج ۱۔ ص ۲۵ و ۲۶۔ (۲) تذکرۃ الحفاظ، ج ۲۔ ص ۲۴ تا ۲۴۱۔
 (۳) البدایہ والنہایہ، ج ۱۱۔ ص ۱۲۳ و ۱۲۴۔ (۴) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ج ۲۔ ص ۸۳ و ۸۴۔
 (۵) المختصر فی اخبار البشر، ج ۲۔ ص ۷۷۔ (۶) مرآۃ الجنان، ج ۲۔ ص ۲۴۰ و ۲۴۱۔
 (۷) تہذیب التہذیب، ج ۱۔ ص ۳۹ تا ۳۹۱۔ (۸) انجوم الزائرۃ، ج ۳۔ ص ۱۸۸۔
 (۹) حسن المحاضرہ، ج ۱۔ ص ۱۹۷ و ۱۹۸۔ (۱۰) مفتاح السعادہ، ج ۲۔ ص ۱۱ و ۱۲۔
 (۱۱) شذرات الذهب، ج ۲۔ ص ۲۳۹۔ (۱۲) روفاۃ الجنات، ص ۵۸۔
 (۱۳) بستان المحدثین، ص ۱۲۳۔ (۱۴) اتحاف النبلاء، ص ۱۸۹۔

(۲۹۶)

(۱۵) المحطۃ بذکر صحاح السنۃ۔

علی نام ابو الحسن کنیت، ابن الصائغ، ابن خلیب، عین ترمہ اور الجوزی عرف ہے،
 ان کے والد دمشق میں مسجد الجوزہ میں امام تھے اس لئے موصوف بھی اس نسبت سے مشہور تھے،
 ان کا سلسلہ نسب یہ ہے :

علی بن محمد بن محمد بن ابی المجاہد بن علی الدمشقی۔

ربیع الاول سنۃ ۳۵۰ میں پیدا ہوئے، شیخ ابن تیمیہ، قاسم بن عساکر، وزیر، حجار اور اس
 عصر کے دیگر محدثین سے حدیثوں کا سماع کیا، موصوف اکابر محدثین سے سماعِ حدیث میں بیکتاہ تھے

محدث تھے۔ محدث ثقی الدین سلیمان مطعم، دہلوی، ابن سعد اور ابن الشیرازی نے بھی موصوف کو ۱۳۳ھ میں روایت حدیث کی اجازت دیدی تھی، سنت الوزرار سے بھی انہوں نے صحیح بخاری کا سماع کیا تھا۔ دمشق میں موصوف نے ان ہی کی سند سے صحیح بخاری کا درس دیا تھا اور قاہرہ میں بھی حدیثیں بیان کی تھیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ فرماتے ہیں:

سمعت علیہ سنن ابن ماجہ ومسنن الشافعی
وتاریخ اصہبان وغیر ذلک من
الکتب الکبار والاجزاء الصغار فاکثرت
عندہ وكان صبوراً علی التسمیع ثابت الذہن
ذاکرا ینسخ بخطه وقد جاوز التسعین
میح السمع والبصر رجح الی بلدہ فاقام
بمنزلہ الی ان مات فی ریح الاول ۱۳۵ھ
(شذرات الذہب، ۶۵- ص ۳۶۶)

میں نے سنن ابن ماجہ، مسند شافعی، تاریخ
اصہبان وغیرہ چھوٹی بڑی بہت سی کتابوں
کا ان سے سماع کیا اور خوب کیا۔ موصوف
حدیثوں کے سننے پر بڑے صابر، مستقل
مزاج اور ذاکر تھے، اپنے ہاتھ سے کتابیں
نقل کرتے تھے حالانکہ کچھ سے تجاوز ہو چکے
تھے مگر سماعت اور بصارت سب درست
تھیں..... یہ اپنے وطن والہں آکر
اپنے گھر میں اقامت گزریں ہو گئے تھے،
تا آنکہ ریح الاول ۱۳۵ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔

(۲۹۷)

انجب نام ابو عبد اللہ کنیت۔ اور سلسلہ نسب یہ ہے۔

انجب بن ابی السعادات بن محمد بن عبد الرحمن البغدادی الحمّامی۔

موصوف ۵۵۲ھ ہجری میں پیدا ہوئے علوم دینیہ کی تعلیم وقت کے جلیل القدر علما سے
پائی۔ محدث ابن البطلی، ابوذر مقدسی، ابوالمعالی لحاس، احمد بن المقرب، یحییٰ بن ثابت
وغیرہ سے حدیثوں کا سماع کیا اور درس حدیث میں بڑا نام پایا۔ مسند وقت مسعود ثقفی
اور اکابر محدثین کی ایک جماعت سے ان کو روایت حدیث کی اجازت حاصل ہوئی ان
کے شاگردوں میں حافظ ابن لفظ، اسماعیل بن انماطی، ابن النجار، احمد بن اسحاق
ابرقوی، سنقر قضائی، علی بن بلبان، محمد بن احمد شریفی نخوی کا نام سرفہرست آتا
ہے، حافظ ابو عبد اللہ دینی، المتوفی ۶۳۲ھ لکھتے ہیں: ”ہو شیخ مکر صالح“
۱۹ ریح الآخر ۶۳۵ھ میں انتقال ہوا، عمر اسی سال سے اوپر پائی۔

موصوف کے حالات کے لئے دیکھو :

المختصر المحتاج الیہ من تاریخ الحافظ الدیثمی از حافظ ذہبیؒ۔ ص ۲۵۷۔

(۲۹۸)

طاہر نام ابو زرہ کنیت ہے ، سلسلہ نسب یہ ہے :

طاہر بن محمد بن طاہر المقدسی ثم الہمدانی۔

موصوفؒ میں رتے کے اندر پیدا ہوئے یہیں تعلیم پائی ، اپنے والد حافظ محمد بن طاہر سے حدیثوں کا سماع کیا اور پھر ہمدان میں محدث عبدوسؒ ، کرخ میں محدث سلارؒ کی اور سادہ میں شیخ کاغنی سے حدیثیں سنیں۔ حافظ ذہبی کتاب العبر میں رقمطراز ہیں :

روی الکثیر وکان رجلاً جیداً عسریاً موصوف نے بکثرت روایتیں کی ہیں نہایت من العلوم۔ عمدہ آدمی تھے مگر علم سے بے بہرہ تھے۔

حافظ ابن کثیر المتوفی ۷۴۸ھ (البدایہ والنہایہ ج ۱۲ ص ۲۶۴) میں لکھتے ہیں :

اسمہ والدہ الحافظ محمد بن طاہر الکثیر ، واما موصوفؒ ان کے والد حافظ محمد بن طاہر نے بہت کان بروی مسند الشافعی۔ حدیثیں سنائیں اور ان ہی میں سے جن کو وہ روایت کرتے ہیں مسند شافعی بھی ہے۔

بروز چہار شنبہ ۷ ربیع الآخر ۵۶۶ھ میں نعتاً ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

واضح رہے حفاظ حدیث میں ان کا شمار نہیں ہے البتہ ان کے والد محمد بن طاہر حفاظ حدیث میں سے ہیں لہذا ان کو حافظ لکھنا صحیح نہیں۔

(۲۹۹)

محمد نام اور ابو منصور کنیت ہے ، سلسلہ نسب یہ ہے :

محمد بن الحسین بن الہیثم المتقومی۔

موصوف تقریباً ۳۰۰ھ میں پیدا ہوئے ، علوم دینیہ کی تکمیل اُس عصر کے ارباب کمال سے کی تھیں اور رتے میں سنن ابن ماجہ کا درس دیا ، حفاظ حدیث نے ان سے حدیثوں کا سماع کیا موصوف نیشاپور میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔ حافظ عبد الکریم سمعانی کتاب الانساب (درق ۵۴۰) میں رقمطراز ہیں :

ابو منصور محمد بن الحسین..... الحافظ حافظ ابو منصور محمد بن حسین..... ان سے

سمیع منہ الحفاظ روی لناعنہ ابو سعید عبدالرحمن
 حفاظ حدیث نے سماع کیا ہے، ابو سعید
 الحمیری و ابو القاسم الطالقانی بالرسے و جماعت
 عبد الرحمن حمیری اور ابو القاسم طالقانی
 و کانت وفاته فی حدود ثمانین و اربع مائتہ۔
 نے رسے کے اندر ان کی سند سے ہیں
 روایتیں بیان کیں اور علماء کی ایک جماعت

نے بھی ان کی وفات چار سو آتی کے لگ بھگ ہوئی ہے۔

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں حافظ ابن شعبہ کے تذکرہ میں ان کا سال وفات ۲۸۴ھ لکھا ہے
 موصوف کے الفاظ ہیں :

وفیہا (۲۸۴) مات مسند فروین ابو منصور
 اور ۲۸۴ھ میں نیشاپور کے قاضی القضاۃ
 محمد بن المحیی بن الہیثم المقومی قاضی
 اور فروین کے مسند ابو منصور محمد بن حسین
 القضاۃ بنیسا پور
 ابن الہیثم مقومی نے وفات پائی۔

ابن العماد حنبلی فرماتے ہیں :

توفی فیہا (۲۸۴) و بعد ما عن بضع
 و ثمانین۔
 ۲۸۴ھ میں یا اس کے بعد آتی ہے کچھ
 اوپر سال کی عمر میں انہوں نے وفات پائی

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو :

(۱) کتاب الانساب، نسبت مقومی۔
 (۲) تذرات الذہب بذیل وفيات ۲۸۴ھ

(۳۰۰)

قاسم نام اور ابو طلحہ کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے :

قاسم بن ابی المنذر الخطیب القزوینی۔

موصوف شیخ ابوالحسن قحطان کے نامور شاگردوں میں سے ہیں اور ان سے سنن ابن ماجہ کی
 روایت میں خاص شہرت کے مالک ہیں۔

۲۸۹ھ یا ۲۹۰ھ میں انتقال ہوا۔

حافظ ذہبی رح کتاب العبر، ج ۳۔ ص ۱۰۱، طبع کوئٹہ ۱۹۶۱ھ میں لکھتے ہیں :

والقاسم بن ابی المنذر الخطیب ابو طلحہ

القزوینی راوی سنن ابن ماجہ

عن ابی الحسن القحطان، عنہ توفی فی ہذا

جو سنن ابن ماجہ کے ابوالحسن قحطان
 سے راوی ہیں اور وہ مولف کتاب سے

اسام او فی الذی بعدہ۔
روایت کرتے ہیں، انہوں نے اسی سال
۳۹۹ھ یا اس کے بعد وفات پائی ہے۔

(۳۰۱)

علی نام ، ابو الحسن کنیت ہے اور سلسلہ نسب یہ ہے:
علی بن ابراہیم بن سلمہ بن بکر القزوی۔

۲۵۲ھ میں پیدا ہوئے علوم عربیہ کی تحصیل امام فن مبرد اور ثعلب سے کی اور امام ابو حاتم
رازی ابن ابی الدنیا، ابراہیم بن دینیل سیفہ، محمد بن فرجہ ازرق، قاسم بن محمد دلال،
حارث بن ابی اسامہ، ابو عبد اللہ ابن ماجہ، اسحاق بن ابراہیم دبرہ اور حسن بن عبد الاعلیٰ
وغیرہ سے حدیث کا سماع کیا پھر حدیث کا درس دیا اور اس فن میں ایسا کمال پیدا کیا کہ حفاظ
حدیث میں ان کا شمار ہوا، حافظ ابو علی خلیل بن احمد خلیلی، کتاب الارشاد فی طبقات
البلاد میں رقمطراز ہیں:

ابو الحسن..... الفقیہ عالم بجمع علوم	ابو الحسن..... فقیہ تمام علوم تفسیر، نحو،
التفسیر والنحو واللغة و الفقه القديم	لغت اور فقہ قدیم کے عالم تھے، دینداری
لم یکن له نظیر دینا و دیانة و عبادة سمع	دیانت اور عبادت میں ان کی نظیر نہیں ملتی
ابا حاتم الرازی ارتمسل الیہ ثلاث	انہوں نے ابو حاتم سے حدیث کا سماع کیا
سنین..... وخلق من القزویین	اور تین مرتبہ ان کی طرف سفر کیا۔ قزوین
و الرازیین و البغدادیین و الکوفیین و مکتہ	رے، بغداد، کوفہ، مکتہ مغنہ، صنعاء
و صنعاء الیمین و همدان و نهسا وند سمع	یمین، ہمدان اور نہاوند کے علماء کی ایک
منہ من القدام ابو الحسن النخوی	بہت بڑی تعداد سے حدیثوں کا سماع
و الزبیری بن عبد الواحد الحافظ ثم عمر	کیا۔ قدام میں سے ابو الحسن نخوی اور
حتى ادرک الاحداث سمعت جماعته	حافظ زبیری بن عبد الواحد نے موسوف سے
من شیوخ قزوین یقولون لم یر ابو الحسن	سماع کیا پھر عمر بھی خوب پائی یہاں تک
مشله فی الغفل و الزہد ادام الصیام	کہ نو عمریوں نے ان کا زمانہ پایا، میں نے
ثلاثین سنة وکان یفطر علی الخبز والملح	مشارح قزوین کی ایک جماعت سے سنا
	و کہتے تھے کہ ابو الحسن نے فضل اور

زہد میں اپنا نظیر نہیں دیکھا، تیس برس تک روزے رکھے، روزی اور نمک پر افطار کیا۔
 بقوت روحی معجم الادباء (ج ۵ - ص ۷۹) میں لکھتے ہیں:

قرأت فی المالک ابن فارس قال سمعت
 ابوالحسن القطان بعد ما علت ووضعت
 يقول كنت حين خرجت الى الرحلة حفظ
 مائة الف حديث وانا اليوم لا اقوم على
 حفظ مائة حديث قال وسمعت يقول
 اصبحت بهجري والظن اني عوقت بكثرة
 بكاء امي ايام فسراقي لها في طلب الحديث
 والعلم

میں نے ابن فارس کی مالی میں پڑھا کلمہ
 نے فرمایا، میں نے ابوالحسن قطان سے پیری
 اور ضعف کے زمانہ میں سنا وہ فرماتے تھے جس
 وقت میں نے علم کی طلب میں سفر کیا اس
 وقت ایک لاکھ حدیثیں مجھے یاد تھیں، ابن
 فارس کا بیان ہے کہ کمرہ منظمہ میں میں نے
 اُن سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میری آنکھیں
 خراب ہو گئی تھیں، میں سوچتا ہوں کہ وہ
 تحصیل علم اور طلب حدیث کے زمانہ میں

مال کی جُبدائی پر بکثرت روزے کی سزا تھی۔

حافظ ذہبی رحمہ نے موصوف کا تذکرہ "الحافظ الامام القدوة ابو الحسن علی..... محدث
 فردین و عالمہا" کے الفاظ سے کیا ہے۔

موصوف کتاب العبر فی خبر من غیر ج ۲ - ص ۲۶۷ و ۲۶۸ میں لکھتے ہیں:

الحافظ العلامة الجامع ابو الحسن القزويني
 القطان الذي روى عن ابن ماجه
 سنده روى الى العراق و
 اليمن..... عاش احدى وثمانين
 سنة

حافظ علامہ جامع علوم شیخ ابو الحسن
 قزوینی قطان جو امام ابن ماجہ سے اُن
 کی کتاب السنن کے راوی ہیں، انھوں
 نے عراق اور یمن کا سفر کیا اور اکیاسی
 برس زندہ رہے۔

مؤرخ ابن تغری بردی، النجوم الزاہرہ ج ۳ - ص ۳۱۵ میں فرماتے ہیں:

انتهت اليه رياسته العلم وطلو السند
 انه دياره في علومه وعلومه في سياسته
 بملك الديار

انہ دیار میں علوم وطلو سند اور علم کی سیادت
 ان پر ختم ہو گئی تھی۔

۳۴۵ء میں انتقال ہوا۔

موصوف کے تلامذہ میں احمد بن علی، قاسم بن ابی المنذر الخطیب، ابوسعید عبد الرحمن بن

محمد قزوینی وغیرہ کا نام سرفہرست آتا ہے۔

موصوف کے حالات کے لئے دیکھو :

- (۱) معجم الادباء، ج ۵۔ ص ۷۹-۸۰
(۲) العبرنی خبر من غبر، ج ۲۔ ص ۲۶۸ و ۲۶۹
(۳) النجوم الزاہرہ، ج ۳۔ ص ۳۱۵
(۴) تذکرۃ الحفاظ، ج ۳۔ ص ۸۵۶

(۳۰۲)

- محمد بن یزید بن ماجہ الربیع القزوی (۲۰۹-۲۷۳ھ) کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو :
(۱) وفیات الاحیاء، ج ۱۳۔ ص ۶۱۳
(۲) تذکرۃ الحفاظ، ج ۲۔ ص ۱۸۹ و ۱۹۰
(۳) البدایہ والنہایہ، ج ۱۱۔ ص ۵۲
(۴) تہذیب التہذیب، ج ۹۔ ص ۵۳ تا ۳۲
(۵) النجوم الزاہرہ، ج ۳۔ ص ۷۰
(۶) مرآۃ الجنان، ج ۲۔ ص ۱۸۸
(۷) المختصر فی اخبار البشر، ج ۲۔ ص ۵۷
(۸) مفتاح السعادۃ، ج ۲۔ ص ۱۲
(۹) شذرات الذہب، ج ۲۔ ص ۱۶۲
(۱۰) بستان المحدثین، ص ۱۲۲ و ۱۲۵
(۱۱) اتحاف النبلاء، ص ۳۸۱
(۱۲) الحطہ بذکر صحاح ائمہ
(۱۳) امام ابن ماجہ اور علم حدیث، از مولانا محمد عبد الرشید نعمانی۔

(۳۰۳)

غضنفر بن جعفر الحسینی النہر والی الکجراتی (نام ہے۔
نہر والہ میں پیدا ہوئے، علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی — اور حدیث و فقہ اور عربیت
میں یدِ طولیٰ حاصل کیا پھر درس و تدریس کا شغل اختیار کیا اور درس حدیث میں بڑا نام پایا
موصوف کے شیوخ میں تلاجامی کے بھانجے شیخ محمد امین، شیخ محمد سعید عرف میر کلاں خراسانی
شیخ تاج الدین عبد الرحمن بن مسعود گازرونی کا نام سرفہرست آتا ہے۔
موصوف کے تلامذہ میں شیخ ابو المواہب، احمد بن علی عباسی شنادی، مفتی حرم
عبد الرحمن بن علی عمری مرشدی، عبد القادر بن محمد حسینی طبری کی زیادہ مشہور ہیں۔

(۳۰۴)

محمد سعید (بن خواجہ کوہی، حنفی خراسانی) نام اور میر کلاں عرف ہے۔
تلا عصام الدین ابراہیم بن عرب شاہ اسفرائینی جیسے نامور معقولی سے علوم عقلیہ کی
تحصیل کی اور سید نسیم الدین میرک شاہ بن جمال الدین حسینی ہروی سے حدیث کی تکمیل کی

ایک زمانہ تک اُن کی صحبت سے استفادہ کیا پھر درس و تدریس کا شغل بھی جاری رکھا، حرمین
اکھا سفر کیا اور حج و زیارت سے فارغ ہو کر وطن آ گئے۔ ملا علی بن سلطان قاری، سید غضنفر بہرہ والی
وغیرہ سے موصوف نے سند لی۔ مولانا عبدالحی لکھنوی نزہۃ الخواطر (ج ۴- ص ۳۳۲) میں
فرماتے ہیں:

کان عالماً کبیراً محدثاً محققاً ما یقلد کثیر
الفوائد جید المذاکرۃ فی العلوم لیدخل
فی الحدیث مدرس و افادۃ حیاتہ
موصوف بڑے عالم، محدث اور محقق تھے،
اسی وجہ سے بہت سے فوائد نقل کرتے ہیں
علوم سے اچھی مناسبت تھی، حدیث میں بڑی
دستگاہ حاصل تھی تمام عمر صلاح و تقویٰ
کے ساتھ درس دیا اور فیض پہنچایا۔

اسی سال کی عمر میں ۱۰۹۰ھ میں انتقال ہوا۔ فقیر محمد جہلمی حدائق الخفیہ ص ۳۸۵ میں لکھتے ہیں:
”مولانا کلال محدث اجل، فقیہ فاضل، علوم کے بحر زخار تھے، حدیث اور علوم
درسیہ کو زبدۃ المتقین میرک شاہ تلمیذ سید جمال الدین محدث صاحب روضۃ الاحباب سے
حاصل کیا اور بہت سے مشائخ کی صحبت (اختیار) کی اور حج کر کے ہندوستان تشریف لائے اور
جہانگیر شاہ کے استاد ہوئے ہندوستان کے ایک بڑے گروہ نے آپ سے حدیث کو پڑھا و فائدہ
آپ کی ۱۰۹۳ھ میں ہوئی اور اگر وہ میں دفن کئے گئے تھے زمانہ تاریخ وفات ہے۔“

(۳۰۵)

محمد (بن عطار اللہ الحسینی الشیرازی الدشتکی) نام نسیم الدین لقب اور میرک شاہ
عرف ہے۔

موصوف نے علوم و فنون کی تکمیل اپنے والد سید جمال الدین محدث سے کی اور ایسا کمال
بہم پہنچایا کہ والد کی حیات میں ان کی مسند درس پر جلوہ افروز ہوئے، میرخواند روضۃ الصفا
(ج ۷- ص ۸۳) میں رقمطراز ہیں:

امیر نسیم الدین کہ میرک شاہ مشہور شدہ
در تکمیل علوم و فنون سیما علم حدیث
یگانہ زمانہ و در مقبرہ منورہ مذکورہ بنا بر
تبعین واقف قائم مقام پدر بزرگوار
امیر نسیم الدین جو میرک شاہ سے مشہور ہیں
علوم و فنون میں جامع تھے خاص طور پر علوم
حدیث میں یکتائے زمانہ تھے اور مقبرہ
منورہ مذکورہ میں واقف کی شرط کے مطابق

خوش بود، بلوازم درس و افادہ مشغولی می‌تأ
 اپنے والدین بزرگوار کے قائم مقام ہو کر درس و
 دوزمہ از طلبہ لازمیت آن درس نموده و از
 تدریس اور فیض رسانی میں مصروف رہتے
 نتائج طبع نقاد آنجناب مستفید و بہرہ مند
 تھے طلبہ کی ایک جماعت اُن کے حلقہ درس
 میں شریک ہو کر ان کی طبع و فاد و نفتاد
 می‌کردند۔
 کے فوائد سے بہرہ اندوز اور مستفید ہوتی رہتی تھی۔

(۳۰۶)

عطاء اللہ ابن فضل اللہ الحسینی الشیرازی الشکی الہروی، نام اور جمال الدین نقیب
 موصوف نے علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تکمیل اپنے چچا سید اصیل الدین حسینی اور ان کے معاصرین
 علماء سے کی، اور پھر درس و تدریس کا شغل اختیار کیا، مورخ میر خواندہ روضۃ القفا
 ج ۷ ص ۸۱ و ۸۲ میں لکھتے ہیں :

مدۃ سینہ اش ملاذ لولائف اکابر و
 اشارات نام و عتبۃ علیہ اشش جمع اعظم
 اولاد و امجاد خیر الانام بود
 و آل حضرت مانند عم بزرگوار خویش امیر
 سید اصیل الدین در علم حدیث بے نظیر
 آفاق گشتہ و در سائر علوم و سینہ و
 اصناف یقینیہ از محدثان در گذشتہ چند
 سال در مدرسہ شریفہ سلطانیہ در گنبد
 کہ حالاً مقبرہ خاتون منصور است و در
 خانقاہ اخلاصیہ مدرس و افادہ اشتغال
 داشتہ در ہفتہ یک نوبت در مسجد
 دار السلطنۃ ہرات بقلم اذلی نقش
 ارشاد و نصیحت ہر الواح خاطر حاضر اعظم
 و اشارات و اکابر می‌نکاشت انا بناہر
 حسب حالات گوشہ نشینی بامثال این
 موصوف کے سینہ کی چوکھٹ اکابر اور شرفاء
 کی جماعتوں کی پناہ گاہ تھی اور ان کا استاد
 امرار کی اولاد، بزرگ اور نیک لوگوں کا
 جمع تھا۔ موصوف اپنے عم بزرگوار سید
 اصیل الدین کی طرح عالم کے اندر علم حدیث
 میں نظیر نہیں رکھتے تھے تمام دینیہ اور
 انوار فنون یقینیہ میں محدثین سے سبقت
 لے گئے چند سال مدرسہ شریفہ سلطانیہ
 میں جو اس وقت منصور خان کے
 مقبرہ کے گنبد میں واقع ہے اور
 خانقاہ اخلاصیہ کے اندر درس و تدریس
 اور فیض رسانی میں مصروف رہے ہفتہ
 میں ایک مرتبہ دار السلطنت ہرات کی
 جامع مسجد میں نوشتہ اذلی کی بناہر
 عمائد و اشارات اور اکابر کے قلوب پر

امور التفات نمی نماید تمامی اوقات
 نجسته ساعات را مستغرق طاعات و
 عبادات ساخته با ذخائر مسوبات اخروی
 مشغولی می فرماید سلاطین اسلام و
 حکام انام با قدم ارادت و اعتقاد
 ملازمت آن حضرت را بر ذمه همت واجب
 می دانند۔

ارشاد و نصیحت کا نقش جماعت تھے، لیکن
 اب گومشہ نشینی کے حالات کی وجہ اس
 قسم کی باتوں کی طرف توجہ نہیں فرماتے ہیں
 اور تمام مبارک اوقات کو طاعات اور
 عبادات میں مشغول رکھتے ہیں اور آخرت
 کا اجر و ثواب سمیٹنے کی فکر میں لگے ہوئے
 ہیں، شاہان اسلام اور حکام غلام بھی
 موصوف کی ارادت و ملازمت میں کھڑا
 رہنا اپنے اوپر لازم سمجھتے ہیں۔

صاحب روضۃ الصفا نے موصوف کے متعلق جو اشعار نقل کئے ہیں ان سے ان کی عظمت
 اور ہر دلعزیزی کا اندازہ ہو سکتا ہے، وہ بدیہ ناظرین ہیں:

زبانش مظہر اسرار تحقیق ضمیرش مظہر انوار تدقیق
 اُن کی زبان اسرار تحقیق کا مظہر ہے ان کا ضمیر انوار تدقیق کا مظہر ہے
 جمال دین مزین زائستہ اش علوم شرع واضح از کلاش
 جمال حسن جمال ان کے اہتمام سے آراستہ اور مزین ہے علوم شرع واضح از کلاش
 ز تو فیج بیانش گشت درویش بر اہل علم ہر مشکل زہر فن
 ان کے واضح بیان سے ہر فن کی ہر مشکل بر اہل علم ہر مشکل زہر فن
 ان کے واضح بیان سے ہر فن کی ہر مشکل اہل علم پر روشن ہو گئی ہے۔

۹۳۲ھ میں وفات پائی۔ فقیر محمد جلی نے سال وفات ۹۳۳ھ قرار دیا ہے اور تاریخ کشور موصوف
 کی تاریخ وفات لکھی ہے۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱) روضۃ الصفا، ج ۷۔ ص ۸۱ و ۸۲۔ (۲) روضات الجنات، ص ۲۶۹ تا ۲۷۰۔
 (۳) فوائد الرضویہ از عباس قمی، ج ۱۔ ص ۲۶۳ (۴) حدائق الحنفیہ، ص ۳۶۸ و ۳۶۹۔
 (۳۰۷)

عبد اللہ نام اور اصل الدین لقب ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:
 عبد اللہ بن عبد الرحمن بن عبد اللطیف بن جلال الدین یحییٰ الحسینی الشیرازی الدی البرہمی

موصوف نے علوم منقولہ اور معقولہ کی تحصیل اُس دور کے نامور علماء سے کی اور حدیث محدث شرف الدین عبد الرحیم جریری وغیرہ سے پڑھی، اس کے بعد درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا، میرخواند کا بیان ہے :

امیر سید اصیل الدین عبد اللہ الحسینی
بصفت اصالت و سمت جلالت و نبالت
شان و قدم از دودمان بنی آدم ممتاز
و مستثنیٰ بود زبان گوہر فنانش
مفسر حقائق صحیف آسمانی و بیابان بلاغت
فنانش و متائق کتب سبحانی
در علم تفسیر و حیدل و انشائالبعث
ثبید و نظیر نداشت و در زمان خاقان
از دارالملک شیراز کہ وطن اصلی
آل جناب است بہرات تشریف آدرہ
رأیت اقامت بر افراشت ہفتہ یک
نوبت دوم رسد جہد علیا گوہر شاد آغا
بموضع و نصیحت خلایق می پرداخت و
در ماہ ربیع الاول بر بیابان سنن و سیر
حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم
مواظبت نمودہ طوائف انام را مغلوط
و بہرہ دہی ساخت۔

امیر سید اصیل الدین عبد اللہ حسینی
شرافت بزرگی اور جلالت شان کے آراستہ
تھے اور خاندان بنی آدم میں ممتاز اور منفرد
تھے، ان کی گوہر افشاں زبان حقائق
صحیف آسمانی کی ترجمان اور اسرار
کتب سبحانی کی بلاغت آمیز بیان پر
علم تفسیر، بحث و مباحثہ اور انشا پر دانی
میں اپنی نظیر اور مثال نہیں رکھتے تھے۔
خاقان سعید کے زمانہ میں دارالملک شیراز
سے جوان کا اصلی وطن تہرات میں آکر
اقامت گزریں ہوئے، ہفتہ میں ایک مرتبہ
گوہر شاہ آغا کے مدرسہ عالیہ میں خلق
خدا کو وعظ و نصیحت کرتے تھے اور ربیع الاول
کے چھینے میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ
علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور فضائل حمیدہ
کو پابندی سے بیان فرما کر خلق خدا کو بہرہ
اور مستفید فرماتے تھے۔

(روضۃ الصفا، ۷۵ - ۷۶ ص)

۷۱ ربیع الاول ۸۳۳ھ میں انتقال ہوا۔

موصوف کی تالیفات میں سے دو کتابیں زیادہ مشہور ہیں :

(۲) ہزار مزار فی مزارات ہرات۔

(۱) درج الدرد فی میلاد سید البشر۔

موصوف کے حالات کے لئے دیکھو :

(۲) ہدۃ العارفین، ج ۱۔ ص ۴۷۰۔

(۱) روضۃ الصفا، ج ۷۔ ص ۷۲۔

(۳۰۸)

عبد الرحیم نام اور سلسلہ نسب یہ ہے :

عبد الرحیم بن عبد الکریم بن نصر اللہ بن سعد اللہ بن ابی حامد ابن ابی الطاہر بن عمر بن خلیفہ
ابن الشیخ الولی ابی محمد عبد اللہ بن احمد بن علی الشرف ابو السادات وابو الغضائیل بن کریم الدین
ابی المکارم بن کمال الدین ابی عبد اللہ بن سعد الدین بن الخطیب جمال الدین القرشی
الکبریٰ العدنیؒ لقی المجربؒ ابی المحدث الشیرازی۔

۳ صفر شب پنجشنبہ ۸۲۲ھ میں شیراز کے اندر پیدا ہوئے۔ چھ برس کی عمر میں قرآن
یاد کیا اور روایت و درایت اپنے والد سے پڑھا۔ غیاث الدین عبد اللہ اور ان کے استاد
فخر الدین احمد سمرقندی، ابو المحاسن عبد اللہ شیرازی سے فقہ پڑھی، کشاف کا درس
امام الدین حمزہ تبریزی اور سعد الدین محمد گازرونی سے لیا اور ان سے حدیث کا سماع
کیا۔ ۸۳۰ھ میں امام الدین علی بن مبارک شاہ صدیقی سے صحاح وغیرہ کا سماع کیا، پھر
مکہ معظمہ گئے حج کیا اور حرم میں شیخ عقیق الدین یافعی سے روایت حدیث کی اجازت
لی، اور کمال الدین ابو الفضل نویری، ابو المحاسن علی، شہاب الدین احمد طبری، تقی الدین
عبد الرحمن فاسی، مجد الدین فیروز آبادی، ام الحسن فاطمہ حرازی اور شرف الدین عیسیٰ عجلونی
سے استفادہ کیا، شیخ عجلونی نے ان کو خرقہ خلافت عطا کیا تھا۔

موصوف نے مدینہ طیبہ میں زین الدین عراقی سے بیت المقدس میں محمد رومی سے دمشق
میں حافظ ابوبکر بن المحب اور محمد بن عبد الرحمن سے حدیثوں کا سماع کیا۔ ۸۸۲ھ میں شیخ
عبد الوہاب دمشقی کو قرآن مجید روایات سبعہ سے سنا یا۔ مصر میں ابراہیم بن جماعہ، عبد اللطیف
سبکی، بلقینی، ابن الملحق، تنوخی اور صدر الدین مناوی وغیرہ سے استفادہ کیا۔
سجاد بن کلثوم تھے :

من شیوخہ غازی بن عبد اللہ المزنی	ان کے شیوخ میں غازی بن عبد اللہ
احد اصحاب الفخر بن البخاری ومن اجازہ	میں ہیں جو فخر الدین ابن البخاری کے شاگرد
من اصحاب ابو الفتح محمد بن محمد	میں سے تھے اور ان کو اصفہان سے ابو الفتح
الاسی، و ہو کثر مسموعا و شیوخا بالنسبۃ	محمد بن محمد الاسی نے اجازت دی تھی انھوں نے

لاہل ناحیۃ حتی انہ سمع البخاری علی نیت و
سبعین شیخاً۔۔۔ و صحیح مسلم علی عشرة فاکثر
و کمل لہ سماع الکتاب الستہ و الموطا
و مسند الشافعی و الدارمی و غیرہ و ذکر
ثبوتہا فی تاریخ المدینۃ و اکثر المجاوریۃ
بالحرین حتی انہ حج اکثر من ثلاثین مرۃ و
حدث بہما و بلاد فارس بالکثیر
حتی فی مرض موته، سمع منہ الاممۃ
و ممن سمع منہ ولدہ العفیف محمد
فقتل علیہ اشیار و ذکرہ فی مشختہ
و بالغ فی مدحہ

فتال :

کان شیخاً کبیراً عالماً ناسکاً حج قریباً
من خمین حجتہ و اکثر المجاوریۃ بالحرین
و سمع و اسمع سنین عدیۃ و قتال
ادرکت من ثلاثۃ شیخ بالسماع و
القرادۃ و الاجازۃ بشیراز و العراق
و مصر و الشام و المجاز قتال و شہرتہ
تقی عن بسط القول فیہ و ممن سمع علیہ التقی
ابن فہد و ابناہ و قترا علیہ ابو الفرج
المراغی سنۃ احدى و عشرين بالروضة
النبویۃ فی المصالح و سمع علیہ غیر ذلک و
کان کثیر العبادۃ و التلادۃ و الصیام
مع کبر سنہ حریم علی الاعتساع الخمس فی
الجماعۃ الضوۃ اللامع ص ۴-۵ ص ۸۱ تا ۸۲

اپنے اہل وطن کی نسبت بہت زیادہ سماع کیا
تھا اور بہت سے شیوخ سے کیا تھا یہاں تک
انہوں نے بخاری کچھ اور تشریف شیوخ سے سنی تھی اور
صحیح مسلم و شمس مرتبہ سے زیادہ سنی تھی، صحاح ستہ، موطا،
مسند شافعی اور دارمی وغیرہ کا انہیں پورا سماع حاصل
تھا ان باتوں کا محور اہمیت ذکر میں ہے تاریخ مدینہ میں
کیا ہے حرین میں بھی خوب مجاورت کی تا کہ ان میں سے
سے بھی زیادہ سچ کیا اور حرین میں حدیث کا درس
بلاد فارس میں خوب حدیث سناتیں یہاں تک کہ من
الموت میں بھی حدیث کا درس نہیں چھوڑا ان سے
انہ نے سنا اور ان لوگوں میں سے جن کو ان
سے سماع حاصل ہے ان کے فرزند ارجمند محمد
بھی ہیں انہوں نے موصوف سے بہت کچھ
پڑھا اور اپنے مشائخ کے سلسلے میں ان کا ذکر
کیا ہے اور ان کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیا
کہا ہے کہ :

وہ بڑے شیخ، عالم و عابد تھے، تقریباً چالیس
سچ کئے اکثر حرین میں مجاورت کی حدیث سنیں
اور برسوں وہاں حدیث سناتیں ان کا بیان ہے
کہ مجھے شیراز، عراق، مصر، شام اور حجاز
کے تین سو شیوخ سے سماع و تشریف
اجازت حاصل ہے۔ ان کے فرزند کا بیان
ہے کہ ان کی شہرت تفصیل سے مستغنی ہے اور جن
لوگوں نے ان سے سنا ان میں تقی الدین ابن فہد
اور ان کے فرزند بھی ہیں اور ان سے شیخ ابو الفرج

مراغی نے ۸۲۱ھ کے اندر روضۂ نبویہ میں معاینچ پڑھی اور دیگر کتابوں کا ان سے سماع کیا، موصوف بڑے عبادت گزار، قرآن پڑھنے والے اور روزہ رکھنے والے تھے بڑھاپے کے باوجود منارِ پنجگانہ باجماعت کے بڑے شائق تھے۔

۲۷ صفر شب یکشنبہ ۸۲۸ھ میں بلادِ لاہ میں انتقال ہوا۔ موصوف کا تذکرہ مقریزی نے عقود میں اور تقی بن فہر نے معجم شیوخ میں بھی کیا ہے۔ واضح رہے جرہ، جیم اور رآمر کے کسرہ کے ساتھ ہے۔

(۳۰۹)

علی نام اور امام الدین لقب ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

علی بن مبارک شاہ بن ابی بکر السادی الشیرازی۔

موصوف ۹۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور حافظ مزنی وغیرہ سے حدیثوں کا سماع کیا تھا۔ علامہ ابن الجزری مشیختہ الجندیہ البلیانی میں رقمطراز ہیں:

کان امامنا علامۃ جمیع بین العلم والعمل
و سمع بدمشق و معروف قدس وغیرہ
درجۃ الی نشیر از بعلم کثیر و شہر است
بہا و لم یورخ وفاتہ۔

(الدرر الکامنہ، ج ۳ - ص ۹۷) اس نے تاریخ وفات نہیں لکھی۔

واضح رہے عجلانہ نافعہ کے مطبوعہ نسخوں میں امام الدین مبارک چھپا ہوا ہے مگر یہ صحیح نہیں، امام الدین کا نام علی ہے۔

(۳۱۰)

محمد نام ابو عبد اللہ کنیت ولی الدین لقب اور خطیب تبریزی سے شہرت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

محمد بن عبد اللہ الخطیب العمری التبریزی۔

موصوف تبریز میں پیدا ہوئے، وقت کے نامور علماء سے علوم کی تحصیل کی اور پھر علم کی خدمت کی، علم کے ساتھ عمل اور اخلاص کی دولت سے بھی بالامال تھے، اُن کے علم و معرفت کا صحیح اندازہ ان الفاظ سے ہو سکتا ہے جو علماء نے ان کے متعلق لکھے ہیں۔ علامہ طیبی نے ان کا ذکر بقیۃ الاولیاء قطب القلہار کے الفاظ سے کیا ہے۔ علامہ علی قاریؒ نے مرقاة المفاتیح میں ان کے

متعلق حسب ذیل الفاظ لکھے ہیں:

”مولانا البحر العلامة والبحر الفہام منظرہ الحقائق وموضع الدلائل الشیخ التقی النقی...

..... وان فیما الغد لدلیلہ واضعاً علی سعة علمه ووفرة فضلہ“

موصوف کی تاریخ وفات کا صحیح علم نہیں مگر اتنی بات یقینی ہے کہ ۳۳۵ھ کے بعد انتقال ہوا ہے کیونکہ مشکوٰۃ کی تکمیل اسی سال ہوئی تھی۔

ان کی تالیفات میں مشکوٰۃ المصابیح اور الاکمال فی اسرار الرجال بہت مشہور ہیں اور متعدد مرتبہ شائع ہو چکی ہیں۔

ان کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

(۱)۔ (مقدمہ) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از ملا علی قاری:

طبع مصر ۱۳۰۹ھ

(۲)۔ (مقدمہ) اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ، از شیخ عبدالحق محدث دہلوی:

طبع نوکشتور ۱۹۳۶ء

(۳۱۱)

محمد نام ابو الفضل کنیت، تقی الدین لقب، ابن فہد عرف ہے، اور سلسلہ نسب یہ ہے: محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن عبد اللہ بن فہد المکی الشافعی۔

موصوف شب رجب ۵۰۵ھ ربيع الثاني ۵۸۷ھ میں (سغون مصر) میں پیدا ہوئے ۵۹۵ھ میں ان کے والد ماجد مکہ منظمہ منتقل ہو گئے وہیں انھوں نے قرآن مجید حفظ کیا۔ کتاب العمدہ، الفیہ نحو و حدیث یاد کیا۔ اُس دور کے نامور علماء سے علوم کی تحصیل کی، محدث جمال الدین ابن ظہیرہ وغیرہ سے حدیث پڑھی ۶۰۵ھ میں جب اس علم سے شغف ہوا تو شیوخ مکہ اور وار دین حمین محدث ابن صدیق، زین الدین مراغی، ابوالین طبری، عبد الرحمن فاسی وغیرہ سے حدیث کا سماع کیا۔ ۶۱۶ھ اور ۶۱۷ھ میں مین گئے تو عبد الدین فیروز آبادی وغیرہ سے بھی اکتساب کمال کیا۔ موصوف کو حافظ عراقی، بیہقی، عائشہ بنت عبد اللہ ہادی اور ابن حجر عسقلانی جیسے ائمہ فن سے روایت حدیث کی اجازت حاصل ہے۔ درس و تدریس اور افتاء کی اجازت ان کو ابن الجزری سے ملی تھی۔ موصوف نے ابن حدیث

میں بڑا کمال حاصل کیا تھا۔ حافظ سخاوی کا بیان ہے :

واکثر من السمرع والشیوخ وحبہ فی موصوف نے کثرت سے حدیثیں سنیں اور
ذکک وجمع لہ ولدہ معہما وفہرستا بہت سے شیوخ سے سنیں اور اس میں بڑی
استفدت منہا کثیراً۔ محنت کی، ان کے فرزند نے اُن کی محنت اور
فہرست شیوخ مرتب کی ہے، میں نے ان دونوں سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے۔

تحصیلِ علوم کے بعد درس و تدریس، تصنیف و تالیف کا شغل اختیار کیا، اس سے جو وقت
بچتا وہ عبادت میں گزرتا تھا۔ موصوف طواف کثرت سے کرتے اور روزے بھی خوب رکھتے تھے،
ہمیشہ آب زمزم پیتے تھے اگر مکہ معظمہ سے باہر جانا ہوتا تو ساتھ لیجاتے تھے، عزیز واقارب کے
ساتھ محسنِ سلوک سے پیش آتے تھے، طلبہ کی بھی خاطر تواضع کرتے تھے، سخاوی فرماتے ہیں:

ونقدی لاسماع فاخذ عنہ الناس حدیثیں بیان کرتے تھے، اطرافِ عالم کے
من سائر الافاق الکثیر وکنت لقیۃ لوگوں نے ان سے حدیث کا سماع کیا میں
فہملت عنہ بالمجاورة الاولی الکثیر وطلح ان سے ملا اور حرم میں پہلی مجاورت کے موقع
فی مجاورتی الثانیۃ کثیر من تصانیفی پر میں نے بھی ان سے بہت سی حدیثیں
حتی فی مرض موتہ۔ سنیں اور دوسری مرتبہ قیام کر کے

موقع پر انہوں نے میری بہت سی تصانیف کا مطالعہ کیا تا آنکہ یہ سلسلہ مرض و وفات میں
بھی قائم رہا۔

بروزِ شنبہ ۷ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ میں انتقال ہوا۔ بعد نمازِ عصر دیر کعبہ کے سامنے نماز
جنازہ ادا ہوئی اور جنتِ المعلّٰی میں دفن کئے گئے۔

موصوف کی تصانیف حسب ذیل ہیں :

- (۱) الابانہ مما ورد فی الجعرانہ۔ (۲) اقطان النور بما ورد فی جبلِ نذر۔
- (۳) ہیجۃ الدماۃ فیما ورد فی فضل المساجد الثلاثہ۔
- (۴) تامل نہایۃ التقرب و تکمیل التہذیب بمالذہب۔
- (۵) الجنۃ باذکار الکتاب والسنۃ۔ (۶) لمخاطبہ بذیل طبقات الحفاظ۔
- (۷) طرق الاصابہ بما جاء فی الصحابہ۔ (۸) عمدۃ المنتحل وبلغۃ المرتحل۔
- (۹) العوالی باللغز بش من الفاخر والمعالی (۱۰) المطالب السقیم۔

(۱۱) النور الباهر الساطع من سيرة ذي البرهان الطالع.

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

- (۱) الضوء اللامع، ج ۹- ص ۲۸۱ تا ۲۸۳- (۲) البدر الطالع، ج ۲- ص ۲۵۹ و ۲۶۰- (۳) بدیۃ العارفین، ج ۲- ص ۲۰۵- (۴) مقدمہ لحظہ الالحاظ، از محدث کوثری۔

(۳۱۲)

محمد نام ابو الخیر کنیت، شمس الدین لقب اور ابن الجزری عرف ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف الجزری العمری الدمشقی ثم الشیرازی۔

شب شنبہ ۲۵ رمضان المبارک ۵۱۷ھ میں دمشق کے مشہور محلہ قضاہ میں ابن الجزری کی ولادت ہوئی۔ بچپن میں قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا۔ بارہ سال کی عمر میں پورا قرآن مجید حفظ کر لیا اور ہر سال تراویح میں سنایا۔ فقہ میں کتاب التبیہ کو یاد کیا، فن قرأت کی تحصیل شیخ تقی الدین عبد الرحمن بغدادی، احمد بن الحسین اور شیخ العسکری محمد بن احمد اللبان وغیرہ سے کی، مشہور اصولی شیخ جمال الدین اسنوی، عمر بن رسلان اور ابو البقاء سبکی سے فقہ اور اصول فقہ پڑھا۔ عبد اللہ بن سعد الدین سے معانی و بیان کی تعلیم پائی، شیخ ابو الثناء محمود بن خلیفہ، بہاء الدین عبد اللہ بن ابی بکر، شہاب الدین احمد بن عبد الکریم حنبلی، شمس الدین محمد مقدسی اور ابن کثیر جیسے حفاظ حدیث سے حدیث کا درس لیا اور فخر الدین ابن البخاری، حافظ شرف الدین و میاطی کے نامور تلامذہ سے حدیث کا سماع کیا حافظ عمر ابن اسمیل مراغی سے سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی پڑھی اور شیخ صلاح الدین محمد حنبلی سے طبرانی کی المعجم الکبیر اور مسند احمد کا سماع کیا۔ جب فن قرأت میں کمال حاصل کر لیا تو ان کے شیوخ میں سے کسی نے ان کو حدیث کی طرف متوجہ کیا تو سندوں کے ساتھ ایک لاکھ حدیثیں یاد کر لیں، علامہ شمس الدین دیرمی کا بیان ہے:

ان سبب اشتغال بالحدیث بعد ان	فن قرأت سے انہماک اور شغف کے بعد
کامکما علی علم العسکریات ان بعض	علم حدیث سے اشتغال اور دل چسپی پیدا
اشیاء قال لہ ذات یوم ان مسلم	ہونے کا سبب یہ ہوا کہ ان کے شیوخ
القسریات کثیر التعب، قلیل المجدوی	میں سے کسی نے ایک دن اللہ سے یہ فرمایا
وانت ذہبتک راتن و فیک فائق و من	قرأت کافن بڑی محنت چاہتا ہے اور فائدہ

کان ہکذا فعلیہ بعلم الحدیث فاجتہد فیہ
بھی کم ہے تمہارا ذہن ماشاء اللہ اچھا ہے
حتی حفظ ماتۃ الف حدیث باسانیدہا۔
تمہاری سمجھ خوب ہے اور جو شخص ایسا ہوتا ہے

(فہرس الفہارس والشیخات، ج ۱، ص ۲۳۳)
تو علم حدیث پر محنت کرنی چاہئے، چنانچہ
موصوف نے اس فن میں محنت کی اور ایک لاکھ حدیثیں سندوں کے ساتھ یاد کر لیں۔

شیوخ وقت سے موصوف کو افتاء و تصنیف اور درس و تدریس کی اجازت حاصل تھی،
تحصیل علوم کے بعد درس و تدریس کا شغل اختیار اور جامعہ بنی امیہ دمشق میں قیصرین کے
نیچے بیٹھ کر قرأت کی تعلیم دی، پھر دارالعلوم عادلہ میں شیخ القراء کا منصب ملا۔ اس کے بعد
دار الحدیث اشرفیہ میں شیخ القراء رہے اور ان مدرسوں میں بڑی شان سے پڑھایا، جامع
قوت میں خطابت کے فرائض بھی انجام دیئے، دمشق میں قاضی بھی رہے پھر برسوں میں حدیث
اور قرأت کی تعلیم دی اور یہاں موصوف کی ذات سے حدیث اور قرأت کی اشاعت کا
سلسلہ کم و بیش سات برس تک قائم رہا پھر تیمور لنگ ان کو شیراز لے گیا۔ یہاں پیر محمد حاکم
شیراز نے مملکت شیراز کا قاضی القضاۃ بنا دیا یہاں بھی موصوف کی وجہ سے قرأت اور حدیث
کا بڑا چرچا ہوا۔ مورخ سخاوی لکھتے ہیں:

نشرہا ایضا القراءت والحدیث
شیراز میں ان کی ذات سے حدیث اور
قرأتوں کی بڑی اشاعت ہوئی، اہل شیراز
وانتفعوا بہ۔

(الغور اللامع، ج ۸، ص ۲۵۷) کو ان سے بڑا فیض پہنچا۔

۸۲۲ھ میں براہ بصرہ حج کے لئے روانہ ہوئے اور بلا و عجم کی سیر و سیاحت کی مگر درس
و تدریس کا سلسلہ سفر میں جاری رہا۔ چنانچہ قاہرہ میں مسند احمد، مسند شافعی وغیرہ کا درس
دیا، ابن الجزری رحمہ اللہ قرأت کے امام اور حدیث کے حافظ تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے انبار النعم
میں ان کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

الحافظ الامام المقرئ..... ان لیس
حافظ، امام، قرأت کے استاد..... موصوف
بطلب الحدیث وبرز فی القراءت و انتہت الیہ
کطلب حدیث کا شوق ہوا اور
ریاستہ علم القراءت فی الممالک۔
قرأت میں ممتاز ہوئے، بلا و اسلامیہ
دانبار النعم بحوالہ الغور اللامع:

حافظ جلال الدین سیوطیؒ ذیل طبقات الحفاظ میں لکھتے ہیں :

الحافظ المقرئ شیخ الاقرار فی زمانہ۔ حافظ، قرآنوں کی سند دینے والے اور

اپنے زمانہ میں قرآنوں کے امام تھے۔

محمد بن علی شوکانی البدر الطالع میں رقمطراز ہیں :

قد تفسر و بعلم القراءات فی جمیع الدنیا و
نشرہ فی کثیر من البلاد و کان اعظم فنونہ
موصوف علم قرأت میں سارے جہان میں پکنا
تھے، بہت سے ملکوں میں اس کی اشاعت کی
اور ان کے فنون میں یہ فن سب سے ممتاز اور
مناسبات تھا۔

اسی طرح حدیث بھی ان کا خاص موضوع تھا، محدث طاووسی کا بیان ہے :

ان تفرد بعلوم الروایۃ و حفظ الاحادیث و
الجرح و التمدیل و معرفۃ الروایۃ المتقد
وہ علوم روایت، حفظ احادیث، جرح و
تمدیل، متقدمین اور متاخرین روایۃ کی معرفت
میں پکنا، روزگار تھے، یعنی ان اطراف و
نواح کے اعتبار سے۔

حافظ سیوطیؒ ذیل طبقات الحفاظ میں لکھتے ہیں :

کان اماماً فی القراءات، لا نظیر لہ فی القراءات
فی الدنیا فی زمانہ حافظاً للحدیث وغیرہ
یہ فن قرأت میں امام تھے اور اپنے زمانہ
میں عالم میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے، حدیث
اور دیگر علوم کے حافظ تھے۔

مورخ ابن العماد کا بیان ہے :

ان کان عظیم النظر طائر الصیبت انتفع
القاس بکتبه و سارت فی الآفاق سیراس
موصوف مشہور خلائق تھے اور اپنی نظیر
نہ رکھتے تھے لوگوں نے ان کی کتابوں سے
فائدہ اٹھایا ہے، عالم میں ان کی تالیفات
ایسی تیزی سے پھیلی ہیں، جس طرح سورج تیز گامی سے اپنی منزل کی طرف بڑھتا جاتا ہے۔

تاہم فقہ میں پوری دستگاہ حاصل نہ تھی، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں :

یسر لہ فی الفقہ
ان کو فقہ میں دستگاہ حاصل نہ تھی۔

ان کی بڑھتی ہوئی شہرت اور قبولیت کو دیکھ کر بعض معاصرین ان کو بدنام کرنے کی کوششیں کیں

اور یہاں تک ہو کہ موصوف کو مجازت (من گھڑت باتیں کرنے) سے متہم کیا گیا مگر حافظ ابن حجر نے اس اتہام کی تردید کی ہے فرماتے ہیں :

قد سمعت بعض العلماء يتهمة المجازة في القول
و اما الحديث فيما اظن به ذلك الا انه
راى للعصرين شيئا امار عليه و
نجه النفس و هذا امر قد اكثر المتأخرون
منه ولم ينسروا به -
میں نے بعض علماء سے سنا کہ وہ ان کو مجازت
فی القول سے متہم کرتے تھے، ان کی حدیث
کی نسبت تو میں اس کا گمان بھی نہیں کرتا
بس اتنی سی بات ہے کہ جب انہوں نے اپنے
معاصرین کے پاس کوئی چیز دیکھی جو ان کے
پاس نہ تھی، تو اس پر ٹوٹ مار کر کے اس کو اپنی طرف منسوب کر دیا، یہ بات متأخرین
علماء میں ان سے بھی زیادہ ہے اس میں وہ منفرد نہیں ہیں۔

نہایت فصیح و بلیغ اور بڑے حسین و جمیل اور صاحب ثروت بزرگ تھے، اپنے شبانہ روز کے معمولات
کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا :

(۱) قرأت کی تعلیم اور درس حدیث۔ (۲) تصنیف و تالیف۔ (۳) عبادت و
ریاضت اور یاد الہی۔

تمام عمر ان باتوں پر بڑی پابندی سے عمل پیرا رہے، ہر مہینہ میں تین روزے رکھتے تھے
دوشنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ اس کے علاوہ تھا جو کبھی قضا نہیں ہوا سفر تک میں شب بیداری
اور تہجد گزاری میں کبھی فرق نہیں آیا۔

ابن الجزری نے کم و بیش پچیس سال تک متواتر قرآن و حدیث کی خدمت کرنے کے بعد
۲۷ سال کی عمر میں جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے ۵ ربیع الاول ۸۳۳ھ میں خیراز کے اندر
اپنی قیام گاہ محلہ اسکافین (موچی محلہ) میں انتقال فرمایا اور اپنے مدرسہ دار القرآن میں شہرہ
خاک کئے گئے۔

موصوف کی تالیفات میں سے الحصن المحصن من کلام سید المرسلین ہے اور بار بار چھپ
چکی ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ موصوف نے سبب تالیف میں جس عدد کا ذکر کیا
ہے وہ تیمور نہیں ہے بلکہ وہ امیر تبریزنا فضل جو منطاش کے نام سے مشہور ہے۔ جیسا کہ
راقم سطور نے اپنے مقالہ "امام ابن الجزری" معارف نمبر ۸۱ جلد ۸۱ میں تفصیل سے بتایا ہے۔
دیگر تصانیف کے نام درج ذیل ہیں :

- (۱) اصول القراءت۔
 (۲) اعانة المهره في الزيادة على العشرة۔
 (۳) الغازيہ فن قرأت میں ایک منظوم ہمزہ ہے (۴) تجبیر التیسیر فی العشرة۔
 (۵) التقريب، یہ النشر کی تلخیص ہے۔
 (۶) التمهيد فی علم التجويد۔
 (۷) الدرة المفضیة فی قرأت الائمة الثلاثة المرضیة۔ (۸) شرح طيبة النشر۔
 (۹) شرح النشر۔
 (۱۰) طيبة النشر۔
 (۱۱) العقد الثمین، یہ کتاب الالغاز کی شرح ہے۔
 (۱۲) غایة المهره فی الزيادة على العشرة۔
 (۱۳) القراءات الشاذہ۔
 (۱۴) المقدمة الجزریہ۔
 (۱۵) منجد القارئین و مرشد الطالبین۔
 (۱۶) النشر فی القراءات العشرة۔
 (۱۷) نظم الہدایہ فی تمتۃ العشرة۔
 (۱۸) الاجلال والتعظیم فی مقام ابراہیم۔
 (۱۹) الاربعین۔
 (۲۰) الاولیۃ فی الاحادیث الاولیہ۔
 (۲۱) التوضیح فی شرح المصابیح۔
 (۲۲) مفتاح الحصن الحصین۔
 (۲۳) عقد الآلآی فی الاحادیث المسلسلة۔
 (۲۴) غایة المنیٰ فی زیارة منیٰ۔
 (۲۵) فضل حرا۔
 (۲۶) البدایہ فی علوم الروایہ۔
 (۲۷) تذکرۃ العلماء، یہ التوضیح فی شرح بیج المصابیح کا مقدمہ ہے۔
 (۲۸) الہدایۃ الی علوم الدراية۔
 (۲۹) الابانۃ فی العرة من الجعرانہ۔
 (۳۰) شرح التخصیل۔
 (۳۱) شرح منہاج الوصول الی علم الاصول۔
 (۳۲) التعلیق بالمولد الشریف۔
 (۳۳) ذات الشفا فی سیرۃ المصطفیٰ ومن بعدہ من الخلفاء۔
 (۳۴) عرف التعلیق۔
 (۳۵) اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب۔
 (۳۶) تاریخ ابن الجزری۔
 (۳۷) غایة النہایہ فی اسماء رجال القراءات۔
 (۳۸) اولی الروایۃ والدراية۔
 (۳۹) نہایۃ الدرايات فی اسماء الرجال القراءات۔ (۴۰) المقصد الاحمد فی ختم مسند۔
 (۴۱) المقصد الاحمد فی رجال مسند۔

(۴۱) ہدایۃ المہر فی ذکر الامۃ العشرۃ الشہرۃ، وغیرہ میں۔

موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو :

- (۱) طبقات القراء، از ابن الجزری، ج ۲۔ ص ۲۴۷ تا ۲۵۱۔
 (۲) الضوء اللامع، ج ۹۔ ص ۲۵۵۔
 (۳) ذیل طبقات الحفاظ، از جلال الدین سیوطی۔
 (۴) تذرات الذهب، ج ۷۔ ص ۲۰۴ تا ۲۰۶۔ (۵) قضاۃ دمشق، از ابن طولون، ص ۱۲۱ و ۱۲۲۔
 (۶) الشقائق النعمانیۃ از ملاش کبری زادہ، ج ۱۔ ص ۹۸ تا ۱۰۷۔ (برجواشی و فیات الاعیان)
 (۷) الانس الجلیل، از مجیر الدین خللی، ص ۴۵۴ و ۴۵۵۔
 (۸) مفتاح السعاده، ج ۱۔ ص ۸۸ اور ۳۹۲ و ۳۹۴۔
 (۹) البدر الطالع، ج ۲۔ ص ۲۵۷ تا ۲۵۹۔ (۱۰) روضات الجنات، ص ۲۱۱۔
 (۱۱) انحاء النبلاء، ص ۲۲۷۔
 (۱۲) فہرس الفہارس، ج ۱۔ ص ۲۲۳ و ۲۲۴۔
 (۱۳) ہدایۃ العارفین، ج ۲۔ ص ۱۸۷ و ۱۸۸۔ (۱۴) ابن الجزری، رسالۃ معارف اعظم گڑھ
 (۱۵) حیات ابن الجزری، مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب۔ کراچی جلد ۸۱ نمبر ۱۔

(۳۱۳)

رافضی، یہ اہل تشیع میں سے ایک فرقہ ہے انھیں رافضی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی پھر ان سے کہا، آپ شیخین سے بیزاری اور برأت کا اعلان کریں تو ہم آپ کے ساتھ مل کر جنگ کر سکتے ہیں۔ انھوں نے اس خلاف حقیقت بات کو تسلیم ہی نہیں کیا اور فرمایا کہ وہ میرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، وزیر اور خلیفہ تھے میں ان سے بیزاری کا کبھی اعلان نہیں کر سکتا۔ تو انھوں نے حضرت زید بن علیؑ کا ساتھ چھوڑ دیا اور ان سے علیحدہ ہو گئے، رافضی کے معنی بھی چھوڑ دینے کے ہیں۔ حافظ شمس الدین ذہبی المتوفی ۷۴۸ھ نے میزان الاعتدال، ج ۱۔ ص ۴ طبع قاہرہ ۱۳۲۵ھ میں بصراحت لکھا کہ متاخرین شیعہ میں رافضی آچکا ہے اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں گستاخی کرنا اور نادر اکلمات زبان سے نکالنا اور اس کی دعوت دینا ان کا مذہب بن گیا ہے لہذا یہ لوگ قابلِ حجت نہیں رہے ہیں، ان میں کوئی بھی سچا نہیں رہا، کذب و افتراء ان کا شعار اور تقیہ اور نفاق ان کا اور حنا بھونا ہے لہذا ایسی صورت میں ان سے روایت کیوں کر قبول کی جاسکتی ہے، یہی غلو ہے جو ان کے سلف میں نہیں تھا۔ پھر لکھتے ہیں :

والغالب في زماننا هو الذي يكفر بولاء
السادة وتبرأ من الشيخين ايضا فلذا
اور ہمارے زمانہ میں غالب وہ ہے جو حضرت
عثمانؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، معاویہؓ اور اس
ضال مفتر۔
جماعت کے بارے میں جس نے حضرت علیؓ کے
جنگ کی تھی، کافر کہے اور شیخین (سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) سے بھی بیزاری کا اظہار کیا
تو یہ فرقہ گمراہ اور افترا پرداز ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تہذیب التہذیب میں ابان بن تغلب کے تذکرہ میں رقمطراز ہیں :
اما التشيع في عرف المتأخرين فهو الرافض
لیکن تشیع متاخرین کے عرف میں رافض
المحض فلا تقبل رواية الرافضي الغالي
محض ہے بلذا غالی رافضی کی روایت
ولا کر امت۔
قبول نہیں کی جاسکتی اور یہ کوئی عزت کی بات ہے

(۳۱۴)

نامیبہ بھی ایک فرقہ ہے جس کا شعار حضرت علیؓ اور اولاد علیؓ رضی اللہ عنہم سے عداوت
اور دشمنی رکھنا ہے۔

(۳۱۵)

ابوعبد الرحمن غیاث بن ابراہیم نخعی جس نے روایت "لا سبق الا في فضل او خف" میں
لفظ جناح کا اضافہ کیا ہے، اس کے باپ کا نام میمون نہیں ہے، جیسا کہ حجازہ نافعہ کے مطبوعہ
نسخوں میں ملے ہو گیا حافظ شمس الدین ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ
نے لسان المیزان میں غیاث کے باپ کا نام ابراہیم نقل کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

(۳۱۶)

نوح بن ابی عصمہ مروزی، نوح بن ابی مریم اور نوح جامع کے نام سے بھی مشہور ہیں ان کے
باپ مجوسی تھے، بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ نوح بن ابی عصمہ نے امام زہریؒ، ثابت بنانیؒ
یحییٰ بن سعید انصاریؒ اور ابن ابی لیلہؒ وغیرہم سے حدیث پڑھی اور ان سے شعبہ اور عبد اللہ
ابن مبارک رحمہما اللہ راوی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ ثقہ تھے، لیکن اور
محدثین کی نظر میں متروک ہیں۔ ان پر زہد کا بڑا غلبہ تھا، مرد میں عہدہ قضا پر مامور تھے حافظ
ذہبیؒ کتاب العبر (ج ۱- ص ۲۶۴) میں لکھتے ہیں:

ابوعصمہ نوح بن ابی مریم الفقیہ قاضی مروی لقب قاضی مروی، ابو عصمہ نوح بن ابی مریم فقیہ جامع

بالجامع لاخذ الفقه عن ابی حنیفۃ
 وابن ابی لیلیٰ والحدیث عن حجاج بن ارطاة
 والمغازی عن ابن اسحاق والتفسیر عن
 مقاتل وهو متروک الحدیث۔
 کے لقب سے ملقب ہیں کیونکہ انہوں نے
 ابوحنیفہ رحمہ اور ابن ابی لیلیٰ سے فقہ حجاج
 بن ارطاة سے حدیث، ابن اسحاق سے مغاز
 اور مقاتل سے تفسیر پڑھی تھی، یہ متروک
 الحدیث ہیں۔

۱۷۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

(۳۱۷)

تفسیر بیضاوی، اس کا نام انوار التنزیل و اسرار التاویل ہے، یہ قاضی شہیر از عظامہ
 ناصر الدین ابو سعید عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی المتوفی ۶۹۲ھ کی نہایت مقبول اور مشہور
 تفسیر ہے، حاجی خلیفہ کشف الظنون عن اسامی الکتاب والفنون، ج ۱۔ ک ۱۸۷ میں اس کے
 متعلق رقمطراز ہیں:

تفسیرہ بذکتاب عظیم الشان غنی عن
 البیان لخص فیہ عن الکشاف ما یعلق
 بالاعراب والمعانی والبیان ومن التفسیر
 الکبیر ما یعلق بالحکمہ والکلام ومن
 تفسیر الزاغب ما یعلق بالاشتقاق
 وغوامض الحقائق ولطائف الاشارات
 ونظم الیہ ما درى زاد فکرو من
 الوجوه المعقولة والتعرفات المقبولة
 فجلارین الشک عن السریرة وزاد
 فی العلم بسطة وبعیرة۔
 اس کی یہ تفسیر عظیم الشان کتاب پر تعریف
 و توصیف سے مستغنی ہے، اس میں اعراب
 اور معانی و بیان سے متعلق باتیں کثرت
 سے خلاصہ کر لی ہیں، حکمت و کلام سے
 متعلق نکتے تفسیر کبیر سے ماخوذ ہیں اشتقاق
 حقائق، غامضہ اور اشارات لطیفہ تفسیر
 راغب سے لئے گئے ہیں۔ موصوف نے
 معقول توجیہات اور مقبول تعرفات کا
 جو اضافہ کیا ہے وہ ان کے افکار کا ثمرہ ہیں
 جس کے منہر شکوک کا ازالہ اور

علم میں بصیرت اور وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔

نواب صدیق حسن خاں قنوجی اکبر فی اصول التفسیر (مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۹ھ) ص ۳۳ میں
 اس کے متعلق لکھتے ہیں:

دل فقیر از جراتِ این مرد بیضاوی در
 فیر کا دل اس مرد بیضاوی کی جرات سے

تعریف منطوق ظواہر نظم مستر آن از معانی
 و مدلولات آن بتداولیات رکبکے معقولیا
 جو اس نے ظواہر نظم قرآن کے منطوق کی
 تعریف میں معانی اور مدلولات کی قبیل
 سے معقولیوں کی رکبکے تاویلات اور
 کلامیوں کے تکلفات بارودہ کئے ہیں بڑے
 رنج و مشق میں ہے، شیخ عبدالحق دہلوی
 رحمہ اللہ تعالیٰ بھی مدارج النبوة اور
 ترجمہ مشکوٰۃ میں ان کی اس حرکت سے
 نالاں ہیں۔

علامہ بیضاوی چونکہ محدث مزاج مفسر نہیں تھے اس لئے سورتوں کے فضائل میں اکثر شئوع
 حدیثیں نقل کر دی ہیں۔

(۳۱۸)

یہاں یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جن لوگوں نے سورتوں کے فضائل یا اعمالِ حسنہ کی
 ترغیب میں روایتیں وضع کی ہیں اگرچہ یہ سب کچھ انھوں نے خیر کی نیت سے کیا لیکن اچھا
 نہیں کیا۔ یہ ان کی نیک نیتی کی روشن دلیل سہی کہ انھوں نے اس بات کو بھی بتا دیا کہ ہم
 نے فلاں فلاں حدیثیں بنائی تھیں اور اس وجہ سے بنائی تھیں۔ ان کی اس حرکت سے گو
 دین میں کوئی رخنہ نہیں پڑتا کیونکہ ان کی بنائی ہوئی حدیثوں سے زیادہ سے زیادہ یہ اثر ہوا
 کہ جو سورت ایک مرتبہ پڑھی جاتی تھی وہ اب کئی مرتبہ پڑھی جانے لگی جس کی شریعت میں کوئی ممانعت
 نہیں انھوں نے وضع حدیث کی جو غرض و نایت اور نوعیت بیان کی ہے اس سے یہ حقیقت اور بھی واضح
 ہو جاتی ہے کہ وضع کا تمام تر تعلق فضائلِ قرآن اور اعمالِ حسنہ کی ترغیب سے ہو حلت و حرمت
 سے نہیں ہے لہذا احکام شرعیہ پر ان کا کوئی اثر نہیں اور حلال و حرام سے ان روایات کا
 کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر ان وضع کرنے والوں کے بیانات نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ وہ اپنی طرف
 سے احکام ثابت کو حرام سمجھتے تھے لہذا احکام کا شعبہ ان کی وضعی روایات سے کسی متاثر نہیں ہوا
 اس پر بھی محدثین کی احتیاط کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے ایسے اصول وضع
 کر دیئے ہیں جن سے ہر شخص ان روایات کی حقیقت سے واقف ہو سکتا ہے اور بلا تامل کہہ
 سکتا ہے کہ یہ گھڑی ہوئی حدیثیں ہیں لہذا دورِ حاضر کے مجدد پسند طبقہ کا یہ کہنا کہ حدیث

کا ذخیرہ وضعی حدیثوں سے خالی نہیں، کس قدر بعید از حقیقت اور سراسر دھوکا ہے۔
مزید برآں محدثین نے احکام شرعیہ سے متعلق حدیثوں اور ملت و حرمت سے متعلق
روایات کو ہر طرح تحقیق کر کے درج کتاب کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی
المتوفی ۷۶۳ھ، الکفایہ فی علم الروایہ (ص ۱۳۲) طبع حیدرآباد دکن ۱۳۵۷ھ میں بسند
متصل امام احمد بن حنبل سے نقل ہیں :-

احمد بن حنبل یقول اذا روي عن رسول الله	احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول خدا
صلى الله عليه وسلم في المحلل والمحرّم والتّسنن	صلی اللہ علیہ وسلم سے حلال و حرام، سنن
والاحکام تشددنا في الاسانيد واذا روي	اور احکام میں روایت کرتے ہیں تو اسانید
عن النبي صلى الله عليه وسلم في فضائل الاعمال	کی جانچ پڑتال بڑی سختی سے کرتے ہیں اور
والا يفتن حكماً ولا يرخص تساهلاً في	جب ہم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے
الاسانيد -	فضائل اعمال میں یا ان امور میں جن کا تعلق

نہ اثبات حکم سے ہوتا ہے اور نہ استقاط حکم سے، روایت کرتے ہیں تو ہم اس کی
سندوں کی دیکھ بھال میں زیادہ اہتمام نہیں کرتے۔

ابو زكريا العنبري يقول الخبر اذا روي لم يحترم	ابو زکریا عنبری فرماتے ہیں جب کوئی ایسی
حلالاً ولم يحسّل حرماً ولم يوجب حكماً و	خبر وارد ہو جو حلال کو حرام نہ قرار دے
كان في ترغيب او ترهيب او تشديد او	اور نہ حرام کو حلال کرے اور نہ کوئی حکم دے
ترخيص وجب الاغماض عن التساهل	کرے اور وہ ترغیب و ترہیب یا نرمی اور
في روايته -	سختی سے متعلق ہو تو اس سے چشم پوشی کر لیتے

ہیں اور اس کے راویوں میں تشدد سے کام نہیں لیتے

(۳۱۹)

احمد نام ابوالحسن کنیت اور ابن راوندی عرف ہے، سلسلہ نسب یہ ہے :

احمد بن یحییٰ بن اسحاق الراوندی۔

پیشین پہلے معزلی تھا پھر اور بھی آگے نکل گیا، عالم کو قدیم کہنے لگا اور خالق کا قائل نہیں رہا،
آخر میں بالکل دہریہ ہو گیا تھا شریعت پر بھی اعتراض کرتا تھا۔ بارہ کتابیں شریعت کے رد میں
لکھی ہیں جس کا منکرین نے منہ توڑ جواب لکھا تھا۔ اُن میں سے ابن النجیاط کی کتاب الانتصار

چھپ چکی ہے۔

حافظ ذہبی و کتاب العبر ج ۲۔ ص ۱۱۶ میں رقمطراز ہیں :

كان بلازم الرفضة والزنادقة قال
ابن الجوزي كنت اسمع عنده بالعلم
حتى رأيت في كتبه لم يخجل على قلب ان
يقوله ما قل فمن كتبه كتاب نعت الحكمة
وكتاب تضبيب الذم وكتاب الزمردة
وقال ابن عقيل عجبى كيف لم يقتل
وقد صنعت الدامخ يد مخ به العثران
والزمردة يذرى به على النبوات۔

یہ فضیول اور زندقوں کی صحبت میں رہتا
تھا۔ ابن جوزی کا بیان ہے یہ اس کے ہاے
میں بڑی بڑی باتیں سنتا تھا یہاں تک
کہ میں نے اس کی کتابوں میں وہ باتیں
دیکھ لیں جن کے متعلق کسی عقلمند آدمی کو دل
میں ان باتوں کو زبان سے نہ کہنے کا بھی خطرہ
بھی نہیں گزر سکتا۔ اس کی کتابوں میں سے
کتاب نعت الحکمت کتاب تضبيب الذم
اور کتاب الزمردة ہیں۔ ابن عقیل کا قول ہے

کہ مجھ پر تعجب ہے کہ وہ قتل کیوں نہیں کیا گیا، اس نے دامخ تضبیف کی جس سے قرآن
کا معارضہ اور مقابلہ کیا اور زمردہ لکھی، جس سے نبوت پر (معاذ اللہ) عیب چینی کی ہے۔
حافظ ابن کثیر المتوفی ۷۴۸ھ البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں :

كان ابو يهوديا فاطهر الاسلام و
يعتال انه حترف التوراة كما عادی
ابن القرآن بالقرآن والمخدفة وصنف
كتابا في الرد على العثران سماه الدامخ
وكتابا في الرد على الشريعة والاعتراض
عليها سماه الزمردة وقد
انتصب للرد على كتبه فذه جماعة منهم
الشيخ ابو علي محمد بن عبد الوهاب
الجبالي شيخ المعتزلة في زمانه وقد اجاد
في ذلك ولده ابو باسم عبد السلام ابن
ابي علي قال الشيخ ابو علي : قرأت كتابا

اس کا باپ یہودی تھا، پھر اُس نے اسلام
کا اظہار کیا، کہا جاتا ہے کہ اس نے تورات
کی تحریف کی تھی جس طرح اُس کے فرزند نے
قرآن کا قرآن کے ساتھ معارضہ کر کے
دشمنی کا مظاہرہ کیا اور اس میں الحاد سے
کام لیا۔ ایک کتاب اُس نے قرآن کے رد
میں لکھی ہے جس کا نام دامخ رکھا ہے اور
ایک کتاب شریعت کی تردید اور اُس پر
اعتراض کے سلسلے میں لکھی ہے جس کا نام
زمردہ ہے، ایک جماعت اس کی کتابوں
کی تردید کے لئے اٹھی جن میں سے شیخ

المجد الجاہل السفیہ ابن الراوندی فلم اجد
فیہ الا السفہ والکذب والافتراء
..... وضع کتابا للیہود والنصارى
وفضل ونبہم علی المسالمین والاسلام
بحسب اسم فیہا علی ابطال نبوة
محمد صلی اللہ علیہ وسلم الی غیر ذلک
من الکتاب التی تبیین خسروہ عن
الاسلام نعتل ذلک ابن المجوزی عندہ
..... و ہذا کثیر موجود فہم
یدعی الاسلام و ہونافق یتسخرون بالرسول
و دینہم و کتابہ و ہولاء من قال اللہ تعالیٰ
فیہم و لکن سالتہم لیقولن انما
کننا نخوض و نلعب، قل آباء اللہ و آیاتہ
و رسولہ کنستم تشہرون، لانتذروا
قد کفرتم بعد ایمانکم، الآیہ۔

ابو علی محمد بن عبد الوہاب جہاتی جو اپنے وقت
میں معتزلہ کے امام تھے اور ان کے فرزند ابو ہاشم
عبد السلام بن ابی علی نے اس سلسلہ میں خود
کام کیا، شیخ ابو علی کا بیان ہے کہ میں نے
اس مجدد جاہل بے وقوف ابن الراوندی کی کتاب
پڑھی اُس میں بجز حماقت، جھوٹ اور افتراء
کچھ نہیں پایا، اس نے ایک کتاب یہود و نصاریٰ
کے سلسلے میں لکھی اور ان کے دین کو اسلام
اور مسلمانوں پر فضیلت دی اور (معاذ اللہ)
رسالتہا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بطلان
پر دلیلیں قائم کیں، اس کے علاوہ اور کتابیں
ہیں جن سے اس کا دائرہ اسلام سے خارج
ہونا ظاہر ہوتا ہے، جن کو ابن جوزی نے
نقل کیا ہے اور یہ باتیں نام نہاد مدعیان
اسلام میں بہت زیادہ پائی جاتی ہیں لاکھ
وہ منافق ہیں، وہ رسول سے دین اسلام
اور کتاب اللہ سے مذاق کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا
ہے، اگر تم ان سے پوچھو تو وہ کہیں گے ہم غور و غوض کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کھیلتے ہیں
آپ فرما دیجئے کیا تم اللہ کے ساتھ اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ ٹھٹھا کرتے
تھے، اب مذرتراشیاں ذکر و تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا تھا۔

۳۹۸ میں مرا ————— معتزلہ میں فرقہ راوندیہ اسی کی طرف منسوب ہے۔

اس کے حالات کے لئے دیکھو :

(۱) وفیات الاعیان، ج ۱۔ ص ۳۳ و ۳۴۔ (۲) البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۱۔ ص ۱۱۲ و ۱۱۳۔

(۳) المنتظم، ج ۶۔ ص ۱۰۵ تا ۱۰۹۔ (۴) النجوم الزاہرۃ، ج ۳۔ ص ۴۵ تا ۴۸۔

(۵) مرآۃ الجنان، ج ۲۔ ص ۱۴۲ و ۱۴۵ اور ۲۳۴ و ۲۳۸۔

(۳۲۰)

کرامیہ پر فرقہ ابو عبد اللہ محمد بن کرام بن عراق بحرزی المتوفی ۲۵۵ھ کی طرف منسوب ہے
ان کے عقائد کی تفصیل کے لئے دیکھو، کتاب الملل والنحل از علامہ عبد الکریم شہرستانی۔ اسی طرح
خوارج و معتزلہ اور زیدیہ کے مسلک و مذہب کو سمجھنے کے لئے کتاب مذکور مفید ہے۔

(۳۲۱)

دہب نام اور ابو البخترى کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:

دہب بن دہب بن کثیر بن عبد اللہ بن زمعہ بن الاسود القرشى۔

موصوف ہشام بن عروہ اور جعفر بن محمد سے راوی ہیں، بغداد میں قیام تھا بڑے سخی تھے، پہلے
خلیفہ ہمدی کے لشکر کے قاضی مقرر ہوئے پھر بغداد میں جہدۃ قضاء ان کے سپرد ہوا اور اس کے
حرم سرا کے امام ہو گئے۔ حافظ شمس الدین ذہبی کتاب العبر ج ۱۔ ص ۳۳۷ میں لکھتے ہیں:

القاضی ابو البخترى دہب بن دہب القرشى قاضی بغداد ابو البخترى دہب بن دہب

المسلم بن بغداد وکان جواداً اعتشاری قرشى مدنی بڑے سخی اور باحیائے ہشام

عن ہشام بن عروہ و طائفة دہب بن عروہ اور ایک جماعت سے راوی ہیں

اہتم بالکذب۔ اور دروغ بیانی سے متہم ہیں۔

اسی طرح میزان الاعتدال، ج ۳۔ ص ۲۷۸ میں بھی ان کے متعلق لکھا ہے:

ولکن متہم فی الحدیث لیکن وہ حدیث میں متہم ہیں۔

۲۵۵ھ میں انتقال ہوا۔

(۳۲۲)

ابو داؤد سلیمان بن عمرو نخعی، یہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا معاصر تھا۔ ابن حبان کا بیان ہے

کان رجلاً صالحاً فی الظاہر الا انہ کان یضع ظاہر میں وہ نیک آدمی تھا مگر حدیث وضع

الحدیث وضعاً وکان متدریاً کرتا تھا اور قدری مسلک تھا۔

حاکم نیشاپوری فرماتے ہیں:

لست اشدک فی وضع الحدیث علی نقض ان کی کثرت عبادت اور زہد کے باوجود

و کثرة عبادتہ مجھے ان کے حدیث وضع کرنے میں شک

نہیں ہے۔ (میزان الاعتدال، ج ۱۔ ص ۲۲۰)

(۳۲۳)

حسین علوان کلبی، نزوک الحدیث ہے، ابن حبانؒ فرماتے ہیں:
 کان یضع الحدیث علی ہشام وغیرہ وضعاً وہ ہشام وغیرہ کی نسبت حدیث وضع
 لا یجزل کتب حدیثہ الا علی جہۃ التعجب کرتا تھا، اس کی حدیث کو بس تعجب کے
 (میزان الاعتدال، ج ۱- ص ۲۵۴) طور پر لکھنا حلال ہے۔

(۳۲۴)

ابو صالح اسحاق بن نجیح طلی، اس کے متعلق امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے: "ہو الکذب
 الناس" وہ سب لوگوں سے زیادہ جھوٹا ہے۔
 اور یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں:
 معروف بالکذب و وضع الحدیث۔ وہ جھوٹ اور وضع حدیث میں مشہور
 (میزان الاعتدال، ج ۱- ص ۹۲) ہے۔

(۳۲۵)

عہد نام اور ابو عبد الرحمن کنیت ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:
 محمد بن الحسین بن محمد بن موسیٰ السلمی النیشاپوری۔
 سلمیٰ ۳۳۰ھ میں پیدا ہوئے، مرو، نیشاپور، عراق اور حجاز میں حدیث وغیرہ کی تحصیل کی، اہم
 اور اس طبقہ کے محدثین سے راوی ہیں اور ان سے ازہری، عسکاری اور بیہقی وغیرہ روایت
 کرتے ہیں، ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں:
 "موصوف نے ایک تفسیر لکھی ہے جس میں صوفیانہ نقطہ نگاہ سے قرآن کی تفسیر کی ہے"
 سلمیٰ نے صوفیہ کے حالات میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام طبقات الصوفیہ ہے جو قاہرہ سے
 شائع ہو چکی ہے، یہی کتاب نفحات الانس جامی کا اخذ ہے۔ امام دارقطنیؒ کا بیان ہے: کان
 یضع الاحادیث للصوفیہ (میزان الاعتدال، ج ۳- ص ۴۶) یعنی یہ صوفیہ کی مفید مطلب حدیثیں
 وضع کرتے تھے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے بحوالہ خطیب محمد بن یوسف قحطان سے نقل کیا ہے: وہ فرماتے ہیں:
 "لم یکن شفعہ ولم یکن سمع من الامم شیئاً کثیراً" (البدایہ والنہایہ، ج ۱۲- ص ۱۲) یہ ثقہ نہیں اور نہ
 انہوں نے اہم سے کچھ زیادہ سنا ہے۔ ۳ شعبان ۱۱۱۱ھ میں انتقال ہوا اور نیشاپور میں اپنی
 خانقاہ میں سپرد خاک کئے گئے۔ *

مراج و ماخذ

- ۱ آثار الصادق: سردسیر احمد خاں (۱۳۱۵ھ)، نوکسور لکھنؤ ۱۸۴۶ء و نامی کان پور ۱۹۰۲ء
- ۲ ابجد العلوم: نواب صدیق حسن خاں (۱۳۰۴ھ)، صدیقی سمبول ۱۲۹۵ھ
- ۳ ابرار النبی الواقع فی شفاء العی الملقب بہ حفظ اہل الانصاف عن مسامحات مؤلفہ المحطۃ و
الاتحاد: عبدالحی فرنگ محلی (۱۳۰۲ھ)، انوار محمدی لکھنؤ ۱۳۰۱ھ
- ۴ ابن تیمیہ: محمد ابو زہرہ، دار الفکر العربی، قاہرہ ۱۹۵۵ء
- ۵ ابن حزم: محمد ابو زہرہ، خمیر قاہرہ ۱۳۴۳ھ
- ۶ اتحاد السادۃ المتقین بشرح اسرار احیاء علوم الدین للغزالی: سید مرتضی الزبیدی (۱۲۰۵ھ)
المبینہ قاہرہ ۱۳۱۱ھ
- ۷ اتحاد النبلاء المتقین باحیاء آثار الفقہار المحدثین: نواب صدیق حسن خاں (۱۳۰۴ھ)، نظامی کامپور ۱۲۸۸ھ
- ۸ الاتقان فی علوم القرآن: السيوطی (۹۱۱ھ)، مصطفی البانی قاہرہ ۱۳۴۰ھ
- ۹ اجار الاخار مع المکاتیب والرسائل الی ارباب الکمال والفضائل (برجواشی) شیخ عبدالحق
محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ)، مجتبیٰ دہلی ۱۳۳۲ھ
- ۱۰ ادب الاملاء والاستملار: عبد الکیم سمعانی (۵۶۲ھ)، بریل لیڈن ۱۹۵۲ء
ارشاد الاریب الی معرفۃ الادیب = معجم الادباء
- ۱۱ الارشاد الی ہیات الاسناد: شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۴۶ھ)، احمدی دہلی
- ۱۲ استقصاء الافحام والاستیعاب الانتقام فی رد منہی الکلام: حامد حسین کتوری (۱۳۰۴ھ)، مجمع البحرین ۱۲۸۸ھ
- ۱۳ اشعۃ الملعات: شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ)، محمدی ممبئی ۱۲۶۹ھ
- ۱۴ اعلام النبلاء بتاریخ حلب الشہداء: محمد راغب الطیخ (۱۳۴۰ھ)، العلمیہ حلب ۱۳۳۲ھ
- ۱۵ الاعلام والاہتمام بمعجم فتاویٰ شیخ الاسلام: زکریا الانصاری (۹۲۵ھ)، الشرقی دمشق ۱۳۵۵ھ

- ۱۶ الافاضات الیومیة من الافادات القومیة : مولانا اشرف علی تھانوی (۱۳۱۴ھ)
- اشرف المطابع تھانوی بھون ۱۹۲۱ء وادارہ اشرفیہ کراچی ۱۳۴۴ھ
- ۱۷ الاکسیر فی اصول التفسیر : نواب صدیق حسن خاں (۱۳۰۴ھ)، نظامی کانپور ۱۲۹۰ھ
- ۱۸ امالی کتاب صحیح مسلم للعلامة السید انور شاہ الکنیری : مرتبہ مولانا مناظر احسن گیلانی (۱۹۵۶ھ)
- قلی ملوکہ فضل احمد (۱۹۶۳ھ)
- ۱۹ امام ابن ماجہ اور علم حدیث : محمد عبدالرشید نعمانی، نور محمد کراچی ۱۹۵۴ھ
- ۲۰ امام ابوالحسن کبیر سندھی : محمد عبدالرشید نعمانی، مقالہ - پاکستان ہسٹری کانفرنس ۱۹۶۱ء
- ۲۱ امالی الاجار فی شرح معانی الآثار للطحاوی : مولانا محمد یوسف ہلوی الجمعیۃ پریس دہلی ۱۳۴۹ھ
- ۲۲ الام لا یقاظ الہم : شیخ ابراہیم کردی (۱۳۱۱ھ)، قلی درکتب خانہ پیر جندود (وہب اللہ)
- ۲۳ إنباء الرواة علی أنباء النخاة : القفطی (۶۲۶ھ)، دار الکتب المصریہ قاہرہ ۱۳۴۷ھ
- ۲۴ الانتباه فی سلاسل اولیاء اللہ واسانید وارثی رسول اللہ : شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۴۶ھ)، درکتب خانہ مولانا محمد عبدالرشید نعمانی
- ۲۵ الانتصار فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقہاء : ابن عبد البر (۲۶۳ھ)، القدی قاہرہ ۱۳۵۰ھ
- ۲۶ انسان العین فی مشارح المحرمین : شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۴۶ھ)، احمدی دہلی
- ۲۷ الانس الجلیل بتاریخ القدس واخلیل : ابوالیمین عبدالرحمان بن محمد بن مجیر الدین حنبلی (۹۲۴ھ)، الوہبیہ قاہرہ ۱۲۸۳ھ
- ۲۸ انقاس العارفين : شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۴۶ھ)، احمدی دہلی ۱۳۱۵ھ
- ۲۹ اوجز المسالك الی موطأ مالک (مقدمہ) : مولانا محمد زکریا، یحییوہ سہارنپور ۱۳۳۸ھ
-
- ۳۰ بادشاہ نامہ : عبدالحمید لاہوری (۱۰۶۵ھ)، کلکتہ ۱۸۶۴ھ
- ۳۱ الباعث الخفیث شرح اختصار علوم الحدیث : ابن کثیر (۷۴۶ھ)، محمد علی صلیح قاہرہ ۱۳۴۴ھ
- ۳۲ برائع الزمور فی وقائع الدہود : ابن ایاس (۶۹۳ھ)، الامیریہ قاہرہ ۱۳۱۱ھ
- ۳۳ البدایہ والنہایہ فی التاریخ : ابن کثیر (۷۴۶ھ)، السعادة قاہرہ ۱۳۵۱ھ
- البدایہ التاری = فیض الباری
- ۳۴ البدایہ الطالع بحاسن من بعد القرن السابع : الشوکانی (۱۲۵۱ھ)، السعادة ۱۳۲۵ھ

- ٣٥ بستان المحشين في تذكرة كتب الحديث والمحدثين: شاه عبد العزيز دهلوى (١٢٣٩هـ)،
نصرت المطابع دہلی ١٢٩٣ھ
- ٣٦ بغية الملتقى في تاريخ رجال اهل الاندلس: ابن عميرة الضبي (١٢٩٩هـ)، ميڈرید ١٨٨٢ھ
- ٣٧ بغية الوعاة في طبقات اللغويين والنحاة: السيوطي (١٢٩٩هـ)، السعادة قاہرہ ١٢٢٦ھ
-
- ٣٨ تاج التراجم في طبقات الخفئية: ابن قطلوبغا (١٢٤٩هـ)، العالی بغداد ١٩٦٢ھ
- ٣٩ تلح العروس من جواهر القاموس: محمد تقي الزبيدي (١٢٥٠هـ)، الخيرية قاہرہ ١٢٣٦ھ
- ٤٠ تاريخ آداب اللغة العربية: جرجي زيدان (١٢٩٩هـ)، دارالاسلام قاہرہ ١٩٥٤ھ
- تاريخ ابن اياس = بدائع الزهور في وقائع الدهور
- تاريخ ابن خلكان = وفيات الاعيان
- تاريخ ابن الفرضي = تاريخ العلماء والرواة للعلم بالاندلس
- تاريخ البغدادي = المختصر في اخبار البشر
- ٤١ تاريخ بغداد: الخطيب البغدادي (١٢٧٣هـ)، السعادة قاہرہ ١٣٢٩ھ
- تاريخ الجبرتي = عجائب الآثار في التراجم والاخبار
- ٤٢ تاريخ الحكماء: الفغلي (١٢٧٦هـ)، لينزگ ١٩٠٣ھ
- ٤٣ تاريخ الخط العربي وآدابه: محمد طاهر الكردي، التجارية الحديثة قاہرہ ١٣٥٨ھ
- ٤٤ تاريخ علماء بغداد، المسمى منتخب المختار لمحمد بن رافع السلامي: انتخبه التقي القاسمي المكي (١٢٣٢هـ)
- الاباالى بغداد ١٣٥٤ھ
- ٤٥ تاريخ العلماء والرواة للعلم بالاندلس: ابن الفرضي (١٢٣٠هـ)، السعادة قاہرہ ١٣٤٣ھ
- ٤٦ تاريخ قصاة الاندلس: النياہي (بعد ١٢٩٣هـ)، الكاتب المصري قاہرہ ١٢٥٥ھ
- تاريخ المرادي = سلك الدرر في اعيان القرن الثاني عشر
- تاريخ مصر لابن اياس = بدائع الزهور في وقائع الدهور
- تاليف قلب الاليف بكتابة فهرست التاليف = تذكرة مصنفين دہلی
- ٤٧ تانيب الخطيب على ماساقه في ترجمة ابى حنيفة من الاكاذيب: محمد زاهد الكوثري (١٢٤١هـ)،
الانوار قاہرہ ١٣٦١ھ

- ٢٨ تبين كذب المقرئ فيما نسب الى الامام ابى الحسن الاشعري: ابن عساكر (١٠٥٤هـ)،
التوفيق دمشق ١٣٢٤هـ
- ٢٩ تحفة ذوى الارب في شكل الاسماء والنسب: ابن خطيب الدهشنة (١٠٣٢هـ)، بريل ليون ١٩٠٥هـ
- ٥٠ تدريب الراوى في شرح تقريب المتواوى: السيوطى (١٠٩٠هـ)، الخيرية قاہرہ ١٣٤٩هـ وكتبة قاہرہ ١٣٤٩هـ
- ٥١ تذكرة الحفاظ: الذہبی (١٠٥٠هـ)، دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد دکن ١٣٤٥هـ
- ٥٢ تذكرة الراشد برتبصرة الناقد الملقب بظفر الميته بذكر اغلاط صاحب المحطة: عبدالحى فرنگ محلى
(١٣٠٢هـ)، انوار محمدي لکھنؤ ١٣٠٢هـ
- ٥٣ تذكرة شيخ عبدالحق: سيد احمد قادري، آزاد پريس پٹنہ ١٣٤٠هـ
- ٥٤ تذكرة مصنفين دہلي: شيخ عبدالحق محدث دہلوى (١٠٥٢هـ)، حيدرآباد دکن ١٢٩٣هـ
- ٥٥ تذكرة الموضوعات: محمد طاهر الفتى (٩٨٦هـ)، الشرق قاہرہ ١٣٢٣هـ
- ٥٦ الترتيب الاداريه والعمالات والصناعات المتاجروالحالة العلمية التي كانت على عهد تاسيس
المدينة الاسلامية في المدينة المنورة العلمية: عبدالحى الكفاني (١٠٣٨هـ)، الاهلية رباط ١٣٢٦هـ
- تراجم رجال القرنين السادس والسابع = التذيل على الروضتين
- ٥٧ ترك جهانگيرى: سلطان نورالدين محمد جهانگير (١٠٣٦هـ)، نوکشتور لکھنؤ
- ٥٨ تزيين الممالك بناق الامام بالک: السيوطى (٩١١هـ)، الخيرية قاہرہ ١٣٢٥هـ
- ٥٩ تعجيل المنفعة بزوائد رجال الائمة الاربعه: ابن حجر العسقلاني (٨٨٥٢هـ)،
دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد دکن ١٣٢٧هـ
- التعليقات السنية على الفوائد البهية = الفوائد البهية
- ٦٠ التعليق المنجد على موطا محمد: عبدالحى لکھنؤى (١٢٠٢هـ)، نور محمد کراچي ١٩٦٣هـ
- ٦١ نقصار جيوذ الاحرار من تذكار جيوذ الابرار: نواب صديق حسن خاں (١٢٠٤هـ)، شاهجهانى بھوبال ١٢٩٨هـ
- ٦٢ التقييد والايضاح لما اطلق واغلق من مقدمة ابن الصلاح: حافظ العراقي (٨٠٦هـ)،
العلمية حلب ١٣٥٠هـ
- ٦٣ التكملة لكتاب الصلوة: ابن الابار (٦٥٩هـ)، الخانجي قاہرہ ١٢٤٥هـ
- ٦٤ تنزيه الشريعة المرفوعة عن الاخبار الشنيعة الموضوعة: ابن عراق (٩٩٣هـ)، عاطف قاہرہ ١٣٤٨هـ
- ٦٥ توجيه النظر الى اصول علم الاثر: طاهر الخزائري (١٣٣٨هـ)، انجاليہ قاہرہ ١٣٢٨هـ

- ٦٦ تهذيب الاسماء واللغات : التووى (١٢٤٦هـ)، الميمنية قاهره
- ٦٧ تهذيب التهذيب : ابن حجر العسقلاني (٨٥٢هـ)، دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد دكن ١٣٢٥هـ
-
- ٦٨ ثبت الشيخ نجم الدين الغيطي، قلى دركتب خانه پير محمد و، وهب الله
التغر البسام في ذكر من ولى قضاء الشام = قضاء دمشق
الثقافة الاسلاميه في الهند = معارف الحواري في انواع العلوم والمعارف
-
- ٦٩ جامع العلوم والحكم في شرح خمسين حديثا من جوامع الكلم : ابن رجب (٨٩٥هـ)،
مصطفى الباني قاهره ١٣٨٢هـ
- ٧٠ جذوة المقتبس في ذكر ولاه الاندلس : النجدي (١٢٨٨هـ)، السعادة قاهره ١٣٤٢هـ
- ٧١ البحر اللطيف في ترجمة العبد الضعيف : شاه ولي الله محدث دهلوى (١٢٨٨هـ)، احمدى دہلي
- ٧٢ انوار المصنعية في طبقات الخففيه : عبدالقادر القرشي (١٢٤٥هـ)،
دائرة المعارف النظامية حيدرآباد دكن ١٣٣٢هـ
-
- ٧٣ الحادى في سيرة الامام ابى جعفر الطحاوى : محمد زاهد الكوثري (١٣٤١هـ)، الانوار قاهره ١٣٦٨هـ
- ٧٤ حقائق الخففيه : فقير محمد جلبي، نول كشور لكهنؤ ١٣٢٢هـ
- ٧٥ حسن المحاضرة في اخبار مصر والقاهرة : السيوطى (٩١١هـ)، ادارة الوطن قاهره ١٢٩٩هـ
- ٧٦ حصر الشاردي في اسانيد الشيخ محمد عابد : ملا محمد عابد سدي (١٢٦٤هـ)، قلى دركتب خانه پير محمد و، وهب الله
- ٧٧ المحطة في زكر الصالح السنت : نواب صديق حسن خان (١٣٠٤هـ)، نظامى كانيپور ١٢٨٣هـ
- ٧٨ حلية الاولياء وطبقات الاصفياء : ابو نعيم اصبهاني (١٣٣٠هـ)، السعادة قاهره ١٣٥١هـ
- ٧٩ حيات امام ابن الجزرى = قول متين ترجمه حسن حسين (مقدمه)
حياة البخارى : جمال الدين القاسمى (١٣٣٢هـ)، صيدا ١٣٣٢هـ
- ٨٠ حيات حافظ ابن حجر عسقلاني (مقدمه بلوغ المرام مترجم)، مولانا محمد عبدالرشيد نعماني، نور محمد كراچي ١٩٥٢هـ
- ٨١ حيات شيخ عبدالحق محدث دهلوى، خليف احمد نظامى، خواجہ برقي پريس دہلي ١٣٤٣هـ
- ٨٢ حيات مالک : سيد سليمان ندوى (١٣٤٣هـ)، مشهور پريس كراچي ١٣٤١هـ

٨٣ حيات ولي: محمد نجم بخش دهلوي، افضل المطابع دہلي ١٣١٩ھ

٨٢ خزينة الاصفياء: غلام سرور لاہوري، نوکسور لکھنؤ ١٩١٣ھ

٨٥ الخطيب البغدادي مؤرخ بغداد ومحدثها: يوسف العث، الترقى دمشق ١٣٦٢ھ

٨٦ خلاصة الاثر في اعيان القرن الحادي عشر: محبتي (١١١١ھ)، الوهبية قاهرة ١٢٨٢ھ

٨٤ خلاصة تهذيب تهذيب الكمال في اسماء الرجال: الخرجي (١٣٣٣ھ)، الميرية قاهرة ١٣٣٥ھ

٨٨ المدارس في تاريخ المدارس: الشعمي (٩٢٤ھ)، الترقى دمشق ١٣٦٤ھ

٨٩ الدرر الكامنة في اعيان المائة الثامنة: ابن حجر عسقلاني (٨٥٢ھ)،

دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد دکن ١٣٣٨ھ

٩٠ الديباج المذهب في معرفة اعيان علماء المذهب: ابن فحون (٤٩٩ھ) وبهامش نيل الالتهاج بتطريز

الديباج: بابا التنبكتي (١٠٣٢ھ)، المعاهد قاهرة ١٣٥١ھ

٩١ ذب وبيات المذاهب عن المذاهب الاربعة المتناسبات: عبد اللطيف طهوي (١١٨٩ھ)،

العرب كراچی ١٣٤٩ھ

٩٢ ذيل تذكرة الحفاظ للذهبي: ابو المحاسن حسيني (٤٦٥ھ)، وليه لحظ الاخطا بذيل طبقات الحفاظ:

تقي الدين ابن فهد (٨٨٨ھ) وتيلوه ذيل طبقات الحفاظ للذهبي: سيوطي (١١٩١ھ)

التوفيق دمشق ١٣٣٤ھ

ذيل طبقات الحفاظ للسيوطي = ذيل تذكرة الحفاظ

٩٣ الذيل على الروضتين: ابوشامة (٦٦٥ھ)، قاهرة ١٣٦٦ھ

٩٢ الرحلة العياشية: ابوسالم مغربي (١٠٩٠ھ)، قاس ١٣١٦ھ

الرحيق المختوم من تراجم ائمة العلوم = ايجد العلوم

٩٥ الرد على البكري: ابن تيمية (٧٢٨ھ)، سلفية قاهرة ١٣٣٦ھ

٩٦ رد المحتر على الدر المختار مشرح تنوير الابصار: ابن عابدين (١٢٥٢ھ) الاميرة بولاق ١٣٢٣ھ

- ٩٤ رسالة ابى داود السجستاني في وصف تاليفه لكتاب السنن، القاهرة ١٣٦٩هـ
- ٩٨ الرسالة المستطرفة لبيان مشهور كتب السنة المشرقة: محمد بن جعفر كاتبي (١٣٣٥هـ) نور محمد كراچي ١٣٤٩هـ
- ٩٩ رفع الاصر عن قضاة مصر: ابن حجر عسقلاني (١٤٥٢هـ)، الاميرية القاهرة ١٩٥٤هـ
- ١٠٠ روضات البجعات في احوال العلماء والسادات: خوانساري (١٣١٣هـ)، طهران ١٣٦٤هـ
- ١٠١ الروض الانف في تفسير واشتغال عليه حديث السيرة النبوية لابن هشام: بسيل (١٤٨٩هـ)، الجاهلية القاهرة ١٣٣٢هـ
- ١٠٢ روضة الصفات في سيرة الانبياء والملوك والخلفاء: ميرخواند (١٩٠٣هـ)، بمبئي ١٣٢٦هـ
- ١٠٣ الرياض المستطرفة في جملة من روى في الصحيحين من الصحابة: يحيى بن ابى بكر بن محمد بن شاذلي (١٣٠٣هـ)، بمبئي ١٣٠٣هـ
- ١٠٤ ربحانة الالباب ورمزة الحياة الدنيا: خفاجي (١٠٦٩هـ)، بمصر ١٢٩٣هـ
-
- ١٠٥ سبعة المرحان في آثار هندوستان: غلام علي آزاد بلگرامي (١٢٢٤هـ)، بمبئي ١٣٠٣هـ
- ١٠٦ سبك شناسي تاريخ تطویر شرقاى: شادروان محمد تقى بهار، طهران ١٣٣٤هـ
- ١٠٧ سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد: محمد بن يوسف شامى (١٢٢٢هـ)، قلمي در كتيبة خان مير حسنلو (ومبئي نشر)
- ١٠٨ سلافة العصر في محاسن الشعراء بكل مصر: ابن محصوم القاهرة ١٣٣٢هـ
- ١٠٩ سلك الدرر في اعيان القرن الثاني عشر: مرادى (١٢٢٦هـ)، الميرية بولاق ١٣٠١هـ
- ١١٠ سمط النجوم الموعلى في ابناء الاول والاولى: عبد الملك عصامي (١٣١١هـ)، السلفية القاهرة ١٣٨٠هـ
- سيرت شاميه = سبل الهدى والرشاد الخ
- ١١١ السيف الصفيلى في الرد على ابن زريقل: محمد زاهد كوثري (١٣٢٤هـ)، السعادة القاهرة ١٩٣٤هـ
- ١١٢ شذالازار في حط او تاداعن زوار المزار: ابو القاسم شيرازي (١٢٤٩هـ)، مجلس طهران ١٣٦٤هـ
- شرح سفر السعادة = المنهج القويم
- ١١٣ شرح صحيح مسلم: نووى (١٢٤٦هـ)، نور محمد دهلوى ١٣٢٩هـ
- ١١٤ شرح المواهب اللدنية بالمنح المحمدية للقسطلاني: زرقاني (١٢٢٢هـ)، بولاق ١٢٩٠هـ
- ١١٥ شذرات الذهب في اجازين ذهب: ابن العماد الحنبلى (١٠٨٩هـ)، القدي القاهرة ١٣٥١هـ
- ١١٦ الشعراني، امام التصوف في عصره: يوسف العشي، دمشق
- الشعائق النعمانية في علماء الدولة العثمانية = وفيات الاعيان

١١٤ الضوابط للامام لاهل الفرق القاسم: السخاوي (٩٠٢هـ)، القدسي والسعادة قاهرة ١٣٥٣هـ

- ١١٨ طبقات المحابلة: ابو يعلى (٥٢٦هـ)، السنة المحمدية قاهرة ١٣٤١هـ
طبقات الشافعية: ابو بکر بن ہدایہ اشرف = طبقات الفقہاء: الشیرازی
١١٩ طبقات الشافعية الكبرى: تاج الدين سبكي (٤٤١هـ)، الحسينية قاهرة ١٣٢٣هـ
١٢٠ طبقات الفقہاء: الشیرازی (٤٤٦هـ) ويليہ طبقات الشافعية: ابو بکر بن ہدایہ اشرف (١٠١٢هـ)، بغداد ١٣٥٦هـ
١٢١ طبقات الفقہاء: طاشکبری زاده (٩٦٢هـ)، الزہراء الحديثه موصل ١٩٦١هـ
[وہو فی الاصل مختصر طبقات الخنفیۃ: علی بن امرشد ابن الخنای (٩٤٩هـ)]
طبقات القراء = غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء
الطبقات الكبرى للشعرانی = لوائح الانوار فی طبقات الاخيار -
١٢٢ طبقات المفسرين: سیوطی (٩١١هـ)، طران ١٩٦٠هـ
طرب الاماثل بترجم الافاضل = مجموعۃ الرسائل السنۃ

- ١٢٣ العبر فی خبر من غیر: ذہبی (٤٢٨هـ)، حکمت الکویت ١٩٦٠هـ
١٢٣ حجاب الآثار فی التراجم والاجار: جبرتی (١٢٣٤هـ)، بولاق ١٢٩٤هـ
١٢٥ عقود اللالی فی الاسانید العوالی: ابن عابدین (١٢٥٢هـ)، المعارف سورۃ ١٣٠٢هـ
١٢٦ علم وعمل: مرتبہ محمد ایوب قادری، ایجوکیشنل پریس کراچی ١٩٦٠هـ
علوم الحديث المعروف بمقدمۃ ابن الصلاح = التقييد والایضاح

١٢٤ غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء: ابن الجوزی (٥٣٣هـ)، السعادة قاهرة ١٣٥١هـ

- فتاوى شيخ الاسلام زكريا الانصاري = الاعلام والاهتمام
١٢٨ فتاوى عزيزية: شاه عبد العزيز محدث دہلوی (١٢٣٩هـ)، مجتبائی دہلی ١٣١١هـ
١٢٩ فتاوى قيام الملة والدين: محمد قيام الدين عبد الباري، مقيم عام لکھنؤ ١٣٢٥هـ
١٣٠ فتح المغیث بشرح الفیۃ الحديث: سخاوی (٩٠٢هـ)، انوار محمدی لکھنؤ ١٣٠٣هـ
١٣١ فتح الملہم شرح صحیح مسلم: شبیر احمد عثمانی (١٣٦٩هـ)، مدینہ منجور ١٣٥٢هـ
١٣٢ الفرقان (شاه ولی اللہ مہر): مرتبہ منظور احمد نعمانی، بریلی ١٣٥٩هـ
١٣٣ القوائد المجموعۃ فی بیان احادیث الموضوعۃ: شوکانی (١٢٥٢هـ)، صدیقی لاہور ١٣٠٥هـ
١٣٤ القہرست: ابن تومر (٣٨٥هـ تقریباً)، الرحمانیۃ قاهرة ١٣٢٨هـ

- ۱۳۵ فهرست کتب غلّة هیلمت رامپور، احمد علی خان شوق (۱۳۲۳هـ)، سرکار عالی رام پور ۱۹۲۸هـ
- ۱۳۶ الفوائد البهیة فی تراجم المحققین مع التعلیقات السیة علی الفوائد البهیة: عبدالحی فرنگ محلی (۱۳۰۵هـ)، السعادة قاهره ۱۳۲۲هـ
- ۱۳۷ قوافل الوفیات: ابن شاکر کتبی (۱۳۶۲هـ)، السعادة قاهره ۱۹۵۱هـ
- فهرست ابن خیر = فهرست مارواه عن شیوخہ الخ
- ۱۳۸ فهرس الفهارس والاثبات ومجم المعاجم والمشیخت والمسلکات: عبدالحی الکتانی (۱۳۸۱هـ)، البحیدة فاس ۱۳۳۶هـ
- ۱۳۹ فهرست مارواه عن شیوخہ من الدواوین المصنفة فی صروب العلم وانواع المعارف: ابن خیر اشبیلی (۱۳۵۵هـ)، قوش مرقطه ۱۸۹۲هـ وبغداد ۱۹۶۳هـ
- ۱۴۰ فیض الباری علی صحیح البخاری: محمد نور شاه کشمیری (۱۳۵۲هـ)، مع حاشیة البدر الساری الی فیض الباری: محمد بدر عالم میرٹھی، حجازی قاهره ۱۳۵۵هـ
- ۱۴۱ قضاة دمشق: ابن طولون (۱۳۵۳هـ)، الترقی دمشق ۱۹۵۶هـ
- ۱۴۲ قول متین ترجمہ حصن حصین (مقدم): محمد عبدالحلیم چشتی، نور محمد کراچی ۱۳۷۷هـ
- ۱۴۳ کتاب الاستدراک علی الاکمال: ابن نقطه (۶۲۹هـ)، مخطوطه عکسی در سنٹرل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ریسرچ کراچی
- ۱۴۴ کتاب الاسماء والصفات: بیہقی (۱۳۵۸هـ)، السعادة قاهره ۱۳۵۸هـ
- ۱۴۵ کتاب الانساب: سمعانی (۱۳۶۲هـ)، بریل لیڈن ۱۹۱۲هـ وحید آباد دکن ۱۳۸۳هـ
- ۱۴۶ کتاب الجمع بین کتابی ابی نصر الکلاباذی وابی بکر الاصبہانی فی رجال البخاری وسلم: ابن قیسرانی (۱۵۰۷هـ)، دائرة المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن ۱۳۲۳هـ
- ۱۴۷ کتاب لیل علی طبقات الخنابلہ لابن رجب: عبد الرحمن بغدادی (۱۳۹۵هـ)، السنۃ المحمدیہ قاهره ۱۳۷۲هـ
- ۱۴۸ کتاب السلوک لمحرفۃ دول الملوک: مقرئری (۱۳۴۵هـ)، دارالکتب المصریہ قاهره ۱۳۵۲هـ
- ۱۴۹ کتاب الصلۃ: ابن بشکوال (۱۳۵۸هـ)، قاهره ۱۳۷۲هـ
- ۱۵۰ کتاب القبس: بلبسی (۱۳۷۲هـ)، مخطوطه عکسی در سنٹرل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ریسرچ کراچی
- ۱۵۱ کتاب الکفاۃ فی علم الروایۃ: خطیب بغدادی (۱۳۶۳هـ)، دائرة المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن ۱۳۵۷هـ
- ۱۵۲ کتاب المؤلفات المختلف فی اسماء نقلۃ الحدیث: عبد الغنی زادی (۱۳۹۹هـ)، انوار احمدی الدہ آباد ۱۳۲۷هـ
- ۱۵۳ کشف الظنون عن اسمی الکتب والفنون: حاجی خلیفہ (۱۳۶۷هـ)، استانبول ۱۳۶۷هـ
- ۱۵۴ کلمات طیبات: ابوالخیر محمد بن احمد مراد آبادی، مجتبائی دہلی ۱۳۰۹هـ
- ۱۵۵ کنوز الاجداد: محمد کرد علی (۱۳۷۲هـ)، الترقی دمشق ۱۳۷۲هـ
- ۱۵۶ الکفی والالقاب: عباس قمی، البحیدریہ نجف ۱۳۷۶هـ

- ١٥٤ الكواكب السائرة باعيان المئة العاشرة: نجم الدين غزالي (١٠٨٥هـ)، الامير بكايته بيروت ١٩٢٥هـ
- ١٥٨ لائح الدراري على جامع البخاري (مقدم): محمد زكريا شيخ المحرمات، البجينة دلي ١٣٤٩هـ
- ١٥٩ اللباب في تهذيب الانساب: ابن الاثير (١٢٠٥هـ)، القدسي قاهرة ١٣٥٤هـ
- ١٦٠ لب اللباب في تحرير الانساب: سيوطي (١١٩١هـ)، بريل ليذن ١٨٩٢هـ
- كخط الانحفاظ بذيل طبقات المحفاظ لابن قهد = ذيل تذكرة المحفاظ
- ١٦١ لسان الميزان: ابن حجر عسقلاني (٨٥٢هـ)، دائرة المعارف النظامية حيدرآباد دكن ١٣٢٩هـ
- ١٦٢ لطائف المعارف فيما لحق العام من الوظائف: ابن رجب (٩٥٥هـ)، دار احياء الكتب العربية قاهرة ١٣٣٢هـ
- ١٦٣ لطائف المتن ولاحقاق في بيان وجوب التحريم بنعمة الله على الاطلاق: شتراني (٩٤٣هـ)، بولاق قاهرة ١٢٨٥هـ
- ١٦٤ لوائح الانوار في طبقات الاخيار: شتراني (٩٤٣هـ)، عبد الحميد احمد خفي قاهرة ١٣٥٥هـ
- ١٦٥ مائر الكرام: غلام علي آزاد (١٢٠٥هـ)، مفيد عام آگره ١٣٢٨هـ
- ١٦٦ مالک: محمد ابو زهره، احمد فخيم قاهرة ١٩٥٢هـ
- ١٦٧ مجالس المؤمنين: نور الله شستري (١٠١٩هـ)، طهران ١٢٩٩هـ
- ١٦٨ المجددون في الاسلام: عبد المتعال الصعدي، قاهرة
- ١٦٩ مجمع بحال الانوار في غرائب التنزيل ولطائف الاخبار: محمد بن طاهر شامي (٩٨٦هـ)، توكشور لکهنو ١٢٨٣هـ
- ١٧٠ مجموعة الرسائل الستة: عبد الحميد فرنگ محلي (١٣٠٢هـ)، يوسف لکهنو ١٣٢٢هـ
- ١٧١ محبوب اللباب في تعريف الكتب والكتاب: خدا بخش ١٩٥٥هـ، مقنن حيدرآباد دکن ١٣١٣هـ
- مختصر طبقات الخفية = طبقات الفقهاء
- ١٧٢ المختصر في اخبار البشر: ابو الفداء (٤٣٢هـ)، حسينية مصر ١٣٢٥هـ
- ١٧٣ المختصر المحتاج اليمن تاريخ الحفاظ في عبادته محمد بن سعيد الديبشي: انتقام ذمبي (٩٨٨هـ)، المعارف بغداد ١٣٤١هـ
- ١٧٤ مرآة الجنان وعجرة اليقظان في معرفة ما يعبر من حوادث الزمان: يافعي (٩٦٨هـ)، دائرة المعارف المطالعية ١٣٣٤هـ
- ١٧٥ مرآة الحقائق: بركت علي، عزيزي رام پور ١٣٢٢هـ
- ١٧٦ مرقاة المفاتيح لمشكاة المصانيع: ملا علي قاري (١٠٨٥هـ)، الميمنية قاهرة ١٣٢٩هـ
- المرقبة العليا فيمن يتقى الفتناء والفتيا = تاريخ قصاة الاندلس
- ١٧٧ المشتبه في اسماء الرجال: ذمبي (٩٨٥هـ)، بريل ليذن ١٨٦٣هـ وقاهرة ١٩٦٢هـ
- ١٧٨ مطمح الانفس وسرح الناس في ملح اهل الاندلس: فتح ابن خاقان (٩٥٣هـ)، السعادة قاهرة ١٣٢٥هـ
- ١٧٩ معارف (مجلة)، اعظم كرامه جلد ٨١ نمبر ١
- ١٨٠ معارف الحواري في انواع العلوم والمعارف: عبد الحميد حسني (١٣٣١هـ)، دمشق ١٣٤٤هـ
- ١٨١ معجم الادباء او طبقات الادباء: ياقوت رومي (١٢٢٦هـ)، هندية قاهرة ١٩٢٣هـ

- ١٨٢ معجم البلدان: ياقوت رومى (١٢٢٦هـ)، دار بيروت ١٢٤٢هـ
- ١٨٣ معجم المستفيين: محمود حسن خاں ثوكلی (١٣٦٦هـ)، طباره بيروت ١٣٣٢هـ
- ١٨٤ معرفة علوم الحديث: حاكم نیشاپورى (١٠٠٥هـ)، دار الكتب المصرية قاہرہ ١٣٥٦هـ
- ١٨٥ المغرب فی علی المغرب: ابوالحسن علی بن الوزیر اندلسی (١٠٨٥هـ)، دار المعارف قاہرہ ١٩٥٣هـ
- ١٨٦ المغنی لابن قدامہ (مقدمہ): عبدالقادر بدیلک (١٣٢٦هـ)، انصار السنۃ المحمدیہ ١٣٦٦هـ
- ١٨٧ المغنی فی اسما رجال الحديث ونسبهم: محمد بن طاهر شنی (١٠٨٦هـ)، فایق دہلی ١٢٩٠هـ
- ١٨٨ مقتل السعاده ومصباح السیاده: طاش کبری زادہ (١٠٩٢هـ)، دائرة المعارف النظامیہ جدیداً آبادکن ١٣٢٩هـ
- ١٨٩ مقالات الکوثری: محمد زکریا کوثری (١٢٤١هـ)، الانوار قاہرہ ١٣٤٢هـ
- ١٩٠ مقالات منظریہ: شاہ غلام علی (١٢٢٢هـ)، محتبائی دہلی ١٣٠٩هـ
- مقدمۃ ابن الصلاح = التقیید والایضاح
- المکاتیب والرسائل الی ارباب الکمال والفضائل = اخبار الاحبار
- ١٩١ الملل والنحل: شہرستانی (١٠٢٨هـ)، حجازی قاہرہ ١٣٦٨هـ
- ١٩٢ المناہل السلسلۃ فی الاحادیث المسلسلۃ: محمد عبدالباقی لکھنوی، القدسی والسعاده قاہرہ ١٣٥٤هـ
- ١٩٣ المنتظم فی تاریخ الملوک والامم: ابن جوزی (١٠٩٤هـ)، دائرة المعارف العثمانیہ ١٣٥٤هـ
- ١٩٤ منحة المعبود فی ترتیب سند الطیالسی الی داؤد ندیل بالتعلیق المحمود علی منحة المعبود: احمد عبدالرحمن البناساغانی
- المنيرة قاہرہ ١٣٤٢هـ
- ١٩٥ المنہج القويم فی شرح الصراط المستقیم (شرح سفر السعادت):
- شیخ عبدالحق محدث دہلوی (١٠٥٢هـ)، افضل المطابع مکتبہ ١٢٥٢هـ
- ١٩٦ المنہل الصافی والمستوفی بعد التوفی: ابن تغری بردی (١٢٨٤هـ)، دار الكتب المصرية قاہرہ ١٣٤٥هـ
- ١٩٧ المنہل العذب المورد شرح سنن ابی داؤد: محمد سکی (١٢٥٢هـ)، قاہرہ ١٣٥١هـ
- ١٩٨ موقف العقل والعلم والعالم من رب العالمین: مصطفیٰ صبری، عیسیٰ البابی قاہرہ ١٣٦٩هـ
- ١٩٩ میزان الاعتدال فی نقد الرجال: ذہبی (١٢٢٨هـ)، السعاده قاہرہ ١٣٢٥هـ، عیسیٰ البابی قاہرہ ١٣٨٢هـ
- ٢٠٠ ناطورۃ الحق فی فرضیۃ العشاء وان لم یغیب الشفق: مرجانی (١٢٣٦هـ)، قلمی در کتب خانہ پیر خٹو
- (دوبہ اشہر)، وطیبہ قازان ١٢٨٤هـ
- ٢٠١ النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ: ابن تغری بردی (١٢٨٤هـ)، دار الكتب المصرية قاہرہ ١٣٢٨هـ
- ٢٠٢ زبہ النواظر وحبہ السامع والنواظر: عبدالحق حسنی (١٣٢١هـ)، دائرة المعارف العثمانیہ ١٣٦٦هـ
- ٢٠٣ نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض: خفاجی (١٠٦٩هـ)، عثمانیہ استنبول (١٣١٢هـ)
- ٢٠٤ نظم العیقان فی اعیان الاعیان: السیوطی (١٢٩١هـ)، السویتیہ الامریکیہ ١٩٢٤هـ
- ٢٠٥ فتح الطیب من غصن الاندلس الرطیب ذکر وزیرہ لسان الدین ابن الخطیب قمری (١٢٨١هـ)، بولاق قاہرہ ١٢٤٩هـ

- ۲۰۶ الثور السافر عن اجبال القرن العاشر (تاريخ): عیدری (۱۲۳۵م)، القرات بغداد ۱۲۵۳م
 ۲۰۷ نهاية الارب في معرفة انساب العرب: قلقيندی (۱۲۲۱م)، الشركة العربية للطباعة قاہرہ ۱۹۵۹م
 نیل الابتهاج بطرزة الديباج = الديباج المذهب

- ۲۰۸ التواقي بالوفیات، صفدی (۱۲۶۲م)، ویسادن ۱۳۸۱م
 ۲۰۹ وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان: ابن خلکان، وبہاشتہ الشقائق النعمانیۃ: طاش کبری زادہ (۹۶۲م)
 المیمنیہ قاہرہ ۱۳۱۳م
 ۲۱۰ وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان: ابن خلکان (۶۸۷م)، السعادة قاہرہ ۱۳۶۴م
 وقال عبد القادر خانی = علم و عمل
 ۲۱۱ دولة مصر: گندی (۱۳۵۵م)، دار بیروت ۱۳۴۹م

- ۲۱۲ ہدیۃ العارفین، اسماء المؤلفین وآثار المصنفین: اسماعیل باشا بغدادی (۱۳۳۹م) البہیۃ لستانبول ۱۹۵۱م
 ۲۱۳ ہدی الساری مقدمۃ فتح الباری: ابن حجر عسقلانی (۸۵۲م)، المنیریہ قاہرہ ۱۳۳۴م

- ۲۱۴ الیاتح المجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی: محمد بن یحییٰ پورنوی ترقی، جید پرس دہلی ۱۳۳۹م
 ۲۱۵ یتیمۃ الدھر فی محاسن اہل العصر: الثعالبی (۲۲۹م)، مجازی قاہرہ ۱۳۲۶م
 ۲۱۶ الیواقیت الثمینیۃ فی اعیان مذہب عالم المدینۃ: محمد البشیر ظافر (۱۳۲۵م)
 الملائی العباسیۃ قاہرہ ۱۳۲۵م



